[redacted]

کبھی ہم نے بھی کی ہے حکمرانی سارے عالم پر
مگر وہ حکمرانی جس کا سکہ جان و دل پر تھا

ایڈیٹر: شوکت علی فہمی





صدر جمہوریہ ہند، شری سنجیوا ریڈی، حال ہی میں نیپال کے دورے سے واپس آئے ہیں اپنی اہلیہ کے
ساتھ ہوائی اڈے پر ان کی ایک تصویر



گرانی کے خلاف دہلی میں عورتوں کا مظاہرہ



خان عبدالغفار خان علاج کے لئے دہلی آئے [illegible]



محترمہ مسز اندرا گاندھی "سعودی عرب کے ولیعہد شہزادہ فہد" سے تبادلہ خیال کر رہی ہیں



شاہ خالد والئی سعودی عرب۔ شیخ زائد بن سلطان صدر عرب امارات شیخ جابر الاحمد امیر کویت اور شیخ خلیفہ
بن حماد امیر قطر۔ ابوظہبی میں عرب مسائل پر غور کر رہے ہیں



یمن کے وزیر اعظم "فاطمی" ہندوستانی ڈپلومیٹ کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں



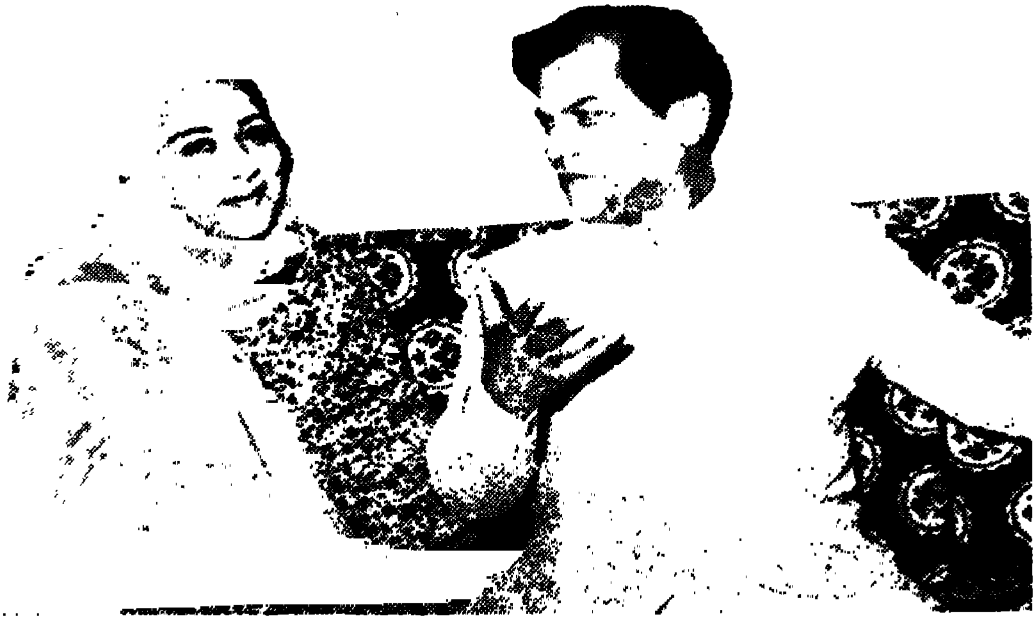
شام کے صدر "حافظ الاسد"



جارڈن کا بادشاہ "شاہ حسین"



”وزیراعظم اندراگاندھی “ انڈونیشیا کے صدر کی بیگم ”مسز سہارتو“ کے ہمراہ حالیہ انڈونیشیا کے دورے کے موقع پر



مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ ”عبدالرحمٰن انتولے“ اور اُن کی بیگم نرگس



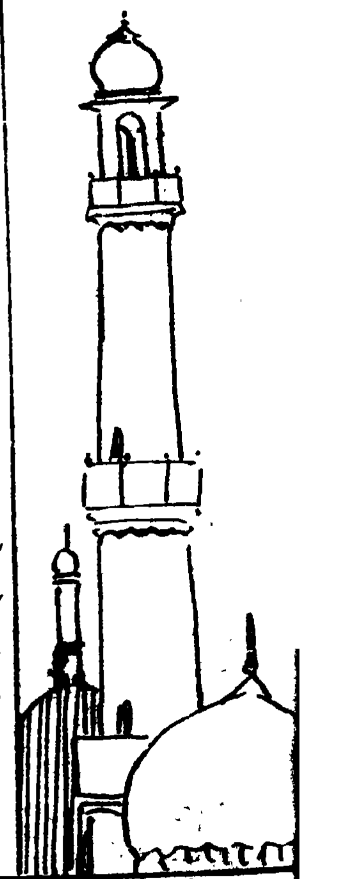
ایران کے تیل کے کارخانوں میں کام کرنے والی لڑکیاں ۔ آجکل عراق اور ایران کی جنگ کی وجہ سے بیکار ہیں

قائم شدہ سنہ ۱۹۲۱ء
اشاعت کا باسٹھواں سال
ٹیلیفون نمبر ۲۷۳۴۵۰
ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ
ماہنامہ

دین دنیا

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۲ | جنوری ــــــ ۱۹۸۲ء | نمبر ۱



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس .... جامع مسجد دہلی

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان بنگلہ دیش ....
غیر ممالک ....

مفتی شوکت علی فہمی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر .... نے .... پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا۔

۷۸۶



رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

وہی زہر افشانی

عرب ممالک اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزی

میناکشی پورم میں چند ہریجنوں کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہمارے ملک میں اشتعال انگیزی کا جو لاوا پھٹ پڑا ہے وہ ختم ہی ہونے میں نہیں آتا - اور ہم حیران ہیں کہ ہماری حکومت اس اشتعال انگیزی کو آخر کیسے گوارہ کر رہی ہے - جسکے نتیجہ میں ایک طرف ہمارے ملک میں تباہ کن فرقہ وارانہ فسادات کا اضافہ ہو سکتا ہے - اور دوسری جانب دوست ممالک سے ہمارے تعلقات پر بھی برا اثر پڑ سکتا ہے - اس نوعیت کی اشتعال انگیزی میں انگریزی اخبار "رگنا" اور بدنام زمانہ اخبار پرتاپ سب سے آگے ہیں - چنانچہ اخبار پرتاپ مورخہ ۲۰ دسمبر میں "ہریجنوں کو مسلمان بنانے کی سازش" کے عنوان سے ایک نہایت ہی اشتعال انگیز مقالہ افتاحیہ شائع ہوا ہے - اس مقالہ افتاحیہ کے ذریعہ یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان عرب ممالک اور بعض مغربی ممالک کے لئے آجکل اس کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے کہ وہ ہریجنوں کو مسلمان بنا کر ہندوستان کو غیر ہندو ملک بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں - چنانچہ اخبار پرتاپ اپنی ۲۰ دسمبر کی اشاعت میں لکھتا ہے -

"آج یہ کوئی راز کی بات نہیں کہ ہندوستان کے ہریجنوں کو مسلمان بنانے کی کوشش میں کئی دردیشی عناصر دلچسپی لے رہے ہیں بھارت سرکار کو بھی اس کا پتہ ہے جن ذیل میں کچھ تفصیلات پیش کر رہا ہوں ان سب کا ہماری خفیہ پولیس کو بھی علم ہے آج ہندوستان کو نقصان پہنچانے کے لئے صرف عرب ممالک ہی سرگرم نہیں ہیں دراصل ان کو بڑھاوا امریکہ اور یورپ کے دیشوں سے مل رہی ہے - یہ سب اس کوشش میں ہیں کہ ہندوستان کے ہریجنوں کو مسلمان یا عیسائی بنا کر ہندوستان کی ہندو آبادی کو کم کر دیا جائے - اس وقت امریکہ بھی سعودی عرب کو ابھار رہا ہے - کہ وہ مسلم سنستھاؤں کو سرگرم کرے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں ہندوستان کے ہریجنوں کو مسلمان بنائیں - ایک طرف سعودی عرب سے یہ کہا جا رہا ہے اور دوسری طرف ہندوستان میں جو عیسائی سنستھن ہیں ان کو سرگرم کیا جا رہا ہے سعودی عرب اور دوسرے عرب دیشوں سے کہا جا رہا ہے کہ وہ اسرائیل کو اپنا دشمن نمبر اول نہ سمجھیں بلکہ ہندوستان کو سمجھیں اور عرب دیشوں سے کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے روپیہ سے ہندوستان کی مسلم تنظیموں کو زیادہ سرگرم کریں جب جو لوگ ہی ہریجن ہندو دھرم چھوڑ کر مسلمان بن جاتے ہیں تو ہندوستان کے ٹکڑے ہو جائیں گے - سعودی عرب کی ایک سنستھا ہے رابطہ عالم اسلامی اس کا ہیڈ کوارٹر مکہ میں ہے اس سنستھا کو یہ کام سونپا گیا ہے کہ وہ

ہندوستان کے ہریجنوں کو مسلمان بنا کر ملک کی جڑیں کمزور کرے گی"

ابتک تو صرف مسلمانانِ ہند اور عرب ممالک ہی پر نزلہ گرتا رہا تھا۔ اب ان اشتعال پیدا کرنے والے اخبارات نے پاکستان کو بھی گھسیٹ لیا ہے۔ تاکہ پاکستان کے نام سے زیادہ اشتعال دلایا جا سکے۔ چنانچہ یہی اخبار پرتاپ اسی آرٹیکل میں آگے چل کر ایک نیا انکشاف کرتا ہے۔ جو یہ ہے کہ "ایک اور سنستھا ہے جس کا نام ہے معتمر العالم الاسلامی اس کا ہیڈ کوارٹر کراچی میں ہے۔ اور اس کی ایک برانچ بمبئی میں بھی ہے۔ اس کا واحد کام ہریجنوں کو مسلمان بنانا ہے۔ دکھن میں اس سال کے شروع میں جو دھرم پریورتن کے واقعات ہوئے ہیں وہ اسی سنستھا کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ اس کام کے لئے اندھا دھند روپیہ خرچ کر رہی ہے۔" دروغ گو را حافظہ نباشد اسی اخبار نے اپنے سابق آرٹیکلوں میں دکھن میں تبدیلی مذہب کا سب سے بڑا ذمہ دار عرب ممالک کو قرار دیا تھا۔ لیکن اب یہ الزام پاکستان کے سر تھوپا جانے لگا ہے تاکہ پاکستان کے نام پر ہندو عوام کو آسانی سے مشتعل کیا جا سکے۔ اور اس کے بعد اسی اخبار نے دنیا کی درجنوں ایسی اسلامی جماعتوں کے فرضی نام درج کر دیئے ہیں جن کا واحد کام یہ بتایا ہے کہ وہ ہندوستان کے ہریجنوں کو مسلمان بناتی رہتی ہیں۔

اوپر کے واقعات میں کس حد تک صداقت ہے اور کتنی دروغ بیانی ہے۔ اسکا تو پورا پورا علم خود اخبار پرتاپ کے ایڈیٹر کو بھی ہے۔ لیکن وہاں تو منشا صرف یہ ہے کہ بے بنیاد واقعات گھڑ کر اس ملک کی ہندو اکثریت کے جذبات کو مسلمانانِ ہند اور عرب ممالک کے خلاف بھڑکایا جائے۔ ہم حیران ہیں کہ ہریجنوں کے نام پر اشتعال انگیزی کا یہ سلسلہ تقریباً چھ ماہ سے جاری ہے۔ لیکن اس ضمن میں نہ تو یکجہتی کونسل نے کوئی قدم اٹھایا ہے اور نہ حکومت ہی نے اس اشتعال انگیزی کے نتائج پر سنجیدگی سے غور کیا ہے ہم حکومت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آخر ہریجنوں کے نام پر اس ملک کی اکثریت کو آخر کب تک بھڑکایا جاتا رہے گا۔

جنوبی ہند کے وزیر اعلیٰ رام چندرن اگرچہ بار بار اپنے بیانات میں اس بات کا اعادہ کرتے رہے ہیں کہ جنوبی ہند کے تبدیل مذہب کے واقعات نئے نہیں ہیں بلکہ یہ سالہا سال سے جاری ہیں۔ اور یہ ہریجنوں کے ساتھ بدسلوکیوں کا نتیجہ ہیں مگر پھر بھی جنوبی ہند کے ہریجنوں کے نام پر برابر اشتعال انگیزی جاری ہے۔ آج مناکشی پورم یا ہندوستان کے دوسرے حصوں میں اگر ہریجن اپنا مذہب تبدیل کر رہے ہیں تو اسکا باعث یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمان یا عرب ممالک انہیں اپنا مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں یا اس مقصد کے لئے پیٹرو ڈالر تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ بلکہ اس کا بڑا سبب ہندو معاشرہ کی وہ خرابیاں ہیں جنہوں نے ہریجنوں کو اعلیٰ ذات والوں سے بدظن کر دیا ہے۔ یہ خرابی اگرچہ صدیوں سے چلی آ رہی ہے لیکن اب جبکہ تعلیم کی وجہ سے ہریجنوں میں بیداری پیدا ہو چکی ہے تو وہ اس کے لئے کسی طرح بھی تیار نہیں ہیں کہ اس ترقی اور بیداری کے زمانہ میں بھی انہیں دوسرے درجے کا شہری سمجھا جائے اور ذات پات کے نام پر ان پر زیادتیاں کی جائیں چنانچہ وہ ان برائیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی باقاعدہ تنظیم قائم کر لی ہے اور انھوں نے نام نہاد اعلیٰ ذات والوں کو کھلم کھلا چیلنج دینا شروع کر دیا ہے۔

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ہندو رہنما۔ ہندو جماعتیں اور ہندو اخبارات تمام حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہوئے ہندو معاشرہ کی اُن کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے جنہوں نے کہ اس ملک کی ہریجنوں کو اونچی ذات والوں کے خلاف بڑا کر رکھا ہے مگر ہو یہ رہا ہے کہ اصل برائی کو دور کرنے کے بجائے سارا الزام مسلمانانِ ہند اور عرب ممالک کے سر تھوپا جا رہا ہے اور صرف یہی نہیں ہو رہا ہے بلکہ ہریجنوں کے نام پر اس ملک کی اکثریت کے ذہنوں میں مسلمانوں کے خلاف شدید اشتعال پیدا کیا جا رہا ہے۔ جسکے نتائج نہایت ہی خراب نکل سکتے ہیں۔ پھر عرب دوست ممالک پر بھی تہمتیں لگائی جا رہی ہیں۔ جس سے کہ عرب ممالک سے ہمارے تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس اشتعال انگیزی کو روکے۔

بنگلہ دیش پاکستان کے نقش قدم پر

بنگلہ دیش ہمارا ایک ایسا پڑوسی ملک ہے جس کی سرحدیں ہمارے ملک سے ملی ہوئی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ ایک ایسا اسلامی ملک بھی ہے جو پاکستان سے کٹ کر عالم وجود میں آیا ہے۔ اسلئے ہماری دلی خواہش ہے کہ یہ پھولے پھلے اور اس فوجی ڈکٹیٹرشپ [illegible] سے آزاد رہے۔ جو آج پاکستان پر مسلط ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری یہ توقع پوری نہیں ہوگی اور عنقریب ہی بنگلہ دیش میں فوجی ڈکٹیٹرشپ قائم ہو جائے گی، یہ اندیشہ ہمیں بنگلہ دیش کے کمانڈر انچیف جنرل ارشاد کے اس بیان سے پیدا ہوا ہے۔ جو پچھلے دنوں اخبارات میں شائع ہوا تھا۔

بنگلہ دیش میں صدارت کے لئے حال ہی میں جو انتخابات ہوئے تھے اُس کے نتائج کو دیکھ کر ہمیں یہ اطمینان ہوا تھا کہ اب بنگلہ دیش میں ضرور جمہوریت قائم ہو جائے گی۔ کیونکہ بنگلہ دیش کے صدر جسٹس عبدالستار نیشلسٹ پارٹی کے امیدوار کی حیثیت سے اتنی بڑی اکثریت سے کامیاب ہوئے تھے جو انتخابات کی تاریخ میں آپ ہی اپنی مثال ہے یعنی آپ کے اپنے قریبی مخالف مسٹر کمال حسین جو کہ عوامی پارٹی کے امیدوار تھے۔ ان کے مقابلہ پر تقریباً اسی لاکھ ووٹ زائد ملے تھے۔ جس سے کہ ہم سمجھتے تھے کہ جسٹس ستار کو ملک میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے۔ اور اس مقبولیت کی بنا پر وہ بنگلہ دیش میں ضرور جمہوری حکومت کے قیام میں کامیاب ہو جائیں گے۔

لیکن عوامی لیگ کے لیڈروں کے بیانات اور دیگر ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس الیکشن میں کافی دھاندلی بازی ہوئی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سرکاری مشینری نے اس الیکشن میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ اور خاص طور پر قابل غور بات یہ ہے کہ نئے صدر جسٹس عبدالستار کے اس انتخاب میں سب سے بڑے معاون بنگلہ دیش کی فوجوں کے کمانڈر انچیف جنرل ارشاد تھے۔ جو اس وقت بنگلہ دیش میں سب سے با اثر شخصیت تصور کئے جاتے ہیں عام خیال یہ ہے کہ جسٹس عبدالستار چونکہ جنرل ارشاد کے ڈھب کے آدمی ہیں۔ اس لئے کسی خاص مقصد کے تحت جنرل ارشاد انہیں اقتدار میں لائے ہیں اور اب خود جنرل ارشاد کے ایک بیان نے اُن تمام شبہات کی تصدیق کر دی ہے۔ کیونکہ اُن کے بیان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بنگلہ دیش کی فوج کو صرف ملک کی حفاظت کی ذمہ داریوں تک محدود نہیں رکھنا چاہیئے۔ بلکہ اُسے ملک کے انتظام اور حکومت کی پالیسی میں حصہ لینے کا موقع دینا چاہیئے جسکے معنی یہ ہیں کہ جنرل ارشاد بنگلہ دیش میں ایک قسم کی فوجی ڈکٹیٹرشپ کے خواہشمند ہیں۔

جنرل ارشاد نے ڈھاکہ کی ایک پریس کانفرنس میں نامہ نگاروں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے جو کچھ کہا ہے اُس سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ فوج کو حکومت کے انتظامی معاملات میں حصہ دار بنانا چاہتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ "یہ درست ہے کہ فوج کا کام ملک کا دفاع کرنا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ فوج کو خوش رکھا جائے اُس کی آواز سنی جائے۔ فیصلہ کرتے وقت اور پالیسیاں بناتے وقت اُسکی نمائندگی ہونی چاہیئے۔" اور جنرل ارشاد نے اپنے بیان میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ "فوج کو محرومی اور مایوسی سے بچانا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ سابق صدر شیخ مجیب الرحمن اور جنرل ضیاالرحمن کا قتل فوج میں احساس محرومی کا نتیجہ تھا۔ اگر موجودہ صدر نے بھی فوج کو مایوس کیا تو کوئی تعجب نہیں کہ انہیں بھی ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑے۔"

اور اب یہ معلوم ہوا ہے کہ بنگلہ دیش کے منتخب صدر عبدالستار اور فوجی سربراہ جنرل ارشاد میں فوج کی ساجھے داری کے معاملہ میں سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اور طے پا گیا ہے کہ جلد ہی ایک قومی سلامتی کونسل بن جائے گی جس میں کہ فوج کے تینوں سربراہوں کو شامل کیا جائے گا۔ جسکے معنی یہ ہیں کہ بنگلہ دیش میں بھی ایک طرح کی فوجی ڈکٹیٹرشپ قائم ہو گئی ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ اسکے نتائج ہمارے پڑوسی ملک بنگلہ دیش کے لئے نہایت ہی خطرناک ہوں گے۔ کیونکہ بنگلہ دیش کے فوجیوں نے ابھی تک کوئی اچھی مثال قائم نہیں کی ہے شیخ مجیب الرحمن اور اُن کے پورے کنبہ کو انھوں نے ہی قتل کیا تھا۔ اور سابق صدر ضیاالرحمن کا قتل بھی فوجیوں ہی کے ہاتھوں ہوا

جب اقتدار میں حصہ دار نہ ہونے کے باوجود بنگلہ دیش کے فوجی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو اقتدار ملنے کے بعد تو نہ جانے کیا کچھ کریں گے۔ خدا بنگلہ دیش پر رحم فرمائے۔

مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار بحال

ہمکو خوشی ہے کہ سالہا سال کی جدوجہد اور بے اندازہ قربانیاں دینے کے بعد مسلم یونیورسٹی کا ترمیمی بل پاس ہو گیا اور ایک طویل کشمکش سے بڑی حد تک نجات مل گئی جو زمانہ دراز سے جاری تھی۔ یہ بات یاد رہے کہ کل ہند مسلم یونیورسٹی ایکشن کمیٹی کی قیادت میں گذشتہ دس بارہ سال سے جو تحریک چلائی جا رہی تھی وہ بڑی حد تک کامیاب ہو گئی ہے۔

اس بل کی موافقت اور مخالفت کے سلسلہ میں لوک سبھا میں جو تقریریں ہوئیں انکا جواب دیتے ہوئے وزیر مملکت برائے تعلیم مسز شیلا کول نے کہا کہ "اندرا کانگریس علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی کے لئے اپنا انتخابی وعدہ پورا کرنے کے لئے یونیورسٹی کو ہندوستان کے مسلمانوں کے ذریعہ اپنی پسند کا ادارہ قائم کرنے کا اعلان کرتی ہے کہ جو محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی شکل دینے سے وجود میں آئی اس کے علاوہ اس بل کے ذریعہ یونیورسٹی کورٹ کو فیصلوں کا مجاز ادارہ تسلیم لیا گیا ہے۔ نیز ایک دفعہ کے ذریعہ یہ صراحت بھی کر دی گئی ہے کہ یہ یونیورسٹی خصوصیت کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی او تہذیبی ترقی پر اپنی توجہ مبذول کرے گی۔"

اس ترمیمی بل نے کس حد تک مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار اور دوسرے مطالبات کو پورا کیا ہے۔ اس کا اندازہ تو بل کے پورے متن کے دیکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی دیکھنا ہے کہ "مسلم یونیورسٹی ایکشن کمیٹی" اس بل کے بارے میں اپنے کن تاثرات کا اظہار کرتی ہے۔ لیکن پھر بھی اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس بل کے ذریعہ مسلمانوں کے احساسات اور جذبات کا بڑی حد تک خیال کیا گیا ہے۔ اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ بل مسلمانوں کو مطمئن کر سکے۔ ہمیں اندرا کانگریس کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس نے مسلم یونیورسٹی کے سلسلہ میں ایک مثبت قدم اٹھایا ہے۔

یوں تو ہندوستان میں متعدد یونیورسٹیاں ہیں لیکن مسلم یونیورسٹی ایک ایسی یونیورسٹی ہے جس نے کہ ساری دنیا میں ہندوستان کا نام روشن کیا ہے۔ اور اس سے ہمیشہ ہی غیر ممالک میں ہندوستان کا وقار بڑھا ہے۔ مسلم یونیورسٹی کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ کسی ریاست یا صوبہ کی یونیورسٹی نہیں ہے بلکہ پورے ہندوستان کی یونیورسٹی ہے جس سے کہ ہندوستان کی سب ہی ریاستوں اور سب ہی علاقوں سے ہزاروں طلبا اور طالبات بلا امتیاز مذہب و ملت فیض حاصل کر رہے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مسلم یونیورسٹی جامع ازہر مصر کے بعد پورے عالم اسلام اور ایشیا کی ایک ایسی عظیم الشان یونیورسٹی ہے جس سے کہ برِاعظم ایشیا کے تقریباً سب ہی ملکوں کے طلبا استفادہ کر رہے ہیں یعنی انڈونیشیا، ملیشیا، فلپائن، لنکا، انڈومان، ایران، کویت، عرب امارات، مصر اور دیگر عرب اور ایشیائی ممالک جنکی تعداد چالیس کے قریب ہے۔ ان کے طلبا اس یونیورسٹی سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اور یہ بات مسلم یونیورسٹی کے علاوہ ہندوستان کی کسی یونیورسٹی کو بھی حاصل نہیں ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ اندرا حکومت نے اس یونیورسٹی کی اہمیت کو سمجھا اور ترمیمی بل پاس کر کے یونیورسٹی کے راستہ کی بہت سی مشکلات دور کر دی ہیں۔ اگر کچھ باقی رہ گئی ہے تو توقع رکھنی چاہئے کہ وہ آگے چل کر دور ہو جائیں گی۔

اسرائیل و امریکہ کی کشیدگی ایک ڈرامہ

آجکل اسرائیل اور امریکہ میں کشیدگی کا بہت زیادہ چرچا ہے۔ لیکن ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آیا یہ واقعی کشیدگی ہے یا دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے ایک ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔ سب ہی کو معلوم ہے کہ اسرائیل امریکہ کا پروردہ ہے۔ اور ایک ایسا ہنڈا ملک ہے جسے امریکہ نے عرب ممالک کے علاقوں اور زمین پر غاصبانہ قبضوں کے لئے پال رکھا ہے۔ اور وہ اندھا دھند اسرائیل کی مدد کر رہا ہے لیکن کہا یہ جا رہا ہے کہ شام کی گولان کی پہاڑیوں کے معاملہ پر امریکہ اور

اسرائیل میں شدید کشیدگی پیدا ہو گئی ہے۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ حال ہی میں یکم دسمبر کو امریکہ اور اسرائیل میں ایک جدید فوجی معاہدہ ہوا تھا اور اس معاہدہ کی رو سے یہ طے پایا تھا کہ اسرائیل میں امریکہ کے بے اندازہ ہتھیار جمع کئے جائیں گے۔ دونوں ملک ایک دوسرے کے ساتھ فوجی تعاون کریں گے اور ایسا انتظام رکھیں گے کہ آن کی آن میں دونوں ملکوں کی فوجیں بوقت ضرورت حرکت میں آجائیں تاکہ جس عرب ملک کو بھی نشانہ بنانا مقصود ہو اُسے آن کی آن میں تباہ کیا جا سکے۔

اس معاہدہ کو مشکل سے دو ہفتے گزرے تھے کہ اسرائیل نے گولان کی پہاڑیوں کو انتہائی جارحیت سے کام لیتے ہوئے اسرائیلی پارلیمنٹ سے ایک قانون پاس کر کے اسے ریاست اسرائیل ہی کا ایک حصہ قرار دیدیا — حالانکہ یہ شام کا علاقہ ہے۔ جسے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل نے غصب کیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ امریکہ نے اسرائیل کی اس جارحانہ حرکت کو ناپسند کیا ہے۔ اور اسرائیل کے ساتھ فوجی تعاون کا دو ہفتے قبل جو معاہدہ ہوا تھا اسے معطل کر دیا ہے۔ اس معطلی پر اسرائیل برہم ہو گیا اور اُس نے دو قدم آگے بڑھتے ہوئے ایک سرے ہی سے دو ہفتے قبل کے اس فوجی معاہدہ کو بالکل ہی منسوخ کر دیا اور اس طرح امریکہ اور اسرائیل میں شام کی گولان پہاڑیوں کے معاملہ پر بظاہر شدید کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اور دونوں ایک دوسرے سے بیحد ناراض ہیں۔

یہ کشیدگی حقیقی ہو یا دکھاوے کی مگر اس پر دنیا کے سیاسی دانشوروں کا خیال ہے کہ ان دونوں ملکوں کے ۳۳ سالہ تعلقات کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ اسرائیل نے اپنے سب سے بڑے سرپرست امریکہ کے ساتھ اس قسم کی سرکشی کا اظہار کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسرائیلی وزیر اعظم بیگن نے فوجی معاہدہ کو منسوخ کرتے ہوئے جس بد خلقی کا اظہار کیا ہے اس پر سیاسی حلقے اور بھی حیران ہیں۔ حالانکہ اسرائیلی ریاست کا وجود ہی امریکہ کے دم سے قائم ہے۔ چنانچہ اسرائیلی وزیر اعظم نے اس موقع پر امریکی سفیر کو لتاڑتے ہوئے کہا ہے کہ "اسرائیل کسی کے دباؤ میں آنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ فوجی معاہدہ منسوخ کر کے امریکہ اسرائیل کو یرغمال بنانا چاہتا ہے۔ ہم دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہو سکتے امریکہ کو اسرائیل کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں ہے ہم امریکہ کے محتاج نہیں ہیں۔ کسی معاہدہ کے بغیر بھی ہم ۲۷۰۰ سال تک زندہ رہے ہیں اور اتنی ہی مدت تک امریکہ کے تعاون کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں"!

یہ بات قابل غور ہے کہ ایک طرف تو امریکہ اور اسرائیل میں شام کے علاقہ کی بنا پر اس قسم کی تلخ کلامی ہو رہی ہے۔ دوسری طرف یہ امریکہ ہی تھا جس نے کہ ۱۹۶۷ء کی عرب و اسرائیل کی جنگ میں دل کھول کر اسرائیل کی مدد کی تھی۔ اور عرب ممالک کے بیشتر علاقہ پر اسرائیل کا غاصبانہ قبضہ کرا دیا تھا۔ جن میں کہ گولان کی وہ پہاڑیاں بھی ہیں جن پر یہ سارا قضیہ کھڑا ہوا ہے۔ اور ساتھ ہی بیت المقدس کا وہ علاقہ بھی ہے جسے گولان کی پہاڑیوں کی طرح اسرائیل ہڑپ کر چکا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ آج امریکہ عربوں کی جانب اسقدر کیسے جھک گیا کہ شام کے ایک علاقہ کی بنا پر اسرائیل سے الجھ پڑا لیکن امریکہ سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ جب اسرائیل نے آج سے چند روز قبل گولان کی پہاڑیوں کی طرح بیت المقدس جیسے اہم علاقہ کو ریاست اسرائیل کا ایک حصہ جبراً قرار دیا تھا تو امریکہ خاموش بیٹھا ہوا اس جارحیت کے تماشہ کو کیوں دیکھتا رہا۔ سب ہی جانتے ہیں کہ اسرائیل امریکہ کا پروردہ ہے۔ امریکہ کے بل پر زندہ ہے۔ اور یہ سارے کھیل امریکہ کی پشت پناہی پر کھیل رہا ہے۔ اُس نے جو کچھ اس سے قبل کیا ہے وہ امریکہ کے اشارہ پر کیا ہے۔ اور اب بھی جو کچھ کر رہا ہے امریکہ کے اشارہ پر کر رہا ہے۔ پھر امریکہ کی یہ برہمی کیا معنی رکھتی ہے۔ کہیں یہ سب کچھ ایک تماشہ تو نہیں کھیلا جا رہا ہے۔

اس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے موجودہ صدر مسٹر ریگن ایک پرانے فلم ایکٹر ہیں جو زمانہ دراز تک امریکہ کی متعدد فلموں میں طرح طرح کے پارٹ ادا کر چکے ہیں۔ اور طرح طرح کے ڈرامے کھیل چکے ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی تعجب نہیں کہ یہ سارا جھگڑا بھی مسٹر ریگن کا تیار کردہ ایک ڈرامہ ہو بھلا اس صدر امریکہ کو شام یا کسی عرب ملک سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔ جس نے کہ عرب علاقوں اور عرب تیل کے چشموں پر قبضہ کرنے کی متعدد اسکیمیں بنا رکھی ہوں اور جس نے کہ اسرائیل غنڈہ کو اس لئے پال رکھا ہے کہ وہ اس غنڈہ کے ذریعہ عرب

علاقوں پر ہاتھ صاف کرتا رہے - امریکہ اور اسرائیل ایک بعج اور دو قالب ہیں - امریکہ کے مفادات اسرائیل سے وابستہ ہیں اور اسرائیل امریکہ کی بدولت زندہ ہے - یہ دونوں کسی طرح بھی ایک دوسرے سے جدا ہو ہی نہیں سکتے - ہمارے نزدیک اسرائیل وامریکہ کا جھگڑا ایک فرضی ڈرامہ ہے جو یقینی طور پر کسی مزید خطرہ کا پیش خیمہ ہے - اور عربوں کو اب اور زیادہ اسرائیل وامریکہ سے چوکنا رہنا چاہئے -

ہند اور پاکستان میں ناجنگ معاہدہ

بلاشبہ وہ دن ہندوستان اور پاکستان کے لئے نہایت مبارک ہوگا جبکہ اِن دونوں پڑوسی ملکوں میں کسی وقتی مصلحت کی غرض سے نہیں بلکہ سچے دل کے ساتھ ناجنگ معاہدہ ہو جائے گا یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اِن دونوں پڑوسی ملکوں میں ناجنگ معاہدہ ایک ایسی ضرورت ہے جس پر اِن دونوں کی خوشحالی کا دار و مدار ہے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہندوستان سالہا سال قبل بار بار ناجنگ معاہدہ کی پیشکش کرتا رہا ہے جسے کہ پاکستان کے ڈکٹیٹر برابر ٹھکراتے رہے ہیں -

ہمارا خیال ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں اگر شروع ہی میں ناجنگ معاہدہ ہو جاتا تو اِن دونوں ملکوں کو بے نتیجہ تین لڑائیوں کا نقصانِ عظیم برداشت نہ کرنا پڑتا - اور دونوں ملکوں کی دولت جو ہتھیاروں پر پھونکی جاتی رہی ہے اُن کے خوشحال بنانے میں کام آتی - افسوس کہ گزشتہ تین لڑائیوں نے دونوں ہی ملکوں کی اقتصادیات کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے - ہر جنگ کے بعد دونوں ملکوں میں گرانی بڑھی ہے - یہاں تک کہ یہ گرانی دونوں ہی ملکوں کے باشندوں کے لئے وبال جان بن گئی ہے - اور اگر خدانخواستہ ہند اور پاکستان میں کوئی اور جنگ چھڑ گئی تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان دونوں ملکوں کے باشندوں کا کیا حشر ہوگا

ہم کو خوشی ہے کہ پاکستان کے سربراہان مملکت آجکل ناجنگ معاہدہ کے سلسلہ میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی دلچسپی لے رہے ہیں - ایک طرف تو جنرل ضیا بار بار ناجنگ معاہدہ کا ذکر کر رہے ہیں دوسری جانب اُن کے سفیر خاص مسٹر آغا شاہی اپنے بیانات کے ذریعہ اس معاہدہ پر زور دے رہے ہیں چنانچہ انھوں نے روٹری کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے حال ہی میں فرمایا ہے کہ -

"ہم ہندوستان کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ پاکستانی عوام اور پاکستان کی حکومت ہندوستان کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتی - ہم مل جل کر رہنا چاہتے ہیں"

مسٹر آغا شاہی کو معلوم ہونا چاہئے کہ جہاں تک ہندوستان کی حکومت اور ہندوستانی عوام کا تعلق ہے - وہ بھی سچے دل سے مل جل کر رہنا چاہتے ہیں - مگر ہندوستانی حکومت اور ہندوستانی عوام یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اگر واقعی پاکستان ہندوستان کے ساتھ ناجنگ معاہدہ کرنا چاہتا ہے تو وہ پاکستان کو امریکہ کا فوجی اڈا کیوں بنا رہا ہے - اور اندھا دھند پاکستان میں ہتھیاروں کا انبار کیوں لگا رہا ہے - اُسے آخر کس کا خطرہ ہے کیونکہ پاکستان کی سرحدیں جن ملکوں سے بھی ملتی ہیں اُن سے پاکستان کا کوئی جھگڑا نہیں - صرف افغانستان میں سوویٹ روس گھسا ہوا ہے - اُس سے بھی پاکستان کا کوئی جھگڑا نہیں - بلکہ اُس کے ساتھ پاکستان کی دوستی کی بھی بات چل رہی ہے - اسکے علاوہ وہ اتنا طاقتور ہے کہ خواہ پاکستان کتنے ہی ہتھیار کیوں نہ جمع کرلے روس کے مقابلہ پر پاکستان دو دن بھی نہیں ٹھہر سکتا - اور خود جنرل ضیا نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے -

ایسی حالت میں پاکستانی زعما سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ آخر یہ جنگی تیاریاں کس کے لئے اور کس کے خلاف کی جا رہی ہیں - اتنی بڑی تیاریوں کے بعد صرف یہ کہہ کر مطمئن نہیں کیا جا سکتا کہ "ہر ملک کو ڈیفنس کا حق حاصل ہے" مگر یہ بات یاد رہے کہ ڈیفنس اور جنگی تیاریاں دو جداگانہ چیزیں ہیں - ڈیفنس پر کوئی ملک بھی اپنی ساری پونجی نہیں لگا دیا کرتا - ڈیفنس کی خاطر کوئی ملک بھی اپنے عوام کو بھوکا نہیں مار دیتا - یہ تو کھلی ہوئی جنگی تیاریاں ہیں پھر پاکستان کے سابقہ رویہ سے ہندوستان کو اگر شکوہ ہوتا ہے تو وہ ہرگز بیجا نہیں - کیونکہ اُس نے جب بھی ہتھیار جمع کئے ہیں موقع ملتے ہی ہندوستان پر حملہ کر دیا ہے - یہی صدر ایوب کے دور میں ہو چکا ہے اور یہی صدر یحییٰ کے دور میں ہوا ہے -

پاکستان کی روش بلاشبہ مشکوک ہے مگر ہماری ایمانداری کے ساتھ یہ رائے ہے کہ ایک مرتبہ پھر ہمیں پاکستان کو ضرور آزمانا چاہئے۔ اور ناجنگ معاہدہ جیسی ضروری چیز پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ اور ہمیں اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ جنرل ضیا بار بار ناجنگ معاہدہ کی پیشکش کرکے اسے انٹرنیشنل پروپگنڈے کا ایک ذریعہ بنا رہے ہیں۔ اور دنیا کو یہ غلط تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ پاکستان تو ایک امن پسند ملک ہے۔ اسی لئے وہ ناجنگ معاہدہ کی پیشکش کر رہا ہے مگر ہندوستان کے ارادے اچھے نہیں ہیں اسی لئے وہ اس پیشکش کو ٹھکرا رہا ہے۔ اور پاکستان کے اس پروپگنڈے کا صحیح جواب یہی ہے کہ اس پیشکش کو مسترد نہ کیا جائے اور مناسب شرائط کے ساتھ اسے تسلیم کرکے پاکستان کو ایک مرتبہ اور آزمایا جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ جہاں تک پاکستان کے عوام کا تعلق ہے اُن کے بارے میں تو ہمیں کامل یقین ہے کہ وہ گزشتہ لڑائیوں کے نقصانات کے پیش نظر سچے دل سے ناجنگ معاہدہ کے حق میں ہیں۔ لیکن ہمیں سارا اندیشہ پاکستان کے ڈکٹیٹر جنرل ضیا سے ہے۔ کیونکہ ہم کو کئی پاکستانی ڈکٹیٹروں کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ اور جنرل ضیا تو ایسے ڈکٹیٹر ہیں جو کسی دوسرے ملک کا تو ذکر ہی کیا ہے خود پاکستانی عوام سے بار بار بدعہدی کرتے رہے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی ہمیں ناجنگ معاہدہ کی پیشکش پر ضرور غور کرنا چاہئے۔ ہم کو خوشی ہے کہ اس مقصد کے لئے ہماری حکومت نے مناسب سرگرمیاں شروع کر دی ہیں اور پاکستان کے ساتھ اعلیٰ سطح پر تبادلہ خیال جاری ہے۔ خدا کرے اس کا نتیجہ اچھا ہی نکلے

جماعت اسلامی اور راشٹریہ سنگھ پر پابندی

جمشید پور کے فسادات کی رپورٹ نے راشٹریہ سنگھ کو بالکل ہی ننگا کرکے رکھ دیا ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ غونڈوں اور لٹیروں کی ایک جماعت ہے۔ اور اسی طرح راشٹریہ سنگھ کو مجرم قرار دینے کے بعد ملک کے سب ہی حلقوں کی جانب سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اس بدنام زمانہ جماعت کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔ خود کمیشن نے سفارش کی ہے کہ تمام تعلیمی اداروں میں راشٹریہ سنگھ کی شاکھاؤں کو بند کیا جائے۔ چنانچہ ہمارے ملک کی بعض ریاستی حکومتوں نے سرکاری ملازموں کے لئے راشٹریہ سنگھ اور جماعت اسلامی میں شامل ہونا ممنوع قرار دید یا ہے۔ ان حکومتوں نے اپنے تمام سرکاری ملازمین کے لئے باقاعدہ ہدایات جاری کر دی ہیں کہ وہ راشٹریہ سنگھ اور جماعت اسلامی کی سرگرمیوں میں حصہ نہ لیں اسی طرح چند دوسری پابندیاں بھی جماعت اسلامی پر عائد کر دی گئی ہیں

جہاں تک راشٹریہ سنگھ پر پابندی لگانے کا تعلق ہے اس پر تو نہ صرف پابندی لگنی ضروری تھی بلکہ اسے تو ایک دوسرے ہی سے خلاف قانون قرار دیدینا چاہئے تھا۔ کیونکہ اس کے ہاتھ اقلیتوں ہی کے خون میں نہیں بلکہ گاندھی جی کے خون میں رنگے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ جرم تو صرف راشٹریہ سنگھ کا تھا۔ مگر رپورٹ شائع ہونے کے بعد اسکے ساتھ جماعت اسلامی کو آخر کیوں ملحق کر دیا گیا۔ کیا محض اسلئے کہ توازن برقرار رہے یعنی اگر کسی کٹر ہندو فرقہ پرست جماعت پر پابندی لگائی گئی ہے تو اس کے ساتھ کسی نہ کسی مسلم جماعت کو بھی ملحق کر دینا ضروری ہے خواہ اس کا کوئی جرم ہو یا نہ ہو۔ اس بات کو سب ہی جانتے ہیں کہ راشٹریہ سنگھ اور جماعت اسلامی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جماعت اسلامی نہ تو راشٹریہ سنگھ کی طرح کوئی نیم فوجی تشدد پسند جماعت ہے۔ نہ اسکے کارکن راشٹریہ سنگھ کی طرح شاکھائیں لگاتے ہیں۔ نیز یہ جماعت اسلامی فرقہ وارانہ ہنگاموں میں کبھی ملوث نہیں پائی گئی ہے بلکہ اس نے تو فرقہ وارانہ یکجہتی کے لئے ایسا لٹریچر شائع کیا ہے جو بے حد قابل تعریف ہے۔ اور یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے جن مقامات پر بھی فرقہ وارانہ فسادات ہوئے ہیں تو فساد کے مارے لوگوں کی امداد کے لئے ہمیشہ ہی جماعت اسلامی نے کیمپ لگائے ہیں۔ اور فساد کے ماروں کی مالی امداد کی ہے ایسی حالت میں اسے راشٹریہ سنگھ جیسی تشدد پسند اور فرقہ پرست عسکری جماعت کے ساتھ ملحق کر دینا ہمارے نزدیک کھلی ناانصافی نہیں ہے تو اور کیا ہے

حق و باطل

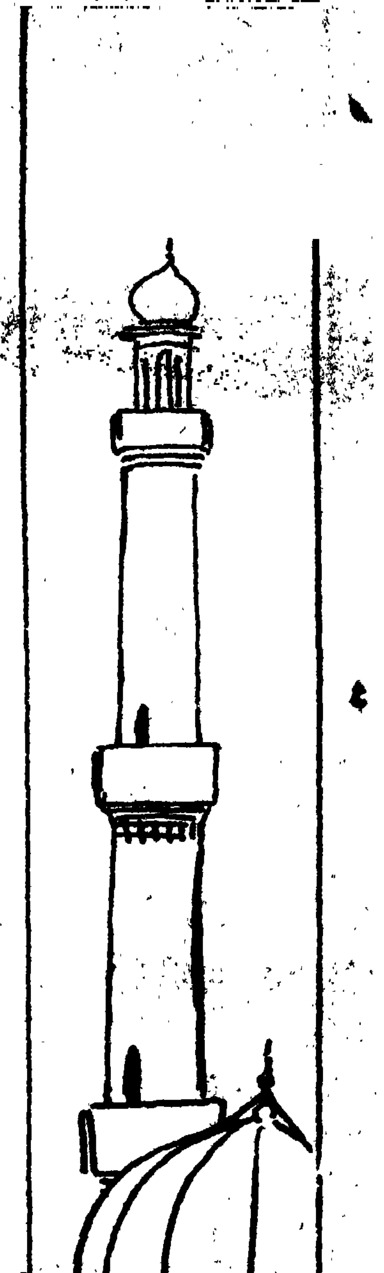
(از جناب اختر مالی گانوی)

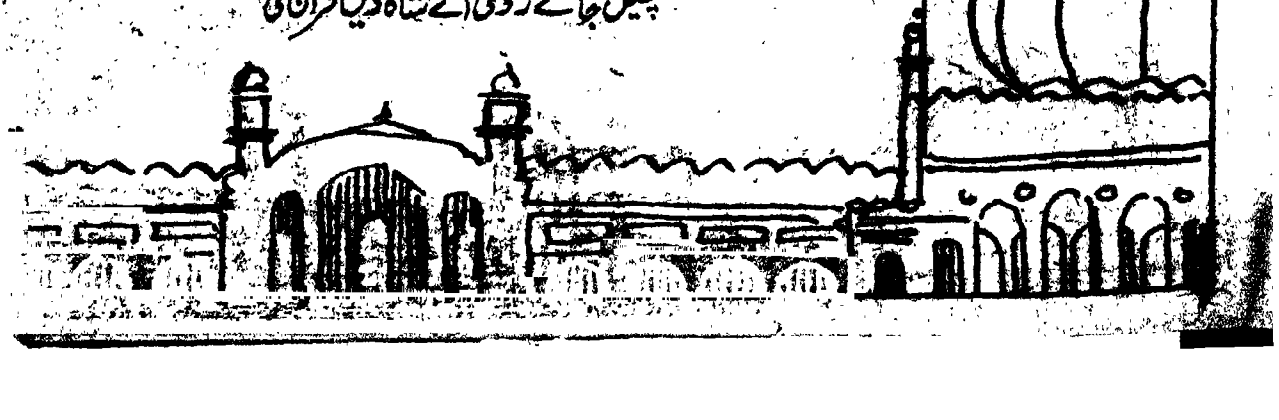
دل کی جلوہ گاہ ہے وحدت کا منظر آج بھی ٭ پی رہے ہیں بادۂ عرفاں بصد ساماں آج بھی
ڈھالتی ہیں مسجدیں سجدوں کے ساغر آج بھی ٭ جھومتی ہے عظمتِ محراب و منبر آج بھی
کھا رہا ہے تیرگی میں کفر چکر آج بھی ٭ زندگی ہے دین کے سورج کا محور آج بھی
نعرۂ حق گونجتا ہے وادیٔ الحاد میں ٭ سینۂ اسلام ہے قرآں کا مظہر آج بھی
کلمۂ طیب کے نعروں سے لرز جاتا ہے کفر ٭ موج زن ہے علم و عرفاں کا سمندر آج بھی
کسقدر پختہ ہے اسلامی مسائل کا نظام ٭ مشرق و مغرب میں ہے سب پہ اجاگر آج بھی
بزمِ عالم میں فضائے دہریت کے باوجود ٭ ہے فروزاں دین کی شمعِ منور آج بھی

یہ حقائق ہے مگر اے شاہ دیں ظلمت بھی ہے
ہیں جہاں موسیٰ وہاں فرعون کی طاقت بھی ہے

ظلم اور عصیاں کا ہے پُرہول منظر آج بھی ٭ چلتی پھرتی لاش کی دنیا ہے مظہر آج بھی
مکر سے کرکے تسلط قسمت جمہور پر ٭ ناز فرماتے ہیں جمشید و سکندر آج بھی
بارگاہ عدل میں انصاف کی روحِ حزیں ٭ تلملاتی ہے تہہ شمشیر و خنجر آج بھی
دشمنی کے تیز شعلوں سے سلگتے ہیں نفوس ٭ ہے رگ انساں میں خونِ شعلہ پرور آج بھی
سسکیاں بھرتی ہے ظلم و جبر کے آغوش میں ٭ باندھ کر انسانیت سینہ پہ پتھر آج بھی
کعبۂ تخلیق میں ڈھلتے ہیں بت خانے ہنوز ٭ ملتے ہیں دورِ براہیمی کے آذر آج بھی
اور اِن الجھے مسائل کا ہے حل قرآنِ پاک ٭ جس کی ہر آیت حقائق کا ہے منظر آج بھی

منتظر ہے چشمِ عالم آپ کے فیضان کی
پھیل جائے روشنی اے شاہ دیں قرآن کی





عزمِ مسلم

(از جناب مقبول نصیر آبادی)

قسم ہے امتحانِ برق و باراں کرکے چھوڑونگا — چمن کو اپنے میں جنت بداماں کرکے چھوڑونگا
بہ جانبِ صداقت کا چراغاں کرکے چھوڑونگا — شبِ باطل کا اک دن چاک داماں کرکے چھوڑونگا
بنا کر شاخ در شاخ آشیانہ آشیانے پر — تجھے مجبور برقِ شعلہ ساماں کرکے چھوڑونگا
بکھیر خونِ دل اے باغباں ہر غنچہ و گل کو — بہر صورت میں تزئینِ گلستاں کرکے چھوڑونگا
مگر اب دیکھنا ہے ہمنشیں بحرِ حوادث کا — سرِ ہر موج اک ساحل نمایاں کرکے چھوڑونگا
خدا رکھے سلامت ناخنِ تدبیر کو میرے — میں ہر اک عقدۂ مشکل کو آساں کرکے چھوڑونگا
خدا نا آشنا یہ ناخدا سمجھے ہیں کیا مجھکو — سفینے کو رواں بر دوشِ طوفاں کرکے چھوڑونگا
نہ کھاؤں گا فریبِ چارہ جوئی چارہ گر سن لے — اب اپنے درد ہی کو آج درماں کرکے چھوڑونگا

عروسِ زندگی کا جب بھرم مقبول رکھنا ہے
تو زخموں کو بھی میں گلہائے خنداں کرکے چھوڑونگا

چند مشورے

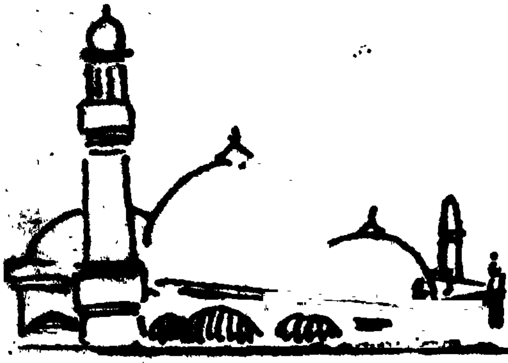
(از ڈاکٹر نظام الدین نظام)

فطرت کے اصولوں سے بغاوت نہ کرو — بھائی ہو تو آپس میں عداوت نہ کرو
انسان ہو اور ایک ہی بنیاد رکھو — طبقات میں بٹنے کی حماقت نہ کرو

آپس کے نفاق اور عداوت سے بچو — دشمن کی زبوں کار سیاست سے بچو
آزادی بڑی چیز ہے اے ہمسفرو — ہمت ہے تو محکومی کی ذلت سے بچو




گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرھواں پارہ سبحان الذی سورہ بنی اسرائیل

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے پندرھویں پارہ کی تعلیمات کی اگلی قسط پیش کر رہے ہیں جس میں اللہ جل شانہٗ نے ایک طرف تو اپنے بندوں کو شیطانی طاقتوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے اور دوسری جانب بتایا ہے کہ اُن کا پروردگار اُن پر کس قدر مہربان ہے۔

شیطان اور اس کے مقلد

وَاِذْ قُلْنَا .... بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝

ترجمہ :- اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اور کہنے لگا کہ کیا میں اُسے سجدہ کروں۔ جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے۔ پھر بولا (اے پروردگار) اسے تو دیکھ جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو میں چند لوگوں کو چھوڑ کر اس کی باقی تمام اولاد کو اپنے قبضہ میں کر لوں گا۔ ارشاد (باری) ہوا۔ جا جو شخص بھی ان میں سے تیرے تابع ہوگا تو تم سب کی سزا جہنم ہوگی۔ اور سزا بھی پوری پوری (دی جائے گی)۔ لہٰذا اُن میں سے جس جس پر بھی تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے اس کے قدم اکھاڑ دینا اور اپنے سوار اور پیادے اُن پر چڑھا دینا۔ اور ان کے مال اور اولاد میں بھی اپنا ساجھا کر لینا اور ان سے (جو چاہے) وعدے کر لینا۔ اور شیطان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے (مگر) جو میرے خالص بندے ہیں۔ اُن پر غلبہ نہ ہو سکے گا۔ اور تیرا رب بڑا کارساز ہے۔

تشریح :- اور لیجئے یہ وہ وقت تھا جب کہ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ اس وقت سوائے ابلیس کے سب نے آدم کو سجدہ کیا تھا۔ اور ابلیس نے [illegible] [illegible]

کہا تھا کہ ذرا اُس آدم کو تو دیکھ جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اور بتا کہ اس میں فضیلت کی کونسی چیز ہے۔ اور اس کے بعد کہنے لگا کہ اے پروردگار میں آدم کی وجہ سے بے حد ذلیل ہوا ہوں۔ خیر اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دے دی تو میں بھی سوائے چند مخصوص لوگوں کے آدم کی سب ہی اولاد کو اپنے قابو میں کر لوں گا۔ یعنی انہیں گمراہ کر دوں گا۔

اس پر ارشاد باری ہوا۔ اے ابلیس تیرا جو جی چاہے کر لے لیکن اس بات کو سمجھ لے کہ ان میں سے جو کوئی بھی تیری پیروی کرے گا تو تم سب ہی کی سزا جہنم کی آگ ہوگی۔ اور یہ بھی معمولی نہیں ہوگی بلکہ پوری پوری دی جائے گی اور اے ملعون ہم تجھ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں سے تو جنکو اپنی فریب کاری اور چیخ پکار سے لغزش میں مبتلا کر سکے ضرور مبتلا کرے یہاں تک کہ ان کو اپنے قابو میں کرنے کے لئے اپنے سوار اور پیادے بھی چڑھا دے یعنی تو انہیں گمراہ کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کرلے۔ اور اُن سے اتنی قربت پیدا کرلے کہ اُن کے مال اور اولاد میں بھی اُن کا شریک بن جا۔ لیکن یاد رکھ جو میرے [illegible] تیرا قابو کسی طرح بھی نہ چل سکے گا۔ اس بات کو [illegible] سے جس قسم کے بھی وعدے کرتا ہے وہ سراسر [illegible] ایک قسم کا دھوکا اور فریب ہوتا ہے۔ [illegible] [illegible] جاتا ہے

تمہارا رب تم پر بڑا مہربان ہے

رَبُّكُمُ الَّذِي .... خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۵

ترجمہ:۔ تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے واسطے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم (ان کے ذریعہ) اُس کا فضل تلاش کرو وہ تم پر مہربان ہے۔ اور دریا میں جب تم پر مصیبت آتی ہے تو ان سب کو جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے تھے بھول جاتے ہو۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی پر بچا کر لے آتا ہے تو تم اُس سے منہ موڑ لیتے ہو۔ انسان بڑا ناشکرا ہے کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ وہ تمہیں خشکی پر لاکر زمین دھنسا دے یا تم پر ایسی تند ہوا بھیج دے جو کنکر اور پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ پھر تم کسی کو بھی اپنا کارساز نہ پاسکو یا تم اس سے بے فکر ہو کہ خدا پھر تم کو دریا ہی میں لے جائے۔ اور پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے اور تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے۔ اور پھر اس بات پر ہم سے مواخذہ کرنے والا بھی تمہیں نہ ملے۔ اور ہم نے اولاد آدم کو عزت دی ہے۔ انہیں خشکی اور دریا میں سواری عطا کی ہے۔ انہیں پاکیزہ رزق دیا ہے۔ اور اپنی مخلوق میں سے بہتوں پر انہیں فضیلت عطا کی ہے۔

تشریح:۔ اے لوگو! تمہارا رب وہ صاحب قدرت ہے جو تمہارے لئے دریاؤں اور سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کو چلاتا ہے۔ تاکہ تم اُن کے ذریعہ ادھر سے اُدھر جاسکو اور ان کی مدد سے اللہ کا فضل یعنی روزی تلاش کر سکو وہ بلاشبہ تم پر بے حد مہربان ہے۔

اے لوگو! جب سمندر یا دریا میں طوفان آتا ہے اور تمہیں اپنے غرق ہونے کا خوف ہوتا ہے تو اُس وقت تمہیں اللہ ہی یاد آتا ہے اس مصیبت میں وہ تمام جھوٹے معبود تمہارے ذہن سے اتر جاتے ہیں جنہیں تم امن کی حالت میں پکارا کرتے ہو۔ مگر اللہ جب تمہاری آہ و زاری پر رحم فرما کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے اور تمہیں مصیبت سے نجات مل جاتی ہے تو تم پھر سرکشی پر آمادہ ہو جاتے ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ناشکر گزار واقع ہوا ہے۔

طوفان کے بعد خشکی پر پہنچ جانے کے بعد تم مطمئن ہو جاتے ہو کیا اس وقت تم یہ سمجھنے لگتے ہو کہ تم خدا کے قابو سے نکل گئے۔ یہ تمہاری خام خیالی ہے خشکی پر پہنچ جانے کے بعد بھی اگر ہم چاہیں تو تمہیں زمین میں دھنسا دیں یا اگر ہم چاہیں تو ایسی تند و تیز اور خوفناک آندھی چلا دیں جو کنکر اور پتھر برسا کر تمہیں ہلاک کر ڈالے اور کوئی بھی تمہاری مدد نہ کر سکے۔

یہ بھی تمہاری بھول ہے کہ تم خشکی پر پہنچنے کے بعد مطمئن ہو جاتے ہو اور سوچنے لگتے ہو کہ اب تم دوبارہ دریا کے طوفان میں مبتلا نہیں ہو سکتے حالانکہ اگر خدا چاہے تو اُسی دریا یا سمندر میں تمہیں دوبارہ بھیج دے۔ اور پھر تم پر ایسی سخت ہوا چلائے کہ تم اپنے کفر کے باعث غرق ہو جاؤ۔ اور ایسی صورت میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ہم سے مواخذہ کر سکے جو ہم چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

بلاشبہ ہم نے اولاد آدم کو اپنی تمام مخلوق میں فضیلت عطا کی ہے۔ اُسے عقل و فہم سے نوازا ہے۔ اور اِس عقل و فہم کی بدولت اسے دوسری مخلوق پر اقتدار حاصل ہے۔ خشکی اور سمندر میں اسکے لئے طرح طرح کی سواریاں دی ہیں۔ اور بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ لہذا انسان کو چاہیئے کہ وہ شیطان کے فریب میں مبتلا نہ ہو اور ہرگز اپنے رب سے روگردانی کے گناہ کا مرتکب نہ ہو۔

روز قیامت باز پرس ہوگی

يَوْمَ نَدْعُوا .... وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۵

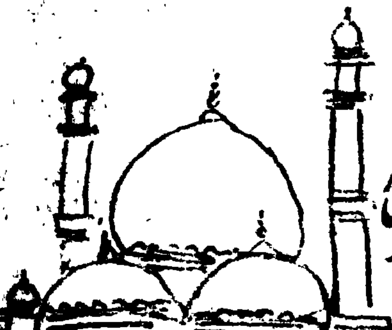
ترجمہ:۔ جس دن کہ ہم سب آدمیوں کو اُن کے نامہ اعمال کے ساتھ۔ بلائیں گے (اُس دن) جس کا نامہ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ تو ایسے لوگ اپنا نامہ اعمال (خوش ہوکر) پڑھیں گے اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا۔ وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ وہ گم کردہ راہ ہوگا

تشریح:۔ اور اُس دن کو ہرگز نہ بھولو جس دن کہ ہم تمام لوگوں کو اُن کے نامہ اعمال سمیت حاضری کا حکم دیں گے اس روز ہر ایک کو اسکا نامہ اعمال دے دیا جائے گا۔ اور اس روز جن خوش نصیب انسانوں کا نامہ اعمال اُن کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ خوش خوش اپنے نامہ اعمال کو پڑھیں گے۔ اور ان پر کسی قسم کی بھی زیادتی نہیں ہوگی اور جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا وہ سب گنہگار ہوں گے

بات دراصل یہ ہے کہ جو شخص اس دنیا میں ہدایت حق کی جانب سے آنکھیں بند کئے رہا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

تعلیم الحدیث



آخری زمانہ فتنوں کا زمانہ ہوگا

بد ترین لوگ حاکم بن جائیں گے۔ رسول صلعم کی پیشینگوئی

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشنگوئیاں درج کی جاچکی ہیں جن میں سے بیشتر درست ثابت ہوچکی ہیں۔ اِن پیشنگوئیوں سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

احادیث کی مستند کتب۔ بخاری، مسلم۔ ترمذی۔ نسائی وغیرہ میں رسول مقبول صلعم کی ایسی پیشنگوئیاں درج ہیں جو اس وقت ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم پیشنگوئی خلافت راشدہ کے بارے میں ہے یعنی "حضرت ابوذر غفاری رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خلافت صرف تیس سال تک رہے گی اِس کے بعد بادشاہت ہوجائے گی"۔ (مسند امام احمد) چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور حکومت جو خلافت راشدہ کا دور کہا جاتا ہے صرف تیس سال رہا اور حضرت علی رضؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ کا دور شروع ہوگیا جس نے کہ خلافت کے بجائے شہنشاہی کی صورت اختیار کرلی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشنگوئی فرمائی ہے کہ آپ کی رحلت کے بعد ظالم حاکموں کا دور شروع ہوجائے گا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ خلافتِ راشدہ کے ختم ہوتے ہی ظالم حکمرانوں کا دور شروع ہوگیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک ظالم حاکم یزید بن معاویہ نے میدان کربلا میں اہلبیت کے قتل عام سے اپنے ہاتھ رنگے اس سلسلہ میں صحیح حدیث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجزہ رضؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے کعب بن عجزہ اُن (ظالم) حکمرانوں سے جو میرے بعد ہونگے تمہارے لئے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ جو شخص بھی اُن کے دروازوں پر جائے گا نہ اُن کے ظلم اور جھوٹ کی تصدیق کرے گا۔ اور اُن کے ظلم کی تائید کرے گا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور میں اُس کی جماعت میں سے نہیں ہوں۔ (ترمذی و نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آجائے گا جبکہ بدترین لوگ حاکم بن جائیں گے اس ضمن میں ترمذی کی یہ صحیح حدیث ہے "ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری امت تکبر سے چلے گی اور بادشاہوں کی اولاد ان کی خدمت گزاری کرے گی تو یہ زمانہ بڑا ہی خراب ہوگا۔ اس زمانہ میں بدترین لوگوں کو بہترین لوگوں کا حاکم بنا دیا جائے گا۔ (ترمذی)

پھر فتنہ و فساد کے زمانہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی ایک حدیث میں اس طرح ہے "حضرت ابو ہریرہ رضؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ زمانہ میں ایسے فتنے اٹھیں گے کہ ان میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا۔ اور کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور جو شخص ان فتنوں کی طرف جھانکے گا وہ اس کی طرف جھانکیں گے (بخاری و مسلم) گویا اُس زمانہ میں یہی بہتر ہوگا کہ انسان گوشہ نشین بن جائے اور جسکو جہاں پناہ مل جائے وہاں پناہ حاصل کرے۔ چنانچہ اس ایٹمی دور میں انسان اسی پریشانی میں مبتلا ہے۔

پھر حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا

آجائے گا جب مسلمان راہ حق سے ہٹنے کے بعد یہود اور نصاریٰ کے مقلد بن جائیں گے چنانچہ اس سلسلہ میں بخاری شریف کی حدیث ہے "ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ زمانہ میں تم پہلی امتوں کی پوری پوری تقلید کرو گے۔ حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بھٹ میں گھسیں گے تو تم بھی ان کی تقلید میں گھسو گے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہود و نصاریٰ کی تقلید سے مراد ہے تو آپ نے جواب دیا کہ اور کون ہو سکتا ہے" (بخاری و مسلم)

موجودہ دور میں ایسے ریاکار اور مکار مذہبی رہنماؤں کی کمی نہیں ہے جو مذہب کے نام پر اللہ کے بندوں کو فریب دے رہے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشنگوئی فرمائی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے۔ "حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دنیا کو دین کے ذریعہ حاصل کریں گے۔ لوگوں پر اپنی منکسر المزاجی ظاہر کرنے کے لئے بھیڑوں کی کھال اوڑھ لیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی مگر ان کے دل بھیڑیوں سے زیادہ سخت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا یہ لوگ میری ڈھیل سے مغرور ہو گئے ہیں۔ پس ان ہی میں سے ان پر ایسا فتنہ کھڑا کردوں گا جو انسانوں کو حیرانی میں ڈال دیگا" (ترمذی) بلاشبہ اس زمانہ میں بدترین قسم کے مذہبی ریاکار پیدا ہو گئے ہیں۔

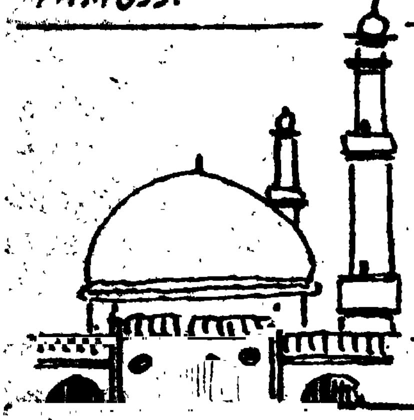
آجکل عورتوں میں بے حیائی اور نیم برہنگی کی جو وبا عام ہے اس کے بارے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشنگوئی فرما چکے ہیں۔ چنانچہ مسلم میں صحیح حدیث درج ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب سے فرمایا۔ اگر تیری عمر کی مدت لمبی ہوئی تو تو ایسے لوگ جلد ہی دیکھے گا کہ وہ رات گزاریں گے تو خدا کے غضب میں اور دن گزاریں گے تو خدا کے غضب میں اور دو قسم کے دوزخی ایسے ہیں کہ میں نے انہیں نہیں دیکھا کیونکہ وہ آئندہ زمانہ میں ہوں گے ایک وہ لوگ کہ ان کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے کہ ان سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسری عورتیں کہ کپڑے تو [illegible]

خود ان کی طرف رغبت کریں گی۔ ان کے سر اونٹ [illegible] ہوں گے کھلے ہوئے۔ یہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور اس کی ہوا تک نہیں پائیں گی" (مسلم)

اور ایک پیشن گوئی میں رسول محترم نے یہ بتایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا۔ جب دنیا پر طرح طرح کی آفتیں نازل ہوں گی چنانچہ صحیح حدیث ہے "حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امانت کو لوٹ کا مال سمجھ لیا جائے گا۔ اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے گا۔ اور علم کو سیکھا جائے گا دنیا کمانے کے لئے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا اپنے دوست کو تو پاس بٹھائے گا اور باپ کو دور کرے گا۔ مسجدوں میں شور و شغب ہونے لگے گا اور فاسق شخص قوم کا سردار بن جائے گا اور قوم کا لیڈر رذیل ترین انسان بن بیٹھے گا۔ اور آدمی کی تعظیم اس کی بدمعاشی کے ڈر سے کی جائے گی۔ گانے والیاں اور باجے علی الاعلان نکل آئیں گے۔ اور شرابیں پی جانے لگیں گی۔ پس اسوقت سرخ ہوا۔ زلزلے۔ زمین کا دھنسنا۔ شکلوں کا مسخ ہونا۔ پتھر برسنے اور دوسری نشانیوں کا انتظار کرو۔ جو پرانے ہار کی طرح پے درپے ظاہر ہوں گی" (ترمذی) اوپر کی حدیث میں جن بے عنوانیوں کا ذکر حضور نے فرمایا ہے وہ آج عام [illegible] ہمیں حضور کی ارشاد کردہ آفتوں کا انتظار کرنا چاہئے۔

پھر حضور اکرم کی ایک پیشنگوئی یہ بھی ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جبکہ عیش و عشرت کے سامان کی زیادتی ہو جائے گی چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے "حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ہمارے پاس مصعب بن عمیر رضی اس حال میں آئے کہ ان کے بدن پر بجز ایک چادر کے جس میں کہ چمڑے کے پیوند لگے تھے [illegible] تھا جب حضور نے انہیں اس حال میں دیکھا تو ان کی گذشتہ خوشحالی اور موجودہ بدحالی کا خیال کرکے رونے لگے۔ پھر حضور نے فرمایا تم لوگوں کا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تم میں سے ہر شخص ایک جوڑا صبح کو بدلے گا اور ایک شام کو۔ اور ایک پیالہ اس کے سامنے رکھا جائے اور دوسرا اٹھایا جائے گا۔ اور تم [illegible]
[illegible]

اسلامی افکار



اسلام ایک انقلابی تحریک ہے

پوری دنیا اسلام کی انقلابی تعلیم سے متاثر ہے

(از علامہ مصطفیٰ الحسنی)

علامہ مصطفیٰ الحسنی لبنان کے نامور مفکر اور اہل قلم ہیں جو آجکل فرانس میں مقیم ہیں ذیل کا فاضلانہ مضمون ان ہی کی کاوش دماغ کا نتیجہ ہے انھوں نے اپنے اس مضمون میں بتایا ہے کہ اسلامی تعلیم سے صرف مسلمان ہی متاثر نہیں ہیں بلکہ پوری دنیا نے اسلام کی انقلابی تعلیم سے اثر لیا ہے ذیل میں ہم ان کے فاضلانہ مقالہ کا اقتباس پیش کر رہے ہیں۔

اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی انقلابی تحریک ہے کہ جس نے کہ نوع انسان کے دل و دماغ کو بدل کر رکھ دیا ہے اور اسلام نے صرف مسلمانوں کے عقائد اور تصورات ہی میں تبدیلی نہیں پیدا کی ہے بلکہ اس نے دنیا کو سنوارنے اور بنانے کے لئے ایک ایسا مکمل نظام حیات پیش کیا ہے جس سے غیر مسلم بھی بے حد متاثر ہوئے ہیں چنانچہ اُن کے تصورات میں بھی اسلام کی بدولت بہت بڑی تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔

یہ مبالغہ نہیں بلکہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس نے بنی نوع انسان کو ترقی کے راستہ پر چلانے میں بہت ہی نمایاں حصہ لیا ہے۔ اسی لئے دنیا کا کوئی مذہب ہی نہیں بلکہ کوئی غیر مذہبی ترقی کی تحریک بھی اس معاملہ میں اسلام کے مقابلہ کا دعویٰ نہیں کر سکتی اور یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ اسلام آج سے چودہ سو برس پہلے ہی ایک انقلابی مذہب نہیں تھا بلکہ آج بھی دنیا کا واحد انقلابی مذہب ہے۔ پھر اسلام کے انقلابی مزاج کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اُس نے کسی زمانہ میں بھی اپنے انقلابی عمل کو کسی ایک قوم ملک یا نسل کے لوگوں ہی کیلئے مخصوص یا محدود نہیں رکھا بلکہ اس کی دعوت انقلاب عام رہی ہے اور اس دعوت کا اثر اُن لوگوں پر بھی پڑا ہے جو اسلام کو ایک مذہب کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتے

اسلام کے انقلابی کردار کو سمجھنے کے لئے ہمیں بہت زیادہ تحقیق اور تفتیش کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ اتنا ہی جان لینا کافی ہوتا ہے کہ اُس کی دعوت کے آغاز کے وقت دنیا کی عام اخلاقی۔ سماجی اور انتظامی حالت کیا تھی ۔؟ اور اسلام کی بدولت اُن میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں ؟

یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام کا ظہور ایک ایسے ملک میں ہوتا تھا کہ۔ جو تہذیبی اور تمدنی اعتبار سے اور سماجی لحاظ سے بہت ہی پس ماندہ تھا ۔ سماجی برائیوں اور اخلاق سوز حرکات میں یہ ملک بہت زیادہ پیش پیش تھا ۔ اور اس کے باشندوں کی جہالت اور جنگ جو طبیعت کے باعث بظاہر اُن کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی لیکن اسلام نے اُن کے بگڑے ہوئے مزاج کو اور حالات کو دیکھتے دیکھتے ہی جس طرح بدل ڈالا وہ اسلام کے انقلابی مذہب ہونے کا ایک ناقابل انکار ثبوت ہے۔

مثال کے طور پر اُس دور کے عرب نہایت کینہ پرور اور جنگ جو واقع ہوئے تھے بے تکلف ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہتے عرب معاشرہ میں عورتوں کو ذلیل ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا ۔ لڑکیوں کو اُن کی پیدائش کے بعد ہی زندہ دفن کر دیا جاتا تھا شراب نوشی عام تھی۔ بداخلاقیوں کے ارتکاب کو شرافت کا [illegible]

اور غلامی کی رسم بھی عام تھی۔ لیکن اسلام کے انقلابی عمل نے عربوں کے ذہن اور مزاج کو اس طرح بدل دیا تھا کہ یہی پس ماندہ عرب قوم مستقبل میں شرافت۔ اعلیٰ اخلاق۔ پاکیزہ کردار اور انسانیت کا بہترین نمونہ بن گئی تھی۔ اور اس کے اعلیٰ ترین شریفانہ کارنامے آج بھی تاریخ کے صفحات پر روشن حروف میں لکھے ہوئے ہیں

یہ بات بھی تاریخ سے واضح ہے کہ عرب قوم ظہور اسلام کے بعد ہی سے فاتح کی حیثیت سے دنیا کے بیشتر حصہ پر پھیل گئی تھی۔ اور اسلام نے عربوں کے کردار و اخلاق میں جو انقلابی تبدیلیاں پیدا کی تھیں اُن کا اثر محض عرب قوم کی اصلاح ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ اِن سے پوری دنیا کو فائدہ پہنچا تھا۔ وہ جس ملک میں بھی فاتح کی حیثیت سے گئے اُس ملک کے باشندوں نے اُن کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کا بڑی حد تک اثر قبول کیا تھا۔ چنانچہ اس بات کے باوجود کہ عیسائی اہل قلم صدیوں تک اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں سرگرم عمل رہے ہیں۔ وہ بھی عربوں کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کے معترف ہونے پر مجبور ہو گئے یعنی مغربی مورخوں اور اہل قلم کی تحریروں سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ اُس زمانہ میں مغرب کے باشندے بھی عربوں ہی کی طرح جہالت اور اخلاقی کمزوریوں کا شکار بنے ہوئے تھے۔ اور انہیں انسانیت۔ اخلاق اور ترقی کا راستہ دکھانے کا سہرا مسلمانوں ہی کے سر ہے۔

عیسائی مورخین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسپین میں فاتح عربوں کے داخلے کے بعد ہی یورپ میں تہذیب کی روشنی پھیلی اور اسپین کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے وہاں جو اسلامی سلطنت قائم کی تھی وہ بے حد ترقی یافتہ تھی۔ یورپ کے بڑے بڑے اہل قلم اسپین آکر مسلمانوں کی شاگردی کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کے ان ہی شاگردوں نے یورپ میں تہذیب کی شمع روشن کی تھی۔

پھر اسلام کے انقلابی کردار نے اُن قوموں کو بھی متاثر کیا تھا جو اسلام کی حقانیت پر ایمان نہیں لائی تھیں۔ مثلاً اسلام نے انسانی مساوات کا علم بلند کیا تھا۔ اور اُس نے رنگ اور نسل کے امتیاز کی مذمت کی تھی۔ اسلام کے یہ دونوں اصول چونکہ [illegible] آنے والے تھے۔ اسلئے اسلام کی دعوت کے [illegible] غیر مسلم قوموں نے ان اصولوں کو اپنانے لگی تھیں اور

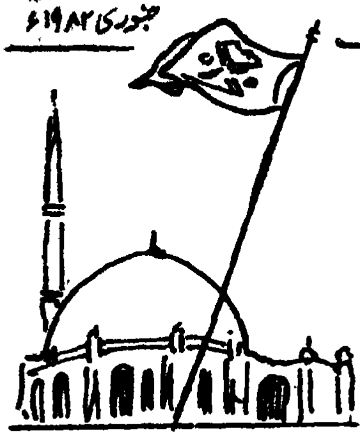
اسلام کی تقلید میں غیر مسلم قوموں میں بھی رنگ اور نسل کے امتیاز کی لعنت میں بڑی حد تک کمی واقع ہو گئی تھی۔

مذہب کے معاملہ میں انسان ہمیشہ ہی سے بے حد سخت اور بے لچک رہا ہے۔ اور آج سے چودہ سو سال پہلے کا انسان تو مذہبی لچک اور رواداری سے آشنا ہی نہیں تھا۔ اسلام کے ترقی پسندانہ مزاج کا اندازہ کرنے کے لئے صرف یہی ایک بات کافی ہے کہ اُس نے سب سے پہلے انسان کو مذہبی رواداری کی دعوت دی تھی اور اس نے اعلان کیا تھا کہ مذہبی عقائد کا اختلاف انسانی تعلقات کے قیام میں حائل نہیں ہونا چاہئے۔ اور کسی شخص کو بھی دوسروں کے مذہب میں مداخلت کا حق نہیں پہنچتا۔ اور اسلام کے اس اعلان نے پوری دنیا پر نہایت ہی صحت مند اثر ڈالا تھا۔ چنانچہ اسلام کے اس اعلان کے بعد ہی بین الاقوامی تعلقات کے قیام کے راستہ کی ایک بہت بڑی رکاوٹ دور ہو گئی تھی۔

اسلام کے ظہور کے وقت پورا یورپ تاریکی اور جہالت میں مبتلا تھا۔ یورپ کے باشندے قدیم علوم و فنون کے مطالعہ کو نیز ترقی کی راہوں کی تلاش کو گناہ عظیم تصور کرتے تھے۔ لیکن اسلام نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا تھا کہ اگر چین جیسے دور دراز ملک میں بھی علم کی روشنی ہے تو انہیں وہاں بھی جانا چاہئے۔ اسی لئے اُس زمانہ میں مسلمانوں نے نہ صرف اس زمانہ کے علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل کر لی تھی بلکہ قدیم علوم و فنون کو بھی زندہ کر لیا تھا۔ اور پھر اس کے بعد اہل مغرب نے مسلمانوں ہی سے علم حاصل کیا تھا۔ چنانچہ آج کے مغربی علوم کی ترقی مسلمانوں کی اِن ہی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام نے جو انقلابی تحریک شروع کی تھی وہ صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ پوری دنیا اسلام کی انقلابی تعلیم سے متاثر ہوئی ہے۔ پھر اسلام نے انسان کو ترقی یافتہ بنانے کے مقصد کو جس درجہ اہمیت دی ہے وہ اس بات سے ظاہر ہے کہ دوسرے تمام مذاہب کے برعکس اس نے انسانوں کے سامنے مذہب کے کسی ایک پہلو ہی [illegible] کو پیش نہیں کیا ہے بلکہ اس نے دین اور دنیا کو [illegible] حیات مرتب کیا ہے جس نے [illegible] [illegible] بنا دیا ہے۔ [illegible] انسان [illegible] [illegible]

تاریخ اسلام کا ایک ورق



مجاہدین اسلام کی سرفروشی

"رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا"

(از شوکت علی فہمی)

رسول اللہ صلعم اور صحابۂ کرام کی مجاہدانہ سرگرمیوں نے مسلمان قوم میں جانبازی کی ایک ایسی روح پھونک دی تھی جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ناپید ہے۔ یہ اسلامی سرفروش پہاڑوں سے ٹکرا گئے ہیں۔ اور انھوں نے سمندر کا سینہ چاک کر کے رکھ دیا ہے چنانچہ ذیل کے مقالہ میں دور اول کے مسلمانوں کی اسی مجاہدانہ جذبہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسلامی فتوحات کا واقعہ تاریخ عالم کا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا عظیم الشان واقعہ ہے جس پر آج تک غیر مسلم مورخین حیران ہیں۔ آفرینش عالم سے لیکر اس وقت تک دنیا میں کوئی ایک قوم بھی ایسی پیدا نہیں ہوئی جس نے کہ نصف صدی کے مختصر سے عرصہ میں دنیا کے بیشتر حصہ پر اپنا پرچم لہرا دیا ہو۔ یہ قوم صرف مسلمان قوم تھی۔ جو بے سر و سامان اپنے گھروں سے نکلی تھی۔ مگر پوری دنیا پر چھا گئی تھی اور ان کی حیرت انگیز فتوحات کا باعث صرف وہ غیر معمولی مجاہدانہ جوش اور جذبہ تھا جو رسول محترم نے اپنے عمل اور تعلیم کے ذریعہ مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا۔

اسلامی فتوحات پر مغربی مورخین کو کس قدر حیرت ہے اس کا اظہار کرتے ہوئے "ایڈورڈ گبن" لکھتا ہے "عربوں کی فتوحات تاریخ کا بہت بڑا واقعہ ہے۔ ایک کمزور اور منتشر قوم عرب کی بنجر سرزمین سے اٹھی اور اس نے دیکھتے ہی دیکھتے بڑی سے بڑی سلطنتوں کا تختہ الٹ دیا۔ اسلام کے گہرے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی فتوحات کا راز یہ تھا کہ پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کا ایک ایسا بے پناہ اور مقدس جذبہ پیدا کر دیا تھا جس کی بنا پر وہ ہنسی خوشی اپنی جانوں پر کھیل جاتے تھے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ جان دے دینا بہت بڑی دینی سعادت خیال کرتے تھے۔"

اس مورخ نے جو کچھ کہا ہے اس کی صداقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ بلاشبہ دور اول کے مسلمان راہ خدا میں جان دینا بہت بڑی دینی خدمت تصور کرتے تھے۔ اسی لئے مجاہدین اسلام نے دنیا میں جو عظیم الشان جنگی کارنامے انجام دیے ہیں ان کی حیثیت سیاسی نہیں ہے۔ بلکہ خالص مذہبی ہے اور جب تک مسلمانوں میں یہ مذہبی جوش اور ایثار کا جذبہ باقی رہا دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی سلطنت بھی مسلمانوں کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکی۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ عرب قوم اپنی چھوٹی سی حکومت پر قانع تھی۔ وہ کسی بیرونی ملک سے جنگ و جدل کو ناپسند کرتی تھی۔ لیکن جب اندرونی چہار طرف سے حملے ہونے لگے اور دین اسلام کو مٹانے کی کوشش ہونے لگی تو پھر انہیں مجبوراً اپنے مذہب اور قوم کے تحفظ کے لیے تلوار اٹھانی پڑی

اسکی پہل سب سے پہلے سلطنت ایران نے کی تھی جو اس دور کی دنیا میں سب سے بڑی حکومت شمار کی جاتی تھی چنانچہ ملک عرب کو پامال کرنے اور اُسے باجگذار بنانے کی غرض سے سلطنت ایران نے پورے عراق کو جو ایران ہی کے زیر حکومت تھا فوجی چھاؤنی بنا دیا تھا۔ اور یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ اب ملک عرب کی خیر نہیں۔ لیکن مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید کی سرکردگی میں مٹھی بھر مجاہدین

کے ذریعہ ایمان کی اس معاندانہ کوشش کو خاک میں ملا دیا۔ ایک طرف تو بہترین آلات حرب سے آراستہ ایرانی اور اعراقی لشکر عظیم تھا۔ اور دوسری جانب ٹوٹی تلواریں لئے ہوئے صرف بیس پچیس ہزار مجاہدین اسلام تھے کون یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ بے سروسامان مسلمان۔ ایران کے صف اول کے لشکر کو کاٹ کر رکھدیں گے۔ لیکن ایسا ہی ہوا۔

حضرت خالد بن ولید نے سب سے پہلے حیرہ اور ابلہ کو فتح کیا جو سب سے بڑی ایرانیوں کی چھاونی تھی۔ ایران کے نامور سپہ سالار۔ ہرمز اور بہمن جادویہ جنکی شجاعت کی ساری دنیا میں دھوم تھی حیرہ اور ابلہ کے مورچوں پہ مسلمانوں کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکے۔ ہرمز مارا گیا بہمن جادویہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا اور دنیا حیران رہ گئی کہ غیر معروف عربوں نے ان نامور ایران کے ماہرین جنگ کو کیسے شکست دے دی؟

حیرہ اور ابلہ کے مورچہ پہ اگرچہ بہت سے مسلمان کام آچکے تھے لیکن مسلمانوں کے حوصلے اور جوش میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی وہ بدستور عراق میں آگے بڑھتے ہی رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے دجلہ۔ فرات کا پورا علاقہ پامال کرکے رکھدیا۔ اس کے بعد آمنیشیا فتح کیا۔ انبار کو زیر کیا۔ دومۃ الجندل پہ اسلامی پرچم لہرا دیا۔ اور عراق کے تقریبًا تمام بڑے بڑے اور اہم شہر فتح کرکے آتش پرستوں کی اس سرزمین میں مسلمانوں کے پہلی مرتبہ نعرۂ حق بلند کیا۔ مسلمانوں کو یہ شاندار فتح ۱۲ھ/۶۳۳ء میں حاصل ہوئی تھی۔

جس زمانہ میں کہ مسلمان ایران و عراق کی جنگ میں الجھے ہوئے تھے عین اسی وقت عیسائیوں نے شام کے علاقہ سے مسلمانوں پر حملے شروع کردئے تھے۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ پہ اتنا بڑا لشکر شام میں لاکر جمع کر دیا تھا جو بڑی سے بڑی سلطنت کا تختہ الٹ سکتا تھا چنانچہ اس لشکر عظیم کے مقابلہ میں مسلمانوں کو سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ آخر حضرت خالد بن والید کو مسلمانوں کی مدد کے کے لئے ایران کے مورچہ سے شام کی جانب جانا پڑا اور جوں ہی حضرت خالد بن ولید شام کے مورچہ پہ پہنچے تو یہاں بھی فتوحات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا مختصر سی جنگ کے بعد سب سے پہلے آپ نے بصرہ فتح کیا۔ اس کے بعد دمشق کو محاصرہ میں لے لیا۔ ان فتوحات سے آتش پرستوں کی طرح عیسائیوں میں بھی ہلچل برپا ہو گئی۔

اور انھوں نے لاکھوں مسیحی سپاہیوں کو مسلمانوں کے مقابلہ پر جنگ میں جھونک دیا۔ لیکن حضرت خالد بن ولید کی تلوار جو دراصل اللہ کی تلوار تھی اسکے مقابلہ پہ کون ٹھہر سکتا تھا۔ عیسائیوں کو تقریبًا ہر مورچہ پہ شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

بصرہ اور دمشق کے مورچہ پہ شکست کی ذلت اٹھانے کے بعد عیسائیوں نے اجنادین کے مقام پہ ستر ہزار کا تازہ دم لشکر متعین کردیا۔ مسلمان بھی ان کے مقابلہ پر صف آرا ہو گئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے جوش کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس جنگ میں صرف مرد ہی آمادہ جہاد نہیں تھے بلکہ سپہ سالار اسلام ضرار کی بہن خولہ اور دوسری بہت سی عورتیں بھی شمشیر بکف تھیں۔ چنانچہ جب لڑی تو کئی دستوں کی رہنمائی عرب خواتین کر رہی تھیں۔ مسلمان آگے بڑھ بڑھ کر حوصلہ مندی کا ثبوت دے رہے تھے۔ آخر نوبت یہ پہنچی کہ عیسائی سپہ سالار وردان مارا گیا۔ اس کے مرتے ہی عیسائی لشکر میں بھاگڑ اور ابتری پھیل گئی۔ اور مسلمانوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر گھیر کر اُن کی بڑی تعداد کو ختم کردیا۔

یہ اُس زمانہ کی بات ہے جبکہ پوری دنیا پر صرف دو سلطنتیں چھائی ہوئی تھیں۔ ایک ایران کے آتش پرستوں کی سلطنت۔ اور دوسری رومی عیسائیوں کی سلطنت۔ ان دونوں سلطنتوں کو اس زمانہ میں وہی حیثیت حاصل تھی جو آج امریکہ اور روس کو دنیا میں حاصل ہے ان بڑی سلطنتوں پر مسلمانوں کی فتوحات سے قبل کوئی یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ایک غیر معروف قوم عرب کے ریگستان سے اُٹھے گی اور بے سروسامانی کے باوجود ان عظیم سلطنتوں کو شکست دیدیگی جنھیں ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔ غرضیکہ دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ عربوں نے سلطنت ایران اور سلطنت روما کے ایک بڑے حصے کو پامال کرکے رکھ دیا۔ یہ نہ کوئی معجزہ تھا نہ کرامت بلکہ اس للّٰہیت کا نتیجہ تھا۔ جو مسلمانوں کے دلوں میں موجزن تھی۔ مسلمان ملک فتح نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ وہ اللہ کی سرزمین پر اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ نہ انھیں دولت کی تمنا تھی نہ اقتدار کی بس وہ تو محض اپنے مولا کی خوشنودی کے لئے اپنی جانوں پہ کھیل گئے تھے۔ اور کس میں طاقت تھی کہ اللہ کی اس فوج کا مقابلہ کر سکے۔

(باقی صفحہ ۳۴ پر)



مشاہیر اسلام

سلطان عماد الدین زنگی

وہ مرد مومن جس نے شام میں دوبارہ نعرہ توحید بلند کیا

(از شوکت علی فہمی)

موصل کا شیر دل حکمراں "سلطان عماد الدین زنگی" اسلام کا وہ مایہ ناز فرزند ہے جس نے کہ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں دوبارہ شام میں نعرۂ توحید بلند کیا۔ اور شام کے مصیبت زدہ مسلمانوں کو مشرکوں کے پنجۂ استبداد سے نجات دلائی۔ اس مرد مومن نے اسلام کے تحفظ کے لئے جیسے عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں۔ ان کا اندازہ ذیل کے مقالہ سے ہو سکتا ہے۔

وہی ملک شام جس پر پانچ سو برس تک اسلام کا پرچم لہراتا رہا تھا۔ چھٹی صدی ہجری کے شروع میں اُس کے بیشتر علاقہ پر صلیب پرست مشرکوں کا قبضہ تھا۔ اور اب کسی مسلمان کو اسکی اجازت نہیں تھی کہ وہ خدائے واحد کا نام لے سکے۔ مسلمانوں کے ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں خاندان ہلاک اور برباد کئے جا چکے تھے۔ اور مشرکوں کی تلواریں ہر وقت فرزندانِ توحید کے خون میں رنگی ہوئی نظر آتی تھیں۔ مسلمان بار بار خلافت عباسیہ سے فریاد کر رہے تھے لیکن خلافت عباسیہ اپنی اندرونی کمزوری اور خانہ جنگی کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں رہی تھی کہ وہ مسلمانان شام کی کوئی مدد کر سکتی۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب بھی مسلمانوں پر کوئی وقت پڑا ہے تو پردۂ غیب سے اُن کی امداد کا سامان ہو گیا ہے۔ یہی شام کے مسلمانوں کے ساتھ بھی ہوا۔ چنانچہ اُن کی مدد کیلئے موصل کا حکمراں "سلطان عماد الدین زنگی" سینہ سپر ہو گیا۔ اُس زمانہ میں موصل کی ایک چھوٹی سی اتابکی سلطنت نے غیر معمولی اہمیت حاصل کر لی تھی۔ اور موصل کے سلطان عماد الدین زنگی نے اپنی شمشیر خارا شگاف سے بڑے بڑے فرعونوں کی گردنوں کو جھکا دیا تھا۔ چنانچہ جب ۵۲۴ھ ہجری میں قلعہ اثارب کے عیسائیوں نے گرد و نواح کے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا۔ اور ان کی فریاد سلطان عماد الدین زنگی کے کانوں میں پہنچی تو سلطان نے قلعہ اثارب کے عیسائی سردار کو اعلان جنگ دیا اور لکھا کہ۔

"ہمکو معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا خون ہو چکا ہے۔ شام میں مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے اُس سے ہمارا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ یاد رکھو وہ وقت دور نہیں ہے کہ تمہیں بے گناہ مسلمانوں کے خون کی قیمت ادا کرنی ہو گی۔ عنقریب ہماری فوجیں تم سے اسی ظلم ناروا کا جواب طلب کرنے آ رہی ہیں مقابلہ کے لئے تیار رہو۔"

اس اعلان جنگ کے بعد عماد الدین زنگی نے پہلے تو موصل کے فوجی مرکز کو مضبوط کیا۔ پھر جزیرہ اور کردستان کے اُن چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی جانب متوجہ ہوا جنکی آپس کی خانہ جنگی سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچ رہا تھا۔ اور ان کے ختم کئے بغیر صلیبیوں کا پوری طرح مقابلہ ناممکن تھا۔ کیونکہ اُن میں سے بیشتر نام نہاد مسلم حکمران عیسائیوں سے ملے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس مرد مجاہد نے سب سے پہلے ان ہی عیسائیوں کے دوستوں پر یلغار کیا۔ اور عیسائیوں کے ہاتھوں میں کھیلنے والی چھوٹی چھوٹی مسلم ریاستوں کو ختم کر کے شام پر حملے کے لئے راستہ صاف کر لیا۔ اب عماد الدین زنگی کیلئے

کہ جس قلعہ اثارب پر حملہ کوئی دشوار نہ تھا جو صلیبیوں کی سب سے بڑی فوجی چھاؤنی بنا ہوا تھا

عیسائیوں کی طاقت شام میں کافی بڑھ چکی تھی۔ مسلمانوں کی کمزوری نے اُن کے حوصلے اور بھی بڑھا دئے تھے۔ اس لئے ابتدا میں تو انھوں نے سلطان عماد الدین زنگی کے اعلان جنگ کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ لیکن جب ۵۲۲ھ ہجری میں سلطان نے حملہ کرکے قلعہ اثارب کا محاصرہ کرلیا تو شام کے عیسائیوں میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اور انہیں زمانہ دراز کے بعد پہلی مرتبہ اس بات کا پتہ چلا کہ خلافت عباسیہ کے علاوہ بھی مسلمانوں کی کوئی ایسی سلطنت موجود ہے جو عیسائیوں سے ٹکر لے سکتی ہے۔ لہٰذا عیسائی بڑے اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے قلعہ اثارب پر مجتمع ہو گئے۔ اور بڑی بہادری کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ ایک طرف عیسائیوں کا لشکرِ جرار تھا اور دوسری جانب عماد الدین زنگی کی مختصر سی فوج تھی آخر کئی روز کی خوفناک جنگ کے بعد عیسائیوں کو شکست ہوگئی۔ اور قلعہ اثارب پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا۔ اور اس طرح عماد الدین زنگی نے بری طرح عیسائیوں کو تہہ و تیغ کرکے قلعہ اثارب کے درندوں سے بے گناہ مسلمانوں کے خون کا بدلہ لے لیا۔

قلعہ اثارب سے محروم ہونے کے بعد صلیبیوں نے قلعہ حارم میں نئی فوجی چھاؤنی قائم کرلی اور یہاں بے اندازہ فوج جمع کرلی تاکہ پھر دوبارہ حملہ کرکے قلعہ اثارب پر قبضہ کیا جا سکے۔ لیکن عماد الدین زنگی بجلی جیسی سرعت کے ساتھ قلعہ حارم پر بھی جا پہنچا اور اب اس قلعہ کے لئے نئے سرے سے صلیبی جنگ چھڑ گئی۔ لیکن سلطان زنگی کا خوف عیسائیوں کے دلوں پر کچھ اس طرح غالب آچکا تھا کہ وہ اس مورچہ پر جم کر نہ لڑ سکے۔ آخر عیسائیوں نے ہتھیار ڈال دئے اور قلعہ حارم بھی توحید کے نعروں سے گونج اٹھا۔

خلافت عباسیہ کی کمزوری نے عیسائیوں کے حوصلے بڑھا رکھے تھے۔ وہ فلسطین کے علاوہ پورے شام پر قابض ہو چکے تھے۔ اور شام میں بیٹھ کر پوری دنیائے اسلام کو ختم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ لیکن شاید انہیں اسکا پتہ نہ تھا کہ جو دین اسلام اللہ کی پناہ میں ہے اسے کوئی دنیاوی طاقت مٹا نہیں سکتی۔ لہٰذا جب موصل کی ایک چھوٹی سی سلطنت کے حکمراں عماد الدین زنگی کے مقابلہ پر عیسائیوں کے بڑے بڑے سردار ناکام ہوگئے۔ اور ان کے فوجی مرکز ایک ایک کرکے ختم ہونے لگے تو سارے یورپ میں ہلچل برپا ہوگئی۔ اور پورا یورپ سلطان عماد الدین زنگی کے مقابلہ کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ لیکن پھر بھی کسی عیسائی حکمراں کو زمانہ دراز تک سلطان کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

۵۲۳ھ ہجری میں مخبروں نے سلطان زنگی کو اطلاع دی کہ عیسائیوں کی ایک بہت بڑی فوج دمشق میں جمع ہو رہی ہے اور دمشق کے مسلم حکمرانوں نے فرنگیوں سے ساز باز کر رکھی ہے۔ دمشق میں فوجیں جمع کرنے کا موقع دے دیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ دمشق کے زوال پذیر مسلم حکمراں سلطان عماد الدین کی بڑھتی ہوئی طاقت کو اپنے لئے خطرہ سمجھ رہے تھے۔ اور وہ عیسائیوں کے ساتھ مل کر اس مرد مجاہد کی طاقت کو پاش پاش کر دینا چاہتے تھے۔ سلطان زنگی کو جب اس خوفناک سازش کا علم ہوا تو اُس نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر دمشق کے خلاف فوج کشی شروع کردی لیکن اس معرکہ میں سلطان عماد الدین زنگی بری طرح زخمی ہوگیا۔ اور اسے ناکامی ہوئی۔

یہ مرد مجاہد چونکہ بری طرح زخمی ہوگیا تھا۔ اس لئے کئی ماہ تک صاحب فراش رہا۔ لیکن جونہی صحت بحال ہوئی تو پھر یہ میدان کارزار میں جا پہنچا اور اس مرتبہ سلطان نے دمشق پر حملہ کی بجائے حصن بارین پر یورش کردی۔ حصن بارین دمشق سے متصل صلیبیوں کا سب سے مستحکم قلعہ تھا۔ چنانچہ اس قلعہ کو بچانے کے لئے ہر چہار طرف سے عیسائی فوجیں دوڑ پڑیں۔ لیکن عماد الدین زنگی نے انہیں اس بری طرح شکست دی کہ وہ بارین کے قلعہ میں محصور ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اور جب عماد الدین نے قلعہ کا محاصرہ سختی کے ساتھ کیا تو عیسائی گھبرا گئے اور جان بخشی کی شرط پر انھوں نے ہتھیار ڈالنے کے بعد قلعہ کی کنجیاں سلطان کے سپرد کردیں۔ بارین کے عیسائیوں سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچ رہا تھا۔ انھوں نے اس قلعہ کی مدد سے حماۃ اور حلب کا پورا مسلم علاقہ ویران کر ڈالا تھا۔ غرضکہ بارین کے قلعہ پر قبضہ کے بعد حماۃ اور حلب کے مسلمانوں کو زمانہ دراز کے بعد سکون میسر آیا۔

(باقی صفحہ ۵۳ پر)



تاریخ ہند

شاہان ہند کی وسیع نظری

زمانہ قدیم میں ہندو مسلمانوں کے خوشگوار تعلقات

(از ڈاکٹر راجندر پرشاد)

آج جمہوریہ کے اولین صدر ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں - لیکن اُن کی بہت سی خوبیوں کے ساتھ اُن کی کتاب "انڈیا ڈیوائڈڈ" ہمیشہ ہمیں اُن کی یاد دلاتی رہے گی - مندرجہ ذیل مضمون اسی کتاب کے چند اوراق کا ترجمہ اور خلاصہ ہے - امید ہے کہ یہ محققانہ مضمون ہندوؤں اور مسلمانوں میں یکجہتی اور اتحاد پیدا کرنے میں معاون اور مددگار ثابت ہوگا -

ہندوستان کے فرمانرواؤں نے اپنی بے تعصبی اور رواداری کے جو مظاہرے کئے تھے وہ فلسفہ اور مذہب ہی تک محدود نہیں تھے بلکہ عملی طور پر اس قسم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حکمراں مندروں اور مٹھوں کے نام بڑی بڑی جائدادیں وقف کیا کرتے تھے - نیز ان قابل احترام ہندوؤں اور پنڈتوں کو جو ہندو عقائد اور علم و فضل کے اعتبار سے ممتاز سمجھے جاتے تھے - بڑی بڑی جاگیریں دیا کرتے تھے - جس طرح اُن مندروں اور عبادت گاہوں کی فہرست تیار کی گئی ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے ان کی بے حرمتی کی تھی - اسی طرح اگر کوئی صاحب علم ان اوقاف اور وظائف کی فہرست بھی تیار کرے جو مسلمان بادشاہوں کی طرف سے ہندوؤں کے مندروں اور اُن کی عبادت گاہوں کو دیئے گئے تھے - تو یہ ایک مفید خدمت ہوگی -

اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ثقافتی (کلچرل) اشتراک عمل قائم نہیں ہوا تھا تو مسلمان اور ہندو ایک دوسرے کی عبادت گاہوں اور تعلیمی مرکزوں کے لئے وقف نامے اور وظائف کیوں عطا کیا کرتے تھے -؟ جنوبی ہند کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے روبرو ایسی بہت سی مثالیں آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عادل

شاہی، قطب شاہی اور آصف شاہی خاندانوں نے برہمنوں کو بہت سی جاگیریں دی تھیں اور دہلی کے شہنشاہوں کے ساتھ سیاسی تنازعات برپا ہونے کے بعد بھی دکن کے مرہٹہ حکمراں مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے نام پر جاگیریں وقف کرتے رہے تھے - میں یہاں بہار ہی کی دو مثالیں پیش کرتا ہوں - بودھ گیا کے مہنت کی وہ زمینداری جس کی سالانہ آمدنی لاکھوں روپے تک پہنچتی ہے ابتدا میں، دہلی کے بادشاہ محمد شاہ نے عطا اور وقف کی تھی - اور اس نے ایک فرمان کے ذریعہ سے مستی پور تر دیہ نامی گاؤں اس خاندان کے چوتھے مہنت لال گر کو دیا تھا - اسی طرح دربھنگہ کی بہت بڑی اور شاید ہندوستان بھر میں سب سے بڑی.. زمینداری بھی شہنشاہ اکبر نے، موجودہ برہمن مہاراج ادھیراج کے بزرگوں کو ان کے علم و فضل اور خدا پرستی کے اعتراف کے طور پر عطا کی تھی اور شیر شاہ کے متعلق ایشوری پرشاد نے اپنی تاریخ ہند میں لکھا ہے کہ - اپنی ہندو رعایا میں تعلیم کو ترقی دینے کے لئے اُس نے اُنہیں بہت سے اوقاف عطا کئے تھے - اور انہیں ان اوقاف کے انتظامات کرنے کے اختیارات دیئے تھے اور اُس کی اس روادارانہ پالیسی کی وجہ سے اُسے اُس کی رعایا کے ہر عقیدہ اور ذات کے لوگوں میں پسند کیا جاتا تھا -

اُس قلعہ اثارب پر حملہ کوئی دشوار نہ تھا جو صلیبیوں کی سب سے بڑی فوجی چھاونی بنا ہوا تھا

عیسائیوں کی طاقت شام میں کافی بڑھ گئی تھی۔ مسلمانوں کی کمزوری نے اُن کے حوصلے اور بھی بڑھا دیئے تھے۔ اس لئے ابتدا میں تو انھوں نے سلطان عماد الدین زنگی کے اعلان جنگ کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ لیکن جب ۵۲۲ھ ہجری میں سلطان نے حملہ کرکے قلعہ اثارب کا محاصرہ کرلیا تو شام کے عیسائیوں میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اور انہیں زمانہ دراز کے بعد پہلی مرتبہ اس بات کا پتہ چلا کہ خلافت عباسیہ کے علاوہ بھی مسلمانوں کی کوئی ایسی سلطنت موجود ہے جو عیسائیوں سے ٹکر لے سکتی ہے۔ لہٰذا عیسائی بڑے اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے قلعہ اثارب پر مجتمع ہو گئے۔ اور بڑی بہادری کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ ایک طرف عیسائیوں کا لشکر جرار تھا اور دوسری جانب عماد الدین زنگی کی مختصر سی فوج تھی آخر کئی روز کی خوفناک جنگ کے بعد عیسائیوں کو شکست ہوگئی۔ اور قلعہ اثارب پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا۔ اور اس طرح عماد الدین زنگی نے بری طرح عیسائیوں کو تہہ و تیغ کرکے قلعہ اثارب کے درندوں سے بے گناہ مسلمانوں کے خون کا بدلہ لے لیا۔

قلعہ اثارب سے محروم ہونے کے بعد صلیبیوں نے قلعہ حارم میں نئی فوجی چھاونی قائم کرلی اور یہاں بے اندازہ فوج جمع کرلی تاکہ دوبارہ حملہ کرکے قلعہ اثارب پر قبضہ کیا جا سکے۔ لیکن عماد الدین زنگی بجلی جیسی سرعت کے ساتھ قلعہ حارم پر بھی جا پہنچا اور اب اس قلعہ کے لئے نئے سرے سے صلیبی جنگ چھڑ گئی۔ لیکن سلطان زنگی کا خوف عیسائیوں کے دلوں پر کچھ اس طرح غالب آچکا تھا کہ وہ اس مورچہ پر جم کر نہ لڑ سکے۔ آخر عیسائیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور قلعہ حارم بھی توحید کے نعروں سے گونج اٹھا۔

خلافت عباسیہ کی کمزوری نے عیسائیوں کے حوصلے بڑھا رکھے تھے۔ وہ فلسطین کے علاوہ پورے شام پر قابض ہو چکے تھے۔ اور شام میں بیٹھ کر پوری دنیائے اسلام کو ختم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ لیکن شاید انہیں اسکا پتہ نہ تھا کہ جو "دین اسلام" اللہ کی پناہ میں ہے اسے کوئی دنیاوی طاقت مٹا نہیں سکتی۔ لہٰذا جب موصل کی ایک چھوٹی سی سلطنت کے حکمراں عماد الدین زنگی کے مقابلہ پر عیسائیوں کے بڑے بڑے سردار ناکام ہوگئے۔ اور ان کے فوجی مرکز ایک ایک کرکے ختم ہونے لگے تو سارے یورپ میں ہلچل برپا ہوگئی۔ اور پورا یورپ سلطان عماد الدین زنگی کے مقابلہ کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ لیکن پھر بھی کسی عیسائی حکمراں کو زمانہ دراز تک سلطان کے مقابلہ پر آنے کی جرات نہ ہو سکی۔

۵۲۳ھ ہجری میں مخبروں نے سلطان زنگی کو اطلاع دی کہ عیسائیوں کی ایک بہت بڑی فوج دمشق میں جمع ہو رہی ہے اور دمشق کے مسلم حکمرانوں نے فرنگیوں سے ساز باز کرکے انہیں دمشق میں فوجیں جمع کرنے کا موقع دے دیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ دمشق کے زوال پذیر مسلم حکمراں سلطان عماد الدین کی بڑھتی ہوئی طاقت کو اپنے لئے خطرہ سمجھ رہے تھے۔ اور وہ عیسائیوں کے ساتھ مل کر اس مرد مجاہد کی طاقت کو پاش پاش کر دینا چاہتے تھے۔ سلطان زنگی کو جب اس خوفناک سازش کا علم ہوا تو اس نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر دمشق کے خلاف فوج کشی شروع کردی لیکن اس معرکہ میں سلطان عماد الدین زنگی بری طرح زخمی ہوگیا۔ اور اسے ناکامی ہوئی۔

یہ مرد مجاہد چونکہ بری طرح زخمی ہوگیا تھا۔ اس لئے کئی ماہ تک صاحب فراش رہا۔ لیکن جوں ہی صحت بحال ہوئی تو پھر یہ میدان کارزار میں جا پہنچا اور اس مرتبہ سلطان نے دمشق پر حملہ کی بجائے حصن بارین پر یورش کردی۔ حصن بارین دمشق سے متصل صلیبیوں کا سب سے مستحکم قلعہ تھا۔ چنانچہ اس قلعہ کو بچانے کے لئے ہر چہار طرف سے عیسائی فوجیں دوڑ پڑیں۔ لیکن عماد الدین زنگی نے انہیں اس بری طرح شکست دی کہ وہ بارین کے قلعہ میں محصور ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اور جب عماد الدین نے قلعہ کا محاصرہ سختی کے ساتھ کیا تو عیسائی گھبرا گئے اور جان بخشی کی شرط پر انھوں نے ہتھیار ڈالنے کے بعد قلعہ کی کنجیاں سلطان کے سپرد کردیں۔ بارین کے عیسائیوں سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچ رہا تھا۔ انھوں نے اس قلعہ کی مدد سے حماۃ اور حلب کا پورا مسلم علاقہ ویران کر ڈالا تھا۔ غرضیکہ بارین کے قلعہ پر قبضہ کے بعد حماۃ اور حلب کے مسلمانوں کو زمانہ دراز کے بعد سکون میسر آیا۔

(باقی صفحہ ۵۳ پر)

تاریخ ہند



شاہان ہند کی وسیع نظری

زمانہ قدیم میں ہندو مسلمانوں کے خوشگوار تعلقات

(از ڈاکٹر راجندر پرشاد)

آج جمہوریہ ہند کے اولین صدر ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں - لیکن اُن کی بہت سی خوبیوں کے ساتھ اُن کی کتاب "انڈیا ڈیوائڈڈ" ہمیشہ ہمیں اُن کی یاد دلاتی رہے گی - مندرجہ ذیل مضمون اسی کتاب کے چند اوراق کا ترجمہ اور خلاصہ ہے - امید ہے کہ یہ محققانہ مضمون ہندوا ور مسلمانوں میں یکجہتی اور اتحاد پیدا کرنے میں معاون اور مددگار ثابت ہوگا -

ہندوستان کے فرمانرواؤں نے اپنی بے تعصبی اور رواداری کے جو مظاہرے کئے تھے وہ فلسفہ اور مذہب ہی تک محدود نہیں تھے بلکہ عملی طور پر اس قسم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حکمران مندروں اور مٹھوں کے نام بڑی بڑی جائدادیں وقف کیا کرتے تھے - نیز ان قابل احترام ہندوؤں اور پنڈتوں کو جو ہندو عقائد اور علم و فضل کے اعتبار سے ممتاز سمجھے جاتے تھے - بڑی بڑی جاگیریں دیا کرتے تھے - جس طرح اُن مندروں اور عبادت گاہوں کی فہرست تیار کی گئی ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے ان کی بے حرمتی کی تھی - اسی طرح اگر کوئی صاحب علم ان اوقاف اور وظائف کی فہرست بھی تیار کرے جو مسلمان بادشاہوں کی طرف سے ہندوؤں کے مندروں اور اُن کی عبادت گاہوں کو دئے گئے تھے - تو یہ ایک مفید خدمت ہوگی -

اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ثقافتی (کلچرل) اشتراک عمل قائم نہیں ہوا تھا تو مسلمان اور ہندو ایک دوسرے کی عبادت گاہوں اور تعلیمی مرکزوں کے لئے وقف نامے اور وظائف کیوں عطا کیا کرتے تھے -؟ جنوبی ہند کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے روبرو ایسی بہت سی مثالیں آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عادل شاہی، قطب شاہی اور آصف شاہی خاندانوں نے برہمنوں کو بہت سی جاگیریں دی تھیں اور دہلی کے شہنشاہوں کے ساتھ سیاسی تنازعات برپا ہونے کے بعد بھی دکن کے مرہٹہ حکمران مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے نام پر جاگیریں وقف کرتے رہے تھے - میں یہاں بہار ہی کی دو مثالیں پیش کرتا ہوں - بودھ گیا کے مہنت کی وہ زمینداری جس کی سالانہ آمدنی لاکھوں روپے تک پہنچتی ہے ابتدا میں، دہلی کے بادشاہ محمد شاہ نے عطا اور وقف کی تھی - اور اس نے ایک فرمان کے ذریعہ سے مستی پور تردیہ نامی گاؤں اس خاندان کے چوتھے مہنت لال گر کو دیا تھا - اسی طرح دربھنگہ کی بہت بڑی اور شاید ہندوستان بھر میں سب سے بڑی .. زمینداری بھی شہنشاہ اکبر نے، موجودہ برہمن مہاراج ادھیراج کے بزرگوں کو ان کے علم و فضل اور خدا پرستی کے اعتراف کے طور پر عطا کی تھی اور شیر شاہ کے متعلق ایشوری پرشاد نے اپنی تاریخ ہند میں لکھا ہے کہ - اپنی ہندو رعایا میں تعلیم کو ترقی دینے کے لئے اس نے مندروں کو بہت سے اوقاف عطا کئے تھے - اور انہیں ان اوقاف کے انتظامات کرنے کے اختیارات دیئے تھے اور اُس کی اس روادارانہ پالیسی کی وجہ سے اُسے اُس کی رعایا کے ہر عقیدہ اور ذات کے لوگوں میں پسند کیا جاتا تھا -

ڈاکٹر سید محمود نے اسی قسم کی جو چند ادر مثالیں بہم پہنچائی ہیں۔ یہاں انھیں بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

کشمیر کا حکمران، سلطان زین العابدین اکثر امرناتھ اور شاردا دیوی کے مندر کی زیارت کے لئے جایا کرتا تھا۔ اور اُس نے وہاں زائرین کے آرام کے لئے مکانات تعمیر کرائے تھے۔

ہردوار پر تقریباً ۱۷۸۰ء میں نجیب آباد کے پٹھانوں کی حکومت تھی نواب نے وہاں ہندو زائرین کے آرام کے لئے بڑے بڑے مکانات تعمیر کرائے تھے۔ یہ مکانات آج بھی موجود ہیں اور ہندوؤں کے قبضہ میں ہیں۔

۱۵۸۸ء میں گرو ارجن دیو نے امرتسر میں ایک بہت بڑا تالاب کھدوایا تھا اور وہ اسی سال وہاں ایک عبادت گاہ تعمیر کرانا چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اس مندر کا سنگِ بنیاد ایک خدا پرست مسلمان میاں پیر (میاں میر) سے رکھوایا تھا۔

عہد عالمگیری کے ایک مشہور مورخ، منشی سوجان رائے بٹالوی نے اپنی کتاب "خلاصۃ التواریخ" میں کلانور کے قریب ایک گاؤں دیپالپوال کا ذکر کیا ہے۔ اس گاؤں میں شاہ شمس الدین دریائیؒ ... تھے ہندو اور مسلمان دونوں ہی بہت زیادہ عقیدہ رکھتے تھے لیکن دیپالی نامی ایک ... ت میں تمام ہندوؤں اور مسلمانوں سے بازی لے گیا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ دریائیؒ کی وفات کے بعد اس بات کے باوجود کہ دیپالی مسلمان نہیں تھا، ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتفاق رائے سے اُسے ہی حضرت شاہ صاحب کے مزار کا متولی اور محافظ مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن اب اسے چند سال پہلے۔ مسلمانوں نے اس مزار کے ہندو متولیوں کو برخاست کرانے کی کوشش کی تھی اور اس مطالبہ کے جواز میں مذہبی دلائل بھی پیش کئے تھے۔ لیکن عالمگیری حکومت نے اس کوشش کو کامیاب ہونے نہیں دیا تھا۔ (اور اس کتاب کی تحریر کے وقت تک یعنی عالمگیری حکومت کے تیسرے سال میں ہندو ہی اس مزار کے محافظ، متولی اور مجاور تھے۔

آج بھی حیدرآباد (دکن) میں ایک برہمن خاندان ایک مشہور بزرگ کی درگاہ کا متولی چلا آرہا ہے۔ نظام نے اس درگاہ کے لئے ایک بہت بڑی جاگیر وقف کی تھی۔ اور عوام بھی مزار پر نذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے درگاہ کے ہندو متولیوں کو موقوف کرانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن نظام نے اس کی اجازت نہیں دی تھی۔

آج بھی حیدرآباد کے سیتارام مندر اور مہور (عادل آباد) کے ایک اور مندر کو نظام کی طرف سے جو جاگیریں ملی ہوئی ہیں اُن کی سالانہ آمدنی لاکھوں روپیہ ہے۔ اور ناندیڑ کے سکھ گوردوارہ کے لئے نظام نے جو جاگیر دی تھی اُس کی ہزاروں روپیہ سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔

یہاں چند ایسی اسناد کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو جاگیروں اور اوقاف کے سلسلہ میں دی گئی تھیں۔ یہ اسناد فارسی زبان میں ہیں اور انہیں ۱۱۶۲ھ میں احمد شاہ بہادر غازی نے جاری کیا تھا۔

اِن میں سے ایک سند کا مضمون یہ ہے کہ۔ قصبہ اچھیرہ ضلع اکبرآباد کے زمینداروں اور کاشتکاروں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ۔ معافی کی سات بیگھہ زمین (وہ آراضی جو لگان سے مستثنیٰ ہے) تُلسی داس بیراگی کے نام شری ٹھاکر جی کے بھوگ اور نائیوید کے مصارف کے لئے بنیارتھ (وقف) کی گئی ہے تاکہ بیراگی مذکور اس زمین کی آمدنی سے شری ٹھاکر جی کی پوجا پاٹ کا خرچ برداشت کر سکے۔

اچھیرہ بازار کے چودھری کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ غلّہ کے بیس بھار (ایک پیمانہ) شری ٹھاکر جی کو دیتا رہے گا۔ اور بیراگی مذکور کو اس کے حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکے گا۔

مورخہ ۳ رمضان ۱۱۳۹ء فصلی

پنچ واڑ کے مشہور گنیش مندر کو شہاب الدین خاں نے جس سند کے ذریعہ سے جاگیر عطا کی تھی وہ قول نامہ کہلاتی ہے اور اس قول نامہ کی عبارت یہ ہے کہ پرگنہ پونا سے متعلق موضع پنچ واڑ کے گوسائیں مورت کے نام جس کے سلسلہ میں خان حکمت نشان ناہرخاں نے اطلاع دی تھی کہ وہ عطائے جاگیر کے متعلق قول حاصل کرنے کا خواہش مند ہے۔ اس لئے تحریر میں یہ قول دیا جاتا ہے کہ اُسے اپنے لوگوں اور رشتہ داروں کے ساتھ اس گاؤں میں رہنا اور اُسے خوشحال اور زرخیز بنانا چاہیئے۔ خدا کرے کہ وہ تمام مصیبتوں اور نقصانات سے محفوظ رہے۔ یہ قول نامہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۲۶ھ کو لکھا گیا ہے۔

اسی قسم کے دو فرمان الہ آباد میں بھی موجود ہیں ان میں سے ایک فرمان کے ذریعہ سے مہیشور ناتھ کے مشہور مندر کے پجاری کو جاگیر عطا

کی گئی تھی اور جہانگیر اور اورنگزیب نے عطا کی تھی۔

اورنگزیب نے ضلع بنارس کے موضع بستی کے رہنے والے ایک شخص گردھاری ولد جگ جیون، پرگنہ حویلی کے ایک گاؤں مہیش پور کے باشندہ، جادو مشرا اور پنڈت بلّب در مشرا کو بھی جاگیریں اور معافیاں دی تھیں۔ اور یہ سب لوگ پجاری تھے۔ اور مسٹر حکم چند اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے ضلع ملتان کے بندوبست کی جو رپورٹ مرتب کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگزیب نے ملتان میں شتلا مائی مندر کے لئے اس کے پجاری منشا کلیان داس کے لئے یکصد روپیہ کا ایک وظیفہ مقرر کیا تھا۔ یہ مندر اب تک موجود ہے۔

سلطان محمد مراد بخش نے ۱۱۵۳ھ میں یہ حکم دیا تھا کہ اُجین کے شاہی مودی خانہ سے روزانہ مہاکال مندر کو ۴ سیر گھی دیا جائے۔ تاکہ اس سے مندر میں روشنی کی جا سکے۔

عمومیت کے ساتھ یہ کہنا چاہئے کہ بہت سے مسلمان بادشاہ اور فرمانروا علم کے زبردست سرپرست تھے۔ اور وہ صرف فارسی اور عربی ہی کے مطالعہ کی ہمت افزائی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انھوں نے سنسکرت اور ہندوستانی ادب و حکمت کی ہمت افزائی بھی کی تھی۔ انھوں نے ہندوستان میں علم کی ترویج و ترقی کے لئے جو کچھ کیا ہے یہاں اس کا مختصر تذکرہ کرنا بھی ممکن نہیں۔ ان مسلم فرمانرواؤں کی سرپرستی میں مختلف عنوانات سے متعلق سنسکرت کی متعدد کتابوں کا ترجمہ عربی اور فارسی میں کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایسے بہت سے مسلمان امرا بھی تھے جنہوں نے خود سنسکرت کا مطالعہ کیا تھا اور بے غرضی کے ساتھ اس زبان کی سرپرستی کی تھی۔ ان میں سے بہت سے مسلمانوں نے ہندوؤں کے علوم کو دنیائے اسلام تک پہنچانے کی غرض سے سنسکرت کی کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ اور وہ اس سلسلہ میں دوسروں کی ہمت افزائی کرتے تھے۔

اسی قدر نہیں بلکہ اکثر اوقات ہندو طلبا کے نصاب تعلیم میں سنسکرت زبان کی کتابوں کو بھی شامل کیا جاتا تھا۔ مختصر یہ کہ سنسکرت زبان کی ہر ممکن طریقہ سے ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ ڈاکٹر جیمز نے مسلمانوں کے عہد حکومت کے ہندوستان میں تعلیم کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ

"مسلمان بادشاہ اور شہزادے علوم کے بے حد شائق تھے اور انھوں نے اپنی علمی دلچسپیوں میں ہندو ثقافت اور لٹریچر کو بھی شامل کر لیا تھا۔ اور جس طرح کہ مغلوں کا فن تعمیر ہندو فن تعمیر کے ساتھ مخلوط ہو گیا تھا۔ اُسی طرح مسلمانوں کا ادبی لٹریچر بھی ہندو ادبیات کے ساتھ مخلوط ہو گیا تھا۔ ہندوؤں کے ادبیات عالیہ کے ترجمے فارسی میں کئے گئے تھے۔"

مسلمانوں کے دور حکومت میں مسلمان فرمانرواؤں اور عام مسلمانوں کی رواداری۔ نیز ہندو مسلمانوں کے خوشگوار اور برادرانہ تعلقات کے سلسلہ میں بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن یہاں ایک غیر ملکی مورخ کے چند جملے نقل کر دینے کے بعد اس مقالہ کو ختم کر دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مشہور پرتگالی مورخ فاری سوزا نے اپنی کتاب "دکن کے حالات" میں لکھا ہے

"ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کی ہر ممکن مدد اور خدمت کرتے ہیں۔ یہاں مسلمان بادشاہ ہندوؤں کو بھی بڑے بڑے عہدوں پر مامور کرتے اور انہیں بڑے سے بڑے اعزازات دیا کرتے تھے۔"

آخری زمانہ فتنوں کا زمانہ ہوگا

(باقی مضمون صفحہ ۲۰ سے)

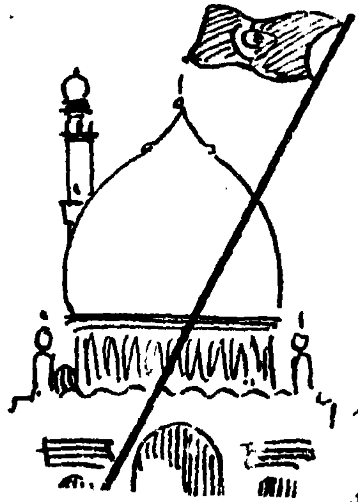
صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اُس دن آج کے دن کی بہ نسبت اچھی حالت میں ہونگے کیونکہ ہم فکر معاش سے آزاد ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اُس دن کی بہ نسبت آج بہتر حالت میں ہو۔" (ترمذی)

تعلیم القرآن

(باقی مضمون صفحہ ۱۸ سے)

اور اُسے نجات کا کوئی راستہ نہیں دکھائی دے گا کیونکہ وہ ایک گمراہ انسان ہوگا۔

تفسیر ابن کثیر میں درج ہے کہ قیامت کے دن جن لوگوں کو بلا کر ان کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا تو ان کے چہروں پر ایک قسم کا نور آ جائے گا۔ جس جماعت سے نکل کر وہ آیا ہے اُس جماعت کے لوگ یہ دیکھ کر خوش ہوں گے۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین
اور سینکڑوں شاہانِ اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات

مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از مفتی شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے۔ اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا۔ رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کرکے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر دورِ آخر تک کہ تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں، یکجا طور پر پیش کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں حکومت اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات اور جنگی کارنامے موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسینؓ یعنی خلفائے راشدین کے دورِ خلافت کے مکمل حالات درج ہیں۔ اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے اس کے علاوہ ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ، روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکمرانوں کا تذکرہ موجود ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کے بھی حالات درج ہیں

یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب: حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات
دوسرا باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات
تیسرا باب: حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عہد حکومت اور فتوحات
چوتھا باب: حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ حکومت اور فتوحات
پانچواں باب: حضرت عثمان غنیؓ کا عہد حکومت اور فتوحات
چھٹا باب: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دورِ حکومت اور فتوحات
ساتواں باب: امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات
آٹھواں باب: خلفائے بنو عباس کا طویل دورِ حکومت
نواں باب: اسپین اور یورپ کی اسلامی حکومتیں
دسواں باب: مراکش، ٹیونس، الجزائر اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں
گیارہواں باب: مصر و شام کی اسلامی حکومتیں، غازی صلاح الدین ایوبی کی صلیبی جنگیں
بارہواں باب: ایران، افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں
تیرھواں باب: شاہان سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دورِ حکومت
چودھواں باب: ہندوستان کی خود مختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی ہے۔ انداز تحریر ناول کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار۔ کاغذ سفید نہایت اعلیٰ رنگین ٹائیٹل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگالیں۔ جدید ایڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے چودہ ابواب کی مکمل تاریخ مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف پچیس روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶



میں اسلام کو کیوں پسند کرتا ہوں

نیوزی لینڈ کے ایک عیسائی مفکر کے احساسات

(ریورینڈ جان بوسٹر پی ایچ ڈی کے مقالہ سے ماخوذ)

ریورینڈ جان بوسٹر نیوزی لینڈ کے ایک نامور مفکر اور عیسائیت کے بین الاقوامی تبلیغی مشن کے ایک رکن ہیں انھوں نے ذیل کے مقالہ میں اسلام کا دیگر مذاہب سے مقابلہ کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے۔ وہ اسلام کی حقانیت کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے۔

ماضی میں انسان نے مذہب کے مقصد اور مفہوم کو خواہ کچھ ہی کیوں نہ سمجھا ہو لیکن موجودہ دور میں انسان اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ دنیا میں صرف وہی مذہب قابلِ قبول ہے۔ جو انسان کی دنیاوی معاملات میں بھی رہنمائی کرتا ہے اور انسان کو قدم قدم پر زندگی کے سدھارنے کی ترغیب دیتا ہو۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ خوبی دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی میں پائی جاتی ہے۔

ظہور اسلام سے قبل مذہب کا جو مفہوم سمجھا جاتا رہا ہے، اُس کے مطابق مذہب کا کام اسی حد تک محدود تھا کہ انسان کو بعض معروف برائیوں سے بچنے کی ترغیب دے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہ بتایا گیا تھا کہ انسان دنیا کو ترک کرکے جمود اور پستی کی زندگی بسر کرے۔ چنانچہ بودھ مت اور مسیحیت نے جو دنیا کے عظیم مذاہب تسلیم کیے گئے ہیں۔ بنی نوع انسان کو ایسی ہی زندگی بسر کرنے کی دعوت دی تھی۔ چنانچہ اب تحقیقات کی بدولت یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ زمانہ وسطیٰ میں انسان کی ذہنی اور عملی ترقیوں کے رک جانے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت کے عام مذاہب انسان کو دنیا سے بے تعلق رہنے کی تعلیم اور ترغیب دیتے تھے لیکن آج مذہب کا مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ اُسے زندگی کا ایک ایسا مکمل ضابطہ ہونا چاہئے جس کے دائرہ سے زندگی کا کوئی گوشہ بھی باہر نہ رہ سکے۔ اور یہ ضابطہ اُسکی روحانی اور مادّی دونوں قسم کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

ایک بہت بڑے مسیحی تبلیغی ادارہ کے ساتھ وابستہ ہونے کی بدولت میں مسیحیت اور دوسرے مذاہب کا اسی زاویۂ نظر سے مطالعہ کرتا رہا ہوں ابتدا میں میرے سامنے سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ آج کا انسان مذہب سے بیزار اور بے تعلق کیوں ہے اور اِس سوال پر غور کرنے کے بعد میرے ذہن میں یہ بات پختہ ہو گئی ہے کہ مذہب سے موجودہ دور کے انسان کی بے تعلقی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ مذہب کو زندگی کا مکمل ضابطہ نہیں پاتا لیکن میں اپنی معلومات کی بنیاد پر یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ کم از کم دنیا کا ایک مذہب ایسا ضرور ہے جس کے مکمل ضابطہ حیات ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ ہے "اسلام"

میرے مذکورہ بالا الفاظ سے اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ میں اپنے مذہب عیسائیت سے انحراف کر رہا ہوں بلکہ میں عیسائیت کو ایک سچا مذہب سمجھتا ہوں لیکن اگر ہم عیسائیت کو بنی نوع انسان کا مذہب دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اُس کے واحد حریف اسلام کی خوبیوں کو بھی دیکھنا پڑے گا اور یہ بات اسلئے بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اسلام نے اپنے ظہور کے بعد ہی غیر معمولی اور معجزانہ مقبولیت حاصل نہیں کی تھی بلکہ اس کی مقبولیت اور ترقی کی رفتار آج بھی برقرار ہے چنانچہ یہ دنیا کے اُن خطوں میں بھی تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ جہاں ہم عیسائیت کو پھیلانے کے لئے سالہا سال سے کوشش کر رہے ہیں اور پانی کی طرح روپیہ بہاتے رہے ہیں۔

بہرحال میں یہاں صرف اُن چند باتوں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں جو اسلام کے علاوہ دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں موجود نہیں ہیں اور اُس کی یہی وجہ آج بھی اُسے پھیلانے اور مقبول بنانے کی موجب بنی ہوئی ہے

ان باتوں میں سب سے پہلی بات اسلام کی عام اور عملی مساوات ہے۔ اسلام مسلمانوں کے درمیان ہی مساوات قائم کرنے پر زور نہیں دیتا بلکہ وہ مسلمانوں کو اُن لوگوں کے ساتھ بھی برابری اور مساوات برتنے کی تعلیم دیتا ہے جو اسلام کی صداقت سے انکار کرتے ہیں آج اسلام کی یہی تعلیم اُسے مقبول بنانے میں خصوصیت کے ساتھ اہم کردار ادا کر رہی ہے اور آج جبکہ بڑھتے ہوئے بین الاقوامی تعلقات کی بدولت غیر مسلم قوموں کے افراد کو مسلم ممالک میں آمد و رفت کے مواقع ملتے ہیں تو وہ اسلامی مساوات سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اور یہی لوگ جب اس بات کو دیکھتے ہیں کہ اُن علاقوں میں جہاں عیسائیت کی تبلیغ کی بدولت لوگوں کو عیسائی بنایا جاچکا ہے۔ وہاں عیسائیت کے مبلغ ہی عملی مساوات کے قیام کے راستہ میں سب سے زیادہ حائل ہیں تو قدرتی طور پر وہ اسلام سے قریب تر اور مسیحیت سے دور ہوجاتے ہیں چنانچہ افریقہ میں ہمیں یہ تجربہ ہو رہا ہے۔

میں نے اسلام میں کشش اور جاذبیت کی دوسری بات یہ محسوس کی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو دنیا سے الگ رہنے کی تعلیم دینے کی بجائے انھیں اُس کے ساتھ وابستہ رہنے کی اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ اگر انسان اسلام کی قائم کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر دنیا سے فائدہ اٹھائے گا تو یہ امر اس کی نجات کا ایک ذریعہ بن جائے گا۔

معمولی عقل و فہم رکھنے والا انسان بھی اس بات کو خوب سمجھتا ہے کہ اس وسیع اور ہر قسم کی نعمتوں سے بھرپور دنیا میں انسان کو پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کا مقصد اُسے دنیا سے الگ اور ان نعمتوں سے محروم رکھنا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے اسلام کی مذکورۂ بالا تعلیم انسان کے لئے ایک بہت بڑی کشش رکھتی ہے۔ اور [illegible] مذہب اور زندگی [illegible] کو ایک دوسرے سے علیحدہ کئے بغیر [illegible] کے ساتھ [illegible] [illegible] چنانچہ [illegible] عام و دوامی مقبولیت [illegible] اس کے برخلاف [illegible] [illegible]

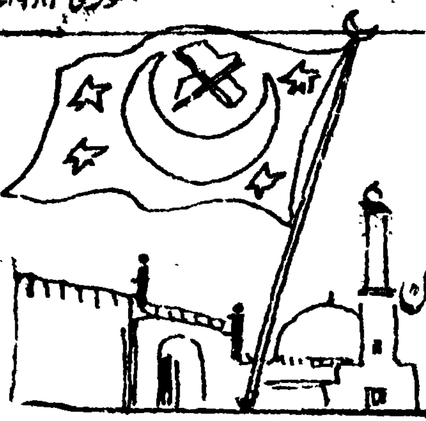
موجودہ دور میں انسان اور خصوصیت کے ساتھ تعلیم یافتہ طبقوں میں فکر و عمل کی آزادی کا رجحان روز بروز قوی تر ہوتا جارہا ہے۔ اور مذہبی زاویہ نظر سے اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو انسان کے اس رجحان کی صحت کو نہ صرف تسلیم ہی کرتا ہے بلکہ اس کی تسکین کا سامان بھی بہم پہنچاتا ہے۔ دنیا کے دوسرے مذاہب نے انسان کو خداشناسی کے جو طریقے بتائے ہیں وہ بہت زیادہ پیچیدہ اور الجھے ہوئے ہیں۔ اور ان طریقوں سے خداشناسی کیلئے انسان کو دوسرے بہت سے تصورات کا سہارا لینا پڑتا ہے جو اُس کے فکر و عمل کی آزادی کو کچل ڈالتے ہیں لیکن اسلام نے انسان کے سامنے خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کا تصور پیش کرکے اُس کے فکر و عمل کی آزادی کو ایک نئی قوت اور زندگی عطا کی ہے۔ اور جہاں تک انسان کے تعلیم یافتہ طبقہ کا تعلق ہے اسلام کی یہ خصوصیت اُسے بہت زیادہ متاثر کرتی ہے

مختصر یہ کہ اسلام کو مذہب سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے لیکن ہم اسے زندگی کا ایک مکمل نظام یقین کرنے پر ضرور مجبور ہیں اور چونکہ اس نظام زندگی کے متعلق مذہب ہونے کا دعویٰ بھی کیا جاتا ہے اس لئے جو لوگ اسے اُس کے مکمل نظام زندگی ہونے کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں وہ قدرتی طور پر اُس کے مذہب ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ اور اس طرح اسلام غیر شعوری طور پر بنی نوع انسان کا مذہب بنتا جارہا ہے۔ اور اس کی مقبولیت دنیا کے دور دراز خطوں میں بھی برابر بڑھ رہی ہے۔

اسلام انقلابی تحریک ہے

(باقی مضمون صفحہ ۳ کا)

بھی اجازت نہیں دیتا اور اس طرح اسلام کی ترقی کی راہیں اُن راستوں سے بالکل مختلف ہیں جن پر چل کر انسان انسانیت سے دور اور درندگی سے قریب ہوجاتا ہے۔ غرضکہ اسلام نے دنیا میں جلوہ گر ہوکر بہت بڑا ذہنی اور سماجی انقلاب پیدا کردیا ہے اور اس انقلاب نے نہ صرف گذشتہ دور کی دنیا ہی متاثر نہیں ہوئی تھی بلکہ آج بھی اسلام کی انقلابی تعلیم کے اثرات ساری دنیا کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔



مسلمانوں کی سسلی پر حکومت

جزیرۂ سسلی میں مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان

(از شوکت علی فہمی)

سسلی اٹلی کے جنوب میں یورپ کا ایک نہایت اہم جزیرہ ہے مسلمانوں نے تقریباً تین سو برس تک نہ صرف اس جزیرہ پر بلکہ اٹلی کے جنوبی علاقہ پر بھی بڑی شان اور دبدبہ کے ساتھ حکومت کی ہے۔ ذیل کے مقالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان اس جزیرہ میں کیسی حوصلہ مندی کے ساتھ داخل ہوئے لیکن جب وہ خانہ جنگی میں مبتلا ہو گئے تو ان کا کیسا دردناک انجام ہوا

فاتح اعظم قاضی اسد بن فرات نے ۲۱۲ھ ہجری میں مٹھی بھر مسلمانوں کی مدد سے جزیرہ سسلی کو فتح کر کے پورے یورپ میں ایک تہلکہ برپا کر دیا تھا۔ اور انھوں نے اس جزیرہ میں ایک ایسی مستحکم اسلامی حکومت قائم کر دی تھی جو کئی صدی تک یورپ کی عیسائی حکومتوں کے لیے تشویش کا باعث بنی رہی ہے۔

یوں تو جزیرہ سسلی کو مسلمانوں نے خلفائے بنی امیہ کے دور حکومت ہی میں فتح کر لیا تھا مگر کچھ مدت کے بعد یہ جزیرہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا تھا۔ مسلمانوں کے قبضہ سے نکلنے کے بعد چونکہ سسلی رومی عیسائیوں کا بہت بڑا فوجی اڈا بن گیا تھا۔ جہاں سے برابر اسلامی سلطنتوں پر حملے ہوتے رہتے تھے۔ اس لئے خاندان اغلبیہ کے سلطان زیادۃ اللہ اغلبی نے افریقہ کی اسلامی سلطنتوں کے تحفظ کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ اس جزیرہ کو فتح کر کے اس پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا جائے تاکہ افریقہ کی اسلامی سلطنتوں کو رومی عیسائیوں کے آئے دن کے حملوں سے نجات مل جائے

یہ تاریخی مہم قاضی اسد بن فرات کے سپرد کی گئی تھی۔ قاضی اسد بن فرات اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور صاحب سیف تھے۔ یہ جب افریقہ کی بندرگاہ سوسہ سے سسلی کی تسخیر کے لئے روانہ ہوئے تو بڑے بڑے ارکان سلطنت عمائدین شہر اور ارباب علم وفضل قاضی صاحب کو الوداع کہنے کے لئے بندرگاہ پر موجود تھے۔ اور اس موقع پر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کے درمیان ایک سو جہازوں کا جنگی بیڑا قاضی اسد بن فرات کی سرکردگی میں ۲۱۲ھ ہجری میں سسلی کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ اس بیڑے میں صرف سات سو سوار اور دس ہزار پیادہ سپاہی تھے۔

مجاہدین کا یہ بیڑا تین دن کے بعد ۱۸ ربیع الاول کو سسلی کے ساحلی شہر مازر میں لنگر انداز ہو گیا۔ جہازوں کے لنگر انداز ہوتے ہی مجاہدین اسلام سسلی کی سرزمین پر اتر پڑے اور سسلی کی زمین پر قدم رکھتے ہی انھوں نے سب سے پہلے آذان دینے کے بعد نماز باجماعت ادا کی اور نماز سے فارغ ہوتے ہی رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ رومی لشکر اگرچہ سسلی میں بہت بڑی تعداد میں موجود تھا۔ لیکن وہ مسلمانوں کے اس اچانک حملہ سے گھبرا گیا۔ ادھر مسلمانوں نے پہلے ہی معرکہ میں بیشتر رومیوں کو تہہ وتیغ کر دیا۔ اور شہر مازر کے قلعہ پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا اور پھر اسلامی سلطنت کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔

شہر مازر میں اسلامی سلطنت کے قیام سے پوری رومن امپائر میں ہلچل برپا ہو گئی۔ ہر چہار طرف سے یورپ کی عیسائی فوجیں رومیوں کی مدد کے لئے اور سسلی کو بچانے کی غرض سے دوڑ پڑیں جنگی مجموعی

تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ جبکہ قاضی اسد بن فرات کے پاس صرف گیارہ ہزار سپاہی تھے۔ اب قاضی اسد بن فرات نے نئے سرے سے اسلامی فوج کی صف بندی کی۔ اور اسکے بعد سپاہیوں کے روبرو ایسی پرجوش تقریر کی کہ ہر سپاہی سرفروشی کے لئے بے چین ہوگیا اور جب جنگ چھڑی تو تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا کہ مٹھی بھر مجاہدین نے رومیوں کے لشکر عظیم کے قدم اکھاڑ دئے اور اس کے بعد تو حالت یہ ہوئی کہ مجاہدین اسلام جدھر بھی بڑھے فتح اور کامرانی نے اُن کے قدم چومے غرضکہ قاضی اسد بن فرات یکے بعد دیگرے سسلی کے علاقوں کو فتح کرتے چلے گئے۔ اور کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ فرزندان اسلام کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو آگے بڑھنے سے روک سکے۔

قاضی اسد بن فرات تقریباً ایک سال تک شہر پر شہر فتح کرتے رہے اور اس طرح سسلی کے نوزائیدہ اسلامی سلطنت کے علاقہ میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ربیع الآخر ۲۱۳ھ ہجری میں وہ سسلی میں جہاد کرتے ہوئے واصل حق ہوگئے۔ اور اسی سرزمین میں انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ قاضی اسد کے انتقال کے بعد محمد بن الجواری کو امیر منتخب کر لیا گیا۔ اور انھوں نے بھی اپنی فتوحات سے نہ صرف سسلی میں بلکہ پورے یورپ میں تہلکہ بپا کردیا۔ اور اسطرح سسلی میں مسلمانوں کا اقتدار دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ سسلی میں ایک ایسی مضبوط اسلامی سلطنت قائم ہوگئی۔ جس سے پورا یورپ گھبراتا تھا۔ اور مختصر سے عرصہ میں سسلی کی یہ اسلامی سلطنت بڑھتے بڑھتے جنوبی اٹلی تک پھیل گئی۔

مجاہدین اسلام نے سسلی میں جو نئی اسلامی سلطنت قائم کی تھی وہ صرف فوجی اعتبار ہی سے اہمیت نہیں رکھتی تھی بلکہ علوم و فنون اور صنعتوں کی ترقی میں بھی اُس نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ یعنی جس طرح اسپین نے یورپ سے جہالت دور کرنے میں نمایاں حصہ لیا تھا بالکل اُسی طرح سسلی کی اسلامی سلطنت کی بدولت بھی علوم و فنون کی روشنی یورپ میں خوب پھیلی۔ غرضکہ مسلمانوں نے تقریباً تین سو برس تک ایسی شاندار اور دبدبہ کے ساتھ سسلی پر حکومت کی ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔

لیکن دو سو سال کے بعد سسلی کی اسلامی سلطنت میں کمزوریاں پیدا ہونی شروع ہوگئیں اور اس کی ابتدا اسطرح ہوئی کہ سسلی کے مختلف صوبوں کے گورنروں نے خودغرضی کا شکار ہوکر اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ اور بعد میں اُن میں خانہ جنگی بھی شروع ہوگئی۔ رومی عیسائیوں نے مسلمانوں کی اس خانہ جنگی سے خوب فائدہ اٹھایا۔ کبھی وہ کسی ایک مسلم حکمراں کے معاون بن جاتے تھے اور کبھی کسی دوسرے کے اس طرح وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے اور کٹواتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سسلی کی مرکزی اسلامی حکومت کمزور ہوگئی اور ۴۶۴ھ ہجری میں نارمن عیسائیوں کا سسلی کے بیشتر علاقہ پر قبضہ ہوگیا یہاں تک کہ عیسائیوں نے بلرم اور دوسرے اہم شہروں اور قلعوں پر سے اسلامی پرچم اتارنے کے بعد صلیبی جھنڈا لہرا دیا اور راجرا اول کو پورے سسلی کا واحد حکمراں تسلیم کرلیا

راجرا اول بڑا ہی متعصب حکمراں تھا۔ اُس نے مسلمانان سسلی کو کچلنے کیلئے اور مٹانے کے لئے جنوبی اٹلی اور ناروے سے عیسائیوں کو لا لاکر سسلی میں آباد کرنا شروع کردیا تاکہ سسلی کے تمام علاقوں میں عیسائیوں کو اکثریت حاصل ہوجائے اور اسکے ساتھ ہی سسلی کے اس ملک میں جہاں صدیوں تک نعرۂ توحید بلند ہوتا رہا تھا۔ مذہب اسلام کی اشاعت کو قانوناً ممنوع قرار دیدیا۔ صنعت و تجارت اور معاش کے تقریباً تمام شعبوں سے مسلمانوں کو نکال کر عیسائیوں کے سپرد کر دئے۔ اور زمینداریاں جن پر صدیوں سے مسلمانوں کا قبضہ تھا اُن سے چھین کر نو آباد عیسائیوں کے سپرد کردیں۔ صرف مزدور پیشہ یا مسلمان کاشتکار باقی رہ گئے تاکہ وہ عیسائیوں کی خدمت کرتے رہیں۔ اور اس طرح ذی اثر اور معزز مسلمانوں کو شاہ راجر نے یا تو قتل کرا دیا یا جزیرہ سسلی چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ چنانچہ راجر کی زیادتیوں سے تنگ آکر بعض کمزور عقیدہ مسلمانوں نے دین عیسوی تک قبول کرلیا۔

شاہ راجرا اول کے بعد بھی جو متعدد عیسائی حکمران سسلی کے تخت پر بیٹھے وہ برابر راجر کی طرح مسلمانوں کو کچلتے رہے یہاں تک کہ ۵۴۲ھ ہجری میں ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق سسلی میں مسلمانوں کا قتل عام بھی شروع ہوگیا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہلاک کردی گئی۔ جو بچ رہے وہ جاتی رہی تھی



عہد اورنگزیب کے ہندو عہدیدار

شہنشاہ اورنگزیب کا اپنے دشمنوں سے مشفقانہ سلوک

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

ذیل کا مقالہ تاریخی اعتبار سے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے جس میں کہ نامور مورخ مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب نے تاریخ کے حوالوں سے بتایا ہے عہد اورنگزیب میں کیسی فراخ دلی کے ساتھ غیر مسلموں کو نوازا جاتا تھا یہ تاریخی مقالہ اُن متعصبوں کے لئے دندان شکن جواب ہے جنھیں عہد اورنگزیب میں برائیوں کے سوا کچھ نہیں دکھائی دیتا۔

متعصب اور تنگ نظر غیر مسلم اہل قلم نے شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کو نہایت متعصب۔ ظالم اور ہندوؤں کا بہت بڑا دشمن مشہور کر رکھا ہے عام طور سے کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے دور میں سینکڑوں مندر مسمار کردیے تھے۔ لاکھوں ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنالیا تھا۔ اور ہزاروں ہندوؤں کو محض ہندو ہونے کی وجہ سے تہ تیغ کردیا تھا اور وہ ہندوؤں کے ساتھ نہایت سختی کا برتاؤ کرتا تھا۔ انہیں اعلیٰ عہدوں سے قطعی محروم کر رکھا تھا۔ مگر یہ بے بنیاد الزامات اُس کے سر صرف اس لئے تھوپے گئے ہیں کیونکہ اس کا جھکاؤ اسلام کی جانب سابق مغل بادشاہوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ تھا۔

لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ وہ بے تعصبی اور وسیع نظری میں کسی دوسرے مغل بادشاہ سے پیچھے نہیں تھا۔ سر سی۔ پی رائے کے بیان کے مطابق "شہنشاہ اورنگزیب کے عہد حکومت میں ہندوؤں کو حکومت کے بڑے بڑے عہدے تفویض کئے جاتے تھے" اور پروفیسر آرنلڈ کے مطابق "اورنگزیب کے عہد میں ہندو کثرت سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ اور اس کے دربار میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درجوں میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا تھا"

شہنشاہ اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد کے ہندو امراکی اگر فہرست دیکھی جائے تو اورنگزیب عالمگیر کے دور حکومت میں ہندو امراکی تعداد بہت زیادہ نظر آئے گی۔ اِن امرا میں مہاراجہ سیناجی بھونسلہ کا بیٹا ساہو بھونسلہ سیواجی کا پوتا ساہو جی سیواجی کے داماد چندرجی اور تھا۔ اور چند دوسرے رشتہ دار خاص طور پر قابل ذکر ہیں

اورنگزیب کا مدار المہام بھی ایک ہندو۔ راجہ راگھوناتھ رائے تھا۔ سرجادوناتھ سرکار کے بیان کے مطابق ۱۵ جون ۱۶۵۸ء کو دیوان راگھوناتھ کو "راجہ" کا خطاب دے کر اُسے درباری امرا میں نہایت ممتاز درجہ دے دیا گیا تھا۔ اسی طرح اودی رائے پنڈت محکمہ مالیات کا افسر اعلیٰ تھا۔ ان کے علاوہ پنڈت کب رائے نامی ایک برہمن اورنگزیب کا معتمد خاص تھا جو حکومت کے کاموں میں اورنگزیب کا دست راست سمجھا جاتا تھا۔

بڑے بڑے اور ذمہ دار فوجی عہدوں پر بھی ہندو فائز تھے جن میں سے سپہ سالار جے سنگھ کا نام سر فہرست ہے۔ اورنگزیب کو اپنے ہندو سپہ سالار جے سنگھ پر اپنے بھتیجوں سے بھی زیادہ اعتماد تھا۔ چنانچہ سیواجی کے مقابلہ کے لئے اورنگزیب نے جو فوج بھیجی تھی اُس کا سپہ سالار اسی کو بنایا تھا۔ راجہ جے سنگھ نے وفات پائی تو اورنگزیب نے اُس کے بیٹے کنور رام سنگھ کو جو ان دنوں معتوب تھا۔ قصور معاف کرکے راجہ کا خطاب عطا فرمایا اور بے حد نوازش فرمائی۔ اسکے علاوہ سپہ سالار جے سنگھ

کے بیٹے مان سنگھ ۔ ہما سنگھ اور انوپ سنگھ جب باپ کی وفات کے
بعد آستانہ شاہی پر حاضر ہوئے تو تینوں کو نہ صرف خلعت
عطا ہوا بلکہ مالامال کردیا۔
کابل میں اگرچہ کلیتہً مسلمانوں کی آبادی تھی مگر وہاں اورنگزیب
نے ایک ہندو کو تقرر کیا تھا۔ اُس کا نام جسونت سنگھ تھا۔ یہ
جسونت سنگھ اورنگزیب کا وہی پرانا مخالف تھا جس نے دارا شکوہ
کی حمایت میں اورنگزیب کا مقابلہ کیا تھا۔ جو چودہ ہزار راجپوت لے
کر شاہ شجاع کے مقابلہ پر نکلا تھا۔ لیکن عین لڑائی کے دوران ۔
ساری فوج کے ساتھ شاہی خزانہ پر حملہ کرتے ہوئے اورنگزیب
کے مخالف شاہ شجاع سے جا ملا تھا۔ اور جس نے سیواجی کے مقابلہ
کے وقت اورنگزیب کے ساتھ غداری کی تھی۔ راجہ جسونت سنگھ
اگرچہ بار بار اورنگزیب سے بدعہدی اور غداری کرتا رہا تھا۔ لیکن
اورنگزیب ہر بار اسے معاف کر کے دوبارہ عہدے پر بحال کر دیتا تھا
اورنگزیب کی اس فراخ دلی اور رواداری پر کون انصاف پسند
ہوگا جو مرحبا نہ کہے۔
مہارانا اودے پور نے دوسرے راجاؤں کے ساتھ مل کر
اورنگزیب کے خلاف بغاوت کی لیکن شکست کھانے کے بعد جب
اورنگزیب سے معافی طلب کی تو اس بادشاہ نے اُسے گلے لگا لیا
اور قصور معاف کر دیا۔ اس کے بعد ۱۶۸۲ء میں مہارانا دربار شاہی
میں حاضر ہوا تو اورنگزیب نے اُسے بیش قیمت خلعت ۔ خطاب اور
پنج ہزاری منصب عطا کیا اسی طرح ۱۶۸۲ء میں اودے پور کے شہزادے
اندر سنگھ کو دو ہزاری اور بہادر سنگھ کو ہزار و پنج صدی منصب
سے نوازا۔ یہ تھا اورنگزیب کا اپنے دشمنوں اور اُن کی اولاد کے
ساتھ سلوک۔
اورنگزیب کا ایک مخالف سبحان قلعہ ستارہ کا نگہبان تھا۔ قلعہ
ستارہ کی فتح کے بعد شہزادہ محمد اعظم نے اُس کے ہاتھ اور گردن باندھ
کر اورنگزیب کی خدمت میں پیش کیا اور وہ معافی کا طلبگار ہوا تو حکم
دیا کہ اس کے بند کھول دیئے جائیں ۔ اور سبحان کو منصب پنج
ہزاری ۔ دو ہزار سوار و خلعت و شمشیر ۔ اسپ و فیل علم و طوغ اور
بیس ہزار نقد عطا فرما کر ممتاز فرمایا (مآثر عالمگیری)
۱۰۶۷ء میں اورنگزیب نے شاہزادہ معظم کو راجہ جسونت سنگھ
کے ہمراہ دکن کی صوبیداری پر مامور کیا تو سیواجی نے جسونت سنگھ
کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اپنے بیٹے سمبھاجی کو بھیجتا ہوں اس کو
فوج میں کوئی عہدہ عنایت کیا جائے۔ جسونت سنگھ کی سفارش
پر اورنگزیب نے یہ درخواست منظور کر لی اور اسے ایک بڑا فوجی
عہدہ عطا کر کے شہزادہ معظم کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور اس کے بعد
سمبھاجی کو پنج ہزاری منصب راجائی کا خطاب اور صوبہ بہار بطور
جاگیر عطا کیا گیا۔ سب ہی کو معلوم ہے کہ سمبھاجی اورنگزیب کا بہت
بڑا مخالف تھا۔ کیا کوئی متعصب حکمران اپنے دشمن کی اولاد کو اس
طرح نواز سکتا ہے یہ ظرف اللہ تعالیٰ نے اورنگزیب ہی کو عطا کیا تھا
پروفیسر ارنلڈ لکھتے ہیں کہ ”عالمگیر کو کسی شخص نے عرضی دی کہ
”دو آتش پرست پارسی محکمہ مالیات میں اہم عہدے پر فائز ہیں ۔
انہیں برخاست کر کے یہ عہدے مسلمانوں کو دئے جائیں کیونکہ
قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”اے ایمان والو!
اپنے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ“ عالمگیر نے عرضی
پر حکم لکھا کہ ”مذہب کا دنیاوی کاروبار میں دخل نہیں ہے۔ اور نہ
سرکاری معاملات میں تعصب کو جگہ دی جا سکتی ہے۔ جس قرآن کی آیت
کا عرضی نویس نے حوالہ دیا ہے اگر یہی سلطنت کا دستور العمل ہوتا تو ہمیں
چاہیئے تھا کہ ہم اس ملک کے سب راجاؤں اور اُن کی رعیت کو غارت
کر دیتے۔ شاہی نوکریاں لوگوں کو مذہب کی بنا پر نہیں بلکہ اُن کی لیاقت
کی بنا پر دی جاتی ہیں“
ڈاکٹر راجندر پرشاد اپنی کتاب ”ہندوستان کا مستقبل“
میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”زمانہ شہزادگی میں اورنگزیب نے بہت سے
قابل ہندوؤں کی سفارش شاہ جہاں اور اُس کے وزیروں سے
ملازمت کے لئے کی تھی۔ چنانچہ جب ایلچپور میں دیوانی کی جگہ خالی
ہوئی تو اورنگزیب نے ایک ہندو افسر رام کرن کی پرزور سفارش
کی لیکن کسی وجہ سے شاہجہاں نے وہ سفارش قبول نہیں کی۔ اورنگزیب
نے دوبارہ لکھا کہ اس سے بہتر آدمی نہیں مل سکتا اور اس کا تقرر
ہو گیا۔ (واقعات عالمگیری جلد اول ص۱۱۲) اور اس قسم کی بہت
سی مثالیں عالمگیری اور آداب عالمگیری میں موجود ہیں۔“
بنگال کے اہل قلم آچاریہ پرفلا چندرائے لکھتے ہیں کہ ”شہنشاہ
اورنگزیب کے عہد میں سلطنت کے بڑے بڑے عہدے اور ذمہ داریاں کے

عہدے ہندوؤں کو ملے ہوئے تھے۔ بنگال میں مرشد قلی خاں اورنگزیب کا گورنر تھا۔ چنانچہ مرشد قلی خاں کے ماتحت محکمۂ دیوانی کے تمام بڑے عہدے صرف ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھے۔ ہندوؤں کا ان پر کامل قبضہ تھا۔ بڑے بڑے فوجی عہدوں پر بھی ہندو فائز تھے۔ اگر مغل شہنشاہ کے دل و دماغ میں ہندوؤں کے خلاف نفرت ہوتی تو وہ اپنے گورنر سے ایسا کرنے پر جواب طلب کرسکتا تھا لیکن انھوں نے ایسا کبھی نہیں کیا بلکہ وہ سلطنت کے معاملات میں تعصب کو سخت ناپسند کرتا تھا۔

اورنگزیب پر مندر شکنی کا بھی الزام لگایا جاتا ہے لیکن دکن میں جہاں اورنگزیب پچیس برس تک رہا ہے۔ ہزاروں مندر تھے — الورا اور اجنتا میں ہزاروں بت رکھے ہوئے تھے اس نے کسی ایک بت کو بھی نہیں توڑا۔ یہ بت اور مندر آج تک موجود ہیں خود اورنگزیب کی قبر بھی ان ہی مندروں کے قریب ہے۔ اور اس چیز سے یہ ثابت ہے کہ اس الزام میں کوئی وزن نہیں

حقیقت یہ ہے کہ بقول نامور ہندو مورخ ڈاکٹر ایشوری پرشاد "اورنگزیب جتنا اپنی رعایا کا خیرخواہ تھا اتنا ہی اسے بدنام کیا گیا ہے" مگر تاریخ رہتی دنیا تک اس کے گن گاتی رہے گی۔ اسے کون بدل سکتا ہے۔

مسلمانوں نے سسلی پر بھی حکومت کی ہے

(باقی صفحہ ... سے)

وہ جان بچانے کے لئے جنگلوں میں جا چھپے مگر شاہ فیڈرک کی فوج نے ان کے گرد گھیرا ڈال کر بیشتر کو تو قتل کر دیا اور جو باقی رہ گئے انہیں سسلی سے جلاوطن کردیا۔ سسلی کے جلاوطن اور مصیبت کے مارے مسلمان نوسیرا میں جاکر آباد ہو گئے۔

نوسیرا اٹلی ہی کا علاقہ تھا۔ یہ مسلمانوں کی اس علاقہ میں آخری پناہ گاہ تھی۔ مگر وہاں بھی رومی عیسائیوں نے انہیں چین سے نہیں رہنے دیا۔ چنانچہ جب چارلس دوم سسلی میں تخت نشین ہوا تو اس کے حکم سے نوسیرا کے مسلمانوں کو جبریہ عیسائی بنانے کا ایک نیا سلسلہ جاری کیا گیا۔ جنھوں نے دین عیسوی قبول کرلیا انکو تو زندہ رہنے دیا گیا۔ اور جنھوں نے دین عیسوی قبول کرنے سے انکار کیا انہیں قتل کردیا گیا۔ تمام مسجدیں مسمار کردی گئیں۔ مسلمان عورتوں کی کھلے بندوں عصمت ریزی کی گئی۔ یہاں تک کہ مسلم عورتوں اور بچوں کے قتل سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ اور اس طرح مختصر سے عرصہ میں سسلی سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ مسلمان بڑی شان اور دبدبے کے ساتھ سسلی میں داخل ہوئے تھے۔ ان کی طاقت اور سطوت سے یورپ کی بڑی سے بڑی عیسائی سلطنتیں بھی خوفزدہ رہتی تھیں۔ پھر وہ زمانہ بھی آگیا جبکہ مسلمانوں کی خانہ جنگی اور آرام پسندی نے انہیں تباہ کرکے رکھ دیا۔ مسلمانان سسلی کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا گیا۔ اور انھیں چن چن کر بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا گیا۔

سسلی میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان ایک ایسی داستان ہے جس میں کہ مسلمانوں کیلئے عبرت کا بہت بڑا سامان موجود ہے۔ یاد رکھئے کہ جس قوم میں بھی افتراق پیدا ہو جاتا ہے اس کا وہی حشر ہوتا ہے جو سسلی میں مسلمانوں کا ہوا۔

مجاہدین اسلام کی سرفروشی

(باقی مضمون صفحہ ۲۲ سے)

پہلے تو حضرت خالد بن ولید شام کے محاذ پر فتح پر فتح حاصل کرتے رہے پھر اس کے بعد جب حضرت خالد بن ولید کی جگہ حضرت ابو عبیدہ نے اسلامی فوجوں کی کمان سنبھالی تو انھوں نے بھی اپنی فتوحات سے تہلکہ برپا کردیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بڑے بڑے عیسائی حکمراں ان کا نام سن کر لرزہ بر اندام ہو جاتے تھے۔ ادھر حضرت عمرو بن عاص بھی اسی زمانہ میں مصر میں پے در پے فتوحات حاصل کررہے تھے یہ واقعہ بھی تاریخ میں بے مثال ہے کہ حضرت عمرو بن عاص مٹھی بھر مجاہدین کو لے کر مصر گئے تھے۔ لیکن انھوں نے مصر کے باشندوں کو جو عیسائی حکومت سے نالاں تھے۔ لشکر اسلام میں بھرتی کرکے رومیوں کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔ عراق و ایران نیز شام و مصر کے علاوہ ایک اور لائق اسلامی سپہ سالار۔ عقبہ بن نافع نے اسی زمانہ میں افریقہ میں جو شاندار فتوحات حاصل کیں وہ بھی ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ مختصر یہ کہ ایک ہی وقت میں اور ایک ہی زمانہ میں اسلام کے متعدد سپہ سالار یکے بعد دیگرے ممالک فتح کرتے چلے گئے۔



عورت اور پردہ

کیا عورتوں کا چہرہ اور ہاتھ پردہ سے مستثنیٰ ہیں

(از محمد کرد علی شامی)

محمد کرد علی شامی شام کے ایک نامور مفکر اور اہل قلم ہیں۔ انھوں نے ذیل کے مقالہ میں "عورت اور پردہ" کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ اسلام نے پردہ کی پابندی مسلم عورتوں پر کس حد تک عائد کی ہے۔

اسلام چونکہ "دین فطرت" ہے اسلئے وہ عورتوں پر کوئی ایسی پابندی عائد ہی نہیں کرسکتا جو غیر فطری ہو اور جو عورتوں کو گھروں میں گھوٹ کر انہیں ناکارہ بنادے۔ لیکن بعض اسلام سے نابلد حلقوں کی جانب سے بار بار اسلام پر یہ الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ اسلام ایک غیر ترقی یافتہ مذہب ہے۔ جس نے کہ عورتوں کو گھروں میں مقید کرکے انہیں عضو معطل بنادیا ہے۔

اسلام عورتوں کے پردہ کا حامی ضرور ہے لیکن ساتھ ہی پردہ کی اُس شدت کو ناپسند کرتا ہے جس سے کہ عورتیں گھروں میں محبوس ہوجائیں۔ یا اس سے انکی جائز معمولاتِ زندگی میں رکاوٹیں پیدا ہوں۔ مگر ساتھ ہی اسلام اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہے کہ نامحرم سے عورتوں کا میل جول بڑھے یا وہ سربازار اپنی آرائش اور حسن کا مظاہرہ کریں۔ مگر وہ غیر ضروری پابندی کا حامی نہیں ہے۔ چنانچہ اسلام نے عورتوں کو اس بات کی پوری آزادی دی ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ اپنے جسم کو اچھی طرح ڈھک کر گھروں سے باہر نکل سکتی ہیں۔ اور اپنے ضروری کام مثلاً علاج معالجہ۔ سودا سلف کی خریداری کسی رکاوٹ کے بغیر انجام دے سکتی ہیں۔ یہاں تک کہ عورتوں کو چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی اجازت ہے"

اس بارے میں ابوداؤد کی حدیث ہے "اسما بنت ابی بکر رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آئیں تو اُن کے جسم پر باریک کپڑا تھا۔ آپ نے اُن کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ اور فرمایا۔ اے اسماء عورت جب بالغ ہوجائے تو جائز نہیں کہ اُس کا بدن دیکھا جائے سوائے اِسکے اور اِسکے (یہ کہتے ہوئے) آپ نے اشارہ اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف کیا" اور اسی طرح دوران حج میں عورتوں کو چہرے اور ہاتھوں کے کھولنے کی اجازت ہے۔ جس سے کہ یہ بات صاف طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ وہ پردہ کے نام پر عورتوں کو گھروں میں مقید کردے یا اُن کے جائز معمولات زندگی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرے بلکہ اسلام کا اصل منشا عورتوں کی اُس بے راہ روی اور بے حیائی کو روکنا ہے جو انسانی معاشرہ کے لئے زہر کا حکم رکھتی ہے۔

اسلام اسکی تو اجازت دیتا ہے کہ مسلم عورتیں ضروری کاموں کے لئے جسم کو اچھی طرح ڈھک کر اور صرف چہرہ کو کھول کر گھروں سے باہر نکل سکتی ہیں۔ لیکن اسکی اجازت نہیں دیتا کہ عورتیں کسی محرم کے بغیر طویل سفر کرسکیں چنانچہ بخاری مسلم اور ابوداؤد میں یہ حدیث درج ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اُس عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے جائز نہیں کہ ایک دن اور ایک رات کا تن تنہا سفر کرے۔ بجز اس صورت کے اُس کے ہمراہ اُس کا خاوند ہو یا کوئی ایسا رشتہ دار ہو جس کے ساتھ نکاح جائز نہ ہو مثلاً باپ، بھائی۔ بیٹا۔ چچا یا بھانجہ وغیرہ

اسلام کسی صورت میں بھی غیر مردوں سے عورتوں کا اختلاط پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ "حضرت عبداللہ ابن عمر رض سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی (غیر محرم) مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں یکجا ہوتا ہے تو وہاں تیسری ہستی شیطان کی ہوتی ہے۔" (ترمذی) اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام عورتوں اور مردوں کی آزادروی کا کس قدر مخالف ہے۔ لیکن پھر بھی اسلام نے پردہ کے سلسلہ میں عورتوں پر کوئی ایسی بے جا پابندی عائد نہیں کی جو اُن کے ضروری کاموں میں رکاوٹ پیدا کرسکے اسلئے اسلام پر یہ الزام قطعی بے بنیاد ہے کہ اسلام نے پردہ کا حکم دے کر عورتوں کو عضو معطل بنادیا ہے۔

اگر اسلام میں پردہ کے معاملہ میں عورتوں پر غیر معمولی اور غیر ضروری شدت ہوتی تو صحابیات، تابعیات اور شرفائے عرب کی عورتیں غزوات اور لڑائیوں میں کس طرح شریک ہوسکتی تھیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ لڑائیوں میں مسلمان عورتیں نرسوں کے فرائض انجام دیتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ بیماروں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ اُن کے لئے کھانا پکاتی تھیں چنانچہ دوسرے مجاہدین کی طرح ان کو بھی مال غنیمت میں حصہ ملتا تھا۔ ان میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جو لڑنے والوں کے جذبات شجاعت کو ابھارتی تھیں۔ اور ایسی بھی تھیں جو چہرہ کو کھول کر سفر کرتی تھیں مثلاً سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ۔ اگر اُس زمانہ کی عورتیں شرعی حجاب سے زیادہ پردہ کرتیں۔ چہرہ اور ہاتھ چھپاتیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رض۔ دوسری ازدواج مطہرات اور صحابیہ عورتوں سے علمی التفات ممکن ہی تھا۔

تاریخ اسلام میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ بعض مسلم عورتیں میدان جنگ میں جاتی تھیں اور فوج کے پیچھے کھڑی ہوکر رزمیہ گیتوں سے فوج کا حوصلہ بڑھاتی تھیں۔ اور جب کوئی سپاہی پیٹھ دکھاتا تھا تو اُسے غیرت دلاکر جان پر کھیل جانے کی ترغیب دیتی تھیں۔ اور اس سے یہ ثابت ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں عورتوں میں ایسا پردہ تھا جس سے شریعت کے حکم کی تعمیل بھی ہوجاتی تھی اور سوسائٹی میں بھی کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی تھی۔ اس شرعی پردہ نے عورتوں کو تحصیل علم۔ کسب معاش تجارت و سفر اور اُن کاموں سے نہیں روکا جن پر ازدواجی زندگی کی اصل خانہ داری کے انتظام کا دارومدار ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ زمانہ قدیم میں پردہ کی شکل وہ نہیں تھی جو آج دنیا کے سامنے پیش کرنے سے بھی حقیقت یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو اجنبی مردوں سے میل جول رکھنے سے روکا ہے اور غیر محرموں کے سامنے بناؤ سنگھار کی نمائش سے منع کیا ہے۔ لیکن اگر اسلام میں ایسا ہی شدید پردہ ہوتا جس کی تصویر بعض لوگ کھینچتے ہیں تو صحابیات کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک تعلیمیافتہ محدث اور واعظ خواتین کی اتنی بڑی تعداد کیونکر نظر آسکتی تھی تاریخ گواہ ہے کہ بہت سی مسلم عورتوں نے ملکی انتظامات میں مردوں کی اور بیویوں نے بڑے بڑے کاموں میں اپنے شوہروں کی مدد کی ہے۔ چنانچہ بہت سے نامور شوہروں کے کارناموں میں اُن کی ہوشمند اور تعلیم یافتہ بیویوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔

انگریز مصنف ہملٹن اسلام میں عورتوں کی حیثیت کے بارے میں اپنے ایک مقالہ میں لکھتا ہے کہ "اسلام کے احکامات عورتوں کے بارے میں نہایت مناسب اور واضح ہیں۔ اسلام نے عورتوں کو ہراس چیز سے بچانے کی کوشش کی ہے جو اُن کے لئے مضر ہے۔ اور جو ان کی آبرو پر دھبہ لگانے والی ہو۔ اور اسی لئے اسلام نے عورت کے لئے پردہ کو ضروری سمجھا ہے۔ لیکن اسلام میں پردہ کا دائرہ اتنا تنگ نہیں ہے جتنا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ عین عورتوں کی حیا، عزت اور وقار کے تقاضہ کے مطابق ہے۔"

اسلام نے دیگر مذاہب سے بالکل مختلف عورت اور مرد کے درمیان ایک حد فاصل مقرر کردی ہے۔ وہ عورتوں کے اُس بے حجابانہ میل جول کو ناپسند کرتا ہے۔ جس سے کہ ازدواجی زندگیاں تباہ ہوجاتی ہیں اور بڑے بڑے فتنے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اسی نیک مقصد کے لئے اسلام نے پردہ کا حکم دیا ہے۔ مگر وہ پردہ جو عورت کے ضروری کاموں میں رکاوٹ نہ پیدا کرے اسی لئے اسلام نے عورتوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ حسب ضرورت چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو کھلا رکھ سکتی ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی حکم ہے کہ جب وہ گھروں سے نکلیں تو اُن کا سارا جسم کسی چادر یا کپڑے سے ڈھکا ہوا ہو۔

ان حقائق کی روشنی میں کون اسلام پر یہ الزام لگا سکتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو گھروں میں مقید کرکے ناکارہ بنادیا ہے۔

وسائل ترقی و کامیابی



قسمت کو بدلا جاسکتا ہے

حوصلہ مندی انسان کو کچھ سے کچھ بنا دیتی ہے

(ہمارے اقتصادی مبصر کے قلم سے)

دین دنیا میں حوصلہ مندانہ مضامین کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے ہمیں خوشی ہے کہ دین دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں اُسے پسند کیا جارہا ہے۔ ان مضامین کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنایا جائے چنانچہ ذیل کا مضمون اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

مغرب کے ایک ماہر اقتصادیات کا مقولہ ہے کہ "تم کو اس دنیا میں زندہ رہنے کیلئے قسمت سے بھی جنگ کرنی پڑے گی۔ کیونکہ واقعات بتاتے ہیں کہ دنیا میں وہی لوگ کامیاب ہوئے ہیں جو قسمت پر شاکر ہوکر نہیں بیٹھے بلکہ جنھوں نے حوصلہ مندی کے ساتھ قسمت سے بھی جنگ کی ہے"

یہ مقولہ اُن لوگوں کے لئے تو بڑا عجیب ہے جو قسمت پر پکا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور جن کا خیال ہے کہ وہ جس حال میں بھی ہیں یہ اُن کی بدقسمتی کا نتیجہ ہے۔ لیکن جو لوگ کہ محض قسمت ہی پر اعتقاد نہیں رکھتے اُن کے لئے اس مقولہ میں بہت بڑا وزن ہے۔

حوصلہ، ہمت اور جد و جہد کتنی بڑی چیز ہے اُس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ظہیر الدین بابر جو بدحالی کے عالم میں ٹھوکریں کھاتا پھر رہا تھا۔ ہندوستان جیسے ملک کا محض حوصلہ مندی کی بنا پر حکمراں بن گیا تھا۔ یہ فرغانہ کی چھوٹی سی ریاست کا حکمراں تھا۔ اور یہ ریاست بھی اُس کے چچاؤں اور ماموؤں نے اُس سے چھین لی تھی۔ بابر کی مفلوک الحالی کا یہ عالم تھا کہ اُس کے بدن پر کپڑا اور پاؤں میں جوتا تک نہیں تھا۔ لیکن اُس نے حوصلہ سے کام لیکر اپنے گرد اپنے حامیوں کو جمع کر کے پہلے تو بلخ اور کابل کو فتح کیا اور اسکے بعد سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دے کر ہندوستان جیسے عظیم ملک کا حکمراں بن گیا۔

نپولین کی بابت سب ہی کو معلوم ہے کہ وہ ایک معمولی سپاہی کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح فرانس کی فوج میں ایک معمولی سپاہی کی زندگی گزارے گا۔ لیکن نپولین قسمت پر شاکر ہوکر نہیں بیٹھا۔ بلکہ وہ فرانس کا تخت حاصل کرنے کے لئے جد و جہد اور جوڑ توڑ میں لگا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ فرانس کا حکمراں ہی نہیں بلکہ دنیا کا بہت بڑا فاتح بن گیا۔

گاندھی جی ایک ناکام بیرسٹر تھے۔ وہ ابتدا میں بے حد شرمیلے تھے ہر کام میں ایک جھجک سی محسوس کرتے تھے۔ وہ اپنے وکالت کے پیشہ کو آگے نہ بڑھا سکے۔ اُن کی زندگی کا ابتدائی حصہ افریقہ کے ایک مسلمان تاجر کی ملازمت میں گزرا ہے اُس زمانہ میں کوئی یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ یہی ناکام بیرسٹر مشرق کا بہت بڑا مدبر ثابت ہوگا لیکن آگے چل کر جب گاندھی جی نے ذرا حوصلہ سے کام لینا شروع کیا اور گوروں کے مقابلہ میں افریقہ کی رنگدار قوموں کی حمایت شروع کی تو چند سال میں وہ افریقہ کے ایک ممتاز لیڈر بن گئے۔ اس کے بعد جب ہندوستان واپس آئے تو اُنھوں نے اپنی حوصلہ مندی اور جرأت سے پورے ملک میں تہلکہ برپا کر دیا۔ یہاں تک کہ اس حوصلہ مند انسان کے سامنے برطانیہ کی وہ طاقت بھی سرنگوں ہوگئی جسے اپنی عظمت پر بڑا غرور تھا۔

جمہوریہ مصر کے مرحوم صدر جمال الناصر بھی ابتدا میں ایک معمولی آدمی تھے۔ یہ ایک سرکاری ملازم کے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ اور فوجی کالج

میں تعلیم پائی تھی۔ اگر یہ اپنی قسمت پر قانع رہتے تو محض مصر کے ایک فوجی افسر بن سکتے تھے۔ لیکن جمال الناصر میں زمانہ طالب علمی ہی سے غیر معمولی حوصلہ تھا۔ چنانچہ اسی حوصلہ کی بنا پر پہلے وہ ایک بڑے فوجی افسر بنے اور بعد میں مصر کی صدارت کے عہدے تک جا پہنچے۔

امریکہ کے "فورڈ موٹر کار" کے کارخانہ کے مالک ہنری فورڈ ابتدا میں ایک معمولی مزدور رہے تھے۔ اگر وہ حوصلہ سے کام نہ لیتے اور مزدور کی زندگی پر قناعت کر لیتے تو عمر بھر مزدور ہی رہتے لیکن اپنی حوصلہ مندی، استقلال اور محنت کی بنا پر صنعت و تجارت میں اتنے آگے بڑھے کہ امریکہ کے رئیسوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔

انگلستان کے مشہور "کوکو" کے کارخانے کے مالک مسٹر جے الیس فرائی۔ ابتدا میں بہت ہی چھوٹے درجے کے تاجر تھے۔ لیکن ان کا حوصلہ بلند تھا اور اسی حوصلہ مندی کی بدولت وہ ایک بہت بڑے کارخانہ کے مالک بن گئے اُن کی رائے ہے کہ "اگر کوئی شخص کسی خاص پیشہ کو اختیار کرے اور پھر پورے عزم اور حوصلہ کے ساتھ جدوجہد کرتا رہے تو وہ ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا" ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ "یہ خیال درست نہیں ہے کہ انسان محض حوصلہ مندی ہی سے کامیاب ہوتا ہے۔ حوصلہ کے ساتھ ساتھ محنت اور استقلال بھی ضروری ہے"

دنیا میں اسوقت دو طبقے پائے جاتے ہیں۔ ایک طبقہ تو وہ ہے جو اپنی ہر کمزوری کا الزام قسمت کے سر تھوپ دیتا ہے۔ اور اپنی ہر ناکامی پر یہ کہہ کر بیٹھ جاتا ہے کہ "ہماری قسمت ہی خراب ہے" اس طبقہ کی ناکامی کے اسباب کا اگر جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اس نے اپنی کمزوریوں کا نام ہی قسمت رکھ چھوڑا ہے

دوسرا طبقہ وہ ہے جو قسمت کا تو منکر نہیں ہے لیکن قسمت کے ساتھ ساتھ جدوجہد اور محنت کا بھی قائل ہے۔ اسے اگر کسی کام میں ناکامی ہوتی ہے تو وہ دل برداشتہ نہیں ہوتا اور نہ اسے قسمت پر محمول کرتا ہے بلکہ یہ کہہ کر نئے سرے سے جدوجہد شروع کر دیتا ہے کہ "ضرور ہماری کارکردگی میں کوئی خامی تھی اب انشاءاللہ ضرور کامیاب ہونگے" ۔ اس طبقہ کے لوگ ناکام ہونے کے باوجود بھی جدوجہد کئے جاتے ہیں۔ اور ایک نہ ایک دن کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں چائے کی تجارت کا بادشاہ لپٹن اسی زمرہ میں شامل ہے۔ یہ مسلسل ناکامیوں کے بعد کامیاب ہوا ہے اور اس نے اپنی ناکامیوں کو کبھی قسمت پر محمول نہیں کیا یہاں تک کہ وہ چائے کا بادشاہ شمار ہونے لگا۔

ان حقائق کے اظہار کا مقصد یہ ہے کہ کامیابی کے متلاشی حضرات اپنی ہر ناکامی کو قسمت پر محمول نہ کریں بلکہ اپنی خامیوں کو تلاش کریں اُن کو چاہئے کہ سب سے پہلے تو اپنے لئے خوب سوچ سمجھ کر کوئی کاروبار یا کام تجویز کریں پھر اسے کامیاب بنانے کے لئے استقلال کے ساتھ جدوجہد میں لگے رہیں۔ یاد رکھئے کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی جو سلیقہ اور باقاعدگی کے ساتھ کیا جاتا ہے ضرور کامیاب ہوتا ہے۔ لہٰذا جو حضرات کامیابی کے خواہاں ہیں وہ صرف قسمت پر شاکر نہ رہیں بلکہ اپنی حوصلہ مندی سے شہنشاہ نپولین اور مہاتما گاندھی۔ جمال الناصر اور دنیا کے کامیاب لوگوں کی طرح خود ہی اپنی قسمت بنا لیں۔

ہنری فورڈ جو فورڈ موٹر کار کے کارخانہ کا مالک تھا اور ایک معمولی مزدور سے ترقی کرکے ایک بہت بڑی موٹر ساز فیکٹری کا مالک بن گیا تھا اپنی سوانح حیات میں لکھتا ہے کہ "انسان خود اپنی قسمت بناتا ہے۔ اگر میں نے غیر معمولی جدوجہد نہ کی ہوتی تو شاید ایک مزدور کی موت ہی مرتا"

جو لوگ کہ محض قسمت پر شاکر رہتے ہیں وہ عموماً کم حوصلہ اور کم ہمت ہوتے ہیں۔ اور اپنی بزدلی کی بنا پر اُن میں کسی حوصلہ مندانہ اقدام کی جرأت ہی نہیں پیدا ہوتی۔ لیکن جن لوگوں میں حوصلہ ہوتا ہے وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کبھی نہیں بیٹھتے بلکہ برابر جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی دن ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا کامیابی کے متلاشی ہر انسان کو قسمت سے کہیں زیادہ اپنے قوت بازو اور ہمت پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ دنیا میں ایک نہیں ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ کہ معمولی درجے کے انسان ترقی کرتے کرتے کچھ سے کچھ بن گئے ہیں۔ جب دوسرے ترقی کر سکتے ہیں تو آپ کیوں نہیں ترقی کر سکتے۔ قدرت نے آپ کے اندر جو قوت رکھی ہے اس سے کام لیجئے۔ آگے بڑھئے۔ اور قوت عمل کے ذریعہ اپنی قسمت کو بدل دیجئے۔

افسانہ



بھونرا

جذبات میں ڈوبی ہوئی معاشرتی کہانی

(عزیز مرادآبادی - محلہ قاضیان بستی کرت پور ضلع بجنور)

سلمیٰ نے رم کی بوتل کھڑکی سے باہر پھینکتے ہوئے درخواست کی "پلیز! ذرا کار کی اسپیڈ کم کیجئے" اُس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

میں نے اُس کے معصوم چہرے کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"لو اسپیڈ کم ہوگئی ــــــــ اور کوئی حکم ہے" میرے اس میٹھے طنز پر وہ ذرا جھینپی۔ اُس کا بے حد حسین چہرہ کھلتا رہ گیا۔

"حکم صادر کرنے والی بھلا میں کون ہو سکتی ہوں ؟ میں تو آپ سے التجا کر سکتی ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ جب آپ میری ہر التجا کو بہ دل و جان مان لیتے ہیں تو مجھے حکم کرنے کی کیا ضرورت؟ حکم تو وہ کرتے ہیں جنکی قدر ان کے محکوم کے دل میں نہیں ہوا کرتی۔ جو کام محبت اور نرمی سے نکل سکتا ہے وہ قہر و غضب، رعب داب اور دھونس سے ہرگز نہیں ــــــــ" سلمیٰ نے فلسفیانہ انداز میں بتایا۔

"اوہو! تم تو ماشاءاللہ خاصے سلیقے کے ساتھ فلسفہ بگھار لیتی ہو! اور محبت کے فلسفے پر تو اس قدر عبور ہے تمہیں کہ اگر آج فرہاد اور قیس زندہ ہوتے تو دونوں میں خوب جنگیں چلتیں اور بالآخر ایک مارا جاتا ....!" میں نے ابھی بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ سلمیٰ جھٹ بول پڑی: "لیکن کیوں ــــــــ جنگیں کیوں ہوتیں؟"

"اسلئے کہ وہ دونوں ہی تم پہ ٹوٹ کر تم سے محبت کرنے لگتے دونوں ایک دوسرے کے رقیب ہو جاتے اور رقابت کے چکر میں ایک مارا جاتا اور دوسرا تمہیں اپنا لیتا ــــــــ!" میں نے اسٹیئرنگ پر اپنا چہرہ جھکا کر ہنستے ہوئے بتایا تو سلمیٰ پھر شرم سے سرخ ہوگئی

"آپ تو مجھے ہر وقت لجانے میں ہی اپنی شان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دستورِ محبت کی رو سے آپ کو ابھی اس قسم کی باتیں کرنے کا حق نہیں پہنچتا؟" اُس نے کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے وزنی بات کہی تو میں ایک دم چونک اٹھا اور گاڑی سخت دھچکے کے ساتھ جام ہوگئی۔ سلمیٰ کا سر کھڑکی کے شیشے سے ٹکراتے ٹکراتے بال بال بچا۔ وہ مجھے خوفزدہ نظروں سے دیکھے جا رہی تھی، جیسے میں نے جان بوجھ کر اس کا سر پھوڑنے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہو!

"میرا سر پھوٹ جاتا تو ــــــــ!؟" اسکی خوبصورت شربتی آنکھوں سے غصہ جھانک رہا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین معلوم ہونے لگی۔

"ارے بابا! سر ہی تو پھوٹ جاتا تمہارا، لیکن ادھر میرے دل میں جو بال آگیا ہے اُس کا ذمہ دار کون ہوگا؟" اس پر وہ چونکی اور غصے کو پی گئی۔

"لیکن کیوں آگیا ہے بال آپکے دل میں؟"

"بہت خوب! دل شکن ہی پوچھ رہا ہے وجہ دلشکنی! کیا بھولاپن ہے محترمہ تمہارا! اگر سچ پوچھو تو تمہاری اس بات نے شیشۂ دل کے ٹکڑے ہی کر ڈالے ہیں!"

"واہ، کیا ٹوٹ پھوٹ ہے! آواز نہ جھنکار!!" سلمیٰ نے طنز کا تیر میرے شکستہ دل میں پیوست کیا تو میری زبان پر فوراً یہ شعر آگیا ؎

شیشہ ٹوٹے غل مچ جائے ۔ دل ٹوٹے آواز نہ آئے

"میرے پیارے شاعرِ اعظم! گاڑی اب آگے بھی بڑھے گی یا نہیں؟"

"کیوں نہیں!" میں نے گاڑی بڑھاتے ہوئے مزید کہا "آج تو خوب دل کھول کر باتیں ہوں گی، کیونکہ کالج بند ہو چکا ہوگا۔"

"آج چھٹی تو ہے نہیں، پھر کالج کیوں بند ہو چکا ہوگا؟!" سلمیٰ نے حیرت زدہ ہو کر مجھے تکا۔

"کالج کے باہر کھڑے ہوئے رکشہ پولروں میں سے ایک نے مجھے بتایا تھا کہ پرنسپل صاحب کے لڑکے کو بجلی نے پکڑ لیا تھا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس لئے کالج کا چپراسی ابھی ابھی بتا کر گیا ہے کہ کالج بند ہونے والا ہے"

"اوہ، سوری، ویری سوری! اِٹ از ویری سیڈ نیوز! پرنسپل صاحب کے لڑکے کا انتقال! خوبصورت نوجوان تھا بے چارہ! لیکن اسے الیکٹرک شاک کیونکر لگا؟" سلمیٰ کے چہرے پر اداسی کے بادل یوں چھا گئے تھے جیسے اس کا اپنا کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو گیا ہو! — بہت دیر تک وہ افسوسناک خبر پر اداس رہی! اسکے چہرے پر پھیلے ہوئے دکھ کے تاثرات سے اس کے دل میں دکھ کے سمندر میں تلاطم کو بہ آسانی سمجھا جا سکتا تھا۔ کئی آنسو اس کی آنکھوں کی تہ بیل سے ابل کر اسکے جلتے ہوئے رخساروں پر لکیریں بناتے ہوئے مجھے ایسے لگے جیسے کسی نے گرم سونے کی پلیٹوں پر بوندیں ٹپکا دی ہوں لیکن یہ موقع مذاق کرنے کا ہرگز نہ تھا۔ لہٰذا ہم بھی اس کے دکھ میں برابر کا شریک ہو گیا — حالانکہ مجھے بھی اس سانحہ پر رنج کا اظہار کرنا چاہئے تھا، مگر صنف نازک خواہ مخواہ بھی دکھ مول لے لینے کی فطرتاً عادی ہوتی ہیں — کئی منٹ کی گہری خاموشی کے بعد سلمیٰ نے اپنے آنسو خشک کیے اور بجھی بجھی سی آنکھوں سے مجھے تکا

"چلئے، لوٹ چلئے! کالج چلتے ہیں۔ اب تفریح کا موڈ نہیں رہا" اس کا لہجہ اسقدر درد آمیز تھا کہ میرا دل تڑپ اٹھا اور میں اُسے خوش دیکھنے کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار تھا مگر معاملہ ہی کچھ ایسا تھا کہ میں ہر قربانی پیش کرنے کی خواہش کے باوجود بھی فی الفور اُسے خوش نہیں کر سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے اگر برا نہ مانو تو لوٹنے سے پہلے مجھے تم وہ بات تو بتا دو جس کا اشتیاق مجھے یہاں تک کھینچ لایا ہے۔" میرے لہجے میں نرمی [illegible] سنجیدگی تھی۔

"جی ہاں! وہ بات بتا تو دوں، لیکن آپ کے معیار پر پوری نہ اتری تو!؟ بات بھی کھوئی التجا کرکے، والا معاملہ ہو جائے گا!"

اُس کی اُداسی مزید گہری ہو گئی۔

"ایسا مت سوچو، سلمیٰ! میں تمہارے لئے اپنے دل میں کیسے جذبات رکھتا ہوں، الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا البتہ اتنا بے جھجک کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے پسینے کی جگہ اپنا خون بوقت ضرورت بے دریغ پیش کر دوں گا" میرے دل کی گہرائی سے حقیقت میں ڈوبی ہوئی بات نکلی۔

"بہت بہت شکریہ، اس پیشکش کے لئے۔ لیکن اسکا ثبوت کیا ہے کہ جو کچھ میں کہوں گی آپ اسے مان بھی لیں گے؟"

"ثبوت — ثبوت تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ہاں، اگر بطور ثبوت تم اس بات کو تسلیم کرو کہ میں چلتی کار سے نیچے کود پڑوں، تو میں فوراً کود جاؤں گا۔ بولو حکم دو؟ ثبوت پیش کرنے کے لئے حاضر ہوں۔ تم نے شراب چھوڑنے کو کہا ہم نے چھوڑنے کا وچن دے دیا۔ تائب ہو گیا اس سے بڑا ثبوت کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟ شراب چھوڑنا آسان کام نہیں ہے، جسے میں آسان کرکے دکھانے کا تہیہ کر چکا ہوں۔ صرف تمہاری خواہش پر، تمہاری ضد پر، تمہاری خوشی کے لئے۔ تاہم مزید ثبوت درکار ہو تو کود پڑوں نیچے —؟" میں نے کھڑکی سے باہر گردن نکالتے ہوئے پوچھا۔

"خدا کے لئے آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ آپ کے بغیر میں ثبوت کا کیا کروں گی؟ میری زندگی ہی آپ کی زندگی سے وابستہ ہے — اچھا چلئے! مجھے یقین ہے کہ آپ مان لیں گے —!!" یہ کہتے ہوئے سلمیٰ نے مجھے وہ بات بتا دی جس کے لئے میں بے قرار تھا، سننے کے لئے بضد تھا۔ یعنی میرے وہ رازہائے سربستہ جن کی بابت میرا خیال تھا سلمیٰ ان سے ناواقف ہے۔ اور جن کا انکشاف سلمیٰ کو مجھ سے بدظن کر سکتا تھا۔ سلمیٰ کی باتیں سن کر مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ میں ندامت، حیرت اور ذہنی کشمکش کے احساس سے [illegible] بھر کے لئے کانپ اٹھا تھا۔ [illegible] جی چاہ رہا تھا کہ گاڑی سے کود کر جان دے دوں۔ [illegible] احساس کا محرک، لیکن میں ایسا نہ کر سکا تھا۔ [illegible] منٹ تک میں سلمیٰ سے آنکھ ملانے کے قابل نہیں رہا تھا — [illegible] احساس کے علاوہ ایک تیز و تند جھونکا نکلا اور [illegible]

بگولے سطح ذہن پر چکر کاٹنے لگے تھے ــــــ

یادوں کے بگولوں سے یکے بعد دیگرے تین چہرے اُبھرے جو موجودہ احساس کو دبا کر اپنے احساس دلانے لگے۔ تین چہرے ریحانہ، شیریں اور جمال کے۔

ریحانہ بے حد خوبصورت اور مقناطیسی لڑکی تھی۔ کالج لائف میں میرے ذرا سے اشارے سے وہ میری طرف کھنچ آئی تھی — پھر ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف اتنے کھنچے، اتنے قریب آ گئے تھے کہ کسی شرم و حیا کا باریک سایہ وہ بھی ہم دونوں کے بیچ نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن ہماری اس تیز رفتاری قربت کا علم ہم دونوں کے علاوہ کسی اور کو نہیں تھا۔ میں نے ریحانہ اور ریحانہ کی ہر خواہش پر اپنی بڑی سے بڑی خواہش کو قربان کرنے میں بھی پس و پیش سے کام نہیں لیا تھا ــــ مگر محبت کی خوشبو کو چھپائے رکھنا ہمیشہ کے لئے تو ناممکن ہو جاتا ہے ــــ اسی دوران کالج کی ایک لڑکی کریم شیریں نے مجھ میں دلچسپی لینی شروع کی تو ریحانہ مجھے مرجھائے ہوئے پھول کی طرح لگنے لگی ــــ ایسا پھول جو اپنی خوشبو اور تازگی کھو دیتا ہے اور کوئی اُس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا ــــ رفتہ رفتہ میری نظر بھی ریحانہ کے مقابلے شیریں پر زیادہ اٹھنے لگی تھی ــــ مختصر یہ کہ شیریں نے میری زندگی میں مٹھاس گھول دی اور ریحانہ ہمیشہ کے لئے میرے تئیں تلخ و ترش گولی بن گئی۔ پھر وہ مجھے بے وفا یا ہرجائی سمجھ کر مجھ سے کنارہ کش ہو گئی تھی۔ اور اس طرح گہری شناسائی شیریں کے منحی کرم سے ناآشنائی میں تبدیل ہو گئی تھی ــــ شیریں کا جسم دودھ اور میدہ میں گندھ کر بنا ہوا تھا ایسے لوچ دار جسم کی چاہت میں کون خود کو قربان کرنے سے دریغ کر سکتا ہے؟ اس کی آنکھوں میں عجیب سی زندگی بخش چمک تھی۔ جی چاہتا تھا کہ زندگی بھر اسکی آنکھوں میں ڈوب کر ابھرنے سے بے نیاز ہو جاؤں۔ لہٰذا میں نہ ابھرنے کا ارادہ کر کے اس کی ہر خواہش پر اپنا سب کچھ لٹاتا رہا تھا ــــ اسے صرف دو شوق تھے سیر و تفریح اور اچھا کھانا پہننا ــــ میں نے اسے اپنی فیئٹ میں دور دراز علاقوں کی سیر کرائی تھی۔ مرغن کھانوں سے تر کیا تھا۔ بیش قیمت ملبوسات دئے تھے اسے تحفے میں میری اس فیاضی پر اُس نے بھی خود کو میرے سپرد کر دیا تھا۔ رات کی تنہائیوں میں وہ مجھ سے یکساں طور پر ملا کرتی تھی — میری خلوت کو جلوت کا حُسن بخشتی تھی وہ! اسے کسی کی پھبتی یا آوازہ کسنے کی بھی کوئی چنتا نہ تھی۔ وہ کہتی تھی! ”کتے بھونکتے رہتے ہیں اور کارواں گزر جاتا ہے!“ لیکن ایک دن کارواں ایسا گزرا کہ میں اپنی جان سے گزرتے گزرتے رہ گیا تھا ــــ ہوا یہ تھا کہ ایک سہانی شب کو میں خلاف توقع کئی دن بعد دہلی سے واپس آ کر ایک ریسٹورانٹ میں داخل ہوا تو میں نے شیریں کو ایک ہپی لڑکے کی باہوں میں جھومتے ہوئے دیکھا۔ اس حادثے سے میں بیتاب ہو کر تڑپ اٹھا تھا۔ اور ادھ مرا ہو گیا تھا۔ الٹے پاؤں ریسٹورانٹ سے واپس آ گیا تھا۔ شیریں نے مجھے روکنے کے لئے آوازیں بھی دی تھیں، مگر نیام میں دلجو تلواروں کا سامنا ناممکن تھا۔ میری بے رخی پر شیریں نے نہ مجھے منایا نہ ہی اپنے بے قصور ہونے کی صفائی پیش کی، بلکہ ایسی ہو گئی تھی جیسے اس سے میرا کبھی کوئی تعلق ہی نہ رہا ہو ــــ! اس حادثے کا میرے ذہن پر بہت دنوں تک اثر رہا تھا پھر اچانک ہی ایک اور حسین و جمیل لچکدار لڑکی جمال میرے ماندہ احساسات پر خنکی بن کر چھا گئی۔ اور احساسات پھر بیدار ہو گئے محبت کرنے کی حس میں گرماہٹ پیدا ہوئی۔ اور میں جمال کو دل دے بیٹھا۔ پھر سے سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔ زندگی کی شبستان میں ہر چیز ٹھیک اپنی جگہ پر نظر آنے لگی تھی۔ جمال کے حسن کی مقناطیسیت اور سانسوں کی بھینی بھینی خوشبو نے مجھے ایسا مست و مدہوش کیا کہ ریحانہ اور شیریں کا خیال مجھے کبھی دلچسپی کیساتھ نہیں آیا تھا۔ پھر ایک ایسے بھونرے کے لئے ان پھولوں میں رہ بھی کیا جاتا ہے جن کا وہ پہلے ہی رس چوس چکا ہو!؟ ــــ جمال کا ظاہر جتنا خوبصورت لگتا تھا۔ باطن اس سے بھی کہیں زیادہ حسین تھا — میں نے حسب عادت جمال کے باطن کی خوبصورتی کی کوئی پرواہ نہ کی اور اُس کے ظاہری حسن پر فریفتہ رہا۔ اس نے خود بھی اپنے آپ کو اتنا ڈھیلا چھوڑ دیا تھا کہ وہ جذبات کی آندھی میں آدھ پکے آم کی طرح میری جھولی میں آن گرتی، پھر بہت جلدی آم کی طرح پک کر رسیلی ہو گئی تھی ــــ لیکن ذہانت اور معاملہ فہمی کے معاملے میں وہ ریحانہ اور شیریں سے بہت آگے تھی ــــ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ کالج کی رومان پرور فضاؤں میں زیادہ تر لڑکیاں، تعلیم حاصل کرنے کے بہانے جنسی آسودگی کے لئے داخل ہوتی ہیں۔ کیونکہ کسی غلط

کام کو سلیقے اور ڈھنگ سے کیا جائے تو انگشت نمائی کی گنجائش بہت کم رہ جاتی ہے۔

اچانک ایک دن اطلاع ملی تھی کہ جمال نے اپنا نام کالج سے خارج کرا لیا ہے کیونکہ اس کی شادی ہونے والی ہے اس روح فرسا اطلاع پر میری روح بے چین نہیں ہوئی، بلکہ میں نے اگلے ہی پل ایک سکون سا اور ایک لطف سا محسوس کیا ——— جمال میں اب رہ بھی کیا گیا تھا؟ جو میں اس کی بے وفائی یا فریب دہی پر شکوہ کرتا۔ اور نہ بھی، اور بھی وہ اپنی ذہانت کے کرشمے پر مغرور ہو گئی کہ اس نے مجھے الو بنا کر اپنا الو سیدھا کر لیا، اور میں خوش تھا کہ بھونرے کا چھوٹا سا ہوا پھول خود ہی اس سے پیچھا چھڑا گیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد ہی سلمیٰ نے کالج میں داخلہ لیا، لڑکی کیا تھی؟ سلمیٰ ستاروں سے مزین حور! بے حد حسین و جمیل لڑکی اور حسن پر ریجھنا تو میری پرانی عادت تھی ہی! خوبصورتی کی مالکہ کو حاصل کر لینے کا فن بھی مجھے خوب آ گیا تھا۔ سلمیٰ کو تو یوں بھی اپنی اپنی جانب متوجہ کر لینا کوئی مشکل نہ تھا۔ اس سے بچپن سے دید شنید تھی۔ کیونکہ وہ میری رشتہ دار بھی تھی اسلئے میری کوشش کے بغیر ہی چند روز میں وہ میری طرف کھینچ آئی تھی ——— وہ ریحانہ، شبنم اور جمال تینوں ہی سے زیادہ ذہین ہوشیار اور حسین لڑکی تھی جسے میں ہر قیمت پر چاہتا تھا! اُدھر چاہت جاگی اور اِدھر سلمیٰ بھی شبنم، ریحانہ اور جمال کی طرح میرے قریب ہوتی گئی تھی، لیکن اس نے میری ہر ممکن کوشش کے باوجود بھی سابقہ تینوں لڑکیوں کی طرح خود کو میرے سپرد نہیں کیا تھا۔ اگر وہ ضلا سفر نہ ہوتی تو شاید میں بہت پہلے ہی اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو چکا ہوتا ——— اور عاشق مزاج نوجوان کے لئے یہ نہایت بڑا چیلنج ہوتا ہے۔ میں یہ چیلنج چپ چاپ قبول کر چکا تھا۔!!

”آپ کہاں کھو گئے گاڑی ذرا دھیرے چلائیے، کہیں ٹکرا نہ جائے ——— !!“ سلمیٰ نے میرے شانے کو اپنی ملائم انگلیوں سے چھو کر مجھے بیدار کیا۔

”کہیں بھی نہیں ——— ذرا سوچ رہا تھا کہ تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟ جبکہ آٹھ دن تو تمہیں کالج میں آئے ہوئے ہوئے ہیں؟“ میں نے حال میں پھنسے پنچھی کی طرح بغیر پھڑپھڑائے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

”اسے آپ جانے دیجئے کہ مجھے آپ کے کرتوتوں کا کیسے پتہ چل گیا؟ بس یوں سمجھ لیجئے کہ بدی سنو کوس اور نیکی نو کوس، آپ وہم میں مت پڑیئے میں آپ کے اس کردار سے متنفر نہیں ہوں۔ سب کچھ جاننے پر بھی میں نے آپ سے محبت کی ہے ——— خیر، اس مباحثہ میں مت پڑیئے! اب آپ یہ بتائیے کہ میری بات، میرا مشورہ آپ کے لئے قابل قبول ہے یا نہیں؟“ سلمیٰ نے اداسی کے باوجود ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا

”مجھے ڈر ہے کہ شادی سے پہلے کہیں تم میرے کردار پر از سر نو غور کر کے مجھے ٹھکرا نہ دو!“ میں نے نگاہ نیچی کئے ہوئے جواب دیا۔

آپ قطعی مت ڈریئے ——— ! آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب مجھے آپ کی ان مذموم اور اخلاق سوز حرکات کا علم ہوا تو میں بیقرار ہو گئی تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ اپنے با عزت خاندان کا پر وجاہت نوجوان کسی دن بھی سارے خاندان کی عزت آبرو، اس کے وقار کو خاک میں ملا دے گا۔ اور اجداد کی کمائی ہوئی دولت کو رنگین تتلیوں کی نذر کر دیگا! تبھی میں نے ہمت کی، تہیہ کیا کہ میں اپنا سب کچھ کھو کر بھی راہ راست پر لاؤں گی، تاکہ خاندانی کشتی بھنور میں نہ پھنس سکے۔ میری اس فعال کوشش کا علم میرے اور آپکے والدین کو بھی ہے میں اُنھیں کے مشورے اور اجازت سے آپ کے قریب آئی ہوں نہیں تو مجھے سلسلۂ تعلیم ختم کر دینے کے بعد پھر یوں اچانک اس جھنجھٹ میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اس طرح بے غیرتی کا مظاہرہ کرنا بھی میرے بس کی بات ہرگز نہ تھی۔“ سلمیٰ نے میرے پر تشویش چہرے کے مدّ و جزر کو دلچسپی کے ساتھ دیکھا اور مزید بولی! ”اگر آپ کو یہ رشتہ منظور ہو تو ہاں کہئے ورنہ ——— !!“ میں نے اسے مزید کچھ کہنے سے باز رکھنے کے لئے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

”مجھے تمہاری رائے سے سو فیصدی اتفاق ہے۔ واقعی میں اندھیروں میں بھٹک گیا تھا۔ مجھے روشنی بخشنے والا آج تک کوئی ملا ہی نہ تھا۔ ضمیر سے اُبلنے والی روشنیوں کو میں نے ہمیشہ ہوس کے سایوں سے ڈھک لیا تھا۔ میں بہت شرمندہ ہوں سلمیٰ! تمہاری محبت واقعی ایک ایسا روشنی کا مینار ہے، جس نے مجھے راہ راست دکھائی ہے ——— اچھا، اب کالج چلتے ہیں“ یہ کہہ کر میں نے گاڑی بیک کی اور لمحہ بھر کے لئے سلمیٰ نے اپنا سر میرے کاندھے پر رکھ کر فوراً اٹھا لیا ——— غالباً اسے اپنی پاکیزگی کے احساس سے شرم آنے لگی تھی۔



عورتوں کیلئے

کیا انکی محبت ختم ہو گئی
ایک شادی شدہ لڑکی کی شوہر سے بدگمانی

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن نے ذیل کے مضمون میں شادی شدہ لڑکیوں کی ازدواجی زندگی کی الجھنوں کو بڑی خوبی سے سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ مفید بھی ثابت ہوگا۔

ایک شادی شدہ لڑکی نے اپنے خط میں شوہر کی بے اعتنائی کی شکایت کرتے ہوئے مجھے لکھا ہے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سال ڈیڑھ سال ہی میں ان کا دل مجھ سے بھر چکا ہے اور ان کی بڑھتی ہوئی بے اعتنائی سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب انہیں میری ذات سے دلچسپی باقی نہیں رہی ہے

کتابوں اور اخباروں میں گھسے رہتے ہیں میری ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ میری شادی کو ڈیڑھ سال ہوا ہے۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں اتنا تغیر! مجھے یہ بھی شبہ ہے کہ کسی چالاک عورت نے انہیں پھانس لیا ہو۔ مگر پھر میں یہ بھی سوچتی ہوں کہ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ میں نے آج تک ان میں بدچلنی کی کوئی بات نہیں دیکھی میری عقل کام نہیں کرتی کہ آخر کیا معاملہ ہے۔ خدا کے لئے میری اس الجھن کو دور کرنے کی کوشش کیجئے میں بڑی احسان مند ہونگی"

یہ ہے اس لڑکی کے طول طویل خط کی عبارت کا ایک حصہ پورا خط پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑکی کو یہ شبہ بھی ہے کہ اس کے شوہر کو کسی دوسری عورت نے دام محبت میں تو نہیں پھانس لیا۔

اس مضمون کو پڑھنے والی بہنیں دل ہی دل میں سوچ رہی ہونگی کہ کیا تعجب ہے کہ اس بیچاری لڑکی کا شوہر کسی طرف چل گیا ہو کیونکہ مردوں کا بھروسہ ہی کیا وہ تو عورتوں کو بس ایک کھلونا سمجھتے ہیں جب تک جی چاہا اس سے کھیلتے رہے اور جب جی بھر گیا تو اسے توڑ پھینکا مگر میں ان بہنوں سے کہوں گی کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لیں۔ پہلے بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ پھر کوئی رائے قائم کریں۔ یہ آگے چل کر خط میں لکھتی ہے۔

"میں بڑی الجھن میں مبتلا ہوں کہ آخر کیا بات ہے وہ مجھ سے کھنچے کھنچے کیوں رہتے ہیں۔ یا تو شادی کے شروع دنوں میں اور اس کے بعد بھی ان کی یہ حالت تھی کہ میرے بغیر بےچین رہتے تھے۔ یا اب کیفیت یہ ہے کہ

خط کی عبارت کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکی شوہر کی بے اعتنائی کی وجہ سے طرح طرح کے شکوک میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اور وہ نہیں جو اس لڑکی کے خط کی ابتدائی سطور پڑھنے کے بعد شوہر کے چال چلن کے بارے میں شبہ کر رہی ہونگی انہیں اس لڑکی کے خط کی اوپر کی عبارت ہی سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اس کا شوہر بدچلن نہیں ہے بلکہ کوئی ایسی بات ہے جس کو اب تک یہ لڑکی خود بھی نہیں سمجھ سکی ہے۔ اور وہ خواہ مخواہ کی الجھن میں مبتلا ہو گئی ہے

اس لڑکی کا خط میرے لئے کوئی نئی بات نہیں کیونکہ اکثر نئی شادی شدہ لڑکیاں اس قسم کے خطوط مجھے بھیجتی رہتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مردوں کی جانب سے شادی کے ابتدائی دنوں میں جس گرمجوشی کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ گرمجوشی ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتی۔ وہ وقت گزرنے کے ساتھ کم ہوتی جاتی ہے۔ مگر اس گرمجوشی کے کم

ہونے کے بعد اکثر و بیشتر نئی شادی شدہ لڑکیاں اس مغالطہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں کہ اُن کے شوہر کو اُن کے ساتھ پہلی سی دلچسپی باقی نہیں رہی۔

واقعہ یہ ہے کہ جب شادی کو کچھ زمانہ گزر جاتا ہے تو پھر مرد ویسی دلچسپی ظاہر نہیں کرتے جیسی دلچسپی کا اظہار وہ شروع دنوں میں کرتے رہے ہیں اور اس عدم دلچسپی کی وجہ سے لڑکیاں اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتی ہیں کہ اب ان کے شوہر کو اُن سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی حالانکہ ان کا خیال بڑی حد تک غلط ہوتا ہے۔ نئی شادی شدہ لڑکیوں کو سوچ سمجھ کر اپنے شوہروں کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنی چاہیئے۔ نئی شادی شدہ لڑکیوں کو شائد یہ بات معلوم نہیں کہ میاں بیوی کی حقیقی اور پرسکون آزدواجی زندگی جوانی کے جوش کے کم ہونے کے بعد ہی شروع ہوتی ہے۔

میں اس خط لکھنے والی لڑکی اور دوسری شادی شدہ لڑکیوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ مرد شادی کے شروع دنوں میں جیسی گرمجوشی کا اظہار کیا کرتے ہیں وہ عارضی اور وقتی ہوا کرتی ہے۔ جو سال دو سال کے بعد قدرتی طور پر کم ہو جاتی ہے لہٰذا اس گرمجوشی میں کمی ہونے کی بنا پر لڑکیوں کو اپنے شوہر کی جانب سے ہرگز بدگمان نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ طوفان تو کچھ دنوں ہی کے لئے ہے اور عموماً وقت گزرنے کے بعد گھٹتا ہی رہتا ہے۔

میرے نزدیک تو میاں بیوی کی حقیقی اور پرخلوص زندگی ابتدائی زمانہ کے جوش کے کم ہونے کے بعد ہی شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ جوش جوں جوں کم ہوتا جاتا ہے۔ میاں بیوی میں خلوص۔ ہمدردی اور فرض شناسی بڑھتی جاتی ہے اور میاں بیوی دو سچے ساتھیوں اور ہمدردوں کی طرح ایک ایسی زندگی میں داخل ہو جاتے ہیں جس میں کہ نفسانیت تو کم ہوتی ہے اور خلوص و محبت زیادہ۔ اور پھر اس کے بعد جانبین ایک دوسرے کے لئے جتنی بھی قربانیاں دیتے ہیں ان کی محبت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ شادی کے بعد کی زندگی عشق بازی کی رنگین زندگی نہیں ہے بلکہ ازدواجی زندگی کی بنیاد ہی حقائق پر رکھی ہوئی ہوتی ہیں

افسانہ



دبی ہوئی چنگاری

ایک شکستہ دل لڑکی کی دردناک کہانی

(از محترمہ واجدہ تبسم)

اگر میرے دل کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوتیں تو میں سمجھ جاتا کہ روشنی کو مجھ سے کتنی محبت ہے۔ مگر میں روشنی کو سمجھ ہی نہ سکا

ابھی سردیاں تیز بھی نہ ہوئی تھیں کہ صبح ہی صبح روشنی سورج کی زرد کرن کی طرح میرے کمرہ میں چلی آئی اور ایک بنڈل کھولتے ہوئے بولی "دیکھئے میں نے آپ کے لئے سوئٹر بنا ہے" یہ سوئٹر زرد رنگ کا تھا۔

"دھت ہے روشنی بی" میں نے اُس کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا "جب دیکھو تم نٹنگ کرتی رہتی ہو۔ میری بات مانو تو سوئٹروں کی دکان کھولو۔ خوب چلے گی"

اُس نے سوچا ہوگا کہ میں لپک کر اُس کا تحفہ لے لوں گا اور اُس تحفۂ محبّت کو سینے سے لگالوں گا۔ لیکن یہ سب کچھ بالکل نہ ہوا میرے یہ کہنے پر اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ الدم وہ غیر متعلق سے موضوع پر اتر آئی ——

"کیوں فرحت بھائی! ڈاکٹر لوگ، دُنیا میں ہر بیماری کا علاج کرتے ہیں؟

"میں ہنس کر بولا" کیوں نہیں تمہیں کونسا روگ ہے؟"

"اگر غم کسی بیماری کا نام ہے تو مجھے غمگین رہنے، دُکھی رہنے کی بیماری ہے۔ آپ کے پاس اس کا علاج ہو تو مجھے تندرست کر دیجئے"

میں نے مذاق کیا "نیند سارے غموں اور سارے دکھوں کو بھلا دیتی ہے۔ میں تمہیں خواب آور گولیاں دوں گا۔ اُنھیں کھا کر تم سو جاؤ گی" "اور سارے دکھ بھول جاؤ گی"

"ہاں میں سوجانا چاہتی ہوں تاکہ سارا دکھ بھول جاؤں"

پھر اُس نے اپنا چہرہ اٹھا کر عجیب سے التجا آمیز لہجے میں مجھ سے پوچھا "آپ مجھے سلا دیں گے نا؟ سچ میں سوجانا چاہتی ہوں"

میں نے سگریٹ سلگانے کے لئے لائٹر ڈھونڈنا چاہا۔ تو اُس نے لپک کر میرے ہاتھوں میں لائٹر تھما دیا۔ لائٹر کے ساتھ اسکی دہکتی ہوئی انگلیاں بھی میرے ہاتھوں میں آگئیں۔ اُس لمحے میں ایک ڈاکٹر بن کر بولا۔

"تمہارا ہاتھ گرم کیوں ہے روشنی بخار تو نہیں؟"

"بخار ——" وہ چونک کر بولی —— بخار تو بالکل نہیں ہے میرا دل جلتا رہتا ہے فرحت بھائی! اُسی کی تپش میری روح [illegible] بس گئی ہے"

"ہاں روشنی! تم نے بہت کم خوشیاں دیکھی ہیں۔ تمہیں اپنی امّی کی یاد بھی تو آتی ہوگی"

میری اس بات کے جواب میں جن نگاہوں سے اُس نے مجھے دیکھا تھا وہ مجھے آج تک یاد ہیں۔ لیکن اُس وقت میں کچھ نہ سمجھا تھا۔ اور سگریٹ پینے لگا تھا۔

اَلدم وہ چونکی۔ اُس نے نیچے گرے ہوئے سوئٹر کی طرف دیکھا اور ذرا سا مُسکرا کر بولی "آپ کو پسند نہیں آیا۔ لیکر چلی جاؤں"

"میں نے بے پروائی سے کہا" ارے آپ رہنے بھی دو روشنی! دی ہوئی چیز واپس نہیں لیا کرتے!"

اُس نے اپنے پتلے پتلے ہاتھوں سے سوئٹر تہہ کیا۔ اور میرے سوٹ کیس میں ٹھونستے ہوئے بولی "ہو سکتا ہے کبھی اسے دیکھ کر آپ کو میری یاد آجائے"

وہ دبے پاؤں یوں کمرے سے نکل گئی۔ جیسے ہوا کا جھونکا۔

غیر محسوس طور پر نکل جاتا ہے۔

چند ہی روز کے بعد رابی کے ساتھ میری شادی ہو گئی۔

اور اُس رات جب آسمان پر پورا چاند تھا ــــ مسہری پر رابی جھکی ہوئی بیٹھی تھی۔ پھولوں سے کمرہ مہک رہا تھا۔ میرے سر اور گلے میں پھول ہی پھول تھے۔ زندگی میں، دل میں، آنکھوں میں، یہاں، وہاں، اِدھر اُدھر ہر طرف خوشبو ہی خوشبو، بہار ہی بہار اجالے ہی اجالے تھے۔ جنوبی دریچہ کھول دینے سے میرے بستر پر چاند کی کرنیں ترچھی ہو کر پڑا کرتی تھیں۔

میں نے آگے بڑھ کر دریچہ کھول دیا۔ آسمان پر ایک چاند تھا اور زمین پر بھی ــــ وہاں روشنی کھڑی تھی جو بالکل چاند کی طرح زرد تھی۔

کھڑکی کھلنے کی آواز پر اُس نے سر اٹھایا اور چونک پڑی ــ مجھے دیکھتے ہی وہ پیلی ہو گئی۔ اور نیچے کھڑے کھڑے سر اُٹھا کر مجھے دیکھا، جیسے چکور چاند کو دیکھتا ہے اور بوکھلائے لہجے میں جلدی [illegible]۔

"فرحت بھائی! آج اکیلے میں میں بھول بھلیاں کھیلیں۔ چکر پھیریاں کہ اگر میں نے قدم روک کر جو آنکھیں اٹھائیں تو سامنے ــــ"

اُس کی آواز حسب عادت پھر گھٹ گئی۔ وہ پھر نہ بول سکی۔ اُس کا جھکا ہوا سر ہلکے ہلکے کانپ رہا تھا۔ بہت دیر بعد بڑی مشکل سے وہ سر اٹھا کر بولی۔

"اگر میں واقعی چاند تھی تو میرا آسمان تو آپ ہی تھے۔ میں نے اپنی ساری روشنی آپ کو دے دی ہے ــــ ہاں ــــ" یہ بات اُس نے اس لیے کہی کیونکہ میں اُسے زرد چاند کہا کرتا تھا۔

"ہاں روشنی مجھے معلوم ہے تم مجھ سے بہت پیار کرتی ہو تم بھی مجھے بہت پیاری لگتی ہو۔ بہت پیاری گڑیا ہو نا؟"

یکدم وہ چیخی ــــ "میں پیاری نہیں ہوں۔ بے حد بری ہوں اگر پیاری ہوتی تو ــــ"

اُس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر تیزی سے اپنے ہونٹ دانتوں سے دبا لیے۔ اور آنکھوں میں چمک لا کر بولی۔

"جائیے فرحت بھائی! آج آپ کی شادی کی رات ہے!"

میں نے حیرت سے اسے دیکھ کر کہا ــــ "شدید غم اور ماں کی محبت سے محرومی نے بے چاری کو کس قدر مظلوم بنا دیا ہے ــــ!"

زندگی وہی تھی تو ہی زندہ دلی - وہی سرگرمیاں - خوشیوں سے بھرپور ہنگامے -

پکنک، آوٹنگ، سنیما، شاپنگ کے پروگرام اب زیادہ بنتے اور زیادہ چہل پہل رہتی - روشنی کبھی کبھار ہی ہماری محفلوں میں نظر آتی تو لیکن یہ بات تو اب یاد آتی ہے اتنی مدت گزر جانے پر) ــــ خالہ جان کے ساتھ مل کر چپ چاپ گھر کا کام کرنا پھر ابی کی تیمارداری - ان سب کاموں سے فرصت مل گئی تو وہی آدن کے بچے زرد ہی الجھا دے -

رابی اکثر پوچھتی "یہ سب تو اس قدر ہنگامے کرتے ہیں - روشنی یوں ہی چپ چاپ کیوں رہتی ہے ؟"

میں ہنس کر کہتا "اسے تو بوڑھی بننے کا ارمان ہے - خواہ مخواہ خود کو گھرداری میں الجھائے رہتی ہے !"

پھر تین ماہ بعد میرا لندن جانا طے ہو گیا - وہاں سے مجھے ایف آر - سی - ایس کی ڈگری لیکر لوٹنا تھا - رابی بھلا میرے بغیر کیسے رہ سکتی تھی - جب ہم جانے کی تیاری کر رہے تھے سوٹ کیسوں میں کپڑے اور دوسرا الم غلم سامان بھر رہے تھے کہ الماری کے ایک خانے سے وہی زرد سوئٹر نکل آیا - رابی نے سوئٹر کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور بولی -

"کس نے بنایا ہے بہت خوبصورت ننٹنگ ہے - لیکن جانے کیوں مجھے زرد رنگ اچھا نہیں لگتا - اسے دیکھ کر بس خزاں یاد آتی ہے - جس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں"

میں کوٹ تہہ کرتے کرتے بولا "روشنی نے بنایا تھا - زرد رنگ تو مجھے بھی پسند نہیں - مگر رکھے لیتا ہوں - لندن کی سردی تو مشہور ہے شاید وہاں کام آجائے" میں نے سوئٹر تہہ کر کے سب سے نیچے رکھ دیا۔

جب ہم کار میں بیٹھنے جا رہے تھے تو سارا گھر پورچ میں آکھڑا ہوا سب کی آنکھیں میرا دل تو ڈر رہی تھیں - پائیدان پہ پاؤں رکھتے ہی جھکتے میں نے امی کی کمزور سی آواز سنی -

"وہ سیدھے ہاتھ سو پلٹ کر دیکھو بیٹے - اللہ تمہیں خیریت سے واپس لائے"

میں نے پلٹ کر دیکھا تو میری نگاہیں روشنی پر جا کر رک گئیں - وہ اتنی زرد ہو رہی تھی جیسے گیندے کا پھول ! جو خزاں کی طرح زرد ہوتا ہے - میں نے فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ کر غم کو چھپانے کے لئے ذرا سا مسکرا کر کہا -

"روشنی ! اور تو سب نے فرمائشیں کی ہیں - لیکن تم نے بتایا نہیں کہ تمہارے لئے لندن سے کیا بھیجوں ؟"

اس کے چہرے پر بہت ہلکی سی مسکراہٹ آئی اور وہ رک رک کے لہجے میں کچھ بولنے لگی -

"مجھے کچھ نہیں چاہئے - میں نے تو حیدرابیار سا ر آپ کو بخش دیا ہے" -

اور اس نے کچھ نہ کہا اور کار پیاٹک سے باہر نکل گئی -

لندن میں رابی کے ایک بیٹا ہوا - پھر ایک پیاری سی بیٹی - سب نے مبارک بادی کے تار اور خط بھیجے ٹرنک کال کئے لیکن دونوں بار روشنی کی طرف سے کوئی پیام نہ ملا - ویسے مجھے امید تھی کہ جب ہم لوگ واپس انڈیا جائینگے تو سب سے پہلے بڑھ کر میرے بچوں کو روشنی ہی گود میں لیگی - بچوں کی نوک جھونک ای تھی ہی -

بہت دنوں بعد جب میں نے وطن کی، اپنے گھر کی سرزمین پہ قدم رکھا تو گھر میں ہر چیز کا مجھے شدت سے احساس ہوا وہ یہ تھی کہ سارے ماحول پہ زردی سی چھائی ہے - اسی باری سب سے مل کر جب میں نے پوچھا

"روشنی کہاں ہے ؟"

تو سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے

پھر کچھ دیر بعد امی بولیں

"روشنی تو مر گئی !"

"روشنی مر گئی !" میرا دل دہل سا گیا ــــ لیکن کسی نے بھی تو ہمیں اطلاع نہیں دی"

امی نے کہا "اتنی دور رہنے والوں کو ایسے غم کی خبریں سنا کر پریشان نہیں کیا کرتے"

سوٹ کیس کی تہہ میں پیلا زرد سوئٹر اچھل کر ادھر آگیا تھا دل

بنگیا اور جیسے سرگوشی میں بولا۔

"ہو سکتا ہے کبھی اسے دیکھ کر آپ کو میری یاد آجائے!"

"مرتے وقت وہ آپ کو بہت یاد کرتی تھی!"

"مجھے ——؟"

منو نے میرے حیرت زدہ چہرے کو گہری اور رحم بھری آنکھوں سے دیکھا اور چپ ہو گئی۔

پھر اُس رات باغ کے کونے میں بیٹھے بیٹھے منو نے اتنی ساری باتیں مجھے بتائیں کہ میں حیران رہ گیا۔

"وہ روشنی آپ سے محبت کرتی تھی!"

"محبت ——؟" میں حیرت سے چیخا —— "محبت؟ —— مجھ سے؟"

"ہاں! جنون کی حد تک۔ لیکن آپ نے کبھی اُسے سمجھنے کی کوشش بھی کی۔ مرنے سے پہلے وہ بالکل زرد ہو گئی تھی۔ ایک دن یونہی مجھ سے کہنے لگی۔

"منو! فرحت بھائی نے مجھ سے کہا تھا، چاند کا مقصد دوسروں کو روشنی دینا ہوتا ہے۔ اور وہ مجھے چاند کہتے تھے۔ میں نے اپنی ساری روشنی اُن ہی کو دیدی۔ وہ تو مجھے نہیں چاہتے تھے نا۔ جانتے بھی نہیں تھے کہ کوئی دل ہی دل میں انہیں اتنا پیار کرتا ہے۔ اگر میں ان کی زندگی میں زبردستی داخل ہو بھی جاتی تو کیا ملتا؟ میں نے سوچا، اس سے اچھا تو یہی ہے کہ اپنی زندگی کا اُجالا بھی اُنہیں کو دیدوں۔"

میں پتھر بن گیا اور منو کہہ رہی تھی۔

"اس نے مجھے بہت دکھ سے بتایا تھا —— وہ اتنے امیر ہیں کہ میں اُن کے دل میں جگہ پا بھی کیسے سکتی ہوں۔ میں تو اُن کی مری ہوئی پھوپھی کی غریب سی لاوارث لڑکی تھی۔ ممانی کا ہی احسان کیا کم ہے کہ انھوں نے اتنی محبت سے پال لیا۔ وہ مجھے کیسے اپنا سکتے تھے۔ کوئی جوڑ تھوڑا تو لگتا میں نے کئی بار اشاروں ہی اشاروں میں اپنے دل کی بات کہہ سنائی مگر وہ سمجھتے ہی نہ تھے۔ اُن کے لیے میں ایک دکھ بھری روح تھی۔ جسے اپنی ماں کا غم کھائے جاتا تھا۔ انھیں کیا پتہ تھا میری روح کن تیروں سے چھدی ہوئی تھی ——؟"

میں نے گھبرا کر منو کو دیکھا۔

"آپ کو یاد ہوگا فرحت بھائی! ایک دن ہم سب بھول بھلیاں کھیل رہے تھے۔ روشنی نے پہلے تو اپنی آنکھوں کے سامنے آپ کے کمرے کو پایا دوسری بار گھومی تو پچھواڑے کی طرف اُس کا منہ تھا۔ جہاں قبرستان پڑتا تھا۔ وہ ہنس کر بولی تھی۔ ہاں یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہی میری منزل ہو"

اُس کی قبر پر ہمیشہ اُداس پیلے رنگ کے پھول بکھرے رہتے ہیں
اس نے مرتے مرتے کہا تھا۔
"مجھے زرد رنگ بہت پسند ہے!"

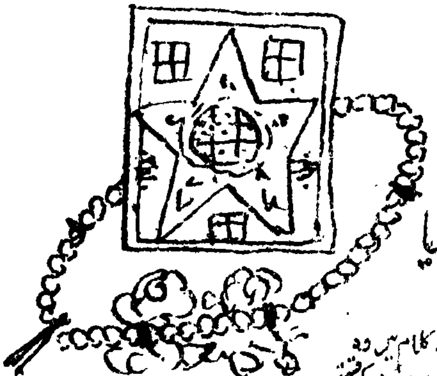
سلطان عماد الدین زنگی

(باقی مضمون ص ۲۶ سے)

فلسطین میں عیسائیوں کا بہت بڑا فوجی اڈہ تھا۔ اس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ قیصر کے لشکر کو جب معلوم ہوا تو اُس نے مسلمانوں سے انتقام لینے کی غرض سے بزاعہ اور کفرتاب پر قبضہ کر کے اُس کی پوری مسلم آبادی کو قتل کر دیا اور عورتوں کو گرفتار کر لیا اور اسکے بعد شیزر کے علاقہ کا محاصرہ کر لیا۔ شیزر کے حکمراں علی بن منقذ نے عیسائیوں کے اس یلغار سے پریشان ہو کر سلطان عماد الدین زنگی کی امداد طلب کی تو وہ فوراً آ ہی خود شیزر کے مسلمانوں کی اعانت کے لیے پہنچ گیا۔ اور حماۃ میں صف بندی شروع کر دی۔ قیصر کو جب معلوم ہوا کہ خود عماد الدین زنگی عیسائیوں کے مقابلہ پر آ گیا ہے تو وہ بھی مایوس ہو گیا ادھر قیصر کا بھیجا ہوا لشکر سلطان زنگی کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکا اور وہ اپنے تمام قلعہ شکن آلات اور اسلحہ چھوڑ کر میدان سے فرار ہو گیا۔

دمشق کے نام نہاد مسلم حکمراں چونکہ عیسائیوں کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے اس لیے اُن کی تادیب کے لئے سلطان عماد الدین کی توجہ مبذول ہوئی اُن کی جانب متوجہ ہوا اور دمشق پر حملہ کر کے نام نہاد مسلم حکمرانوں کو بھی زیر کر لیا۔ غرضکہ یہ مرد مجاہد جب تک زندہ رہا اسلام کے لئے برابر قربانیاں دیتا رہا۔ یہاں تک کہ عماد الدین زنگی نے مختصر سے عرصہ میں شام کے تقریباً پورے علاقہ کو مشرکوں سے پاک اور صاف کر دیا۔

مفلسی، مصیبت، بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنہوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جو اعمال و وظائف بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے کلام ہیں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھتے ہیں کہ اگر ان کو صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے بدنصیبی خوش قسمتی میں بدل جاتی ہے، بیمار اور مفلس سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے، بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں۔ اور اعمال کے پڑھنے والے حضرت مالامال ہو جاتے ہیں اگر محبوب ملاقی ہو جاتے ہیں۔ لیکن اعمال و وظائف [illegible] طاقت اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے۔ اور نقوش [illegible] بزرگانِ دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند [illegible] کتاب [illegible] جس کو ایک زبردست عالم دین نے برسوں کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

(مرتبہ مولانا سید [illegible] احمد شاہجہانپوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں [illegible] معلومات ہے جو اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں۔ اور اعمال [illegible] پر مکمل بحث ہے بے شمار [illegible] درج ہیں۔ لاالفداء و عداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق، تسخیر محبوب اور مجبور کر [illegible] کا میاب مقدمات اور مختلف امراض کیلئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول:- [illegible] معلومات [illegible] سیاروں کی رفتار اور متعلقات درج ہیں۔

باب دوم:- [illegible] حروف کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی بزرگان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم:- اعمال [illegible] کے لئے اسم یا درود کا عمل، عمل اسم الہٰی، سورۂ [illegible]، قرآنی اعمال درج ہیں۔

باب چہارم:- [illegible] اور [illegible] سے بچنے کے لئے اور اس پر [illegible] کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم:- کشائش رزق [illegible] مفلسی اور [illegible] خوشحال بننے کے لئے تیر بہدف اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم:- تسخیر [illegible] کے لئے [illegible] مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم:- تسخیر حکام [illegible] کے لئے [illegible] اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم:- [illegible] کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم:- [illegible] یقینی طور پر واپس آجاتا ہے۔

باب دہم:- مختلف امراض کیلئے [illegible] العلاج [illegible] اعمال و نقوش درج ہیں جنہیں [illegible] جواب دے چکے ہوں۔

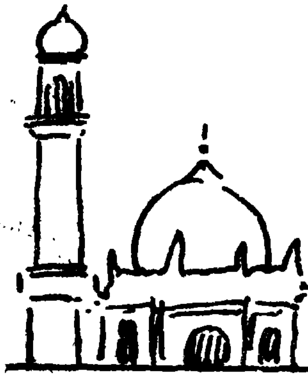
باب یازدہم:- اولاد کے لئے [illegible] اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

باب دوازدہم:- حل مشکلات [illegible] مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم:- [illegible] فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش [illegible] اردو کی پہلی کتاب ہے جس [illegible] مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے سینکڑوں نہایت [illegible] درج ہیں۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور [illegible] روپے۔

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶



دنیائے اسلام پر ایک نظر

اسرائیل کی ایک اور قزاقی

افغانستان کے صدر کا مستقبل تاریک حسنی مبارک بدستور اسرائیل کے حامی

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

اسرائیل کی ایک اور قزاقی

"اسرائیل" ڈاکوؤں اور قزاقوں کی ایک ٹولی کا مسکن ہے۔ یہ کوئی ملک نہیں بلکہ ڈاکوؤں کا ایک ایسا اڈا ہے جو امریکہ اور دوسری بڑی طاقتوں نے عربوں کو دھمکانے اور عرب علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے قائم کیا ہے چنانچہ اس غاصب ملک کا تازہ ترین کارنامہ یہ ہے کہ اس نے گولان کی پہاڑیوں پر جو دراصل شام کا علاقہ ہے مستقل قبضہ کا اعلان کر دیا ہے۔ یعنی گولان کی پہاڑیوں کو اسرائیل ہی کا علاقہ قرار دیدیا ہے۔ ان پہاڑیوں پر اسرائیل نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں قبضہ کیا تھا یہ یاد رہے کہ بالکل اسی طرح اسرائیل بیت المقدس پر بھی قابض ہو چکا ہے۔

بے ایمانی اور ہٹ دھرمی کی انتہا ہے کہ صرف تین گھنٹوں کی اسرائیلی پارلیمنٹ میں معمولی سی کارروائی کے بعد شام کے اس علاقہ کو اسرائیل کے باپ دادا کی جاگیر قرار دیدیا گیا ہے۔ گویا جسکی لاٹھی اسکی بھینس کے جابرانہ اصول پر عمل کیا گیا ہے اور اب کوئی ملک بھی طاقت کے بل پر دوسرے ملک پر غاصبانہ قبضہ جما سکتا ہے۔ اسرائیل کی یہ پہلی غاصبانہ حرکت نہیں ہے۔ بلکہ وہ بالکل اسی طرح اس سے پہلے بیت المقدس کو بھی ہڑپ چکا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ امریکہ کی پشت پناہی نے اسرائیل کو بے قابو کر دیا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ اور اس کا حوصلہ بڑھانے میں بہت بڑا ہاتھ مصر کے سابق صدر انور سادات کا بھی ہے۔ اگر آج انور سادات زندہ ہوتے تو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ کیمپ ڈیوڈ کے معاہدہ کے ذریعہ اسرائیل سے روابط پیدا کر کے انھوں نے پوری دنیائے عرب کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ انھوں نے ہی سب سے زیادہ اسرائیل کے بازو مضبوط کئے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ایک ایک کر کے عربوں کے سب ہی غصب شدہ علاقوں کو اسرائیل کا حصہ بناتا چلا جا رہا ہے۔

اسرائیل کی اس جارحانہ اقدام پر پوری دنیا میں ہلچل برپا ہو گئی ہے سلامتی کونسل نے مذمت کا ریزولیوشن پاس کر دیا ہے روس برطانیہ یہانتک کہ اسرائیل کا پشت پناہ امریکہ بھی اس غاصبانہ اقدام پر مذمت کے لئے مجبور ہو گیا ہے۔ ادھر چین اور پاکستان، سعودی عرب متحدہ عرب امارات کویت، الجزائر اور لبنان نے بھی سخت مذمت کی ہے۔ مگر ایک ایسے قزاق اور ڈاکو کی صرف مذمت کافی نہیں ہے۔ بلکہ ضرورت ہے کہ دنیا کے سب ہی انصاف پسند ملک اسرائیل سے اقتصادی اور سیاسی تعلقات توڑ لیں اور اس کا دماغ درست کر دیں۔

افغانستان کٹھ پتلی صدر کا مستقبل تاریک

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روس کے اشارہ پر ناچنے والے افغانستان کے موجودہ صدر مسٹر ببرک کارمل کا مستقبل بھی نہایت ہی تاریک ہے کیونکہ ببرک کارمل اس وقت تک افغانی عوام کو سوویٹ روس کا ہمنوا بنانے میں قطعی ناکام رہے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ تین سال کے اندر ہزاروں روسی افغانی مذہب پسندوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں۔ جس سے کہ روسی زعمائیں دن بدن ببرک کارمل کی جانب سے مایوسی بڑھتی جا رہی ہے اور وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کسطرح افغانی عوام کو قبضہ میں لایا جائے۔

۲۲ر دسمبر کی اطلاع ہے کہ حال ہی میں کابل میں افغان کابینہ کا جو خصوصی اجلاس ہوا تھا۔ اُسکی صدارت کارمل کی بجائے وزیر اعظم سلطان علی کشتمند نے کی تھی یہ یاد رہے کہ مسٹر کشتمند ماسکو میں طویل قیام کے بعد اسی ماہ سوویٹ زعما سے تازہ ہدایات حاصل کر کے واپس آئے تھے جبکہ بارک کارمل افغانستان سے باہر غیر ملکی دورے پر ہیں۔ اور ان کے اس دورے کو سیاسی دورا قرار دیا جا رہا ہے۔ مبصرین کا خیال ہے کہ افغانستان کے کٹھ پتلی صدر بارک کارمل کی معزولی اب قریب ہے۔ چنانچہ مغربی ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں ان سے بھی یہ بات واضح ہوتی چلی جا رہی ہے کہ بارک کارمل کو عنقریب معزول کیا جانے والا ہے

اصل بات یہ ہے کہ سوویٹ روس بارک کارمل سے بدظن ہو چکا ہے اور وہ اس فکر میں ہے کہ اب کسی ایسے شخص کو افغانستان کا اقتدار سپرد کیا جائے جو افغانی عوام کو روس کا ہمنوا بنا سکے۔ حالانکہ یہ بات کسی کے بس کی بھی نہیں ہے کہ وہ بے دین روسیوں کا افغانستان کے مذہب پسندوں کو ہم نوا بنا سکے۔ روس صرف طاقت کے بل پر افغانستان پر اپنا قبضہ قائم رکھ سکتا ہے جہاں تک افغانستان کے مذہب پسندوں کا تعلق ہے وہ کبھی بھی روس جیسے مذہب دشمن ملک کے ہم نوا نہیں بن سکتے اب دیکھنا ہے کہ روس اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہو سکتا ہے۔

حسنی مبارک بدستور اسرائیل کے حامی

بیت المقدس کے بعد اسرائیل کا گولان کی پہاڑیوں پر غاصبانہ قبضہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے کہ مصر کے نئے صدر حسنی مبارک کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ اور انہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر آج اسرائیل گولان کی پہاڑیوں پر قبضہ کر سکتا ہے تو وہ مصر کے علاقہ سینائی کی واپسی سے بھی انکار کر سکتا ہے جو کیمپ ڈیوڈ کے معاہدہ کے باوجود آج تک اسرائیل کے قبضہ میں ہے۔ لیکن یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی وہ فرما رہے ہیں کہ "اسرائیل کے اس اقدام سے مصر اور اسرائیل کے تعلقات پر کوئی برا اثر نہیں پڑیگا"

جب مصر کے نئے صدر حسنی مبارک سے اخباری نمائندوں نے سوال کیا کہ "اگر شام اور اسرائیل میں جنگ چھڑ گئی تو مصر کس کا ساتھ دے گا تو انھوں نے جواب دیا کہ "یہ انکا اپنا کام ہے اگر ان میں جنگ ہوتی ہے تو مصر غیر جانب دار رہے گا" یعنی اگر اسرائیل کے ہاتھوں عرب ممالک تباہ ہوتے ہیں تو حسنی مبارک بیٹھے ہوئے عربوں کی تباہی کا تماشہ دیکھتے رہیں گے۔

کاش حسنی مبارک یہ سوچ سکتے کہ اس جنگ کے اثرات مصر پر کیا پڑیں گے۔ حسنی مبارک کو معلوم ہونا چاہیئے کہ شام یا کسی عرب ملک سے اگر اسرائیل کی جنگ ہوگی تو مصری عوام اسے کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکیں گے۔ اور ان کی فطری خواہش یہ ہوگی کہ مصر بھی عرب دشمنوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے اور اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو شاید حسنی مبارک کی حکومت دو دن بھی قائم نہیں رہ سکے گی۔

اسرائیل نے گولان کی پہاڑیوں کے اعلان کے بعد جبکہ خود ہی کیمپ ڈیوڈ کے معاہدہ کی دھجیاں اڑا دی ہیں تو مصر کے صدر کے لئے یہ بہترین موقعہ تھا کہ وہ دشمن کے کیمپ سے نکل کر دوستوں کے کیمپ میں واپس آجاتے لیکن وہ بدستور اسرائیل کے ہمنوا بنے ہوئے ہیں۔ جسکا خمیازہ انشاء اللہ انہیں جلد ہی برداشت کرنا ہوگا۔

ایران اور بحرین میں جنگ کا امکان

ایران اور عراق کی جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی ہے کہ اب ایران نے خلیجی ریاست بحرین کے خلاف ایسی تخریبی حرکتیں شروع کردی ہیں جنکی بنا پر کسی وقت بھی ایران اور بحرین میں جنگ چھڑ سکتی ہے چنانچہ ان دنوں ایران اور بحرین کے تعلقات نہایت کشیدہ ہیں۔

بحرین کے روزنامہ اخبار الخلیج نے اطلاع دی ہے کہ حکومت بحرین نے اپنے سفیر متعینہ ایران کو واپس بلا لیا ہے۔ اور الزام لگایا ہے کہ ایرانی حکومت بحرین کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت ایران کے بعض (تشدد پسندوں) کو بحرین میں داخل کرکے وہاں کے سربراہوں کے قتل کی سازش کی تھی۔ یہ تشدد پسند گرفتار کر لئے گئے۔

روزنامہ الخلیج کا بیان ہے کہ پانچ بندوق برداروں کا ایک گروہ جس نے کہ اعلان کیا ہے کہ ہم اسلامی محاذ برائے آزادی کے حامی ہیں تہران میں واقع بحرین کے سفارت خانہ میں گھس گئے اور انھوں نے مطالبہ کیا کہ جن ساٹھ آدمیوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ انہیں فوراً رہا کردیا جائے۔ بحرین کے افسروں کا کہنا ہے کہ جن لوگوں کو بحرین کی حکومت نے گرفتار کیا ہے ان کا اس گروہ سے تعلق ہے جنھوں نے منامہ اور بحرین کے دوسرے حصوں میں بحرین کے سربراہوں اور سینئر افسروں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن عین وقت پر اس سازش کا انکشاف ہوگیا اور بحرین کی پولیس نے بحرین میں آنے والے سازشیوں کو گرفتار کرلیا ہے

ایران کی اس تشدد پسندانہ روش پر سعودی حکومت بھی برہم ہے چنانچہ وزیر داخلہ سعودی عرب شہزادہ نائف نے اعلان کیا ہے کہ سعودی حکومت بحرین کی مکمل فوجی حمایت کرے گی اور ایران کی طرف سے وہاں دہشت پسندی درآمد کرنے کی کوششوں میں حکومت بحرین کا پورا پورا ساتھ دے گی ان ایرانی ملاؤں کی حالت عجیب ہے کہ ایک عراق کی جنگ ہی میں یہ قدم قدم پر شکست کھا رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی دوسرے عرب ممالک سے الجھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ پاگل پن نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

آیت اللہ خمینی کے خلاف بغاوت

ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر نے مغربی جرمنی کے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں جلد ہی وطن واپس پہنچنے والا ہوں۔ اور بہت ممکن ہے کہ میں سرکاری حیثیت سے اپنے وطن میں داخل ہوں چونکہ اب ایران میں آیت اللہ خمینی کے خلاف بغاوت بہت جلد رونما ہونے والی ہے۔

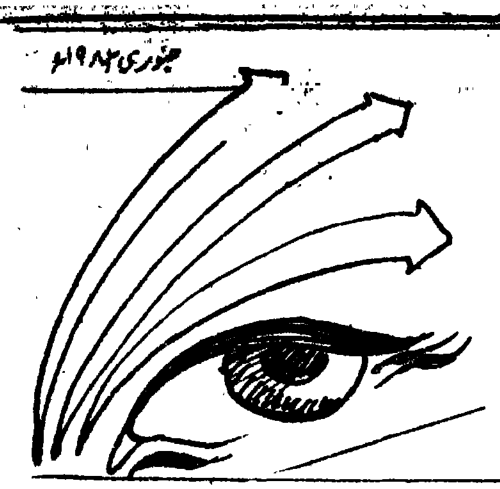
ادھر لندن کی ایک اطلاع سے بھی پتہ چلا ہے کہ ایران میں عنقریب ملک گیر پیمانہ پر اینٹی خمینی بغاوت شروع ہونے والی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ علامہ خمینی کے مخالفین نے آٹھ ہزار کے قریب فوج تیار کرلی ہے جو کسی وقت بھی خمینی حکومت پر ضرب لگا سکتی ہے اور یہ فوج ترک ایران سرحد پر تیار کھڑی ہے۔

ادھر شاہ ایران کی خفیہ سروس کے ایجنٹ امیر طاہری نے ایران میں خمینی عہد سے قبل کی ایرانی فوج کے افسران اور عملہ پر مشتمل ایک فوج تیار کرلی ہے جو ایرانی سرحد پر ۱۲ دستوں پر مشتمل آٹھ دیہاتوں میں خیمہ زن ہے۔ طاہری نے یہ فوج ترک حکام کی سرپرستی میں قائم کی ہے طاہری نے ٹائمز لندن کو جو رپورٹ بھیجی ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایران میں کسی وقت بھی نہایت وسیع پیمانہ پر بغاوت کھڑی ہو سکتی ہے اور زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ ایران کے شمال مغربی صوبہ آذر بائیجان سے حملہ کیا جائے گا اور اس حملہ کے لئے پانچ لاکھ مسلح قبائل بالکل تیار کھڑے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ایران اور بیرون ایران علامہ خمینی کے خلاف سخت نفرت پھیلی ہوئی ہے۔ اور کسی وقت بھی ایران میں کوئی نیا انقلاب رونما ہو سکتا ہے کیونکہ ایرانی عوام ملاؤں کی خونریزی اور دشمنی سے تنگ آچکے ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ یہ انقلاب کب رونما ہوتا ہے۔ اور اسلام کو بدنام کرنے والے ملاؤں سے ایران کو کب نجات حاصل ہوتی ہے۔

دین دنیا اگر آپ کو نہ ملے

تو یہ سمجھ لیجئے کہ یہ ڈاکخانہ کی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ دین دنیا تمام خریداروں کو پوری پابندی سے ارسال کیا جاتا ہے۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

ہوائی جہاز میں شب عروسی

دنیا میں کیسے کیسے من چلے موجود ہیں اُس کا اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ کے ایک کروڑپتی نے اپنی شادی کے سلسلہ میں یہ جدت پیدا کی ہے کہ وہ شادی کے فوراً بعد ایک چارٹرڈ ہوائی جہاز کے ذریعہ کسی نامعلوم مقام پر روانہ ہو گیا۔ تاکہ ہوائی جہاز میں شب عروسی منائے۔

اس من چلے امریکن کروڑپتی کا نام ہے "جیمس مارس" اسکی عمر اس وقت ۴۵ سال ہے اس نے حال ہی میں ایک بائیس سالہ نہایت حسین لڑکی سے شادی کی ہے۔ یہ شادی فیلی ڈلفیا میں ہوئی ہے اس شادی کے موقع پر تقریباً دو ہزار مہمانوں کو دعوت دی گئی تھی شادی کے فوراً بعد ہی یہ شادی شدہ جوڑا ایک چارٹرڈ ہوائی کے ذریعہ روانہ ہو گیا تھا تاکہ یہ دونوں دولہا دلہن شادی کی پہلی رات ہوائی جہاز میں گزاریں۔ امریکی اخبارات [illegible] شادی کا بہت چرچہ ہے۔

ایک ہفتہ تک رات دن تقریر کرتا رہا

آجکل دنیا میں نئے نئے ریکارڈ قائم کرنے کا جنون ہو گیا ہے۔ چنانچہ کوئی مونچھیں بڑھانے کا ریکارڈ قائم کر رہا ہے تو کسی نے ناخن بڑھانے کا ریکارڈ قائم کر کے رکھ دیا ہے کسی نے مسلسل سائیکل چلانے کا ریکارڈ قائم کیا ہے تو کسی نے بوسہ بازی کا ریکارڈ قائم کر کے رکھ دیا ہے۔ غرضکہ ان دنوں ہر چیز کا ریکارڈ قائم کیا جا رہا ہے

لیکن سری لنکا کے ایک سترہ سالہ بودھ کالجیٹ نوجوان مسٹر کپل کمار نے لگاتار ۱۷۰ گھنٹے یعنی ایک ہفتہ اور دو گھنٹے مسلسل تقریر کرنے کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اسکی پوری تقریر بودھ دھرم کے موضوع پر تھی یہ مسلسل ۱۷۰ گھنٹہ تک بودھ دھرم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا رہا ہے۔

اس بودھ نوجوان کی تقریر کے تسلسل کو جانچنے کے لئے بارہ جج مقرر کئے گئے تھے۔ جو باری باری سے بیٹھ کر اسکی تقریر کو سنتے رہے لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس طویل تقریر کے دوران اُسے کھانے پینے اور حوائج ضروریہ کے لئے جو وقت دیا گیا۔ ہے وہ ان ۱۷۰ گھنٹوں میں شامل ہے یا اسکے علاوہ ہے

پہلی طوائف ایسوسی ایشن

آپ کو یہ معلوم کر کے حیران نہیں ہونا چاہئے کہ اب دوسری انجمنوں اور ایسوسیئشنوں کی طرح انجمن میں ایک طوائف ایسوسی ایشن بھی قائم ہو گئی ہے۔ ایک مشہور طوائف شکنتلا بائی اس کی پریزیڈنٹ چنی گئی ہے۔ طوائفوں کے ایک بہت بڑے اجتماع میں انکا انتخاب عمل میں آیا ہے۔ اسی طرح سیکرٹریوں اور ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی باقاعدہ منتخب ہوئے ہیں۔ جو سب کی سب طوائفیں ہیں۔

اس ایسوسی ایشن کے مقاصد میں سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ طوائفوں کے بطن سے جو اولاد پیدا ہو، خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا اُسے اعلیٰ تعلیم دلائی جائے تاکہ وہ سماج میں بلند درجہ حاصل کر سکے


The Din Dunia
Delhi


دین دنیا
دہلی
The Din Dunia
Delhi



مشہور مکہ باز "محمد علی" نے اعلان کیا ہے کہ وہ دوبارہ ورلڈ چیمپین کا اعزاز حاصل کریں گے اس
تصویر میں محمد علی اپنی یورپین بیوی "ورنیکا" کے ساتھ ہیں





وزیر خارجہ پاکستان "آغا شاہی" (چشمہ لگائے ہوئے) اور وزیر خارجہ ہندوستان "شری نرسمہا راؤ"



"وزیراعظم اندرا گاندھی" انڈونیشیا کے صدر "مسٹر سوہارتو" سے تبادلہ خیال کر رہی ہیں یہ تصویر
میلبورن کانفرنس کے موقع پر لی گئی تھی



متحدہ عرب امارات کے صدر "شیخ زائد بن سلطان" (دائیں جانب) شارجہ کے حکمراں "شیخ سلطان بن قاسمی"
سے سیاسی حالات پر گفتگو کر رہے ہیں



"ایران سے ملاؤں کی ظالم حکومت کو ختم کرو" ایرانی خواتین لندن کی ایرانی سفارت خانہ پر مظاہرہ کر رہی ہیں



ایران کے سابق صدر "ابوالحسن بنی صدر" (درمیان میں) انھوں نے دعوی کیا ہے کہ عنقریب علامہ خمینی
کا دور حکومت ختم ہونے والا ہے

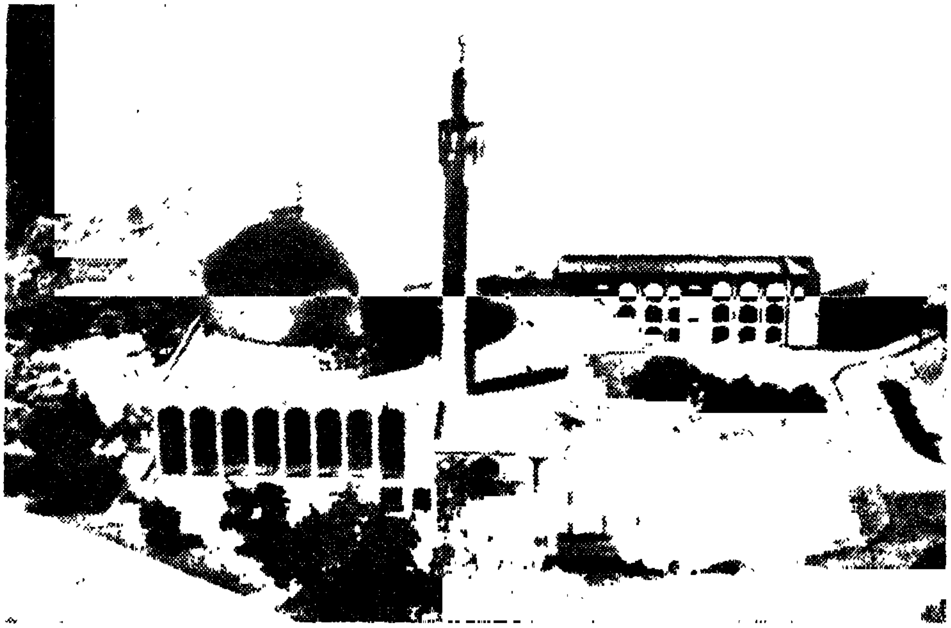


ناقابل برداشت گرانی نے اتنا پریشان کر دیا ہے کہ اب عورتیں گھروں سے باہر نکل کر حکومت کے
خلاف مظاہرہ کر رہی ہیں





پاکستان کے "ڈکٹیٹر" جنرل ضیاء نے دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے دکھاوٹی پارلیمنٹ یعنی "مجلس شوریٰ" قائم
کر دی ہے [illegible]



انگلستان میں تیزی سے مسجدوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لندن کی ایک جدید مسجد جو حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے

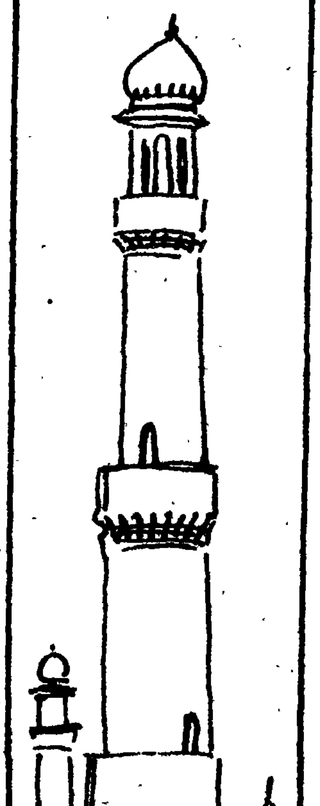
ٹیلیفون نمبر ۲۶۳۴۵۰ — اشاعت کا باسٹھواں سال

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۲ — فروری —— ۱۹۸۲ء — نمبر ۲



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی گیارہ روپے

خط و کتابت کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا پاکس ۔۔۔۔۔۔ جامع مسجد دہلی
وی پی منگانے میں تین روپیہ زائد کا خرچ ہے اسلئے منی آرڈر بھیجیے

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان بنگلہ دیش اور برما سے ۔۔۔
غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ

مہتمم شوکت علی فہمی - ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا



رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

"ہریجن مسلمان بنتے رہیں گے"

"انہیں مسلمان بننے سے کوئی روک نہیں سکتا"

"ہریجن مسلمان بنتے رہیں گے اور ہندو واویلا مچاتے رہیں گے" یہ ہماری رائے نہیں ہے اور نہ کسی مسلمان لیڈر کا یہ خیال ہے بلکہ سنسکرت کے ایک عالم۔ ویدوں۔ گرنتھوں اور پورانوں کے ایک برہمن اسکالر اور ملک کے نامور صحافی "شری جمنا داس اختر" کی رائے ہے۔ ان کا ایک طویل مقالہ "میں کیوں نہ اسلام قبول کر لوں" کے عنوان سے روزنامہ "تیج" دہلی کی ۲۶ دسمبر ۸۱ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے جو بے حد فکر انگیز ہے۔

اس مقالہ پر تبصرہ کرنے کے بجائے ہم اس کے اہم حصے ذیل میں درج کر رہے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ خود ہندو ... کا صاحب فہم اور سنجیدہ طبقہ ہریجنوں کے اسلام قبول کرنے کی بڑھتی ہوئی تحریک کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے۔ شری جمنا داس اختر نے اپنے اس فکر انگیز مقالہ کے ذریعہ اُن سارے غلط پروپگنڈے کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں جو ہریجنوں کی آڑ میں مسلمانوں اور عرب ممالک کے خلاف ہمارے ملک میں کیا جا رہا ہے۔ اور اس بات کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ ہریجن نہ روپیہ کے لالچ میں مسلمان بن رہے ہیں یا نہ مسلمانوں کے ترغیب دلانے پر ہندو دھرم چھوڑ رہے ہیں بلکہ اس کا سبب کچھ اور ہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"میں کیوں نہ اسلام قبول کر لوں۔ یہ نہایت ہی خطرناک عنوان اور موضوع ہے۔ اسے پڑھ کر آپ ضرور چونک پڑیں گے آج جنوبی ہند میں جو کچھ ہو رہا ہے اُس کے پیش نظر میں یہ سوال خود اپنے آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ یہ نہ بھولیے کہ جنوبی ہندوستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ چند ہفتوں کے بعد اس سے بھی بڑے پیمانہ پر یو پی بہار اور گجرات میں ہوگا یہ آپ نوٹ کر لیں ممکن ہے کہ کچھ ہریجن لوگ روپے لے کر مسلمان بنے ہوں۔ مگر کیا ہندوؤں میں برلا۔ مودی۔ سنگھانیہ اور دوسرے کروڑپتی لوگوں کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ وہ بھی ہریجنوں کو روپیہ دے سکتے تھے۔ پھر اگر مسلمانوں نے ہریجنوں کو مسلمان بنا کر اُن کے محلہ میں پانی کا نل لگوا دیا تو یہ کام کیا میونسپل کارپوریشن یا برہمن نہیں کر سکتے تھے مگر ہو یہ رہا ہے کہ ہریجنوں کو نل سے پانی نہیں بھرنے دیا جاتا۔ وہ چپل پہن کر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی سڑک سے نہیں گزر سکتے اپنی ارتھی اس راستہ سے نہیں لے جا سکتے۔ اور اُن کا کوئی آدمی مر جائے تو اس کی لاش ہندوؤں کی شمشان بھومی میں وہ نہیں جلا سکتے۔ میں نے پورے جنوبی ہند کا دورہ کیا ہے میں نے دیکھا ہے کہ کمبھوراٹس میناکشی کے علاقہ میں اسلامی ہوٹلوں میں تو ہندو خوب کھانا کھاتے ہیں لیکن ہندو ہوٹلوں میں ہریجن لوگ داخل نہیں ہو سکتے۔ اور بعض علاقوں میں اگر اعلیٰ ذات کا ہندو

بازار یا گلی سے گزرے تو غریب ہریجن منہ موڑ کر ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو برہمن دیوتا اُسے پیٹ ڈالتے ہیں۔"

ہریجنوں کے بارے میں ہندوؤں کے دھارمک رہنماؤں کی کیا رائے ہے۔ اور ہندوؤں کی دھارمک کتابوں میں ہریجنوں کے بارے میں کیا کچھ لکھا ہوا ہے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے شری جمنا داس اختر اپنے اسی مقالہ میں لکھتے ہیں: "پوری کے شنکراچاریہ نے دلی میں ڈنکے کی چوٹ پر کہا ہے کہ ہندو دھرم ہریجنوں کو چھونے کی اجازت نہیں دیتا۔ منوسمرتی کے نام سے ہندو قانون کی جو کتاب ہے اُس میں لکھا ہے کہ شودر ہندوؤں کا جھوٹا کھانا ٹوٹے ہوئے برتنوں میں کھائیں۔ دن کو شہروں کی گندگی صاف کریں اور شام کو شہروں سے باہر جاکر جھونپڑیوں میں رہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شودر وید منتر سُن لے تو بطور سزا پگھلا ہوا سیسہ اُس کے کانوں میں ڈالا جائے اور پھر گیتا میں لکھا ہے کہ اگر چھوٹی ذات کا کوئی آدمی بڑی ذات کی کسی لڑکی سے شادی کرلے تو اُس کی اولاد ورن سنکر (ناجائز) ہوگی۔ رامائن میں لکھا ہے کہ شمبوک کو محض شودر ہونے کی وجہ سے تپسیا کرنے کی پاداش میں رام نے موت کی سزا دی تھی۔ بھاگوت پران میں لکھا ہے کہ بہار پردیش میں پیدا ہونے والے لوگ نرک (جہنم) میں جاتے ہیں کیونکہ اُس وقت بہار میں بودھ دھرم کا دور تھا۔ مہابھارت میں پنجاب میں رہنے والے لوگوں کے لئے نہایت ہی ناشائستہ الفاظ درج ہیں کیونکہ اُس زمانہ میں پنجاب کے لوگ بودھ ہو گئے تھے۔ مہابھارت میں یہ بھی لکھا ہے کہ پنجاب جانے والا شخص دھرم سے پتت (منحرف) ہو جاتا ہے اس لئے اسے واپس آکر پرائشچت کرنا چاہئے۔"

شری جمنا داس اختر کو شکایت ہے کہ یہ سب باتیں صرف گزرے زمانہ کی نہیں ہیں (اپنے اسی مقالہ میں وہ لکھتے ہیں کہ) "آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ مثلاً مراٹھواڑہ میں یونیورسٹی کا نام بدل کر بابا امبیڈکر یونیورسٹی رکھ دیا گیا تو اُس کے خلاف تمام ریاست میں فسادات ہوگئے۔ سینکڑوں ہریجنوں کے مکان جلا دیئے گئے اور سینکڑوں مار دیئے گئے۔ گجرات کے میڈیکل کالجوں میں ہریجن نشستوں کو ریزرو کرانے پر اونچی جاتیوں نے فساد شروع کیا۔ لاکھوں کی پراپرٹی جلادی گئی۔ لاتعداد بے گناہ لوگ مارے گئے۔ رام ناتھ پورم میں ایک ہریجن نے اونچی ذات کی ہندو لڑکی سے شادی کرلی تو اس بات پر جھگڑا شروع ہو گیا۔ مگر جب تنگ آکر دونوں مسلمان ہوگئے تو کسی دھرم کے ٹھیکیدار کو سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ مطلب تو یہ ہوا کہ کوئی ہریجن کسی غیر ہریجن لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا اگر یہی بات ہے تو ہریجنوں کو ہندو دھرم سے کیا محبت ہو سکتی ہے جنوب کے مندروں میں مجھ جیسے برہمن بھی دھوتی پہنے بغیر مندروں میں داخل نہیں ہو سکتے۔ میں سنسکرت جانتا ہوں میں نے ویدوں، اُپنشدوں اور پرانوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ویدانت کی جو تفسیر سوامی شنکر نے لکھی ہے اُس میں درج ہے کہ ویدانت کا اپدیش شودر نہیں پڑھ سکتے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ غلط اور فرسودہ عقیدے کسی کو ہندو دھرم کا گرویدہ بنا سکتے ہیں؟"

اسی مقالہ میں شری جمنا داس اختر نے اسلام کے بارے میں بھی چند باتیں کہی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "قرآن شریف کسی چیز شیر یا ہاتھی کو دیوتا بنا کر پوجنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح اسلام ذات پات کی تمیز کا پرچار بھی نہیں کرتا۔ اور یہی اعلیٰ تعلیم سکھ گوروؤں نے بھی دی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم ان حقائق کی وجہ سے مسلمان بن جائیں۔ اسلام نہایت ہی سیدھا سادھا مذہب ہے اس کا صرف ایک کرتا ہے ہزاروں نہیں ہیں۔ میں اسلام کو پسند کرتا ہوں مگر اسلام قبول کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ مجھ سے کوئی چھوت چھات نہیں کرتا کیونکہ میں اتفاق سے برہمن یعنی اعلیٰ ذات سے تعلق رکھتا ہوں۔ مگر اُن کروڑوں ہریجنوں کا کیا بنے گا جن کو آج بھی ہندو سماج میں ایک باعزت انسان کا درجہ نہیں دیا جا رہا ہے۔ کیا آپ انہیں مسلمان بننے سے روک سکیں گے پرماتما کے لئے اس سوال پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیجئے۔ مجھے اس صاف بیانی پر گالیاں بھی دی جائیں گی۔ دھمکیاں بھی دی جائیں گی۔ مگر میں اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتا۔ یاد رکھئے ہریجن مسلمان بنتے رہیں گے اور ہندو تماشا دیکھتے رہیں گے۔"

شری جنا داس اختر نے اپنے اس مقالہ میں جن حقائق کا اظہار کیا ہے اُس سے کوئی بھی معقولیت پسند شخص انکار نہیں کر سکتا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ آج جنوبی ہند میں یا ہندوستان کے دوسرے حصوں میں اگر ہریجن اپنا مذہب تبدیل کر رہے ہیں تو اُس کا باعث ہرگز نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمان یا عرب ممالک انھیں مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ بلکہ اُس کی بڑی وجہ ہندو سماج کی وہ خرابیاں ہیں جن کی نشاندہی شری جنا داس اختر نے اپنے مقالہ میں کی ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ خرابیاں آج کی نہیں ہیں بلکہ صدیوں سے چلی آ رہی ہیں لیکن اب جبکہ تعلیم کی وجہ سے ہریجنوں میں بیداری پیدا ہو چکی ہے تو وہ اس بات کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ انہیں دوسرے درجہ کا شہری سمجھا جائے۔ اور ذات پات کے نام پر اُن پر زیادتیاں کی جائیں یہاں تک کہ انہیں زندہ جلا دیا جائے۔ اور اُن کی آنکھوں کے سامنے ہریجن عورتوں کی بے آبروئی کی جائے۔ چنانچہ اب وہ ان برائیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے باقاعدہ اپنی تنظیمیں قائم کی ہیں۔ اور انھوں نے اعلیٰ ذات والوں کو چیلنج دیدیا ہے اور ہریجنوں میں تبدیلی مذہب کی یہ تحریک اگر چیلنج نہیں ہے تو کیا ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہندوؤں کے دھارمک رہنما اور ہندو زعما تمام حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے اور ہندو سماج کی خرابیوں کو دور کرنے کی پوری کوشش کرتے جن کی وجہ سے آج ہریجن پریم اور شانتی سے محروم ہیں مگر ہو یہ رہا ہے کہ بنیادی خرابیاں دور کرنے کی بجائے سارا الزام مسلمانوں اور عرب ممالک کے سر تھوپا جا رہا ہے۔ کاش ہندو زعما شری جنا داس اختر کی صاف اور سچی باتوں سے کوئی سبق لے سکیں اور ہریجنوں کو آڑ لیکر ملک کی فرقہ وارانہ فضا کو جس طرح مکدر کیا جا رہا ہے اُس کے نتائج پر غور کر سکیں۔ کیونکہ اس سے ہریجنوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ البتہ ملک کی یکجہتی اور اتحاد کو نقصان پہنچ جائے گا۔ شری جنا داس اختر کا اوپر کا مقالہ بے حد فکر انگیز ہے کاش ہندو زعما اِس سے کوئی نصیحت حاصل کر سکیں۔

مرکزی وزارت میں کمزور مسلم نمائندگی

وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے اپنی کیبنٹ میں جو غیر معمولی ردو بدل کیا ہے اُس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی کیبنٹ کی سابق کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں اور اُن کی خواہش ہے کہ کیبنٹ اتنی فعال ہو جس کے ذریعہ ملک کے ہر چھوٹے بڑے طبقہ کو مطمئن کیا جا سکے۔

مسز اندرا گاندھی شروع ہی سے اِس بات کی خواہش مند ہیں کہ اُن کی کیبنٹ کی کارکردگی بہتر ہو چنانچہ اُنھوں نے ۱۹۸۰ء میں اقتدار سنبھالتے ہی اپنے رفقائے کابینہ کو ہدایت جاری کی تھی کہ کانگریس آئی نے عوام سے جو وعدے کئے ہیں اُنہیں پورا کیا جائے۔ پھر اقتدار سنبھالنے کے چھ سات ماہ بعد ہی اپنے رفقائے کار کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی کہ وہ اُنہیں ہر مہینے اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کریں کہ کونسا کام مکمل ہو گیا ہے اور کونسا ادھورا ہے۔ اور اپنی کیبنٹ کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے وزراء کن اقدامات کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور یہ سب باتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ اندرا جی واقعی کیبنٹ کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے بہت سنجیدہ ہیں۔

لیکن اِس سب کے باوجود ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ملک کے عوام کے لئے اندرا حکومت کے وزراء کی کارکردگی کسی طرح بھی قابل اطمینان نہیں ہے۔ کانگریس آئی نے اپنی انتخابی مہم میں جن باتوں پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا تھا وہ کمر توڑ گرانی تھی۔ امن و قانون کی حالت کو سنبھالنا تھا۔ اور اقلیتوں اور دوسرے کمزور طبقوں پر کئے جانے والے مظالم اور زیادتیوں کا مداوا تھا۔ اور یہ یقین دلایا گیا تھا کہ اِن مسائل پر خصوصی توجہ دی جائے گی مگر یہ دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے کہ دو سال گزرنے کے باوجود تمام مسائل بدستور تشنہ پڑے ہیں۔ بالکل اُسی طرح جس طرح کہ جنتا حکومت کے دور میں پڑے ہوئے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ دو سال کے اندر گرانی اور بڑھ گئی ہے۔ مہنگائی کا اژدہا عوام کو نگلے چلا جا رہا ہے اُن کے لئے

روح و جسم کا تعلق رکھنا تک مشکل ہو گیا ہے - اور عوام کے بلئے اس دلیل میں کوئی وزن نہیں کہ حکومت کے پاس کوئی جادو کی چھڑی نہیں ہے کہ جسے گھما کر وہ حالات کو فی الفور درست کر دے۔ حکومت کے ہاتھ میں اگر جادو کی چھڑی نہیں ہے تو حکومت کی طاقت تو ہے - جسکے ذریعہ وہ گراں فروشوں اور ذخیرہ اندوزوں کا گلا دبا سکتی ہے - اور اُسے ایسے وسائل بھی حاصل ہیں جن سے کام لے کر اشد ضروریات زندگی کی اشیا غیر ممالک سے درآمد کر کے قیمتوں کو گرا سکتی ہے - لیکن اِس ضمن میں کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے -

پھر یہ بات بھی کافی مایوس کن ہے کہ اقلیتی مسائل سے دلچسپی کا اظہار بہت ہی کم کیا جا رہا ہے - اور خصوصیت کے ساتھ مسلم اقلیت اِس بات کو محسوس کر رہی ہے کہ کیبنٹ میں مسلم نمائندگی دن بدن کم ہوتی چلی جا رہی ہے - یا تو حالت یہ تھی کہ مرکز کی وزارت میں دو دو اور تین تین وزرا ہوتے تھے - لیکن اب کیفیت یہ ہے کہ صرف کیبنٹ درجہ کا ایک وزیر ہے - اور وہ بھی ایسے جنہیں مسلم مسائل سے کم ہی دلچسپی ہے - مرکزی وزارت میں تبدیلی کے کئی ماہ سے چرچے ہو رہے تھے - اور مسلمان یہ توقع کر رہے تھے کہ جدید کیبنٹ کی تشکیل کے وقت کمزور مسلم نمائندگی کی ضرور تلافی کی جائے گی - مگر ہمیں افسوس ہے کہ یہ کمزور نمائندگی بدستور باقی ہے -

وزیر اعظم خواہ اسے محسوس کریں یا نہ کریں لیکن خود اُن کی کیبنٹ کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ کابینہ میں کوئی ایسا مسلم وزیر ضرور ہو جو مسلم مسائل سے بخوبی واقف ہو - جو مسلمانوں سے رابطہ رکھتا ہو اور جو مسلم مسائل کے سمجھنے میں وزیر اعظم کو مدد دے سکے - ایسے دو دوسرے درجہ کے وزرائے مملکت موجود بھی ہیں - یعنی ضیاء الرحمٰن انصاری اور خورشید عالم خاں انہیں کیبنٹ درجہ کا وزیر بنا کر ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے - اِس سے مسلمانوں میں کانگریس آئی کا وقار بھی بڑھتا اور وزیر اعظم کو مسلم مسائل کے سمجھنے میں سہولت بھی ہوتی - اور کیبنٹ میں کمزور مسلم نمائندگی کی تلافی بھی ہو جاتی -

اِس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہمارے ملک میں مسلم اقلیت کے بے شمار مسائل الجھے پڑے ہیں - مسلمانوں کے سامنے صرف مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار ہی کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ سب سے زیادہ اہم مسائل آج تک تشنہ ہیں آئے دن کے فرقہ وارانہ فسادات میں کمی کے بجائے اضافہ ہو رہا ہے - اسی طرح سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں مسلمانوں کی ملازمتوں کے کوٹہ کا معاملہ ہے اور مسلم پرسنل لا کے معاملہ میں بھی جو کچھ ہو رہا ہے اُس سے مسلمانوں میں کافی تشویش ہے - سپریم کورٹ کے ایک فیصلہ نے مسلم پرسنل لا کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے - اور نہ جانے مسلم اقلیت کے کتنے چھوٹے بڑے مسائل ہیں جو الجھے پڑے ہیں -

مسلم اقلیت اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت ہے - اگر وہ کمزور رہتی ہے تو اس سے ملک کی کمزوری میں اضافہ ہوتا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ اُسکے مسائل کے حل کی جانب خصوصی توجہ دی جائے اور اسکے لئے کیبنٹ میں مسلم مسائل پر عبور رکھنے والے مسلم وزرا کا ہونا ضروری ہے - بہر حال اب دیکھنا ہے کہ یہ تبدیل شدہ کیبنٹ کہاں تک ملک کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے اور اس سے حالات میں کہاں تک بہتری پیدا ہوتی ہے -

---

آخر یہ اشتعال انگیزی کب تک

پچھلے چند ماہ سے ہمارے ملک میں مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزی کا سلسلہ انتہا تک پہنچ چکا ہے کبھی تو ہندو منچ کے پلیٹ فارم سے اشتعال انگیز تقریریں کر کے ہندو اکثریت کے دلوں میں یہ تاثر پیدا کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی وجہ سے اُن کا دھرم خطرہ میں پڑ گیا ہے - اور اِس ملک کے مسلمان اپنی تعداد بڑھا کر ہندوستان کو دوسرا پاکستان بنا دینا چاہتے ہیں - اور کبھی ہندو سمراٹ سیلن منعقد کر کے مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کی جاتی ہے - اور حیرت ہے کہ ہماری حکومت یہ سب کچھ خاموشی سے بیٹھی ہوئی دیکھ رہی ہے اور اِس قسم کے ہندو منچوں اور سمیلنوں پر کسی پابندی کے لگانے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتی اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے -

مثال کے طور پر پچھلے دنوں راشٹریہ سنگھیوں کا ایک اجتماع

رامپور میں ہوا تھا۔ جس میں کہ راشٹریہ سنگھی پرچارک شری برہم دیو جی نے مسلمانوں کے خلاف نہایت ہی اشتعال انگیز تقریر کی ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ تقریر حکومت کے علم میں آئی یا نہیں اور اگر آئی ہے تو حکومت سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا ایسی تقریروں کے ہوتے ہوئے اس ملک میں اتحاد برقرار رہ سکتا ہے۔ شری برہم دیو جی نے جو اشتعال انگیز تقریر کی ہے اس کا خلاصہ ہم حکومت کے نوٹس میں لانے کے لئے ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ شری برہم دیو جی فرماتے ہیں۔

"ہندو سماج کی پھوٹ کے باعث ہم بارہ سو سال تک غیر ملکیوں (یعنی مسلمانوں) کے غلام رہے۔ ہماری زبان تہذیب اور مذہب کو کچلا جاتا رہا۔ مگر آزادی کے ۳۴ سال بعد بھی ہم اپنے دیش میں لٹ رہے ہیں پٹ رہے ہیں۔" پھر اپنی اس تقریر میں مسلمانوں کے خلاف مزید زہر اگلتے ہوئے کہتے ہیں "پاکستان میں بھٹو کو پھانسی دی گئی تو کشمیر کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے گھر جلا دئے۔ مکہ کی توہین کی گئی تو حیدرآباد کے مندر توڑ دئے گئے۔ مسلمان ہمیشہ عربوں کی بھلائی سوچتے ہیں۔" پھر آگے چل کر وہی فرسودہ الزام یعنی ہندوستان کو پاکستان بنانے کا الزام شری برہم دیو جی نے مسلمانوں پر لگایا ہے کہتے ہیں "ملک کے ہر صوبہ میں لاکھوں غیر ملکی آباد ہیں۔ اور برابر چلے آ رہے ہیں۔ اس پر کوئی روک نہیں لگائی جاتی اب ایک تیسرے پاکستان کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ۱۳ لاکھ غیر ملکی مسلمان آسام میں ہیں۔ اور ۱۲ لاکھ بہار میں آ چکے ہیں۔ اس وقت ۵۹ کروڑ ہندو سخت خطرہ میں ہیں۔"

ہندوستان آبادی کے اعتبار سے دنیا کا بہت بڑا ملک ہے۔ اس وقت پورے ملک کی آبادی تقریباً ۷۰ کروڑ ہے۔ اس پوری آبادی میں مسلمانوں کی تعداد دس گیارہ کروڑ سے زیادہ نہیں ہے۔ کوئی احمق ہی ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ گیارہ کروڑ مسلمان ۵۹ کروڑ ہندوؤں کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔ لیکن یہ راشٹریہ سنگھی لیڈر ہندو اکثریت کے دماغ میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ ان گیارہ کروڑ مسلمانوں سے نہ صرف ہندوؤں کے لئے شدید خطرہ ہے بلکہ اس بات کا بھی شدید اندیشہ ہے کہ گیارہ کروڑ مسلمان ہندوستان کو بھی دوسرا پاکستان نہ بنالیں۔

ظاہر ہے کہ ہندوستان ہندوستان ہی رہے گا۔ اور ہندو جو اس ملک میں حکومت سے لیکر جملہ شعبوں پر چھائے ہوئے ہیں اُن کے لئے کسی قسم کا بھی خطرہ نہیں ہے خطرہ تو اس بات کا ہے کہ ان زہریلی تقریروں سے فرقہ وارانہ فسادات کا ایک نیا سلسلہ نہ شروع ہو جائے۔ اور یہاں نئے نئے روڑکیلا، جمشید پور علی گڑھ اور مراد آباد کے سانحات کا اعادہ نہ ہونے لگے۔

ہمارے ملک میں ایک ایکتا کونسل بھی قائم ہے جسکا کام یہ ہے کہ وہ ملک میں یکجہتی پیدا کرانے کی غرض سے زہریلی تقریروں کی نشاندہی کرکے حکومت کو توجہ دلائے۔ لیکن یہاں پوری آزادی کے ساتھ فرقہ وارانہ زہر پھیلایا جا رہا ہے۔ مگر نہ یکجہتی کونسل ہی حرکت میں آتی ہے اور نہ حکومت ہی اس زہر کو روکنے کے لئے کوئی قدم اٹھاتی ہے تو آخر مسلمان اس ملک میں کب تک تختۂ مشق بنتے رہیں گے۔

اردو کے خلاف ایجی ٹیشن

ہمارے ملک میں لسانی تعصب کی انتہا ہے کہ ابھی اردو یوپی کی دوسری سرکاری زبان بنی بھی نہیں ہے بلکہ اُس کے بارے میں صرف اعلان ہی ہوا ہے کہ فرقہ پرست عناصر اردو کی آڑ میں ہنگامے برپا کرنے کے لئے میدان میں آ گئے ہیں۔ چنانچہ بنارس اور کئی دوسرے شہروں میں اردو مخالف ہنگامے برپا کئے جا چکے ہیں اس ہنگامہ آرائی میں بھارتیہ جنتا پارٹی، راشٹریہ سنگھ، ہندو مہاسبھا اور ودیارتھی پریشد جیسی فرقہ پرست جماعتیں پیش پیش ہیں یہ وہ جماعتیں ہیں جو ملک کی فضا کو مکدر کرنے کا ہمیشہ ہی بہانہ تلاش کرتی رہتی ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ایک ایسا تنگ نظر طبقہ موجود ہے جو اردو کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہے حالانکہ اردو ایک ایسی زبان ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوئی ہے یہیں پھولی پھلی ہے۔ اور جسے ترقی دینے میں اس ملک کے ہندو

مسلمانوں، سکھوں اور سب ہی فرقوں نے یکساں حصہ لیا ہے۔
اردو ایک ایسی زبان ہے جو اس ملک کے ہندو مسلم کلچر کا ایک نمونہ ہے۔ لیکن اسکے باوجود اردو یہاں کے ایک متعصب فرقہ کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

ہندوستان کی جنگ آزادی میں بھی اردو کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اسی لئے گاندھی جی اردو کی بے حد قدر کرتے تھے۔ وہ اردو خطوط کا جواب اردو میں دیتے تھے اور خطوط کے آخر میں خود اپنے قلم سے اردو میں دستخط کرتے تھے۔ گاندھی جی ہندی کو نہیں بلکہ "ہندوستانی" کو اس ملک کی سرکاری زبان بنانا چاہتے تھے۔ اُن کی خواہش تھی کہ "ہندوستانی" زبان کو دیوناگری اور فارسی دونوں رسم الخطوں میں لکھا جائے۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ گاندھی جی کی یہ تجویز کامیاب نہ ہوسکی اور "ہندوستانی" کے مقابلہ میں صرف ایک ووٹ سے ہندی سرکاری زبان بن گئی اس کے علاوہ ہمارے آئین کے رو سے بھی ۱۶ قومی زبانوں میں سے اردو ایک قومی زبان ہے مگر پھر بھی اس ملک کے تنگ نظر اسے گوارہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اردو مخالف طبقہ عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کر رہا ہے کہ اگر ہندوستان میں ایک کی بجائے دو سرکاری زبانیں قرار دیدی گئیں تو اس سے ملک میں لسانی فرقہ پرستی بڑھے گی حالانکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں دو یا تین سرکاری زبانیں عام طور پر رائج ہیں۔ سوئزرلینڈ جو ایک چھوٹا سا ملک ہے وہاں چار سرکاری زبانیں ہیں۔ ہمارے پڑوسی ممالک افغانستان اور برما میں دو دو سرکاری زبانیں ہیں۔ لبنان میں تین سرکاری زبانیں ہیں۔ لیکن ہندوستان جیسے بڑے ملک کی اگر صرف دو ریاستوں میں اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دیدیا جاتا ہے تو یہاں ہنگامے شروع ہو جاتے ہیں۔

بہار اور یوپی کی سرکاروں نے اگرچہ اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دینے کا اعلان ضرور کردیا ہے لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوسکا ہے کہ اُس کی واضح شکل کیا ہوگی اور اس اعلان پر عمل درآمد کس طرح کیا جائے گا۔ بہرحال پھر بھی ہم حکومت یوپی اور حکومت بہار کے شکرگزار ہیں کہ آپ نے اردو دوستوں کے ایک دیرینہ مطالبہ کے پورا کرنے کا خیال تو آیا۔

جنرل ضیا کا تازہ "اسلامی کارنامہ"

آجکل پاکستان میں جنرل ضیا کا بنایا ہوا "نظام اسلام" رائج ہے جنرل ضیا کا دعویٰ یہ ہے کہ اس نئے "نظام اسلام" کے تحت سارے ہی کام فقہ اسلامی کی روشنی میں انجام دئے جا رہے ہیں مگر ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ انھوں نے حال ہی میں جمہوریت کا گلا گھونٹ کر تقریباً تین سو نامزد شدہ ممبروں کی جو "مجلس شوریٰ" یعنی مشاورتی کونسل قائم کی ہے وہ کہاں تک اسلام کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے جنرل ضیا نے جو نام نہاد مشاورتی کونسل قائم کی ہے اُس کے بارے میں وہ خود ہی فرماتے ہیں

مجلس شوریٰ محض ایک مشاورتی پارٹی ہے اسے فیصلے کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ پاکستانی گورنمنٹ اس کی رائے پر عمل کرنے کی بھی پابند نہیں ہوگی بس یہ مشاورتی کونسل مارشل ایڈمنسٹریشن اور مستقبل کی جمہوریت کے درمیان ایک کڑی ہوگی۔

مگر جنرل ضیا نے اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ جنرل ضیا کا نامزد کردہ تین سو ممبروں کا یہ خوشامدی ٹولہ مستقبل کی جمہوریت کے درمیان جو شائد پاکستان کی قسمت میں ہی نہیں ہے کس طرح ایک کڑی کا کام دے سکتا ہے یہ ٹولہ جنرل ضیا کی ڈکٹیٹرشپ کی مدت تو ضرور بڑھا سکتا ہے لیکن جمہوریت کے لئے تو یہ ایک مذاق سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

ہمارے خیال میں پوری دنیائے اسلام میں پاکستان اور ایران دو ایسے ملک ہیں جنھوں نے کہ اسلام کو بری طرح بدنام کر رکھا ہے۔ اور دنیا کے سامنے اسلام کی شکل بری طرح مسخ کر کے پیش کی ہے۔ ایران کی حالت یہ ہے کہ وہاں اسلام کی آڑ لے کر شدومد کے ساتھ قتل عام جاری ہے۔ اور پاکستان میں جنرل ضیا اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اپنی ڈکیٹرشپ کو طول دینے کے لئے بدتر سے بدتر حرکات کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اُس کی تازہ ترین مثال یہ ہے کہ انھوں نے نامزد شدہ ممبروں کی ایک "مجلس شوریٰ"

قائم کردی ہے اور جمہوریت کو ذبح کر کے رکھ دیا ہے حالانکہ اسلام جمہوریت کا سب سے بڑا حامی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ جنرل ضیا نے "محافظ اسلام" بن کر اسلام کی بری طرح مٹی پلید کی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ اس محافظ اسلام نے جھوٹے مقدمات کا جال بچھا کر اور تختہ دار پر چڑھا کر نہ صرف بھٹو ہی کو اپنے راستے سے ہٹا دیا ہے بلکہ مرحوم بھٹو کی بیوہ نصرت بھٹو اور اُن کی صاحبزادی بے نظیر بھٹو پر بے پناہ مظالم توڑے ہیں۔ اور ساتھ ہی تمام حریت پسندوں اور خصوصیت سے بھٹو کی پیپلز پارٹی کے ورکروں کو جیلوں میں ٹھونس دیا ہے محض اس جرم میں کہ یہ آزادانہ الیکشن اور جمہوریت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور یہ بات جنرل ضیا کے مفاد کے خلاف ہے کیونکہ آزادانہ الیکشن ہونے کی صورت میں بھٹو کی پیپلز پارٹی یقینی طور پر اقتدار میں آجاتی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ بلدیاتی انتخابات میں ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد نہ صرف جنرل ضیا کی ڈکٹیٹرشپ ختم ہو جاتی بلکہ مرحوم بھٹو کے قتل کے جرم میں جنرل ضیا کو پھانسی کے تختہ پر بھی چڑھنا پڑتا۔

جنرل ضیا کی ابن الوقتی ملاحظہ ہو کہ پاکستان پر قبضہ جمانے کے بعد کئی سال تک تو پاکستانی عوام کو الیکشن کرانے کے جھانسے دیتے رہے اور اب چار سال کے بعد اعلان فرما دیا کہ کیونکہ الیکشن کا طریقہ مغربی ہے۔ اور یہ طریقہ اسلام سے میل نہیں کھاتا اس لئے اب پاکستان میں الیکشن کبھی نہیں ہوگا بلکہ پاکستان میں اسلامی طرز کی حکومت قائم کی جائے گی مگر اب پاکستان میں جو نام نہاد اسلامی طرز کی حکومت قائم کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ تین سو کے قریب نامزد کردہ زر خرید پٹھوؤں کو "مجلس شوریٰ" میں لا کر بٹھا دیا گیا ہے۔ تاکہ یہ ڈکٹیٹر جنرل ضیا کی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں

سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام میں ڈکٹیٹرشپ قطعی حرام ہے ایسی حالت میں اس "نظام اسلام" کے داعی اور مبلغ اسلام جنرل ضیا سے یہ پوچھا جا سکتا ہے وہ اس ناجائز اور حرام منصب پر کیوں فائز ہیں۔ اور سنت رسول اللہ اور سنت صحابہ کو چھوڑ کر فرعون، نمرود، شداد اور یزید کے مسلک پر کیوں چل رہے ہیں۔ مگر جنرل ضیا کو اسلام سے واسطہ ہی کہاں ہے

انہیں تو بس اسلام کی آڑ میں عوام کو احمق بنانا ہے اور اپنی ڈکٹیٹرشپ کو برقرار رکھنے کے لئے راہیں تلاش کرنی ہیں

اپنے بھائیوں کا قتل بھی "جہاد"

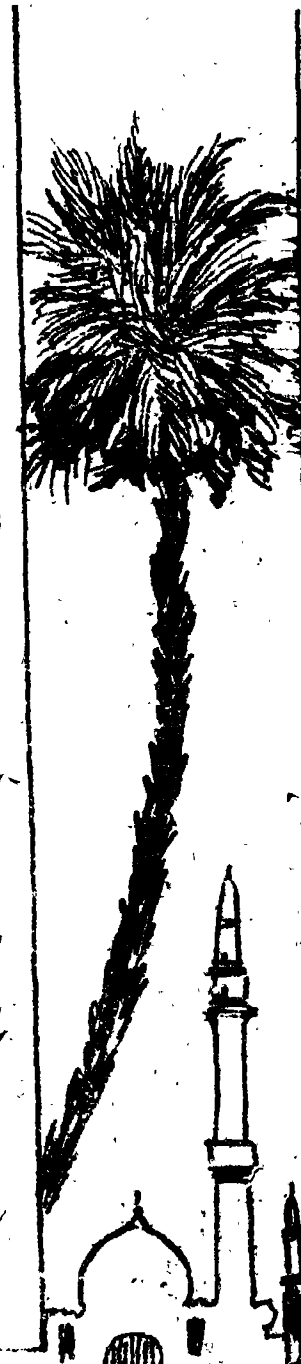
ان دنوں ایران پر ایسے سر پھرے ملاؤں کو اقتدار حاصل ہے جن کی حرکتوں نے نہ صرف ساری دنیا میں اسلام کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے۔ بلکہ اب ان ملاؤں کی بدولت دو مسلم ملکوں میں یعنی عراق و ایران میں جنگ بھی جاری ہے اور اس جنگ میں ایک طرف تو مسلمانوں کا اربوں روپیہ برباد ہو رہا ہے اور دوسری جانب ہزاروں بے گناہ مسلمان مارے جا رہے ہیں۔

ایران کے ان ملاؤں کا مزید پاگل پن ملاحظہ ہو کہ ایران کے مذہبی رہنما علامہ خمینی نے فرمایا ہے کہ "عراق کے خلاف تمام اسلامی ملکوں کو جہاد کا اعلان کر دینا چاہئے اور یہ جہاد اس وقت تک جاری رکھنا چاہئے جب تک صدر صدام حسین پھر سے اسلام کی جانب رجوع نہ ہو جائے" گو یا صدر صدام کو محض اس لئے علامہ خمینی نے کافر قرار دے دیا ہے۔ کیونکہ انھوں نے علامہ خمینی کے سامنے گردن جھکانے سے انکار کر دیا ہے۔

سب ہی کو معلوم ہے کہ "جہاد" ایک اسلامی فریضہ ہے جس کی ادائیگی اُس وقت مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے جبکہ کافر یا مشرک اسلام یا مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہو جائیں۔ یعنی اسلام اور مسلمانوں کو کا[illegible] کے لئے اسلام نے جہاد کی اجازت دی ہے [illegible] کا اسلام یہ ہے کہ اُن کے نزدیک اپنے ہی بھائی[illegible] بھی جہاد ہے۔

ایران و عراق کی جنگ [illegible] ہو رہا ہے ہمارے نزدیک اس میں صرف ایران و عراق ہی کا نقصان نہیں ہے بلکہ پوری دنیائے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ مگر علامہ خمینی ہیں کہ وہ نہ صرف برادر کشی پر تلے ہوئے ہیں بلکہ مسلم ممالک کے سربراہوں کو کافر قرار دے کر جہاد کے فتوے بھی دے رہے ہیں

ان علامہ خمینی کی حالت عجیب ہے کہ یہ اپنے ہی بھائیوں کو تو کافر قرار دے رہے ہیں۔ اور دشمن اسلام اسرائیل سے ساز باز کر کے اسلحہ خرید رہے



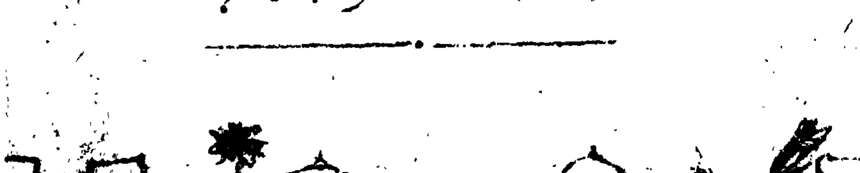
یہ دورِ تباہی

(از جناب یوسف ناظم)

ہیں آج صدق و صداقت کے مدعی وہ لوگ
فریب جن کا بچھونا ہے جھوٹ جن کا لباس
محل سے جن کے گھروں کے چراغ بجھتے ہیں
بچھتے ہیں وہ محفل میں جوہر و الماس
زباں پہ جن کے فسانے ہیں امنِ عالم کے
انھیں کے دم سے زمانہ میں ظلم و خوف و ہراس
وہ سوچتے ہیں غریبوں کے حق میں تدبیریں
بغیر خونِ غریباں بجھے نہ جن کی پیاس

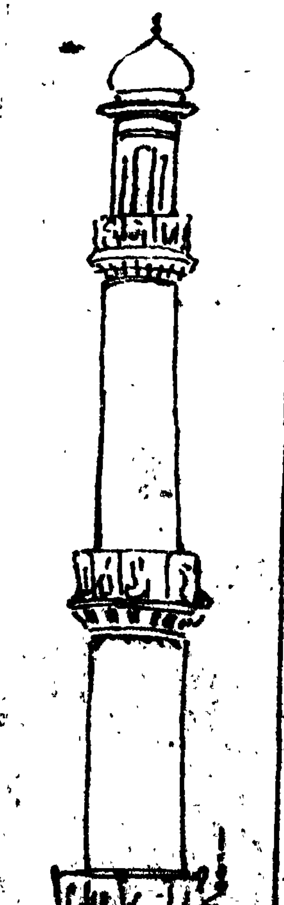
سکون و امن کے پیچھے ہیں جن کی محفل میں
اُنھیں کے ہاتھ میں شمشیر خون آلودہ
نوید ہم کو جو دیتے ہیں شادمانی کی
زبان و نطق سے اُن کے حیات لرزیدہ
جنھیں ہے دعویٰ بہاروں کو کھینچ لانے کا
اُنھیں کے دم سے چمن کا چمن ہے افسردہ
جو قافلے کے ہیں سالار کارواں کے امیر
وہ راہزن نہ سہی پر ہیں راہ گم کردہ

ہمیں تلاش ہے یارب سکوں کی الفت کی
مگر جہاں میں تو سب آگ ہی دہکتی ہے
یہ کیسی محفلِ عشرت ہے جس کے دامن میں
بہار آنے سے کتراتی ہے جھجکتی ہے
کسی نے پہرے بٹھائے ہیں شادمانی پر
ہنسی نے سانس ہے روکا خوشی سسکتی ہے
غضب ہے جب بھی کھلے کوئی غنچۂ نورس
ہوائے تند اسی کی طرف لپکتی ہے



سرمایہ داروں کی دنیا

(از جناب اصغر حسن نظر)



یہ نور ایواں یہ شاداب گلشن　　یہ نوٹوں کے انبار یہ زر کے خرمن
خونخوار ڈاکو، یہ خونی مہاجن　　یہ قاتل یہ رہزن، یہ انساں کے دشمن
نہیں یہ مصیبت کے ماروں کی دنیا
یہ دنیا ہے سرمایہ داروں کی دنیا

ں حکمراں ہیں، یہاں اہل زر ہیں　　یہاں گرگ زادے ہیں، بیدادگر ہیں
ں سنگدل ہیں، یہاں کم نظر ہیں　　یہاں مہر و الطاف سے بے خبر ہیں
بنائیں کہاں بے قراروں کی دنیا
یہ دنیا ہے سرمایہ داروں کی دنیا

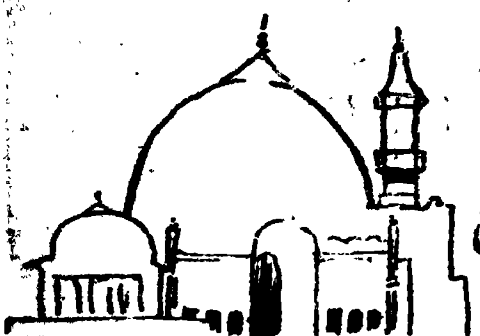
ں ڈھونڈے جاتے ہیں اسباب تمکیں　　یہاں پائے جاتے ہیں شہباز و شاہیں
فزوں ہے یہاں فکر رنگیں　　گھڑے جاتے ہیں ظلم ڈھانے کے آئیں
ختم ہو چکی غمگساروں کی دنیا
یہ دنیا ہے سرمایہ داروں کی دنیا

ظلم و ستم علم کا مدعا بھی　　گرہ کاٹ لیتا ہے عقدہ کشا بھی
وں کا حامی نہیں رہنما بھی　　غریبوں سے روٹھا ہوا ہے خدا بھی
کہاں جا بسے بے سہاروں کی دنیا
یہ دنیا ہے سرمایہ داروں کی دنیا

میں بھی اک برائی کی صورت　　وفا کے عوض بے وفائی کی نیت
کے بدلے سراب محبت　　ضرورت کی جا ہے فریب محبت
غریبوں کے حق میں ہے خاروں کی دنیا
یہ دنیا ہے سرمایہ داروں کی دنیا



گزشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرہواں پارہ ۔ سبحان الذی سورہ بنی اسرائیل

(از ادارہ دین دنیا)

ہم دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں قرآن پاک کے پندرہویں پارہ کی تعلیمات کی ساتویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ جل شانہ نے ایک طرف تو نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے اور دوسری جانب اپنے بندوں کو ضروری ہدایات سے نوازا ہے۔

اے رسول نماز پڑھا کرو

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ .... سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝

ترجمہ:۔ سورج ڈھلنے کے وقت سے لیکر رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو۔ اور فجر کی نماز بھی پڑھا کرو۔ صبح کی نماز بلاشبہ حاضری کا وقت ہے اور رات کے کچھ حصہ میں قرآن کے ساتھ تہجد پڑھا کرو۔ جو تمہارے لئے زائد چیز ہے۔ شائد تمہارا رب تمہیں مقام محمود میں جگہ دے۔ اور دعا کرو کہ اے رب مجھے پسندیدہ طریقہ پر (الجھنوں سے) نکالنا اور اپنی طرف سے مجھے فتح اور نصرت کے لئے مدد دینا۔

تشریح:۔ اے رسول آفتاب کے ڈھلنے کے بعد سے رات کی تاریکی کے چھا جانے تک۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھا کرو اور صبح کی نماز بھی ضرور پڑھا کرو کیونکہ صبح کی نماز کے وقت ملائکہ کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔ اور رات کے کچھ حصہ میں قرآن کے ساتھ تہجد کی نماز بھی پڑھا کرو۔ اور یہ تہجد کی نماز کا حکم تمہارے لئے ایک زائد حکم ہے۔ امید ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود میں جگہ عطا فرمائے گا۔

تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض تھی جبکہ امت محمدی پر مستحب ہے اور مقام محمود مقام شفاعت کا نام ہے۔ اس کو محمود اس لئے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تقدیس بیان فرمائیں گے۔ اور پھر امت کی شفاعت کے لئے کہیں گے۔

حق آیا اور باطل دور ہوا

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ .... اَھْدٰی سَبِیْلًا ۝

ترجمہ:۔ اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل دور ہوا۔ بیشک باطل دور ہونے کے لئے ہے۔ اور قرآن میں ہم وہ باتیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے تو شفاء اور رحمت ہیں مگر ناانصافوں کا اس سے الٹا نقصان بڑھتا ہے۔ ہم جب انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور رخ پھیر لیتا ہے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہو جاتا ہے۔ تم کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طور طریقہ پر کام کرتا ہے۔ بس تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ جو ٹھیک راستہ پر ہوتا ہے۔

تشریح:۔ اے نبی مشرکوں سے کہہ دو کہ [illegible] اسلام آگیا اور باطل غارت ہوا [illegible] کیونکہ باطل [illegible] ہے ہم قرآن کے [illegible]

کو ماریں گے۔ یہاں تک کہ یہودی پتھر کے پیچھے چھپتے پھریں گے یا درخت کے پیچھے چھپیں گے۔ اور پتھر اور درخت یہ کہے گا۔ اے مسلمان۔ اے خدا کے بندے ادھر آ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے۔ اسے مار ڈال" (مسلم)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ابھی عرب و یہود کی جنگ جاری رہے گی اور اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ یہودیوں کو شکست فاش نہیں ہو جاتی۔ اگرچہ اس سے قبل جنگ رمضان میں عربوں کے مقابلہ میں یہودیوں کو شکست ہو چکی ہے۔ لیکن وہ کامل شکست نہیں تھی۔ اور ہمیں انتظار کرنا چاہئے کہ وہ جنگ کب ہوتی ہے جس کا کہ مسلم شریف میں ذکر ہے۔ مگر چونکہ یہ پیشینگوئی کتب حدیث میں درج ہے اس لئے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یہ پوری ہو کر رہے گی۔ اور سرزمین عرب یقینی طور پر فتنہ یہود سے پاک ہو جائے گی۔

کثرت گناہ بربادی کا باعث

یہ معصیت اور گناہ کا دور ہے۔ اس زمانہ میں کوئی گناہ گناہ نہیں رہا۔ اور انسان کی یہ معصیت پسندی اس بات کا پیش خیمہ ہے کہ اب دنیا پر کوئی بہت بڑی تباہی آنے والی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حق تعالیٰ کسی قوم کو اس کے بعض آدمیوں کے گناہوں کے باعث عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ جب تک کہ قوم کے اکثر آدمی اس امر کو نہ دیکھ لیں کہ ان کے درمیان خلاف شرع امور کا ارتکاب ہو رہا ہے اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہوں مگر نہ روکیں۔ جب یہ خاموشی اور غفلت بڑھ جاتی ہے تو حق تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے" (مشکوٰۃ)

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ معصیت ہر گلی کوچے اور گھر میں موجود ہے لیکن اور علماء کا تو ذکر ہی کیا ہے رہنمایان قوم و مذہب کے لبوں پر بھی مہر خاموشی لگی ہوئی ہے کسی میں اتنی ہمت اور جرأت نہیں کہ بدکرداری کے خلاف آواز بلند کرے جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو کوئی تعجب نہیں کہ حضور اکرم کے ارشاد کے بموجب دنیا پر کوئی ایسا عذاب نازل ہو جائے جو طوفان نوح سے بھی زیادہ تباہ کن ثابت ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سراپا گناہوں میں غرق ہو چکے ہیں۔ پھر ہمارا انجام ظاہر ہے۔

اسلام سرمایہ داری کا شدید مخالف

آج دنیا میں جس سوشلزم کا بہت زیادہ چرچہ ہے اسلام اس کا سب سے پہلا اور بڑا محرک ہے۔ چنانچہ خود رسول پاک صلعم نے مسلمانوں کو سوشلزم کی تعلیم دی ہے۔ اس سلسلہ میں ترمذی کی حدیث ہے

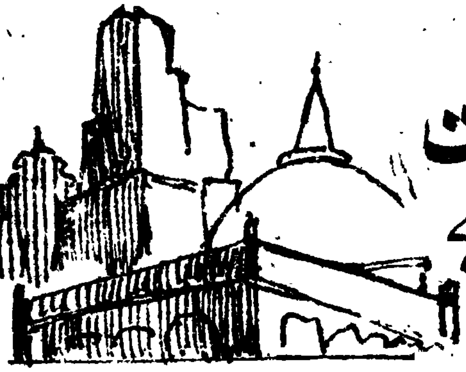
"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ ان چند چیزوں کے علاوہ آدم کے بیٹے کو کسی چیز پر کوئی حق نہیں۔ (۱) رہنے کے لئے مکان (۲) تن ڈھکنے کے لئے کپڑا (۳) خشک روٹی اور پانی (ترمذی)

یعنی نہایت سادہ اور غریبانہ لوازمات زندگی کے علاوہ انسان کے لئے کسی مزید شے کی ضرورت نہیں ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر سوشلزم اور کیا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے۔

"حضرت ابی امامہ رض کہتے ہیں کہ۔ اہل صفہ میں سے ایک آدمی نے وفات پائی اور ایک دینار چھوڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دینار ایک داغ ہے۔ ابو امامہ رض کہتے ہیں کہ کچھ دنوں بعد اصحاب صفہ میں سے ایک اور شخص نے وفات پائی اور اس نے دو دینار چھوڑے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ یہ دو دینار دو داغ ہیں" (احمد)

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہے کہ رسول اللہ صلعم اس بات تک کو ناپسند فرماتے ہیں کہ لوگ مرنے کے بعد اپنے پیچھے کوئی سرمایہ چھوڑ کر جائیں۔ غور فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر سوشلزم اور کیا ہو سکتا ہے۔

اسلامی افکار



اسلام غیر مسلموں کیلئے بھی رحمت

اسلام نے بلا امتیاز مذہب و ملت دنیا کی رہنمائی کی ہے

(از علامہ محمود العمرانی)

علامہ محمود العمرانی شام کے ایک نامور اہل قلم ہیں۔ ذیل میں علامہ موصوف کے ایک عربی مقالہ کا اقتباس پیش کیا جارہا ہے۔ آپ نے اس مقالہ میں ایک نئے زاویہ سے اسلام پر بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ اسلام نے بلا امتیاز مذہب و ملت ساری دنیا کی رہنمائی کی ہے۔ اور اس نے تمدن و معاشرت میں ایک انقلاب برپا کردیا ہے۔ امید ہے کہ یہ مقالہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

ایک ممتاز مغربی مفکر نے اسلام کے بارے میں کہا ہے کہ۔ اسلام ایک ایسا مذہب جسے بجا طور پر برسات کے موسم سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ برسات کے موسم میں جو لوگ پانی اور محفوظ کرنے کے انتظامات کرتے ہیں وہ اس سے یہ نک فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ ایسا نہیں کرتے لوگ بھی برسات کے وقتی فوائد سے محروم نہیں رہتے۔ بش اُن کے کھیتوں کو بھی سیراب کرتی ہے۔ اور اس کے لیے خوب پیدا وار ہوتی ہے۔ یعنی مسلمان تو اُن لوگوں مانند ہیں جو برسات کے پانی کو محفوظ کرکے اُس سے را پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کہ اسلام کو ہب کی حیثیت سے نہیں مانتے وہ بھی اس مذہب کی تعلیمات فوائد سے محروم نہیں رہتے" اس مفکر نے اسلام کے بارے ما جو کچھ کہا ہے اُس کی سچائی سے کون انکار کرسکتا ہے۔

اسلام سے پہلے بھی دنیا میں مختلف مذاہب آتے رہے۔ ان تمام مذاہب نے بھی نوعِ انسانی کی ہدایت اور ناح کرنے کے لئے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ خود ستے ان مذاہب کی اصلاحی خدمات کی تصدیق کی ہے۔ لیکن کو ۔۔۔ نے ایک منفرد اور فائدہ رسانی کا چشمہ بنا دیا ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے انسان کی روحانی اور مادّی زندگیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرکے اول تو خود مسلمانوں کو ایسی زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے جو انسانیت کی اعلیٰ قدروں کی آئینہ دار ہو۔ جس سے کہ غیر مسلموں کی زندگی بھی متاثر ہوتی ہو دوسرے اسلام نے اپنے سماجی نظام میں اسقدر وسعت رکھی ہے کہ اس کی بدولت حاصل ہونے والے فوائد سے کوئی شخص بھی محروم نہیں رہ سکتا۔ خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

اسلام کی ان خصوصیات کی تصدیق کے لئے ہمیں اسلام کے کسی گہرے مطالعہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کے لئے روزمرہ کے واقعات اور تاریخی گواہیوں پر معمولی سی نظر ڈال لینا کافی ہوگا۔ لیکن واقعات کے اس سرسری مطالعہ سے پہلے ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین کرلینی چاہئے۔ کہ دوسرے مذاہب کے برعکس جنھوں نے کہ اپنی اصلاحی کوششوں کو انسانی زندگی کے صرف ایک شعبہ یعنی روحانیت کے لئے وقف کردیا تھا۔ اسلام نے اپنی تمام تر اصلاحی کوششوں میں دونوں شعبوں یعنی روحانیت اور مادیت کو پیش نظر رکھا تھا۔ اسلئے کہ اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ انسان کی مادّی زندگی کی پاکیزگی بجائے خود اُس کی روحانی زندگی کی اصلاح کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اسلام کے نزدیک

دین اور دنیا دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ اچھی دنیاوی زندگی ہی سے عاقبت سدھرتی ہے۔

پھر اسلام میں جو وسیع نظری ہے وہ شائد دنیا کے کسی مذہب میں بھی نہیں۔ چنانچہ دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام نے اپنے سے پہلے کسی مذہب یا بانیٔ مذہب کی تردید نہیں کی ہے بلکہ اُنکی تصدیق کرتے ہوئے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ تمام سابقہ مذاہب بنی نوع انسان کے لئے ایسے محدود مقاصد لے کر آئے تھے جو مختلف اوقات اور مختلف قوموں اور علاقوں تک محدود تھے۔ لیکن اسلام پوری دنیا کا مذہب ہے۔ اس کے آنے کے بعد سابقہ مذاہب کی تعلیمات منسوخ ہو چکی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ ہدایت بھی کی ہے کہ انہیں تمام سابقہ مذاہب اور اُن کے بانیوں کا احترام کرنا چاہئے۔ اور جو لوگ کہ اپنے پرانے مذہبی عقائد کو تبدیل نہیں کرنا چاہتے اُن سے نفرت نہیں کی جانی چاہئے۔ اور اختلاف مذہب کی بنا پر اُن کے انسانی حقوق میں کمی کرنے کا کسی کو بھی حق حاصل نہیں ہے۔

اسلام کی ان ہدایات سے پوری دنیا کو گرانقدر فوائد پہنچے ہیں۔ اسلام کے ظاہر ہونے سے قبل مذہب کے اختلاف کی بنا پر بڑی بڑی خونریزیاں ہوتی رہی ہیں مختلف قومیں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتی رہی ہیں۔ کوئی جانتا ہی نہ تھا کہ مذہبی رواداری بھی کوئی چیز ہے۔ لیکن اسلام کی اس رواداری کی بنا پر انسانی تعلقات کی نوعیت ہی بدل گئی۔ مذہب کی بنا پر پھیلی ہوئی نفرت بہت کم ہو گئی۔ اور اسلام کی اس مذہبی رواداری کی تعلیم کی وجہ سے انسانیت اور بھائی چارے کے رشتے پہلی مرتبہ مربوط ہوئے تھے۔ یعنی مذہبی رواداری کی اس تعلیم سے غیر مسلموں کو غیر معمولی فوائد پہنچے تھے۔ اور اس طرح اسلام ان کے لئے بھی رحمت ثابت ہوا تھا۔

اسلام سماجی زندگی میں مذہب کو دیوار بنانے کا شدید مخالف ہے۔ چنانچہ ہمسایوں کے متعلق اسلام کی وہ ہدایات خصوصی توجہ کی مستحق ہیں جو اس نے مسلمانوں کو دی ہیں۔ ان ہدایات میں اُس نے مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق اور امتیاز نہیں کیا ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کو اُس کے ہمسایہ کے رنج اور راحت کا حصہ دار قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ اُس نے ہمسایوں کے حقوق کو اسقدر اہمیت دی ہے کہ ایک مرتبہ خود داعیٔ اسلام کو بھی یہ گمان پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ہمسایہ کو ہمسایہ کے ورثہ میں حصہ دار نہ بنایا جائے۔ اور ہمسایہ کے حقوق کے متعلق اسلام کی یہ ہدایات صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ غیر مسلم ہمسایوں کا بھی مسلم ہمسایوں کی طرح خیال رکھیں۔ یہ بات کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ اسلام کی ان پسندیدہ ہدایات کا غیر مسلموں نے بھی اثر لیا ہے۔ اور اُن کی ہمسائیگی کے تعلقات میں بھی بہتری پیدا ہوئی ہے۔

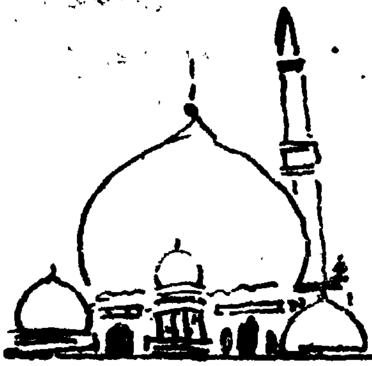
سچ تو یہ ہے کہ اسلام نے انسانی معاشرہ میں جو انقلابی تبدیلیاں پیدا کی ہیں وہ غیر مسلموں کے لئے بھی باعث رحمت ثابت ہوئی ہیں۔ اسلام کی انسانی مساوات کے بارے میں جو ہدایات ہیں انھوں نے چھوت چھات کی پرانی لعنت اور رنگ و نسل کے امتیازات کو مٹانے میں بڑی مدد دی ہے۔ اسلام سے قبل یہ لعنتیں عام تھیں۔ مگر اسلام کی دیکھا دیکھی یہ لعنتیں کم ہونی شروع ہو گئیں چنانچہ آج ہمارے زمانہ میں بھی اسلام کی انسانی مساوات کی یہی تعلیم غیر مسلم قوموں کیلئے بھی مشعل راہ بنی ہوئی ہے۔

پھر اسلام نے عورت کو جو مرد ہی کی طرح انسان ہے جس طرح پستی سے نکالا ہے اس سے کون واقف نہیں یہ اسلام ہی ہے جس نے کہ عورتوں کو مردوں کا ہم پلہ بنا دیا ہے۔ ورنہ اسلام سے قبل بھیڑ بکریوں سے بھی زیادہ بدتر عورت کی حالت تھی۔ اُس کا قتل کر دینا کوئی جرم نہیں تھا۔

اور مسلمانوں کے دیکھا دیکھی عورت کے مساوات کے نظریہ کو ساری دنیا میں مرد اور عورت کی مساوات کو تسلیم کیا جانا اسلامی تعلیم کی اثر اندازی کا ناقابل تردید ثبوت۔

اور اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اسلام سے قبل کوئی یہ جانتا ہی نہ تھا کہ جمہوریت بھی کوئی چیز ہے گنے چنے اور پیدا ہوتا تو صاحب سطوت (باقی صفحہ پر)

تاریخ اسلام کا ایک ورق



"فاتح یورپ" احمد کوپریلی

ان کے نام سے پورا یورپ لرزہ براندام تھا

(از شوکت علی فہمی)

ہم نے صرف ایشیا ہی میں نہیں بلکہ یورپ میں بھی کس طرح نعرہ حق بلند کیا ہے۔ اور ہم نے یورپ کی بڑی سے بڑی طاقتوں کو اسلام کے روبرو کس طرح سرنگوں کر دیا ہے۔ اس کا اندازہ "سلطنت عثمانیہ" کے صدر اعظم "احمد کوپریلی" کی ان مجاہدانہ کارناموں سے ہو سکتا ہے جو اس مرد مومن نے سترہویں صدی عیسوی میں یورپ میں انجام دئے تھے۔ چنانچہ ہم اس مرد مجاہد کے چند کارنامے ذیل کے مقالہ میں پیش کر رہے ہیں۔

یہ سترھویں صدی عیسوی کا وہ زمانہ تھا۔ جبکہ سلطنت عثمانیہ کے تخت پر "سلطان محمد رابع" جیسا آرام طلب حکمراں رونق افروز تھا اور یورپ کے مسلم دشمن حکمراں اس کی آرام طلبی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس فکر میں تھے کہ موقع ملتے ہی یورپ کی اس واحد اسلامی سلطنت کو مٹا کر رکھ دیں۔

یورپ کے حکمرانوں کے لئے روز اول ہی سے یہ چیز ناقابل برداشت تھی کہ یورپ کا وہ بر اعظم جو صرف تثلیث پرستوں کا مسکن ہے وہاں کوئی ایک فرزند توحید بھی نعرۂ حق بلند کرنے کے لئے زندہ رہے۔ اسپین کی اسلامی سلطنت کو تباہ کر چکے تھے۔ سسلی میں مسلم اقتدار کا انھوں نے خاتمہ کر دیا تھا۔ اور اب ان کے لئے سلطنت عثمانیہ کی باری تھی۔

لیکن وہ یہ بھولے ہوئے تھے کہ اسی سلطنت عثمانیہ کا صدر اعظم وہ احمد کوپریلی ہے جس نے سلطان کی کمزوریوں کو محسوس کرتے ہوئے سلطنت کا پورا نظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے اور اس نے درپردہ بڑی خاموشی کے ساتھ ایسی زبردست فوج تیار کر لی تھی کہ سلطنت عثمانیہ بڑی آسانی کے ساتھ یورپ کی بڑی سے بڑی سلطنت سے ٹکر لے سکتی تھی۔ احمد کوپریلی سلطنت [illegible] صرف بہت بڑا مدبر تھا بلکہ ایک نہایت ہی پرجوش اور دیندار مسلمان بھی تھا۔ جو کہا کرتا تھا کہ "اگر میری عمر نے وفا کی تو میں یورپ کے کونے کونے میں نعرۂ توحید بلند کر کے رہوں گا"

احمد کوپریلی جنگی تیاریوں میں معروف ہی تھا کہ اچانک آسٹریا نے ۱۶۶۳ء میں پوری طاقت سے سلطنت عثمانیہ پر حملہ کر دیا۔ اور وہ صرف آسٹریا تنہا نہیں تھا۔ بلکہ اُس کی پشت پر پورا یورپ تھا اور عیسائی حکمراں یہ سمجھ رہے تھے کہ سلطان محمد رابع جیسے آرام طلب حکمراں کو زیر کر لینا کچھ دشوار نہیں ہے۔ لیکن احمد کوپریلی کی حوصلہ مندی نے جلد ہی انہیں بتا دیا کہ اسلام کا جو درخشاں آفتاب یورپ پر ضو فشانی کر رہا ہے دنیا کی کوئی بھی مادی طاقت اس کی نورانی کرنوں کو نہیں روک سکتی۔

شیر دل احمد کوپریلی کی قیادت میں مجاہدین کا ایک سیلاب تھا جو آسٹریا کی سرزمین کو پامال کرتا ہوا تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا اور یورپینوں کا قائم کردہ ہر مورچہ اسلامی سیلاب کی زد میں آکر خس و خاشاک کی طرح بہہ رہا تھا۔ یہاں تک کہ [illegible] مرد مومن نے دریائے ڈینیوب کو پار کر کے نوہزل کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ نوہزل کا قلعہ یورپ کے سنگین ترین قلعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اور یورپ کو اس قلعہ کی مضبوطی پر پورا بھروسہ تھا۔ لیکن وہ مسلم قوم جس کی حوصلہ مندی کے مقابلہ میں قیصر و کسریٰ کے فلک رسا قلعے بھی مٹی کے گھروندے

ثابت ہوئے تھے پہلا نوہزل کے قلعہ کو کیا نظر میں لا سکتی تھی۔ چنانچہ جب مجاہدین نے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ اس قلعہ پر حملہ کیا تو اس قلعہ کی تمام رفعتیں اسلام کے قدموں پر سرنگوں ہوگئیں اور اسٹریا والوں نے مجبور ہوکر ہتھیار ڈال دیے۔ اور پھر نوزل کی فتح کے بعد احمد کوپریلی نے آسٹریا کے دوسرے متعدد قلعوں اور شہروں پر بھی قبضہ کرلیا۔ اور ان عظیم الشان جنگی معرکوں کو سر کرنے کے بعد یہ مرد مجاہد بلغراد واپس آگیا

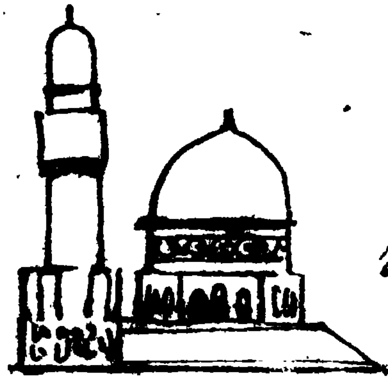
اب اس سے بھی بڑا ایک معرکہ احمد کوپریلی کے پیش نظر تھا چنانچہ موسم سرما کے گزرنے کے بعد یہ مرد مجاہد پھر تازہ دم لشکر لے کر میدان میں آگیا لیکن اب اُسے صرف آسٹریا ہی سے مقابلہ نہیں کرنا تھا بلکہ ہنگری بھی اس جنگ میں ترکوں کے خلاف شامل ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ فرانس بھی سلطنت عثمانیہ کے خلاف صف آرا ہوچکا تھا۔ چنانچہ فرانس کے نامور کاونٹ "کولین" کی سرکردگی میں فرانس کے منتخب جنگ باز میدان میں آگئے تھے اور اسطرح سینٹ گودھرڈ کے میدان میں تاریخ کا ایک بہت بڑا معرکہ گرم ہوگیا۔ ایک طرف تن تنہا مجاہد اسلام احمد کوپریلی تھا۔ اور دوسری جانب آسٹریا ہنگری اور فرانس کے سینکڑوں سپہ سالار تھے غرضکہ ایک خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ ترکوں کو اگرچہ اس معرکہ میں جانی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ لیکن پھر بھی اُن کے حوصلے بلند تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپین طاقتوں کو مجبور ہوکر ترکوں سے صلح کرنی پڑی اور صلح نامہ کی رو سے ٹرانسلوینیا کے علاقہ پر ترکوں کا قبضہ قائم رکھا گیا اور ہنگری کے سات صوبوں میں سے چار صوبے سلطنت عثمانیہ کو مل گئے۔ اس کے علاوہ شہنشاہ آسٹریا نے دو لاکھ فلورن تاوان جنگ سلطان ترکی کو ادا کرنا منظور کرلیا۔ احمد کوپریلی کے تدبر کا یہ شاہکار ہے کہ اس مجاہد کو اگرچہ سینٹ گودھرڈ کے معرکہ میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی لیکن پھر بھی اس کی ہوشمندی سے سلطنت عثمانیہ کے مقبوضات میں قابل قدر اضافہ ہوگیا۔

آسٹریا کی اس جنگ میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کرنے کے بعد فاتح یورپ احمد کوپریلی ۱۶۶۶ء میں کینڈیا کی مہم پر روانہ ہوگیا کینڈیا کی سرزمین وہ سنگلاخ سرزمین تھی جسے گذشتہ بیس سال کی کوشش کے باوجود ترک فتح نہیں کرسکتے تھے۔ اور اہل وینس بڑی پامردی کے ساتھ ترکوں کا مقابلہ کررہے تھے۔ احمد کوپریلی کی دھاک اہل یورپ پر بیٹھ چکی تھی۔ اس لئے احمد کوپریلی کی پیش قدمی سے اہل وینس گھبرا گئے اور انھوں نے ایک بہت بڑی رقم احمد کوپریلی کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے درخواست کی کہ ترک محاصرہ اٹھا کر واپس چلے جائیں۔

احمد کوپریلی نے اس درخواست کے سلسلہ میں جواب دیا کہ "ہم مسلمان ہیں ہم دولت یا ملک کے لئے اپنے گھروں سے نہیں نکلے ہیں بلکہ ہمارا مقصد یورپ کے کونے کونے میں اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔ یاد رکھو ہم خدا کے نام کا سودا نہیں کیا کرتے۔ جس ملک میں بھی ہم خدا کا نام لے کر قدم رکھ دیتے ہیں وہاں سے نعرہ توحید بلند کئے بغیر ہم واپس نہیں جایا کرتے۔ ہم کینڈیا کو فتح کریں گے اور ضرور کریں گے چنانچہ کینڈیا کا محاصرہ بڑی سختی کے ساتھ جاری رہا۔

احمد کوپریلی کی فتوحات نے پورے یورپ میں ہلچل پیدا کردی تھی۔ اور اہل یورپ کو یہ اندیشہ لاحق ہوگیا تھا کہ اگر مسلمان اسی طرح یورپ میں فتوحات حاصل کرتے رہے اور برابر آگے بڑھتے رہے تو پھر پورے یورپ کی خیر نہیں لہٰذا کینڈیا کو بچانے کے لئے یورپ کے مختلف ممالک کی فوجیں میدان میں آنی شروع ہوگئیں۔ چنانچہ سنہ ۱۶۶۹ء میں ایک عظیم الشان فرانسیسی جنگی بیڑا جس میں کہ آٹھ ہزار سپاہی اور فرانس کے بڑے بڑے کاونٹ اور سپہ سالار موجود تھے۔ کینڈیا کی مدد کو پہنچ گئے پھر اسکے بعد مالٹا کی فوج بھی آگئی۔ اور ان سب نے متحد ہوکر سمندر کی جانب سے ترکوں پر گولے برسانے شروع کردیے ادھر محصورین اندر سے گولہ باری کررہے تھے۔ گویا اس طرح یورپین طاقتوں نے ہر چہار طرف سے ترکوں کو گھیر لیا ترک مجاہدین کے لئے یہ وقت بڑا ہی نازک تھا۔ مگر احمد کوپریلی کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی جنبش نہیں پیدا ہوئی۔ بلکہ اس مرد مومن کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے اور اس نے اپنے ساتھیوں سے اپیل کی کہ ہر ترک سپاہی نتیجہ کی پرواہ کئے بغیر اسلام پر قربان ہوکر درجہ شہادت حاصل کرلے (باقی ص ۲۹ پر)

مشاہیرِ اسلام



حضرت امام حنبل رحمتہ اللہ علیہ

اسلام کے لئے زندہ رہے اور اسلام کی خاطر شہید ہو گئے

(از ادارہ دین دنیا)

"دین دنیا" میں مشاہیرِ اسلام کی پاکیزہ زندگیوں کے حالات کا جو مفید سلسلہ جاری ہے۔ یہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مسلمان اس چیز سے بخوبی واقف ہیں کہ شریعت اسلامیہ کی تدوین میں چار مقتدر آئمہ کو بلند ترین مرتبہ حاصل ہے جن کے نام نامی یہ ہیں۔ حضرت امام مالک رح حضرت امام ابو حنیفہ رح حضرت امام شافعی ؒ اور حضرت امام حنبل رح چنانچہ ہم ذیل میں امام حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے مختصر حالات پیش کر رہے ہیں۔

حضرت امام حنبل رحمتہ اللہ علیہ دنیا کے پچانوے کروڑ مسلمانوں کے وہ مقتدر امام ہیں۔ جنھوں نے کہ فقہ اسلامی کی تدوین میں اپنی پوری زندگی صرف کر دی تھی۔ آپ ہوش سنبھالنے کے بعد سے زندگی کے آخری لمحہ تک اسلام کی خدمت فرماتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ نعرۂ حق بلند کرنے کی جرم میں حکومت وقت نے آپ پر طرح طرح کے مظالم کرنے کے بعد شہید کر دیا۔

حضرت امام احمد حنبل رح کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور نام نامی احمد ہے۔ آپ کے والد کا نام محمد بن حنبل تھا جن کا شمار اپنے زمانہ کے مقتدر علما میں کیا جاتا تھا۔ آپ عربی النسل تھے ماں اور باپ دونوں کی جانب سے شیبانی ہیں آپ کا شجرہ نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے مورخوں کا بیان ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ جب مرو سے بغداد تشریف لائیں تو آپ شکم مادر ہی میں تھے اور بارھویں یا گیارھویں ربیع الاول ۱۶۴ھ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے بعض مورخین کا کہنا ہے کہ آپکی پیدائش مرو ہی میں ہوئی تھی۔ جب آپ بغداد تشریف لائے تو بہت کم سن اور شیر خوار تھے۔

لیکن اس بات پر تمام مورخین اور سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ کی تعلیم و تربیت بغداد ہی میں ہوئی ہے ابھی بچپن ہی کے دن تھے کہ تقریباً تین سال کی عمر میں والد کا سایہ عاطفت اُٹھ گیا۔ لیکن آپ کی والدہ محترمہ نے نہایت بلند حوصلگی کے ساتھ تعلیم کا انتظام فرمایا۔ اور یہ ماں کی تربیت ہی کا ثمرہ تھا کہ آپ کا شمار مشاہیرِ اسلام میں ہوا۔ حضرت امام حنبل رح بچپن ہی سے بلا کے ذہین تھے۔ نو سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ اور پندرہ سال کی عمر میں درس حدیث اور فقہ اسلامی سے فارغ ہونے کے بعد آپ کا شمار صف اول کے علما میں ہونے لگا تھا یہاں تک کہ آپ فتوے بھی دینے لگے تھے۔ آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جو کتاب بھی آپ کے مطالعہ میں آجاتی تھی وہ پوری کی پوری حرف بحرف آپ کے ذہن میں محفوظ ہو جاتی تھی۔ آئمہ اسلام میں آپکا درجہ کس قدر بلند تھا۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ پیران پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح آپ ہی کے مسلک کے پیرو تھے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "میں مذہب شافعی اور احمد بن حنبل کا پیرو ہوں"

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی حضرت امام حنبل رح کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "امام احمد حنبل رح حدیث و فقہ میں پیشوا اور زہد و عبادت میں انتہائی بلندی پر تھے۔ وہ بے ریا زاہد اور پرہیزگاری کا نمونہ تھے۔ انھوں نے بغداد میں نشو و نما پائی اور

تحصیل علم کے لئے ایک زمانہ تک بغداد ہی میں مقیم رہے۔ لیکن جب علمائے بغداد سے تعلیم مکمل کرلی تو مزید تحصیل علم کے لئے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام اور جزیرہ کا سفر اختیار کیا اور پوری دنیائے اسلام سے اکتساب کیا۔

ابو اسحٰق بن راہویہ امام احمد بن حنبل رح کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ امام احمد حنبل رح خدا اور اس کے بندوں کے درمیان حجت ہیں احمد سعید دارمی فرماتے ہیں کہ "میں نے ایسے حافظہ کا کوئی آدمی نہیں دیکھا جیسا کہ احمد حنبل کو حدیث کی یادداشت میں پایا۔ اُن کی مسند اُن کے زمانہ کی بے مثال کتاب شمار کی جاتی ہے"

جب امام شافعی رح بغداد سے مصر کی جانب روانہ ہوئے تو امام احمد حنبل رح کی نسبت یہ رائے ظاہر کی کہ "بغداد سے چلتے وقت وہاں میں نے ایسا کسی کو نہیں پایا جو سب سے بڑا فقیہ ہو سب سے زیادہ متقی ہو۔ سوائے احمد بن حنبل رح کے" یعنی حضرت امام شافعی بھی امام احمد حنبل کے تقدس اور بزرگی کے معترف تھے ابوداؤد سجستانی فرمایا کرتے تھے کہ "احمد حنبل رح کے ساتھ صحبت رکھنا درحقیقت آخرت کو سدھارنا ہے۔ کیونکہ اُن کے پاس کوئی دنیا کے کام کی چیز ہی نہ تھی اُنہیں دنیا سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ امام احمد حنبل رح نے تو فقیری اختیار کرلی تھی۔ اور ساری عمر اسی حالت میں گزار دی"

حضرت امام شافعی مصر میں مقیم تھے کہ ایک رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ خواب میں حضور نے امام شافعی سے فرمایا۔ امام احمد حنبل رح کو خوشخبری سنادو کہ اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب قرآن مجید کے بارے میں اُن کو آزمائش سے دوچار کرے گا۔ آپ نے فوراً ایک خط امام احمد حنبل کو لکھا اور خواب کے واقعہ کو پوری تفصیل سے بیان فرمادیا۔ جب امام احمد حنبل رح کو یہ خط ملا تو آپ نے خط کو پڑھ کر فرمایا۔ جو کچھ امام شافعی نے خط میں لکھا ہے وہ ضرور ظہور میں آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی مسئلہ خلق قرآن جو خلیفہ مامون الرشید کے دور میں اٹھایا گیا تھا۔ حضرت امام احمد حنبل کے لئے پیام موت ثابت ہوا

خلیفہ مامون الرشید کے دماغ میں قاضی احمد بن داؤد نے جو کہ معتزلین میں سے تھا یہ عقیدہ بٹھا دیا تھا کہ قرآن بھی دنیا کی دوسری چیزوں کی طرح مخلوق ہے۔ لیکن آئمہ اسلام اور علما کا یہ فتویٰ تھا کہ قرآن شریف چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسلئے اُسے دُنیا کی دوسری اشیا کی طرح مخلوق نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ تو خالق کا کلام ہے۔ غرضکہ خلق قرآن کا یہ فتنہ مامون کے زمانہ سے علمائے حق کے لئے ایک مصیبت بن گیا تھا۔ بے شمار علما قرآن کو مخلوق تسلیم نہ کرنے کے جرم میں تہہ تیغ کیے گئے ہیں مامون کے بعد جب معتصم تخت پر بیٹھا تو اس نے بھی مامون کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لوگوں کو خلق قرآن کے عقیدہ کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا اور یہ خلیفہ چونکہ مامون کے مقابلہ میں بہت زیادہ سخت گیر واقع ہوا تھا۔ اس لئے اس نے اس عقیدہ کو تسلیم کرنے کے لئے علما پر بری طرح ظلم وستم توڑنا شروع کردیا۔

حضرت امام احمد حنبل رح چونکہ اس عقیدہ کے سب سے بڑے مخالف تھے اس لئے ان پر بڑی زیادتیاں کی گئیں۔ اور اُنہیں گرفتار کرکے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ بوجھل بیڑیاں پیروں میں پہنا دی گئیں۔ قید کی حالت میں روزانہ امام موصوف کو زدوکوب کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ بدستور اپنے مسلک پر قائم رہے۔ آخر خلیفہ معتصم نے اُنہیں دربار میں بلاکر کہا کہ "احمد خدا کی قسم میں تم پر بڑی سے بڑی مہربانی کے لئے تیار ہوں اگر تم قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کرلو۔ میں ابھی اپنے ہاتھوں سے تمہاری بیڑیاں اتار دوں گا۔ ورنہ سمجھ لو کہ تمہاری موت سامنے ہے۔ جلاد جو سامنے کھڑے تھے۔ اُن کی طرف اشارہ کرکے معتصم نے کہا "اگر اقرار نہیں کروگے تو یہ ابھی تمہاری گردن اتار دیں گے"

اس وقت پورے دربار کی نظریں امام احمد حنبل رح پر جمی ہوئی تھیں مگر ان کے چہرے پر بدستور اطمینان اور سکون نظر آرہا تھا۔ بس اب ان کی "ہاں یا نا" پر اُن کی زندگی موقوف تھی۔ امام نے پوری شان استغنا کے ساتھ گردن بلند کی اور فرمایا "میں کسی ایسے عقیدہ کو تسلیم نہیں کرسکتا جو قرآن اور کتب نبوی میں موجود نہ ہو اللہ کی کتاب میں سے کچھ دکھلادو یا اُسکے رسول کا کوئی قول پیش کردو پھر میں فوراً اقرار کرلوں گا۔ ان دونوں کے علاوہ میں اور کسی بات کو نہیں مانتا" (باقی صفحہ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



سیکولرزم کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی

مسلمانوں کا دورِ حکومت ہمیشہ تعصب سے پاک رہا ہے

(نامور مفکر - ایم - این رائے کے قلم سے)

کون نہیں جانتا کہ ہندوستان کی مسلم تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہے اور ایک سوچے سمجھے پروگرام کے ماتحت شاہان ہند کو فرقہ پرستوں کی جانب سے محض اس لئے بد نام کیا جا رہا ہے تاکہ غلط واقعات کو مسلمانوں کی ذات سے منسوب کرکے اس ملک کے اکثریتی طبقہ کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جا سکے لیکن اس کے باوجود بھی تاریخی حقائق پر پردہ ڈالنا ناممکن ہے چنانچہ ہم ذیل میں ہندوستان کے نامور لیڈر اور مفکر مسٹر ایم این رائے کا ایک فاضلانہ مضمون پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اُن فرقہ پرستوں کو دندان شکن جواب دیا گیا ہے جو شاہان ہند کو ایک خاص مقصد کے باعث غلط رنگ میں پیش کرتے رہتے ہیں۔

ہندوستان پر مسلمانوں کی کم وبیش ایک ہزار سال کی حکومت کے زمانہ میں اِس ملک میں مادّی لحاظ سے جو ترقیاں ہوئی تھیں جب تک دنیا سے تاریخ ہی کو نابود نہ کر دیا جائے اُس وقت تک اُن ترقیوں کو چھپانا اِن سے انکار کرنا یا ان کا سہرا کسی اور کے سر باندھنا ممکن نہیں ہو سکتا مگر مسلمانوں نے اس ملک کو جو سب سے بڑی نعمت بخشی تھی آج ہم اُسے ملکی سالمیت، متحدہ قومیت، قومی یک جہتی اور سیکولرزم کے ناموں سے موسوم کرکے بہتر طریقہ پر سمجھ سکتے ہیں۔ اور دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں۔

مسلمانوں نے ہندوستان میں آنے کے بعد جو لڑائیاں لڑی تھیں اُن کا مقصد ملک میں ایک مضبوط مرکزی حکومت قائم کرنا اور پورے ہندوستان کو متحد بنانا تھا۔ ہندوستان میں آنے والے ہر مسلمان فاتح کو یہ لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں۔ اور سلطنت مغلیہ کے بانی ظہیر الدین بابر کے جانشینوں نے شیر شاہ سوری کی مسلم حکومت کی بنیاد ہی پر مغلوں کی سلطنت کی تنظیم کی تھی۔ اس لئے ان لڑائیوں کو ہندو راجاؤں اور مسلمانوں کی لڑائیاں نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اُس دور کے تقاضوں کے مطابق یہ تمام معرکے شخصی سلطنت اور حکومت کے قیام کے لئے برپا ہوئے تھے۔ اور ان کے نتیجہ میں یہ وسیع ملک جو پہلے بے شمار چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا ایک متحد اور طاقت ور ملک بن گیا تھا۔

مسلمان ہندوستان میں ایک فاتح قوم کی حیثیت سے آئے تھے۔ لیکن یہاں رہ کر اپنی بنیادی، مذہبی اور تہذیبی خصوصیات کو برقرار رکھنے کے علاوہ باقی تمام زاویوں سے اُنھوں نے خود کو ہندوستانی بنانے کی کوشش کی تھی اور مسلمان ہی وہ غیر ہندوستانی قوم تھی جس نے ہندوستان آنے کے بعد یہاں متحدہ قومیت کی تعمیر کا سنگ بنیاد رکھ کر خود کو بھی اسی تعمیر کا ایک جزو بنا لیا تھا۔

دنیا کے تمام مفکرین اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ قومیں اپنے مذہبی عقائد سے نہیں بنتیں بلکہ مختلف گروہوں کی تہذیبی تمدنی لسانی اور تاریخی یکسانیت انہیں ایک قوم بناتی ہے — فاتحانِ اسلام نے ہندوستان میں باہر سے آنے والے مسلمانوں اور یہاں کے باشندوں کے درمیان انہیں باتوں میں یکسانیت

اور ہم آہنگی پیدا کی تھی۔ اُنھوں نے یہاں کی بہت سی باتوں کو اختیار کرلیا تھا۔ اور وہ اپنے ساتھ جو تہذیبی، تمدنی اور لسانی سرمایہ لائے تھے یہاں کے باشندوں نے بھی اُسے اپنا سمجھ کر اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوستان ہندوؤں یا مسلمانوں کا وطن نہیں تھا۔ بلکہ ہندوستانی عوام کا وطن تھا۔ اور اسی لئے ہندوستان کے تمام غیر ہندوستانی سیاحوں اور واقعات نگاروں نے بھی اپنی تمام تحریروں اور یادداشتوں میں اس ملک کے باشندوں کو ہندوستانی ہی کے نام سے موسوم کیا تھا۔

جہاں تک مسلمانوں کے عہد حکومت میں مسلمان فرمانرواؤں کی مذہبی پالیسی کا تعلق ہے اُسے بجا طور پر سیکولر کہا جاسکتا ہے مسلمانوں نے ہندوستان میں سیکولرزم کی پالیسی اُسی وقت سے اختیار کی تھی جب وہ پہلی بار محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ میں آئے تھے۔

سندھ پر مسلمانوں کے حملہ کا ایک اور شاید واحد سبب یہ تھا کہ وہاں کا راجہ عرب تاجروں پر زیادتیاں کرتا تھا اس کے باوجود جب مسلمانوں نے سندھ کو فتح کرلیا تو علمائے اسلام نے یہ اعلان کردیا تھا کہ ہندو بھی اہل کتاب کے زمرہ میں آتے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے بدترین مخالف بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ محمد بن قاسم نے سندھ کے ہندوؤں کے ساتھ جو فیاضی اور فراخدلی کا سلوک کیا تھا وہ ان کے ساتھ خود ہندو راجاؤں کی حکومتوں میں بھی نہیں کیا جاتا تھا۔

محمد بن قاسم نے سندھ کے ہندوؤں کی مذہبی اور سماجی آزادی کو پوری طرح برقرار رکھا تھا۔ ہندو مذہب کے رہنماؤں اور پنڈتوں کو ہندو راجاؤں کے عہد میں جو رعایتیں حاصل تھیں اُنہیں نہ صرف بحال ہی رکھا گیا تھا بلکہ ان میں اضافہ بھی کیا گیا تھا۔ اور سندھ سے وصول ہونے والے محاصل کا ۳ فیصد حصہ ہندوؤں کی عبادت گاہوں کی مرمت اور مصارف کیلئے مخصوص کردیا گیا تھا۔

محمد بن قاسم کے بعد جب دسویں صدی میں یہاں باقاعدہ اور مسلسل طریقہ پر مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی تو اُس وقت بھی مسلمانوں نے سیکولرزم ہی کو مشعل راہ بنایا تھا۔ چنانچہ الفنسٹن نے محمود غزنوی کے متعلق لکھا ہے کہ "ہندوستان پر مسلسل حملے کرتے رہنے والے اس بادشاہ کے متعلق پوری تحقیقات کے بعد بھی یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ میدان جنگ سے باہر اُس کے ہاتھ سے کبھی بھی کسی غیر مسلم کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ یا اُس نے کسی ہندو کو مسلمان ہوجانے پر مجبور کیا ہو"

مشہور ہندو مورخ بینی پرشاد شاہان ہند کے دور حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مسلم دور حکومت کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اسکے حکمراں ہمیشہ تعصب سے پاک رہے ہیں اور انھوں نے بلا امتیاز مذہب و ملت اپنی رعایا کے ساتھ بڑی ہی ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا ہے"

اسی طرح مغل شہنشاہ اورنگزیب کے متعلق پروفیسر آرنلڈ کے ان الفاظ کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ "عہد اورنگزیب کے غیر مسلم مورخین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستان کے اس طاقتور شہنشاہ نے کسی موقع پر بھی کسی غیر مسلم کو جبراً مسلمان نہیں بنایا تھا" اور اسی اورنگزیب کے متعلق دوسرے ہندو قلم کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندو سنتوں کی عزت کرتا تھا اس نے بہت سے مندروں کے لئے جاگیریں وقف کی تھیں اور اسکے عہد حکومت میں ہندوؤں کو پوری مذہبی سماجی آزادی حاصل تھی

شہنشاہ اورنگزیب کے بہت سے خطوط اور فرامین سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ سلطنت کے کاروبار میں مذہب کو دخل نہیں دیتا تھا۔ اُس کے عہد حکومت میں سرکاری عہدوں پر تقرر کا معیار صلاحیت اور اہلیت تھا اور اسکی سلطنت میں ہندو بھی بڑے بڑے فوجی اور انتظامی عہدوں پر مامور تھے

آج دنیا کئی سو سال پہلے کے مقابلہ میں بہت آگے جاچکی ہے۔ آج سیکولرزم اور متحدہ قومیت کے جو معیار مقرر کئے گئے ہیں وہ آج سے کئی سو سال پہلے انسان کے تصور میں بھی نہیں تھے۔ اس لئے اوّل تو ہمیں ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کو آج کے معیار پر جانچنا ہی نہیں چاہئے بلکہ اس کا مقابلہ صرف اسی دور کی دوسری حکومتوں کے ساتھ کرنا چاہئے لیکن اگر ہم اسے موجودہ پیمانے اور تعصب و تنگ نظری کی عینک کو اُتار کر دیکھیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ مسلمانوں ہی نے متحدہ قومیت اور سیکولرزم کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔

فاتح یورپ احمد کوپریلی

(باقی صفحہ ۔۔ سے)

اور اس اپیل کے بعد ترکوں کی جانب سے ایسا سخت حملہ ہوا کہ دشمن کے لشکر میں انتشار پھیل گیا - آخر کینیڈیا کے سپہ سالار موروسینی کو ۶ ستمبر ۱۶۶۹ء کو ہتھیار ڈال دینے پڑے اور اس معرکہ کے بعد پورے جزیرہ کریٹ پر ترکوں کا قبضہ ہوگیا - پھر چند دنوں کے بعد جمہوریہ وینس اور دولت عثمانیہ کے درمیان ایک صلح نامہ ہوا جس کے رو سے جمہوریہ وینس نے کریٹ کو سلطنت عثمانیہ میں شامل کیا جانا تسلیم کر لیا اس فتح کے بعد احمد کوپریلی کئی ماہ تک کینڈیا میں مقیم رہے اور وہاں کی حکومت کا نیا نظم نسق قائم کرکے قسطنطنیہ واپس آگئے -

احمد کوپریلی بلا شبہ اسلام کا وہ مایہ ناز فرزند اور جانباز سپاہی ہے جسکے مجاہدانہ کارنامے ہمیشہ تاریخ میں روشن رہیں گے یہ وہ مرد مومن ہے جس کی بدولت بہت سے یورپین علاقے سلطنت عثمانیہ میں شامل ہوئے - اور ان علاقوں میں نعرہ توحید کی روح پرور صدا گونجی - احمد کوپریلی اگرچہ آج دنیا میں نہیں ہیں لیکن اسلام کے لئے ان کی سرفروشی ہمیشہ تاریخ میں درخشاں رہے گی - اور رہتی دنیا تک مسلمان احمد کوپریلی کے کارناموں سے حوصلہ مندی کا سبق حاصل کرتے رہیں گے -

حضرت امام حنبل رح

(باقی صفحہ ۲۶ سے)

...م کے ہمنوا ایک دنیا پرست عالم دین نے کہا کہ "احمد عقل اور ...شی سے کام لو ورنہ تمہاری یہ ضد تمہیں تباہ کردے گی" ...حنبل نے فرمایا "اسلام مصلحت کوشی کی اجازت نہیں ...ئی دلیل ہے تو وہ پیش کرو - میں کہتا ہوں کہ دنیا کی خاطر ...نہ کرو"

...م کے لئے اب غصہ کا ضبط کرنا ناممکن ہو گیا اسی وقت ...اشارہ ہوا کہ آپ کا کرتا اتار کر بدن کو ننگا کر دیا جائے ...ردیا گیا اور امام احمد کی مقدس پیٹھ پر کوڑے برسنے شروع ہوگئے - ہر کوڑے کی ضرب پر امام کی "القرآن کلام اللہ غیر مخلوق" کی صدا گونج رہی تھی - اور برابر کوڑے پڑتے رہے یہاں تک کہ حضرت امام کا سارا جسم خون سے لت پت ہوگیا اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے - جب ہوش میں آئے تو پانی کا گلاس پیش کیا گیا - شدت تکلیف سے آپ کی زبان اگرچہ خشک ہو چکی تھی - مگر آپ نے پانی پینے سے انکار کر دیا کیونکہ آپ روزہ سے تھے - مگر ایسی حالت میں ظہر کی نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور اپنے رب کے سامنے گردن جھکا دی -

کوڑوں کے زخم اتنے شدید تھے کہ آپ جانبر نہ ہوسکے - اس حادثہ کے نو دن بعد ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ ہجری کو آپ جاں بحق ہو گئے - آپ کی وفات پر نہ صرف بغداد بلکہ سارا عالم اسلام ماتم کدہ بن گیا - جب آپکا جنازہ روانہ ہوا تو ہر چہار طرف سے مخلوق امنڈ پڑی جنازہ کے ہمراہ آٹھ لاکھ مردوں اور ساٹھ ہزار عورتوں کا ہجوم تھا - ہر طرف سے آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں - مقبرہ باب الحرب میں آپ کے مقدس جسم کو سپرد خاک کر دیا گیا -

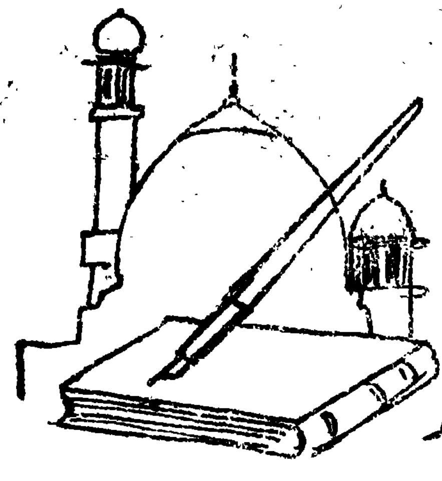
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ه

اسلام غیر مسلموں کے لئے بھی رحمت

(باقی صفحہ ۲۲ سے)

افراد نے پوری دنیا کو غلام بنا رکھا تھا - یہ اسلام ہی ہے جس نے کہ خلافت راشدہ قائم کرکے دنیا کو جمہوریت کا راستہ دکھایا - اور اسلام کے بتائے ہوئے جمہوری نظام حکومت میں غلاموں کے سروں پہ تاج شاہی رکھ دیا - چنانچہ آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں جمہوریت اور عوامی حکومت کی جو تحریک ابھری ہے وہ اسلام ہی کی عطا کردہ ہے اور اس تحریک سے مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم ملکوں اور قوموں نے فائدہ حاصل کیا ہے -

اسلام بلاشبہ ایک انقلابی مذہب ہے اس نے حکمرانی سے لیکر انسانی معاشرہ تک میں انقلاب پیدا کر دیا ہے اسلام مسلمانوں کے لئے تو بلاشبہ بہت بڑی نعمت ہے لیکن غیر مسلموں کو بھی اسلام سے بے حد فائدہ پہنچا ہے بلاشبہ اسلام بارش کے پانی کی طرح ہے جس سے کہ سب ہی کو فائدہ پہنچتا ہے -



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین

اور سینکڑوں شاہان اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے دلولہ انگیز حالات

مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از مولوی علی تقی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کی مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے۔ اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا۔ رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کو بڑی بڑی سلطنتوں کو فتح کر کے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ۱۵ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر دور آخر تک کی تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں بطور بیان کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں حکومت اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک اور جنگی کارنامے موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان غنی رض حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسن رض یعنی خلفائے راشدین کے دور خلافت کے مکمل حالات درج ہیں۔ اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے اسکے علاوہ ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ، روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کے بھی حالات درج ہیں

یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب:۔ حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح

دوسرا باب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات

تیسرا باب:۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کا عہد حکومت اور فتوحات۔

چوتھا باب:۔ حضرت عمر فاروق رض کا دور حکومت اور فتوحات

پانچواں باب:۔ حضرت عثمان غنی رض کا عہد حکومت اور فتوحات

چھٹا باب:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور حکومت اور فتوحات

ساتواں باب:۔ امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات

آٹھواں باب:۔ خلفائے بنو عباس کا طویل دور حکومت

نواں باب:۔ اسپین اور یورپ کی اسلامی حکومتیں

دسواں باب:۔ مراکش، ٹیونس، الجزائر، اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں

گیارہواں باب:۔ مصر و شام کی اسلامی حکومتیں، غازی صلاح الدین ایوبی کی صلیبی جنگیں

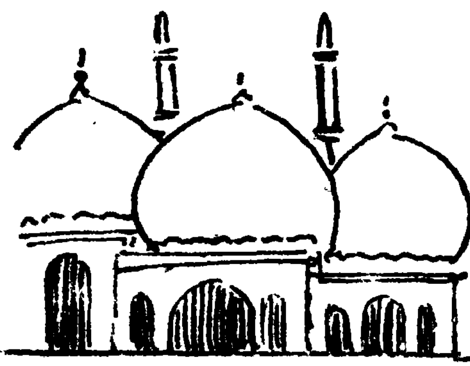
بارہواں باب:۔ ایران، افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں۔

تیرھواں باب:۔ شاہان سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دور حکومت

چودھواں باب:۔ ہندوستان کی خود مختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ انداز تحریر ناول کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید نہایت اعلیٰ دلکش ٹائٹیل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگالیں جدید اڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے۔ چودہ ابواب کی مکمل تاریخ مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف پچیس روپے۔

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی



ایک نومسلم کی سرفروشی

صرف تین سو سپاہیوں کی مدد سے حلب فتح کرلیا

(از شوکت علی فہمی)

قرونِ اولی کے نومسلموں میں کس بلا کا جوش تھا، اُس کا اندازہ ذیل کے تاریخی واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ جس میں کہ اُن اسلامی سرفروشوں کے کردار کو اجاگر کیا گیا ہے۔ جنہوں نے جان پر کھیل کر سلطنت اسلامیہ کو وسعت دی اور جنھوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر دنیا کے مختلف گوشوں میں اسلام کا پرچم لہرا دیا تھا۔

یہ سولھویں صدی ہجری کا وہ زمانہ تھا جبکہ اسلام کے شیدائی اور سرفروش تقریباً ہر محاذ پر قیصر روم کو شکستوں پر شکستیں دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا بیت المقدس پر بھی قبضہ ہوگیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود قیصر روم کا زعم بدستور باقی تھا۔ اور اُس نے اپنے تمام ماتحت حکمرانوں کے نام حکم جاری کیا تھا کہ وہ پوری طاقت سے مسلمانوں کو کچل ڈالیں۔ اس مقصد کے لئے عیسائیوں کے لشکر پر لشکر حلب کی جانب بڑھ رہے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں نے عیسائیوں کے سب سے بڑے صنعتی مرکز حلب کا محاصرہ کر رکھا تھا۔۔ ایک طرف تو عیسائیوں کا بے پناہ لشکر تھا۔ اور دوسری جانب مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت تھی جو اس زمانہ کی سب سے بڑی طاقتور حکومت یعنی سلطنت روما سے ٹکرلے رہی تھی مسلمانوں کی اس مٹھی بھر فوج کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ رض تھے، حضرت ابو عبیدہ رض کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ ہمیشہ حملہ سے قبل فریق ثانی کو ایک مصالحانہ پیغام بھیج دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے حسب دستور حلب کے عیسائی حاکم "یوقنا" کو بھی ذیل کا پیغام بھیج دیا۔

"ابو عبیدہ بندۂ خدا کی جانب سے حاکم حلب یوقنا کو پیغام بھیجا جاتا ہے کہ ہم دوستی کو دشمنی پر اور صلح کو جنگ پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہمارے لئے یہی اسلام کا حکم ہے۔ لیکن جب کوئی قوم ہماری پیشکش کو ٹھکرا دیتی ہے تو ہم کبھی پیٹھ نہیں پھیرا کرتے۔ حلب کے حاکم "یوقنا" کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسے ایک ایسی قوم سے واسطہ پڑا ہے، جو موت کو زندگی پر، اور کلفت کو آرام پر ترجیح دیتی ہے۔ لہٰذا یوقنا اور حلب کے باشندوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ مسلم کشی سے باز آجائیں، اور اطاعت قبول کرنے کے بعد جزیہ دیں۔ ورنہ کلمۂ حق بلند کرنے کے لئے مجبوراً ہمیں سرزمین حلب کو لشکر اسلام کے گھوڑوں کے سموں سے پامال کرنا پڑے گا۔ اور اسکی ساری ذمہ داری تم پر ہوگی جاننا چاہئے کہ صلح ہر حال میں جنگ سے بہتر ہے۔"

حلب کے حکمران یوقنا کو جب یہ پیغام ملا تو وہ آپے سے باہر ہوگیا لیکن یوقنا کا بھائی یوحنا جو سلطنت کے کاموں میں اپنے بھائی کے ساتھ برابر کا شریک تھا وہ مسلمانوں سے صلح کا خواہشمند تھا۔

یوحنا کو جب حضرت ابو عبیدہؓ کے اس مصالحانہ پیغام کا علم ہوا تو اُس نے اپنے بھائی یوقنا سے کہا۔ "ہم کو اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ جس فراخ حوصلگی کا ثبوت دیا ہے۔ اُس کے پیش نظر حلب کے باشندوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ مسلمانوں سے صلح کرلی جائے۔"

مگر یوقنا جنگ پر تلا ہوا تھا۔ اُس نے اپنے بھائی کو جواب دیا۔ "مجھے اِن مٹھی بھر درندوں سے صلح کی کیا ضرورت ہے۔"

یوحنا بولا "گذشتہ تلخ تجربات نے ہمیں بتا دیا ہے کہ ہم کثرت کے باوجود مسلمانوں پر غالب نہیں آسکتے۔ ایسی حالت میں کیا یہ بہتر نہیں

ہوگا کہ اُن سے دشمنی مول لینے کی بجائے اُنہیں دوست بنا لیا جائے"۔

"وہ ہمارے دوست کبھی نہیں بن سکتے"۔ یوقنا نے جواب دیا "اُن کا تعلق ایک وحشی قوم سے ہے۔ اُن کا مذہب درندوں اور وحشیوں کا مذہب ہے ہم اُنہیں کچل ڈالنا چاہیں۔

یوحنا نے کہا "ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں وہ وحشی ہوں لیکن مفتوحہ علاقوں کے عیسائیوں سے اُن کا سلوک بتا رہا ہے کہ اُن میں انتہا درجہ کی انسانیت اور معقولیت ہے سلطنت روما کے جن علاقوں کو بھی انھوں نے فتح کیا ہے۔ اُس میں ہمیں کامل مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ہماری صلیب اور گرجا بالکل محفوظ ہیں"۔

یوقنا یہ جواب سن کر آگ بگولہ ہوگیا اور اس نے کہا "یوحنا تیری گفتگو سے سازش کی بو آتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تو مسلمانوں سے مل گیا ہے۔ تجھے بھی مسلمانوں کے ساتھ اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہوگی"

دونوں بھائیوں میں تلخی بڑھتی ہی چلی گئی۔ یوقنا کی ضد تھی کہ وہ مسلمانوں سے ضرور لڑے گا۔ اور یوحنا اس جنگ کا شدید مخالف تھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ یوقنا نے سازش کے شبہ میں یوحنا اور اُس کے تین سو ساتھیوں کو تہ تیغ کرادیا۔ اور اس کے بعد پوری طاقت سے مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ مسلمانوں نے اگرچہ بڑی پامردی سے مقابلہ کیا مگر وہ یوقنا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ یوقنا نے ایسا اچھا انتظام کیا تھا کہ اسلامی لشکر کا ایک سپاہی بھی حلب کے قلعہ کی دیوار تک نہ پہنچ سکا

اس جنگ کو جب پانچ مہینے گزر گئے تو حضرت ابوعبیدہ ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ انھوں نے حلب کا محاصرہ اٹھا لینے کا فیصلہ کرلیا اور عین اس وقت جبکہ حضرت ابوعبیدہؓ محاصرہ اٹھانے کی تیاریوں میں مصروف تھے تو ایک نومسلم سپاہی "داس" نے حضرت ابوعبیدہؓ اور خالدؓ بن ولید کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا "محاصرہ اٹھانے میں جلدی نہ کیجئے۔ اگر مجھے صرف تیس جانباز سپاہی دیدئے جائیں تو میں حلب کے قلعہ پر بشرطیکہ آپکا قبضہ کرا دوں گا"

ایسی حالت میں جب کہ انتہائی کوشش کے باوجود حضرت ابوعبیدہؓ پانچ مہینے میں اس قلعہ کو فتح نہیں کرسکے تھے۔ انھوں نے اس نومسلم کی پیشکش کو کچھ اہمیت نہیں دی۔ لیکن حضرت خالد بن ولید نے کہا "اب جبکہ حلب کی فتح ناممکن معلوم ہوتی ہے تو کیا حرج ہے، اگر اس نومسلم کو بھی ایک موقع دے دیا جائے"۔

حضرت خالد بن ولید کی سفارش پر اس نومسلم سرفروش کی پیشکش قبول کرلی گئی اور اُسے تیس سرفروش مجاہد دیدئے گئے۔ داس جو اسلامی نشہ سے سرشار تھا اُس نے اپنے تیس ساتھیوں کو بھیڑ کی کھالیں اڑھائیں اور حلب کے قلعہ کے ایک محفوظ گوشہ میں عین دیوار کے نیچے پہنچ گیا۔ قلعہ پر پہرا دینے والے عیسائی یہ سمجھتے رہے کہ یہ بھیڑیں ہیں۔ اور اُن کو شبہ بھی نہ ہوا کہ بھیڑ کے لباس میں اُن کے لئے خوفناک بھیڑیئے آگئے ہیں۔

جب رات کا سناٹا ہوگیا تو نومسلم داس نے سات آدمیوں کو یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے کندھوں پر کھڑا کردیا اور اس طرح ایک آدمی کو فصیل کی دیوار پر پہنچا دیا۔ اس آدمی نے سب سے پہلے قلعہ کے اس سنتری کو جاتے ہی ختم کردیا۔ جو قلعہ کے اس حصہ پر متعین تھا، جہاں یہ چڑھا تھا۔ پھر اس کے بعد کمند کے ذریعہ داس اور باقی سب سپاہی فصیل پر چڑھ آئے۔

اب ان سرفروشوں نے بڑی ہوشیاری اور خاموشی کے ساتھ چن چن کر اور ایک ایک کرکے فصیل پر پہرہ دینے والے تمام سنتریوں کو ختم کردیا۔ اور اُن کا لباس خود پہن کر قلعہ کے دروازوں پر پہنچ گئے اور انتہائی سرعت کے ساتھ محافظین کا صفایا کرکے قلعہ کے دروازے کھولدیے۔

حضرت خالد بن ولید جن کو اس تمام کاروائی کا نقشہ بتا دیا گیا تھا۔ پہلے ہی سے قلعہ کے دروازے کے قریب لشکر اسلام کے ساتھ موجود تھے چنانچہ قلعہ کا دروازہ کھلتے ہی وہ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوگئے۔ رات کی تاریکی میں اس اچانک حملہ سے عیسائی گھبرا گئے۔ حلب کے قلعہ میں گو عیسائی لشکر کی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں کم نہ تھی۔ لیکن اُن پر ایسی بدحواسی طاری ہوئی کہ انھوں نے برائے نام مقابلہ کے بعد ہتھیار ڈالدئے۔ اور حلب کے قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

حلب کی اس فتح کے اس واقعہ کو اسلامی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس عظیم الشان فتح کا سہرا نومسلم داس کے سر تھا جس نے اسلام کی خاطر سر ہتھیلی پر رکھ کر ایک ایسا سرفروشانہ کارنامہ انجام دیا تھا جو دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ داس کی ہمت جرأت اور حوصلہ مندی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے [illegible]



اسلام ایک عیسائی مفکر کے نظر میں

مسٹر فرینڈ انتھونی کے اسلام کے بارے میں خیالات

(مسٹر فرینڈ انتھونی کے ایک مقالہ کا ترجمہ)

فرینڈ انتھونی لبنان کے ایک مشہور عیسائی مفکر ہیں جو عربی زبان کے ایک بہت بڑے عالم بھی ہیں انھوں نے اسلام کے بارے میں ایک نہایت ہی اہم مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس کا ترجمہ ہم ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کے لئے ذیل میں پیش کر رہے ہیں ۔

دنیا کے کسی دور میں بھی مذہب کی رہنمائی کے بغیر انسان کی قدریں بلند نہیں ہو سکی ہیں۔ اور آج بھی زندگی میں روحانی قدروں کو پیدا کرنے اور ابھارنے کے لئے لوگوں کو مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ لیکن آج کا انسان جہاں روحانی سکون کا متلاشی ہے وہاں وہ اس بات کا بھی متمنی ہے کہ وہ کسی ایسے مذہب کی پیروی کرے جو اُسے روحانی سکون عطا کرنے کے ساتھ مادی معاملات میں بھی اُس کی صحیح رہنمائی کر سکے۔ اور ہمیں اسلام کو جو عیسائیت کے بعد دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے ۔ اور جس کے ماننے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اُس کا اس پس منظر میں جائزہ لینا ہے

مذہب کے فلسفہ کو جاننے والے علما اور مفکرین خواہ کسی عقیدہ کو کیوں نہ مانتے ہوں اُن کی متفقہ رائے یہ ہے کہ مکمل دین وہی ہے جو ایک طرف تو انسان کی روحانی اور اخلاقی قدروں کو ابھارتا ہو۔ دوسری جانب وہ مادی معاملات میں بھی انسان کی رہنمائی کر کے اسے ترقی کی راہیں دکھاتا ہو۔ اور اس زاویہ نظر سے جب ہم دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ خصوصیت ہمیں اسلام میں تمام دیگر مذاہب کے مقابلہ میں کہیں زیادہ نظر آتی ہے ۔ اس لئے ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اسلام نہ صرف مکمل دین ہے بلکہ آج کے سائنسی دور میں پوری طرح یہی مذہب زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

اسلام پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ دین اور دنیا یعنی انسانی زندگی کی دونوں گوشوں پر حاوی ہے چنانچہ اسلام نے اپنی تعلیمات کو دو ایسے حصوں میں تقسیم کر دیا ہے کہ یہ مذہب دونوں راستوں پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے ۔ اگر ہم اسلام کی اُن تعلیمات پر تعصب سے بلند ہو کر غور کریں جو کہ معاملات اور دنیاوی ضرورتوں کے سلسلہ میں موجود ہیں تو تسلیم کرنا پڑتا ہے ۔ کہ یہ مذہب پوری بنی نوع انسان کا رہنما ہے ۔ اور اسکی مادی شعبہ سے تعلق رکھنے والی ہدایات غیر مسلموں کے لئے بھی بے حد مفید ہیں ۔ مثلاً سماجی مساوات اور عدل وانصاف وغیرہ ۔

انسان فطری طور پہ ایسے مذاہب کو ناپسند کرتا ہے جو اُسے دُنیا اور دنیا کی دلچسپیوں سے الگ تھلگ کر کے گوشہ نشینی کی تعلیم دے یا سماجی تعلقات پر پابندی لگائے۔ انسان چاہتا ہے کہ وہ ایک ایسا مذہب اختیار کرے جو قدرت کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھانے میں مدد دے اور یہ خوبی چونکہ اسلام میں موجود ہے اسلئے اُس کی جانب لوگوں کا رجحان بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے ۔

اسلام نے معاملات اور دنیاوی زندگی سے متعلق اپنی ہدایات کی بنیاد انصاف، رواداری اور افہام وتفہیم پر رکھی ہے ۔ اُس نے اس معاملہ میں کسی کے ساتھ بھی رو رعایت اور امتیاز کو جائز قرار نہیں دیا ہے ۔ اسلام چاہتا ہے کہ سماجی زندگی میں بلا امتیاز مذہب

و ملت کسی کے ساتھ بھی ناانصافی نہ ہو۔ وہ ہر قسم کی رواداری کا حامی ہے۔ اور مذہبی رواداری کو تو اسلام میں اولیت حاصل ہے۔ پھر رنگ اور نسل کے امتیازات کو مٹانے میں اسلام نے نمایاں حصہ لیا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام ایک ایسے سماج کا خواشمند ہے جس میں محبت ہو یگانگت ہو اور انسانی ہمدردی ہو۔ اور یہ اسلام کی ایسی خوبیاں ہیں جنہیں کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام نے زندگی کے مادی شعبوں کو سدھارنے پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اور اس مذہب نے انسان کو تاکید کے ساتھ یہ بات بتائی ہے کہ اُسکی زندگی کا مقصد محض روحانی ترقی کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اُسے مادی ترقی میں بھی پورا حصہ لینا ہے۔ اور دنیا کی تعمیر کے راستہ پر اُسے تیزی کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو اس کی روحانی ترقیاں بھی نامکمل اور خام ہی رہیں گی۔ چنانچہ داعی اسلام کے جو اصحاب غیر معمولی طور پر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے کے باعث اپنے متعلقین کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتے تھے یا دنیاوی ذمہ داریوں سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ تو پیغمبر اسلام انہیں سختی کے ساتھ اس طریقہ کار کے چھوڑ دینے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

اسلام کے ظہور کے وقت تمام پرانے مذاہب میں رہبانیت عام تھی۔ دنیا کو ترک کر کے کسی گوشہ میں بیٹھ جانے کو روحانیت کا ارتقا سمجھا جاتا تھا۔ اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ نہ صرف اسلامی سماج میں بلکہ پورے انسانی سماج میں رہبانیت یعنی ترک دنیا کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام کے نزدیک رہبانیت انسان کو ناکارہ بنا دیتی ہے۔ جبکہ ہر انسان کو یہ چاہیئے کہ وہ دنیاوی ترقی میں اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق زیادہ سے زیادہ حصہ لے اور خود اپنی ذات کے لئے اور دوسروں کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بننے کی کوشش کرے۔

اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اُس کی پوری بنیاد اخلاقیات پر رکھی ہوئی ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ اس کے پیرو اخلاق اور انسانیت کا نمونہ بن کر اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اسلام صرف اسی کو کافی نہیں سمجھتا کہ ایک انسان اپنا بیشتر وقت عبادت و ریاضت میں گزار دے۔ بلکہ اسلام اس بات پر زیادہ زور دیتا ہے کہ انسان نوع انسانی کے کام آئے۔ اُس کے دکھ درد میں شریک ہو اگر اُس کے پاس دولت ہے تو اُس میں غریب رشتہ داروں پڑوسیوں محتاجوں اور بیواؤں کو حصہ دار بنائے۔ اسلام کی فیض رسانی صرف اسکے ماننے والوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو ہمدردی اور محبت کا سلوک کیا جائے۔ چنانچہ صحابہ رسول اپنے ہمسایہ یہودیوں کے ساتھ بھی بھائیوں جیسا سلوک کرتے تھے۔

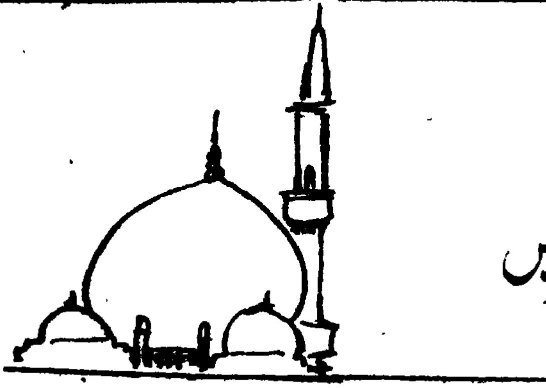
اسی طرح اسلام نے دوسرے کے مال و آبرو کو مسلمانوں پر حرام قرار دیا ہے۔ اور انہیں ہدایت فرمائی ہے کہ وہ غیر مذاہب والوں کے مال میں سے کبھی ایک تنکا بھی نہ اٹھائیں۔ اور غیر مذاہب کی عورتوں پر ہرگز نگاہ بد نہ ڈالیں چنانچہ ایسی بے شمار مثالیں تاریخ میں موجود ہیں کہ مسلمانوں کے زمانہ اقتدار میں جن بد اطوار مسلمانوں نے غیر مذاہب کی عورتوں پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اُنہیں مجمع عام میں سنگسار کرنے کے بعد ہلاک کر دیا گیا ہے۔

میں زمانہ دراز تک دنیا کے تقریباً تمام ممتاز مذاہب کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ یوں تو دیگر مذاہب میں بھی خوبیاں موجود ہیں۔ لیکن اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا جتنا بھی مطالعہ کیا جائے۔ اس میں خوبیاں ہی خوبیاں دکھائی دیتی ہیں۔ اور شاید اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام دنیا کے مختلف گوشوں میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے یہاں تک کہ اس کے ماننے والوں کی تعداد ایک ارب کے قریب پہنچ چکی ہے۔

ایک نو مسلم کی سرفروشی

(باقی مضمون ۳۲ سے)

کہ اسلام نے کیسے کیسے جانباز پیدا کئے تھے۔ جو کسی بڑی فوج کے ذریعہ نہیں بلکہ صرف تیس سپاہیوں کی مدد سے عظیم الشان قلعے فتح کر لیتے تھے۔ اللہ اللہ کس بلا کا جوش ایمانی تھا اور اسی جوش نے سو سال سے بھی کم مدت میں مسلمانوں کو نصف دنیا کا حکمراں بنا دیا تھا۔ حلب کی یہ عظیم الشان فتح ۱۶ھ میں حاصل ہوئی تھی اس فتح کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ جیسے ہی عیسائیوں نے حلب میں ہتھیار ڈال دیئے تو تمام مسلمانوں نے بھی حضرت خالد بن ولید کی ہدایت پر اپنے ہاتھ روک لئے۔ اسلامی فوج میں یوقنا مسلم ہو جانے



دنیاوی عظمتیں بے معنی

حکمرانی اور شہنشاہی نامور سلاطین کی نظر میں

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

انسان دنیاوی عظمتوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔ اور حصول اقتدار کے لئے جوڑ توڑ میں لگا رہتا ہے۔ لیکن ان دنیاوی عظمتوں کی اصل حقیقت کیا ہے۔ اُس کا اندازہ ذیل کے مضمون سے ہو سکتا ہے۔ جس میں کہ دنیا کے نامور سلاطین نے دنیاوی اقتدار اور حکمرانی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ مقالہ تاریخی بھی ہے اور نصیحت آموز بھی۔

عبدالملک بن مروان پہلی صدی ہجری میں اموی خاندان کا وہ مشہور حکمران ہوا ہے جس نے کہ عبداللہ بن زبیر جیسی مقتدر ہستی کو قتل کر کے پوری خلافت اسلامیہ پر قبضہ جما لیا تھا۔ یہ وہ سخت دل حکمران تھا۔ جس کو کہ خانہ کعبہ پر سنگ باری کرتے ہوئے بھی مطلق احساس نہیں ہوا تھا۔ لیکن وہی اقتدار جس کے لئے اُس نے یہ سب کچھ کیا تھا آخر عمر میں جا کر بے حقیقت معلوم ہونے لگا تھا۔ اس کا معمول تھا کہ جب بھی اُسے فرصت ملتی تھی امّ الدرؓ صحابیہ کے پاس جا بیٹھتا تھا۔ ایک دن ان صحابیہ نے عبدالملک سے پوچھا کہ تم نے بادشاہی کا کیا لطف اٹھایا۔ تو عبدالملک نے جواب دیا

"بادشاہی اور اقتدار لطف اٹھانے کے لئے نہیں ملا کرتا میں یہ تو گنا ہوں کا ایک بوجھ ہے جسے انسان اپنے سر پر رکھ لیتا ہے۔ میں نے بادشاہی کا کوئی لطف نہیں حاصل کیا۔ بلکہ بادشاہی میرے لئے عذاب جان ثابت ہوئی ہے۔ ہر لمحہ جان کا خوف رہتا ہے۔ کھانا کھاتا ہوں تو اندیشہ رہتا ہے کہ کسی نے زہر نہ ملا دیا ہو۔ محل کی کنیزوں تک سے ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی کنیز میرے لئے آستین کا سانپ نہ بن جائے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جسے حکومت یا اقتدار مل جاتا ہے اُس سے زندگی کا سکون چھین لیا جاتا ہے"

یہ ہے حکومت اور اقتدار کے بارے میں اموی خاندان کے اُس حکمران کے خیالات جسے دنیا ایک خوش نصیب حکمران سمجھتی تھی۔ اور جس کی شان و شوکت کو رشک کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ میں وہ نیک دل خلیفہ ہوئے ہیں جو نام کے خلیفہ تھے مگر درویشوں جیسی زندگی گزارتے تھے۔ جب آپ سابق خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے دفن کے بعد واپس آ رہے تھے تو آپ کے غلام نے کہا "آپ بہت ہی غمگین نظر آتے ہیں" حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا۔

"آج دنیا میں اگر کوئی شخص غمگین ہونے کے قابل ہے تو وہ میں ہوں۔ خلیفہ کی ذمہ داریوں کا بہت بڑا بوجھ مجھ پر ڈال دیا گیا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بوجھ کو کیونکر اٹھا سکوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ قبل اسکے کہ میرا نامہ اعمال مجھے دکھایا جائے۔ اور مجھ سے جواب طلب کیا جائے میں حقداروں کو اُن کے حقوق ظالموں سے دلا دوں ورنہ یہ خلافت بیکار ہے"

بیعت خلافت کے بعد جب آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو آپکی لونڈی

آنسوؤں سے تر تھی۔ آپ کی بیوی نے گھبرا کر پوچھا کیوں خیریت تو ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"خیریت کہاں۔ میری گردن میں حکومت کا طوق ڈال دیا گیا ہے ننگے، بھوکے، بیمار، مظلوم، مسافر، بچے بوڑھے کم حیثیت اور عیالدار غرضکہ رعایا کے ہر فرد کا بوجھ میرے سر پر آن پڑا ہے میں اس خوف سے رو رہا ہوں کہ کہیں روز قیامت جب مجھ سے پرسش ہو تو کہیں میں جواب نہ دے سکوں"

خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد کسی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے چہرہ پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ آخر خلافت ہی نے اُن کی جان لیلی یعنی انہیں شہید کر دیا گیا یہ ہے دنیا کے نیک بندوں کی نظر میں حکومت اور اقتدار کی حیثیت۔

ہشام بن عبدالملک بھی بڑی شان اور دبدبہ کا خلیفہ ہوا ہے یہ بیس سال تک مسند خلافت پر رہا اور بہت سی نئی فتوحات بھی کیں مرنے سے پہلے یہ خناق کے موذی مرض میں مبتلا ہو گیا اپنی موت سے قبل اُس نے اپنی ناکام زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے مسندِ خلافت پر بیٹھے ہوئے تقریباً بیس سال ہو چکے ہیں لیکن میری زندگی میں بیس دن بھی ایسے نہیں آئے کہ میں یہ کہہ سکوں کہ یہ دن میرے لئے اطمینان اور مسرت کے دن تھے حکومت اور سلطنت دوسروں کیلئے بلا شبہ ایک دلکش چیز ہے لیکن جس کے سر پر اس کا بوجھ رکھا جاتا ہے، وہ جانتا ہے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت ہے میں سمجھتا ہوں کہ مجھے حکومت مل گئی اُس کی دنیا اور عاقبت دونوں ہی برباد ہو گئیں انسان اقتدار کے پیچھے دوڑتا ہے۔ لیکن۔ انسان کی راحت حصول اور اقتدار میں نہیں ہے بلکہ اس سکون قلب میں ہے جو صرف نیکو کاروں اور مذہبوں کا حصہ ہے"

یہ تھے حکومت اور اقتدار کے بارے میں ہشام جیسے باعظمت خلیفہ کے احساسات موت سے قبل ہشام کے خناق کے مرض کی شدت بڑھ گئی تھی وہ دن بھر ماتم کرتا تھا اور اپنی حالت پر تاسف کرتا تھا اور اسی طرح تڑپتے ہوئے اُس نے جان دیدی۔

خلیفہ ہارون الرشید بنو عباس میں بڑے پائے کا حکمران ہوا ہے اُس خلیفہ سے ایک روز اُس زمانہ کے مشہور بزرگ ابن سماک نے پوچھا کہ خلیفہ تم نے اپنی خلافت سے کیا فائدہ حاصل کیا ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا۔

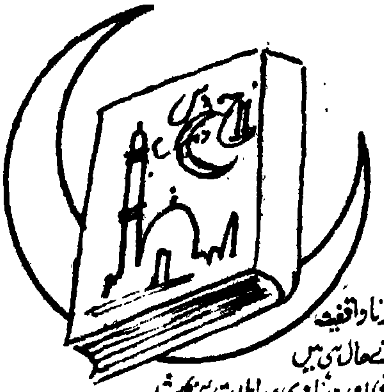
"خلافت سے میں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنی زندگی کو گناہوں سے تاریک بنا لیا ہے۔ دولت کی فراوانی اور عشرت کے سامان کی زیادتی میرے لئے مصیبت کا ذریعہ بن گئی ہے۔ یہ درست ہے کہ میں نے اپنے بر قتل و خون کا گناہ بہت کم لیا ہے لیکن پھر بھی میرا نامہ اعمال بے شمار گناہوں سے سیاہ ہو چکا ہے۔ جب میں خلیفہ نہیں ہوا تھا تو مجھے خلافت اور بادشاہت کی تمنا تھی۔ لیکن اب خلیفہ بننے کے بعد پچھتا رہا ہوں"

خلیفہ ہارون اپنے آخری دورِ حکومت میں بے حد مغموم رہتا تھا۔ اور اکثر کہا کرتا تھا خلافت اور امارت سے ایسی غریبی ہزار درجہ بہتر ہے جس میں کہ انسان کو قلبی سکون حاصل ہو

ابو جعفر مستنصر باللہ ایک نہایت ہی علم دوست حکمران ہوا ہے ابو جعفر نے بغداد میں اتنا بڑا کتب خانہ قائم کیا تھا جس میں کہ لاکھوں نایاب کتابیں تھیں۔ ایک مرتبہ یہ اپنے احباب کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ ابو جعفر سے اُس کے دوست سلیمان بغدادی نے کہا۔ "ابو جعفر تمہاری زندگی قابل رشک ہے" ابو جعفر مسکرایا اور مسکرا کر جواب دیا۔

"تم کیا جانو کہ میری زندگی قابل رشک ہے یا قابل افسوس زندگی تم لوگوں کی قابل رشک ہے جو اپنے افعال اور اعمال میں آزاد ہو۔ میں بادشاہ نہیں ہوں بلکہ محل کا قیدی ہوں اور قیدی بھی وہ جس سے بے شمار گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ نہ جانے میرا کیا حشر ہو گا"

واقعہ یہ ہے کہ دنیاوی عظمتیں [illegible] حکمرانوں کی شکل میں ہوں یا اقتدار پسندوں کی صورت میں سب ہی گناہوں سے آلودہ نظر آتی ہیں۔ چنانچہ آج بھی اقتدار کی خاطر کیسی کیسی بربادیوں کے سامان مہیا کیے



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح
ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے کمزور ہوتے جارہے ہیں اور ناواقفیت کی بناء پر ایسی غیر اسلامی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو گمراہی اور بدعتوں سے بچانے کیلئے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسی دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے۔ جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ یہ مستند اور مفید کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا
(جدید اضافہ شدہ ایڈیشن)

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اسمیں مسلمانوں کیلئے کوئی ایسی دینی یا دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو۔ اس میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے۔ اسمیں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے۔ غرضیکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے رہائش میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دئے گئے ہیں جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہے گا۔ یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اسمیں چودہ ابواب ہیں اور ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول :- فضائل اسلام :- اسمیں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند پایہ اقوال۔

باب دوم :- عقائد اہل سنت والجماعت :- اسمیں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی، لوح و قلم فرشتے حضرت جبرئیل و میکائیل، اسرافیل و عزرائیل، نکیرین، سجین و علیین، قبر میں سوال نکیرین علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب، قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکنے کا ذکر میدان حشر، حساب کتاب، پل صراط، دوزخ جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ پیران طریقت، موت و حیات۔

باب سوم :- اسلامی عبادات: اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً وضو، غسل، تیمم نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ نماز عیدین نماز اشراق نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ کے جملہ مسائل اور ارکان درج ہیں۔

باب چہارم :- اعمال و وظائف :- اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن تار یخوار پڑھنے کیلئے مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

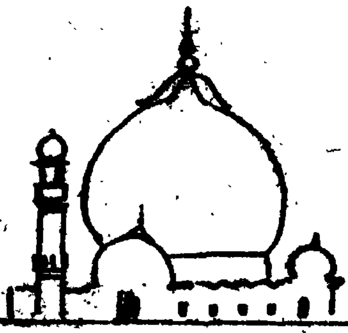
باب پنجم :- حلال و حرام جانور ذبح و شکار :- اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم :- اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق :- اس میں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہلبیت، حقوق پیران طریقت والدین اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقربا کے حقوق ملازم کے حقوق غرضیکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب :- باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش عقیقہ شادی بیاہ، نکاح و طلاق تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں۔ ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا بیان ہے جو مکمل میلاد نامہ کا کام دیتا ہے اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح اور دیگر اولیاء کے سوانح حیات درج ہیں۔ اور آخری باب میں ضروری نصائح اور حفظان صحت کے اصول اور عام بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضیکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو علم و اہل بیان ہو سکتا ہے۔ ضخامت تقریباً نو سو صفحات [illegible] منگانے کے بعد اگر ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے۔

قیمت مجلد [illegible]

دین دنیا بک ڈپو جامع مسجد دہلی ۶



مرد مومن رہنما بنکر آیا تھا

مگر آج وہ اپنی ذمہ داریوں کو بھول گیا ہے

(از شاہ معین الدین احمد ندوی)

مرد مومن بہت بڑی چیز ہے اُسے نوعِ انسانی کی رہنمائی کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دورِ اول میں اُس نے ذہنی انقلاب بھی برپا کر دیا تھا - لیکن آج مرد مومن اپنی ذمہ داریوں کو بھول چکا ہے - اسی لئے وہ مشکلات میں مبتلا ہے - شاہ معین الدین ندوی نے ذیل کے فاضلانہ مقالہ میں اسی پہلو پر بڑی قابلیت سے روشنی ڈالی ہے - یہ مضمون ان کے ایک طویل مقالہ سے اخذ کیا گیا ہے -

اسلام نے مرد مومن کے ذریعہ دنیا کو انسانیت کا تصور عطا کیا تھا - ورنہ اسلام سے پہلے انسانیت کا تصور بہت پست تھا انسان کو پیدائشی گنہگار اور ادنیٰ ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا - وہ ہر طاقت کے سامنے سربسجود ہو جاتا تھا - اور ہر ادنیٰ اور اعلیٰ کا غلام تھا - اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے کہ انسان کا درجہ تمام مخلوق میں بلند کیا اور اُسے اشرف المخلوقات قرار دیا - خالقِ عالم کی صناعی کا اسے شاہکار بتایا - خدا نے اُسے حسین ترین خلعت عطا فرمائی - چنانچہ ارشاد باری ہے " اور ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے "

اسلام سے پہلے انسان بدترین قسم کی غلامی میں مبتلا تھا وہ چاند سورج، دریا، پہاڑ، شجر و حجر بلکہ ادنیٰ جانوروں تک کی پوجا کرتا تھا - اسلام نے بتایا کہ یہ چیزیں اُس کی پرستش کے لئے نہیں بلکہ اُس کی خدمت اور فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے - اس کے علاوہ اسلام سے پہلے انسان مادی طاقت کے سامنے جھک جاتا تھا دولت، قوت، وجاہت اور نسلی و قومی برتری کی پرستش کی جاتی تھی - ہر کمزور طاقتور کا اور ادنیٰ اعلیٰ کا غلام تھا - لیکن اسلام نے یہ سارے امتیازات ختم کر کے حسنِ عمل اور حسنِ کردار عزت اور شرافت کا معیار قرار دیا - ارشاد باری ہے -

" تم میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پاکباز اور نیکوکار ہے "

آزادی اور مساوات جو انسانی عظمت کا ایک اہم ترین پہلو ہے - اسلام نے سب سے زیادہ اُسی پر زور دیا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو آخری خطبہ دیا تھا - اُس میں بھی انسانی مساوات پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے - آپ کے الفاظ یہ ہیں -

" لوگو تمہارا پروردگار ایک ہے - تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب آدم کی اولاد ہو آدم مٹی سے بنے تھے - اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پاکباز ہے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں بلکہ تقویٰ کی بنا پر فضیلت ہے "

اور ایک دوسری روایت ہے جس میں وضاحت کے ساتھ نسل و قومیت اور حسب و نسب پر فخر اور غرور کو بالکل مٹا کر رکھ دیا گیا ہے - حضور کا ارشاد ہے -

" اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے غرور اور آبا و اجداد پر فخر کرنے کو ختم کر دیا ہے - انسان خواہ پاکباز مومن ہو یا بدکار شقی سب اولادِ آدم ہیں اور مٹی سے بنے ہیں " (ابوداؤد)

یہ اعلان آزادی اور مساوات کا وہ چارٹر ہے جس نے کہ انسانوں کو انسانی غلامی سے آزاد کرکے مالک و غلام نسل و قومیت اور حسب نسب کے فرق کو مٹا ڈالا۔ اعلیٰ ادنیٰ کے امتیازات کو ختم کرکے سب انسانوں کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کر دیا اور اس کے بعد کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا بندہ اور غلام باقی نہیں رہا۔

اسلام نے جہاں انسان کو یہ عظمت اور شرف عطا کیا ہے وہاں اُس پر بھاری ذمہ داریاں بھی ڈال دی ہیں۔ یہ فطری قانون ہے کہ منصب جس قدر جلیل ہوتا ہے اُسی قدر اُس کی ذمہ داریاں بھی عظیم اور پابندیاں بھی سخت ہوتی ہیں۔ اور صاحب منصب کی ذاتی حیثیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اُس کے اعمال و افعال اور زبان تک پر پابندی عائد ہو جاتی ہے۔ وہ محض اپنے عہدہ اور منصب کا نقیب اور ترجمان بن کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ حکومتوں کے سربراہ بھی صرف اپنی حکومت کے ترجمان بن کر رہ جاتے ہیں۔ وہ حکومت کی پالیسی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔

اسی طرح ایک مومن بھی جو دنیا میں اللہ کا خلیفہ اور احکام الٰہی کا مبلغ اور ترجمان ہے خود مختار نہیں ہے بلکہ احکام خداوندی کا پابند ہے۔ جو اُس کے خلاف ایک قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اسلام کے معنی ہیں اپنے آپ کو مکمل طور پر خدا کے حوالے کر دینا اُس کی ایک اچھی تمثیل حدیث میں ہے کہ "دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے"۔

ایک مومن نہ صرف خود احکام الٰہی کا پابند ہے بلکہ وہ دنیا میں احکام الٰہی کا مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اچھائیوں کا پھیلانا اور برائیوں کا دور کرنا اس کا فرض ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عظیم ذمہ داری اس پر ڈال دی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے۔

"عوام کی رہنمائی کے لئے جس قدر امتیں پیدا کی گئی ہیں ان میں تم سب سے بہتر ہو۔ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔" (سورہ آل عمران)

[illegible]

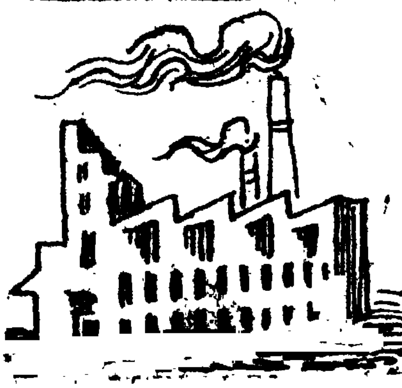
و شر کے انسداد پر دنیا کا سارا نظام قائم ہے۔ اس کے بغیر سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ یوں تو دنیاوی حکومتوں کے قوانین کا مقصد و منشا بھی خیر کا قیام اور شر کا انسداد ہے مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ دنیاوی قانون کا دائرہ انسانوں کے صرف دنیاوی اور مادی معاملات تک محدود رہتا ہے لیکن احکامات الٰہی اور حکومت الٰہیہ کا دائرہ انسانوں کے دینی اور دنیاوی، مادی اور روحانی جملہ امور تک وسیع ہے۔ اس لئے مومن یعنی خلیفۃ اللہ کی ذمہ داریاں حکمرانوں سے کہیں زیادہ اہم اور مشکلات سے پر ہیں۔ درحقیقت یہی وہ بار امانت اور ذمہ داری ہے جس کے اٹھانے کی ہمت زمین و آسمان تک نہ کر سکے مگر انسان کی ہمت مردانہ نے اُسے اٹھا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"اور ہم نے اپنی امانت آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں
کو پیش کی تو انھوں نے اس بار امانت کو اٹھانے سے انکار
کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اُسے اٹھا لیا۔
بے شک وہ اپنے حق میں بڑا نادان ہے"۔ (سورہ احزاب)

تاریخ شاہد ہے کہ "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کی عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور مشاہیر اسلام کو کیسے کیسے صبر آزما حالات سے گزرنا پڑا ہے مگر ان کے پائے ثبات میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ پیدا ہوئی۔ اُن کی قربانیوں اور جانبازیوں نے خفتہ انسانیت کو بیدار اور مری ہوئی قدروں کو زندہ کر دیا۔ اور گم کردہ راہ قافلوں کو راہ راست پر لگا دیا اور ایک ایسی امت پیدا کر دی جو اپنے اعمال و اخلاق میں دنیا کے لئے نمونہ کی امت ہوئی اور پھر خدا کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔

"میرے نیک بندے زمین کی بادشاہت کے وارث ہوں گے
تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے رہے
اُن کو روئے زمین کی خلافت (حکومت) ضرور عطا ہوگی۔
جس طرح ان لوگوں کو خلافت دی گئی تھی۔ جو ان سے پہلے
گزر چکے ہیں"

اس وعدے کے مطابق مسلمانوں کو روئے زمین کی سب سے زیادہ وسیع خلافت و سلطنت عطا کی گئی۔ جس کا ایک سرا سندھ میں تھا تو دوسرا [illegible] انھوں نے اقوام عالم [illegible] (باقی صفحہ پر)



کامیابی تمہارے انتظار میں ہے

دنیا کے کامیاب تاجروں اور صناعوں کے مشورے

(ہمارے اقتصادی مفکر کے قلم سے)

یہ چیز ہمارے لئے باعث اطمینان ہے کہ "دین دنیا" میں ترقی کے وسائل بتانے والے جن مفید مضامین کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے انہیں دین دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں بے حد پسند کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ زیر نظر اشاعت میں ہم بعض کامیاب صناعوں اور تاجروں کے قیمتی مشورے درج کر رہے ہیں۔

دنیا کے نامور صناعوں اور تاجروں میں سے اکثر ایسے ہیں جو ابتدائی عمر میں نان شبینہ کے لئے بھی محتاج تھے لیکن ہمت، محنت اور استقلال نے انہیں پستی سے نکال کر کامیابی کی بلند ترین منزل پر پہنچا دیا۔ ہمارا خیال ہے کہ ایسے کامیاب تاجروں کے حالات جنھوں نے کہ اپنے قوت بازو سے تجارت اور صنعت میں ترقی کی ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو کاروباری دنیا میں قدم رکھنا چاہتے ہیں نہایت حوصلہ افزا ثابت ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے تجربات کی روشنی میں دنیا میں کامیابی اور ترقی حاصل کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند کامیاب تاجروں اور صناعوں کے اقوال اور حالات درج کر دئے جائیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ کامیابی کے متلاشی حضرات رہنمائی حاصل کر سکیں۔

اخبار نیو یارک ہیرلڈ زمانہ دراز تک امریکہ کا ایک نہایت ہی کامیاب اخبار شمار کیا جاتا رہا ہے۔ اس کے مالک "مسٹر گارڈن بنٹ" ایک غریب باپ کے بیٹے تھے انھوں نے اپنی زندگی ایک ہاکر یعنی اخبار فروش کی حیثیت سے شروع کی تھی مگر ترقی کرتے کرتے کامیابی کے بلند ترین مرتبہ پر پہنچ گئے تھے۔

ان کا مقولہ ہے کہ "ترقی اور کامیابی کسی شخص کی میراث نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ شخص جو دنیا میں آیا ہے کامیابی اس کی منتظر ہے بشرطیکہ کامیابی حاصل کرنے کے گر سے واقف ہو۔ میرے باپ جب نیو یارک آئے تھے۔ تو نہایت مفلوک الحال تھے۔ اور ہم سب کو ابتدا میں کئی کئی روز فاقے کرنے پڑے ہیں۔ ہم نے نیو یارک آکر یہ بات بھلا دی تھی کہ اس سے پہلے ہم کیا تھے۔ لہذا کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے میں بھی مجھے عار نہیں تھا۔ اسی زمانہ میں ایک مہربان نے مجھے مشورہ دیا کہ میں "ہاکر" یعنی اخبار فروشی کا کام شروع کروں۔ میں نے فوراً ہی اس مشورہ پر عمل شروع کر دیا۔ چنانچہ میں بھاگ دوڑ کر کے مختلف اخبارات کی سینکڑوں کاپیاں روزانہ فروخت کر دیتا تھا۔"

اس کے بعد انھوں نے جو دوسرا قدم اٹھایا اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں "میں پڑھا لکھا تھا کچھ عرصے کے بعد میں نے نامہ نگاری شروع کر دی۔ چونکہ میں ایک کامیاب نامہ نگار ثابت ہوا تھا۔ اس لئے تمام اخبارات مجھے ہاتھوں ہاتھ لینے کے لئے تیار رہتے تھے پھر میں نے چند دوستوں کی مدد سے ایک لیمیٹڈ کمپنی بنائی اور "نیو یارک ہیرلڈ" کے نام سے روزانہ اخبار جاری کر دیا۔ ابتدا میں مجھے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر میں تمام مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا اور آخر کار خدا نے مجھے کامیابی عطا فرمائی۔ میرا تجربہ ہے کہ اگر انسان میں ہمت ہو اور وہ چھوٹے سے چھوٹے کام سے گریز نہ کرے بلکہ ہمت اور استقلال کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جائے تو کامیابی یقینی ہے۔

مسٹر جان میکی جنھوں نے امریکہ میں چاندی کے بادشاہ کے نام سے شہرت حاصل کی ہے۔ اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "میرے باپ فاقوں سے تنگ آکر امریکہ چلے آئے تھے۔ یہاں آکر اُن کی مفلسی میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ وہ مفلسی کی تکلیف برداشت کرتے کرتے مر گئے۔ اور میری ماں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ ایک وقت کی روٹی بھی ہمیں آسانی کے ساتھ مل جائے۔ والد کے انتقال کے وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب مجھے ہی زندگی کی گاڑی کو آگے بڑھانا ہے۔ لہٰذا میں نے مزدوری کرنی شروع کردی۔"

"میری ماں مجھے اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتی تھیں لیکن حالات نے ہمیں مجبور کردیا۔ اور میں تعلیم حاصل نہ کرسکا لیکن کچھ دن کے بعد جب حالات کچھ بہتر ہوئے تو میں دن کو تو مزدوری کرتا اور رات کو تعلیم حاصل کرتا رہا اسی زمانہ میں میری ملاقات ایک ایسے نوجوان سے ہوگئی جس کا باپ چاندی اور سونے کا کام کرتا تھا۔ میں اکثر اُس نوجوان کے ہاں آتا جاتا رہتا تھا۔ اور اس کے باپ کے کاروبار کا بڑے غور سے مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ میں اسی نوجوان کی سفارش اور کوشش سے اُس کے باپ کی فرم میں ملازم ہوگیا ملازم ہونے کے بعد مجھے اس کاروبار کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور رفتہ رفتہ میں اس کاروبار کے تمام رموز سے واقف ہونے کے بعد کاروبار پر حاوی ہوگیا۔ میں چونکہ اس کاروبار پر حاوی ہوچکا تھا اس لئے کئی سرمایہ داروں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اُن کے سرمایہ سے اپنا مستقل چاندی کا کاروبار شروع کردوں۔ اس مقصد کے لئے مجھے کافی سرمایہ مل گیا اور ترقی کرتے کرتے میں ایک روز چاندی کا بادشاہ شمار ہونے لگا۔"

آگے چل کر جان میکی لکھتے ہیں کہ "میرے نزدیک مفلسی اور غریبی کو گوارہ کرلینا سب سے بڑا گناہ ہے۔ جو شخص مفلسی کو گوارہ کرلیتا ہے وہ مفلس ہی رہتا ہے۔ لیکن جو کامیابی اور ترقی کی راہیں تلاش کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور پھر ہمت اور استقلال کے ساتھ آگے بڑھتا ہے تو وہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔"

امریکہ کے ان دو کروڑ پتی تاجروں کے حالات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کامیابی اور ترقی کے لئے سرمایہ سے کہیں زیادہ محنت اور استقلال کی ضرورت ہے۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ جن لوگوں نے کوئی کام بھی خواہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو محنت اور استقلال کے ساتھ کیا ہے وہ ضرور کامیاب ہوا ہے ہیں۔

مردِ مومن رہنما بن کر آیا تھا

(باقی مضمون ص۲ سے)

علم و اخلاق اور تہذیب کی روشنی پھیلی۔ جس صحرا میں نکل گئے اُسے گلشن بنا دیا۔ دوسری قومیں اُن کے علوم اور تہذیب کو فخریہ سیکھتی تھیں اور اختیار کرتی تھیں۔ مگر یہ اُسی وقت تک تھا جب تک کہ وہ پیغام الٰہی کے علمبردار رہے اور اعلائے کلمۃ الحق ان کا شعار رہا لیکن جب سے اس کا سر رشتہ اُن کے ہاتھوں سے چھوٹا اُس وقت سے وہ خود ہی اُن قوموں کی غلامی میں مبتلا ہوگئے، جن کے وہ کبھی حاکم رہنما اور مربی تھے۔ اور آج حالت یہ ہے کہ وہ اُن قوموں کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہیں۔ بعد مدتوں اُن کی غلام رہی ہیں۔ چنانچہ افراد سے لیکر جماعتیں اور حکومتیں تک غیر اسلامی تہذیب کے سحر میں گرفتار ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی اور نصرت نے بھی اُن سے منہ موڑ لیا ہے اور وہ اُس قوت سے محروم ہوگئے ہیں جس پر اُن کی توانائی کا دار و مدار تھا۔

آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہے اُن کی تیس چالیس حکومتیں بھی ہیں۔ اس کے باوجود اُن کی کوئی آواز نہیں اس لئے کہ وہ اپنے منصب کو بھول گئے ہیں نہ اُن ذمہ داریوں کو اُنھوں نے نظر انداز کردیا ہے جو خدا نے اُن کی سپرد کی تھیں۔ لیکن اگر اب بھی وہ اپنے منصب اور ذمہ داریوں کو سمجھ لیں تو اُنھیں پھر وہی عروج حاصل ہوسکتا ہے جس کا خدا نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور جسے پورا کرکے اس سے پہلے وہ دکھا بھی چکا ہے۔

افسانہ



مغرور لڑکی

جذبات میں ڈوبی ہوئی معاشرتی کہانی

(از بشنکر ناتھ۔ بی۔ اے)

ایک ہی مکان میں کرن ٹھاکر بھی میری طرح کرایہ دار ہے۔ نچلی منزل میں اپنی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔ میں اوپر کی منزل میں اپنی تنہائی کے ساتھ رہتا ہوں۔ اُس کا باپ دہلی میں کسی سرکاری دفتر میں کام کرتا ہے۔ آج کل لڑکیوں کے لئے یہ بھی ایک پرابلم ہے کہ نوکری ملتی ہے تو کسی دوسرے شہر میں۔ اب کنواری لڑکی کسی دوسرے شہر میں اکیلی کیسے رہے۔ کچھ لڑکیاں رہتی بھی ہیں۔ لیکن وہ کرن ٹھاکر نہیں ہوتیں۔ اس لئے ماں کو ساتھ لے جانا پڑتا ہے۔ اُدھر باپ کی زندگی اجیرن، ادھر ماں کا جینا دوبھر۔ لیکن کیا کیا جائے زندگی تو بہر طور گزارنی ہی ہے۔ جس طرح میں گزار رہا ہوں۔ گھر میں سبھی لوگ مزے سے رہ رہے ہیں، اور میں اس انجانے شہر میں چھت کی کڑیاں گنتا رہتا ہوں۔ چھت کی کڑیاں گننے کی نوبت نہ آتی اگر کرن ٹھاکر کے دماغ میں رعونت نہ بھری ہوتی۔ ویسے لڑکی بہت خوبصورت ہے۔ بہت صاف ستھری، ہلکی پھلکی برف کے گالے کی طرح! بولتی ہے تو چاندی کے چھوٹے چھوٹے گھنگھرؤں کا خیال آتا ہے۔ چلتی ہے تو بادِ نسیم کا گمان ہوتا ہے۔ اور دیکھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کوئی سحر پھونک رہا ہے۔

روز سویرے نو بجے نیلے بارڈر والی سفید رنگ کی ساڑی پہن کر کالج جاتی ہے۔ بی۔ ڈی۔ بی کی لڑکیوں کو پڑھانے۔ راستے میں کئی لوگوں کی نظریں پتھرا جاتی ہیں۔ تو پتھرایا کریں۔ اس کی بلا سے! کہتی ہے آجکل جو دنیا میں اتنا چار بڑھ رہا ہے تو اس کی صرف ایک وجہ ہے کہ مرد کی نظر بے باک ہو گئی ہے۔ عورت کے لئے تو راستہ چلنا مشکل ہو گیا ہے!

پہلے پہل تو مجھے بھی بہت غصہ آتا تھا جب کوئی مرد راہ چلتے اُس کی طرف للچائی نظروں سے دیکھتا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ کمبخت کی آنکھیں پھوڑ دوں۔ اُن دنوں تو میں مرنے مارنے پر تیار ہو جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ بات میرے اعصاب پر سوار ہو گئی۔ میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی پھر ایک دن مجھے اچانک خیال آیا کہ یہ میں کیا کر رہا ہوں کوئی کرن ٹھاکر کی طرف للچائی نظروں سے دیکھتا ہے تو میرے سینے میں درد کیوں اٹھتا ہے؟

کرن ٹھاکر کی ماں لاجونتی دیوی بہت نیک عورت ہے جب بھی کوئی اچھی چیز پکاتی ہے تو مجھے ضرور کھلاتی ہے۔ کہتی ہے، تمہاری ماں یہ نہ کہے کہ میرا لڑکا تمہارے پاس تھا اور تم نے اُس کا خیال نہ رکھا۔ اب بتائیے ایک کرائے دار سے دوسرے کرائے دار کا کیا رشتہ ہوتا ہے، یہی نا کہ دونوں ایک ہی مکان مالک کو کرایہ ادا کرتے ہیں؟ مگر یہ تو رشتوں کی اس زمانے کی تعریف ہے لاجونتی دیوی اس زمانے کی عورت نہیں ہے۔ اس لئے وہ رشتوں کی یہ جدید تفسیر نہیں جانتی۔ لیکن کرن ٹھاکر اس زمانے کی لڑکی ہے وہ جانتی ہے پرایا لڑکا پرایا ہی ہوتا ہے، اس لئے اُسے زیادہ منہ لگانا اچھا نہیں۔ کیا معلوم کسی دن گلے ہی پڑ جائے۔

مگر یہ سب جاننے کے باوجود میرا دل چاہتا ہے کرن ٹھاکر کو روز کالج چھوڑنے جاؤں اور لوٹتے وقت اُسے ساتھ لے کر گھر آجاؤں۔ میرا دل چاہتا ہے کرن ٹھاکر اپنی چھوٹی موٹی باتیں مجھے بتایا کرے اور میں اُسے مشورہ دوں۔ نصیحتیں کروں۔

انھیں دنوں مجھے ایک اور بیماری لگ گئی۔ مجھے یہ وہم ہو گیا کہ کرن ٹھاکر اداس اداس سی رہنے لگی ہے۔

اُداس؟ ایک پڑھی لکھی خوبصورت لڑکی اداس کیوں ہو سکتی

ہے ؟ ضرور کسی آدمی نے کوئی ناشائستہ حرکت کی ہوگی، یا ہو سکتا ہے راہ چلتے کسی نے کوئی نازیبا بات کہہ دی ہو، یا کالج میں پرنسپل نے یا کسی سینیر لیکچرر نے کچھ کہا ہو۔ سوچ سوچ کر میں پریشان ہو گیا پوچھنے کی ہمت کبھی نہ ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہ سوچیں مجھے اندر ہی اندر سلگانے لگیں۔ رہ رہ کر اپنے آپ پر غصہ آنے لگا کہ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر رہا ہوں۔

ایک دن میری یہ حالت خود کرن ٹھاکر نے بھانپ لی۔ اس دن وہ شام کو میرے کمرے میں آ گئی۔

"ماں جی پوچھتی ہیں آپ کی طبیعت تو اچھی ہے ؟"

"ہاں ٹھیک ہے۔ مگر ماں جی کیوں پوچھتی ہیں ؟"

"آپ کئی دن سے اُن کے پاس نہیں گئے، اس لئے ——"

"ماں جی میرا بہت خیال رکھتی ہیں"

اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"آپ آجکل کچھ اُداس اُداس سی نظر آتی ہیں۔ خیریت ہے نا؟"

میں نے ہمت کر کے کہہ ہی دیا۔

"آپ سے کس نے کہا —— ؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔ جی میں آئی کہہ دوں، دل نے ! مگر کرن ٹھاکر دل کو کوئی اہمیت نہیں دیتی، وہ نظروں کی زبان سے واقف نہیں۔ یا اگر ہوگی تو اسے کوئی اہمیت نہیں دیتی۔ ایسی لڑکی سے کوئی کیسے بات کرے ؟

"آپ کو کیسے خیال آیا کہ میں اُداس ہوں ؟" اُس نے پھر پوچھا

"بس ایسے ہی خیال آ گیا۔ شاید آپ کی صورت دیکھ کر ——"

وہ میرے چہرے کی طرف کئی لمحوں تک دیکھتی رہی نہ جانے کیوں پھر کہنے لگی۔

"سورج جی ! میں کبھی اُداس نہیں ہوتی ——"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے چلی گئی۔ اُس کے جانے کے بعد مجھے اپنے آپ پر شدید غصہ آ گیا۔ تو کیا میں خواہ مخواہ ہی ہلکان ہو رہا تھا۔ ؟ میں کبھی اُداس نہیں ہوتی ! نہیں ہوتی ہے تو بری بلا سے مگر —— ؟ مگر میں کیوں پریشان ہوں۔ میری چھاتی میں کیوں درد ہو رہا ہے ؟ میری طبیعت چڑچڑی کیوں ہو گئی ہے —— ؟ میں نے جھنجلاہٹ میں کپڑے پہنے اور باہر چلا گیا —— اور

اُسی شام یونہی بے مقصد بازاروں کے چکر کاٹتے کاٹتے، مجھے اچانک یہ خیال آیا کہ کہیں کرن ٹھاکر سے مجھے محبت تو نہیں ہو گئی ہے —— مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ مجھے اپنے اس خیال پر ہنسی آ گئی۔ توبہ انسان کا ذہن کہاں کہاں جا پہنچتا ہے میں جلدی جلدی گھر لوٹنے لگا

جب میں اپنے کمرے کی طرف جانے لگا تو لاجونتی دیوی نے آواز دی

"نمستے ماں جی"

"آؤ بیٹا۔ آؤ بیٹھو۔ کیا بات ہے تم آج کل نظر ہی نہیں آتے ؟"

"کچھ نہیں ماں جی طبیعت اداس سی ہے" نہ جانے میں یہ کیا کہہ گیا۔

"کیوں کوئی خاص بات ہوئی ہے کیا ؟"

"نہیں ماں جی۔ ایسے ہی بیٹھے بٹھائے طبیعت اُداس ہو جاتی ہے اور ایسے میں نہ جانے کیا کیا سوچنے لگتا ہوں"

"تمہیں گھر کی یاد آ رہی ہوگی۔ اوپر اپنے کمرے میں اکیلے اکیلے تنگ تو نہیں آ جاتے ؟"

"نہیں ماں جی اب تو اس بات کی عادت ہو گئی ہے"

"یہاں میرے پاس کیوں نہیں بیٹھتے یہاں کرن بھی ہے۔ تمہاری ماں سنے گی تو کیا کہے گی۔"

مجال ہے وہ کرن کی بچی ایک بات بھی منہ سے نکالے حالانکہ پاس بیٹھی سب کچھ سن رہی ہے میں نے چوری چھپے اُس کی طرف ایک نظر ڈالی۔ اُس نے بال کھول کر کرسی کی طرف پھیلا دئے ہیں اور کوئی کتاب پڑھ رہی ہے۔ بہت موٹی سی کتاب۔ بہت موٹی کھال کی لڑکی ہے !

اُس رات مجھے دیر تک نیند نہ آئی۔ آتی بھی کیسے رہ رہ کر ٹھہر ٹھہر کر اُن پھیلی ہوئی کالی گھٹاؤں کا خیال آ جاتا تھا۔ سات پشتیں ریشم کے مہین تار نکالتی ہیں۔ تب جا کر ایسے بال حاصل ہوتے ہیں ہائے ! ایک بار ان بالوں کو اپنے ہاتھوں سے سنوار دوں

اچانک میں چونک پڑا۔ یہ میں کیا سوچ رہا ہوں ؟ کیا ایسا سوچنا پاپ نہیں ہے۔ ؟ میں من ہی من میں ہنو مان چالیسا دہرانے لگا۔

کئی دن اسی حالت میں گزر گئے۔ میں کرن ٹھاکر سے آنکھ نہ ملا سکا۔ ڈرتا رہا کہیں یہ لڑکی میرے خیالات نہ بھانپ جائے۔ ایک دن جب میں اپنے کمرے میں بیٹھا جھک مار رہا تھا تو لاجونتی دیوی

نے آواز دی ۔۔۔۔ آواز کچھ خوفزدہ سی تھی۔ میں ڈرتا ہوا نیچے چلا گیا تو دیکھا کرن ٹھاکر کی انگلی سے خون کافی بہہ رہا تھا۔

"یہ کیسے ہو گیا ماں جی ۔۔۔؟"

"سیب چھیل رہی تھی یہ موا چاقو آج ہی تیز کرایا تھا نا ۔۔۔۔"

میں کچھ بوکھلا گیا اور اس بوکھلاہٹ میں میں نے کرن ٹھاکر کا ہاتھ پکڑ کر اس کی انگلی اپنے منہ میں رکھ لی۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟" اُس نے غصے سے کہا۔

"ٹھیک کر رہا ہے بیٹی! اس طرح خون بہنا بند ہو جائے گا۔"

اُس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو ماں؟ اس سے اچھا ہے خون بہتا رہے۔"

اُس نے غصہ سے کہا اور دوسرے کمرے میں چلی گئی اور میں لاجونتی دیوی کے حیران اور ششدر چہرے کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

ہے بھگوان! یہ کس بات کی سزا مجھے دے رہے ہو؟ اُس وقت مجھ سے کچھ بھی نہ کھایا گیا۔ رہ رہ کر اُن خونخوار نظروں کا خیال آتا تھا۔ رہ رہ کر اپنی بے بسی پر رونا آتا تھا۔ بے بسی!

بے بسی کیوں؟ کیا یہ لڑکی میرے اعصاب پر سوار ہو گئی ہے؟ آخر میں ایسا کیوں سوچ رہا ہوں؟ کیا اس لئے کہ مجھے اس لڑکی سے پیار ہو گیا ہے؟ کیا پیار کی یہی علامتیں ہوتی ہیں کہ آدمی اندر ہی اندر پھنکتا رہے، جلتا رہے؟ ہاں!! میں اندر ہی اندر جل رہا تھا۔ ایک میٹھی میٹھی جلن! ایک ہلکی سی خوشبو کا نشہ چاروں طرف پھیل گیا ہے۔ اس خوشبو کو کیسے پکڑ لوں؟؟

شام کو کرن ٹھاکر میرے کمرے میں آگئی۔

"ماں جی نے یہ سیب بھیجے ہیں۔"

"آپ ۔۔۔ آپ کی انگلی کا کیا حال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کی وہ حرکت مجھے ہرگز پسند نہیں آئی۔"

"حرکت؟"

"آپ نے بہانہ ملتے ہی میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب آپ میں اور ایک بازاری آدمی میں کیا فرق رہ گیا؟"

"بازاری آدمی؟"

"ہاں! جو راہ چلتے لڑکیوں کو گھورتے ہیں، اُن پر آوازیں کستے ہیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"یہ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ۔۔۔۔"

مجھے غصہ آ گیا۔ شدید غصہ آ گیا۔ آخر یہ لڑکی اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے۔

"ضروری نہیں کہ آپ جو کچھ کہہ رہی ہیں، صرف وہی ٹھیک ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ صرف آپ کے سوچنے کا انداز درست ہو۔"

میرا خیال تھا کہ یہ سن کر وہ آگ بگولہ ہو جائے گی مگر ایسا نہ ہوا اُس نے ایک بھرپور نظر میرے سارے وجود پر ڈالی اور بغیر کچھ کہے کمرے سے چلی گئی۔

اُس دن کے بعد اُس نے مجھ سے بولنا بند کر دیا۔ پہلے تو میں نے اِس بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ مجھ سے نہ بولے گی تو مجھ پر کیا اثر پڑے گا۔ مگر جوں جوں دن گزرنے لگے، میری صحت پر اثر پڑنے لگا۔ میرے دل میں کچوکے لگنے لگے۔ اب کیا ہو گا؟ اسے کسی اور سے بولتے دیکھ کر میرے تن بدن میں آگ لگنے لگی۔ یہ لڑکی گونگی کیوں نہیں ہو جاتی تاکہ کسی اور سے بھی نہ بول سکے!

رفتہ رفتہ میں مایوس ہو گیا۔ پھر مایوسی اُداسی میں تبدیل ہو گئی پھر یہ اُداسی جھنجھلاہٹ میں بدل گئی۔ اور میں چڑچڑا بن گیا۔ بات بات پر کاٹنے کو دوڑنے لگا۔

اگر یہی حال رہا تو ایک دن میں پاگل ہو جاؤں گا۔ پاگل؟؟ تو کیا میرا جذبہ اتنا شدید ہو گیا ہے؟ میں اپنے جذبے کی شدت کو محسوس کر کے کانپ اٹھا۔

اور ایک دن اِسی جذبے کی شدت کے زیر اثر میں اُس کے کمرے میں چلا گیا۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے کرن جی!"

وہ اتنے دنوں کے بعد مجھے اپنے سامنے دیکھ کر بوکھلا سی گئی۔

"کیا کہنا ہے؟"

"کیا آپ اوپر میرے کمرے تک آ سکتی ہیں؟"

"کیوں؟ یہاں کیا ہے؟"

"یہاں ماں جی دوسرے کمرے میں بیٹھی ہیں۔ میری بات اُنھیں سنانے والی نہیں ہے۔"

اُس نے میری طرف دیکھا اور شاید میرے چہرے کی سنجیدگی نے

اُس سے کچھ کہا

"آپ چلئے۔ میں یہ سلائی نکال کے آجاؤں گی۔"

اپنے کمرے تک پہنچتے پہنچتے میں وہ سب کچھ باتیں بھول گیا جو مجھے کرن ٹھاکر سے کہنی تھیں۔ میں اپنی اس حالت پر حیران ہو گیا۔ یہ میرے ساتھ کیا مذاق ہو رہا ہے؟ ابھی وہ آجائے گی اور میرے پاس کہنے کو کچھ نہ ہوگا۔ مجھ پر رحم کرو میرے مالک! انہیں اپنے عزیز بندوں کا واسطہ!

"کیا کہنا ہے آپ کو؟"

میں اُس کی آواز سن کر چونک پڑا۔ میرے چہرے کا رنگ اُڑ گیا میری زبان گنگ ہوگئی۔

"کہئے نا کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

بول ____ بول کہ لب آزاد ہیں تیرے۔ پھر یہ موقع نہ ملے گا احمق! کہہ ڈال جو کچھ کہنا ہے تجھے۔ مگر میں کہوں کیا میرے خدا! میرے الفاظ ہی کھو گئے ہیں۔

"ارے آپ یہ ٹکر ٹکر میری طرف کیا دیکھ رہے ہیں۔ کون سی بات کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"میں کیا ___ کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی؟"

اُف! میں یہ کیا کہہ گیا۔

کرن ٹھاکر میری طرف عجیب نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ میرا روم روم درد کر رہا تھا۔ کمرے میں عجیب سناٹا چھا گیا ہے وہ کمرے کے بیچوں بیچ کھڑی ہے۔

"کیا یہی وہ بات تھی جو ماں کو سنانے والی نہیں تھی؟"

میں خاموش رہا امید و بیم کی منزلوں میں گھرا ہوا سا۔ بہت پریشان اور سراسیمہ کس قدر اذیت ناک تھے وہ لمحے۔ وہ کڑک کر بولی

"آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اُن لڑکیوں میں سے ہوں جو ایسی باتوں کا فیصلہ خود کرتی ہیں؟"

میرے پاس کوئی جواب نہ تھا میں خاموش رہا۔

"یہ بات تو واقعی ماں جی کو سنانے والی نہ تھی۔" اُس نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔ اور باہر چلی گئی۔ میرے پیار کا ایک بول سنے بغیر میرے دل کا درد دیکھے بغیر مگر اسے ان سب باتوں سے کیا واسطہ بس وہ تو اپنے کمرہ میں جا کر ستار بجانے گی۔ اُسے اس سے کیا غرض کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔

کئی دن گزر گئے میں اپنے کمرہ میں بند ہوں۔ باہر کون سا منہ لے کر جاؤں۔ یہ دل کی آگ اب بے قابو ہو چکی ہے۔ جلنے دو اس آگ کو۔ کچھ مدت بعد جب اندر باہر کی سب چیزیں راکھ ہو جائیں گی تو یہ آگ خود بخود سرد پڑ جائے گی۔

میں بالکنی کی ریلنگ پر کہنیاں ٹکائے خیالوں میں گم تھا کہ یکایک میں چونک پڑا۔ اسی کی آواز آرہی تھی۔ میرا سارا ابھرا یا سننے لگا ہاں یہ کرن ٹھاکر ہی کی آواز ہے وہ کسی سے کہہ رہی تھی۔

"جب اُس نے شادی کے لئے کہا تو میں نے کہا آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا ہے کہ میں اُن لڑکیوں میں سے ہوں جو ایسی باتوں کا فیصلہ خود کرتی ہیں۔ یہ سنکر بیچارے کا رنگ اڑ گیا۔ اب کئی دن سے نظر نہیں آرہا ہے۔ جل رہا ہوگا اپنے پریم کی آگ میں۔"

"تم بڑی ظالم ہو کرن۔ اس طرح تو تم اُس بیچارے کو مار ہی ڈالو گی۔"

"اچھو برے وچن منہ سے نہ نکالو۔ ماں جی سنیں گی تو منہ ہی نوچ لیں گی۔ وہ سورج کو داماد بنانے کا فیصلہ کئے بیٹھی ہیں۔"

"اور یہ کیوں نہیں کہتی کہ تیری اوپری باتیں تو اور ہیں اور من کی بھاونا کچھ اور ہی ہے۔ سورج کو من میں دیوتا بنا کر بٹھا رکھا ہے مگر اُس کا دل توڑنے میں تجھے مزا آتا ہے۔ مگر کرن اتنا تو سوچا ہوتا کہ وہ اگر مایوسی کے عالم میں کچھ کر بیٹھا تو کیا ہوگا۔"

"ایسی بات نہ کہو اچھو اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو میں کہیں کی نہ رہوں گی مگر کیا کروں مجھے تو اسے ستانے میں ایک لطف سا آتا ہے۔"

یہ سب سن کر میرے من کی جو حالت ہوئی میں بتا نہیں سکتا۔ ایسا محسوس ہوا کہ موسم بہار کی بدلیاں برس رہی ہیں چاروں طرف جل تھل ہے۔ کل صبح جب میں اپنے کمرہ سے نکلوں گا تو ایک بدلا ہوا اور سر اٹھا کر چلنے والا انسان نظر آؤں گا۔

کرن ٹھاکر تم نے مجھے بہت ستایا ہے۔ اب وہ وقت قریب ہے جب میں تم سے ایک ایک بات کا بدلہ دل کھول کر لوں گا۔



عورتوں کیلئے

لڑکیوں میں شرم وحیا کی کمی

اور اب تو نوبت نمائش حسن تک جا پہنچی ہے

زبیدہ بہن کے مضامین کی خوبی یہ ہے کہ ان میں نہایت سادہ اور دلکش انداز میں کام کی اور اچھی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ذیل کا مضمون بھی جہاں دلکش ہے وہاں عورتوں کے لئے مفید بھی ہے۔

ہمیشہ ہی سے یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ عورتوں نے عموماً اپنے ظاہری حسن کو باطنی حسن پر ترجیح دی ہے۔ چنانچہ ہزاروں برس سے عورتوں میں حسین وجمیل بننے کا شوق چلا آرہا ہے لیکن اس زمانہ میں اس شوق نے جو خطرناک پہلو اختیار کرلیا ہے اس پر ایک بھائی نے اپنے طویل خط میں لڑکیوں میں شرم وحیا کی کمی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"عورتوں اور لڑکیوں میں زیبائش حسن کا شوق تو بہت پرانا ہے لیکن اس زمانہ میں زیبائش حسن کے ساتھ نمائش حسن کا جو نیا شوق پیدا ہوگیا ہے وہ میری سمجھ میں مطلق نہیں آتا۔ میں بازاروں میں پارکوں میں سنیما اور تماشہ گاہوں میں عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ پورا پورا سنگھار کرکے نکلتی ہیں۔ برقعہ تو بدن پر ہوتا ہے مگر چاند سا مکھڑا اس کالی کالی بدلی میں چمکتا رہتا ہے۔ اور جو لڑکیاں بے پردہ ہیں اُن کا تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ وہ ایسا لباس پہنتی ہیں کہ جسم کے تمام پوشیدہ حصے ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ اور ساڑی پہننے والی لڑکیوں کا پیٹ اور کمر کا کھولنا تو شاید ضروری ہوگیا ہے۔"

نمائش حسن کی یہ تکلیف دہ داستان سنانے کے بعد ان بھائی نے اپنے خط کے ذریعہ مجھ سے پوچھا ہے۔

"آپ تجربہ کار ہیں زمانہ شناس ہیں میں پوچھتا ہوں کہ آخر بازاروں میں اور عام گزرگاہوں پر اس نمائش حسن کا کیا مطلب ہے یہ سنگھار اور نمائش حسن اگر گھر کی چہار دیواری اور اپنے شوہروں تک محدود رہے تو شاید کسی کو بھی اعتراض نہ ہو۔ لیکن غیروں اور اجنبی راہگیروں کو دعوت حسن دینے کے آخر کیا معنی ہیں۔ یہ غلط طریقہ کار کیا اس بات کو ظاہر نہیں کررہا ہے کہ ہمارے ملک کی لڑکیاں گمراہی کی طرف جارہی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر انہیں اس غلط روش سے نہیں روکا گیا تو کسی لمحہ بھی ان کے قدموں کو لغزش ہوسکتی ہے۔ سر راہ لڑکیوں کو چھیڑنے کی جو وبا عام طور پر بڑھ رہی ہے وہ اسی بے حیائی اور نمائش حسن کا ہی ردعمل ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ ان بھائی نے اپنے خط میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ ایک ایسا ضروری معاملہ اور مسئلہ ہے جس پر سب بہنوں اور بھائیوں کو سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ واقعی اگر کوئی شادی شدہ لڑکی اپنے شوہر کے لئے سنگھار کرتی ہے تو یہ کوئی بری بات نہیں لیکن اگر وہ بازاروں میں نمائش حسن کرتی پھرتی ہے تو اس کے چلن پر بھی شبہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کنواری لڑکیوں کا جسم کے پوشیدہ حصوں کو نمایاں کرنے والا لباس پہننا اور بن ٹھن کر گھروں سے نکلنا تو اور بھی زیادہ معیوب ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس مرض کے جراثیم مغرب سے ہمارے ملک میں آئے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ مغربی ممالک میں نمائش حسن کا مرض عام ہے۔ وہاں آئے دن حسین و جمیل بننے کے نئے نئے طریقے ایجاد ہوتے رہتے ہیں۔ مغرب کی دوسری بیماریوں کی طرح یہ بیماری بھی مشرقی ممالک میں بری طرح پھیلتی چلی جا رہی ہے اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ مغربی ممالک کی تقلید میں بمبئی، کلکتہ، دہلی اور دوسرے بڑے شہروں میں ہمارے ملک کی لڑکیاں بھی نیم برہنہ ہو کر حسن کے مقابلوں میں شریک ہونے لگی ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ خود ہماری حکومت بھی اس نوعیت کے اخلاق سوز حسن کے مقابلوں کی ہمت افزائی کر رہی ہے۔ ایسی حالت میں اگر بے حیائی کا مرض بڑھتا چلا جا رہا ہے تو کونسی تعجب کی بات ہے۔

لڑکیاں دراصل کچے دماغ کی ہوتی ہیں۔ وہ یہ ہی سمجھتی ہیں کہ حسن و خوبصورتی ہی عورت کا سب سے بڑا جوہر ہے پہلے تو وہ گھروں میں حسین و جمیل بننے کی آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر مشق کرتی ہیں، پھر نمائش حسن کا شوق انہیں ابھارتا ہے۔ جو بڑھتے بڑھتے خطرناک شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اِس بیماری کی روک تھام کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں کہ لڑکیوں کے باپ بھائی اور شوہران پر گہری نظر رکھیں اور انہیں بازاروں اور گذرگاہوں میں بے محابا گھومنے سے روکیں۔

لیکن ہو یہ رہا ہے کہ لڑکیوں کے باپ بھائی اور شوہر خود انہیں سیر و تفریح کے لئے اپنے ساتھ لیجاتے ہیں۔ اور ان کے قابل اعتراض لباس اور بے ضرورت بناؤ سنگھار پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ انہیں سینما کی وہ مخرب الاخلاق فلمیں اپنے ساتھ بٹھا کر دکھاتے ہیں جو بجائے خود لڑکیوں کے لئے سب سے بڑھ کر گمراہ کن ہیں۔ اگر سچ پوچھا جائے تو زمانہ حاضرہ کی لڑکیوں کی گمراہی میں ہمارے ملک کی عامیانہ فلموں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ ان فلموں ہی سے لڑکیاں فیشنوں کے نئے نئے سبق سیکھتی ہیں۔ اور پھر ان فیشنوں کی نمائش کا جذبہ اُن کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور یہ برائی صرف اسی حد تک نہیں ہے بلکہ یہ فلمیں لڑکیوں کو عشق بازی کی تعلیم بھی دے رہی ہیں جس کے خطرناک نتائج ہماری آنکھوں کے سامنے آ رہے ہیں۔



افسانہ

جہانگیر کا انصاف

عہد جہانگیری کا ایک واقعہ کہانی کی شکل میں

(از جناب محسن انجم)

عہد جہانگیری کا یہ مشہور تاریخی واقعہ ہے جسے جناب محسن انجم نے نہایت ہی دلکش انداز میں کہانی کی شکل میں پیش کیا ہے اس کہانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلم دورِ حکومت میں عدل و انصاف کو کس قدر اہمیت دی جاتی تھی -

یکایک شہنشاہ جہانگیر کا کمرہ گھنٹے کے پے درپے بجنے کی وجہ سے گونج اُٹھا - شہنشاہ جہانگیر کے کمرہ کے نیچے ایک زنجیر لٹکی ہوئی تھی جسے کھینچنے سے یہ گھنٹہ زور زور سے بجنے لگتا تھا - اور اس کے بجنے کا مطلب یہ تھا کہ کوئی مظلوم شہنشاہ کی خدمت میں فریاد لیکر حاضر ہوا ہے -

شہنشاہ گھنٹہ کی آواز سن کر بے چین سا ہو گیا - اور اُس نے حکم دیا " کوئی فریادی اپنی فریاد لیکر آیا ہے - اُسے ہماری خدمت میں حاضر کرو "

بادشاہ کا حکم سنتے ہی شاہی پیشکار نیچے گیا اور اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا اور بڑھیا جو نہایت خستہ حال تھے گھنٹہ کی زنجیر کو کھینچ رہے ہیں - یہ دونوں میاں بیوی تھے - جو بادشاہ سے فریاد کرنے کے لئے بنگال سے آئے ہوئے تھے - اِن کے جسموں پر نہایت شکستہ اور پھٹے پرانے کپڑے تھے - پیروں میں جوتی تک نہ تھی - پیشکار دونوں کو محل میں لے آیا - اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر کر دیا - دونوں نے جھک کر بڑی تعظیم سے جہانگیر کو سلام کیا بادشاہ نے ترحم میں ڈوبی ہوئی نظروں سے بوڑھے اور بڑھیا کو دیکھا - اور کہا " اپنی تکلیف بیان کرو "

" جہاں پناہ ہم پر رحم کیا جائے ہم بہت دور سے آپ کے دربر دولت پر انصاف کے لئے حاضر ہوئے ہیں - ہم پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں " بوڑھے نے روتے ہوئے یہ الفاظ کہے اور بڑھیا زار و قطار رو رہی تھی -

" تم اپنی شکایت پیش کرو تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائیگا " جہانگیر نے کہا

" جہاں پناہ ! خدا آپ کو رہتی دُنیا تک سلامت اور شاد و آباد رکھے ---- " بوڑھا اتنا کہہ کر چپ ہو گیا - اُسے آگے کہنے کی ہمت نہ ہو سکی - یہ دیکھ کر بڑھیا نے کانپتے ہوئے کہا -

" جہاں پناہ ! ہمارے ننھے منے بیٹے کو بے گناہ اور بے قصور زبردستی ہلاک کر دیا گیا ہے -

" کس نے ہلاک کیا ہے تمہارے بیٹے کو " جہانگیر گرجا -

" حضور ! اُس کا نام زبان پر لاتے ہوئے ہمیں خوف محسوس ہو رہا ہے " بڑھیا نے کہا -

بادشاہ نے دلاسا دیتے ہوئے کہا " تم بے خوف و خطر ہو کر نام بتاؤ اگر میرا بیٹا بھی مجرم ہوگا تو میں اسے بھی ضرور سزا دونگا "

بادشاہ کے اطمینان دلانے پر بڑھیا کا خوف کچھ دور ہوا اُس نے کہا " حضور ! ہم شہر بردوان (بنگال) کے رہنے والے ہیں - ہم نہایت غریب و مفلس ہیں - ہمارے بدن پر جو کپڑے ہیں ان کے سوا کچھ اوڑھنے پہننے اور کھانے کو نہیں ہے - یہاں تک کہ ہمیں راستے میں آتے وقت بھیک مانگ کر پیٹ بھرنا پڑا - ہم غریب تھے مفلس تھے - لیکن ہماری گذر بسر ہو ہی جاتی تھی - کیونکہ وطن میں ہمارا ایک مکان اور مختصر سی زمین تھی ، ہماری ضعیفی کا سہارا ہمارا ایک محسن بچہ تھا - جس کی تھی سی ننھی باتیں سن کر ہم اپنی غریبی

اور مفلسی کی تمام مصیبتوں کو بھول جاتے تھے۔ آہ! آج بھی ہمارے کانوں میں اس کلکاریاں اور اُس کی توتلی آواز گونج رہی ہے۔" شدتِ غم سے بڑھیا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اُس کی آواز حلق میں رک کر رہ گئی۔ بادشاہ بھی اُس کی روئداد سے بہت متاثر ہو رہا تھا۔

بڑھیا نے اپنے آپ کو سنبھال کر پھر کہنا شروع کیا "ظلِ سبحانی! ایک روز ہمارا لڑکا سڑک پر کھیل رہا تھا۔ بنگال کے صوبیدار صاحب ہاتھی پر سوار ہو کر شہر کی گشت کو نکلے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اُن کا گزر اُسی سڑک پر ہوا جس پر ہمارا لاڈلا بیٹا کھیل رہا تھا۔ مجھے اُس وقت خبر ہوئی جبکہ ہاتھی بالکل قریب آ چکا تھا۔ میں لاکھ چیخی چلائی لیکن میری آواز نہ سُنی میں بے اختیار سڑک کی طرف دوڑی لیکن افسوس! وہ ظالم ہمارے بچے کو ہاتھی کے پیروں تلے روندتا ہوا نکل گیا۔ اُس نے قطعی یہ محسوس نہ کیا کہ ہم غریبوں کی جانوں کی بھی کوئی قیمت ہے۔ ہم دونوں بے اختیار اُن کے ہاتھی کے پیچھے دوڑے اُن سے فریاد کی۔ مگر انھوں نے سننا تو کیا ایک لمحہ کے لئے پلٹ کر دیکھنا تک گوارہ نہ کیا اور اس پر طرہ یہ کہ اُن کے سر چڑھے مصاحبوں نے ہمارا مذاق اڑایا۔ اور ہمیں گالیاں تک دی گئیں۔"

"جہاں پناہ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ انھوں نے ہمارے ہی بچے کو لاپرواہی سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور ہمیں کو برا بھلا کہا اور گالیاں دی۔ عالم پناہ! ہم بھی اُس وقت نہایت غصہ کے عالم میں تھے۔ ذرا سوچئے تو عالم پناہ کہ اگر کسی کے لختِ جگر کے ساتھ کوئی اس قسم کا برتاؤ کریگا تو کیا وہ خاموش رہ سکتا ہے لہٰذا ہم نے بھی گالیوں کے جواب میں بددعائیں اور کوسنے دیے اس پر صوبیدار صاحب نے ہمارا مکان اور زمین ضبط کر لی اور ہمیں شہر بدر کر دیا۔ اب ہم بے سر و سامان ہو گئے سڑکوں پر بھیک مانگ کر گزارہ کرتے ہوئے ہم اتنی مسافت طے کر کے آپکے

پاس آئے ہیں صرف انصاف کی خاطر ـــــ ہمیں انصاف چاہئے عالم پناہ ـــــ ہمارے ساتھ انصاف کیجئے ـــــ" شدت غم عالم سے بڑھیا غش کھا کر گر گئی۔

جہانگیر کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ بوڑھا پانی کے چھینٹے دیکر بڑھیا کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ جہانگیر نے فوراً وزیر اعظم کو حکم دیا ـــ حاکم بنگال کے نام فرمان لکھو۔ (اور فی الحال ان کو دس اشرفیاں دیدو"

وزیر اعظم نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً انھیں دس اشرفیاں دے دیں، اور حاکم بنگال کے نام بادشاہ حکم کے مطابق فرمان لکھنا شروع کیا۔

"تو حاکم بنگال سیف الدولہ کو شہنشاہ ہند ظل سبحانی جہانگیر کی طرف سے مطلع کیا جاتا ہے کہ تم نے جان بوجھ کر ایک بوڑھے اور بڑھیا کے بیٹے کو ہلاک کیا ہے۔ ان کی جائداد کو ضبط کر کے ان پر مزید ظلم کیا گیا ہے۔ اس جرم کی سزا تمہاری معزولی ہے لیکن ہم تمہاری اس سزا کو معاف کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ تم اپنے فیل بان کو مناسب سزا دو ان سے معافی مانگو، ان کا جو نقصان ہوا ہے اسے پورا کرو اور ان کی جائداد کو لوٹا دو"

بادشاہ نے مضمون پڑھ کر اس پر شاہی مہر لگا دی اور بڑھیا کو دیتے ہوئے کہا "تم اسے حاکم بنگال کے پاس لے جاؤ۔ وہ تمہارا مکان اور زمین واپس کر دیگا اور تمہارا جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی بھی کر دیگا"

دونوں میاں بیوی بادشاہ کو دعائیں دیتے ہوئے فرمان لیکر وطن آئے۔

بردوان پہنچ کر بادشاہ کا فرمان حاکم بنگال سیف الدولہ کے ہاتھوں میں دے دیا۔ سیف الدولہ شاہی فرمان پڑھ کر آگ بگولہ ہوگیا۔ اس نے اسی وقت فرمان کو ریزہ ریزہ کر دیا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان دونوں کو فوراً قید خانہ میں ڈالدیا جائے۔ ان کی یہ بات کہ میری شکایت لیکر جہانگیر کے دربار میں جائیں جب تک تم اپنے قصور کی معافی نہ مانگ لوگے تمہیں قید خانہ سے رہائی نہیں مل سکتی"

حکم کے مطابق دونوں کو ایک تنگ اور تاریک کوٹھری میں قید کر دیا گیا۔ اور وہاں انھیں طرح طرح کی تکالیف اور ایذائیں دی جانے لگیں۔ لیکن وہ اتنے مستقل مزاج تھے کہ انتہائی سختیاں اور مظالم سہہ رہے تھے لیکن معافی نہ مانگتے تھے۔ آخر عاجز آکر سیف الدولہ نے دونوں کا کھانا پانی بند کر دیا۔ پھر بھی انھوں نے معافی نہ مانگی مگر جب تک تب کئی روز فاقے کے بعد بھی انہیں کھانا نہ مل سکا تو بھوک سے مجبور ہو کر دونوں نے معافی مانگ لی معافی مانگنے کے بعد دونوں کو رہا کر دیا گیا۔

رہائی پانے کے بعد نہ ان کے پاس رہنے کے لئے مکان تھا نہ ٹھکانا اور نہ ہی کھانے کے لئے تھا وہ رات انھوں نے ایک درخت کے نیچے گزاری۔ کئی دن کے بھوکے تھے ضعیفی خود ہی ایک مہلک بیماری ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ کھلی ہوا میں انھیں

(باقی صفحہ ۵۷ پر)

اردو زبان میں تاریخی افسانوں کا مجموعہ

یزید کی محبوبہ

(از شوکت علی فہمی)

قاتل حسین یزید اپنے دور کا نہایت ہی عیاش حکمراں تھا اس کے عشرت کدہ میں ہر رات ایک نئی لڑکی لائی جاتی تھی جسے یزید کے گناہوں پر پردہ ڈالنے کے لئے صبح ہوتے ہی قتل کر دیا جاتا تھا۔ لیکن یزید کی بدقسمتی کہ اس کی خوابگاہ میں ایک ایسی لڑکی بھی پہنچ گئی جو اہلبیت کی عاشق اور یزید کے خون کی پیاسی تھی۔ چنانچہ اسی کے ہاتھوں یزید کا خاتمہ ہوا اس تاریخی افسانے کے علاوہ

دوسرے متعدد تاریخی افسانے بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں

(۱) یزید کی محبوبہ کے علاوہ دوسرے تاریخی افسانے بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں۔ (۲) ملکہ یمن (۳) شہزادی زیبا (۴) خلیفہ کا لخت جگر (۵) دیبل دیوی (۶) مالوہ کی حسینہ (۷) مغل شہزادی (۸) محبوبہ بغداد (۹) خداوند نیل (۱۰) مغل دربار میں۔

اس مجموعہ میں تمام افسانے تاریخی ہیں اور ان میں سے ہر افسانہ اپنی جگہ ایک ناول کی حیثیت رکھتا ہے۔ کتابت و طباعت اعلیٰ ٹائیٹل رنگین قیمت چار روپے پچاس پیسے

سچے تاریخی افسانوں اور ڈراموں کا لاجواب مجموعہ

فرعون کا معاشقہ

(از شوکت علی فہمی)

یہ خدائی کے دعویدار فرعون کے عشق کی وہ دلگداز داستان ہے جبکہ فرعون کو ایک ٹھوکر لگی اور وہ ایک یہودی لڑکی کے عشق میں اسطرح مبتلا ہوا کہ خدائی کے دعویدار فرعون نے اس لڑکی کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اس کی ساری خدائی خاک میں مل گئی۔ یہ اپنی نوعیت کا نہایت ہی ولولہ انگیز ڈرامہ ہے۔

ذیل کے تاریخی افسانے اور ڈرامے بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں

(۱) فرعون کا معاشقہ کے علاوہ جو دوسرے تاریخی ڈرامے اور افسانے اس مجموعہ میں شامل ہیں وہ یہ ہیں (۲) مندر کی رقاصہ (۳) رستم و سہراب (۴) بہار اٹی کا دل (۵) حور پر اکتش (۶) اسپین کی شہزادی (۷) دشمن توحید

ان لاجواب تاریخی ڈراموں اور افسانوں کے مطالعہ کے بعد آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے طباعت نہایت اعلیٰ قیمت چار روپے

حسن و عشق سے لبریز تاریخی افسانوں کا مجموعہ

بہادر شاہ کی کنیز

(از مائل ملیح آبادی)

وہ مریم نام کی ایک خوش جمال پرتگیزی حسینہ تھی جو گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ گجراتی کے محل میں بطور کنیز داخل ہوئی تھی مگر بادشاہ کو اس نے ایسا دیوانہ بنا دیا کہ اس نے اس زہریلی ناگن کے قدموں پر اپنی پوری سلطنت قربان کر دی اس افسانے کے علاوہ

دوسرے دلگداز تاریخی افسانے بھی موجود ہیں

اس مجموعہ میں یہ افسانے درج ہیں (۱) بہادر شاہ کی کنیز (۲) ہمایوں کی بہن (۳) گل بہشت (۴) ہچکیاں مصاف (۵) غیرت کی چنگاری (۶) جودھا بائی (۷) ... (۸) جوان ... (۹) بغداد کی حسینہ (۱۰) نسل مرشد (۱۱) موتیوں بھرا آب ہے

اس مجموعہ کے تمام افسانے تاریخی ہیں اور ہر افسانہ اپنی جگہ شاہکار ہے کتابت و طباعت نہایت عمدہ ٹائیٹل رنگین۔ قیمت چار روپے پچاس پیسے

شاہی حرم کی داستان تاریخی افسانوں کی شکل میں

دارا شکوہ کی رقاصہ

(از مائل ملیح آبادی)

وہ مغل ولیعہد دارا شکوہ کی وفادار رقاصہ تھی جب شہنشاہ اورنگزیب نے دارا شکوہ کو قتل کرا دیا اور شہزادہ مراد نے اسے اپنے پہلو کی زینت بنانا چاہا تو اس نے صاف الفاظ میں انکار کر دیا وہ محبت کی جیتی جاگتی تصویر تھی جس کی داستان بڑی دلگداز ہے۔

یہ بارہ تاریخی افسانے اس مجموعہ میں شامل ہیں

(۱) دارا شکوہ کی رقاصہ (۲) ہماگتی (۳) شاہجہان کا دل (۴) لالہ رنگ (۵) چتوڑ کی راجکماری (۶) بادشاہ کا پجاری (۷) محبوب کا نذرانہ (۸) سرفروش جانباز (۹) مصر کا چاند (۱۰) عشق صادق (۱۱) سپاہی کی محبوبہ (۱۲) امبا پالی۔

اس مجموعہ کا ہر افسانہ نہ صرف تاریخی ہے بلکہ حسن و عشق کے جذبات میں ڈوبا ہوا ہے کتابت و طباعت اعلیٰ ٹائیٹل رنگین قیمت چار روپے پچاس پیسے

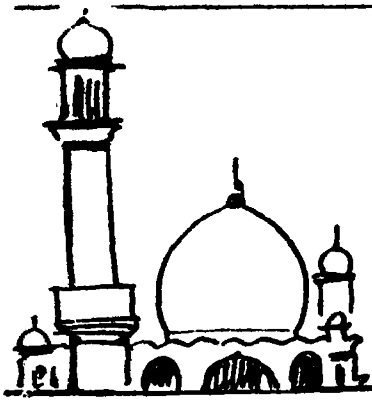
دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی



آیئے ایک منصفانہ معاشرتی نظام کے لئے
مل جل کر کام کریں۔ یہ صرف مشترکہ نصب العین،
باہمی تعاون اور سخت محنت سے ہی
حاصل ہو سکتا ہے

ایک ملک
ایک قوم

دنیائے اسلام پر ایک نظر



عربوں پر دو طرفہ حملہ کا منصوبہ

افغانی مجاہدین کے بڑھے ہوئے حوصلے - اسرائیل ملزموں کے کٹہرے میں

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

عربوں پر دو طرفہ حملہ کا منصوبہ

عربوں کو دھوکہ دینے کے لئے اور دنیا کے دکھاوے کے لئے امریکہ اور اسرائیل دونوں ہی ظاہر تو یہ کر رہے ہیں کہ گولان کے پہاڑیوں کو اسرائیلی ریاست کا جزو بنانے پر امریکہ اور اسرائیل میں کشیدگی پیدا ہو گئی ہے - اور اس ڈرامہ کو کھیلتے ہوئے امریکہ گولان کی پہاڑیوں کے غصب کرنے پر اسرائیل کے مذمت کر رہا ہے - اور دونوں ہی نے اس فوجی معاہدہ کو بھی منسوخ کر دیا ہے - جو حال ہی میں ہوا تھا لیکن اصلیت یہ ہے کہ یہ دونوں ہی ملک فریب دینے کے لئے ایک ڈرامہ کھیل رہے ہیں -

درپردہ ان کا منصوبہ یہ ہے کہ گولان کی پہاڑیوں کے معاملہ پر ایک طرف تو اسرائیل شام سے الجھ جائے اور شام کے ساتھ اسرائیل کی جنگ چھڑ جائے اور دوسری طرف امریکہ لیبیا پر حملہ کر دے - اور پھر یہ جنگ عرب ممالک اور اسرائیل و امریکہ کے درمیان مستقل تصادم بن جائے -

امریکہ کے پاس چونکہ لیبیا پر حملہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے اس لئے اس نے یہ فرضی پروپگنڈا جاری کر رکھا ہے کہ لیبیا کے صدر معمر قذافی نے امریکہ کے ممتاز سیاسی لیڈروں کو جن میں کہ خود صدر ریگن بھی شامل ہیں قتل کرانے کے لئے اپنے کارندے امریکہ میں داخل کر دئے ہیں - جو کسی وقت بھی امریکی صدر اور امریکہ کے ممتاز سیاسی لیڈروں کو قتل کر سکتے ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کون اس گپ کا یقین کرے گا اور کون اس بات کو باور کر سکتا ہے کہ امریکہ ایک ایسا کمزور اور پس ماندہ ملک ہے کہ وہ کسی دشمن ملک کے چند شرارت پسندوں کا بھی پتہ نہیں چلا سکتا -

اور اصل حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کا صدر ایک نہایت ہی چالاک لیڈر ہے - جو کسی نہ کسی طرح مشرق وسطیٰ میں جنگ بھڑکانے پر تلا ہوا ہے - اور اسی لئے وہ کبھی تو اسرائیل سے ناراضگی کا ڈرامہ کھیل رہا ہے اور کبھی معمر قذافی کے ہاتھوں اپنے قتل کئے جانے کی فرضی کہانیاں گھڑ رہا ہے - ان عیارانہ چالوں کو ساری دنیا سمجھ رہی ہے - عربوں کو چاہئے کہ وہ عرب دشمن ان فریب کاروں سے ہوشیار رہیں -

---

افغانی مجاہدین کے بڑھے ہوئے حوصلے

اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ بے دین روس کے خلاف جہاد جاری رکھنے میں مجاہدین افغانستان نے پھر ایک بار قرون اولیٰ کے مجاہدین اسلام کی یاد تازہ کر دی ہے - ذرا غور فرمائیے کہ ایک طرف تو دنیا کی سب سے طاقتور روس کی حکومت ہے جس کے ایک لاکھ سپاہی جدید ترین اسلحہ سے آراستہ ہیں اور دوسری جانب افغانی مجاہدین ہیں جو ٹوٹے ہوئے ہتھیاروں سے جنگ کر رہے ہیں - یا ان کے پاس وہ ہتھیار ہیں جو انھوں نے روسیوں سے چھینے ہیں - اور ان ہتھیاروں سے وہ چودہ ہزار کے قریب روسیوں کو ہلاک کر چکے ہیں اور اتنے ہی روسی مجاہدین کے ہاتھوں زخمی ہوئے ہیں -

پھر ایک خاص بات یہ ہے کہ کابل اور چند بڑے بڑے شہروں تک روس نواز کارمل حکومت کا اقتدار قائم ہے اور وہ بھی طاقت کے بل پر - جہاں تک کہ غیر شہری علاقوں کا تعلق ہے ان پر مجاہدین

بدستور قابض ہیں۔ یعنی افغانستان پر روسی قبضے کو پورے دو سال گزر چکے ہیں لیکن پھر بھی روسیوں کو افغانستان میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہو سکی ہے۔

حال ہی میں روس و افغان جنگ پر محکمہ خارجہ امریکہ کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ آزادی پسند افغانیوں کی مزاحمت آپس کے اختلاف کے باوجود بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے اور اس مزاحمت سے روس اس حد تک پریشان ہو گیا ہے کہ اب وہ مجاہدین کے خلاف کیمیاوی ہتھیار بھی استعمال کرنے لگا ہے یعنی درندگی پر اتر آیا ہے۔

روس اور کارمل حکومت کی فوجوں کے خلاف افغان مجاہدین کی جنگ کے بارے میں لندن کے ماہنامہ "مڈل ایسٹ" کے خصوصی نامہ نگار [illegible] نے افغانستان کا دورہ کرنے کے بعد اپنی رپورٹ میں لکھا ہے "افغانستان کے وسیع تر دیہی علاقہ پر روس نواز کارمل حکومت اقتدار قائم کرنے میں قطعی ناکام رہی ہے۔ اس علاقہ میں لاقانونی کی سی کیفیت ہے۔ افغان گوریلے جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں" اور اس کا مطلب یہ ہے کہ افغان مجاہدین بڑی مضبوطی کے ساتھ روس سے ٹکر لے رہے ہیں۔ زندہ باد مجاہدین افغانستان ان سرفروشوں نے واقعی قرون اولیٰ کے مجاہدین کی یاد تازہ کر دی۔

اسرائیل کے ہتھیار ایران میں

کویت کے روزنامہ اخبار "کویت ٹائمز" نے انکشاف کیا ہے کہ عراق اور ایران کی جنگ کے سلسلہ میں اسرائیل پابندی کے ساتھ نہایت وسیع پیمانہ پر ایران کو ہتھیار سپلائی کر رہا ہے"۔

اور صرف اسرائیل ہی پر کیا موقوف ہے بہت ممکن ہے کہ یہ امریکی ہتھیار ہوں جن کو اسرائیل کے ذریعہ ایران پہنچایا جا رہا ہے۔ عراق اور ایران کی جنگ کے بارے میں اگر گہرائی کے ساتھ غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ایران اس جنگ کو اسرائیل اور امریکہ کی پشت پناہی کی بنا پر طول دے رہا ہے۔ اور یہ دونوں ملک ایران کو آلہ کار بنا کر عربوں کو کمزور کر رہے ہیں۔ دنیائے تقریباً سب ہی ممالک ایران و عراق کی خانہ جنگی رکنے کیلئے کوشاں ہیں۔ عراق بار بار صلح کی شرائط پیش کر چکا ہے اور سب ہی مسلم ممالک کی یہ رائے ہے کہ عراق اس برادر کشی کو ختم کرنے کے معاملہ میں بہت سنجیدہ ہے۔ لیکن جہاں تک ایرانی ملاؤں کا تعلق ہے وہ اس جنگ کو طول ہی دیتے چلے جا رہے ہیں۔ جس کے دو اہم سبب ہیں پہلا سبب تو یہ ہے کہ ایران در پردہ اسرائیل و امریکہ کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ ایرانی ملا یہ چاہتے ہیں کہ ایرانی فوجیں جنگ میں مصروف رہیں کیونکہ انہیں اندیشہ ہے کہ جوں ہی یہ جنگ ختم ہوگی ایران میں فوجی انقلاب برپا ہونے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔

علامہ خمینی اور ایران کے ملاؤں کی بے خبری کی انتہا ہے کہ وہ ذاتی مفاد کی بنا پر اس اسرائیل کے پٹھو بنے ہوئے ہیں جو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ بظاہر تو یہ فلسطین کے مصیبت زدہ باشندوں کے حامی بنتے ہیں لیکن در پردہ نہ صرف فلسطینیوں کی بلکہ سب ہی عرب ممالک کی جڑیں کھود رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا جلد اُن ایرانی ملاؤں سے نجات دے جو اسرائیل کے پٹھو ہیں۔ اور جنھوں نے اپنے ظالمانہ دور اقتدار سے ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے۔

اسرائیل ملزموں کے کٹہرے میں

اسرائیل نے گولان کی پہاڑیوں کو اپنی پارلیمنٹ میں ایک قانون پاس کر کے اسرائیلی حکومت میں ناجائز طور پر شامل کر لیا ہے۔ یعنی دھاندلی کے ساتھ۔ شام کے علاقہ کو اپنا علاقہ بنا لیا ہے اس پر ان دنوں سلامتی کونسل میں بحث ہو رہی ہے اور اس بحث کے دوران اسرائیل ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا ہوا ہے۔

شام، یردن اور سب ہی انصاف پسند ملکوں کا مطالبہ ہے کہ اسرائیل کو اُس کی جارحیت کی سزا دی جائے۔ اُس پر فوجی، معاشی تجارتی، اور سفارتی پابندیاں عائد کی جائیں۔ امید ہے کہ سلامتی کونسل یقینی طور پر اسرائیل کے خلاف فیصلہ دیدے گی مگر ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی ہے کہ کہیں امریکہ سلامتی کونسل کے ریزولیوشن کو ویٹو نہ کر دے۔

اگر ایسا ہوا تو اچھا ہی ہو گا کیونکہ امریکہ نے اسرائیل سے

ناراض ہونے کا پچھلے دنوں جو ڈرامہ کھیلا تھا۔ اس کا ڈراپ سین ہو چکا اور دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ امریکہ کتنا بڑا مکار ہے۔ اس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ ہے۔ اور اسی کی شہ پر اسرائیل غنڈہ گردی پر آمادہ ہے۔ اگر امریکہ کی پشت پناہی نہ ہو تو اسرائیل دو دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

ہم حیران ہیں کہ دنیا کے انصاف پسند اور مقتدر ممالک نے ابتک ایک ایسے ملک کو سلامتی کونسل میں رہنے ہی کیوں دیا۔ جو کہ ملک نہیں ہے بلکہ چوروں اور قزاقوں کا اڈا ہے۔ ہمارے نزدیک تو یہ ملک ہی نہیں ہے بلکہ ایسے قزاقوں کا مسکن ہے جو کسی کے لئے بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ ضرورت ہے کہ اس پر پابندیاں لگانے کے ساتھ ہی سلامتی کونسل سے اسے نکال دیا جائے۔

یورپ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی

بھارتی نیوز سروس کی ایک اطلاع کے مطابق یورپ میں مسلمانوں کی آبادی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ مغربی جرمنی میں مسلمانوں کی تعداد ۱۷ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ اس میں سب سے زیادہ ۱۴ لاکھ ترک نژاد ایک لاکھ ۶۰ ہزار یوگوسلاوی ۸۰ ہزار عرب اور ۲۰ ہزار ایرانی اور دوسرے ایشیائی باشندے ہیں اور ان کے علاوہ تقریباً دو ہزار جرمن باشندے ہیں جو اسلام قبول کر چکے ہیں۔

مغربی یورپ میں صرف فرانس ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں مسلمانوں کی تعداد مغربی جرمنی کے مسلمانوں سے زیادہ ہے جو کہ ۲۵ لاکھ سے بھی متجاوز ہو چکی ہے۔ مغربی جرمنی میں عیسائیوں کے بعد سب سے زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے یہاں تقریباً ہر شہر میں مسلم ادارے موجود ہیں۔

انگلستان میں بھی مسلمانوں کی آبادی بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ یہاں بھی عیسائیت کے بعد دوسرا درجہ اسلام کو حاصل ہے۔ یہاں بھی تمام بڑے شہروں میں نہ صرف مسلم ادارے قائم ہیں بلکہ مسلمانوں کے متعدد اخبارات اور رسائل بھی نکل رہے ہیں۔ جن میں سے بعض اردو زبان میں بھی ہیں۔ اور انگلستان میں تو کئی تبلیغی جماعتیں بھی اشاعت اسلام کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔

یورپ کے علاوہ امریکہ اور کناڈا میں بھی اسلام کو خوب فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ امریکہ کی صرف ریاست شکاگو میں ہزاروں مسلمان آباد ہیں جن میں کہ اسلام کے بارے میں غیر معمولی شغف پایا جاتا ہے۔

جہانگیر کا انصاف

(باقی مضمون صفحہ ۵۱ سے)

سونا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کو بیماری نے آگھیرا۔ دونوں جیسے تیسے کر کے قریب کے ایک دیہات میں چلے گئے۔ وہاں کسی نے اُن کی خستہ حالی پر رحم کھا کر رہنے کے لئے جگہ اور کھانا دیدیا۔ چند ہی دنوں بعد وہ دونوں شفایاب ہو گئے۔ اور پھر بھیک مانگتے ہوئے جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوے۔ انھیں دوبارہ ویسی حالت میں دیکھ کر جہانگیر کو تعجب ہوا۔ اس نے پوچھا "کیا ماجرا ہے؟ بیان کرو!"

بوڑھے نے رو رو کر پوری روئداد شہنشاہ جہانگیر کو سنائی۔ بوڑھے کے دردناک حالات سن کر جہانگیر کو بے پناہ صدمہ ہوا اس نے فوراً حاکم بنگالہ سیف الدولہ کے نام فرمان لکھوایا کہ حاکم بنگال فوراً دربار میں حاضر ہو۔"

سیف الدولہ حالات سے بے خبر تھا۔ جب اسے شاہی فرمان ملا تو وہ بڑی شان و شوکت سے آگرہ آیا۔ اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ نے فوراً وزیر کو حکم دیا کہ "ایک مست ہاتھی سامنے میدان میں لایا جائے اور اس پر اس بوڑھے اور بڑھیا کو سوار کرایا جائے۔ اور جس طرح سیف الدولہ نے اس بڑھیا اور بوڑھے کے بچے کو بے دردی سے ہاتھی کے پیروں تلے کچلا تھا اسی طرح سیف الدولہ کو ہاتھی کے پیروں تلے روندا جائے تاکہ ظالموں کو عبرت ہو اور انصاف کا تقاضہ پورا ہو۔"

حکم کی فوراً تکمیل کی گئی۔ اور بوڑھے، بڑھیا کو ہاتھی پر سوار کرا کے اُس کے پیروں تلے سیف الدولہ کو کچل کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد جہانگیر نے بوڑھے اور بڑھیا کو اسو۔ اشرفیاں دیں اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ واپس اُن کے وطن بھیج دیا اور اُن کی جائداد بھی واپس کروا دی۔



دلچسپ معلومات

عجیب وغریب اور حیرت انگیز انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

سورج ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ایک نہ ایک دن چاند سورج اور یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت ضرور آئے گی۔ اور اب مسلمانوں کے اس عقیدہ کی تصدیق برطانیہ کے مشہور سائنسداں "ڈراکس برگ" نے بھی کر دی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ عنقریب سورج ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا اور اس حادثہ کے بعد یہ دنیا تباہ ہو جائیگی۔

مسٹر اکس برگ جنھوں نے یہ خطرناک پیشنگوئی کی ہے فلکیات اور ریاضی کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ جب سورج کی گرمی اور روشنی سو گنا زیادہ ہو جائے گی اور اس کے بعد سورج میں دھماکا ہوگا۔ اور اس دھماکے کے ساتھ سورج کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ جب سورج کی گرمی سو گنی ہو جائے گی تو وہ خود ہی ساری دنیا کو جھلس دیگا بہرحال اب زمانہ حاضرہ کے سائنس داں بھی قیامت کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔

بیویوں کے ستائے ہوئے شوہروں کا ٹھکانا

اس تہذیب و ترقی کے زمانہ میں امریکہ میں ازدواجی تعلقات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ ہزاروں مرد بیویوں سے تنگ آکر گھروں کو چھوڑ چکے ہیں اور مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ان بدنصیبوں کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے امریکہ کی ایک کوپریٹو سوسائٹی نے حکومت امریکہ کے تعاون سے لاکھوں ڈالر خرچ کرکے "پیس ہاؤس" کے نام سے ہیں بلڈنگوں کی تعمیر کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جہاں بیویوں کے ستائے ہوئے شوہروں کو پناہ دی جا سکے۔

کلولینڈ (اوہیو) میں پہلا "پیس ہاؤس" بن چکا ہے اور اب امریکہ کے دوسرے شہروں میں ان کی تعمیر کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ اس پیس ہاؤس میں اُن بدنصیب شوہروں کو ہر قسم کا آرام حاصل ہو جاتا ہے۔ جو اپنی بیویوں کی سرکشی، بدزبانی، اور رات دن کی ٹکا ضیحتی سے تنگ آ چکے ہیں۔ مگر ان پیس ہاؤسوں میں قیام کرنے والوں کو اپنے رہنے اور کھانے کا معاوضہ دینا پڑتا ہے کسی پیس ہاؤس میں بھی عورت کو ملازم نہیں رکھا جاتا کیونکہ یہاں پناہ لینے والے مرد عورت ذات سے متنفر ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ تہذیب جدید کیسے کیسے گل کھلا رہی ہے۔

ربڑ کا مصنوعی دل اور نقلی اعضا

امریکہ کے ماہرین نے ربڑ کا ایک ایسا دل تیار کر لیا ہے جسے ناکارہ دل کی جگہ بدلا جا سکتا ہے۔ یہ اصلی دل کی طرح دیرپا تو نہیں ہے مگر اس سے دل کے اکثر مریضوں کی عمر بڑھائی جا سکتی ہے مصنوعی اعضا تیار کرنے والی ایک کمپنی نے یہ دل بنایا ہے۔ اور اسے توقع ہے کہ جلد ہی اس مصنوعی دل کو اتنا پائیدار بنا دیا جائیگا کہ وہ مدتوں اصلی دل کی طرح کام دے سکے گا۔

مصنوعی دل کے علاوہ دیگر مصنوعی اعضا کی تیاری کی بھی کوشش کی جا رہی ہے خصوصیت کے ساتھ مصنوعی پھیپھڑوں اور مصنوعی گردوں کی تیاری پر توجہ کی جا رہی ہے



Telephone : 263450 February 1982 Regd. No. D (D. N.) 134

Registered will the Regestrar of Newspapers at R. N. No. 782/57

نعرۂ حق سے بدل دیتے تھے دنیا کا نظام
جن کے ہاتھوں میں رہا کرتی تھی اونٹوں کی مہار

دین دنیا

دہلی

ایڈیٹر: شوکت علی فہمی





عراق کے صدر کے خصوصی نمایندے ''مسٹر حمید الدین'' نئی دہلی میں اندرا جی سے تیل کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے ہیں





کویت کے امیر ''شیخ جبار الصباح''

مراکش کے حکمراں ''شاہ حسین ثانی''



"شاہ خالد" (بائیں جانب) ابوظہبی کے حکمراں شیخ عیسیٰ بن سلیمان سے تبادلۂ خیال کر رہے ہیں



یہ ہیں افغانستان کے کٹھ پتلی کمونسٹ صدر " بارک کارمل " اس تصویر میں ایک افغانی ملا کو روس کے
حق میں ہموار کر رہے ہیں



وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ جی کی حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی کے مزار مبارک پر حاضری۔ ڈپٹی منسٹر عثمان عارف بھی آپکے برابر کھڑے ہیں۔ یہ تصویر ۲۰ جنوری کو عرس کے موقعہ پر لی گئی تھی۔



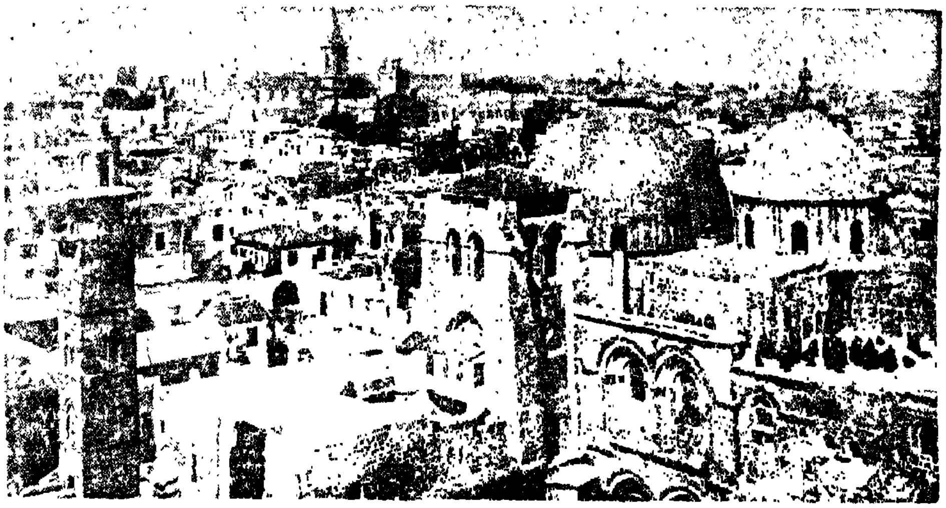
حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی کے عرس کی ایک اور تصویر۔ (بائیں جانب) صاحبزادہ وسیم فاروقی سجادہ نشین، درمیان میں جناب عثمان عارف اور دائیں جانب مسٹر شفیع قریشی تشریف فرما ہیں



تین جانباز عرب لڑکیاں "پرجیس . مارلین ،وزتا دیرہ" یہ اسرائیل کے علاقہ میں بم پھینکنے کے الزام
میں گرفتار ہیں



افغانستان سے نکالے ہوئے بدنصیب رفیوجی۔ پاکستان میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں



نبیوں کی مقدس سرزمین "بیت المقدس" جس پر اسرائیل نے غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے۔

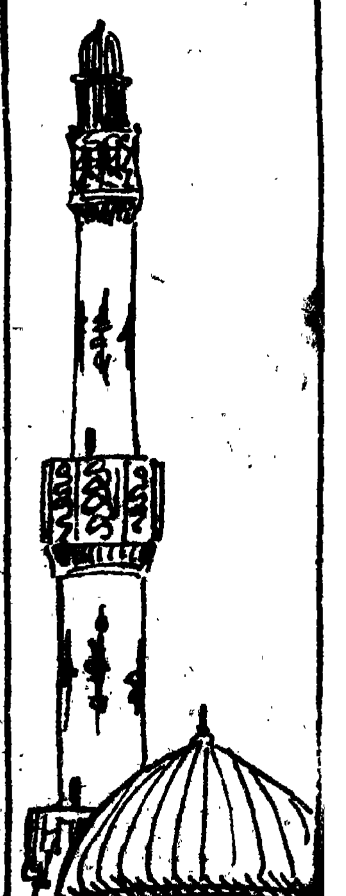
ٹیلیفون نمبر ۲۶۳۳۵۰ — اشاعت کا باسٹھواں سال

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دھلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۲ | مارچ ۱۹۸۲ء | نمبر ۳



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس .... جامع مسجد دہلی
دین دنیا منگانے میں چار روپیہ زائد کا فرق ہے اس لئے منی آرڈر کیجئے

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان بنگلہ دیش اور برما سے پچاس روپے
غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ

مفتی شوکت علی فہمی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مہتمم پراپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

۷۸۹

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

جنرل ضیاء کی آزمائش

ناجنگ معاہدہ کے ذریعہ پاکستان کو آزمانا ضروری

ہند اور پاکستان کے درمیان ناجنگ معاہدہ کے سلسلہ میں تبادلۂ خیال شروع ہو چکا ہے پاکستان کے وزیر خارجہ اسی مقصد کے لئے ہندوستان آئے تھے - اب مزید بات چیت اسلام آباد میں ہوگی - دلی کی بات چیت کے بعد دونوں ممالک کے وزرائے خارجہ نے جو مشترکہ بیان جاری کیا ہے اس میں اس بات پر کامل اتفاق کیا ہے کہ "دنیا کے اس حصہ میں امن اور استحکام کی ضمانت کے لئے دونوں ملکوں کے درمیان ناجنگ معاہدہ ضروری ہے"

جہاں تک ناجنگ معاہدہ کا تعلق ہے ہم شروع ہی سے اس کے زبردست حامی رہے ہیں - ہمارا روز اول ہی سے خیال ہے کہ ہند اور پاکستان دونوں ہی ایک ملک کے دو حصے ہیں - ان کے مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں - ان کا کلچر اور تہذیب ایک ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ دونوں ملکوں کے باشندوں کی رگوں میں ایک ہی خون دوڑ رہا ہے - تو شاید بے جا نہ ہوگا - اس اعتبار سے ان دونوں ملکوں میں نہ صرف ناجنگ معاہدہ ضروری ہے بلکہ اگر دونوں ملکوں کا ڈیفنس بھی مشترکہ ہو سکے تو اور بھی بہتر ہے - لیکن گزشتہ ۳۴ سال کے تلخ تجربات نے ڈیفنس کا مشترک ہونا تو درکنار ناجنگ معاہدہ میں بھی ہمیں دشواریاں اور رکاوٹیں محسوس ہو رہی ہیں۔

جہاں تک پاکستانی عوام کا تعلق ہے ہمکو اس بات کا کامل یقین ہے کہ وہ سچے دل کے ساتھ اور پورے خلوص سے ہندوستان کے ساتھ ناجنگ معاہدہ کے حق میں ہیں - اسکے اسباب دو ہیں پہلی وجہ تو یہ ہے کہ پاکستانی عوام میں سے کروڑوں کی تعداد ایسی ہے جن کا اصلی وطن ہندوستان ہی ہے - اور ان کے خاندان کے بہت سے افراد آج بھی ہندوستان میں آباد ہیں - اور وہ نہ صرف رابطہ اور تعلقات برقرار رکھنا چاہتے ہیں بلکہ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ ہند اور پاکستان کے درمیان ویزا کی رکاوٹ بھی دور ہو جائے تاکہ وہ آسانی کے ساتھ ایک ملک سے دوسرے ملک میں آجا سکیں دوسری وجہ یہ ہے کہ پاکستانی عوام اس بات کو سنجیدگی کے ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ ہند اور پاکستان کے درمیان جو پچھلی لڑائیاں ہوئی ہیں انھیں ہندوستانی عوام سے زیادہ پاکستانی عوام کو نقصان پہنچایا ہے - ان لڑائیوں کی وجہ سے نہ صرف پاکستان کے ٹکڑے ہو گئے ہیں بلکہ اشیائے ضروریہ کی قیمتیں بھی آسمان پر پہنچ گئی ہیں اور ان بڑھتی ہوئی قیمتوں سے جہاں ہندوستانی عوام کو نقصان پہنچا ہے وہاں اس گرانی نے پاکستانی عوام کا تو بالکل دم ہی توڑ کر رکھ دیا ہے

یہ دو بڑے اسباب ہیں جن کی بنا پر پاکستانی عوام سچے دل کے ساتھ ناجنگ معاہدہ کے خواہشمند ہیں اور اُن کی یہ خواہش کسی خبہ یا سیاست سے بالاتر ہے۔

لیکن جہاں تک پاکستان کے فوجی لیڈروں کا تعلق ہے اُن پر مشکل ہی سے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ پھر ان فوجی لیڈروں کو کسی طرح بھی پاکستانی عوام کا نمایندہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہ صرف اپنے اور اپنی ذات کے نمایندے ہیں اور بظاہر ان کو اس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں کہ کس چیز سے پاکستان کو نقصان پہنچتا ہے اور کس چیز سے فائدہ۔ یہ تو صرف یہ سوچتے ہیں کہ اِن کی ڈکٹیٹری کس طرح قائم رہ سکتی ہے۔ اور طویل مدت تک چل سکتی ہے خواہ پاکستان کو فائدہ پہنچے یا نقصان

پاکستان کے دو فوجی ڈکٹیٹروں کا ہم تجربہ کر چکے ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں جب ہند اور پاکستان میں جنگ ہوئی تو اُس وقت جنرل ایوب خاں پاکستان کے فوجی حکمراں تھے۔ اُن کی حکمرانی کی بنیادیں کیونکہ ہل گئی تھیں اس لئے کہ اُنھوں نے محض اپنی ڈکٹیٹری کو برقرار رکھنے کے لئے بلا وجہ ہندوستان پر حملہ کر دیا اور دونوں ملکوں میں بری طرح خونریزی ہوئی۔ اسی طرح ۱۹۷۱ء میں ہند پاک جنگ ہوئی تو جنرل یحییٰ خاں پاکستان کے فوجی حکمراں تھے اُن کا سارا جھگڑا بنگلہ دیش سے تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے بنگلہ دیش کو کچلنے کے لئے فوجی یلغار کر دیا تھا۔ یہ اُن کا آپس کا اندرونی جھگڑا تھا وہ آپس ہی میں اس جھگڑے کو نمٹا سکتے تھے۔ لیکن اُنھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ بے ضرورت اور بلا وجہ اچانک ہندوستان پر ہوائی حملہ کر دیا۔ اور اس طرح وہ جنگ جو کہ پاکستانیوں کی اندرونی جنگ تھی دو پڑوسی ملکوں میں پھیل گئی اور اس سے جو تباہی اور بربادی ہوئی وہ سب پر روشن ہے۔ ہماری پوری دیانتداری کے ساتھ رائے ہے کہ اگر پاکستان میں فوجی ڈکٹیٹری کی بجائے جمہوری حکومت ہوتی تو شائد ہند اور پاکستان کے مابین ایک بھی جنگ نہ ہوتی اور آج دونوں ملکوں کے تعلقات نہایت ہی خوشگوار ہوتے۔

دو فوجی حکمرانوں کا تو ہم تجربہ کر چکے ہیں۔ اب تیسرے فوجی حکمراں جنرل ضیا کا تجربہ باقی ہے یہ اِن کی پوری زندگی ہمارے سامنے ہے ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت میں فوجی سربراہ تھے۔ بھٹو کی اِن پر خاص نظر عنایت تھی۔ بھٹو ہی کی نظر عنایت سے دوسرے مستحق فوجی افسروں کو نظر انداز کرتے ہوئے اُنہیں کمانڈر انچیف کا عہدہ عطا ہوا تھا۔ مگر اُنھوں نے اُس کا یہ صلہ دیا کہ موقع ملتے ہی بھٹو کی جمہوری حکومت کا تختہ الٹ کر اپنی فوجی حکومت قائم کر لی اور عوام کو مدتوں یہ جھانسہ دیتے رہے کہ عنقریب پاکستان میں جمہوری حکومت قائم کر دی جائیگی یہاں تک کہ ایک فرسودہ اور جھوٹے مقدمہ میں بھٹو کو پھانسی کر جنرل ضیا نے اُن کا وجود بلکل ختم کر کے راستہ ہی سے ہٹا دیا۔ اور اب چار سال کے بعد یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ چونکہ مغربی جمہوریت اسلام سے میل نہیں کھاتی اس لئے پاکستان میں کبھی جمہوریت قائم نہیں کی جائے گی۔ اور اب یہ پاکستان کے مختار مطلق بنے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ اپنے ذاتی فائدہ کے لئے اپنی ڈکٹیٹری کی مدت بڑھانے کی غرض سے۔ اور اپنی ڈکٹیٹری کو مزید قوی بنانے کے لئے یہ اُس امریکہ کے آلہ کار بن چکے ہیں۔ جو مسلمانوں کا دشمن نمبر اول ہے۔ اور پاکستان میں دن رات ہتھیاروں کا انبار لگانے میں معروف ہیں محض افغانستان کے فتنہ کو بہانہ بنا کر۔ گویا کسی آنے والی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور ساتھ ہی ہند اور پاکستان میں ناجنگ معاہدہ کے لئے بھی کوشاں ہیں

کیسی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو جنرل ضیا امریکہ اور چین سے اشتراک عمل کر کے اور پاکستان میں ہتھیاروں کا انبار لگا کر دنیا کے اِس حصہ میں عدم توازن پیدا کر رہے ہیں۔ اور دوسری جانب ناجنگ معاہدہ کے بھی خواہاں ہیں۔ ان متضاد حالات میں اگر جنرل ضیا کے ساتھ ناجنگ معاہدہ ہو بھی جاتا ہے تو اُس پر کس حد تک اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ پھر جنرل ضیا سے یہ بھی پوچھا جاسکتا ہے کہ اگر وہ واقعی سچے دل کے ساتھ ہندوستان سے ناجنگ معاہدہ کے خواہشمند ہیں تو وہ پاکستان کو کس امریکہ کا فوجی اڈا کیوں بنا رہے ہیں۔ جو نہ ہندوستان کا دوست ہے اور نہ پاکستان کا بلکہ پوری دنیائے اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اور جس کے پٹھو اسرائیل نے قبلہ اول بیت المقدس تک پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ آخر پاکستان کو کس کا خطرہ ہے جس کے خوف سے وہ امریکہ کا آلہ کار بن چکا ہے اور اندھا دھند پاکستان میں ہتھیاروں کا انبار لگا رہا ہے۔ کیونکہ پاکستان کی

سرحدیں جن ملکوں سے بھی ملتی ہیں اُن سے پاکستان کا کوئی معمولی سا بھی جھگڑا نہیں ہے۔ صرف افغانستان میں سوئیٹ روس آن بیٹھا ہے اُس سے بھی پاکستان کا کوئی جھگڑا نہیں بلکہ اُس کے ساتھ بھی پاکستان کی دوستی کی پینگیں بڑھ رہی ہیں چنانچہ حال ہی میں پاکستان میں ٹریکٹر سازی کے کارخانہ کا قیام کے موقع پر پاکستان میں مقیم روسی سفیر نے صنعتی اور اقتصادی ترقی کے معاملہ میں روس کے پورے تعاون کا یقین دلایا ہے۔ اس کے علاوہ روس اتنا طاقتور ملک ہے کہ خواہ پاکستان کتنے ہی ہتھیار کیوں نہ جمع کرلے روس کے مقابلہ پر دو دن بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ اور خود جنرل ضیا نے بھی بار بار اپنی تقریروں میں اس کمزوری کا اعتراف کیا ہے۔

ایسی حالت میں جنرل ضیا اور پاکستانی زعما سے ہم پوچھتے ہیں کہ وہ بے اندازہ ہتھیار کیوں جمع کر رہے ہیں۔ اور یہ کس ملک سے مقابلہ کی تیاریاں ہیں۔ اتنی بڑی تیاریوں کے بعد وزیر خارجہ پاکستان کا صرف یہ کہہ دینا کہ "ہر ملک کو ڈیفنس کے لئے ہتھیار جمع کرنے کا حق حاصل ہے" کسی طرح بھی دوسروں کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ڈیفنس اور جنگی تیاریاں دو جداگانہ چیزیں ہیں ڈیفنس کی خاطر کوئی ملک بھی اپنے ملک کے عوام کو بھوکا نہیں مار دیتا۔ یہ تو کھلی ہوئی جنگی تیاریاں ہیں۔ پھر اگر پاکستان کے سابقہ رویہ سے ہندوستان کو شک ہوتا ہے تو وہ ہرگز بیجا نہیں۔ کیونکہ پاکستان نے جب بھی ہتھیار جمع کئے ہیں وہ ہندوستان ہی کے خلاف استعمال ہوئے ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس ضمن میں پاکستان ہندوستان کو کس طرح مطمئن کر سکے گا۔ پاکستان ناجنگ معاہدہ تو ضرور کر سکتا ہے لیکن اگر جنرل ضیا وعدہ خلافی پر اتر آئیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جو جنرل ضیا گذشتہ چار سال سے پاکستان میں جمہوریت کے قیام کے وعدے کر رہے ہیں۔ اور برابر توڑ رہے ہوں وہ کیا کچھ نہیں کر سکتے۔ جو اپنے ہی ملک کے باشندوں کے ساتھ بدعہدی کر رہے ہوں تو ان پر دوسرے ملک والے مشکل ہی سے اعتماد کر سکتے ہیں — لہٰذا وہ ہندوستانی زعما جو اس وقت "ناجنگ معاہدہ" کی بات چیت میں شامل ہیں انہیں مندرجہ بالا تمام پہلوؤں پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا ہوگا۔

بات دراصل یہ ہے کہ پاکستان کا رویہ ہمارے لئے ہمیشہ ہی مشکوک رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہم اس بات کے زبردست حامی ہیں۔ کہ ناجنگ معاہدہ ضرور ہو جانا چاہیئے۔ لیکن بڑی احتیاط اور تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد تاکہ اس طرح پاکستان کے ایک تیسرے فوجی سربراہ جنرل ضیا کا بھی امتحان کیا جا سکے کہ وہ کہاں تک مخلص ہیں۔ اور کس حد تک ناجنگ معاہدہ کے حامی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اس بات سے بھی چوکنا رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں وہ بھی آگے چل کر ہمارے لئے جنرل ایوب۔ اور جنرل یحییٰ ثابت نہ ہوں خدا کرے ہمارے شبہات غلط نکلیں اور ہند و پاک میں واقعی ناجنگ معاہدہ ہو جائے

اخلاقی گراوٹ پر ماتم

آزادی کی گذشتہ تین دھائیوں میں ہم نے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی ہیں۔ بڑے بڑے ڈیم بنائے ہیں صنعت اور سائنس کے میدان میں بھی آگے بڑھے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم ایٹمی برادری میں بھی شامل ہو گئے ہیں۔ لیکن جہاں تک اخلاق اور کردار کا تعلق ہے اس مدت میں ہمارا ملک بالکل دیوالیہ ہو چکا ہے۔ منافع خوروں، تاجروں اور عام لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ہمارے لیڈروں اور سیاست دانوں کا بھی کوئی اخلاق اور کردار باقی نہیں رہا۔ اور ہماری اس اخلاقی پستی پر ماتم کرتے ہوئے اس سال کے یوم جمہوریہ پر صدر جمہوریہ ہند سنجیوا ریڈی نے قوم کے نام پیغام نشر کرتے ہوئے بالکل بجا کہا ہے کہ۔

"ہمارا اخلاق اور کردار گر رہا ہے۔ عوامی زندگی میں اگر اخلاقی قدروں کے زوال کو روکنے کے لئے فوری طور پر قدم نہیں اٹھایا گیا۔ تو ہمارے موجودہ سیاسی نظام پر سے عوام کا بھروسہ ختم ہو جائے گا جس کے کہ بہت ہی خطرناک نتائج نکلیں گے۔ میں ملک کی سب ہی سیاسی پارٹیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ احتساب نفس کریں اور سوچیں کہ عوامی زندگی میں اخلاقی قدروں کو دوبارہ بحال کرنے میں وہ کس طرح مدد گار ثابت ہو سکتی ہیں

اخلاقی اعتبار سے ہمارا ملک کس قدر پستی میں جا چکا ہے اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود ہمارے لیڈروں اور ممبرون پارلیمنٹ کا کوئی کردار باقی نہیں رہا۔ چنانچہ ہمارے ملک میں لیڈری بھی ایک اچھا خاصہ کاروبار بن گیا ہے ملک کی بدقسمتی سے ہمارے ملک میں نام نہاد لیڈروں کا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو آئے دن عہدوں اور کرسیوں کے لیے سودے بازی کرتا رہتا ہے۔ کسی ایک پارٹی سے سودا کرنے سے اُسکی لیڈری کی دکان چلتی ہے تو یہ اُس پارٹی میں رہتے ہیں۔ اور اگر کسی دوسری پارٹی میں شامل ہو کر لیڈری کی دکان میں زیادہ نفع دکھائی دیتا ہے تو فوراً دل بدلی کر کے اُس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ گویا ان نام نہاد لیڈروں اور بلیک کرنے والے تاجروں میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔

جنتا پارٹی کے زوال کے بعد لیڈروں کی سودے بازی کے جو مناظر دیکھنے میں آئے ہیں وہ ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں۔ ممبران پارلیمنٹ بازار کے عام سودے کی طرح بکتے رہے ہیں۔ چنانچہ شری ڈیسائی کے مستعفی ہونے پر اور بابو جگ جیون رام اور چودھری چرن سنگھ کی وزارت عظمیٰ کے لئے جوڑ توڑ ہونے کے بعد جس طرح کروڑوں کا لین دین ہوتا رہا ہے وہ ہمارے سیاست دانوں کے لئے بڑے شرم کی بات ہے پھر وزیروں کے بدچلن بیٹوں اور عزیزوں کے بد چلنی کے جو واقعات اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں اُس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے زعما کے حکمرانوں کا کردار کس حد تک گر چکا ہے۔

کردار فروشی کی یہ دکانیں پہلے بھی چلتی رہی ہیں اور اب اندرا کانگریس کے دور میں بھی چل رہی ہیں، اور آئے دن کی سیاسی قلا بازیاں ان کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ جب ہمارے ملک کے زعما ہی کا معیار اخلاق گر چکا ہے تو پھر صنعت کار اور تاجر کس گنتی میں ہیں۔ کاش ہمارے ملک کے زعما صدر جمہوریہ کی اِس تنبیہ سے کوئی سبق لے سکیں۔ اور اس بات کو سمجھ لیں کہ جس ملک کے لیڈروں اور عوام کا کردار گر جاتا ہے وہ سب کچھ کھو دیتا ہے اور اُس کا انجام بڑا ہی دردناک ہوتا ہے۔

پونہ اور شولہ پور میں آگ

جنوبی ہند میں تبدیلیٔ مذہب کے واقعات کے بعد سے اور "ہندو دھرم" کے تحفظ کے نام پر جو آگ بھڑکائی جا رہی تھی آخر اُس کے خوفناک نتائج سامنے آنے شروع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ پونہ اور شولا پور میں فرقہ پرستی کی آگ بری طرح بھڑک اٹھی ہے۔ جس میں نہ جانے کتنے بے گناہ جھلس گئے دکانیں اور کارخانے جلا دیئے گئے۔ عبادت گاہوں تک کو پھونک ڈالا گیا اور وہ سب کچھ ہوا جو بدترین قسم کے فرقہ وارانہ فسادات میں ہوتا چلا آ رہا ہے۔

فرقہ پرستی کی آگ کو بھڑکانے میں "وشو ہندو پریشد" اور "یو پتت پاون" جیسی فرقہ پرست تنظیموں کا ہاتھ ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں تنظیمیں راشٹریہ سیوک سنگھ ہی کا بازو ہیں۔ اور ان کو جن سنگھ اور دوسری فرقہ پرست جماعتوں کی بھی سرپرستی حاصل ہے۔

"وشو ہندو پریشد" کے قیام کا منشا یہ ہے کہ جو اچھوت تبدیل مذہب کر چکے ہیں۔ انہیں دوبارہ ہندو دھرم میں واپس لایا جائے۔ نیز دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی ہندو دھرم میں لانے کے لئے "شدھی" کی شرارت آمیز تحریک شروع کی جائے۔ چنانچہ ہندو پریشد کے جنرل سکریٹری شری ہرمہن لال کا ایک انٹرویو ہندی ہفتہ وار پنج جنیہ میں شائع ہوا ہے۔ جس میں کہ انھوں نے کہا ہے کہ

"ہم تبدیل مذہب کے امنڈتے ہوئے خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے پانچ کروڑ کا فنڈ اکٹھا کر رہے ہیں۔ یہ رقم تبدیلیٔ مذہب کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی "شدھی" پر صرف کی جائے گی ہمارا یہ تصور ہے کہ ماضی میں کسی دباؤ یا لالچ کی بنا پر جو بھائی ملاؤں یا پادریوں کے چنگل میں پھنس گئے ہیں انہیں اپنا یا جائے" یہ تو وشو ہندو پریشد کے عزائم ہیں۔ اب رہی "پتت پاون" اُس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ یہ راشٹریہ سنگھ کی ہی ایک ذیلی تنظیم ہے جو پونہ میں "آذان روکو" کی تحریک چلا رہی ہے۔ اور اس تحریک

کا مظاہرہ مساجد کے سامنے دھرنا دینا بھی ہے۔ حیرت ہے کہ یہ زہریلی مہم بھی چھوٹی تحریکیں پونہ میں ابھرتی رہیں اور ہماری حکومت آنکھیں بند کئے بیٹھی رہی جبکہ جنتا پارٹی کے جنرل سیکریٹری سید شہاب الدین ایم۔پی نے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ کو اپنے ایک خط کے ذریعہ پہلے ہی سے اس زہریلی تحریک کی جانب توجہ دلا چکے تھے۔ سید شہاب الدین نے اپنے ۵ فروری کے خط میں وزیر داخلہ کو لکھا تھا "میں وزیر داخلہ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ پونہ میں آر۔ایس۔ایس سے وابستہ پتت پاون نام کی ایک تنظیم نے آذان کے خلاف ایک مہم چلانے کا اعلان کیا ہے اور پتت پاون تنظیم نے شہر کی تمام مسجدوں کے سامنے مظاہرہ کرنے کا بھی اعلان کیا ہے اس مہم سے فرقہ وارانہ ہنگاموں کا اندیشہ ہے۔ ملک کے آئین کے رو سے شہریوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ لہذا اس مذہبی آزادی میں کسی تنظیم کو مداخلت کرنے کا حق نہیں ہے۔ یہ مہم نہایت ہی سنگین نوعیت کی ہے۔ لہذا اس تنظیم کے لیڈروں اور اس کے حامیوں کو فوراً گرفتار کر لیا جائے"

ہمارے ملک کے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ اور ملک کے سب ہی زعماء اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آذان اور نماز کے خلاف کوئی تحریک ہمارے ملک کے لیے کس قدر فتنہ انگیز ثابت ہو سکتی ہے اور اس سے صرف پونہ اور شولاپور ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں آگ بھڑک سکتی ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ سید شہاب الدین کی بروقت وارننگ کو قابل توجہ تک نہیں سمجھا گیا۔ اس تحریک کے لیڈروں کو گرفتار کرنا تو در کنار ۱۴ فروری کو ایک عظیم الشان جلوس نکالنے کی اجازت دیدی گئی۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ جلوس مسلم محلوں سے گزارا گیا۔ مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز نعرے لگائے گئے اور اس سب کا جو نتیجہ نکلنا تھا وہ نکل کر رہا۔ اگر ایسی فتنہ انگیز تنظیموں کی جانب سے ہماری حکومت کی یہی بے نیازی رہی تو نہ جانے ابھی ہمارے ملک کے کتنے شہر پونا اور شولاپور بن کر رہیں گے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات مقدر بن چکے ہیں۔ آئے دن فسادات ہوتے ہیں۔ اور فسادات کے بعد اقلیتوں کو تسلیاں دی جاتی ہیں۔ اور ان کے تحفظ کے بلند و بانگ دعوے بھی کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ پونہ اور شولاپور کے فسادات کے بعد بھی یہی ہوا ہے۔ مسلم اقلیت کو یقین دلایا جا رہا ہے۔ کہ شرارت پسندوں کو کچل کر رکھ دیا جائے گا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سید شہاب الدین کی بروقت وارننگ پر بھی کچھ نہ ہو سکا تو اب کیا ہوگا۔ جبکہ فتنہ پرداز من مانی کر چکے ہیں۔ اور اقلیتوں پر پہاڑ ٹوٹ چکا ہے۔

آذان اور نماز کے خلاف تحریک اور شدھی کی دھمکیوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے ملک کا ایک طبقہ ابھی تک اس ملک کو یہ ہندو راشٹر بنانے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ یہ خواب کبھی پورا نہ ہوگا۔ ہندوستان کے وہ مسلمان اور دوسری اقلیتیں جو اس ملک کی آزادی کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں دے سکتی ہیں وہ سیکولرزم کی حفاظت کیلئے بھی بڑی سے بڑی قربانیاں دے سکتی ہیں۔ وہ سیکولرزم کی حفاظت کے لئے بھی اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کر سکتی ہیں۔

غریب عوام کو کہاں تک کچلو گے

پارلیمنٹ کا بجٹ سیشن شروع ہونے سے پہلے ہی ٹیلیفون تار، منی آرڈر، رجسٹری فیس اور ٹیلیکس کے نرخوں میں جو اندھا دھند اضافہ کر دیا گیا ہے اُس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس سال کا بجٹ کیسا ہوگا۔ بجٹ سے پہلے ہی نرخوں میں یہ غیر معمولی اضافہ حیران کن بھی ہے اور تشویشناک بھی ٹیلیفون کا کرایہ ڈیوڑھا کر دیا گیا ہے یعنی سالانہ چار سو روپے زائد ادا کرنے ہوں گے۔ رجسٹری کی شرح سوا دو روپیہ سے بڑھا کر پونے تین روپیہ کر دی گئی ہے۔ اسی طرح تار اور ٹیلیکس کی شرح میں غیر معمولی اضافہ کر دیا گیا ہے اور شاید پہلے سے اس لئے اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ جو کمر توڑ اور ناقابل برداشت بجٹ آنے والا ہے۔ وہ دیکھنے میں زیادہ بھاری نہ معلوم ہو۔ [illegible] کرنے کے بعد اس کی شدت عوام کو کم محسوس [illegible] پارلیمنٹ کے اجلاس سے پہلے ہی بجٹ کا [illegible]

ہمارے سامنے آیا ہے وہ اس بات کی نشان دہی کر رہا ہے کہ آئندہ بجٹ میں کیا کچھ ہوگا۔ آثار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ریلوے بجٹ میں کرایہ اور بھاڑے میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے گا۔ جس سے کہ گرانی بڑھے گی۔ اور اس کے بعد جو جنرل بجٹ آنے والا ہے اس سے بھی کبھی راحت کی امید نہیں کی جاسکتی۔

آئے دن کے نئے نئے ٹیکسوں کو دیکھتے ہوئے ملک کے زعما سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ آخر اس ملک کے غریب باشندوں کے صبر و ضبط کا امتحان کب تک لیا جاتا رہے گا۔ اور ان نئے نئے ٹیکسوں سے غریب عوام کو کیونکر نجات ملے گی۔ سچ تو یہ ہے کہ ان ٹیکسوں نے اس ملک کی تقریباً پوری آبادی کو غریبی اور مہنگائی کے جہنم میں دھکیل دیا ہے۔ اپنے ملک کی اس غلط ٹیکس پالیسی کو دیکھتے ہوئے ہمیں تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ہمارے ملک کے برسر اقتدار زعما شائد اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ وہ اس ملک کے متوسط طبقہ کے ہاتھوں میں بھیک کا ٹھیکرا نہیں دیدیں۔ اور غریب طبقہ کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑنے کے لئے مجبور نہیں کر دیں گے

ہمارے ملک کو آزاد ہوئے ۳۴ سال ہو چکے ہیں ان ۳۴ سال میں ٹیکس کا مہینہ قہر اور قیامت بن کر آتا ہے۔ برابر ۳۴ سال سے نہایت پابندی کے ساتھ ہر سال کروڑوں کے نہیں بلکہ اربوں کے ٹیکس لگا دئے جاتے ہیں۔ ایک ایک چیز پر دس دس اور بارہ بارہ مرتبہ ٹیکس لگ چکے ہیں۔ اور پھر اسی پر موقوف نہیں جب ضرورت سمجھی جاتی ہے سال کے درمیانی حصہ میں بھی کسی نہ کسی صورت میں ٹیکس لگا دئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حال ہی میں ٹیلیفون، تار، رجسٹری فیس اور ٹیلیکس کی شرحوں میں جو اضافہ کیا گیا ہے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ جمہوری طریقہ کار ہے یا کچھ اور۔

بجٹ سیشن سے پہلے ہی محکمہ تار و ڈاک نے عوام پر جو غیر معمولی بوجھ لاد دیا ہے اس پر شدید نکتہ چینی کی جا رہی ہے۔ اوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے خود ہمارے نائب صدر ہدایت اللہ نے جو راجیہ سبھا کے بھی چیرمین ہیں۔ کہا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کے اجلاس سے قبل ڈاک و تار کی شرحوں میں جو اضافہ کیا گیا ہے قطعی بے محل ہے۔ مخالف ممبروں کے اعتراض کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اس طرح کے اضافے غیر قانونی تو نہیں ہیں مگر بے محل ضرور ہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیڈر مسٹر جے بی ماتھر نے اسے جمہوری اصول کے خلاف قرار دیا ہے شری مدھو ڈنڈوتے نے کہا ہے کہ یہ کارروائی بدقسمتی ہے۔ عوام کے سر پر اضافہ سے نہ صرف بوجھ بڑھ گیا ہے بلکہ بجٹ کے تقدس کو بھی تباہ کر دیا گیا ہے۔

لیکن جنتا پارٹی کے بھی لیڈر جب برسر اقتدار تھے تو چودھری چرن سنگھ نے بھی ٹیکس لگا کے بیں کونسی کسر چھوڑ دی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں خواہ کانگریس آئی برسر اقتدار رہے یا کوئی دوسری پارٹی کسی کو بھی عوام سے کوئی ہمدردی نہیں۔ برسر اقتدار پارٹی کے لیڈر جب بھی کسی پلیٹ فارم پر تقریریں کرتے ہیں تو وہ بے روزگاری دور کرنے اور مہنگائی کو ختم کرنے کے بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں لیکن جب بجٹ کا وقت آتا ہے تو عوام کو کچلنے سے ذرا بھی گریز نہیں کرتے اگر سچ پوچھا جائے تو گرانی بڑھانے میں سب سے بڑا ہاتھ ان ہی کا ہے

شاہانِ ہند کے ظلم کا رونا کب تک

ہندوستان میں اس وقت ایک سیکولر اور جمہوری حکومت قائم ہے۔ یہ نہ ہندوؤں کی حکومت ہے۔ نہ مسلمانوں اور دوسرے فرقوں کی بلکہ ہندوستانی عوام کی حکومت ہے۔ جہاں تک ہندوستان کے پرانے حکمران شاہان ہند کا تعلق ہے وہ خاک میں مل چکے ہیں۔ اُن کا اس ملک سے کیا بلکہ دنیا ہی سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ لیکن ہمارے ملک کا ایک متعصب طبقہ ہے کہ وہ سیکڑوں سال گزرنے کے باوجود ان کے ظلم و ستم کا رونا روئے چلا جا رہا ہے۔ تاریخ ہند کو مسخ کر کے اِن کے سر نئے نئے الزامات تھوپ رہا ہے۔ محض اس لئے تاکہ ان اشتعال انگیز فرضی واقعات کے ذریعہ اس ملک کی ہندو اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جائے۔ مثال کے طور پر اخبار پرتاپ فیروز شاہ تغلق جیسے نیک دل جنگ اور خونریزی سے نفرت کرنے والے بادشاہ کے خلاف بے بنیاد الزامات گھڑتے ہوئے اپنی ۱۴ فروری کی

اشاعت میں لکھتا ہے۔

"فیروز شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی ہندوؤں پر مظالم شروع کر دیے۔ اُس نے دہلی اور دیگر مقامات پر مندروں میں پوجا اور سنکھ بجانے پر پابندی لگا دی۔ وہ برہمنوں سے خاص طور پر حسد کرتا تھا وہ سمجھتا تھا کہ براہمن ہی ہندو دھرم کا آدھار ہے فیروز شاہ کے وقت میں جب ہندوؤں کی آزادی چھین لی گئی تو برہمنوں نے بہت بڑا اندولن کیا اور مورتی پوجا کے لیے جل مرنے کا اعلان کیا۔ مگر فیروز شاہ کا دل نہ پسیجا اور برہمنوں نے خود کو آگ کی کنڈ میں جھونک دیا۔ اسی طرح ایک بوڑھے برہمن نے دہلی میں مورتی پوجا پر پابندی کی خلاف ورزی کی تو براہمن کو پکڑ کر قلعہ میں لایا گیا۔ چتا بنائی گئی اور اُسے مورتی سمیت چتا پر لٹا دیا گیا اور مسلمان ہونے کے لئے کہا گیا جب وہ تیار نہ ہوا تو آگ روشن کر دی گئی اور برہمن اُس میں جل کر راکھ ہو گیا"

مقصد یہ ہے کہ مسلمان بادشاہ اتنے بڑے ظالم اور جابر تھے کہ اسلام نہ قبول کرنے کے جرم میں ہندو رہنماؤں تک کو زندہ جلا دیتے تھے۔

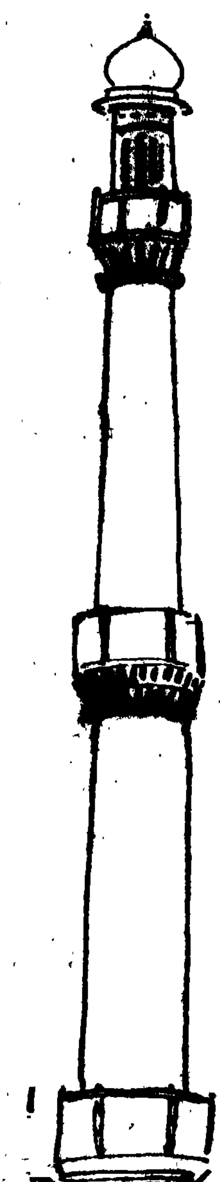
دوسرے مسلمان بادشاہوں کا تو ذکر ہی کیا ہے انھوں نے تو اُس شہنشاہ اکبر کو بھی نہیں بخشا جو ہندو نوازی کے لئے مشہور ہے۔ اور جس پر ہندو نوازی کی بدولت مسلم علما نے کفر کے فتوے تک لگا دئے تھے۔ چنانچہ اسی اخبار پرتاب نے ۱۸ دسمبر ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ "شہنشاہ اکبر ہندوؤں کا سب سے بڑا قاتل تھا۔ اُس نے چتوڑ پر محض اسلئے حملہ کر دیا تھا چونکہ چتوڑ کی ایک راجکماری کو مغل حرم میں داخل کرنے سے مہا راجہ چتوڑ نے انکار کر دیا تھا۔ چتوڑ کی جنگ میں کتنے ہندو مرے اُس کا اندازہ مردوں سے اتارے ہوئے جنیوؤں کے وزن سے کیا جا سکتا ہے۔ اسی من کے ساڑھے سات ہنڈل (۷۰۰ من جنیو کے تاگے) اکبر اپنے ساتھ آگرہ لے گیا"

غلط بیانی اور گپ بازی کی انتہا ہے کہ ایڈیٹر پرتاپ نے یہ تو بتا دیا کہ جنیو کے تاگے ۷۰۰ من وزنی تھے۔ لیکن مرنے والوں کی تعداد کچھ نہ بتائی غالباً وہ کئی کروڑ ہی ہو سکتی ہے گویا اکبر نے صرف چتوڑ کے مورچہ پر اُس زمانہ کے سب ہی ہندوؤں کو قتل کر دیا تھا اس وقت شاید مسلمان ہی مسلمان باقی رہ گئے ہوں گے۔ اور بعد میں یہ کروڑوں ہندو غالباً جادو کے زور سے پیدا کئے گئے ہوں گے۔ اور جادو کا یہ کرشمہ بھی ایڈیٹر پرتاپ کے آباء و اجداد نے ہی دکھایا ہوگا۔

ہندوستان کے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ نے پچھلے دنوں پنجاب میں اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ "ایسی تاریخی کتابوں کو پھاڑ کر پھینک دیا جائے جن سے کہ باہمی منافرت پیدا ہوتی ہو" یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب وہ وزیر داخلہ نہیں بنے تھے۔ لیکن اب جبکہ وہ وزیر داخلہ بن چکے ہیں اور نفرت پھیلانے والے واقعات پر ایکشن بھی لے سکتے ہیں۔ تو وہ ایڈیٹر پرتاب اور اس جیسے منافرت پھیلانے والوں کو قانون کے شکنجہ میں کیوں نہیں جکڑتے۔ اور اُن سے پوچھا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف یہ زہر افشانی کب تک جاری رہے گی اور اس طرح تاریخ کو مسخ کر کے اور جھوٹے واقعات گھڑ کر اس ملک کی اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنے والوں کو چھوٹ کیا بدستور دی جاتی رہے گی

دین دنیا کے مشن کو آگے بڑھائیے

دین دنیا کاروباری پرچہ نہیں ہے بلکہ اس کا ایک مخصوص مشن ہے اور وہ یہ ہے کہ موجودہ الحاد اور بے دینی کے دور میں مسلمانوں کے اندر توحید پرستی کا جذبہ پیدا کر کے اُنہیں غیر اللہ سے نڈر بنا دیا جائے۔ اور اسلام کے اُن محاسن سے مسلمانوں کو روشناس کیا جائے جو اس گمراہی کے دور میں مسلمانوں کی نظر سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ دین دنیا کا ایک مشن یہ بھی ہے کہ یہ جدید و ولولہ انگیز تاریخی واقعات پیش کر کے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کو تازہ کرنے والا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔ ملت اسلامیہ کو مضبوط بنانے کے لئے ضروری ہے کہ دین دنیا کی توسیع اشاعت میں ہر مسلمان حصہ لے اور دین دنیا کے مشن کو آگے بڑھانے میں مدد دے۔



معرکۂ حق و باطل

(از جناب ڈاکٹر نظام الدین نظام)

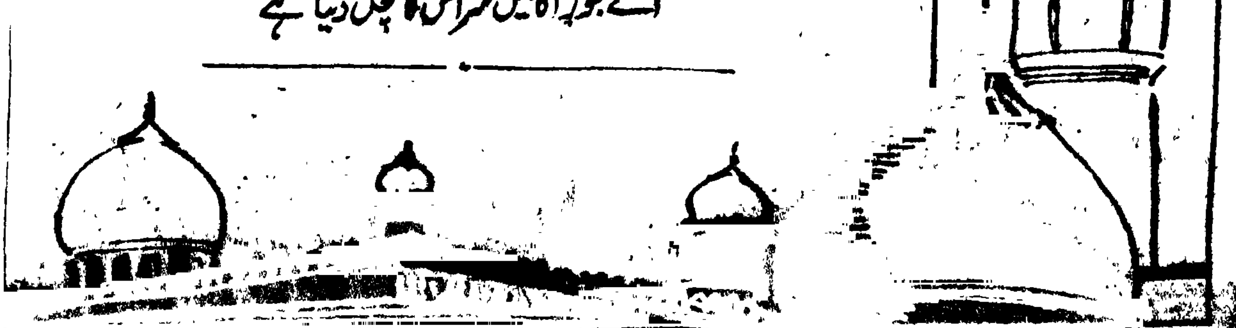
اہلِ حق اُٹھے ہیں پھر عزم کا طوفاں لے کر ٭ جبر کی موت کا بربادی کا ساماں لے کر
مددِ اللہ کی اور ہمتِ مرداں لے کر ٭ کس کی جرأت ہے جو یہ عزمِ جواں روک سکے
کس کی طاقت ہے جو یہ سیلِ رواں روک سکے

تم ہو فرعون تو موسیٰ کی نشانی ہم ہیں ٭ وقت کی تیزیٔ رفتار کے بانی ہم ہیں
اور مچلتی ہوئی دھاروں کی روانی ہم ہیں ٭ اپنے کرموں کا بھگتنا ہے اب انجام تمہیں
دے گا یہ زخم ہی خود موت کا پیغام تمہیں

سرِ کفار کو خیبر میں جھکایا ہم نے ٭ پرچمِ اسلام کا ہر جگہ اڑایا ہم نے
فتح کا ڈنکا زمانہ میں بجایا ہم نے ٭ سامنے آئے ہمارے یہ ہے جرأت کس کی
روک لے وار ہمارا یہ ہے طاقت کس کی

جانثاری پہ جو ہم لوگ اتر آتے ہیں ٭ برق سے لڑتے ہیں طوفانوں سے ٹکراتے ہیں
ہم سے سب ڈرتے ہیں ہم سے سبھی تھراتے ہیں ٭ فخر ہے تم کو جو مکاری و عیاری پر
ناز ہے ہم کو بھی للٰہی و فزاری پر

ہم نے کھائی ہے ستمگر کو مٹانے کی قسم ٭ ظلمتوں میں نئی اک شمع جلانے کی قسم
اہلِ دنیا کو نئی راہ پہ لانے کی قسم ٭ رخ ہمیں وقت کے دھاروں کا بدل دینا ہے
آئے جو راہ میں سر اُس کا کچل دینا ہے





غافلوں کو جگا دو

(از جناب دانش بریلوی)

اک آواز میں غافلوں کو جگا دو انہیں عزم و ہمت کا پیکر بنا دو
ستاروں سے پھر انجمن جگمگا دو اٹھو اور آگے کر یہ سب کو بتا دو

کہ عزم و شجاعت کے معراج ہو تم
حقیقت میں دنیا کے سرتاج ہو تم

اگر راہ پر خار بھی ہے تو کیا ہے یہ منزل جو دشوار بھی ہے تو کیا ہے
نہ ڈر زیر تلوار بھی ہے تو کیا ہے اگر شور پیکار بھی ہے تو کیا ہے

نکھرتے سنورتے چمکتے ابھرتے
بڑھے جاؤ ہر رہ گزر سے گزرتے

ترا آج سارا جہاں منتظر ہے زمیں منتظر آسماں منتظر ہے
سر راہ ہر کارواں منتظر ہے یہ اجڑا ہوا گلستاں منتظر ہے

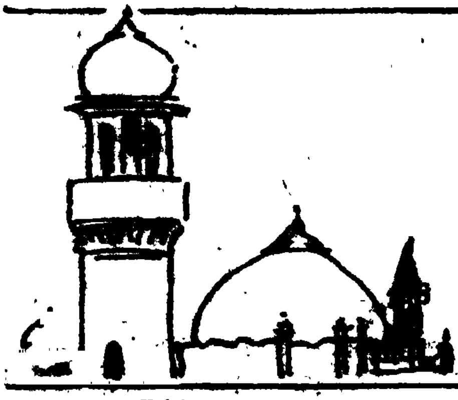
تمہے واسطے رزم گاہیں بہت ہیں
کوئی راہ رو ہو تو راہیں بہت ہیں

یہ وقتِ عمل ہے ثبوتِ عمل دو نظامِ کہن کو پیامِ اجل دو
کمر بستہ ہو کر رہِ زندگی میں زمانہ کی رفتار کا رخ بدل دو

قیودِ زمانہ سے آزاد ہو تم
کہ آرائشِ بزمِ ایجاد ہو تم



گزشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرہواں پارہ۔ سبحان الذی۔ سورہ بنی اسرائیل

(از ادارہ دین دنیا)

قرآن پاک کے پندرہویں پارہ کی تعلیمات کی ہم ذیل میں آٹھویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ جل شانہ نے فرعون کا واقعہ بیان کیا ہے ہوئے بتایا ہے کہ جو لوگ گمراہ ہیں انہیں شدید عذاب میں مبتلا ہونا پڑیگا۔

گمراہوں کیلئے سخت عذاب

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ .... وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ؕ

ترجمہ :۔ اور جسے اللہ ہدایت کرے وہی ہدایت پاتا ہے۔ اور جسے گمراہ کرے تو اُن کے لئے خدا کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم قیامت کے دن آنکھیں اوندھے منہ۔ اندھا۔ گونگا اور بہرا بناکر اٹھائیں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور جب جہنم ٹھنڈا ہونے لگے گا تو ہم ان کے لئے اور زیادہ آگ بھڑکا دیں گے۔ یہ اسی کا بدلہ ہے کہ انھوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا اور کہا کہ کیا ہم جب اور ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا کرکے اٹھائیں جائیں گے۔ کیا انھوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ جس خدا نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے وہ ان جیسے آدمی بھی دوبارہ پیدا کر دے گا۔ اور ان کے لئے ایک میعاد معین کر رکھی ہے۔ جسمیں کہ ذرا بھی شبہ نہیں لیکن پھر بھی ظالم ناشکری کئے بغیر نہیں رہتے تم کہدو کہ اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس خوف سے کہ سب کے سب خرچ نہ ہوجائیں۔ انہیں بند ہی رکھتے اور انسان تنگ دل واقع ہوا ہے۔

تشریح :۔ اور اے نبی اس بات کو سمجھ لو کہ اللہ جسے ہدایت کرتا ہے وہی راہ راست پر آسکتا ہے۔ اور جسے وہ گمراہ کردے ایسے لوگوں کا مددگار۔ اے رسول تم کسی کو نہ پاؤ گے۔ اور ایسے گمراہ لوگوں کو قیامت کے دن ہم اندھا گونگا اور بہرا کرکے منہ کے بل اٹھائیں گے اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور دوزخ کی آگ جب بھی دھیمی ہونے لگے گی ہم اُن کے لئے اُسے اور بھی زیادہ بھڑکا دیں گے۔ اور یہ سزا انہیں اس لئے دی جائے گی کیونکہ انھوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ بھلا مرنے کے بعد جب ہم خاک میں مل جائیں گے اور ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوجائیں گی تو پھر کیونکر ہمیں از سر نو زندہ اور پیدا کرکے قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تو وہ اُن جیسے انسانوں کو بھی دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور اُس نے اُن کی موت اور یوم حساب کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جسکے بارے میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ لیکن اس پر بھی ان ظالموں نے سوائے ناشکری اور کفران نعمت کے اور کسی اچھی بات کو قبول نہیں کیا۔

اے رسول ان لوگوں کو بتا دو کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ومختار بنا دئے جاتے تو اس اندیشہ کے پیش نظر کہ کہیں یہ خزانے ختم نہ ہوجائیں ان خزانوں کے دروازے مخلوق خدا کے لئے بند ہی رکھتے۔ کیونکہ انسان بڑا ہی تنگ دل واقع ہوا ہے۔ لیکن تمہارے پروردگار کی کشادہ دلی کا یہ عالم ہے کہ وہ کافر ومومن اور اچھے برے سب ہی کو روزی عطا کرتا ہے اور سب ہی کو نوازتا ہے۔

فرعون کو ہم نے غرق کر دیا

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى .... بِكُمْ لَفِيْفًا ـ ط

ترجمہ :- اور ہم نے موسیٰ کو کھلی ہوئی نو نشانیاں اور معجزات عطا کئے اے نبی تم بنی اسرائیل سے پوچھ لو (یہ معجزے لے کر) جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ موسیٰ نے کہا۔ (اے فرعون) تو خوب جانتا ہے کہ یہ نشانیاں خاص زمین و آسمان کے پروردگار کے عطا کردہ ہیں جو صاحب بصیرت کے لئے (حق شناسی کا) ایک ذریعہ ہیں اور میرے خیال میں تیری تباہی کے دن آگئے ہیں۔ پھر فرعون نے انہیں تنگ کر کے اس ملک سے نکالنا چاہا۔ پھر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ اور ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس سرزمین میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وقت آئے گا ہم تمہیں سمیٹ کر جمع کر یں گے۔

تشریح :- اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم نے موسیٰ کو واضح طور پر نو احکامات اور معجزے عطا کئے۔ تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ ان نو نشانیوں سے مراد توراۃ کے مندرجہ ذیل نو احکامات ہیں

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا (۲) کسی کو ناحق قتل نہ کرنا (۳) زنا نہ کرنا (۴) سود نہ کھانا (۵) بے گناہ پر تہمت لگا کر حاکم سے چغلی نہ کھانا (۶) پاکدامن عورتوں پر بہتان نہ لگانا (۷) چوری نہ کرنا (۸) جہاد سے نہ بھاگنا (۹) یہودیوں کے ہفتے کے دن کی عظمت کو برقرار رکھنا۔ اے نبی اگر تم چاہو تو ان احکامات کے بارے میں بنی اسرائیل سے معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ وہ خود ہی اس کی تصدیق کر دیں گے۔

جب حضرت موسیٰ نے مندرجہ بالا نو احکامات سے فرعون کو مطلع کیا اور اللہ کے عطا کردہ معجزے دکھلائے تو بجائے اس کے کہ فرعون دین حق پر ایمان لاتا۔ یہ کہنے لگا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تم پر جادو کا اثر ہے۔ اسی وجہ سے تم اس قسم کی باتیں کرتے ہو۔

اس پر موسیٰ نے کہا۔ اے فرعون تو اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ یہ جو آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ لیکن محض ضد اور عناد کی وجہ سے تو ان سے انکار کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ ایسی سوجھ بوجھ اور حکمت کی باتیں ہیں جو اہل بصیرت کے لئے رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہیں ایسی باتوں سے تیرا جان بوجھ کر انکار یہ ظاہر کرتا ہے کہ اب تیری تباہی اور بربادی کا وقت قریب آگیا ہے۔

یہ سن کر فرعون نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کے قدم اس سرزمین سے اکھاڑ دے۔ یعنی انہیں مصر سے نکال دے لیکن اس کے برخلاف ہم نے فرعون اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ اور بنی اسرائیل سے کہا کہ اب تم اطمینان کے ساتھ اس سرزمین میں رہو سہو پھر جب آخرت کے وعدہ کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو میدان حشر میں جمع کر لیں گے۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بتا دیا جائے کہ جن لوگوں کی قسمت میں ایمان لانا نہیں ہے۔ انہیں سمجھانا اور معجزے دکھانا بھی بیکار ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے فرعون کو راہ راست پر لانے کی بے حد کوشش کی مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور یہی حشر کفار مکہ کا بھی ہونا ہے۔

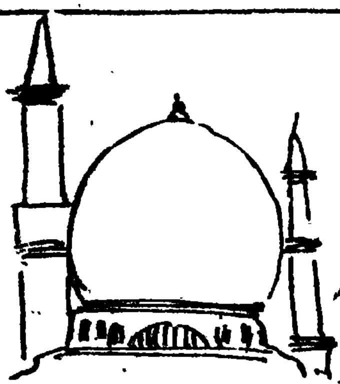
قرآن بلاشبہ پیغام حق ہے

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ .... ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۵

ترجمہ :- اور ہم نے حق کے ساتھ قرآن کو نازل کیا۔ اور وہ حق ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ (اے رسول) ہم نے تمہیں صرف خوشخبری سنانے اور ڈرانے کے لئے بھیجا ہے۔ اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔ تاکہ تم ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کے سامنے اسے پڑھو اور ہم نے اسے بتدریج نازل کیا۔ (۲۳ برس میں) اے نبی کفار سے کہدو کہ تم قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ لیکن بلا شبہ وہ لوگ جنہیں نزول قرآن سے پہلے علم دیا گیا ہے (یعنی اہل کتاب) جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل گر کر سجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے۔ اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں اور روتے ہیں۔ اور یہ قرآن ان کے خشوع کو بڑھاتا ہے

(باقی مضمون ص ۳۰ پر)

تعلیم الحدیث



"حق گوئی شیوہ ہے مسلماں کا"

اخلاق وکردار کو بلند رکھو ۔ دنیاوی جدوجہد بھی دین کا حصہ

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب سے مسلمانوں کی ہدایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جارہے ہیں جن سے مسلمان اگر عبرت ونصیحت حاصل کریں تو اُن کی دنیا بھی درست ہوسکتی ہے اور عاقبت بھی ۔

حق گوئی شیوہ ہے مسلماں کا

اسلام نے حق بات کہنے والوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کردی تھی جس نے کہ جان کی بازی لگا کر بھی حق بات کہنے سے کبھی گریز نہیں کیا ان مردانِ حق نے تیغوں کے سائے میں بھی کبھی حق بات کہنے سے منہ نہیں موڑا ۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے رسول اللہ صلعم کی یہ ہدایت ہے کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو ہمیشہ حق بات کہو چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے ۔

"حضرت ام سلمہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم پر ایسے حاکم مقرر کئے جائیں گے جو اچھے کام بھی کریں گے اور برے کام بھی کریں گے پس جس شخص نے (حق گوئی سے کام لیتے ہوئے) برے کام کے سلسلہ میں یہ کہہ دیا کہ یہ شرع کے خلاف ہے وہ اپنے فرض سے بری ہو گیا اور جس نے ایسا نہ کیا یعنی زبان سے تو مذمت نہیں کی لیکن دل سے اُس فعل کو برا سمجھا وہ گناہ میں شریک ہونے سے محفوظ رہا ۔ لیکن جو شخص حکمرانوں کے برے افعال پر راضی ہو گیا اور پھر اُس نے اُن کے برے کاموں کی پیروی کی وہ بھی اُن کے گناہ میں شریک ہو گیا ۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کو حق گوئی اور حق کوشی کے معاملہ میں کیسی سختی کے ساتھ ہدایت کی گئی ہے چنانچہ تاریخی واقعات گواہ ہیں کہ مردانِ حق نے سچی بات کہنے میں کبھی دنیا کے کسی بڑے سے بڑے جابر حکمراں تک کی پرواہ نہیں کی یہاں تک اُنھوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر بھی نعرہ حق بلند کیا ہے سب ہی کو معلوم ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے حق گوئی کی خاطر ۔ حکمرانوں کی کیسی کیسی سختیاں برداشت کی ہیں ۔ اور حضرت امام حنبل پر حق کی خاطر کیسے کیسے ستم توڑے گئے ہیں ۔ لیکن انھوں نے جان دیدی مگر حق سے منہ نہیں موڑا ۔ لیکن افسوس آج مسلمانوں میں سے حق گوئی تقریباً ختم ہو چکی ہے ۔

اخلاق وکردار کو بلند رکھو

دنیا میں کوئی قوم یا افراد اُس وقت تک ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ اُن کا اخلاق اور کردار بلند نہ ہو ۔ اسی لئے رسول محترم نے سب سے زیادہ حسنِ خلق پر زور دیا ہے ۔ چنانچہ حدیث ہے ۔

"حضرت عبداللہ بن عباس رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا تو حضور نے فرمایا نیکی حسنِ خلق ہے اور گناہ وہ چیز ہے جو تیرے دل میں خلش پیدا کرے اور تو اس بات کو برا سمجھے کہ لوگ اُس سے واقف ہوں ۔" (مسلم)

اور ایک حدیث کی رو سے تو بد اخلاق اور بد کردار انسان جنت سے بھی محروم رہے گا چنانچہ مشکوٰۃ میں درج ہے کہ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول انسان کو جو چیزیں دی گئی ہیں ان میں بہتر چیز کونسی ہے تو حضور نے فرمایا خوش خلقی اور ایک خطبہ میں حضور نے فرمایا کہ جنت میں بد خلق، بد خو، بد کلام آدمی داخل نہیں ہوگا" (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود حسن اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے دوستوں کا تو ذکر ہی کیا ہے آپ دشمنوں کے ساتھ بھی بڑی نرمی سے پیش آتے تھے۔ اور مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر صاحب ایمان کا کردار نہایت بلند ہونا چاہیئے۔ چنانچہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی سربلندی اور اسلام کی مقبولیت کا باعث ہی مسلمانوں کا بلند کردار تھا۔ جس سے متاثر ہو کر کفار حلقہ بگوش اسلام بن گئے تھے۔

دنیاوی جدوجہد بھی دین کا حصہ

اسلام جائز دنیاوی جدوجہد کا بہت بڑا حامی ہے۔ اس نے جائز دنیاوی جدوجہد کو بھی دین ہی کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان دنیاوی جدوجہد میں بھی پوری طرح حصہ لیں۔ اسلام دیگر مذاہب کی طرح اپنے متبعین کو دنیا سے بیزاری اور گوشہ نشینی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ دین کے ساتھ دنیاوی کاموں میں بھی انہیں سرگرم عمل دیکھنا چاہتا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ دنیاوی جدوجہد میں پوری طرح حصہ لیں چنانچہ اس سلسلہ میں چند احادیث ذیل میں درج کی جا رہی ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوشش کریگا اسے کوشش کا پھل ضرور ملے گا اور ہر کوشش کرنے والے کو کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے" (المدینۃ الاسلام)

"تم کوشش کرو کیونکہ اللہ نے تمہارے لئے کوشش کرنا فرض کیا ہے" (مسند امام احمد)

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہدایت ہے کہ اپنی صلاحیت اور طاقت کا اندازہ لگا کر کام کیا کرو چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے

"ابی حمید ساعدی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دنیا کی طلب اپنی صلاحیت کے مطابق کرو۔" (ابن ماجہ)

حضور محترم کے مندرجہ بالا ارشادات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام دنیاوی جدوجہد کا کتنا بڑا حامی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی جدوجہد میں بڑی مستعدی سے حصہ لیتے تھے آپ بار ہا تجارتی مال لیکر پڑوسی ممالک میں گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق بھی بہت بڑے کاروباری انسان تھے۔ دیگر صحابہ کرام بھی بڑے پیمانہ پر کاروبار کرتے تھے۔ اور حضرت عثمان غنی کا کاروبار تو دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔

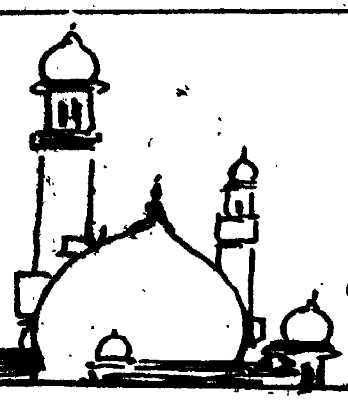
دنیا کے مالک بدترین لوگ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جبکہ برے لوگوں کو اچھے آدمیوں پر ترجیح دی جائے گی اور دنیا کے وارث اور مالک بدترین لوگ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم اپنے حکمرانوں کو قتل نہیں کرو گے۔ اور آپس میں تلواروں سے نہیں لڑو گے اور تم میں سے بدترین لوگ دنیا کے وارث نہیں بن جائیں گے" (بخاری)

ہم سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ کے بارے میں پیشگوئی فرمائی ہے اب وہ زمانہ آگیا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج دنیا کے مختلف ممالک میں حکمرانوں کے قتل کے واقعات عام ہیں۔ جس ملک میں بھی کسی حکمراں سے وہاں کی طاقتور پارٹیوں کو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اسے قتل کرا دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ بدترین لوگ آج برسر اقتدار ہیں مثلاً امریکہ کے صدر ریگن۔ اور اسرائیل کے وزیر اعظم بیگن۔ ان کا وجود دنیا کے امن کے لئے خطرہ بن گیا ہے

(اسلامی افکار)



"دنیا کا واحد ترقی یافتہ مذہب اسلام"

یہ دین کے ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی رہنمائی کرتا ہے

(از جناب یوسف آفندی)

جناب یوسف آفندی ایک مشہور ترک اہل قلم ہیں انھوں نے اسلام کے بارے میں ایک نہایت ہی فکر انگیز مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس میں کہ یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب میں کیوں فوقیت حاصل ہے ہمیں امید ہے کہ انکے مقالہ کا ترجمہ "دین دنیا" کے ناظرین کے وسیع حلقہ میں بے حد پسند کیا جائے گا۔

دنیا کی تاریخ میں آج تک کوئی مذہب بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جس میں کہ ڈیڑھ ہزار سال کی طویل مدت گزر جانے کے باوجود بھی روز اول کی کشش اور چمک موجود ہو۔ لیکن اسلام کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ جوں جوں زمانہ گزر رہا ہے اس کی نہ صرف مقبولیت بڑھ رہی ہے بلکہ اسلام کے قائم کردہ اصولوں کو غیر مسلم بھی قبول کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور صرف ایک یہی بات ظاہر کرتی ہے کہ ضرور اسلام میں کوئی غیر معمولی خوبی موجود ہے۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی اصولوں نے حکومتوں کے قوانین بدل دیئے ہیں۔ اسلامی اصولوں کی بدولت سیاست میں ایک انقلاب آ گیا ہے۔ تمدن اور معاشرہ میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور دنیا رفتہ رفتہ اُن اصولوں کو اختیار کرتی چلی جا رہی ہے جو اسلام نے حکومت و سیاست کی اصلاح کے لئے اور نوع انسانی کو یگانگت کے رشتہ میں منسلک کرنے کے لئے آج سے چودہ سو برس پہلے دنیا کے سامنے پیش کئے تھے۔

پھر اسلام کے بدترین مخالف بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی بھی مذہب ایسا نہیں ہے جو اپنی ابتدائی شکل میں قائم رہا ہو۔ اور ڈیڑھ ہزار سال کے اندر اُس میں ذرہ برابر تبدیلی پیدا نہ ہوئی ہو۔ اور اس سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ دیگر مذاہب انسان کی نئی نئی ضرورتوں اور وقت کے تقاضوں کو کیونکر پورا کرنے سے قاصر رہے تھے۔ اسی لئے اُن میں تبدیلیاں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ اور اسلام چونکہ ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنی ابتدائی صورت پر قائم چلا آ رہا ہے۔ لیکن اسلام کے دشمنوں نے اسلام کی اس خوبی کو بھی برائی کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اسلام میں لچک موجود نہیں ہے اور وہ کسی موقع پر بھی اپنے اصولوں اور معتقدات میں کوئی ترمیم کرنے پر رضامند نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں اسلام ترقی یافتہ دنیا کا کیونکر ساتھ دے سکتا ہے؟

اس میں شک نہیں کہ اسلام کے جن بنیادی عقائد کی تبلیغ آج سے چودہ سو سال پہلے خود داعی اسلام نے فرمائی تھی۔ دنیا بھر کے مسلمان آج بھی اُن ہی عقائد کو مانتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اسلام میں لچک موجود نہیں ہے۔ اس کے برعکس اُس کا اپنی ابتدائی نہج پر قائم رہتے ہوئے برابر ترقی کرتے رہنا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ یا تو اسلام میں لچک موجود ہے۔ یا اُس کا مرتب کیا ہوا نظام زندگی اس قدر ہمہ گیر ہے کہ وہ ہر دور کے انسان کی ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے اور ان ضرورتوں کو پورا کرنے کی غرض سے اُسے وقت کے مطابق بنانے کے لئے ہمیں اس مذہب میں لچک کو تلاش کرنے کی ضرورت ہی محسوس

نہیں ہوتی۔

اسلام سے پہلے دنیا میں انسان کی اصلاح اور ہدایت کے لئے جتنے مذہب بھی آئے تھے۔ اُن میں سے بیشتر کا مقصد انسان کی روحانی قوتوں کو ابھارنا تھا۔ لیکن جب انسان کا مادی شعور بیدار ہوا تو ان مذاہب میں چونکہ انسان کی مادی ضرورتوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت موجود نہیں تھی اس لئے ان میں سے بہت سے مذاہب کا وجود ہی ختم ہو گیا اور جو مذاہب برقرار رہے انہیں اپنے اندر زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق بہت سی تبدیلیاں کرنی پڑیں۔ لیکن اس کے برخلاف اسلام نے زندگی کے محض ایک پہلو یعنی روحانیت ہی کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ اُس نے زندگی کے مادی پہلو کو بھی بہت زیادہ اہمیت دی ہے اس لئے اسلام کے بنیادی اصول دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ جن میں کچھ اصول ایسے ہیں جنہیں تبدیل نہیں کیا جا سکتا باقی ماندہ میں ضروری لچک موجود ہے۔ اور اس کی بدولت اسلام برابر ترقی کر رہا ہے۔

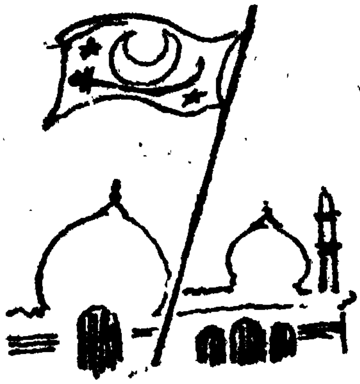
اسلام نے اپنے بنیادی اصولوں کو جن دو حصوں میں تقسیم کیا ہے انہیں "عقائد" اور "معاملات" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس نے عقائد کو اپنے پورے نظام زندگی کی بنیاد قرار دیا ہے ان عقائد میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت صلعم کی رسالت پر یقین رکھنا بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر ان دو باتوں میں کوئی ترمیم کرنا چاہے تو پھر اسلامی نظام کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ لیکن بنیادی عقائد کے علاوہ اسلامی معاملات کے ہر گوشہ میں اتنی ہمہ گیری موجود ہے کہ ان میں مزید لچک پیدا کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ اور اگر ضرورت بھی محسوس کی جاتی ہے تو اسلام میں مزید لچک پیدا کرنے کی ممانعت نہیں کی ہے

اسلام نے اپنی تمام تر بنیاد خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور داعی اسلام کی رسالت پر کامل یقین رکھنے کو قرار دیا ہے۔ اگرچہ اسلام کا خاص بنیادی عقیدہ ہے۔ لیکن اس عقیدہ سے نوع انسانی کو بے حد فائدہ پہنچا ہے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب نے رنگ و نسل اور مذہب کے اختلافات کی بنیاد پر بنی نوع انسان کی تقسیم کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا۔ اسی لئے اسلام سے پہلے کی تاریخ میں ہمیں انسان نسلی، مذہبی اور دوسرے اختلافات کی بنیاد پر بہت سے گروہوں میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن اسلام نے اس گروہ بندی اور تقسیم کی شدید مخالفت کی ہے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو منوانے پر زور دے کر انسان سے یہ بات تسلیم کرائی ہے کہ جبکہ اس پوری دنیا اور نوع انسانی کو پیدا کرنے والا ایک ہی ہے تو انسان کو کسی مفروضہ اختلاف کی بنا پر گروہوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اسی لئے اسلامی تصور کے مطابق یہ انسان خدا کا کنبہ ہے" اور اگر ہم خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے تصور اور عقیدہ میں کوئی ترمیم یا لچک پیدا کریں تو انسانی برادری کا مذکورہ بالا تصور بھی قائم نہیں رہ سکتا۔

اسلام میں لچک موجود ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ جبکہ اسلام سے پہلے کے کسی مذہب نے بھی اپنے ماننے والوں کو مذہبی رواداری نیز دوسرے مذاہب اور اُن کے رہنماؤں کے احترام کی تعلیم نہیں دی تھی اور قدیم مذاہب کے ماننے والے بری طرح مذہبی تعصب میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اِس کے برخلاف اسلام نے مسلمانوں کیلئے مذہبی رواداری اور دوسرے مذاہب اور اُن کے بانیوں کے احترام کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور مذہبی معاملات میں جبر و تشدد کو نہ صرف رد کیا ہے بلکہ صاحب اقتدار مسلمانوں پر یہ فریضہ بھی عائد کیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کی مذہبی آزادی اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ کریں۔ دنیا کا کوئی مذہب بھی رواداری کے معاملہ میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

عقائد کو چھوڑ کر جہاں تک معاملات یا زندگی کے مادی پہلوؤں کا تعلق ہے حکومت اور سیاست سے لیکر تمدن و معاشرت تک اسلام نے ہر معاملہ میں ایسا مفصل اور جامع دستور العمل مرتب کیا ہے جو دنیا کی ہر چھوٹی سے چھوٹی ضرورت اور معاملہ پر پوری طرح حاوی ہے اور اِس اسلامی دستور العمل میں کسی جگہ بھی وہ جمود نہیں ملتا۔ جسکی وجہ سے انسان کو مزید کسی رہنمائی کی ضرورت ہو

مثال کے طور پر آج دنیا میں سماجی نظام اور حکومت کے طریقوں کے متعلق شدید ترین اختلافات موجود ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس معاملہ میں کوئی گروہ بھی لچک کا ثبوت نہیں دینا چاہتا۔ لیکن اس نازک اور اہم معاملہ میں بھی اسلام کی کامل رہنمائی موجود ہے۔ اسلام سماجی اور ریاستی نظام کے سلسلہ میں ناموں کی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ ایک ایسا سماجی اور ریاستی (باقی صفحہ [illegible] پر)



تاریخ اسلام کا ایک ورق

اٹلی میں فاتحانہ داخلہ

مسلمانوں کی حوصلہ مندی کی دلگداز داستان

(از شوکت علی فہمی)

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی حوصلہ مندی کا یہ عالم تاکہ بڑے بڑے حکمرانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے، چھوٹے چھوٹے قبیلوں کے سردار بھی اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی سلطنتوں سے ٹکرا جاتے تھے، چنانچہ ذیل میں افریقہ کے دو ایسے سرداروں کی حوصلہ مندی کے واقعات بیان کئے جا رہے ہیں، جنہوں نے کسی بڑی فوج کے ذریعہ نہیں، بلکہ محض اپنی حوصلہ مندی کی بدولت اٹلی کی اس عظیم الشان مسیحی سلطنت کو شکست دیدی تھی جسے ناقابل تسخیر تصور کیا جاتا تھا

یہ اُس زمانہ کی بات ہے، جب سنہ ۲۲۶ ہجری میں مسلمان جزیرہ سسلی کے بیشتر علاقہ پر حکمران تھے، اور اس جزیرہ میں اغلبی خاندان کے حکمران بڑے دبدبے اور شان کے ساتھ حکومت کر رہے تھے، لیکن سسلی کے مسلم حکمرانوں کے لئے سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ جزیرہ سسلی اٹلی سے بالکل متصل واقع ہوا تھا، اور اٹلی کی رومی حکومت سمندری راستوں کے ذریعہ اپنی فوجیں بھیج کر برابر سسلی کے ساحلی علاقوں پر یورشیں برپا کرتی رہتی تھی، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اٹلی کی مسیحی حکومت اس چیز کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھی کہ اس کے ملک سے بالکل متصل سسلی میں وہ مسلمان آباد ہیں جن سے کہ زمانہ دراز سے عیسائیوں کی صلیبی لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہے۔

اٹلی کی ان آئے دن کی یورشوں کا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا کہ مسلمان اٹلی کو فتح کرنے کے بعد اُس فتنہ کی جڑ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں، لیکن سسلی کے مسلم حکمران اس کے لئے تیار نہیں تھے، وہ اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر اٹلی پر حملہ کرنے سے گریز کر رہے تھے، اُدھر افریقہ کے مسلمان یہ چاہتے تھے کہ خواہ نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، کسی تاخیر کے بغیر اُس اٹلی پر حملہ کر دیا جائے، جس کا وجود مسلمانان سسلی کے لئے ایک مستقل مصیبت بنا ہوا ہے، چنانچہ افریقی باشندوں کی جانب سے اس سلسلہ میں بار بار سسلی کے مسلم حکمرانوں کو توجہ دلائی گئی مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا، یہ یاد رہے کہ اس زمانہ میں سسلی پر جو اغلبی خاندان حکمران تھا، ان کا افریقہ ہی سے تعلق تھا، اس لئے افریقی مسلمانوں کو سسلی کی حکومت سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔

افریقہ کے مسلمانوں نے جب یہ سمجھ لیا کہ سسلی کی اسلامی حکومت اس ضمن میں کوئی قدم نہیں اٹھائے گی تو افریقہ کے بربری قبیلہ کے دو سرداروں نے اپنے طور پر یہ طے کیا کہ وہ خود ہی اٹلی کی فتح کا فریضہ انجام دیں گے، اللہ اللہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا کیا حوصلہ تھا کہ چھوٹے چھوٹے قبائلی سردار بھی اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی سلطنتوں سے ٹکرا جانے کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے بات یہ ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے دلوں میں،

خدمت اسلام کا سچا جذبہ موجود تھا، نہ انہیں مال و دولت کی ہوس تھی، اور نہ ملک گیری ہی کی تمنا تھی، بس وہ تو دنیا کے ہر حصہ میں اسلام کو سربلند دیکھنا چاہتے تھے، اُن کی زندگیاں خدمت اسلام کے لئے وقف تھیں، چنانچہ اس نیک جذبے نے خلفون اور مفرج نامی دو بربری سرداروں کو اس بات کے لئے آمادہ کردیا کہ اٹلی کے ان حکمرانوں سے پورا پورا انتقام لیا لیا جائے، جو آئے دن سسلی کی اسلامی حکومت پر حملے کرکے بے گناہ مسلمانانِ سسلی کا خون بہا رہے ہیں۔

سب سے پہلے خلفون چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے ذریعہ اٹلی کے لئے روانہ ہوا، اس کے ہمراہ مسلمانوں کی مختصر سی فوج تھی جس کے سب ہی سپاہی یہ قسم کھاکر گھر سے نکلے تھے کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں آئیں گے، جب تک اٹلی میں اسلامی حکومت کی داغ بیل نہیں ڈال دیں گے، ان مسلمانوں کے پاس جو ہتھیار تھے، وہ بہت معمولی تھے، لیکن ان سب کے دل اسلامی جوش سے لبریز تھے، افریقہ سے روانہ ہونے والی یہ کشتیاں جن میں کہ یہ مجاہدین سوار تھے، سمندر کی لہروں کے تھپیڑے کھاتی ہوئی چند روز بعد اُس اٹلی کے ساحل پر پہنچ گئیں، جو اُس زمانہ کی نہایت مضبوط سلطنت شمار کی جاتی تھی، مسلمانوں نے ساحل سے اترتے ہی شہر باری پر قبضہ کرلیا، شہر باری پر مسلمانوں کا قبضہ ہونا تھا، کہ اٹلی کی فوجیں اُن پر ٹوٹ پڑیں، اور اس طرح ایک خوفناک جنگ چھڑ گئی، تاریخ کا یہ ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے اٹلی کے لشکر عظیم کو شکست دیدی، اور شہر باری کے علاقہ میں مسلمانوں کی پوزیشن مستحکم ہوگئی۔

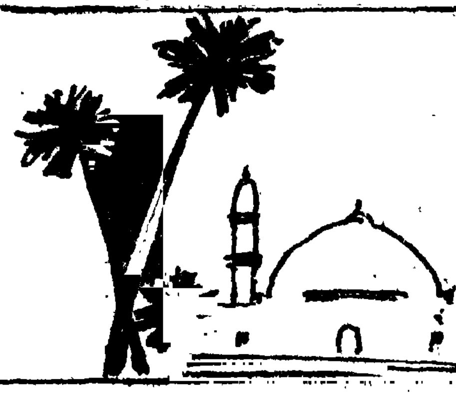
عین اس وقت جب کہ مسلم جانباز اٹلی کی فوجوں سے نبرد آزما تھے، دوسرا بربری سردار مفرج بن غانم بھی کشتیوں کے ذریعہ ایک مختصر سی فوج کو لے کر اٹلی روانہ ہوچکا تھا، جب یہ اٹلی کے ساحل پر اترا تو اُس نے دیکھا کہ مسلمان فتحیاب ہو چکے ہیں، چنانچہ وہ بھی خلفون بربری کے ساتھ اس معرکہ میں شامل ہوگیا، دونوں نے اپنی متحدہ کوششوں سے چند ہی دن میں ایک دو نہیں بلکہ پورے چوبیس قلعے فتح کرلئے، پھر دونوں نے ملکر اٹلی میں ایک اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال دی جس کا دارالسلطنت شہر باری قرار دیا گیا، اور دوالی مصر کے ذریعہ بارگاہ خلافت سے بھی سند حکومت انہیں حاصل ہوگئی۔

بربری سردار مفرج بن غانم کو اٹلی کی اس نئی اسلامی سلطنت کا سربراہ مقرر کردیا گیا، اب جب کہ اٹلی میں ایک باضابطہ اسلامی سلطنت قائم ہوچکی تھی، تو پھر اس نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا، اور اٹلی کے مختلف شہروں اور علاقوں میں مسلمان اب فاتح کی حیثیت سے آگے بڑھنے لگے، اور اس طرح جیظہ تانتی اور کئی شہروں اور قصبوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا، بربری سرداروں کی اس حوصلہ مندی اور فتوحات نے سسلی کی مسلم حکومت اور وہاں کے مسلم عوام کو بھی فاتحین اٹلی کی معاونت کے لئے آمادہ کردیا، اور انہیں سسلی سے مالی اور فوجی امداد بھی ملنے لگی جس سے کہ ان کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے،

اٹلی میں مسلمانوں نے جن علاقوں کو فتح کیا تھا، وہاں باقاعدہ نظام حکومت قائم کردیا گیا، جابجا مسلم عمال مقرر کئے گئے اور اب مسلمان اس کوشش میں لگے ہوئے تھے، کہ کسی نہ کسی طرح اٹلی کے دارالسلطنت روم کو فتح کرلیں، اس مقصد کے لئے انھوں نے دریائے جاریلون پر ایک نہایت ہی مضبوط قلعہ تعمیر کیا، پھر اس کے بعد اسلامی لشکر نے دریائے ٹائیبر کے راستہ اندرون ملک میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر اہل اٹلی کی طرف سے شدید مزاحمت ہوئی، پوپ کے حکم سے شہروں کے فصیل اور زیادہ اونچے کردیئے گئے، لیکن اس کے باوجود فاتحین اسلام کا سیلاب نہ رک سکا، اور انھوں نے شہر روم پر حملہ کرکے سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے گرجاؤں تک پر قبضہ کرلیا، غرض کہ اٹلی میں مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

مفرج بن غانم اور خلفون بربری جنہوں نے ملکر اٹلی میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے تھے، دونوں ہی نومسلم تھے، اور افریقہ کے بربری قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، افریقی بربری قوم نہایت ہی جنگ جو واقع ہوئی تھی، بلکہ اس قوم کی جنگ جوئی زندگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی، بربر قوم کا یہ پرانا طریقہ کار تھا، باقی

مشاہیر اسلام



حضرت امام ابو حنیفہ رح

کروڑں مسلمانوں کے امام اور ملوکیت کے بہت بڑے دشمن

از جناب محمد سلیمان فرخ آبادی

حضرت امام ابو حنیفہ رح دنیا کے تقریبًا ستر کروڑ مسلمانوں کے امام ہیں، ہم سب امام موصوف ہی کے مرتب کردہ "فقہ حنفی" کے پیرو ہیں، آپ مسلمانوں کے امام اعظم ہونے کے علاوہ ملوکیت اور شہنشاہیت کے سب سے بڑے مخالف تھے، اور اسی مخالفت کی بنا پر عباسی دور حکومت میں آپ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ ذیل میں ہم ان ہی بزرگ کے مختصر حالات پیش کر رہے ہیں۔

امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رح، ایران کے آتش پرستوں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، امام اعظم کا نام نعمان تھا، والد کا نام ثابت اور آپ کے دادا کا نام بھی نعمان ہی تھا، آپ کے خاندان میں آپ کے دادا سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے، وہ ایران کے قدیم باشندہ تھے، اور شہر کے بہت بڑے امیر کبیر شمار کئے جاتے تھے۔

امام ابو حنیفہ رح کے دادا نعمان نے جن کا پرانا نام زوطی تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں اسلام قبول کیا تھا جب مرکز خلافت کوفہ میں منتقل ہوا تو انھوں نے وہیں سکونت اختیار کر لی تھی، آپ کے والد ثابت کوفہ ہی میں پیدا ہوئے تھے پیدائش کے بعد جب ان کے والد کو حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بزرگانہ شفقت فرماتے ہوئے ان کی اولاد کے لئے دعاء خیر فرمائی، اور شاید اس دعا ہی کا یہ اثر تھا کہ امام ابو حنیفہ رح آفتاب بن کر دنیائے اسلام میں چمکے

امام ابو حنیفہ رح سنہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے تھے، یہ عبد الملک بن مروان کا عہد خلافت تھا، اس زمانہ میں چند صحابہ کرام بھی حیات تھے، رسول اللہ صلعم کے خادم خاص حضرت انس رض ۹۳ھ تک زندہ رہے، حضرت انس رض کو حضرت امام ابو حنیفہ رح نے دیکھا تھا، اس لئے آپ کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے، امام صاحب کا خاندان چونکہ تجارت پیشہ تھا، اس لئے آپ بھی، تجارت ہی کیا کرتے تھے اور بڑے کامیاب تاجروں میں شمار کئے جاتے تھے، مگر علم اور تعلیم کی جانب کوئی توجہ نہیں تھی،

ایک مرتبہ آپ بازار جاتے ہوئے امام شعبی رح کے مکان کے سامنے سے گذرے تو انھوں نے امام ابو حنیفہ کی پیشانی اور چہرے سے ذہانت بھانپ کر بلایا، اور دریافت کیا "آپ علم کس سے حاصل کرتے ہو، امام صاحب نے کسی سے بھی نہیں، آپ نے کہا میرے اندر تو بڑے قابلیت اور ذہانت کے جوہر نظر آرہے ہیں، تمہیں علم کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہئے"۔

امام ابو حنیفہ کے دل پر امام شعبی رح کی اس فہمائش اور نصیحت کا بہت ہی گہرا اثر ہوا اور آپ تمام مشاغل چھوڑ کر تحصیل علم کی طرف دل و جان سے معروف ہو گئے، اور بڑے ذوق و، شوق انہماک اور محنت سے علم حاصل کیا، ادب، انساب فقہ، حدیث، تاریخ، کلام اور لغت؟ پیدا کولی، گویا امام شعبی رح کی طرف

کی زندگی میں انقلاب پیدا کردیا، مگر ساتھ ہی تجارت کا سلسلہ جاری رکھا، مناظرے اور علمی مباحثے سے امام ابوحنیفہ کو غیر معمولی شغف تھا، اور بحث و مباحثہ میں آپ ہمیشہ ہی غالب رہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کو تو آپ سے ایک عظیم خدمت لینی تھی۔

ایک واقعہ ایسا پیش آیا تھا، جس نے آپ کو مباحثوں اور مناظروں کے جھگڑوں کی بجائے فقہ کی جانب متوجہ کردیا واقعہ یہ تھا کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی اور ایک مسئلہ پوچھا، لیکن آپ نہ بتا سکے، اور یہ بات ذہن نشین ہوگئی کہ ابھی آپ کا علم تشنہ ہے، آپ نے اس عورت کو امام حمادؒ کے پاس بھیج دیا اور سوچا کہ جب میں ایک عورت کی ضرورت پوری نہ کرسکا تو ایسے علم سے کیا فائدہ، لہٰذا آپ امام حمادؒ کے درس میں شریک ہوگئے،

حضرت امام حمادؒ کوفہ کے مشہور امام اور استاد تھے، جنہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث کا علم حاصل کیا تھا، کوفہ میں ان کی درسگاہ مشہور تھی، ان کا حلقۂ درس بڑا وسیع تھا، حضرت امام ابوحنیفہ دس سال تک متواتر امام حمادؒ کے حلقۂ درس میں شامل رہے، امام حمادؒ جب مصر چلے گئے تو آپ ہی کو ان کا جانشین قرار دیا گیا، کوفہ زمانہ دراز سے بے شمار علماء کا مرکز رہا ہے، آپ نے سب ہی کوفہ کے ممتاز علماء سے استفادہ کیا، کوفہ کے علاوہ بصرہ، بلکہ جس جس شہر کو دارالعلم کا درجہ حاصل تھا، وہاں جاکر پورا پورا فیض حاصل کیا، مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ بھی تشریف لے گئے، اور اس وقت کے شیوخ اور نامی گرامی اساتذہ اور محدثین سے علم حاصل کیا،

حضرت امام ابوحنیفہ کی زندگی کا ناقابل فراموش کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ایک نہایت ہی مکمل اسلامی قانون مرتب فرمایا، جو پوری اسلامی زندگی پر حاوی ہے، آپ کو چونکہ قرآن اور حدیث پر کامل عبور حاصل تھا، اس لئے آپ نے قرآن اور حدیث سے اصول فقہ اور اجتہاد اخذ کئے، یعنی کہ زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کے لئے، اسلامی قانون کا بیش بہا ذخیرہ مرتب اور مدون کردیا، اور اپنی ساری زندگی اس فریضہ کی ادائیگی میں کھپا دی، اور آپ کا یہی کارنامہ ہے جس نے کہ آپ کو امام اعظم بنا دیا، اور مجتہد اعظم کا منصب آپ کو حاصل ہوا۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اسلامی حکومت شخصی اور خاندانی بن چکی تھی، کوئی اسلامی قانون نہ ہونے کی وجہ سے مسلم حکمران اسلام کے نام پر جو چاہتے تھے، کر گزرتے تھے، یہاں تک کہ قرآن اور حدیث کی غلط تاویلات نکال کر انہیں اپنے ناجائز مقاصد کے لئے استعمال کرنے لگے تھے، اور اس بات کا پورا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ اگر اسلامی قانون قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک مکمل دستور کی شکل میں مرتب نہ کیا گیا، تو یقینی طور پر کسی غیر اسلامی یا رواجی قانون کو اختیار کرلیا جائے گا، عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت، تمدن، اور سیاست و حکومت غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ میں کثرت سے نت نئے مسائل پیدا ہو رہے تھے، جن کے لئے ایک مکمل اسلامی قانون کے بغیر کام چلنا مشکل تھا۔

حکومت کے مقرر کردہ قاضی اور منصف جن کی علمیت محدود تھی، عدالتی فیصلوں میں کسی مستند اسلامی قانون اور دستور نہ ہونے کی وجہ سے اپنی اپنی رائے اور صوابدید سے کام لیتے تھے اور بڑی بڑی غلطیاں کرتے تھے، یا حکمرانوں کی مرضی اور منشا کے مطابق فیصلے کرتے تھے، یہ اسباب تھے جنہوں نے امام صاحب کو مجبور کیا کہ وہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ایک ایسا اسلامی قانون اور دستور مدون کریں جو مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہو، چنانچہ آپ نے یہ مشکل فریضہ انجام دے دیا، اور آج آپ کا مرتب کردہ فقہ اسلامی ساری دنیا میں رائج ہے ستر کروڑ سے زیادہ دنیا کے مسلمان اسی فقہ کی پیروی کرتے ہیں، اور یہ زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کے الجھے ہوئے مسائل کے حل کے لئے بہترین اسلامی قانون تسلیم کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ اسلامی قانون کے مدون اور بہت بڑے محقق تھے، اس لئے وہ شہنشاہیت اور ملوکیت یعنی شخصی حکومتوں کے بہت بڑے مخالف تھے، کیونکہ فقہ اسلامی کی رو سے یہ حکومتیں سراسر ناجائز تھیں اور آپ — باقی صفحہ پر

تاریخ ہند

محمود غزنوی اور غوری کی فتوحات

ان لڑائیوں کا مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا



از جناب سید صباح الدین عبدالرحمن ایم، اے

محمود غزنوی اور غوری بلاشبہ اپنے دور کے لائق ترین سپہ سالار تھے، لیکن ان کی فتوحات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ان کی لڑائیوں کا مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا چنانچہ ذیل میں جناب صلاح الدین عبدالرحمن نے بڑی خوبی کے ساتھ ان فاتحین کی جنگی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی ہے۔

سلاطین ہند پر جبر وتشدد سے اسلام پھیلانے کا الزام لگایا جاتا ہے، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان سلاطین میں وہ مذہبی جوش و ولولہ نہ تھا، جو شروع کے عرب حکمرانوں میں پایا جاتا تھا، دوسرے وہ ملک گیری اور ملکداری میں ایسے مشغول رہے کہ انہیں تبلیغ اسلام کی فرصت ہی نہ ملی یہ ضرور ہے کہ ملک گیری کے سلسلہ میں انھوں نے شجاعت، پامردی اور سپہ گری کے جو جوہر دکھاتے وہ اپنے نقطۂ نظر سے اسی کو اسلام کی سربلندی، تصور کرتے رہے،

ہندوستان میں محمود غزنوی کی لشکر کشی پر خواہ کتنی ہی تلخ بحث کی جاتی لیکن اگر اس کا مطالعہ فوجی نقطۂ نظر سے کیا جائے تو کسی شخص کو بھی اسکے اعتراف میں تامل نہ ہوگا کہ اس میں وہ تمام اوصاف موجود تھے جو دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ فوجی قائدوں میں پائے جاتے ہیں، وہ میدان جنگ میں اپنی جان پر کھیل کر اس حصہ میں کود پڑتا جہاں گھمسان کی جنگ ہو رہی ہوتی، مختلف لڑائیوں میں اسکے جسم پر بہتر زخم لگے تھے وہ پورے تہور کے ساتھ لڑتا تو بعض اوقات اسکی گرفت میں تلوار اسطرح چپک جاتی کہ بڑی مشکل سے علیحدہ کی جاتی، اسکی جانبازی اور پامردی کو دیکھ کر اسکے لشکری پوری جانبازی اور سرفروشی سے لڑتے، وہ عراق سے لیکر گنگا کی وادی تک تقریباً ۳۳ سال لڑتا اور لڑتا رہا، کبھی ترکستان کی ساری جنگی قوتیں، اس کے خلاف معرکہ آرا ہو جاتیں کبھی ہندوستان کے تمام بہادر راجپوت سردار اس کے خلاف صف آرا ہو جاتے، لیکن وہ کسی موقع پر بھی سراسیمہ نہیں ہوا، ہر لڑائی میں فتح کا سہرا اسی کے سر رہا، اس کا طریقۂ جنگ گو پرانا ہی تھا، لیکن اپنی جانبازی سے اپنی فوج میں نئی زندگی اور نئی سرگرمیاں پیدا کرتا رہا، اس کے لشکر میں عرب، خلجی، افغان، ترکمان، ویلمی اور ہندو بھی تھے، اور ان سب کو ملا کر اس نے ایک ناقابل شکست فوجی دستہ بنائے رکھا، وہ تھکنا جانتا ہی نہ تھا، غور کی دشوار گذار پہاڑیاں کشمیر کی برفستانی وادیاں اور راجپوتانہ کے ہلاکت خیز ریگستانی علاقے اس کی ہمت کو پست نہ کر سکے، وہ غنیم کے سر پر اس طرح دفعتاً پہنچ جاتا کہ اس کو خبر تک نہ ہو پاتی، اس لئے وہ ان غیر معمولی اوصاف کی بنا پر ان فوجی رہنماؤں کی صف میں جگہ پانے کے لائق ہے جنہوں نے قوموں کی تاریخ بدل دی ہے، لیکن اسکی لڑائیوں کا مذہب سے دور کا بھی تعلق نہ تھا، اگر ایسا ہوتا تو اسکی فوج میں ہندوؤں کی کثیر تعداد دکھائی نہ دیتی۔

شہاب الدین غوری کے فوجی کارنامے محمود غزنوی کے سامنے ماند پڑ جاتے ہیں، لیکن اس کو محمود غزنوی پر اس حیثیت سے فوقیت حاصل ہے کہ محمود ہندوستان میں لڑائیاں جیت کر واپس چلا جاتا تھا

لیکن شہاب الدین غوری اس سرزمین میں ایک سلطنت قائم کرنے کے لئے لڑتا رہا، محمود غزنوی کبھی کوئی جنگ نہیں ہارا، اور شہاب الدین غوری کو ہندو راجاؤں نے دو لڑائیوں میں شکست دی کسی کو اس کے اعلیٰ درجہ کے فوجی قائد ہونے میں شک نہیں ہوا، وہ میدان جنگ میں اترتا تو پہلے صحیح صورت حال کا جائزہ لیتا پھر اسی حساب سے اپنی فوج کو صف آرا کرتا، اور اس کی ہدایت کے مطابق اسکے صبا رفتار سوار پہلے آگے بڑھتے پھر پیچھے ہٹ جاتے پھر اچانک پلٹ کر غنیم کے بازوؤں کی صفیں الٹ دیتے، وہ کسی حال میں بھی شکست کو شکست تسلیم نہیں کرتا تھا، جب پرتھوی راج سے پہلی بار ہارا تو اس نے قسم کھائی کہ بیوی کی خوابگاہ میں اسوقت تک نہیں جائے گا جب تک اس شکست کو فتح و کامرانی میں نہ بدل دے گا، لیکن اس کی لڑائیوں کو بھی اشاعت اسلام سے کوئی واسطہ نہیں تھا، اسکی تمام تر لڑائیاں بھی ملک گیری کے جذبہ کے تحت تھیں۔

قطب الدین ایبک نے بعض اپنے سپاہیانہ اوصاف کی بنا پر گمنامی اور غربت سے نکل کر شہرت و ناموری حاصل کی، اور اس کی سپہ گری سے متاثر ہو کر شہاب الدین غوری نے اس کو اپنا فرزند بنا لیا، شمس الدین التمش جیسا کسی لڑائی میں شریک تھا تو اس سے زیادہ دلیر اور بہادر کوئی اور فوجی نہ ہوتا، شہاب الدین غوری نے جب گکھڑوں پر فوج کشی کی تو جہلم کو عبور کرنے کے لئے سب سے پہلے اسی نے اپنا گھوڑا مردانہ وار دریا میں ڈال دیا اور اس کو عبور کرکے دشمنوں پر ٹوٹ پڑا، اسکی جانبازی دیکھ کر دوسرے لشکری بھی دریا میں کود پڑے، اسکے اسی سپاہیانہ اور مدبرانہ اوصاف کے سبب سے قطب الدین ایبک کی وفات کے بعد ایک نوزائیدہ سلطنت ختم ہونے سے بچ گئی، منگولوں کے طوفان کو دنیا کا کوئی ملک روک نہ سکا، لیکن غیاث الدین بلبن نے اپنی آہنی عزم سے ان کی غارت گری سے ہندوستان کو بچا لیا، غلام سلاطین کے فوجی سرداروں میں بختیار خلجی نے مٹھی بھر فوج سے بہار اور بنگال کو فتح کیا، بلبن کا چچازاد بھائی شیر خاں اپنے اوصاف میں واقعی شیر تھا، وہ جب تک زندہ رہا تاتاری لاہور اور دیپالپور کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہ کرسکے لیکن ان بہادر سپاہ سالاروں کی لڑائیوں کا بھی مذہب سے کوئی واسطہ نہ تھا خلجی سلاطین میں جلال الدین خلجی کہا کرتا تھا، کہ اگر میں اپنی تلوار کھینچ لوں تو بیس یا تیس افراد کو تنہا صاف کر ڈالوں اور اگر سر میدان کھڑا ہو جاؤں تو اگر ایک بڑی جماعت مجھ پر چالیس بار بھی حملہ کرے تو میرا بال بھی بیکا نہیں کرسکتی، علاء الدین خلجی صحیح معنوں میں تمام فوجی سرداروں کا سردار تھا وہ دشمنوں کو مغالطے میں ڈال کر اور تھکا کر پسپا کر دیتا تھا، اسکے سرداروں میں ظفر خاں میدان جنگ میں اپنے حریفوں میں کشتی لڑکر اپنی بہادری کے جوہر دکھاتا تھا، الغ خان نے اور نصرت خاں نے ملتان، گجرات، رنتھنبور اور جیسلمیر وغیرہ کو فتح کرکے خلجی حکومت کا دبدبہ قائم کیا ملک کافور ہزار دیناری کے سر دکنی فتوحات کا سہرا رہا۔

غیاث الدین تغلق نے منگولوں سے ۲۹ بار جنگ کی اور ہر بار انکو شکست دی سلطان محمد تغلق کے نصف دور حکومت تک اس کی فوج جہاں بھی گئی فتح و کامرانی کا پرچم لہراتی آئی، سکندر لودی اپنی فوج پر اس قدر حاوی تھا کہ وہ جب کہیں کوئی لشکر بھیجتا تو صبح و شام دو فرامین بھیجا کرتا تھا جس میں روزانہ کی ضروری ہدایتیں ہوتی تھیں، اور کسی کو اس کی عدول حکمی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

ایک فوجی قائد میں جتنی خوبیاں ہونی چاہئیں وہ سب بابر میں موجود تھیں اس نے جتنی لڑائیوں میں فتح حاصل کی اتنی ہی میں شکست بھی کھائی، لیکن شکست سے اس کی اندرونی صلاحیتیں اور بھی ابھر آتیں، اور وہ اپنے لشکریوں اور ساتھیوں کو محض اپنی باتوں اور تقریروں سے تازہ بنا دیتا تھا۔

اکبر کا شمار دنیا کے بہترین سپہ سالاروں میں ہوتا ہے، اس کی تیزگامی، شمشیر زنی نیزہ بازی اور نشانہ بازی دشمنوں پر بجلی کی سرعت کے ساتھ یورش حیرت انگیز حد تک تھی، اس نے اپنی فوج کا جو نظم و نسق قائم کیا تھا، وہ اپنے دور کے لحاظ سے بہترین سمجھا جاتا تھا، اسی لئے اس کو کسی جنگ میں شکست نہیں ہوئی، جہانگیر گو بڑی ناز و نعمت میں پلا تھا، لیکن ضرورت کے وقت ایک جری سپاہی بھی بن جاتا تھا وہ لور جہاں سے کئی دن تک خفا رہا اور نہیں بولا کہ ایک بار اس کے خیمہ میں شیر آگیا تو وہ بھاگ کر دوسرے خیمہ میں چلی گئی تھی، شاہجہاں کو اپنے جنگی تجربات پر اتنا بھروسہ تھا کہ جب اس نے بلخ اور قندھار کے تسخیر کے لئے اپنے شہزادوں کو بھیجا تو دارالسلطنت میں بیٹھ کر ان کو ہدایتیں بھیجتا تھا، عالمگیر کی فوجی قیادت کے مقابلہ میں بڑے بڑے آزمودہ کار فوجی سردار بے بس ہو کر رہ جاتے، اور مرہٹے حکمرانوں کو کہنا پڑا کہ ایسے آدمی سے لڑنا اپنی قسمت سے جنگ کرنا ہے۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق

بسلسلہ صفحہ ۲۴

کہ جس قوم پر بھی اسے فتح حاصل ہوتی تھی، یہ اسے مٹا کر رکھ دیتے تھے ان کے گھروں کو لوٹ لیتے تھے، اور جوان عورتوں کو لونڈی یا باندی بنا لیتے تھے، لیکن اسلام کی یہ کرشمہ سازی تھی کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس جابر قوم کی ذہنیت میں بھی ایک انقلاب پیدا ہو گیا، ان کی بربریت اور درندگی تقریباً ختم ہو گئی، اور ان میں رواداری اور نرمی کی وہی خصوصیت پیدا ہو گئیں، جو عام طور پر مسلمانوں میں پائی جاتی تھیں چنانچہ اٹلی کے فتح کے بعد فاتح بربریوں نے اٹلی کے باشندوں کے ساتھ نہایت نرمی اور محبت کا سلوک کیا،

مورخین کا بیان ہے کہ اٹلی کی اس نئی اسلامی حکومت نے پادریوں کے سابقہ اعزازات کو بدستور برقرار رکھا، تمام گرجے واپس دیدیے جنگ کے دوران جن گرجاؤں اور مسیحی خانقاہوں کو نقصان پہنچ گیا تھا، ان کی مرمت سرکاری خزانہ سے کرائی گئی، عیسائیوں کی املاک اور جائیداد بدستور ان ہی کے قبضہ میں رہی، اور ان کی شہری حقوق حسب سابق برقرار رہے، اگرچہ اٹلی کی یہ مسلم حکومت زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکی، لیکن تاریخ میں آج بھی اس کی رواداری کے واقعا روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

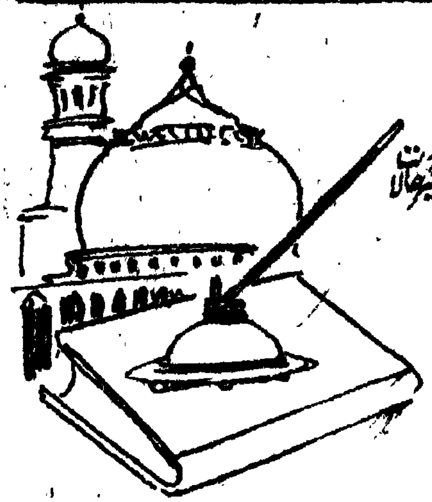
حضرت امام ابوحنیفہ رح

باقی صفحہ ۲۶

ان خلفائے بنی امیہ اور عباسیہ کو پسند نہیں کرتے تھے، جس کی بدولت خلافت اسلامیہ ختم ہو گئی تھی، اور ملوکیت کو فروغ حاصل ہوا تھا، اور آپ ایسی تمام تحریکوں کے زبردست حامی رہے ہیں، جن سے شہنشاہیت پر ضرب پڑتی تھی، یہ عباسی حکمرانوں کا زمانہ تھا، چنانچہ جن لوگوں نے عباسی حکومت کے خلاف بغاوت کی امام صاحب نے نہ صرف ان کی حمایت کی بلکہ بغاوت پیدا کرنے والوں کو امداد بھی دل کھول کر دی۔

عباسی خلفا امام ابوحنیفہ کی مخالفانہ روش کو بڑی، تشویش کی نظر سے دیکھتے تھے، اور وہ برابر اس کوشش میں لگے رہے، کہ کسی طرح امام اعظم کو ہموار کرلیں، لیکن وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے، آخر وہ زیادتیوں پر اتر آئے، عباسی حکومت کی جانب سے، عمرو بن ہبیرہ اُس زمانہ میں کوفہ کا گورنر تھا، وہ چاہتا تھا کہ دینی پیشوا بھی حکومت کے کل پرزے بن جائیں، لہٰذا اُس نے امام اعظم پر زور دیا کہ وہ عباسی، حکومت یعنی شہنشاہیت کے حامی بن جائیں، وہ امام صاحب پر برابر دباؤ ڈالتا رہا، اور امام صاحب انکار کرتے رہے آخر اُس نے تشدد سے کام لینا شروع کیا، یعنی ابن ہبیرہ نے روزانہ دس کوڑے لگائے جانے کا حکم دیدیا، جس پر عمل شروع ہو گیا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ امام صاحب روزانہ کوڑے کھانے کے بعد بھی اپنے مسلک پر قائم ہیں، تو انہیں تنگ آ کر چھوڑ دیا۔

پھر اس کے بعد خلیفہ منصور عباسی نے اس بات کی کوشش کی کہ کوئی بڑا عہدہ دے کر امام اعظم کو ہموار کر لیا جائے چنانچہ امام صاحب کو بلا کر ان کی خدمت میں قاضی القضاۃ، یعنی چیف جسٹس کا عہدہ پیش کیا، لیکن انھوں نے شخصی حکومت کا، پرزہ بننے سے انکار کرتے ہوئے کہہ دیا کہ "میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں" منصور نے غصہ سے کہا "تم جھوٹ کہتے ہو" اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ "پھر تو میں ہرگز عہدہ قضا کے لائق نہیں ہوں، کیونکہ جھوٹے آدمی کو ایسا عظیم اور ذمہ داری کا عہدہ دینا کسی طرح مناسب نہیں ہے" منصور نہ مانا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ تمہیں یہ عہدہ قبول کرنا ہوگا، اُدھر حضرت امام ابوحنیفہ نے بھی قسم کھا لی اور کہا کہ میں یہ عہدہ ہرگز قبول نہیں کرونگا، منصور نے انہیں جبراً دارالقضا میں پہنچا دیا، جب آپ نے وہاں پہنچنے کے بعد بھی کام کرنے سے انکار کر دیا، تو آپ کو قید کر دیا گیا ۱۴۶ہجری میں آپ کو قید کیا گیا تھا، چار برس قید میں رہے یہاں تک ۱۵۰ہجری میں قید خانہ ہی میں انتقال فرما گئے، آپ نے جان دیدی مگر حق سے انحراف نہ کیا۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین

اور سینکڑوں شاہان اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات

مکمل تاریخ اسلام

عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کی مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے، اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کرکے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کردی تھی،

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے، اسکا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر دور آخر تک کی تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں یکجا طور پر پیش کر دی گئی ہے، چنانچہ اس میں حکومت اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک اور جنگی کارنامے موجود ہیں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسین یعنی خلفائے راشدین کے دور خلافت کے مکمل حالات درج ہیں اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے اس کے علاوہ ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کے بھی حالات درج

یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب: حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحیات

دوسرا باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات

تیسرا باب: حضرت ابوبکر صدیق کا عہد حکومت اور فتوحات

چوتھا باب: حضرت عمر فاروق کا عہد حکومت اور فتوحات

پانچواں باب: حضرت عثمان غنی کا عہد حکومت اور فتوحات

چھٹا باب: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور حکومت اور فتوحات

ساتواں باب: امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات

آٹھواں باب: خلفائے بنو عباس کا طویل دور حکومت

نواں باب: اسپین اور یورپ کی اسلامی حکومتیں

دسواں باب: مراکش، تیونس، الجزائر اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں

گیارھواں باب: مصر، شام کی اسلامی حکومتیں غازی صلاح الدین ایوبی جیسے مجاہد

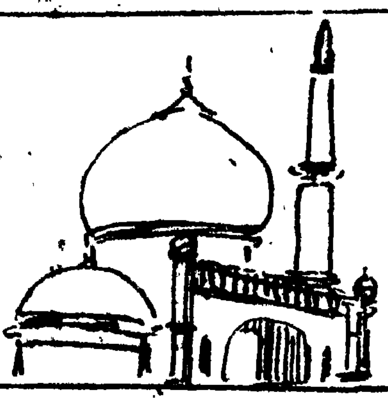
بارھواں باب: ایران، افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں

تیرھواں باب: شاہان سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دور حکومت

چودھواں باب: ہندوستان کی خود مختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ بے جواب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی، انداز تحریر ناول کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید نہایت اعلیٰ دلکش ٹائیٹل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگا لیں جدید ایڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے چودہ ابواب کی مکمل تاریخ مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور قیمت صرف پچیس روپے۔

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی



اسلام پوری دنیا کو فتح کریگا

اسلام کی رفتار ترقی سے مسیحی دنیا میں تشویش

(از علامہ ابراہیم بن احمد عطاسی)

یہ علامہ ابراہیم بن عطاسی کا بڑا ہی سنسنی خیز مقالہ ہے۔ جو پچھلے دنوں عربی جریدہ میں شائع ہوا تھا۔ علامہ موصوف لبنان کے بہت بڑے اسلامی مفکر مشہور اہل قلم اور عالم ہیں۔ علامہ ابراہیم نے اس مقالہ میں بتلایا ہے کہ موجودہ زمانہ میں اسلام کی حیرت انگیز رفتار ترقی نے عیسائی مشنریوں کے دلوں میں یہ اندیشہ پیدا کر دیا ہے کہ "اسلام جلد یا بدیر ساری دنیا کو فتح کریگا"۔ ذیل کا پورا مضمون علامہ موصوف کے اسی سنسنی خیز عربی مقالہ سے ماخوذ ہے۔

یہ بات توسب ہی کو معلوم ہے کہ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل اسلام کا ظہور ایک ایسے ملک میں ہوا تھا۔ جسے کسی لحاظ سے بھی اُس وقت دنیا کے ممالک میں کوئی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ اور جس کے باشندوں کی جہالت اور جنگجوئی ضرب المثل تھی۔ لیکن اسلام کے ظہور کے چند سال ہی کی مدت میں یہی پس ماندہ ملک دنیا کا اہم ترین ملک بن گیا تھا۔ اور اس ملک کے باشندے تہذیب و تمدن کے رہنما قرار دیئے گئے تھے۔ اور اس کے بعد جب اس ملک کے باشندے فاتح کی حیثیت سے دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے تو انھوں نے تہذیب و تمدن کے ارتقا میں جو بے مثال کارنامے انجام دئے تھے۔ وہ آج بھی تاریخ عالم کے صفحات پر سنہری حرف میں لکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مگر اسلام کے صرف اسی ایک کارنامے کو اُس کی بنیادی خصوصیت قرار نہیں دیا جا سکتا کہ اُس نے ایک ایسی قوم کو جو تہذیب اور شائستگی سے یکسر نا آشنا تھی۔ دور وسطی کی مہذب ترین قوم بنا دیا تھا بلکہ اُس کی امتیازی خصوصیت اور اعجاز یہ بھی ہے کہ اُس کی طرف بنی نوع انسان کی رغبت آج بھی بدستور قائم ہے۔ اور مسلمانوں کی طرف سے تبلیغ کی کوئی منظم کوشش نہ کئے جانے کے

باوجود مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز نہایت تیزی کے ساتھ حیرت انگیز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی مجموعی آبادی اس وقت ایک ارب تک پہنچ گئی ہے۔

اُن ملکوں کے علاوہ جن پر پچھلے چودہ سو سال سے برابر اسلامی پرچم لہراتا رہا ہے۔ دنیا کے اُن ملکوں اور خطوں میں بھی مسلمانوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے جہاں وہ اپنے عروج اور ملکی فتوحات کے زمانہ میں نہیں پہنچ سکے تھے۔ پھر اُن ملکوں میں بھی مسلمانوں کے وجود اور اُن کی تعداد میں اضافہ کا پتہ چلتا ہے جہاں مذہبی تعصبات کے باعث اُن کا قیام تقریباً ناممکن سمجھا جاتا تھا۔

براعظم امریکہ اسلام کے ظہور سے صدیوں بعد دریافت ہوا ہے۔ لیکن آج اس وسیع براعظم کا کوئی ایسا حصہ ایسا نہیں ہے جہاں مسلمان موجود نہ ہوں۔ اور اُن کی تعداد میں اضافہ نہ ہو۔ خصوصاً وسطی و جنوبی امریکہ اور کناڈا میں اسلام حیرت انگیز طریقہ پر مقبول ہو رہا ہے۔ اور اس براعظم کے گرد و پیش کے جزیروں میں بھی مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔

جنوبی مشرقی یورپ کے بہت سے ملک عرصہ دراز تک زیر حکومت رہے ہیں۔ لیکن ترکوں اور یونانیوں کی لڑ

پہلی جنگ عظیم کے نتیجہ میں وہاں مسلمانوں کی موجودگی کا یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بلکہ یقین تھا کہ اسپین کی طرح وہاں سے مسلمانوں کے قدم اکھاڑ دئے جائیں گے مگر مسلمان نہ صرف ان ہی ملکوں میں موجود ہیں بلکہ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد فرانس، جرمنی اور وسطی یورپ کے دوسرے ملکوں میں بھی ان کی تعداد بڑھتی رہی ہے اور روز بروز بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ اور انگلستان میں تو مسلمانوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ وہاں عیسائیت کے بعد اسلام ہی ملک کا دوسرا مذہب بن گیا ہے۔

اب رہا افریقہ تو شمالی افریقہ میں مسلمان پہلی صدی ہجری میں پہنچ گئے تھے۔ اور انھوں نے بحر قلزم کے شمالی ساحل پر اسلام کا جھنڈا اگاڑ دیا تھا۔ لیکن صحرائے اعظم کے حائل ہونے کی وجہ سے وہ وسطی اور جنوبی افریقہ تک نہیں پہنچ سکے تھے ادھر عیسائی مبلغین کو اس علاقہ میں مذہبی تبلیغ کے مواقع حاصل ہو گئے تھے۔ اور ان عیسائی مبلغین کی پشت پر یورپ کی عیسائی سلطنتوں کی بے پناہ دولت اور قوت حاصل تھی اور وہ بڑی سرگرمی کے ساتھ وسطی اور جنوبی باشندوں کو عیسائی بناتے رہے تھے۔

لیکن آج حالت بالکل بدلی ہوئی ہے۔ اسلام نہ صرف افریقہ کی مظاہر پرست قوموں میں نہایت تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا جا رہا ہے بلکہ افریقہ کے عیسائی باشندے بھی عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کرتے جا رہے ہیں اور یہ صورت حال عیسائی دنیا کے لیے تشویش کا موجب بنتی جا رہی ہے۔ اور انہیں تشویش ہونی بھی چاہئے کیونکہ اسلام گزشتہ چند سال کے اندر ہی پورے افریقہ پر چھا چکا ہے۔ افریقہ کے چالیس ممالک میں سے تیس سے زیادہ افریقی ممالک مسلم اکثریت والے ملک بن چکے ہیں۔ جن میں سے اکثر و بیشتر افریقی ممالک میں مسلم آبادی نوے اور پچانوے فی صد تک پہنچ چکی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ افریقہ مسلم براعظم بن چکا ہے۔ حتیٰ کہ بعض عیسائی مفکرین کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں براعظم افریقہ سے عیسائیت کا بالکل ہی صفایا نہ ہو [illegible]

[illegible] مذہب دشمن ملک میں بھی مسلمانوں کی آبادی میں [illegible] رہا ہے۔ چنانچہ ہشکر، چہ اش، کراتھیا، ماری [illegible] لحجان، بروی، تاجکستان، ترکمانیہ [illegible] سکیانگ جیسی روس میں ایسی ریاستیں موجود ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی ۸۵ فیصد تک بڑھ چکی ہے۔ چین میں مسلمانوں کی آبادی چار کروڑ کے قریب ہے۔ فلپائن میں بھی مسلم آبادی ۲۰ لاکھ تک بڑھ چکی ہے۔ اب رہ گئے انڈونیشیا اور ملیشیا تو یہ مسلم اکثریت والے ملک ہیں۔ مختصر یہ کہ خواہ یورپ و امریکہ ہو یا افریقہ یا مشرقی ایشیا اور روس تقریباً ہر جگہ مسلمانوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

اسلام کی اس مقبولیت اور ترقی پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک عیسائی مشنری نے لکھا ہے "ہم اسلام کو ایک جامد یعنی ایک ایسا مذہب سمجھتے ہیں کہ جس میں کہ کسی قسم کی بنیادی تبدیلی ہو ہی نہیں سکتی لیکن دنیا کے بعض حلقوں میں اس کا جامد ہونا ہی اس کی زبردست کشش اور مقبولیت کا باعث بنا ہوا ہے۔ ان حلقوں کی رائے ہے کہ جو قانون، ضابطہ یا مذہب اٹل اور ناقابل ترمیم ہوتا ہے۔ اس پر مکمل بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ نہایت مستحکم ہے۔ ایسے قوانین اور ضابطوں کے متعلق خواہ وہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی ہمیں صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ اُن سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچا ہے۔ یا نقصان اور اگر اُن سے فائدہ پہنچا ہے تو ہمیں ان کو ضرور قبول کر لینا چاہئے۔ بعض حلقے یہ کہتے ہیں کہ "اسلام کے قوانین اور ضابطے آج بھی وہی ہیں جو چودہ سو سال پہلے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ انسان کے لئے فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں۔ اس لئے اس حقیقت کے پیش نظر کہ اُن میں رہتی دنیا تک کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ ہمیں انہیں ضرور قبول کر لینا چاہئے"

اسی مشنری نے مزید لکھا ہے کہ "اسلام کی مقبولیت کے اس نظریہ کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تو ہم اسلام کی مقبولیت کے اس دوسرے سبب کی تو کسی طرح بھی تردید نہیں کر سکتے کہ وہ عیسائیت کی طرح انسان کو عبادت اور ریاضت ہی کی طرف نہیں بلاتا بلکہ وہ دنیا کے جائز مشاغل کو بھی عبادت اور ریاضت ہی کا درجہ دیتا ہے۔ وہ ہمارے مذہب کی طرح ترکِ دنیا کی حمایت نہیں کرتا۔ بلکہ سختی کے ساتھ اس کی مذمت کرتا ہے۔ اور اُن لوگوں کو خدا کی کامل رضامندی اور خوشنودی کا یقین دلاتا ہے۔ جو عام مذہبی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ دنیا کی تعمیر اور ترقی میں دلچسپی لیتے ہیں (باقی صفحہ پر)



مسلمانوں کے علمی کارنامے

دنیا کو جہالت کی تاریکی سے مسلمانوں نے نکالا ہے

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

دور اول کے مسلمانوں کے متعلق عام طور پر صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ وہ بہت بڑے فاتح تھے۔۔ انھوں نے دنیا میں عظیم الشان فتوحات حاصل کی ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے فاتحانہ کارناموں سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر اُن کے وہ علمی کارنامے ہیں جن کی بدولت دنیا سے جہالت کی تاریکی دور ہوئی اور علم کی روشنی مشرق و مغرب میں پھیلی چنانچہ ذیل کے مقالہ میں یورپین مورخین کے بیانات کی روشنی میں اسی پہلو پر بحث کی گئی ہے۔

اسلام کی تعلیم نے جہاں مسلمانوں کے اندر غیر معمولی حوصلہ مند کردی تھی وہاں انہیں علوم و فنون کا بھی شیدائی بنا دیا تھا۔ رسول مقبول صلعم کا ارشاد ہے "علم حاصل کرو خواہ تمہیں اس مقصد کے لئے چین جیسے دور دراز ملک کا بھی سفر کیوں نہ کرنا پڑے" حضور کے اس حکم کے مطابق مسلمانوں کو جب جنگ و پیکار سے ذرا بھی فرصت ملی تو وہ علوم و فنون کی تلاش میں سرگرداں دکھائی دینے لگے۔ جہاں اور جس جگہ سے بھی ہو سکا انھوں نے علم حاصل کیا۔ اور صرف علوم و فنون کو اپنی ذات ہی تک محدود نہیں رکھا بلکہ علم کی روشنی سے ساری دنیا کو جگمگا دیا۔

مسلمانوں کے علمی احسانات پر تبصرہ کرتے ہوئے "ہسٹورینس ہسٹری" کا لائق مصنف لکھتا ہے "مسلمان یونانیوں اور ہندوؤں کے قدیم علوم کو محفوظ رکھنے کے باعث بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں کیونکہ یونانیوں نے اپنے قدیم علوم کو بھلا دیا تھا۔ اور اس زمانہ میں یورپ اس درجہ جاہل تھا کہ وہ یونانیوں کے علمی خزانے کو کسی طرح بھی سنبھالنے کا اہل نہ تھا۔ یہ مسلمان ہی تھے۔ جنھوں نے یونان کے قدیم علوم کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ اُن میں اپنی طرف خاطر خواہ اضافے بھی کئے۔ اگر عربوں نے ہمیں روشنی نہ دکھائی ہوتی تو یورپ میں تجدید علوم کا کام صدیوں پیچھے ہٹ جاتا"۔

مسلمان جہاں بھی گئے اور جس جگہ بھی انھوں نے اپنی حکومت قائم کی وہاں سیکڑوں یونیورسٹیاں ہزاروں کالج و کتب خانے اور مدارس قائم کئے۔ انھوں نے علوم و فنون کے حاصل کرنے کیلئے اور نئے نئے علوم کے اختراع کرنے نیز علوم کی نشر و اشاعت میں جو انتھک کوششیں کی ہیں اور علوم و فنون کے ہر شعبہ میں جیسی زبردست ترقیاں کی ہیں اُن پر نہ صرف ہم مسلمان قیامت تک ناز کریں گے بلکہ دنیا کی ہر قوم اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک ہٹا کر ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اُسے یہ اعتراف کرنا پڑیگا کہ یورپ اور مہذب دنیا کو آج جن علوم و فنون پر فخر ہے اُن کے بانی درحقیقت ہمارے ہی اسلاف ہیں۔ اور یہ بات بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ جس وقت سارا عالم جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا تو اُس وقت مسلمان ہر قسم کے علوم و فنون کو درجۂ کمال تک پہنچا چکے تھے ؎

جہاں سائنس محو رقص ہے حکمت غزل خواں ہے
جلائے ہیں وہاں پہلے چراغ آگہی ہم نے

مسلمانوں کے اِن علمی کارناموں سے دنیا کا کوئی محقق بھی انکار نہیں کر سکتا۔ دوست اور دشمن دونوں کو ان کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ غیر مسلم مورخین اور مصنفین اس بات کو ماننے پر مجبور ہیں کہ مسلمانوں نے یورپ کو جہالت کے

نکال کر علم کی روشنی میں پہنچا دیا اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس چراغ سے مغرب نے روشنی حاصل کی ہے اس میں ہمارے ہی اسلامی تمدن کا یہ تیل جل رہا تھا۔ اور آج بھی دنیا میں تہذیب و تمدن اور انسانیت کی جو روشنی پھیلی ہوئی ہے وہ اسلام ہی کے طفیل میں ہے یہ امر واقعہ ہے اسلام نے جلوہ گر ہو کر نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ ساری دنیا پر احسان عظیم کیا ہے۔ اور اس احسان کو دنیا قیامت تک فراموش نہیں کر سکتی

یورپ کا نامور مؤرخ میتھو ڈیلشن مسلمانوں کے علمی کارناموں پر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے "توحید کے ان علمبرداروں نے اس یورپ کو جہاں چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی حکمت و دانش کی روشنی سے منور کر دیا اور مشرق و مغرب میں فلسفہ طب اور ہیئت کے حقائق کی اشاعت سے ان فرزندان توحید نے ساری دنیا میں ہلچل پیدا کر دی"

پرفولٹ لکھتا ہے کہ "اگر عرب نہ ہوتے تو بہت ممکن ہے کہ موجودہ یورپی تہذیب بھی وجود میں نہ آتی۔ اور یہ تو بالکل یقینی امر ہے کہ عربوں کی رہنمائی کے بغیر یورپی تہذیب کبھی بھی وہ شکل اختیار نہ کر سکتی جو آج اسے ارتقائی تمام موجودہ منزلوں پر فوقیت عطا کر رہی ہے" (دی میکنگ آف ہیومینٹی)۔

ایس پی اسکاٹ لکھتا ہے "جس زمانہ میں کہ مسیحی دنیا جہالت کی تاریکی میں پھنسی ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں تمام یوروپین بادشاہوں میں صرف شاہان اسپین و سسلی جو علوم عقلیہ و نقلیہ نیز سائنس و فلسفہ میں ممتاز تھے۔ یہی وہ شمع ہے جس سے سارے یورپ میں علم کی روشنی پھیلی تھی" (اخبار الاندلس)

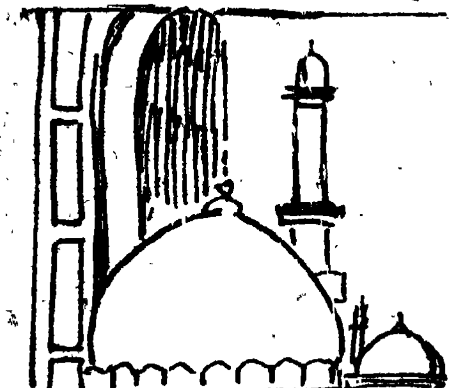
فلاڈلفیا امریکہ کا نامور مفکر ڈاکٹر اے جارج لکھتا ہے کہ "اسلامی یونیورسٹیوں میں زانوئے ادب تہہ کر کے اہل یورپ نے علم و فن کا اکتساب کیا ہے۔ اگر ان اسلامی درسگاہوں کا وجود نہ ہوتا تو شاید ہی اہل یورپ بیداری اور روشن دماغی سے ہمکنار ہو سکتے اور ان ہی مسلم یونیورسٹیوں کے شاگردوں نے علوم و فنون کی روشنی سے یورپ کی جہالت اور تاریکی کو دور کیا۔ آج یورپ جن اکتشافات پر نازاں ہے۔ یہ سب مسلمانوں کے فیض صحبت کا نتیجہ ہیں۔ اسلام ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے سائنس کے لئے اپنا آغوش وا کر دیا۔ برخلاف اس کے مسیحی کلیسا نے سائنس دانوں کو کافر اور شیطان قرار دے دیا تھا"

گیسٹو لونڈری اپنی کتاب "تاریخ تمدن" میں لکھتا ہے "عربوں نے صدیوں تک تمدن کی تاریخ میں عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ وہ نہ صرف ایشیا کے دور دراز ملکوں میں علم کی اشاعت کرتے رہے ہیں بلکہ انہوں نے یورپ کو ایسے علوم سکھائے جن سے مغربی اقوام نے بے اندازہ فوائد حاصل کئے۔ سچ تو یہ ہے کہ اہل یورپ زمانہ دراز تک مسلمانوں کے زیر بار احسان رہیں گے"

پروفیسر ایچ۔ اے۔ سالسن آف کنگس کالج لندن اپنی کتاب "سلطنت عرب کا عروج و زوال" میں عربوں کی علمی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے "یہ عرب کے مسلمان ہی تھے۔ جنہوں نے فراموش کردہ یونانی مصنفین کو دنیا سے روشناس کیا اہل عرب نے علم کی وہ شمع روشن کی جس نے تاریخ کی سیاہ صفحات کو چمکا دیا۔ یہ بات یقینی ہے کہ اگر عرب نہ ہوتے تو یورپ کی تاریخ اتنی شاندار نہ ہوتی"

ڈریپر مسلمانوں کے علمی کارناموں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "مسیحی دنیا کا نشو و نما کہیں آج جا کر اس نقطۂ نظر پر پہنچا ہے جس پر عربوں کا دماغ دسویں اور گیارہویں صدی میں پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ ان مسائل پر جو زمانہ قدیم میں مسلمانوں کے پیش نظر تھے۔ اب دوبارہ غور ہو رہا ہے" اور ڈریپر اپنی ایک دوسری کتاب میں لکھتا ہے "ازمنہ وسطیٰ میں جبکہ عیسائیت کے آسمان پر جہالت اور لاعلمی کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں عربوں کی دماغی قابلیت آفتاب کی طرح درخشاں تھی مسلمانوں نے جب اسپین میں باقاعدہ اسلامی حکومت قائم کی تو وہاں علوم و فنون کے دریا بہا دیئے اور تہذیب و شائستگی سے انسانیت کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ ہمیں اہل عرب کا شکر گزار ہونا چاہئے" (یورپ کی دماغی ترقی)

جوزف میکاب "دی موریش ریکارڈ آف کرسچین سپین" میں لکھتا ہے کہ "اسپین کے عرب علوم و فنون کے بے حد دلدادہ تھے۔ ان کی بدولت سارے یورپ میں علوم و فنون کا چرچا ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے علم کے میدان میں جو کارنامے انجام دئیے ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں



”پیغمبر اسلام سے میری عقیدت“

نامور مفکر ”مسز اینی بیسنٹ“ کے احساسات

(ڈاکٹر مسز اینی بیسنٹ کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

مشہور یورپین خاتون ”مسز اینی بیسنٹ“ ان مقتدر رہنماؤں میں سے ہیں جنھوں نے کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں نمایاں حصّہ لیا ہے۔ اگرچہ یہ مذہبی اعتبار سے عیسائی تھیں لیکن اسلام اور پیغمبر اسلام کی نہ صرف مداح تھیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری عقیدت رکھتی تھیں۔ ذیل کا مقالہ جو اُن کے ایک انگریزی مضمون سے ماخوذ ہے اُس میں انھوں نے اپنی اس عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

پیغمبر اسلام محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیاتِ مقدسہ کا میں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ اور اِس مطالعہ کی بنا پر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ جیسی پاکیزگی اور بلند کردار کی حامل پیغمبر اسلام کی زندگی ہے اُس کی مثال شاید ہی دنیا میں مل سکے۔ اُن کی حیات مقدسہ صرف مسلمانوں ہی کیلئے شمع ہدایت نہیں ہے بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے شمع ہدایت ہے میں بڑی عقیدت سے اُن کے سامنے گردن جھکاتی ہوں۔

ہم اُن کی زندگی سے پاکبازی، نیکوکاری، حق گوئی ایثار و قربانی، عفو و درگزر، رحم و مروت، انکساری، فرد تنی اور دنیا کی جملہ بھلائیوں کا سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ ایک مثالی انسان تھے۔ جنھوں نے اپنے قول و عمل سے پوری دنیا کو انسانیت کا سبق دیا ہے اُن کی زندگی آئینہ کی طرح شفاف اور روشن ہے۔ دنیا کے دوسرے بانیان مذہب اور مذہبی پیشواؤں کی طرح اُن کی حیات مقدسہ پر پردہ نہیں پڑا ہوا ہے۔ بلکہ اُن کی حیات کا چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی راویانِ حدیث نے قلمبند کر لیا ہے۔ اور آپ کی زندگی کا ہر واقعہ اور ہر پہلو سبق آموز ہے جو ہمارے دینی اور دنیاوی معاملات میں پوری پوری ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

آپ تاریخ کے ایک ایسے دور میں پیدا ہوئے تھے اُس دور میں جبکہ جملہ برائیاں اِس دنیا پر مسلط ہو چکی تھیں خانہ جنگی زناکاری، شراب نوشی، دختر کشی اور سب ہی برائیاں عرب میں خصوصًا اور دنیا کے دوسرے حصوں میں عمومًا چھائی ہوئی تھیں لوگ اوہام باطلہ میں مبتلا تھے۔ ہر بے حقیقت چیز کی پرستش کی جاتی تھی۔ انسان جو اشرف المخلوقات بنا کر دنیا میں بھیجا گیا تھا وہ ادنیٰ چیزوں کی پرستش کر رہا تھا۔ اور اُن کا غلام بن کر رہ گیا تھا۔ اِن تمام برائیوں سے پیغمبر اسلام کو جنگ کرنی پڑی تھی۔ کوئی اُن کا ساتھی اور معاون نہیں تھا۔ صرف گھر کے دو تین آدمی آپ پر ایمان لائے تھے۔ اور آپ کے ہم خیال تھے۔ لیکن پھر بھی آپ نے اِن برائیوں کے خلاف جنگ کی اور کامیاب ہوئے اسلئے کہ حق اُن کے ساتھ تھا۔ اور باطل کو حق کے مقابلہ میں زیر ہونا پڑا۔

آپ کے موافق و مخالف سب ہی ابتدا سے آپ کے ایمان اور دیانت کے قائل تھے اور انھوں نے آپ کا نام ”الامین“ رکھ دیا تھا۔ ابتدا ہی سے آپس کے جھگڑے آپ طے کیا کرتے تھے اور سب ہی آپ کے دیانت دارانہ فیصلوں کے سامنے گردن جھکا دیتے تھے۔ وہ بھی جو آپ پر ایمان لے آئے تھے اور وہ بھی جو اسلام کے منکر تھے۔ سب ہی کے دلوں میں شروع ہی سے آپ کی عزت اور عظمت موجود تھی۔

چونکہ شروع ہی سے آپ بے حد ہر دلعزیز تھے۔ آپ کے خلوص اور محبت نے مکہ والوں کے دلوں کو موہ لیا تھا۔ آپ گلیوں اور بازاروں سے گزرتے تھے تو بچے دوڑتے ہوئے آتے تھے۔ اور آپ کی ٹانگوں سے چمٹ جاتے تھے۔ آپ نے جب مکہ میں اعلان حق کیا تو آپ کی مخالفوں کی ایک بڑی جماعت مقابلہ پر آگئی آپ پر حملے ہوئے آپ کے ساتھیوں پر ناقابل برداشت زیادتیاں ہوئیں لیکن آپ نے ہمیشہ سختی کا جواب نرمی سے دیا۔ نفرت کا جواب محبت سے دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "ہر برائی کو بھلائی سے دور کرنا چاہئے" آپ میں بلا کا تحمل تھا

عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مقدس پیغمبروں کی اُن کے مدت حیات میں قدر نہیں کی گئی لیکن آپ کے مشن کی شدید مخالفت کے باوجود آپکو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ آپ کی اپنے گھر میں عزت تھی۔ آپ کے عقائد سے اختلاف کے باوجود آپ کے عزیزوں اور رشتہ داروں میں آپ کی عزت تھی۔ اور پھر ان ہی میں سے لوگ رفتہ رفتہ اسلام قبول کرتے گئے اور آپ کے معاونوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ جو بھی آپ کے پیغام حق کو سنتا تھا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ دشمن بھی دوست بن جاتے تھے۔ مثال کے طور پر خلیفہ دوم حضرت عمر تلوار لے کر آپ کے قتل کے ارادہ سے آئے تھے۔ مگر پیغام حق سن کر آپ کے لئے قوت بازو بن گئے۔ وہ بڑے بڑے مشہور سپہ سالار جنھوں نے میدان کارزار میں آپ کے خلاف متعدد لڑائیاں لڑی ہیں۔ اُن کی تلواریں بھی حق کے مقابلہ پر کند ہو گئیں۔ اور انھوں نے بھی پیغمبر اسلام کے سامنے گردن جھکا دی جن میں خالد بن والید اور ابو عبیدہ بھی تھے۔ اور پھر ان ہی مخالفوں نے دوست بن کر تمام ملک پیغمبر اسلام کا پیغام پھیلانے کے لئے فتح کر کے رکھ دیئے۔

سب ہی کو معلوم ہے کہ نئی نئی فتوحات کے بعد چاروں طرف سے ہی دولت چلی آرہی تھی۔ اور اس دولت نے عربوں کی اقتصادی حالت کو تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔ مگر جہاں تک پیغمبر اسلام کا تعلق ہے ان کی غریبی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انہیں غریبی سے محبت تھی اور آپ قصداً دیدہ و دانستہ غریب ہی رہنا چاہتے تھے۔ چنانچہ مہینوں آپ کے ہاں چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ صرف کھجوروں پر گزارہ ہوتا تھا۔ اکثر اوقات تو آپ کے گھر والوں کو فاقے کرنے پڑتے آپ کے جسم پر ایک سے زیادہ کپڑوں کا جوڑا نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا بستر چمڑے اور ٹاٹ کا تھا۔ اگر کوئی عقیدت مند اچھا بستر لاکر آپ کے لئے بچھا دیتا تھا تو اُسے واپس کر دیتے تھے۔ پھر آپ کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جو مال بھی آپ کے پاس آتا تھا آپ اُسے فوراً اپنے ساتھیوں اور غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور اپنے لئے ان میں سے ایک پیسہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ دوستوں کا تو ذکر ہی کیا ہے آپ دشمنوں کے ساتھ بھی رحم و مروت سے پیش آتے تھے۔ غرضکہ پوری پیغمبرانہ شان پیغمبر اسلام میں موجود تھی۔

جب مکہ والوں سے تنگ آکر آپ مدینہ ہجرت کر گئے تو مکہ والوں نے پے در پے آپ پر یورشیں شروع کر دیں پیغمبر اسلام کے دین کو مٹانے کے لئے اور پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں کو زک پہنچانے کے لئے آخر عالم مجبوری میں پیغمبر اسلام اور اُن کے ساتھیوں کو دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ لیکن آپ جنگ اور خونریزی کو سخت ناپسند کرتے تھے اسی لئے آپ نے جنگ کے دوران بھی کبھی تہذیب اور انسانیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جنگ کے زمانہ میں بھی لشکر کے سپاہیوں کو سخت ہدایت تھی کہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور بیماروں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ جنگی قیدیوں کے ساتھ بھی آپ نے جیسا ہمدردانہ سلوک کیا ہے اس سے قبل کی دنیا کی تاریخ میں اُس کی مثال مفقود ہے جس مکہ سے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو سخت اذیتیں دے کر نکالا گیا تھا۔ جب پیغمبر اسلام نے اُسے فتح کر لیا تو سب ہی کی معافی کا اعلان کر دیا۔ رحم و مروت کی انتہا ہے۔

پیغمبر اسلام کی سادگی اور فروتنی بھی حیرت انگیز ہے آپ کو اگرچہ غیر معمولی دینی اور دنیاوی عظمت حاصل تھی مگر سادگی کی انتہا ہے کہ اپنے ہاتھ سے کپڑے دھو لیتے تھے۔ جوتوں کی خود مرمت کر لیتے تھے پڑوس کی غریب عورتوں کا سودا لا دیتے تھے۔ ہر مجبور اور مظلوم کے کام آتے تھے۔ کبھی بھولے سے ان کی زبان سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا جس سے کسی کی دل شکنی ہوئی ہو عورتوں اور غلاموں کو آپکی بدولت مساوات حاصل ہوئی۔ غرضکہ پیغمبر اسلام میں اتنی خوبیاں تھیں کہ انکا احاطہ کرنا اور ان کا بیان کرنا بھی مشکل ہے۔

تعلیم القرآن

(باقی مضمون صفحہ ۱۸ سے)

تشریح :- ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ نازل کیا ہے اور یہ حق کو اپنے ساتھ لیکر آیا ہے - یعنی اس میں شک و شبہ کی قطعی طور پر کوئی گنجائش نہیں ہے - بلکہ یہ اول سے لیکر آخیر تک پیغام حق ہے

اے رسول ہم نے تم کو پیغام حق کا مژدہ سنانے والا اور اُس سے انکار کرنے والوں کو ڈرانے والا بنا کر دنیا میں بھیجا ہے، ہم نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کیا ہے - تاکہ تم اس کا ایک ایک حصّہ لوگوں کو اطمینان سے سمجھا سکو اور ہم نے اسے بتدریج ۲۳ برس میں نازل کیا ہے -

اے رسول کافروں سے کہہ دو کہ خواہ تم قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ نزول قرآن سے قبل کے وہ اہل کتاب جن کو سابقہ کتب الٰہی کے ذریعہ علم دیا گیا ہے - جب اُن کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ اس کی مقابہت سے متاثر ہو کر ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں - اور قرآن کو سنکر بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار وعدہ خلافی سے پاک ہے اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا - وہ ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور روتے ہیں - اور قرآن اُن کے خضوع و خشوع اور اُنکی عاجزی میں اضافہ کرتا ہے -

دنیا کا واحد ترقی یافتہ مذہب اسلام

(باقی مضمون صفحہ ۲۲ سے)

نظام قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے جو انسانی مساوات پر مبنی ہو - جسمیں ایک انسان دوسرے انسان کے حقوق پر ڈاکہ نہ ڈال سکے - اور جو انسان کو اُس کے ضمیر اور عمل کی کامل آزادی کی ضمانت دے سکے اور یہ ایک ہی مثال یہ بات ثابت کرنے کے لئے بالکل کافی ہے کہ اسلام صرف اس لئے اپنے بنیادی عقائد میں کسی قسم کی لچک کو قبول نہیں کرتا کہ اُسے قبول کر لینے کے بعد اُس کی تعمیری ہوئی وہ عمارت نہ ہل جائے جس کی تعمیر کا مقصد انسان اور اسکے خیالات میں لچک پیدا کرنا ہے

حقیقت یہ ہے کہ اسلام جہاں خدا اور رسول کے معاملے میں اپنے عقائد میں پختہ ہے - وہاں دیگر معاملات میں بھی اپنے اندر اسقدر لچک رکھتا ہے جو دنیا کے کسی مذہب میں بھی موجود نہیں ہے اسلام دنیا کا وہ مذہب ہے جو دنیا کی ہر بری چیز کو چھوڑنے کی ترغیب دیتا ہے اور ہر اچھی چیز کو قبول کرنے کی اپنے اندر پورا صلاحیت رکھتا ہے - اور اُسی لئے وہ ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے -

اسلام پوری دنیا کو فتح کریگا

(باقی مضمون صفحہ ۳۲ سے)

اور یہ بات چونکہ انسان کی فطرت کے مطابق ہے اسلئے آسانی سے لوگوں کی سمجھ میں آجاتی ہے - اسلئے اسلام پھیلتا چلا جا رہا ہے

اس عیسائی مبلغ نے اسلام کی عام مقبولیت کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا ہے کہ "عیسائیت اس بات پر بھی زور دیتی ہے کہ اسے قبول کرنے والے پہلے ہی دن سے اپنے تمام پرانے طور طریقوں کو چھوڑ دیں - اور اپنے ماضی سے بالکل کٹ جائیں جو فطرت انسانی کے خلاف ہے - اس کے برعکس اسلام اس مذہب کو قبول کرنے والوں سے صرف یہ چاہتا ہے کہ وہ سچے دل سے اُس کے بنیادی عقیدوں کو مان لیں - اور صرف ایسی باتوں اور کاموں کو ترک کر دیں جو اُن کے بنیادی عقیدوں کے خلاف ہیں - لیکن وہ اُنکے قدیم رسم و رواج - رشتوں اور تہذیبی خصوصیات کو تبدیل کرنے پر زور نہیں دیتا - اسلام اپنے قبول کرنے والوں کو اُن کی فطرت سلیم پر چھوڑ دیتا ہے اور اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اسلام کا صحت مند تعلیم و تربیت خود بخود اسلام قبول کرنے والوں کی فطرت کو صحت مند بناتی چلی جائے گی - اسلام کا یہ تجربہ اور نظریہ کامیاب ثابت ہوا ہے اور اُس کی یہ رواداری اور لچک کم از کم افریقہ میں اُسکی مقبولیت کی ایک بہت بڑی وجہ ثابت ہو رہی ہے -

عیسائیوں کے مذہبی حلقوں میں یہ خیال برابر زور پکڑتا چلا جا رہا ہے کہ اسلام جلد یا بدیر پوری دنیا کو فتح کریگا - لیکن وہ ابھی تک اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اسلام کی اُس رفتار ترقی کو کس طرح روکا جائے



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح
ایک نئی ترتیب، جدت آفریں دلنشیں انداز

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

مغربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کیلئے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی اور جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے یہ مستند اور ضخیم کتاب حال ہی میں

فلاح دین و دنیا
(جدید اضافہ شدہ اڈیشن)

کے نام سے شائع کی گئی ہے اس جدید اڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے اسمیں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی یا دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو۔ اس میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے۔ اسمیں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے غرض کہ اس کتاب میں ایک مسلمان کیلئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے، رہائش میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کئے گئے ہیں جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہے گا یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے

اس میں چودہ ابواب ہیں اور ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

باب اول :- فضائل اسلام۔ اسمیں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں۔

باب دوم :- عقائد اہل سنت والجماعت :- اسمیں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی لوح و قلم فرشتے حضرت جبرئیل و میکائیل۔ اسرافیل و عزرائیل، نکیرین، کاتبین و علیین، قبر میں سوال نکیرین علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب، قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکے کا ذکر میدان حشر، حساب کتاب، پلصراط، دوزخ جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپکی زندگی کے حالات ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ پیران طریقت۔ موت و حیات۔

باب سوم :- اسلامی عبادات :- اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً وضو، غسل، تیمم نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ نماز عیدین نماز اشراق نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ کے جملہ مسائل اور ارکان درج ہیں۔

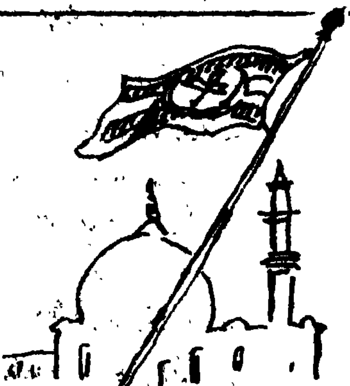
باب چہارم :- اعمال و وظائف :- اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن تک پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا معمول رہے، نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں

باب پنجم :- حلال و حرام جانور ذبح و شکار :- اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل سے درج ہیں۔

باب ششم :- اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق :- اسمیں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم حقوق صحابہ، حقوق اہلبیت، حقوق پیران طریقت والدین اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقربا کے حقوق ملازم کے حقوق غرضکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب :- باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش عقیقہ شادی بیاہ، نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں۔ ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا بیان ہے۔ جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح حیات درج ہیں اور آخری باب میں مزیدی نصائح اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اسلام بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری کا ہی ہو سکتا ہے۔ ضخامت تقریباً دو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ ٹائیٹل رنگین منگانے کے بعد اگر ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے

قیمت مجلد مع خوشنما گرد پوش صرف بیس روپے　　دین دنیا پبلشنگ کمپنی　　جامع مسجد دہلی ۶



جب تبت پر مغلیہ پرچم لہرایا گیا

تبت زمانہ دراز تک ہندوستان کا باجگذار رہا ہے

(از شوکت علی فہمی)

تبت ہندوستان کا ایک پڑوسی ملک ہے جس پر زمانہ دراز تک مغلوں یعنی ہندوستان کے حکمرانوں کا اقتدار رہا ہے لیکن آج چین نے ہندوستان کے اس باجگذار ملک پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے سب سے پہلے مغلوں ہی نے تبت کو زیر کیا تھا اور مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد تک اس پر ہندوستان ہی کا اقتدار قائم رہا ہے۔ مغلوں نے تبت پر کس طرح فتح حاصل کی تھی۔ اس پر ذیل میں تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

ہندوستان میں مغلوں کی حکومت سے قبل بہت سی مضبوط حکومتیں قائم ہو چکی ہیں۔ لیکن ان حکومتوں میں سے کسی ایک حکومت کو بھی یہ ہمت نہ ہو سکی کہ وہ کشمیر اور تبت جیسی کوہستانی اور سنگلاخ سرزمین کو زیر کر سکے لیکن ہندوستان کے تحفظ کے لئے مغلوں نے یہ ضروری سمجھا کہ کشمیر اور تبت میں جس طرح بھی ممکن ہو وہ اپنا اقتدار قائم کریں مغلوں کو کشمیر اور تبت کی فتح کا خیال بابر ہی کے عہد حکومت میں پیدا ہو گیا تھا چنانچہ بابر نے ۹۳۳ ہجری میں اپنی سپاہ کی مدد سے نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کو کشمیر کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔ نازک شاہ کشمیر کے پرانے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کا منشا یہی تھا کہ کشمیر اور تبت میں مغلیہ اقتدار قائم ہو بابر کے بعد ہمایوں بھی تبت کی فتح کا ارادہ رکھتا تھا۔ چنانچہ شیر شاہ سے شکست کھانے کے بعد ہمایوں فرار ہوا تو اس نے اپنے ایک فوجی جرنیل مرزا حیدر کو ۹۴۸ ہجری میں چار ہزار سوار دے کر کشمیر کے لئے روانہ کر دیا تھا تاکہ مرزا حیدر وہاں جا کر جنگ شروع کر دے اور ہمایوں مزید فوج کے ساتھ اس سے وہاں آ کر ملے۔ لیکن ہمایوں کا ارادہ بدل گیا مگر مرزا حیدر نے اس مختصر سی فوج کے ذریعہ کشمیر کو فتح کر کے وہاں ہمایوں کا خطبہ تک پڑھوا دیا تھا۔ اور وہ اس بات کا منتظر رہا کہ ہمایوں کی آمد کے بعد اپنی فتوحات کو تبت تک وسیع کرے

پھر ۹۸۶ ہجری میں جبکہ ہندوستان میں اکبر کی فتوحات کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اکبر کو یہ اطلاع ملی کہ کشمیر کا بادشاہ یوسف شاہ بغاوت کی تیاریاں کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نے مرزا علی اکبر کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار کشمیر کی فتح کے لئے روانہ کیا اور ہدایت کر دی کہ پہلے تو کشمیر کو فتح کیا جائے اور اس کے بعد تبت کو زیر کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس معرکہ میں راجہ بھگوان داس اور دوسرے راجپوت سردار بھی شامل تھے اور اس جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ کشمیر فتح ہو گیا اور کشمیر پر مغل پرچم لہرا دیا گیا۔

کشمیر کی فتح نے تبت کے سرداروں میں گھبراہٹ پیدا کر دی تھی۔ کیونکہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اب کشمیر کے بعد تبت کی باری ہے چنانچہ اس موقع پر تبت کے حکمران علی رائے نے بڑے تدبر اور ہوشمندی سے کام لیتے ہوئے تبت کو جنگ کی تباہی سے اس طرح بچایا کہ اس نے شہنشاہ اکبر کی خدمت میں ایک عرضداشت روانہ کی جس میں اکبر سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ شہنشاہ کی اطاعت کیلئے آمادہ ہے۔ اور اپنی لڑکی کی شہزادہ سلیم (جہانگیر) کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔ شہنشاہ اکبر جو کشمیر کے بعد تبت کو فتح کرنا چاہتا تھا اس نے حاکم تبت کی اس درخواست کو نیک فال سمجھتے ہوئے قبول کر لیا اور اس کے بعد شہزادہ سلیم کی شادی حاکم تبت علی رائے کی لڑکی

سے ہو گئی۔ اور اُس نے اطاعت بھی قبول کر لی اور اِس طرح تبت پر مغلوں کا اقتدار قائم ہو گیا۔

مگر سنہ ۱۰۰۵ ہجری کا میں تبت میں ایک نیا انقلاب رو نما ہو گیا۔ یعنی تبت کے ایک بڑے سردار علی زاد نے حاکم تبت علی رائے کے خلاف بغاوت برپا کر دی۔ علی رائے کی اُس سے کئی لڑائیاں ہوئیں مگر ان لڑائیوں میں علی رائے کو شکست ہو گئی اور علی زاد تبت کا حکمراں بن بیٹھا۔ اُس نے صرف تبت ہی پر قبضہ نہیں جمایا بلکہ کشمیر پر بھی دست درازی شروع کر دی۔ علی زاد کی ہنگامہ آرائی جب حد سے تجاوز کر گئی تو مغلیہ فوج اُسکی سرکوبی کے لئے روانہ کی گئی لیکن علی زاد اُس کے مقابلہ پر نہیں آیا اُدھر مغل لشکر کے لئے یہ دشواری تھی کہ وہ موسم اور راستوں کی خرابی کی وجہ سے علی زاد کی سرکوبی کے لئے تبت کے اندرونی علاقہ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر بھی یہ لشکر جہاں تک جا سکتا تھا چلا گیا۔ مگر علی زاد کا کچھ نہ بنا سکا اور علی زاد تبت کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ اور تبت سے مغلوں کا اقتدار ختم ہو گیا۔

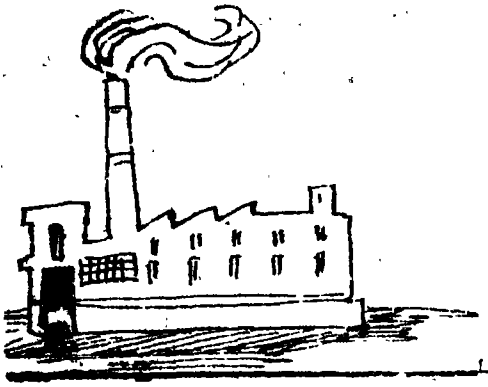
شہنشاہ اکبر کے بعد سنہ ۱۰۴۷ ہجری میں شاہجہاں نے اپنے دادا کی تقلید کرتے ہوئے تبت کے سنگلاخ علاقہ کو فتح کرنے کی ایک بار پھر کوشش کی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ایک بڑی مہم تبت کے لئے روانہ کی گئی لیکن شاہجہاں کے زمانہ میں پورا تبت تو فتح نہیں ہو سکا۔ البتہ تبت خورد پر دوبارہ مغلوں کا قبضہ ہو گیا۔

شاہجہاں کے بعد جب اورنگزیب تخت نشین ہوا تو اُس نے بھی تبت کی فتح کو نہایت ضروری سمجھا۔ تبت خورد پر تو سنہ ۱۰۴۷ ہجری میں قبضہ ہو ہی چکا تھا۔ لیکن ابھی تبت کا بہت بڑا علاقہ فتح ہونے سے باقی تھا۔ لہٰذا شہنشاہ اورنگزیب نے سنہ ۱۰۷۵ ہجری میں پورے تبت کو فتح کرنے کے لئے ایک لشکرِ جرار روانہ کر دیا اور سپہ سالار کو ہدایت کر دی کہ پہلے تو راجہ کو اطاعت کے لئے کہا جائے نہ مانے تو جنگ کی جائے۔ اُس زمانہ میں تبت سے مسلم حکومت ختم ہو چکی تھی۔ اور ایک طاقتور ہندو خاندان کی حکومت تبت میں قائم ہو چکی تھی۔

اورنگزیب کا لشکر جیسے ہی تبت خورد میں پہنچا تو راجہ جنگ کے مقابلہ پر آ گیا۔ راجہ نے کئی لڑائیاں بھی ہوئیں لیکن اِس کے بعد راجہ نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اطاعت قبول کر لی۔ راجہ کی اطاعت کے بعد تبت میں اورنگزیب کا خطبہ اور سکہ جاری کیا گیا۔ تبت کے مسلمانوں کے لئے تبت میں مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ اور راجہ کی جانب سے مغل بادشاہ کی خدمت میں بہت سے قیمتی تحائف روانہ کئے گئے۔

شہنشاہ اورنگزیب ہندوستان کا پہلا بادشاہ ہے جس نے کہ پورے تبت کو زیر کر لیا تھا۔ چنانچہ جب تک اورنگزیب زندہ رہا۔ تبت کا راجہ برابر اُسے خراج ادا کرتا رہا۔ اور اورنگزیب کے بعد بھی اُس کے جانشینوں کا اقتدار تبت پر بدستور برقرار رہا لیکن جب مغلیہ حکومت کمزور ہو گئی تو تبت کے راجاؤں نے مغلوں کو خراج دینا بند کر دیا۔ مگر پھر بھی تبت کے راجاؤں نے مغلوں کے خلاف کوئی بغاوت وغیرہ نہیں کی یعنی وہ آخری وقت تک مغلوں کی سربراہی کو تسلیم کرتے رہے۔

ان تاریخی حقائق اور واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تبت کس طرح زمانہ دراز تک ہندوستان کا ایک باجگذار ملک بنا رہا ہے۔ مغلوں نے محض اسلئے تبت کے علاقہ کو فتح کیا تھا تاکہ یہ علاقہ ہندوستان اور چین کے درمیان ایک بفر اسٹیٹ کا کام دے سکے۔ چنانچہ تبت کے علاقہ کے غیروں کے قبضہ میں چلے جانے کے بعد ہندوستان کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور تبت ہی کے ذریعہ چین نے آج ہندوستان کا ہزاروں میل کا علاقہ دبا لیا ہے۔



وسائل ترقی وکامیابی

کامیابی تمہارے انتظار میں ہے

محنت اور استقلال سے کام لے کر اسے حاصل کرلو

(ہمارے اقتصادی مبصر کے قلم سے)

وسائل ترقی اور کامیابی کے ذرائع بتانے والے مضامین کا جو سلسلہ دین دنیا میں شروع کیا گیا ہے ہم کو خوشی ہے کہ اُسے بے حد پسند کیا جارہا ہے۔ چنانچہ ہم اِس سلسلہ کا ایک اور مضمون پیش کررہے ہیں

"مسٹر انڈریو کارنگی" امریکہ کے مشہور کروڑپتی ہوئے ہیں یہ ابتدا میں اتنے غریب تھے کہ دو وقت کی روٹی بھی انہیں میسر نہ تھی شروع میں یہ امریکہ کے ایک کارخانہ میں معمولی مزدور کی حیثیت سے ملازم ہوئے اور بعد میں ترقی کرتے کرتے کروڑپتی بن گئے

کسی نے اِن سے پوچھا کہ "آپ کی ترقی کا راز کیا ہے؟" تو اس سوال کا انھوں نے جو جواب دیا ہے۔ وہ اس قدر جامع ہے کہ اُس سے واقف ہونے کے بعد ہر ہوشمند انسان کیلئے ترقی اور کامیابی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ انھوں نے کہا :

"میرے نزدیک غریبی اور مفلسی کو گوارہ کرلینا انسان کا سب سے بڑا قصور ہے جو انسان بھی مفلسی اور غریبی کے سامنے گردن جھکا دیتا ہے اور اپنے حوصلوں کو پست کردیتا ہے وہ مرتے دم تک غریب ہی رہتا ہے لیکن جو شخص غریبی سے لڑتا ہے۔ اور اسے زیر کرنے کے لئے اپنا آرام اور چین سب کچھ قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا۔ وہ ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہوجاتا ہے میں بھی ابتدا میں غریب تھا۔ لیکن میں نے غریبی کے سامنے گردن نہیں جھکائی بلکہ اُس کے خلاف رات دن جنگ کرتا رہا۔ اور آخر ایک دن میں کامیاب ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر انسان میں تین خوبیاں ہوں تو وہ کبھی ناکام نہیں رہ سکتا۔ پہلی خوبی تو یہ ہے کہ انسان حوصلہ مند ہو اور اُس میں ہچکچاہٹ اور کمزوری بالکل نہ ہو۔ دوسری خوبی یہ ہونی چاہیئے کہ وہ انتہا درجہ کا محنتی ہو۔ ایسا محنتی کہ رات اور دن محنت کرنے سے کبھی نہ تھکے اور تیسری خوبی ایک کامیاب انسان کی یہ ہے کہ اسمیں انتہا درجہ کا استقلال ہو۔ یہ تینوں خوبیاں انسان کو بام ترقی پر پہنچا سکتی ہیں۔ اور میری کامیابی کا راز یہی ہے کہ میں نے یہ تینوں جوہر اپنے اندر پیدا کرلئے تھے۔"

مسٹر کارنگی نے جو کچھ کہا ہے اُس کی صداقت سے کون انکار کرسکتا ہے یہ امر واقعہ ہے کہ صرف حوصلہ مند انسان ہی ترقی اور کامیابی کے میدان میں قدم رکھ سکتا ہے۔ جب حوصلہ ہی نہ ہوگا تو انسان اس دنیا میں کیا کرسکتا ہے۔ دنیا میں جتنے بھی کامیاب انسان ہوئے ہیں وہ سب ہی بہت بڑے حوصلہ کے مالک تھے۔

اب رہا محنت کا معاملہ تو محنت کو اگر جادو اور طلسم سے تعبیر کیا جائے تو بالکل بجا ہے۔ یہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کردیتی ہے۔ ملازمت ہو یا تجارت ہو یا صنعت ہو ان سب میدانوں میں محنت ہی نے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں ہم نے معمولی کلرکوں کو محنت کے ذریعہ بڑے بڑے عہدوں پر دیکھا ہے۔ اور محنت ہی نے سڑک کی پٹری پر بیٹھنے والے تاجروں کو ملک التجار بنا دیا ہے۔ اور محنت ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ معمولی مزدور ترقی کرتے کرتے کروڑپتی بن گئے ہیں۔ کروڑپتیوں کی سوانح عمریاں اٹھا کر دیکھو تو یہ سب وہی لوگ ہیں جنھوں نے انتہائی جفاکشی کے ساتھ کام کیا ہے۔

یہی بات نہیں ہے کہ محنت کے بغیر انسان دولت مند نہیں ہو سکتا بلکہ وہ محنت کے بغیر اپنی زندگی کی ادنیٰ ضرورت کو بھی پورا نہیں کر سکتا یاد رکھو جو شخص جس قدر محنت کرتا ہے اُسی قدر اُسے اُس کی محنت کا پھل ملتا ہے۔ کسی دانشمند کا قول ہے کہ "کام کرنے کا حکم تقدیر کے نوشتہ میں روز ازل ہی سے لکھا ہوا ہے۔ جو شخص اس حکم کو بجا لاتا ہے۔ وہ تمام عمر خوش رہتا ہے۔ اور جو شخص قدرت کے اس حکم کو نظر انداز کرتا ہے وہ ساری زندگی تکلیف اور مصیبت میں گزارتا ہے"۔

دولت اور کامیابی کو اگر ایک خزانہ فرض کر لیا جائے تو محنت اُس کی کنجی ہے۔ لیکن صرف محنت ہی کافی نہیں ہے بلکہ محنت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ سوچ سمجھ کر محنت کی جائے۔ غلط باتوں اور غلط چیزوں پر محنت کرکے اپنی قوتِ عمل کو برباد نہ کیا جائے۔ اس لئے کسی کام کو محنت سے انجام دینے سے قبل اُس کی نوعیت پر ضرور غور کر لیا جائے۔ کہ وہ کام اس قابل بھی ہے کہ اُس پر محنت صرف کی جائے اور جب اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ محنت کرنی چاہئے تو پھر پوری جفاکشی کے ساتھ اُس کام کو کیا جائے۔ انشاء اللہ کامیابی حاصل ہوگی۔

کامیابی کے متلاشی انسان کے لئے محنت کے ساتھ استقلال بھی لازمی اور ضروری ہے خدا اور اپنی ذات پر بھروسہ رکھنے کا نام استقلال ہے۔ بعض لوگ اپنی ذات پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ وہ اول تو کوئی کام مشکل ہی سے شروع کرتے ہیں۔ اور اگر شروع بھی کرتے ہیں تو ہمیشہ مذبذب رہتے ہیں۔ کسی نے ہمت بندھا دی تو آگے بڑھنے لگتے ہیں اور اگر کسی نے حوصلہ پست کر دیا تو فوراً پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اپنی غیر مستقل مزاجی کی وجہ سے وہ کبھی ایک حالت پر قائم نہیں رہتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں کامیابی کی منزل تک پہنچنا کبھی نصیب نہیں ہوتا۔

صدہا لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ گئے ہیں۔ اور انھوں نے کامیابی کے ساحل کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ لیکن کامیابی کے راستہ میں ذرا سی رُکاوٹ آگئی تو گھبرا گئے، اور ہمیشہ کے لئے ناکامی کے گڑھے میں جا گرے شکسپیر کہتا ہے کہ "انسان کے کاروبار میں مد و جزر ضروری ہے۔ اگر طغیانی کے وقت اُس پر قابو حاصل کر لیا جائے تو پھر کامیابی کی منزل بالکل سامنے ہے"۔

جب تک تم خدا پر اور اپنی ذات پر کامل یقین نہیں رکھو گے ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کامیابی کا یقین ہی انسان کو کامیابی کے خزانہ تک لے جا سکتا ہے۔ اگر تم غور کرو گے تو تمہیں اپنے گرد و پیش ایسی صدہا مثالیں نظر آئیں گی کہ بعض تاجروں اور صناعوں کو سخت ناکامی کا سامنا ہوا ہے۔ زمانہ کے انقلابات نے اُن کو کروڑپتی سے مفلس بنا دیا ہے تاہم اُنھوں نے اپنی ہمت کو پست نہیں ہونے دیا اُنھوں نے اپنی ذات پر اعتماد رکھا کہ وہ ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہوں گے۔ انھوں نے سخت سے سخت مشکلات کا مقابلہ کیا مگر استقلال کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ چنانچہ اس استقلال کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے کھوئی عظمت اور دولت دوبارہ حاصل کرلی حقیقت یہ ہے کہ ایک کامیاب انسان کے لئے حوصلہ محنت اور استقلال نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ دنیا میں جتنے بھی کامیاب انسان ہوئے ہیں یا آج موجود ہیں اُن سب میں یہی تین خوبیاں خصوصیت کے ساتھ ہیں



افسانہ

آبرو کا محافظ

شیر شاہ سوری کے دور سے متعلق ایک تاریخی افسانہ

(از جناب طلعت آنولوی)

یہ افسانہ تاریخ اور ادب کا ملا جلا ایک ایسا نقش ہے جسکو ہندوستان پر مسلمانوں کے منصفانہ دورِ حکومت کا بہترین مرقع قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ افسانہ بھی ہے اور تاریخ بھی ہم کو اُمید ہے کہ جناب طلعت آنولوی کا یہ ادبی شاہکار "دین دنیا" کے حلقہ میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائیگا

ہندوستان کے باعظمت شہنشاہ شیر شاہ سوری کے ولیعہد عادل شاہ کی سواری آگرہ کے کوچہ و بازار سے گزر رہی ہے۔ امیر دعزیب جلوس میں ہیں۔ دولت اقبال کے بھی خواہوں کا ہر طرف ہجوم ہے جدہر سے سواری گزرتی ہے گردنیں بے تسلیم خم ہو جاتی ہیں — "ولیعہد بہادر کی جے۔ ولیعہد بہادر زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج رہی ہے۔

سپہر سلطنت کا چمکتا ستارہ چمنستانِ شاہی کا گل نورس "عادل شاہ" ہاتھی پر مرصع و زریں عماری میں فروکش ہے۔ سامنے گلوریوں سے بھرا سنہری خاصدان رکھا ہے۔

ناگاہ سواری ایک مکان کے قریب سے گزری جو کسی امیر کا محل نہ تھا۔ کسی سردار کی حویلی نہ تھی۔ ایک غریب بیکس و مجبور بنئے کا خس پوش جھونپڑا تھا دیوارِ خام صرف قدِ آدم بلند اور وہ بھی جگہ جگہ سے شکستہ جو زبانِ حال سے اپنے مفلوک الحال مالک کی ناداری و تہیدستی کا افسانہ دہرا رہی تھیں۔ یکا یک شہزادے کی نظر اس مکان کے صحن میں پڑی

بنئے کی نوجوان بیوی نہا رہی ہے ...... برہنہ ...... اور بالکل برہنہ عورت تھی ...... یا ...... فتنۂ قیامت دشمن ایمان و رہزن ہوش ...... نہیں نہیں ...... وہ پیکر جمال، ایک حسین خواب تھی، رنگین افسانہ تھی، پرکیف نغمہ تھی، شگفتہ پھول تھی اور بادۂ ہوش ربا کا چھلکتا جام تھی، نظریں ٹکرائیں کہ شہزادے کے ہوش و خرد رفصت ہوگئے۔

بکھرے ہوئے سیاہ بالوں کے درمیان حسین چہرہ تھا یا چاند ابر سیاہ سے نکل رہا تھا۔ عورت نہیں تھی بلکہ ایک پری بحر ظلمات میں نہا رہی تھی ...... جوشِ جوانی نے پیغام محبت دیا۔ زعم حکومت سیلاب بنکر غریب کی کشتِ پارسائی کو تباہ کرنے بڑھا اور بے ساختہ ایک گلوری اُٹھا کر مار دی۔

حیا کی مورت، شرافت کی دیوی، عصمت کی پجارن اچھل پڑی، گھبرائی نظر جو اُٹھی تو دیکھا کہ ایک صاحب جاہ و جلال مگر بد خصال، شریف لیکن شرافت کا حریف، نگاہوں میں شرارت لبوں پر تبسم لئے ہوئے عماری میں بیٹھا سر راہ جا رہا ہے۔ فوراً ساری میں اپنے جسم کو چھپایا اور بیتابانہ مکان کے اندر ایک گوشہ میں جاکر چھپ گئی، وہ سہمی ہوئی تھی۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔ اُسے غیر مرد نے عریاں دیکھا تھا۔ یہ اُس پیکرِ عفت کی زندگی کا سب سے بڑا سانحہ تھا۔

خدا خدا کرکے دن تمام ہوا رات آئی۔ خاوند جو پرچون کی دوکان کرتا تھا دن بھر کا تھکا ہارا گھر آیا۔ دیکھا ...... آرامِ جاں تسکین دل موجبِ نشاط، محبوبۂ دلنواز اُداس ہے۔ مضمحل ہے ...... رنجیدہ ہے پریشان ہے آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔ کیا ہوا؟

آج تم رو کیوں رہی ہو؟" ــــ خاوند نے حیرت سے پوچھا

درد مند اور غمگسار شوہر کے استفسار نے زخموں پر نمک پاشی کی اُس نے شرم سے اپنا منہ چھپا لیا اور بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بیچارہ شوہر حیران و پریشان تھا۔ ہر چند وجہ معلوم کرتا مگر وہ تھی کہ کچھ نہ کہتی۔

گریہ وزاری سے ہمسائے جمع ہو گئے۔ سب معلوم کرنا چاہا وہ خاموش تھی لیکن اس کی آہ و بکا پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ اس پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ وہ کہتی تو کیا کہتی اور کس منہ سے کہتی۔ شرم کی بات تھی لیکن قابل ضبط بھی نہ تھی۔ ہزار اصرار کے بعد اُس نے سارا ماجرا دہرا دیا۔

یہ ایسی بات نہ تھی کہ سکوت اختیار کر لیا جاتا۔ سینوں میں غصہ کی آگ بھڑک اٹھی۔

ہائے رام! یہ جلم (ظلم) جب راجہ ہی لٹیرا بن کر پرجا کی اجت (عزت) لوٹے گا تو کہاں ٹھکانہ لگیگا ..... اس راج میں اب گریب (غریب) کا ہے کو رہیں گے" اُس کے شوہر نے کہا۔

"آج یہ کیا ہے کل کو ہماری بہو بیٹیاں پکڑ لے جائیں گے" ایک پڑوسی بولا۔

"چلو .... دربار میں چلکر دہائی دیں" دوسرے پڑوسی نے کہا۔

"ارے مورکھ بادشاہ ولیعہد کے مکابلے (مقابلے) میں ہم گریبوں (غریبوں) کی کب سنیگا تو کہا ہماری اجت (عزت) اسی طرح لٹتی رہے گی" چوتھے نے کہا۔

کچھ بھی ہو ہمیں چلکر دہائی دینی چاہیے" ایک بوڑھے نے کہا۔

دوسرے روز سب لوگ دربار میں جا پہنچے ...... من کی اجڑی ہوئی بہاروں کو لیکر مغموم اور زخمی دلوں کو لے کر۔ روتی ہوئی آشاؤں کو لیکر تڑپتی ہوئی پکاروں کو لیکر۔

"دہائی ہے ان داتا۔ دہائی" ..... کے دردناک شور سے دربار گونجنے لگا۔ نگاہ عدالت مآب با رعب و جلال اٹھی۔

"تمہیں کس نے ستایا؟" شہنشاہ نے دریافت کیا

"پرماتما حضور (حضور) کا راج بنائے رکھے بڑا جلم (ظلم) ہوا ہے ان داتا" ...... ایک نے باادب کہا

"کہو جلد کہو؟ تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟" بادشاہ نے پوچھا

بیٹے کی شکایت باپ سے کرنی تھی باپ کے ہاتھوں بیٹے کو سزا دلانی تھی سخت مقام تھا۔ دلوں پر رعب طاری ہو گیا۔ اقبال شاہی نے لبوں پر مہر خاموشی لگا دی۔ زبانیں خشک ہو گئیں منہ سے بات نہ نکل سکی۔

"فریادی جلدی بتاؤ کس نے ظلم کیا ہے" سلطان نے پھر پوچھا "مت ڈرو تم ...... بولو ...... فریادی ... کیا ظلم ہوا تم پر" ... شہنشاہ کی گرجتی ہوئی آواز سے دربار گونج رہا تھا۔

ہمت کرکے اُس عورت کا خاوند آگے بڑھا اور باادب بولا "مہاراج بے ادبی معاف! کل نگر میں ولیعہد بہادر کی سواری نکل رہی تھی۔ ہاتھی پر بیٹھے گلوریاں چباتے چلے جا رہے تھے۔ میرے گھر کے پاس سے گزرے میری بیوی آنگن میں بیٹھی نہا رہی تھی... ولیعہد بہادر نے ننگا کھلا دیکھ کر اُس کے گلوری ماری مہاراج .... بڑا جلم (ظلم) کیا ان داتا ہماری اجت (عزت) پر ـــ برادری میں منہ دکھانے کے کابل (قابل) نہ رکھا مہاراج! ......"

شہنشاہ کی آنکھیں غصہ سے لال ہو گئیں۔ اس کے تیور بگڑ گئے۔ رگ انصاف پھڑکنے لگی "یہ ظلم غریب رعایا پر .... عادل شاہ مجرم ہے اُس نے قانون کو ٹھکرایا ہے۔ اُس نے مذہب کو بدنام کیا ہے اُسے ابھی مابدولت کے حضور میں پیش کیا جائے" شہنشاہ نے حکم دیا

"عالم پناہ! ولیعہد بہادر ابھی نادان ہیں جوانی کی ترنگ میں سہواً لغزش ہو گئی ہے۔ قابل معافی ہیں" ایک وزیر نے دست بستہ عرض کی۔

وزیر کی درخواست نے آگ پر تیل چھڑک دیا آتش غضب اور بھڑک اٹھی۔ گرجتی ہوئی آواز میں ارشاد فرمایا۔

"وزیر! کیا دنیا سے کہلوانا چاہتے ہو کہ شیر شاہ نے حکومت و دولت کے نشہ میں سرشار ہو کر فرائض سلطانی کو فراموش کر دیا۔ کیا شیر شاہ اب اتنا بے حس ہو گیا ہے کہ غریبوں کی عزت لٹتی رہے اور وہ دیکھتا رہے۔ شیر شاہ انسان ہے درندہ نہیں ہے جو انسان کے خون سے اپنی پیاس بجھائے وہ حق آگاہ ہے حق ناشناس نہیں کہ غریب رعایا کی پکار نہ سنے۔ وہ منصف ہے جابر نہیں جو فرزند کی محبت میں انصاف کا گلا گھونٹ دے۔ فوراً عادل شاہ کو حاضر کیا جائے"

عادل شاہ ایک مجرم کی حیثیت سے بھرے دربار میں لایا گیا مجرم بیٹا منصف باپ کے سامنے کھڑا ہے۔ شرم سے جھکی ہوئی گردن ارتکاب جرم کا اقرار کر رہی ہے مگر اشک ندامت پلکوں سے ڈھلک کر ترحم خسروانہ کی درخواست پیش کر رہے ہیں۔

شہنشاہ نے شہزادہ کی جانب پُر عتاب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "عادل شاہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت تم کس لئے طلب کیا گیا ہے"

بادشاہ کے بدلے ہوئے تیوروں نے شہزادہ کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ لیکن پھر بھی اُس نے کانپتے ہوئے لہجہ میں جواب دیا

"جہاں پناہ میں بالکل بے خبر ہوں"

"تم بے خبر ہو تو سُن لو۔ اس وقت تم ولیعہد سلطنت کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک بدترین مجرم کی شکل میں ہو۔ تم پر الزام یہ ہے کہ تم نے رعایا کی بہو بیٹیوں پر جو دراصل شیر شاہ کی بہو بیٹیاں ہیں نگاہ بد ڈالی ہے۔

عادل شاہ سر سے لیکر پاؤں تک رُعب شاہی سے کانپنے لگا لیکن جلد ہی حواس کو یکجا کر کے بولا "عالم پناہ یہ مجھ پر الزام ہے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا"

پان کی گلوری جو بطور ثبوت کے بنئے نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی تھی۔ اُسے عادل شاہ کے روبرو رکھتے ہوئے شہنشاہ نہایت تند لہجہ میں بولا۔

"یہ گلوری تمہیں بتائے گی کہ تم بے گناہ ہو یا قصوروار مشک و عنبر سے معطر یہ گلوریاں خدا نے تمہیں اس لئے نہیں دی ہیں کہ تم اِن سے رعایا کی بہو بیٹیوں کی آبرو پر حملہ کرو۔ ہاتھی کی سواری اللہ جل شانہ نے اس لئے تمہیں عنایت نہیں کی ہے کہ تم ان بلند و بالا سواریوں پر بیٹھ کر پاکدامن عورتوں کی بے حرمتی کرو۔ مستغیث نے مابدولت کے حضور میں استغاثہ پیش کیا ہے کہ تم نے ہاتھی پر سوار ہونے کی حالت میں اُس کی بیوی کو اُس کے گھر میں عریاں دیکھ کر اُس کے گلوری پھینک کر ماری اور اس طرح میری رعایا کی بہو بیٹیوں کی آبرو پر حملہ کیا۔ بتاؤ تمہیں اس سنگین الزام کے جواب میں کیا کہنا ہے"

"جہاں پناہ میں بے شک قصوروار ہوں مستغیث نے جو کچھ کہا ہے مجھے اُس کی صداقت سے انکار نہیں۔ لیکن میری نیت خراب نہیں تھی۔ میں نے محض اس لئے مستغیث کی بیوی کے گلوری پھینک کر ماری کہ اُسے معلوم ہو جائے کہ کھلے صحن میں نہانا عورتوں کے لئے مناسب نہیں اور وہ آئندہ نہانے میں ایسی بے پروائی سے کام نہ لے۔ میرا ایک لمحہ رکے بغیر آگے بڑھ جانا خود میری صاف دلی کا ثبوت ہے۔ لیکن پھر بھی میں معافی کا خواستگار ہوں، اور محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ تہذیب، شرافت اور انسانیت کے خلاف ہے"

"عادل کون جانتا ہے کہ تمہاری نیت صاف تھی۔ تمہارا بیان قانون اور انصاف کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ تم کو سزا دی جائیگی اور ضرور دی جائیگی" بادشاہ کا لہجہ اور بھی سخت ہو گیا

"عالم پناہ میں ایک بار پھر معافی کے لئے التجا کرتا ہوں" شہزادہ کی آواز کانپ رہی تھی۔

"معافی اور اتنے بڑے جرم کے لئے ناممکن ہے۔ آج اگر تم رعایا کی بیٹیوں پر ہاتھی پر بیٹھ کر گلوریاں پھینک سکتے ہو تو کل زبردستی اُن کو گھروں سے کھینچ کر ہودج میں بٹھا سکتے ہو اور پھر تمہاری دیکھا دیکھی عمال حکومت بھی رعایا کی بیٹیوں کو اٹھوانے لگیں گے اور اس طرح شیر شاہ اِس دنیا اور عاقبت دونوں ہی میں روسیاہ ہو جائے گا" بادشاہ شیر کی طرح گرج رہا تھا۔

بادشاہ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا "خدا نے ہم کو حکومت اور سلطنت اس لئے نہیں دی ہے کہ ہم اُس کے ذریعہ غریبوں اور مجبوروں کی آبرو لوٹیں۔ بلکہ یہ ذمہ داری ہمیں اس لئے سپرد کی گئی ہے کہ ہم رعایا کے ہر فرد کی جان، مال اور آبرو کا تحفظ کریں۔ اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے تو ہم کو اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانا چاہئے۔ عادل تمہارا جرم اتنا سنگین ہے جسے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا"

"عالم پناہ۔ آپ نے جو کچھ فرمایا بجا اور درست مگر میں پھر عرض کروں گا کہ میری نیت خراب نہ تھی" یہ کہتے ہوئے شہزادہ نادان بچہ کی طرح رونے لگا۔

شیر شاہ نے گرج کر کہا "نیت کا حال خدا جانتا ہے۔ مگر قانون تمہیں مجرم قرار دیتا ہے۔ تم نے ایک غریب عورت کی آبرو پر حملہ کیا ہے تم نے اُس کے دامنِ پارسائی پر ایک بدنما داغ لگایا ہے عادل شاہ کاش نگاہ اُٹھنے سے پہلے تمہاری آنکھیں پھوٹ جاتیں گلوری پھینکنے سے قبل تمہارے بازو شل ہو جاتے۔ تم مجرم ہو سزا سننے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد شہنشاہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا "میں حکم دیتا ہوں کہ فریادی کو ہاتھی پر سوار کر کے گلوریوں کا خاصدان اُس کے سامنے رکھا جائے، عادل شاہ کی بیوی مستغیث کے مکان میں جا کر برہنہ ہو کر نہائے اور فریادی کی سواری اُدھر سے گزاری جائے۔ اور فریادی بالکل اُسی طرح عادل شاہ کی برہنہ بیوی کے گلوری پھینک کر مارے جس طرح کہ شہزادہ نے فریادی کی بیوی کے گلوری پھینک کر ماری تھی"

اس فیصلہ نے شہزادہ کی غیرت کو بے قرار کر دیا۔ خون گرم ہو کر اُس کی رگوں میں دوڑنے لگا۔ بہتے ہوئے آنسو فرطِ غم سے خشک ہو گئے اور شہزادہ تخت شاہی کے سامنے دو زانو ہو کر رحم طلب انداز میں بولا "عالم پناہ اتنی سخت سزا نہ دیجئے۔ میری بیوی جو شہنشاہ کی بہو بھی لگتی ہے۔ قطعاً بے گناہ ہے۔ میرے جرم پر اُسے بے آبرو نہ کیجئے"

شیر شاہ غضبناک لہجہ میں بولا "شیر شاہ کی نظر میں بیٹا اور ولیعہد دونوں برابر ہیں۔ جب میری ہندو بیٹیوں کی آبرو محفوظ نہیں رہ سکتی تو مجھے شاہی حرم کی آبرو کی بھی پرواہ نہیں۔ میرا فیصلہ اٹل ہے، اُسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بدل سکتی"

"ان داتا چھما کیجئے۔ ہم کو انصاف مل گیا۔ جیسا سنا تھا اُس سے بڑھ کر ہم نے اپنے شہنشاہ کو پایا۔ اُس دن کیلئے ہمیں موت آ جائے جس دن ہماری نظریں شاہی گھرانے کی ماں بہنوں کی بے آبروئی دیکھیں ہم نے شہزادہ کو معاف کر دیا۔ مائی باپ آپ بھی معاف کر دیجئے" مستغیث بلک بلک کر رونے لگا۔

"عادل شاہ شرم محسوس کر جو کہ ایک بنئے میں قومی غیرت تجھ سے بڑھ کر ہے۔ اُس کے کردار سے سبق لے۔ جا اسکے طفیل میں ہم تجھے معاف کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ جس ہندو عفیفہ کی تو نے بے حرمتی کی ہے اُسے عمر بھر اپنی سگی بہن کی طرح سمجھنا"

عورتوں کیلئے



شادی کے بعد مایوسی

ایک شادی شدہ لڑکی کے احساسات

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن نے ذیل کے مضمون میں نئی شادی شدہ لڑکیوں اور ازدواجی [illegible] کے بعض پہلوؤں پر بڑی خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ امید ہے کہ اُن کے مشورے مفید ثابت ہونگے

ایک ایسی لڑکی جس کی شادی کو مشکل سے دو سال ہوئے ہیں اُس نے ایک خط کے ذریعہ اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ یہ لڑکی لکھتی ہے۔

"شادی سے پہلے میں سمجھتی تھی کہ شادی شدہ لڑکیوں کی زندگی جنت کا نمونہ ہوتی ہے۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ میرے دل میں کیا کیا ارمان تھے۔ لیکن شادی کے بعد مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ یوں تو مجھے ہر قسم کا آرام حاصل ہے سسرال بھی بری نہیں ہے۔ شوہر بھی بڑے اچھے ہیں۔ اللہ نے ایک بچہ بھی دیدیا ہے۔ لیکن جو رنگین خواب شادی سے پہلے شادی کے متعلق میں دیکھا کرتی تھی بس وہ خواب ہی بن کر رہ گیا ہے"

اس خط کی عبارت کو پڑھنے والی بہنیں سوچ رہی ہونگی کہ یہ لڑکی بھی عجیب ہے۔ ایک طرف تو یہ کہہ رہی ہے کہ مجھے ہر قسم کا آرام حاصل ہے۔ شوہر بھی اچھا ہے سسرال کی بھی کوئی شکایت نہیں اور اللہ نے ایک بچہ بھی دے دیا ہے۔ اور دوسری طرف یہ شکوہ بھی کر رہی ہے کہ مجھے شادی کے بعد بڑی مایوسی ہوئی۔ آخر یہ لڑکی چاہتی کیا ہے۔

میری بہنوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آجکل کی لڑکیاں اسکے علاوہ اور بھی بہت کچھ چاہتی ہیں۔ اور یہ کوئی پہلی لڑکی نہیں ہے جس نے کہ مجھے اس قسم کا خط لکھا ہے۔ میرے پاس لڑکیوں کے جو خطوط آتے رہتے ہیں اُن سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ عام طور پر آجکل کی لڑکیوں کو شادی کے بعد جو مایوسی ہوتی ہے وہ کس قسم کی ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ انھوں نے پہلے ہی سے اپنے ذہن میں شادی کا جو تصور قائم کر رکھا ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ اور یہ تصور جو محض خیالی ہوتا ہے جب پورا نہیں ہوتا تو انہیں بڑی مایوسی ہوتی ہے۔

آجکل کی لڑکیاں عام طور پر شادی کے بعد ایک ایسی رنگین زندگی کی خواہش مند ہوتی ہیں جس میں کے رومانس ہو حسین ماحول ہو۔ حسن و عشق کی چاشنی ہو۔ دل لگی ہو۔ راتیں کیف سے بھری ہوں۔ اور دن پر کیف فضا میں بسر ہوں۔ حالانکہ اُن کی یہ تمنا اور آرزو تخیل سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

ہمارے زمانہ کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ناولوں۔ افسانوں اور فلموں نے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ انھوں نے فلموں اور ناولوں میں عشق و عاشقی کے اور پر کیف شادی شدہ زندگی کے جو رنگین مناظر دیکھے ہیں انکو انھوں نے حقیقت سمجھ لیا ہے۔ چنانچہ شادی کے بعد آجکل کی لڑکیاں اور لڑکے جو فلمی خواب دیکھا کرتے تھے۔ جب انہیں حقیقی زندگی فلمی اور ناولوں جیسی رنگین نہیں دکھائی دیتی تو یہ بڑے مایوس ہوتے ہیں۔ اور جس لڑکی نے یہ خط لکھا ہے وہ بھی اسی قسم کے مرض میں مبتلا معلوم ہوتی ہے۔

میں بار بار بتا چکی ہوں ۔ اور اب پھر خط لکھنے والی لڑکی اور دوسری لڑکیوں کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ شادی شدہ زندگی نہ کوئی رنگین افسانہ ہے اور نہ کوئی پرکیف فلم کہ جس کا ہر پہلو رنگین ہو۔ بلکہ یہ ایک ایسا پاکیزہ اور روحانی رشتہ ہے جس میں ظاہری دلکشی اور دکھاوٹی رنگینی سے کہیں زیادہ باطنی محاسن اور حقائق پوشیدہ ہوتے ہیں ۔ لہٰذا لڑکیوں کو چاہیئے کہ وہ باطنی محاسن پر نظر رکھیں ۔ نہ یہ کہ وہ غلط تخیلات قائم کرنے کی بنا پر اپنی اچھی خاصی زندگی کو مایوس کن بنائیں اس زمانہ کی تقریباً ہر لڑکی یہ چاہتی ہے کہ شادی کے بعد وہ اور اُس کا شوہر تنہائی کی پرکیف زندگی گزاریں دن عید ہو اور رات شب برات ۔ نہ ساس کی مداخلت ہو نہ نندوں کی نکتہ چینی ۔ دونوں آزاد رہ کر پرکیف زندگی بسر کریں ۔ اور جب یہ آرزو پوری نہیں ہوتی تو آجکل کی لڑکیوں کو دنیا جہان کا آرام حاصل ہونے کے باوجود بڑی مایوسی ہوتی ہے ۔ کیونکہ انھوں نے شادی کا مقصد یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ رنگین زندگی کی ابتدا ہے ۔ حالانکہ شادی ایک ایسی فرض شناسی کی زندگی کی ابتدا ہوتی ہے جس کی منزلیں بڑی کٹھن اور دشوار گزار ہوتی ہے ۔ اور ان منزلوں سے گزرنے کے لئے بڑی سوجھ بوجھ اور تحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔

شادی کا رشتہ بظاہر بڑا ہی رنگین اور دلکش نظر آتا ہے لیکن عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ یہ بڑا ہی دشوار گزار راستہ ہے ۔ اور اس راستہ کو صرف وہی لڑکیاں حسن وخوبی سے طے کر سکتی ہیں جو تخیلی رنگینیوں کی بجائے فرائض کی ادائیگی کا احساس رکھتی ہیں ۔

جب ایک لڑکی بیاہ کر کسی گھر میں جاتی ہے تو اس کا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ وہ سسرال والوں میں اسطرح گھل مل جائے کہ یہ پتہ ہی نہ چلے کہ وہ کسی دوسرے گھر سے آئی ہے۔ سب کو اپنا گرویدہ بنالے ۔ شوہر سے رنگینیوں کی طالب ہونے کی بجائے اس بات کی کوشش کرے کہ شوہر کی زندگی کو پرسکون اور مطمئن بنا دے ۔ اُسکے احساسات جذبات اور معمولات کا پورا پورا خیال رکھے

افسانہ



خزاں کے بعد

زندگی کے نشیب و فراز کو اجاگر کرنے والی کہانی

(از جناب راز یوسفی)

وہ پچھلے پانچ سال سے بڑی پابندی کے ساتھ اپنی شامیں اِسی کافی ہاؤس میں گزار رہا تھا۔ وہ شام کے پھیلتے ہوئے سایوں کے جلو میں یہاں آجاتا۔ یہیں شام کا کھانا کھاتا اور جب رات پھیلنے لگتی اور کافی ہاؤس کی چہل پہل ختم ہو جاتی تو بہت تھکے ہوئے انداز میں کرسی سے اٹھتا اور کاؤنٹر کلرک کو بل ادا کرکے اپنے گھر کی راہ لیتا۔

شکیل کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ امپورٹ ایکسپورٹ کے کاروبار میں اُس کا نام کھرے سکے کی طرح چلتا تھا۔ اور پانچ ہی سال کے عرصے میں اُس نے اتنی دولت کمائی تھی جو ساری زندگی عیش و آرام سے گزارنے کے لیے بہت کافی تھی وہ بیک وقت کئی بنگلوں کا مالک تھا۔ بیش قیمت کار میں ہوا کے دوش پر اڑتا تھا اور تنہا ایک بنگلے میں بڑے ٹھاٹھ کی زندگی گزار رہا تھا۔ لیکن کوئی اس بھید کو نہیں جانتا تھا، کہ اسے تنہائی سے کیوں پیار ہے؟ وہ کیوں اپنا گھر نہیں بسا لیتا اور کب تک تنہائی کا زہر اِسی طرح ان رگوں میں سموتا رہے گا؟ یہ سب کچھ یہ ایک سربستہ راز تھا۔

وہ کافی ہاؤس کا مستقل گاہک تھا۔ کئی لوگوں نے اُس سے بے تکلف ہونے کی کوشش کی۔ لیکن اُس نے کبھی کسی کو لفٹ نہیں دی اور نہ کسی کو اپنے غم میں شریک ہونے کا موقع دیا۔ یہی وجہ تھی کہ رفتہ رفتہ کافی ہاؤس کے آنے جانے والوں نے اُس کے وجود کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اور صرف تنہائی اُس کی شریکِ حیات بن گئی تھی۔

آج بھی جب وہ کافی ہاؤس میں داخل ہوا تو ہر کام حسبِ معمول تھا۔ شام کے دھندلکے رات کی سیاہی سے ہم آغوش تھے۔ کافی ہاؤس کے ہال میں بجلی کے قمقمے اُس کے دل کے سدا بہار داغوں کی طرح جل رہے تھے۔ وہ چپکے سے ایک تنہا میز کے پاس آبیٹھا تھا۔ بیرے نے اُسے میز کے گرد بیٹھا دیکھ کر فوراً ہی ٹھنڈی کافی کی ٹرے اُس کی میز پر لگا دی تھی کیونکہ کافی ہاؤس کا ہر بیرا اُس کا ادا شناس ہو چکا تھا۔ وہ بہت چپ رہتا تھا۔ کبھی کوئی بیرا اُسے آرڈر دینے کی زحمت نہیں دیتا تھا۔ اور پھر وہ ٹپ بھی اتنی فراخدلی سے کرتا تھا کہ ہر بیرا اُسے دیکھتے ہی اُس کی طرف لپکتا تھا۔

کافی کے تلخ گھونٹ پیتے ہوئے ہر روز کی طرح آج بھی وہ اپنے تلخ ماضی کی راکھ میں دبی ہوئی چنگاریاں کرید رہا تھا۔ عذرا کا مہکتا ہوا تصور اُسے گرد و پیش سے بے نیاز بنا رہا تھا۔

عذرا اُس کافر جمال دوشیزہ کا نام تھا، جو کبھی زمانے بھر میں غارت گرِ ضبط اور دشمنِ تمکین و ہوش رہ چکی ہے۔ وہ اس زمانے سے اُسے جانتا تھا، جب وہ ایک کالج گرل کی حیثیت سے اُس کے کالج میں تعلیم حاصل کرنے آئی تھی۔ اور چند ہی دنوں میں اُس سے بے تکلف ہو گئی تھی۔ اُس کے دل و دماغ میں رچ بس گئی تھی۔

عذرا نے اُس کے جذبات کو ٹھکرانے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ چند ہی دنوں کے میل جول نے اُنہیں ایک دوسرے سے بہت ہی قریب کر دیا تھا۔ اور وہ ایک جان و دو قالب ہو کر رہ گئے تھے۔ کالج میں اُن کی باہمی رفاقت ایک ضرب المثل بن کر رہ گئی تھی وہ ہمیشہ ساتھ گھومتے پھرتے دکھائی دیتے سیر و تفریح، سنیما، پکنک پارٹی اور ہر سوشل تقریب میں ان کا یکجا ہونا ایک ضروری امر تھا۔ لیکن اس حد سے بڑھے ہوئے رومان نے شکیل کی تمام ذہنی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیا۔ اُس کا تعلیمی کیریر تباہ ہو گیا۔ بی۔ اے

کے آخری سال میں سب سے بڑا المیہ یہ ہوا کہ عذرا اپنے امتحان میں پاس ہو کر گریجویٹ بن گئی مگر شکیل بُری طرح ناکام ہوا۔

اُس ناکامی نے اُس کا مستقبل تاریک کر دیا۔ وہ ایک غریب ماں باپ کا بیٹا تھا۔ جنھوں نے اُسے بی۔ اے تک تعلیم دلانے میں نہ جانے کتنی صعوبتیں اُٹھائی تھیں۔ اُن کی ساری اُمیدیں خاک میں مل گئیں اور وہ صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔ شکیل اپنے بوڑھے باپ کی پُرنم آنکھوں کی تاب نہ لا سکا۔ اُس کا جی تعلیم سے اُچاٹ ہو گیا اور وہ ملازمت کی تلاش میں سڑکوں کی خاک چھاننے لگا۔ مگر ملازمت عنقا کی طرح غائب تھی۔ وہ ہر صبح کو گوہرِ مقصد کی تلاش میں نکلتا اور شام کو خالی دامن لئے واپس آجاتا۔

عذرا شکیل کو پریشان دیکھ کر خود بھی پریشان ہو جاتی لیکن ایک نازک اندام لڑکی جس نے زندگی کا کوئی تاریک پہلو نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس بھڑکتی ہوئی آگ کی تپش کو محسوس کرنے سے یکسر قاصر رہی جو شکیل کے سینے میں آتش نمرود کی طرح جل رہی تھی۔

ایک روز اچانک مال روڈ پر شکیل سے ملاقات ہو گئی اُسے دیکھتے ہی عذرا کی آنکھوں میں چمک آگئی اور اُس کے ہونٹوں سے تبسم کے پھول جھڑنے لگے۔ اُس نے بڑے پیار بھرے لہجے میں پوچھا

"آجکل کون سے غار میں چھُپے رہتے ہو شکیل؟" کئی کئی دن اپنی صورت بھی نہیں دکھاتے!"

"مجھے اُسی غار میں چھپا رہنے دو عذرا! اب میری صورت اس قابل نہیں رہی کہ تمہیں دکھا سکوں"

"کیسی اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہو۔ کیا ہوا تمہاری صورت کو وہی چہرہ ہے۔ وہی ناک نقشہ۔ کون سی بات ہے جو ذرا سی بھی تبدیلی ہوئی ہو؟"

"میرا دل تبدیل ہو چکا ہے عذرا!"

"کیا کسی اور سے آنکھیں لڑ گئی ہیں؟"

"عذرا! محبت دو نوجوان دلوں کی غلط فہمی کا نتیجہ ہوتی ہے اور ہم کافی عرصہ اس غلط فہمی کا شکار رہ چکے ہیں۔ لیکن کالج کی زندگی کو خیرباد کہنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محبت سے زیادہ ایک اور سنگین حقیقت بھی ہے۔ اور وہ ہے بھوک کا مسئلہ! جو تلاشِ معاش سے حل ہو سکتا ہے اور میں اس مقصد کے حصول میں آج تک ناکام ہوں۔ میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔ عذرا، مجھے بھول جاؤ!"

"میں تمہاری کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ تم احساس کمتری کا شکار ہو۔ میں تمہیں اس گڑھے سے نکال کر ہی دم لونگی۔ تم ملازمت چاہتے ہو نا! اس کا انتظام ہو جائے گا۔ میرے ڈیڈی بڑے اثر ورسوخ کے مالک ہیں۔ آج شام کو بنگلے پر آؤ۔ ساتھ ہی چائے پئیں گے"

شکیل اُسی شام کو عذرا کے بنگلے پر پہنچ گیا۔ عذرا کے ڈیڈی اُس کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آئے۔ وہ کسی زمانے میں فوجی کرنیل رہ چکے ہیں۔ اس لئے اُن کے چہرے سے کافی جاہ وجلال ٹپکتا تھا اور ان سے نگاہیں ملا کر بات کرنا خاصا کٹھن مرحلہ ہوتا تھا لیکن شکیل سے ملتے وقت اُن کے چہرے پر کوئی ایسا تاثر نہ تھا جس سے شکیل کو وحشت کا احساس ہوتا اور وہ عرضِ مدعا نہ کر سکتا۔ اُنھوں نے جب اُس کا چُست وچاق جسم اور جاذب نظر ناک ونقشہ دیکھا تو خوش ہو کر بولے "بھئی شکیل! تم کمیشن کیوں نہیں لے لیتے۔ تم جیسا کڑیل جوان فوجی ملازمت کے لئے بہت موزوں ثابت ہو سکتا ہے"

"میں اس کے لئے بھی تیار ہوں مگر ـــــ "

"تو پھر تیار رہو" عذرا کے ڈیڈی بات کاٹ کر بولے "تم بہت جلد فوجی افسر بن جاؤ گے"

اور پھر واقعی کچھ دنوں بعد اُسے کمیشن مل گیا۔ شکیل کی مسرتوں کی انتہا نہ رہی۔ ایک کامیاب زندگی کے تصور نے اُس کی کایا ہی پلٹ دی تھی۔ جب وہ فوجی وردی پہن کر بازار سے گزرتا تو ہر نگاہ کی توجہ کا مرکز بن جاتا۔ اُس کا گٹھا ہوا جسم اور مردانہ چہرہ فوجی وردی پہنتے ہی نکھر جاتا۔

وہ بچپن ہی سے دلیر اور جفاکش تھا۔ اس لئے تمام اعلیٰ فوجی افسر اُس سے بہت خوش تھے۔ وہ بہت تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کرنے لگا اور چند ہی سالوں میں میجر کے معزز عہدے تک پہنچ گیا اب وہ ایک ذمے دار افسر بھی تھا۔ اور قابل اعتماد شہری بھی وہ ابھی تک عذرا کا ممنونِ احسان تھا اور عذرا نے بھی اس کی محبت فراموش نہیں کی تھی۔

میچ جیتنے کے بعد جب کچھ دنوں کی رخصت پر وہ اپنے گھر واپس آیا تو عذرا کو پلیٹ فارم پر اپنا منتظر پایا کیونکہ آنے سے پہلے اُس نے عذرا کو تار کے ذریعے اپنے آنے کی اطلاع دے دی تھی۔
گاڑی جب آہستہ آہستہ سرکتی ہوئی پلیٹ فارم پر رُکی تو عذرا بے تابو ہو کر اُس کی طرف لپکی اور ابھی اُس نے قدم گاڑی سے نیچے بھی نہیں رکھا تھا کہ وہ بے اختیار ہو کر اُس سے لپٹ گئی۔ اُس کی غلافی آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان ہلکورے لے رہا تھا۔ اور جذبات شدّت سے اُس کے ہونٹوں پر مہرِ سکوت لگ گئی تھی۔
اب میں زیادہ دیر تک تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتی شکیل! یہ عذرا نے یہ جملہ کچھ ایسے خلوص سے کہا تھا کہ شکیل اُس کی تاب نہ لا سکا وہ خود بھی تو اپنی زندگی میں عذرا کے بغیر ایک عظیم خلا محسوس کرتا تھا۔ اس لئے اس مرتبہ جب وہ اپنی چھٹیاں گزار کر ڈیوٹی پر واپس گیا تو اکیلا نہ تھا۔ عذرا کا حسین وجود بھی شریکِ سفر تھا۔ اور وہ اس کامیابی پر اتنا مسرور اور نازاں تھا جیسے اُسے ہفت اقلیم کی سلطنت مل گئی ہو!
دو سال کا عرصہ مانو پر لگا کر اُڑ گیا۔ اُن دونوں کی ازدواجی زندگی بے حد کامیاب تھی دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے اور ایک دوسرے کے جذبات کی پاسداری کرتے تھے۔ اس عرصے میں وہ ایک ننھے مُنّے بچے کے ماں باپ بھی بن چکے تھے۔ جو اُن کی شاخِ حیات پر کھلنے والا پہلا خوش رنگ پھول تھا!
دن گزرتے چلے گئے ——— پھر اچانک ایک روز بہت بڑا بھونچال آیا جس نے باہمی اعتماد کی فضا کو زہر آلود بنا دیا۔
اُس رات شکیل رات کے دو بجے گھر واپس آیا تھا۔ اُس کا سوٹ جگہ جگہ سے مسکا ہوا تھا اور جسم سے شراب کی بدبو کے بھبکے اُڑ رہے تھے۔ عذرا نے اس سے پہلے شکیل کو کبھی اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ کچھ دیر کے لئے اس پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ پھر وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح گرج کر بولی
”دیکھ تم ہو! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ایسی ذلیل حرکت بھی کر سکتے ہو۔ تم خوب جانتے ہو، مجھے شراب سے کتنی نفرت ہے۔“
”میں نے شراب نہیں پی عذرا! میں تمہارے سر کی قسم کھاتا ہوں۔ میں نے شراب کو چھوا تک نہیں“ شکیل نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں اپنی بے گناہی کا یقین دلایا
”جھوٹے اور وہ بھی اس ڈھٹائی کے ساتھ! اگر تم نے شراب نہیں پی تو یہ شراب کی بدبو کہاں سے آ رہی ہے؟“
”پہلے میری پوری بات سن لو۔ میں چند ایسے دوستوں کی محفل میں پھنس گیا تھا۔ جہاں شراب کا دور چل رہا تھا، وہ چاہتے تھے میں بھی اُن کا ساتھ دوں لیکن جب میں رضامند نہ ہوا تو انہوں نے زبردستی شراب میرے سوٹ پر انڈیل دی اس کھینچا تانی میں میرا سوٹ بھی کئی جگہ سے پھٹ گیا“
”عذرِ گناہ بدتر از گناہ! میں اس من گھڑت کہانی پر یقین نہیں کر سکتی میں صبح ہوتے ہی یہ گھر چھوڑ دوں گی! اب اس جہنم میں رہنا میرے ضبط سے باہر ہے۔“
شکیل نے ہر چند اُسے اپنی معصومیت کا یقین دلایا لیکن عذرا کا شک دور نہ ہوا۔ اُس نے اپنے لختِ جگر کی بھی پروا نہ کی اور سپیدۂ سحر نمودار ہوتے ہی اپنے میکے چلی گئی۔

اس اچانک اُفتاد سے شکیل ایک ایسے ذہنی صدمے سے دوچار ہوا جس نے کچھ دنوں کے لئے اُس کا ذہنی توازن درہم برہم کر دیا اس پر بیماری کا حملہ اتنا شدید ہوا کہ اسے ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ پھر صحت یاب ہونے کے بعد اُس کا دل فوجی ملازمت سے بھی اچاٹ ہو گیا اور وہ ڈاکٹری رپورٹ کا سہارا لے کر ملازمت سے سبکدوش ہو گیا۔ لیکن زندہ رہنے کے لئے اُسے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ دل بہلانے کے لئے اُس نے امپورٹ ایکسپورٹ کا دھندا شروع کر دیا اور اس کام میں اتنی برکت ہوئی کہ وقت کے بہت ہی قلیل وقفے میں وہ لاکھوں کا مالک بن گیا۔ لیکن غم کی وہ گرہ جو دل میں بیٹھ گئی تھی، آج تک نہ کھلی تھی اور اس غم کے بار کو ہلکا کرنے کے لئے وہ تلخ کافی کو اپنے رگ و ریشہ میں سمونے لگا تھا اس لئے کہ حصولِ بے خودی کے لئے شراب کے تلخ گھونٹوں کو حلق سے نیچے اتارنا اسے کسی طرح پسند نہ تھا۔
وہ ابھی یہیں تک سوچ پایا تھا کہ اُس کی نگاہیں کافی ہاؤس کے صدر دروازہ پر جم کر رہ گئیں۔ ایک عورت جو حسن و شباب کا مجسمہ معلوم ہوتی تھی، کمالِ بے نیازی سے کافی ہاؤس میں داخل

ہر دہی تھی مگر وہ بھونچکا سا رہ گیا۔ اُسے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ ہوبہو عذرا تھی! وہی تیکھا ناک نقشہ، وہی غلافی آنکھیں، وہی شانوں پر لہراتی ہوئی زلفیں، وہی بوٹا سا قد اور وہی پروقار چال۔ اگر سچ مچ عذرا تھی، تو آج کی عذرا پانچ سال پہلے کی عذرا میں ذرہ برابر بھی فرق نہ تھا!

کچھ دیر دروازے پر ٹھٹک کر اُس نے ادھر اُدھر نگاہیں گھمائیں پھر آہستہ آہستہ چلتی ایک خالی میز کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ شکیل کی میز بھی قریب ہی تھی۔ وہ کچھ دیر سر جھکائے بیٹھی رہی۔ پھر بیرا اُس کے پاس آیا۔ اُس نے سرگوشی میں آرڈر دیا۔

"ٹھنڈی کافی!"

شکیل چونک اٹھا۔ عذرا کو بھی تو ٹھنڈی کافی ہی پسند تھی اُسے معًا یاد آگیا۔ پھر اُس نے اپنی آنکھیں اُس پر جما دیں وہ سچ مچ عذرا تھی...! اُس کا دل زخمی پرندے کی طرح زور زور سے پھڑپھڑانے لگا، اس کا جی چاہا، اُٹھ کر بھاگ جائے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے وہ اس سنگدل عذرا سے کوئی واسطہ نہ رکھنا چاہتا تھا۔ جس نے اُس کی زندگی کی رگ رگ سے خوشیوں کا رس نچوڑ لیا تھا۔ وہ ایسی بے رحم ماں تھی جسے اپنے جگر کے ٹکڑے کا بھی خیال نہ آیا۔ لیکن نہ جانے کون سی طاقت نے اُس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ وہ وہاں سے اٹھ کر بھی تو نہ جا سکتا تھا۔

پھر اچانک عذرا اپنی جگہ سے اٹھی اور کانپتے ہوئے جسم کے ساتھ اُس کی میز کے پاس آکر کھڑی ہوگئی بمشکل کہہ پائی "کیا میں آپ کے پاس بیٹھ سکتی ہوں؟"

شکیل بت بنا بیٹھا رہا۔ جیسے کاٹو تو خون نہیں بدن میں۔ پھر وہ اُس کے جواب کا انتظار کیے بغیر خالی کرسی پر بیٹھ گئی اور ویرانگ خلا میں بے مقصد گھورتی رہی۔ شکیل کے دل کی دھڑکن بھی تیز تھی کہ صرف آپ کو یہ بتانے آئی ہوں کہ میں غلطی پر تھی۔ آپ کے تمام دوستوں نے فردًا فردًا مجھے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ آپ نے اُس بات سے [illegible] یقین آگیا تھا۔ لیکن میری [illegible] میں آسانی سے [illegible] [illegible] [illegible] کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہاں چلی آئی

ہوں۔ میں ایک نظر اپنے بچے کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے آپ سے اور کچھ نہیں چاہئے۔ میں اُسے ایک بار اپنے کلیجے سے لگانا چاہتی ہوں۔ گھر سے باہر قدم نکالتے وقت میں نے سمجھا تھا کہ ماں کی مامتا ایک قصے کہانی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن پانچ سال کے طویل عرصے نے مجھے اس تلخ حقیقت کا احساس دلا یا ہے کہ ماں بننے کے بعد ایک ماں میں مامتا کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہ جاتا میں شوہر کی جدائی برداشت کر سکتی ہوں۔ لیکن اپنی مامتا کو کچل دینا میرے بس کی بات نہیں۔ اب میں زیادہ دیر تک یہ عذاب نہیں جھیل سکتی۔ میری چھوٹی اَنا ایک ایسا کھلونا ہے، جو مامتا کے ہاتھوں چکنا چور ہو چکا ہے — میں نے اُس شکستہ شیشے کی کرچیاں تک اٹھا کر باہر پھینک دی ہیں۔ خدا کے لئے مجھے میرے بچے سے ملا دیجئے۔ میں اُسے ایک بار جی بھر کر دیکھنا چاہتی ہوں!"

عذرا کی سانس بری طرح پھول رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں کے سوتے برساتی نالوں کی طرح بہہ رہے تھے۔ اور شکیل کے جھوٹے صبر و ضبط کا حصار جو اس نے اپنے گرد باندھ رکھا تھا، ایک ہی زوردار جھٹکے میں ٹوٹ چکا تھا۔ اُس کے ہاتھ غیر ارادی طور پر اٹھے اور عذرا کے ہاتھوں سے مل گئے۔

بیرا عذرا سے پوچھ رہا تھا "بیگم صاحبہ! کافی کا سیٹ آپ کی ٹیبل پر لگا دوں؟"

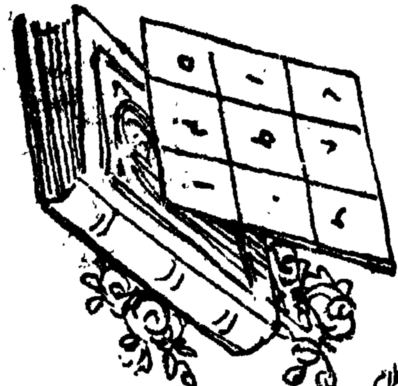
"نہیں اسی میز پر لے آؤ!" شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور بیرا شکیل کو پہلی بار مسکراتے ہوئے دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا!!

اور شکیل کو ایسا محسوس ہوا جیسے خزاں کے بعد بہار آگئی ہو۔

دینی دنیا کے پرچے محفوظ رکھیے

"دینی دنیا" ایک ایسا دینی، علمی اور تاریخی جریدہ ہے جس کا ہر ایک مضمون بڑی کاوش اور مطالعہ کے بعد سپرد قلم کیا جاتا ہے۔ اس لئے دینی دنیا کے ہر پرچہ کو حفاظت سے رکھیے۔ [illegible] کہ اگر ایک پرچہ بھی گم ہو گیا تو کسی قیمت پر بھی نہیں مل سکے [illegible] جاتے ہیں اور آئندہ [illegible] ہیں۔

مفلسی، مصیبت، بیماری، اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ بے پناہ مجرب اعمال و نقوش جنہوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں۔ اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جب اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے۔ اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگالیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

(مرتبہ مولانا سید ظہور احمد رسا چھپا پوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں۔ اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں۔ لاتعداد عداوت کے اعمال درج ہیں کشائش رزق تسخیر محبوب اور چور کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لیے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سیکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول :- ابتدائی معلومات :- اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار برجوں کے رنگ مزاج، سیاروں کی رفتار اور مقامات درج ہیں۔

باب دوم :- اعمال حسنہ :- اسمیں اسمائے حسنٰی کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی میزان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم :- اعمال محبت :- اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کے لئے اسم یا ودود کا عمل عمل اسم الٰہی، سرمہ محبت، تصویر محبوب کا عمل، قرآنی اعمال درج ہیں

باب چہارم :- عملیات عداوت :- اسمیں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم :- کشائش رزق :- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور خوشحال بننے کے لئے تیر بہدف اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم :- تسخیر خلائق :- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم :- تسخیر حکام :- اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم :- چور کی شناخت :- اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم :- گمشدہ کی واپسی :- اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔ جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے۔

باب دہم :- مختلف امراض کے لئے :- اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنھیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہیں۔

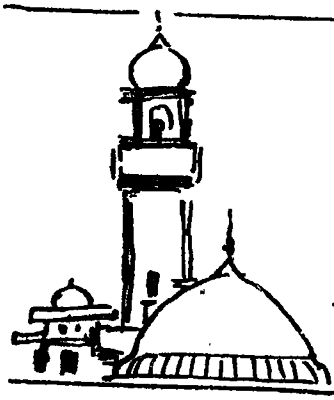
باب یازدہم :- اولاد کے لئے :- اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں

باب دوازدہم :- حل مشکلات :- اس میں پریشانی اور مشکلات سے نجات پانے کیلئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم :- فالنامہ غوث الاعظم :- اس فالنامے کے ذریعہ صحیح فال نکالی جا سکتی ہے

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سیکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف آٹھ روپے۔

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶



دنیائے اسلام پر ایک نظر

اب شام میں بھی خانہ جنگی

اسرائیل کو برادری سے خارج کرنے کی کوشش۔ علامہ خمینی بستر مرگ پر

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

اب شام میں بھی خانہ جنگی

عربوں کا وہ اسلحہ اور طاقت جسے کہ اسرائیل کے خلاف صرف ہونا چاہئے تھا۔ کس طرح آپس کی خانہ جنگی پر برباد ہو رہی ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ شام کے صدر حافظ الاسد کی حکومت کے خلاف بغاوت پھوٹ پڑی ہے۔ اور حکومت کے مخالف عناصر نے بغاوت کر کے شہر حما پر قبضہ جما لیا ہے۔ اور اس طرح باغیوں اور حکومت میں جنگ برپا ہے

شام میں اسلام پسندوں کا بہت بڑا گروپ اخوان المسلمین ہے۔ ان اسلام پسندوں کو حافظ الاسد اور بعث پارٹی سے اس حد تک اختلاف ہے کہ یہ انہیں بے دین کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شام میں صحیح العقیدہ مسلمانوں کی حکومت ہونی چاہئے جو کہ اکثریت میں ہیں۔ چنانچہ یہ اسلام پسند مدت سے اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ حافظ الاسد کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے اور اب انھوں نے بغاوت کی راہ اختیار کر لی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حافظ الاسد کی حکومت میں اور اسلام پسندوں میں شدید تصادم برپا ہے۔

ایک ایسے نازک وقت میں جبکہ اسرائیل نے شام کے ایک نہایت ہی اہم علاقے یعنی گولان کی پہاڑیوں پر غاصبانہ قبضہ جما لیا ہے۔ نہ صرف شام کے عوام کا بلکہ سب ہی عرب ممالک کا فرض تھا کہ وہ متحد ہو کر اسرائیلی غاصب کے خلاف قدم اٹھاتے۔ مگر ہو یہ رہا ہے کہ خود شام ہی میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے۔ جس سے مسلمانوں کو نہیں بلکہ مسلمانوں کے دشمنوں کو فائدہ پہنچے گا۔

اس وقت سوال اس کا نہیں ہے کہ شام میں کون دیندار ہے اور کون بے دین ہے۔ بلکہ اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ ملک شام کو دشمنوں کی دستبرد سے کس طرح محفوظ رکھا جائے۔ جب ملک ہی باقی نہیں رہے گا۔ تو پھر وہاں نہ دیندار رہیں گے اور نہ بے دین۔ ضرورت ہے کہ عرب ممالک مداخلت کر کے شام کی خانہ جنگی کو روکیں جو شام ہی کے لئے نہیں بلکہ سب ہی عرب ممالک کے لئے خودکشی کے ہم معنی ہے۔

اسرائیل کو برادری سے خارج کرنے کی کوشش

تقریباً سب ہی عرب ممالک اس چیز کے حق میں ہیں کہ اسرائیل جس دیدہ دلیری کے ساتھ۔ اقوام متحدہ کی تجاویز کو رد کرتا رہا ہے۔ اس کی بنا پر اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ اس ملک کو اقوام متحدہ سے نکال دیا جائے۔ کیونکہ اس ملک نے اپنی غیر آئینی حرکات کی بنا پر اقوام متحدہ کے وقار کو سب سے زیادہ دھکا لگایا ہے۔

اقوام متحدہ میں جب بعض ممالک کی جانب سے اسرائیل کو اقوام متحدہ کی برادری سے نکالنے کی بات کہی گئی تو اُس پر اسرائیل کے نمایندہ نے برہم ہوتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ سے اسرائیل کو الگ کرنے کا جنرل اسمبلی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوا تو اقوام متحدہ خود کو بین الاقوامی برادری سے الگ کر لے گی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ۔ اقوام متحدہ محض اسرائیل ہی کے دم پر قائم ہے۔ یعنی اگر اسرائیل کو اقوام متحدہ سے نکالنے کی کوشش کی گئی تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ خود ہی اقوام متحدہ ختم ہو جائے گی

اگر اسرائیلی نمائندہ کے دعویٰ کے مطابق اقوام متحدہ اتنی ہی کمزور ہے کہ وہ ایک چھوٹے سے اسرائیل کے نکل جانے سے ختم ہو جاتی ہے۔ تو ہمارے نزدیک اِس کا عدم اور وجود برابر ہے اسے ختم ہی ہو جانا چاہئے۔ جہاں تک بین الاقوامی قوانین کا تعلق ہے ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ اگر کوئی ملک اسرائیل کی طرح قدم قدم پر بین الاقوامی تجاویز کو ٹھکراتا ہے تو اُسے خود ہی اِس کا حق باقی نہیں رہتا کہ وہ اس بین الاقوامی ادارہ میں شامل رہے۔

ہمارے نزدیک تو اسرائیل ایک سرے ہی سے کوئی ملک نہیں ہے۔ بلکہ وہ چوروں اور ڈاکوؤں کا اڈا ہے۔ اور اُسے بین الاقوامی برادری سے نکالنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ وہ اگر آج بین الاقوامی برادری میں شامل ہے تو صرف امریکہ کا طفیل اور صدقہ ہیں اور اُسے ہر حالت میں بین الاقوامی برادری سے نکالنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

علامہ خمینی بستر مرگ پر

علامہ خمینی کی قیام گاہ "قم" سے پچھلے دنوں یہ اطلاع ہوا تھا کہ علامہ خمینی آئندہ ایک ماہ تک گوشہ نشینی کی زندگی گزاریں گے اور اب ایرانی حلقوں میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ ایرانی رہنما علامہ خمینی کا انتقال ہو چکا ہے۔ یا وہ بستر مرگ پر ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حکومت چلانے کے لئے تین رکنی مجلس قیادت تشکیل دی جا رہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو علامہ خمینی فوت ہو چکے ہیں۔ یا اسقدر بیمار ہیں کہ اُن کے جانبر ہونے کی کوئی امید نہیں۔ روزنامہ خلیج ٹائمز کے صفحۂ اول پر یہ خبر شائع ہو رہی ہے کہ خمینی کے خاندان کے افراد اُن کی رہائش گاہ پر جمع ہیں۔ اور ان کی حالت بے حد نازک ہے۔ آیت اللہ خمینی کو تین ہفتہ قبل ایک اجتماع میں دیکھا گیا تھا لیکن اس کے بعد انہیں کہیں نہیں دیکھا گیا۔ اور نہ انھوں نے اس مدت میں عوامی اجتماعات ہی میں شرکت کی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان پر دل کا دورہ پڑ چکا ہے۔ اس کے علاوہ وہ بلڈ پریشر اور ذیابیطس کے بھی مریض ہیں۔

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ علامہ خمینی کی سخت گیرانہ پالیسی سے خود اُن کے حامیوں میں شدید اختلافات پیدا ہو چکے ہیں۔ ایسی حالت میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اُن کی موت کے بعد ایران کا مستقبل کیا ہوگا۔ اس وقت ایران کی اندرونی حالت دگرگوں ہے۔ ملک کا اقتصادی ڈھانچہ ٹوٹ چکا ہے۔ اور عراق کے ساتھ جنگ نے ایران کا دھڑ بالکل توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اب تک علامہ خمینی ہی کی غالب شخصیت کی وجہ سے موجودہ ایرانی حکومت برقرار ہے۔ اسلئے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس ملک کا آگے چلکر کیا حشر ہونے والا ہے۔

علامہ خمینی خواہ زندہ رہیں یا انکی موت واقع ہو جائے۔ لیکن اِس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ ایران جیسے مستحکم ملک کو اُن کی متشددانہ پالیسی نے تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اور سابق صدر۔ ابوالحسن بنی صدر کے ایران سے فرار ہونے کے بعد جو تباہی ایران پر آئی ہے اُس کا سدِ باب تو شاید زمانہ دراز تک ناممکن ہے۔

افغان مجاہدین کے حوصلے

سوویٹ روس نے اگرچہ افغانستان کے اسلام پسندوں کو مرعوب کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت افغانستان میں لگا دی ہے لیکن اِس کے باوجود وہاں سے جو اطلاعات آرہی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ افغان مجاہدین کے حوصلے بے حد بڑھے ہوئے ہیں۔ اور ان حوصلوں سے روس نواز کارمل حکومت کی تشویش دن بدن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔

کابل کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ یہاں مجاہدین پوری طرح سرگرم عمل ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں کارمل حکومت کے وزیر تجارت محمد خان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ اور اس حملہ کے بعد کابل میں حفاظتی انتظامات سخت کر دیئے گئے ہیں۔ تازہ اطلاعات کے مطابق کابل میں بموں کے حملوں میں زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ جسکی وجہ سے کابل میں برسر اقتدار پارٹی کے اراکین کے قتل کے واقعات برابر جاری ہیں۔

سفارتی ذرائع کے مطابق افغانستان میں روسی فوجوں

سے برسرپیکار افغان مجاہدین کی تعداد میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ بعض اخباری نمائندوں کے بیان کے مطابق اب ان کی تعداد پندرہ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ دیہاتوں میں روسی اقتدار کا کوئی اثر نہیں۔ صرف بڑے شہروں میں اور اہم شاہراہوں پر روس کا کنٹرول ہے باقی پورے ملک پر مجاہدین چھائے ہوئے ہیں۔ اور اب وہ پہلے سے زیادہ مسلح اور بہتر حالت میں ہیں۔

ایک اخباری نامہ نگار جس نے حال ہی میں افغانستان کا دورہ کیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ "اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ روسیوں کے قدم افغانستان میں جم سکیں گے یہ تو ممکن ہے کہ روسی فوجیں طاقت کے ذریعہ افغانستان کے شہری علاقوں پر مسلط رہیں۔ لیکن اس بات کا کسی طرح بھی امکان نہیں۔ ہے کہ افغانی عوام انہیں گوارہ کر لیں۔ کیونکہ روسیوں اور افغانی باشندوں کے درمیان مذہب کی جو دیوار کھڑی ہے اس کا گرانا ناممکن ہے۔ روس کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ افغانستان سے دستبردار ہو جائے ورنہ اس کا وہی حشر ہوگا جو ویتنام میں امریکہ کا ہوا ہے"

ایران اسرائیل کے نقش قدم پر

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ ایران اسرائیل سے ہتھیار حاصل کر رہا ہے۔ اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اسرائیل کی تقلید کرتے ہوئے ایرانی مجاہدین کی کمین گاہوں پر اسی طرح حملے شروع کر دیے ہیں جس طرح کہ اسرائیل فلسطینی مجاہدین کی پناہ گاہوں پر حملے کرتا رہتا ہے۔

اس سلسلہ میں تہران ریڈیو کی اطلاع ہے کہ ایران کی سلامتی فورسز نے تہران کی اسلامی حکومت کے نمبر اول کے دشمن یعنی مجاہدین خلق کے چھاپہ مار گروہ کے رہنما موسیٰ خیابانی کو ہلاک کر دیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے مجاہدین کے روپوش ممبروں کی تلاش میں تہران کے نواح میں ان کی کمین گاہوں پر بھی حملہ کیا جہاں مزید ۱۲ ممبر ہلاک ہو گئے۔ ان ہلاک ہونے والوں میں مسعود رجوی اور موسیٰ خیابانی کی بیویاں بھی ماری گئیں۔ ایرانی حکام اب تک ۲ ہزار مجاہدین کو ہلاک کر چکے ہیں۔

یعنی اس وقت تک تو ایران میں کیفیت یہ تھی کہ جسے بھی مخالف سمجھا جاتا تھا اسے مقدمہ چلائے بغیر پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تھا لیکن اب اسرائیل کی تقلید کرتے ہوئے ہوائی جہازوں اور فوجوں سے بھی مخالفین کو کچلا جانے لگا ہے۔ اور اپنے ہی ہم وطنوں کے ساتھ علامہ خمینی کے حواری دشمنوں جیسا سلوک کر رہے ہیں

مصر کے صدر کی فلسطینیوں سے ہمدردی

مصر کے نئے صدر حسنی مبارک نے واشنگٹن میں بیان دیتے ہوئے مسٹر ریگن سے کہا ہے کہ "ہم یہاں امن کے لئے اکٹھے مل کر کام کرنے کے عہد کو مضبوط بنانے کے لئے آئے ہیں۔ مقبوضہ علاقہ مغربی کنارہ اور غازہ پٹی میں رہنے والے ۱۲ لاکھ فلسطینیوں کے لئے خود مختاری ضروری ہے۔ بنیادی امن کے لئے فلسطینی مسئلہ کا حل ضروری ہے"

مسٹر حسنی مبارک کا فرمانا بجا اور درست لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ فلسطین کے مسئلہ کو الجھانے میں خود مصر کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔ اگر انور سادات عرب ممالک سے کٹ کر۔ امریکہ اور اسرائیل کے کیمپ میں نہ چلے گئے ہوتے تو شائد فلسطین کا مسئلہ آج سے بہت پہلے حل ہو چکا ہوتا۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عرب ممالک میں مصر ہی فوجی اعتبار سے سب سے بڑا طاقتور ملک تھا۔ اور جب وہی عربوں کے دشمنوں سے جا ملا تو ظاہر ہے کہ فلسطین کا تو ذکر ہی کیا عربوں کا کوئی مسئلہ بھی آسانی کے ساتھ حل نہیں ہو سکتا۔ حسنی مبارک جو انور سادات ہی کی پالیسی پر چل رہے ہیں ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جب آپ عرب مفادات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس امریکہ اور اسرائیل سے ساز باز کر لیں گے جو عربوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں تو عرب مسائل کیونکر حل ہو سکتے ہیں۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

مصنوعی سورج بنانے کی کوشش

آج سے تقریباً بارہ سو برس قبل "مقنع خراسانی" نامی ایک سائنس داں خراسان میں پیدا ہوا تھا جس نے مصنوعی چاند بنایا تھا۔ یہ چاند روزانہ اصلی چاند کی طرح پہاڑ کے دامن سے نکلتا تھا اور سارے علاقہ کو اپنی روشنی سے جگمگا دیتا تھا۔ یہ دنیا کا پہلا شخص ہے جو مصنوعی چاند بنانے میں کامیاب ہوا۔ مقنع ۱۶۱ھ ہجری میں خلیفہ مہدی عباسی کے عہد خلافت میں فوت ہوا ہے۔

اب معلوم ہوا ہے کہ نقلی چاند اور سورج بنانے کی کوشش پھر سے شروع ہو گئی ہیں۔ چنانچہ متعدد سائنس داں اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ مصنوعی چاند اور سورج بنا لیں، سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ایٹمی طاقت کے دریافت ہونے کے بعد نقلی سورج کا بنا لینا کچھ دشوار نہیں ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ نقلی سورج کی تیاری کے بعد دنیا کے اُن سرد علاقوں کو آسانی سے سرسبز و شاداب بنایا جا سکتا ہے جہاں سورج مہینوں نہیں نکلتا اور سورج کے نہ نکلنے کی وجہ سے وہاں یا تو فصل پیدا ہی نہیں ہوتی یا اگر ہوتی ہے تو سردی کی شدت سے برباد ہو جاتی ہے معلوم نہیں کہ سائنس کون کون سے گل کھلائے گی۔

بدچلن شوہروں کے خلاف محاذ

چلی کی ایک دلچسپ اطلاع ہے کہ یہاں کی شادی شدہ عورتوں نے ایسے شادی شدہ مردوں کے خلاف ایک محاذ قائم کیا ہے جو شادی شدہ ہونے کے باوجود غیر عورتوں سے ناجائز تعلقات بڑھا لیتے ہیں۔ انھوں نے کراٹے کی ماہر عورتوں کا ایک ایسا دستہ تیار کیا ہے جو بدچلن مردوں کا تعاقب کرتا ہے اور جب وہ اپنی محبوباؤں کے ساتھ گھومنے کے لئے نکلتے ہیں تو انہیں گھیر کر بری طرح سزا دی جاتی ہے۔

کراٹے کی ماہران عورتوں کا دستہ نقاب ڈالے ہوئے ہوتا ہے اس دستہ کی ایک ممبر عورت نے بتایا ہے کہ ہم اِن بدچلن مردوں پر اُس وقت حملہ کرتے ہیں جب وہ اپنی محبوباؤں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ہم نہ صرف ان خطا کار شوہروں کو سبق دینا چاہتے ہیں بلکہ انہیں ذلیل اور خوار بھی کرنا چاہتے ہیں۔ اسی ممبر عورت کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنے اس طریقہ کار سے بہت سے غلط کار اور آوارہ مردوں کو سیدھا کر دیا ہے۔

کتے کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے

آپ کو یہ معلوم کر کے شائد تعجب ہوگا کہ بعض ممالک ایسے بھی ہیں جہاں کتے کا گوشت بڑے ذوق و شوق سے کھایا جاتا ہے۔ اور ان ممالک میں سرفہرست چین ہے۔ جہاں کتے کا گوشت صرف کھایا ہی نہیں جاتا بلکہ بعض ممالک میں ڈبوں میں بند کر کے بھیجا بھی جاتا ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کتے کا گوشت مضر صحت ہوتا ہے لیکن چینیوں کے نزدیک یہ ایک اچھی غذا ہے۔

چین میں صرف کتے کا گوشت ہی پسندیدہ غذا نہیں ہے بلکہ سانپ اور چھپکلے کے گوشت کو بھی نہایت ہی اعلیٰ قسم کی غذا تصور کیا جاتا ہے۔



Telephone 263450 MARCH 1982 Regd. No. D (D.N.) 134
Registered will the Registrar of New papers at R. N. No 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ

صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کا نچوڑ

اُردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال نیز ارشادات واحکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اُردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہو گئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہ اُردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجہ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

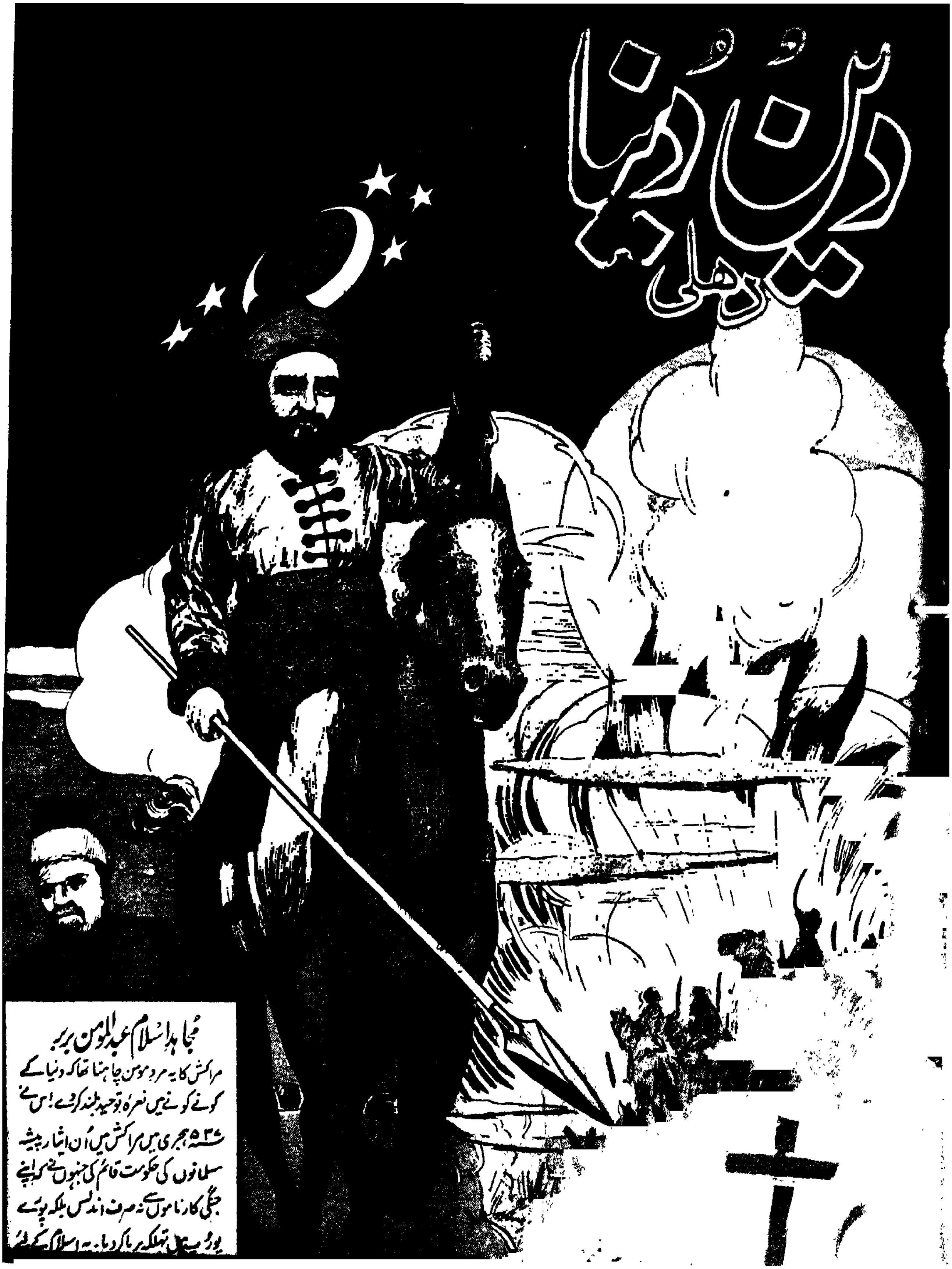
- ا۔ صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک
- ب۔ علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ
- ۱۔ ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث
- ۲۔ عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث
- ۳۔ ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث
- ۴۔ پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث
- ۵۔ حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث
- ۶۔ اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث
- ۷۔ تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث
- ۸۔ حسد ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث
- ۹۔ محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث
- ۱۰۔ غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث
- ۱۱۔ اسلامی تمدن اور معاشرت کے بارے میں احادیث
- ۱۲۔ والدین اعزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث
- ۱۳۔ زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث
- ۱۴۔ عورت اور پردے کے بارے میں احادیث
- ۱۵۔ تجارت معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث
- ۱۶۔ موت اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
- ۱۷۔ انبیاء اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
- ۱۸۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
- ۱۹۔ رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
- ۲۰۔ نہایت مفید اور کارآمد منتخب احادیث

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ مل جائیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ مرد، عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت تقریباً پانچسو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ ٹائیٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف Rs. 15-00

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH


دین دنیا
دہلی
مجاہد اسلام عبدالمومن بربر
مراکش کا یہ مرد مومن چاہتا تھا کہ دنیا کے
کونے کونے میں نعرۂ توحید بلند کر دے! اس نے
۵۳۷ھ ہجری میں مراکش میں ان ایثار پیشہ
مسلمانوں کی حکومت قائم کی جنہوں نے اپنے
جنگی کارناموں سے نہ صرف اندلس بلکہ پورے
یورپ میں تہلکہ برپا کر دیا۔ یہ اسلام کے



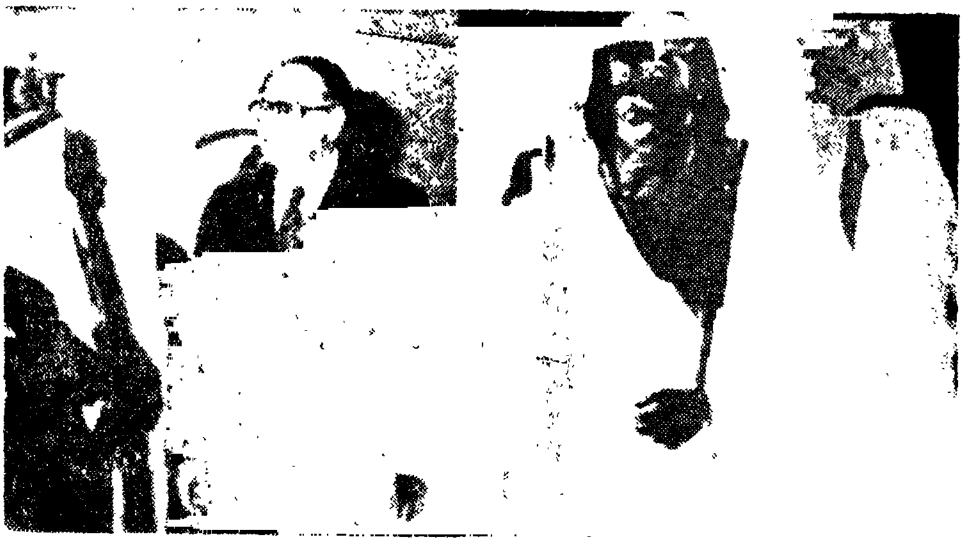
امیر بحرین ،، شیخ عیسیٰ بن سلمان ،، اور وزیر اعظم قطر ،، شیخ حماد ،، بحرین کے ہوائی اڈے پر



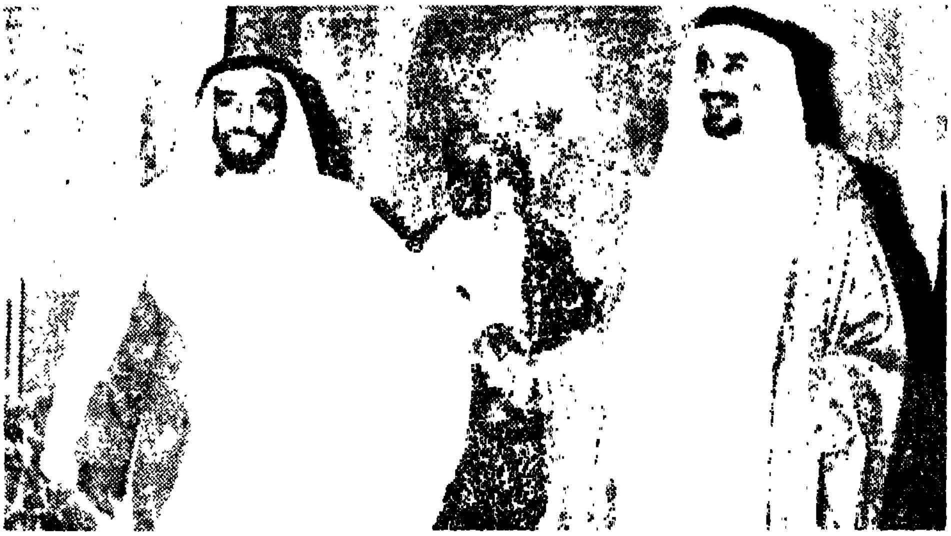




وزیر اعظم "اندرا گاندھی" کویت کے امیر "شیخ جابر الاحمد الصباح" کے ہمراہ [illegible]
اندرا جی کے کویت کے دورے کے موقع پر لی گئی تھی



سعودی ولیعہد "شہزادہ فہد" کی جانب سے آسٹریا کے چانسلر "مسٹر کریسکی" کا ریاض میں خیر مقدم



سعودی عرب کے بادشاہ "شاہ خالد" (دائیں جانب) متحدہ عرب امارات کے صدر
"شیخ زاید بن سلطان" کا ریاض میں خیر مقدم کر رہے ہیں



اسلامی ڈیولپمنٹ کے صدر، اور بنگلہ دیش کے ایک نمائندہ کے درمیان ایک معاہدہ۔امدادی
معاہدہ کے کاغذات کی تکمیل ہو رہی ہے



عراق کے بعث پارٹی کے لیڈر" طٰہٰ محی الدین" تقریر کر رہے ہیں اور عراق کے صدر صادام حسین برابر میں تشریف فرما ہیں



ہم خود ہتھیار بناتے ہیں۔ غاصب روس کے خلاف ہمیں بیرونی اسلحہ کی ضرورت نہیں افغانی مجاہدین اپنے بنائے ہوئے ہتھیاروں کا مظاہرہ کرتے ہیں



ٹیکسوں کی بھرمار اور گرانی نے ہمارا دھڑ توڑ دیا ہے۔ گرانی کے خلاف ایک مظاہرہ

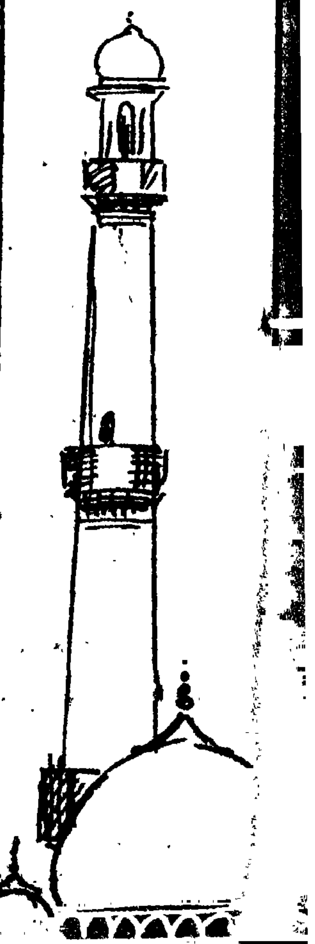
ٹیلیفون نمبر ۲۶۲۲۵۰

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

نمبر ۴	اپریل ——— ۱۹۸۲ء	جلد ۶۲



قیمت فی پرچہ	ترسیل زر کا پتہ	قیمت سالانہ
دو روپیے پاکستان، بنگلہ دیش اور برما سے پچاس روپیہ غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ	دفتر ماہنامہ دین دنیا دین دنیا ہاؤس......... جامع مسجد دہلی ڈاک یا منی آرڈر سے دو روپے زائد کا خرچہ ہے اس لئے منی آرڈر سے بھیجیے	بائیس روپے ششماہی بارہ روپے

مفتی شوکت علی فہمی ۔ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، و پروپرائٹر نے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا۔

۷۸۶

رفتارِ زمانہ

(شوکت علی فہمی)

زہر میں ڈوبی ہوئی تاریخیں

غنیمت ہے کہ حکومت کو اِنکی مضرت کا احساس تو ہوا

آزادی کے ۳۴ سال گزرنے کے بعد غنیمت ہے کہ حکومت ہند کو اُن زہریلی تاریخوں کی مضرت کا احساس تو ہوا جنھوں نے ہمارے ملک کے اتحاد اور یکجہتی کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ ہمکو یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی کہ حکومت ہند کی وزارتِ تعلیم تاریخ ہند کو اُس زہر سے پاک کر دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ جو برطانوی دورِ حکومت میں ہندوستان کی من گھڑت تاریخوں میں باہمی منافرت پیدا کرنے کی غرض سے ٹھونسا گیا تھا۔ اور یہ زہر آزادی کے پورے ۳۴ سال گزر جانے کے باوجود آج بھی جوں کا توں موجود ہے۔ یہ چیز ہمارے لئے اطمینان بخش ہے کہ اب وزارت تعلیم نے فرقہ پرستی کے زہر سے پاک تاریخ ہند کو از سرِ نو مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ طے پایا ہے کہ پورے ملک کے اسکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جانے والی تاریخوں کو اِس ڈھنگ سے مرتب کیا جائے کہ اُن کے ذریعہ فرقہ وارانہ اتحاد اور یگانگت کے بڑھانے میں پوری پوری مدد مل سکے۔

تاریخ کے اسکالر ہونے کی بنا پر ہماری پوری ایمانداری کے ساتھ یہ رائے ہے کہ ہندوستان کی تاریخ شروع ہی سے ہمیشہ فرقہ پرستی سے پاک رہی ہے۔ ہندو دورِ حکومت میں بھی اور مسلم دورِ حکومت میں بھی اِس ملک میں فرقہ پرستی کے نام کی کوئی چیز ہی موجود نہیں تھی۔ چنانچہ اگر ہندوستان کی تاریخ کے اُس دور کا مطالعہ کیا جائے جبکہ ہندوستان میں ہندو راجاؤں کی حکومت تھی۔ اور مسلمان اِس ملک میں بطور شہری کے آباد ہو چکے تھے۔ تو ہمیں آسانی سے اندازہ ہو جائے گا کہ ہندو راجاؤں نے اپنے دورِ اقتدار میں کیسی فراخ دلی کے ساتھ اپنے مسلم شہریوں کے ساتھ برتاؤ کیا ہے یعنی ہندو دورِ حکومت سے لیکر مغل دورِ حکومت کے خاتمہ تک یہ ملک یگانگت اور یکجہتی کا گہوارہ بنا رہا ہے۔ اِس لئے ضرورت اِس کی نہیں ہے تاریخ ہند کو از سرِ نو مرتب کیا جائے۔ بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ تاریخ ہند سے اُن غلط اور زہریلے واقعات کو نکال دیا جائے جو انگریزوں کے دورِ حکومت میں سیاسی غرض کے لئے اِس ملک کے ہندو اور مسلمانوں میں منافرت پیدا کرنے کی غرض سے ٹھونسے گئے ہیں یا اب بھی ٹھونسے جا رہے ہیں۔

تاریخ ہند کے دو دور تاریخی اعتبار سے بہت بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ایک دور تو ہندو حکومت کا آخری دور ہے یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان اِس ملک میں سیّاحوں یا تاجروں کی حیثیت سے آئے تھے۔ اور یہاں کے اکثر و بیشتر علاقوں میں بطور شہری آباد ہو گئے تھے۔ اور تاریخ ہند کا دوسرا اہم دور وہ ہے جو فاتح سندھ محمد بن قاسم کے ہندوستان میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہونے کے بعد شروع

ہوتا ہے۔ یہ دونوں ہی دور اس ملک کے باشندوں کے فرقہ وارانہ اتحاد اور مذہبی رواداری و یکجہتی کا نہایت ہی شاندار اور مثالی دور ہے۔ جس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ طلوعِ اسلام کے بعد جب مسلمانانِ عرب ہندوستان میں سیاحوں اور تاجروں کی حیثیت سے آنے شروع ہوئے تو یہ ہندو راجاؤں کی حکومت کا آخری دور تھا۔ اس زمانہ میں جو راجہ ہی حکمراں تھے۔ وہ بڑے ہی وسیع نظر اور تعصب سے پاک تھے۔ اور انکی وسیع نظری ہی کی وجہ سے مسلمانوں کو اس ملک میں اپنے قدم جمانے اور اشاعتِ اسلام کے مواقع حاصل ہوئے تھے چنانچہ ہندو راجاؤں نے نہ صرف باہر سے آنے والے مسلمانوں کو اس ملک میں کاروبار بڑھانے میں مدد دی تھی بلکہ مساجد کی تعمیر میں بھی بڑی فراخ دلی کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ یعنی مالا بار کوچین کاریمنڈل سراندیپ۔ اور مالدیپ میں جتنی بھی مساجد اس زمانہ میں تعمیر کی گئی تھیں۔ اُن کے لئے زیادہ تر زمینیں ہندو راجاؤں نے ہی دی تھیں خود عرب مورخ مسعودی نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے۔

اسی طرح تاریخ ہند کے دوسرے دور میں جب مسلمان فاتح کی حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور محمد بن قاسم کی فتوحات کے بعد ہندوستان میں مسلم حکومت کا ایک نیا دور شروع ہوا تو یہ بھی ہندو مسلم یکجہتی کا بے مثال نمونہ تھا۔ چنانچہ ہمارے ملک کے تقریباً سب ہی مورخ اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ محمد بن قاسم نے اس ملک کے قدیم باشندوں کے ساتھ انتہائی مذہبی رواداری کا سلوک کیا۔ اُس نے سندھ میں بودھوں اور ہندوؤں کے مندروں کو بدستور قائم اور برقرار رکھا۔ جنگ کے دوران جو مندر ٹوٹ گئے تھے اُنہیں از سر نو سرکاری خزانہ سے تعمیر کرایا۔ یہاں کے قدیم باشندوں کو اُن کی اپنی حکومت میں جو شہری حقوق حاصل تھے۔ وہ جوں کے توں برقرار رہے۔ دیبل یعنی کراچی کا حاکم اعلیٰ ایک پنڈت کو مقرر کیا۔ اس پنڈت کے علاوہ کاکا، موکا اور سی ساگر وغیرہ کو غیر مسلم ہونے کے باوجود بڑے سے بڑے عہدے عطا کئے گئے۔ محمد بن قاسم کو اپنے ان ہندو وزرا اور عمالِ حکومت پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ ان کے مشورہ کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاتا تھا۔ اس کے علاوہ محمد بن قاسم نے مندروں کے اخراجات کے لئے چار فیصد حصہ لگان کا وقف کر دیا تھا۔

اور ایک محمد بن قاسم ہی پر کیا موقوف ہے اس ملک میں جتنے بھی مسلم حکمراں ہوئے ہیں۔ اُن میں سے بیشتر کی اسٹیٹ پالیسی مذہبی رواداری کا پر مبنی رہی ہے۔ سب ہی مسلم حکمراں ہندوؤں کا احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اکثر و بیشتر مسلم حکمرانوں نے ہندوؤں کے پرسنل لا کے مقدمات طے کرنے کا کام بھی ہندوؤں ہی کے مذہبی رہنماؤں کو سونپ رکھا تھا۔ غرضکہ پورے مسلم دور حکومت میں تعصب کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ایسی حالت میں ہمارے نزدیک اسکی قطعی ضرورت نہیں کہ تاریخ ہند کو از سر نو مرتب کیا جائے بلکہ ضرورت اسکی ہے کہ ڈاکٹر ایشوری پرشاد اور مسٹر ایم این رائے جیسے مورخوں کی سچی تاریخوں سے عوام اور طلبا کو روشناس کرایا جائے اور تاریخ ہند سے اس تمام زہریلے مواد کو خارج کیا جائے۔ جو نہ صرف انگریزی دور کا پیدا کردہ بلکہ اس زمانہ میں بھی بعض نام نہاد مورخ ایک منظم سازش کے تحت بدستور تاریخ ہند کو مسخ کرنے میں اور اُسے فرقہ پرستی کے زہر سے آلودہ کرنے میں مصروف ہیں۔

مثال کے طور پر ہمارے ملک میں ایک نئے نام نہاد مورخ "پی۔ این۔ اوک" پیدا ہو گئے ہیں۔ جنھوں نے ہندوستان کی تاریخ کو مسخ کرنے کی غرض سے ایک مستقل ادارہ "انسٹی ٹیوٹ آف ری رائٹنگ انڈین ہسٹری" کے نام سے نئی دہلی میں قائم کر رکھا ہے۔ یہ ادارہ درا صل نہ صرف تاریخ ہند کو مسخ ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس ملک میں جتنی بھی مسلم دور کی تعمیر کردہ تاریخی عمارتیں ہیں اُن پر سالہا سال سے "ہندو لیبل" لگانے کا فریضہ بڑی پابندی کے ساتھ انجام دے رہی ہیں۔ اس نام نہاد مورخ کے نزدیک تاج محل قطب مینار۔ دلی کا لال قلعہ۔ جامع مسجد دہلی اور سب ہی مسلم دور کی عمارتیں صرف ہندو عمارتیں ہی نہیں ہیں بلکہ قدیم زمانے کے ہندو مندر ہیں۔ اور وہ ان تمام مسلم عمارتوں کو ہندو عمارتیں قرار دینے کی پوری کوشش میں مصروف ہیں۔

اسی طرح ہندوستان کی تاریخ کو مسخ کرنے والے ایک اور مسرہرے مورخ "ڈاکٹر موجمدار" پیدا ہو گئے ہیں جن کی تاریخ دانی کی دھجیاں ہم گذشتہ دین دنیا کے کالموں میں اڑا چکے

ہیں۔ انھوں نے ایک بدنام زمانہ تاریخ "دی ہسٹری اینڈ کلچر آف انڈین پیوپل" کے نام سے لکھی ہے جس میں کہ نہ صرف شاہان ہند کے دور کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے بلکہ اسلام اور اسلامی نظام حکومت پر بھی نہایت ہی رکیک حملے کئے گئے ہیں۔ اور مسلمانوں پر وہی پرانا گھسا پٹا الزام لگایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں اسلام بزور شمشیر پھیلایا ہے اور اس کا منشا اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اس ملک کے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ منافرت کی خلیج وسیع کی جا سکے۔

اسی قسم کے ایک نام نہاد مورخ کوئی "موتی لال" پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے "محاصرہ چتوڑ" کی تاریخ سپرد قلم کی ہے۔ ان نئے مورخ نے تو اس شہنشاہ اکبر کو بھی نہیں بخشا جن کی رواداری کے سب ہی معترف ہیں۔ یہ مورخ شہنشاہ اکبر کو ہندوؤں کا سب سے بڑا قاتل قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اکبر نے چتوڑ کے راج محل میں قدم رکھا تو میان سے تلوار نکال لی اور قتل عام کا حکم دیدیا ساڑھے نو گھنٹے تک قتل عام جاری رہا۔ بے گناہ مردوں اور عورتوں کو ان کے گھروں سے نکال نکال کر قتل کیا گیا۔ لڑکیوں کی بے حرمتی کی گئی۔ بچوں کو آگ میں جھونک دیا گیا۔ کتنے مرے اس کا اندازہ مردہ جسموں سے اتارے ہوئے جنیوؤں کے وزن سے کیا گیا۔ اٹھائی من کے ساڑھے سات پنڈل (یعنی ۶۰۰ من وزن کے جنیو کے تاگے) لے کر فاتح اکبر اپنے ساتھ لے گیا۔ مگر چتوڑ کی یہ درد ناک داستان ہوتی اگر رانا ادے پور نے اس بات پر ہنا منگ ظاہر کر دی ہوتی کہ چتوڑ کی ایک خوبصورت راجپوتنی راجکماری اکبر کے حرم میں داخل ہو جائے کی بار انسانی ہوس انسان کی آنکھ کو اندھا کر دیتی ہے" ۶۰۰ من جنیو کے تاگوں کی فرضی داستان اس نام نہاد مورخ کی اشتعال انگیزی اور گپ بازی کی انتہا ہے۔

اور صرف یہی نہیں ہو رہا ہے بلکہ ہمارے ملک میں انگریزوں کے زمانہ کی سینکڑوں برس پرانی ایسی تاریخیں بھی نئے سرے سے طبع کی جا رہی ہیں جو اٹھارویں صدی کے آخر میں لکھی گئی تھیں۔ مثلاً اب سے ڈیڑھ سو برس قبل "چہار باغ پنجاب" کے نام سے ایک کتاب انگریزوں نے مسلمانوں اور سکھوں میں نفرت پیدا کرنے کی غرض سے شائع کی تھی اور اب اس کتاب کو خالصہ کالج امرتسر کے ریسرچ ڈیپارٹمنٹ نے نئے سرے سے دوبارہ شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں شہنشاہ جہانگیر اور شاہجہاں کے مظالم کی بے بنیاد کہانیاں درج ہیں۔ جن کے ذریعہ یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شاہان ہند نے سکھوں کے مذہبی رہنماؤں اور گوروؤں پر بے پناہ مظالم توڑے ہیں۔ یہ چیز قابل غور ہے کہ آخر انگریزوں کی تصنیف کرائی ہوئی منافرت پیدا کرنے والی ان کتابوں کی ازسرنو طبع کرانے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اس ملک کے مختلف فرقوں میں منافرت کو بڑھایا جائے۔ پھر رانی پدمنی اور سلطان علاؤ الدین کی فرضی کہانی اور حقیقت رائے کے بے بنیاد افسانہ کی تشہیر صاف طور پر یہ ظاہر کر رہی ہے کہ ہمارے ملک میں تاریخ کو مسخ کر کے منافرت بڑھانے کا کام ایک منظم سازش کے تحت ہو رہا ہے۔ اور ملک کی یکجہتی کے لئے اس زہر کو روکنے کی شدید ضرورت ہے۔

انگریز ہمارے ملک سے جا چکا ہے لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے ملک میں غلط تاریخی واقعات کے ذریعہ انگریزوں کے زمانہ سے بھی کہیں زیادہ فرقہ پرستی کا زہر پھیلایا جا رہا ہے ہمکو خوشی ہے کہ ہماری حکومت کو اس زہر کو دور کرنے کا خیال تو آیا۔ لیکن دیکھنا ہے کہ اس خیال کو عملی جامہ کیونکر پہنایا جاتا ہے اور اس پر عمل بھی ہو سکے گا یا نہیں۔

بنگلہ دیش میں فوجی انقلاب

بنگلہ دیش ایک ایسا نوزائیدہ ملک ہے جو یوم پیدائش سے لیکر آج تک برابر انقلابات کی زد پر ہے۔ بنگلہ دیش کے وجود میں آنے کے بعد جب مجیب الرحمن نے اقتدار سنبھالا تو چند روز بعد اُن کو اور اُن کے پورے خاندان کو قتل کر دیا گیا۔ اسی طرح جب صدر ضیاء الرحمن برسر اقتدار آئے تو اُن کا بھی صفایا کر دیا گیا۔ اور حالیہ انقلاب کے بعد جنرل ارشاد فوجی ڈکٹیٹر بن گئے ہیں اور سابق صدر جسٹس عبدالستار کو اُن کے مکان میں نظر بند کر دیا گیا ہے۔ بنگلہ دیش میں جو کچھ ہوا ہے وہ خلاف توقع نہیں ہے۔ بلکہ اس فوجی انقلاب کی پیشین گوئی کئی ماہ قبل خود جنرل ارشاد نے اپنی ایک ڈھاکہ کی تقریر میں کر دی تھی۔ انھوں نے کہا تھا۔

"یہ درست ہے کہ فوج کا کام ملک کا دفاع کرنا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ فوج کو خوش رکھا جائے۔ اُس کی آواز سنی جائے۔ فیصلہ کرتے وقت اور پالیسیاں بناتے وقت اُس کی نمائندگی ہونی چاہئے۔ اور اُس کے ساتھ ہی یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ فوج کو محرومی اور مایوسی سے بچایا جائے کیونکہ سابق صدر مجیب الرحمٰن اور جنرل ضیاء الرحمٰن کا قتل فوج میں احساسِ محرومی کا نتیجہ تھا۔ اگر موجودہ صدر نے بھی فوج کو مایوس کیا تو کوئی تعجب نہیں کہ اُنہیں بھی ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑے۔"

جنرل ارشاد نے دو تین ماہ قبل جو کچھ کہا تھا وہ کرکے دکھا دیا چنانچہ بنگلہ دیش میں مارشل لا لگا دیا گیا ہے آرمی چیف لفٹیننٹ جنرل ارشاد نے بغاوت کرکے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی ہے۔ ریڈیو بنگلہ دیش کے ایک اسپیشل بلیٹین میں کہا گیا ہے کہ صدر عبدالستار اور اُن کی ساری کیبنٹ کو عہدوں سے ہٹا دیا گیا ہے۔ اور جنرل ارشاد نے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔

بنگلہ دیش میں مارشل لا نافذ کرنے کے بعد ریڈیو اور ٹی وی سے قوم کے نام پیغام نشر کرتے ہوئے جنرل ارشاد نے کہا ہے کہ اُنھوں نے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھال لیا ہے کیونکہ عوامی زندگی میں کرپشن پھیلا ہوا تھا۔ اور برسرِ اقتدار پارٹی کے ممبر اقتدار کے لئے آپس میں جنگ کر رہے تھے اور برسرِ اقتدار پارٹی اپنی ذمہ داریاں فراموش کر چکی تھی۔ اقتدار کے لئے بدترین قسم کی رسہ کشی جاری تھی جس سے ملک کی سلامتی اور خود مختاری کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ اب میں اپنی پسند سے جسے چاہوں گا بنگلہ دیش کا صدر نامزد کر دوں گا اور صدر کو مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کی مرضی کے مطابق کام کرنا ہوگا۔ جنرل ارشاد نے عوام کو تھپکی دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ وہ سیاسی اقتدار اپنے ہاتھوں میں رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے بلکہ دیش میں جمہوری طرز حکومت کی بحالی کے حامی ہیں۔ جوں ہی موجودہ سنکٹ ختم ہو جائے گا عام انتخابات کرائے جائیں گے۔ اور ملک میں جمہوریت قائم کر دی جائے گی۔

ہر ایک ڈکٹیٹر عوام کو دم دلاسا دینے کے لئے جس طرح جمہوریت کے قیام کے وعدے کیا کرتا ہے اُسی طرح جنرل ارشاد نے بھی وعدے کرنے شروع کر دئے ہیں۔ پاکستان میں گزشتہ چار سال سے اسی طرح جمہوریت کے وعدے کئے جا رہے ہیں۔ لیکن بظاہر ابھی کوئی امید نہیں کہ مستقبل قریب میں پاکستان میں جمہوریت قائم ہو سکیگی اور اب یہی سب کچھ بنگلہ دیش میں بھی شروع ہو گیا ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ بنگلہ دیش کے نئے فوجی حکمراں جنرل ارشاد بھی پاکستان کے جنرل ضیا کی طرح بنگلہ دیش میں بھی جمہوریت کو غیر اسلامی قرار دینے کے بعد جنرل ضیا کے نقشِ قدم پر چلنا شروع کر دیں۔ اور اپنی ڈکٹیٹری کی مدت کو بڑھاتے رہیں۔

بنگلہ دیش ہمارا ایک ایسا پڑوسی ملک ہے جسکی سرحدیں ہمارے ملک سے ملی ہوئی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ ایک اسلامی ملک بھی ہے جو پاکستان سے کٹ کر عالم وجود میں آیا ہے۔ اس لئے ہماری دلی خواہش ہے کہ یہ پھولے پھلے اور ترقی کرے۔ لیکن اب جبکہ اس ملک میں بھی پاکستان کی طرح فوجی ڈکٹیٹرشپ قائم ہو چکی ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس ملک کا انجام کیا ہو کر رہے گا۔ کوئی تعجب نہیں کہ یہ غیر ملکی سرگرمیوں کا اڈا بن جائے۔ بلکہ بہت ممکن ہے "حالیہ فوجی انقلاب" میں بھی کسی غیر ملکی طاقت کا ہاتھ ہو۔ اور اگر ایسا ہے تو ہمارے لئے نئی نئی پریشانیاں کھڑی ہو سکتی ہیں۔

"اسلامی تلوار" کی فرسودہ داستان

ہمارے ملک میں رجعت پسندوں کا ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو "اسلام بزورِ شمشیر پھیلانے" کی فرسودہ داستان کو بار بار دہرا کر اس ملک کی ہندو اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنے میں ہمہ وقت مصروف ہے۔ لیکن یہ داستان اتنی پرانی اور پامال ہو چکی ہے کہ اس کی جانب خود اس ملک کے ہندوؤں کا ایک بڑا طبقہ توجہ کرنا تضیع اوقات سمجھتا ہے لیکن دہلی کا اخبار پرتاپ ہے کہ وہ اس فرسودہ داستان کو دہرائے چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں کیرالا ہائیکورٹ کے جسٹس قادر نے ہندوستان میں اسلام کی رواداری پر تقریر کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ — "اسلام کو محض اپنی رواداری کی بنا پر فروغ حاصل ہوا اور جبراً مذہب بدلنے کے لئے کہنا قرآن شریف کی ہدایات کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ -

ہندوستان میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس وقت ہندوستان ایک مسلم ملک بنا ہوا ہوتا"۔

حقائق کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو جسٹس قادر نے جو کچھ کہا ہے وہ حرف بحرف درست ہے۔ لیکن ایڈیٹر پرتاپ جسٹس موصوف کی اس تقریر پہ بے حد چراغ پا ہے۔ اور حسب عادت اس نے اپنی کج بحثی سے کام لیتے ہوئے پرتاپ میں لکھا ہے "ان ہی دنوں کیرل ہائیکورٹ کے جسٹس قادر نے ایک بھاشن میں کہا ہے کہ کسی کو جبراً اپنا دھرم بدلنے کے لئے کہنا قرآن شریف کی ہدایات کے خلاف ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ اسلام ہندوستان میں تلوار کے زور سے پھیلا اگر ایسا ہوتا تو ہندوستان اس وقت تک ایک مسلم دیش بنا ہوا ہوتا۔ کیونکہ مسلم حکمران اپنی طاقت سے ہندوؤں کو مسلمان بنا لیتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جسٹس موصوف نے آدھی بات کہی اور وہ بھی جان بوجھ کر۔ آپ نے یہ تو کہہ دیا کہ ہندوستان میں اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا لیکن یہ نہیں بتایا کہ اگر تلوار کے زور سے نہیں پھیلا تو کس طرح پھیلا"۔ (پرتاپ ۲۱ر جنوری)

میناکشی پورم اور جنوبی ہند میں ہریجن جس کثرت سے مسلمان ہو رہے ہیں اور جس بنا پر تبدیل مذہب کر رہے ہیں اس سے ایڈیٹر پرتاپ کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور اُسے معلوم ہو جانا چاہیئے کہ ہندوستان میں تلوار کے بغیر اسلام کس طرح پھیلا تھا خود جنوبی ہند کے غیر مسلموں نے عملی طور پر ایڈیٹر پرتاپ کے اس سوال کا جواب دے دیا ہے اور دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ شری جینا داس اختر اور ہندو قائدین جنوبی ہند کا دورہ کرنے کے بعد جو کچھ کہتے رہے ہیں۔ اُس سے بھی ایڈیٹر پرتاپ کو سبق لینا چاہئے چنانچہ پچھلے دنوں جنوبی ہند کا دورہ کرنے کے بعد ملک کے نامور صحافی جینا داس اختر نے لکھا تھا کہ۔

"ہریجن مسلمان بنتے رہیں گے انہیں مسلمان بننے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ ہریجنوں کو نل سے پانی نہیں بھرنے دیا جاتا۔ وہ چپل پہن کر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی سڑک سے گزر نہیں سکتے۔ اپنی ارتھی اُس راستہ سے نہیں جا سکتے اور اُن کا کوئی آدمی مر جائے تو اُس کی لاش ہندوؤں کی شمشان بھومی میں جلا نہیں سکتے۔ اب رہا اسلام وہ ذات پات کی تمیز کا پرچار نہیں کرتا اسلام نہایت سیدھا سادا مذہب ہے میں پوچھتا ہوں کہ اُن کروڑوں ہریجنوں کا کیا بنے گا جن کو آج بھی ہندو سماج میں باعزت انسان کا درجہ نہیں دیا جا رہا ہے"۔ اور اسی مقالہ میں شری جینا داس اختر نے اُن مسلمانوں کی رواداری کی تعریف کی ہے جو ہریجنوں کے ساتھ برابری کا سلوک کر رہے ہیں"۔

اور ایک جینا داس اختر ہی پر کیا موقوف ہے اس ملک کے درجنوں ہندو لیڈر اس بات کے معترف ہیں کہ اگر آج جنوبی ہند میں اچھوت کثرت سے اسلام کی جانب گرویدہ ہیں۔ تو یہ اسلام کی رواداری کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ ان حقائق اور واقعات کے ہوتے ہوئے بھی ایڈیٹر پرتاپ یہ رٹ لگا رہا ہے کہ اسلام اس ملک میں تلوار کے زور سے پھیلا ہے اس سے پوچھا جا سکتا ہے کہ آخر ان دنوں جنوبی ہند میں کونسی تلوار چل رہی ہے۔ جس کے خوف سے جنوبی ہند کے ہریجن اسلام قبول کر رہے ہیں۔ مگر ایڈیٹر پرتاپ سب کچھ جانتے کے باوجود آج بھی "اسلامی تلوار" کا فرسودہ افسانہ محض اس ملک کے دو طبقوں میں منافرت بڑھانے کے لئے دہرائے جا رہا ہے اور یہ بھولا ہوا ہے کہ اب جنوبی ہند کے تازہ واقعات کے بعد اس پامال افسانہ نے بالکل ہی دم توڑ دیا ہے۔

اور آخر میں ہم ایڈیٹر پرتاپ کی واقفیت کے لئے ہندوستان کے نامور مورخ ڈاکٹر ایشوری پرشاد کی وہ تحریر درج کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں جو مسلم دور حکومت کے بارے میں اُن کی تاریخ میں درج ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اگر مسلمان تنگ نظری اور فرقہ پرستی سے کام لیتے تو وہ اتنی طویل مدت تک ہندوستان پر حکومت نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ مسلم اقلیت ہندو اکثریت پر ظلم کرتی رہے اور خوددار ہندو اسے برداشت کرتے رہیں۔ مسلمانوں کی پالیسی ہمیشہ رواداری پر مبنی رہی ہے دھارمک معاملات میں انھوں نے کبھی مداخلت نہیں کی اُن کی کوشش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ غیر مسلموں کی ہمدردیاں زیادہ سے زیادہ حاصل کریں"۔

مگر اس ناقابل انکار تاریخی شہادت کے بعد بھی ایڈیٹر پرتاپ یہی رٹ لگاتا رہے گا کہ "ہندوستان میں اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے" کیونکہ اُس کا منشا یہی ہے کہ اس ملک کے دو بڑے مذہبی طبقوں میں منافرت پھیلے۔ کاش ہماری حکومت اس اشتعال انگیزی کے خطرناک نتائج پر غور کر سکتی اور فرقہ پرستی کا زہر پھیلانے والوں پر کوئی پابندی لگا سکتی۔

مہنگائی بڑھانے والا بجٹ

ہمارے ملک کے غریب عوام کے لئے اپریل کا مہینہ مصیبت بن کر آتا ہے۔ جبکہ اُن کی قوت برداشت کا خیال رکھے بغیر ہر سال کروڑوں کا نہیں بلکہ اربوں کروڑوں کا ٹیکس اُن کی جھکی ہوئی کمروں پر لاد دیا جاتا ہے۔ اور یہی برابر ۳۴ سال سے ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس سال بھی تقریباً ۶۔ ارب روپیہ کے ٹیکس لاد دئے گئے ہیں اور اس بجٹ پر بری طرح نکتہ چینی کی جا رہی ہے۔ شری بہوگنا نے کہا ہے کہ "بجٹ عام آدمی کے ساتھ قطعی دھوکہ ہے"۔ شری اٹل بہاری باجپئی نے کہا ہے کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بجٹ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی ہدایت پر تیار ہوا ہے۔ بجٹ میں درمیانہ طبقہ کے لئے کوئی راحت نہیں ہے"۔ شری جگ جیون رام نے بھی عوام کے لئے بجٹ کو مایوس کن قرار دیا ہے۔ شری ترلوک چودھری نے اُسے مایوس کن قرار دیا ہے۔

ہمارے ملک میں پہلے ہی مہنگائی میں کونسی کمی تھی۔ لیکن اس بجٹ کے بعد اور بھی بڑھ جائے گی۔ سمینٹ جیسی ضروریات زندگی کی چیزیں بھی گراں ہو جائیں گی کیونکہ بجٹ کی رو سے سمینٹ کی لیوی میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ مصنوعی دھاگوں۔ ٹائروں۔ کاغذ۔ ایلومونیم اور دوسری متعدد چیزوں پر ڈیوٹی میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بیڑی جیسی حقیر چیزوں کو بھی نہیں چھوڑا گیا ہے۔ ڈاک کے لفافوں اور انلینڈ لیٹروں پر زیادہ خرچ کرنا پڑے گا۔ البتہ پوسٹ کارڈ کو بخش دیا گیا ہے۔ ڈاک کے ذریعہ بھیجے جانے والے اخبارات اور رسائل پر تقریباً تین گنا محصول ڈاک بڑھا دیا گیا ہے۔ الکٹرانک سامان پر کسٹمز ڈیوٹی میں ۳۰ فیصد اضافہ کر دیا گیا ہے۔ لوہا اور اسٹیل بھی مہنگے ہو جائیں گے۔ مختصر یہ کہ اندرا کانگریس کے برسر اقتدار آنے کے بعد پہلی بار اتنے زیادہ ٹیکسوں والا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔

عام طور پر اس بجٹ کو سرمایہ داروں اور عشرت پسندوں کا بجٹ قرار دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ کارخانہ داروں اور سرمایہ داروں کو چھوٹ دی گئی ہے۔ صنعت کاروں کے لئے سہولتیں پیدا کی گئی ہیں۔ شراب کو ہاتھ تک نہیں لگایا گیا ہے۔ لاٹری کے ٹکٹوں کو نظر انداز کر کے جوئے بازی کو فروغ دیا گیا ہے۔ سینما کے ٹکٹوں پر بھی کوئی بار نہیں ڈالا گیا ہے۔ اور عشرت پسندی کے تقریباً پورے سامان جن میں قیمتی موٹر کاریں بھی شامل ہیں سب پر ہی چھوٹ دیدی گئی ہے۔ ایسی حالت میں عوام اس بجٹ سے کیونکر مطمئن ہو سکتے ہیں

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ ہر سال ۵ - ۶ - ارب کے نئے ٹیکس لگا دئے جائیں گے اور گزشتہ ۳۴ سال کے اندر تقریباً دوسو ارب کے ٹیکسوں کا بار غریب عوام پر لادھا جا چکا ہو تو گرانی آسمان پر نہیں پہنچے گی تو اور کیا ہوگا۔ حد ہے کہ ایک چیز پر دس دس بار ٹیکس لگایا جا چکا ہے۔ اور اس غلط ٹیکس پالیسی کا نتیجہ یہ ہے کہ سو روپیہ کے نوٹ کی قیمت صرف دس روپیہ رہ گئی ہے۔ اور دس روپیہ کا نوٹ ایک روپیہ کے برابر آن لگا ہے۔ یعنی جو چیز پہلے ایک روپیہ میں مل جاتی تھی اب اُس کی قیمت دس روپے ہو گئی ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ عوام سے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ حکومت اشیا کی قیمتوں کو نیچے لانے پر غور کر رہی ہے۔ ملک کے زعما سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جب تم روزانہ ٹیکس پر ٹیکس لگاتے چلے جاؤ گے تو اُس سے قیمتیں بڑھیں گی یا گھٹیں گی اور اس غلط ٹیکس پالیسی کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ نفع باز تاجر حکومت سے شہ پاکر نفع کمانے کی غرض سے قیمتوں میں اپنی طرف سے مزید اضافہ بھی کر دیتے ہیں۔ اور اُن چیزوں کی قیمتوں کو بھی بڑھا دیتے ہیں جن پر کہ ٹیکس نہیں لگایا گیا ہے۔

کانگریس کے بعد جب جنتا پارٹی برسر اقتدار آئی تھی تو عوام نے اُس سے غیر معمولی توقعات وابستہ کر لی تھیں۔ اسکے بعد جب کانگریس آئی کو اقتدار حاصل ہوا تو عوام کو توقع ہوئی کہ وہ حسب وعدہ ٹیکسوں میں راحت پیدا کرے گی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں کسی پارٹی کو بھی غریب عوام سے کوئی ہمدردی نہیں۔ اگر عوام سے ہمدردی ہوتی تو برسر اقتدار پارٹی عوام پر اربوں کا ٹیکس لادنے کی بجائے حکومت اور اُس کے وزراء کے اخراجات میں کمی کرتی۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ راشٹرپتی محل کے شاہانہ اخراجات بدستور قائم ہیں۔ گورنروں اور وزیروں کی بھاری تنخواہوں الاؤنسوں اور شاہانہ ٹھاٹ باٹ میں دن بدن اضافہ ہی ہو رہا ہے مگر کہا یہ جا رہا ہے کہ ہم امیری اور غریبی کے فرق کو کم کر رہے ہیں۔ حالانکہ گورنر اور وزرا سابق راجاؤں اور مہاراجاؤں جیسی زندگی بسر کر رہے ہیں اور غریب عوام کو نہ تو اطمینان کے ساتھ دو وقت کی روٹی میسر ہے اور نہ سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ ہے

معلوم نہیں کہ ہمارے ملک کے زعما کے دلوں میں کب غریب عوام کے لئے درد پیدا ہوگا۔

ایران کو اسرائیلی اسلحہ کی سپلائی

بی بی سی لندن نے اپنے "سیربین" نامی پروگرام کے تحت ایرانی ملاؤں کے ساتھ اسرائیل کی سازباز کا پردہ بالکل ہی فاش کر کے رکھ دیا ہے۔ اِس پروگرام کا عنوان تھا "نامکمل سودا" اسے پیش کرتے ہوئے بی بی سی کے رپورٹر فلپ نے بتایا ہے کہ

"۱۸ جولائی ۱۹۸۱ء کو اسرائیل سے ہتھیار لے کر ارجنٹائن کا ایک جہاز ایران جا رہا تھا جو روس کی سرحد پر تباہ ہوگیا جس سے یہ راز کھلا کہ عراق و ایران کی جنگ کو بھڑکانے کے لئے اسرائیل برابر ایران کو اسلحہ سپلائی کرتا رہا ہے۔ امریکی یرغمالوں کے سلسلہ میں امریکہ کی لگائی ہوئی پابندیوں کے باوجود اسرائیل نے ایران کو اسلحہ کی سپلائی خفیہ طور پر برابر جاری رکھی" نامہ نگار فلپ کا کہنا ہے کہ جہاز کی تباہی کے باعث اِس غیر محفوظ راستہ سے اسلحہ گولہ بارود اور فوجی ساز و سامان کی سپلائی عارضی طور پر بند کر دینی پڑی" بی بی سی ریڈیو نے تفصیلات میں جائے بغیر بتایا ہے کہ "پھر اس کے بعد اسرائیل نے ایران کو اسلحہ کی سپلائی اپنی بندرگاہ رشدود سے جاری رکھی اسرائیل کا اس سے منشا یہ تھا کہ اس طرح وہ عربوں اور فلسطینیوں کی طاقت کو توڑ سکے۔ اور اگر علامہ خمینی کی وفات ہو جائے تو ایران میں ایک اسرائیل دوست اور مغرب نواز حکومت قائم کی جا سکے" بی بی سی لندن نے یہ بھی بتایا ہے کہ "اسرائیلی وزیر دفاع شیرون نے اپنے امریکی دورے کے موقع پر امریکہ کو یہ ترغیب دینے کی ناکام کوشش کی تھی کہ امریکہ بھی ایران کو اسلحہ کی سپلائی مسترد کر دے"

ایرانی ملا کئی ماہ سے مسلسل ایران و اسرائیل ساز باز سے انکار کر رہے تھے۔ لیکن بی۔بی۔سی لندن نے اپنے اِس تازہ نشریہ کے ذریعہ علامہ خمینی اور اسرائیل کی دوستی کا بالکل ہی پردہ فاش کر کے رکھ دیا ہے۔ اور اب اِس بات میں ذرا بھی شک نہیں رہا کہ ایران اس وقت عراق سے جو جنگ لڑ رہا ہے اُس کی پوری طرح پشت پناہی وہ اسرائیل کر رہا ہے جو صرف عراق ہی کا نہیں بلکہ سب ہی عرب ملکوں کا دشمن نمبر اول ہے۔

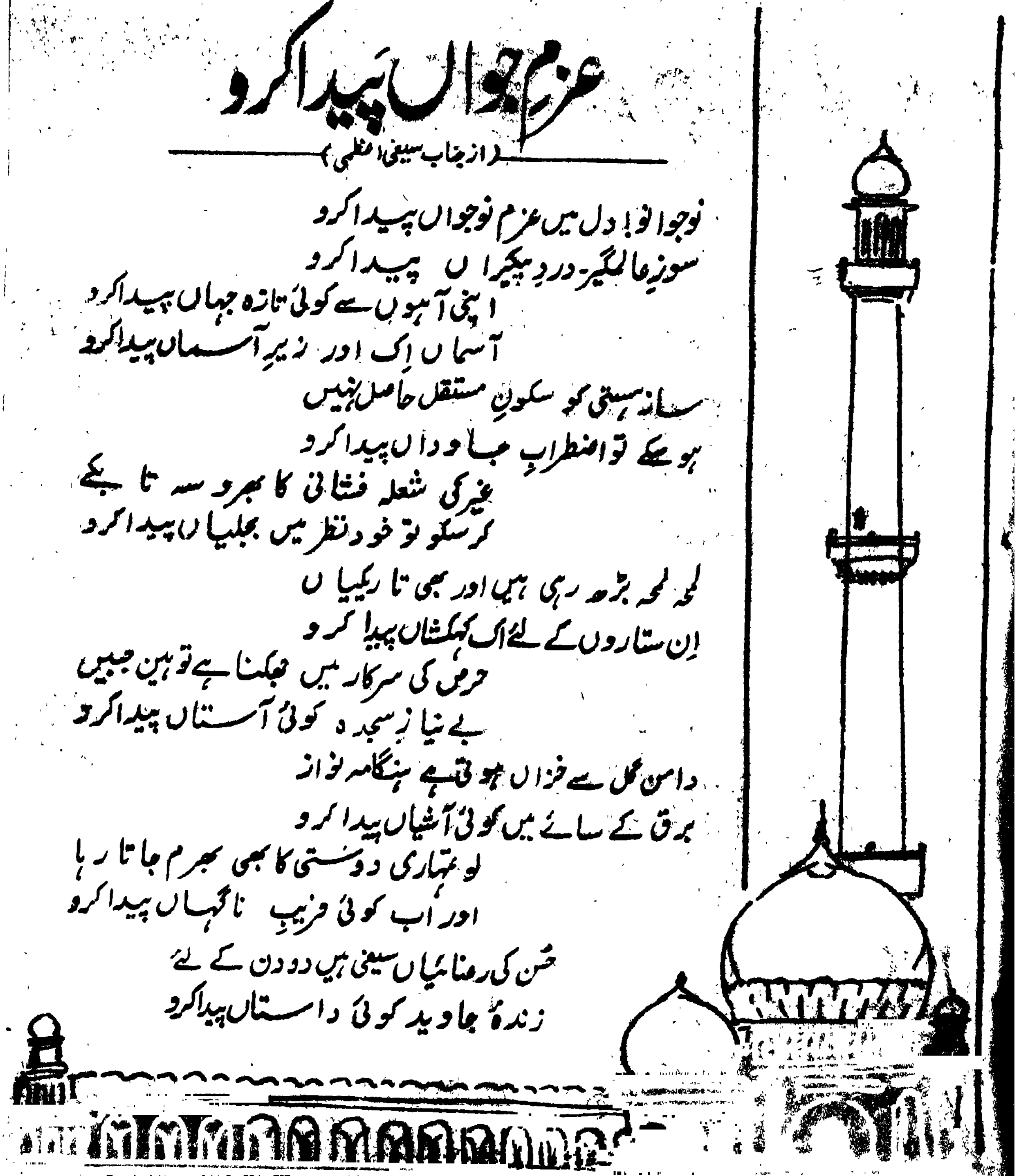
ایرانی ملاؤں کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے ایران میں ایک نیا "اسلامی انقلاب" برپا کیا ہے۔ لیکن یہ بڑا ہی عجیب غریب اسلامی انقلاب ہے کہ ایرانی ملا خفیہ طور پر اُس اسرائیل سے ساز باز کئے ہوئے ہیں۔ جو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ سب ہی کو معلوم ہے کہ اسرائیل وہ دشمنِ اسلام ہے۔ جس نے کہ مسلمانوں کے کعبہ اول یعنی بیت المقدس پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسجد کو اِس نے تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور مسجد اقصیٰ کے نیچے اسرائیل نے ایک ایسی سرنگ کھود رکھی ہے۔ تاکہ جب بھی موقعہ ملے بارود سے مسجد اقصیٰ کو اڑا دیا جائے۔

اسرائیل کی مسلم دشمنی صرف اسی حد پر جا کر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر بھی غاصبانہ قبضہ کا پروگرام بنائے ہوئے ہے۔ چنانچہ اسرائیلی پارلیمنٹ کے صدر دروازہ پر "عظیم اسرائیل" کا جو نقشہ آویزاں ہے اُس میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو بھی مجوزہ اسرائیلی سلطنت کا ایک حصہ دکھایا گیا ہے۔ نیز اسرائیل سب ہی تیل پیدا کرنے والے عرب اور غیر عرب ممالک پر قبضہ جمانے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے۔ جن کی نشاندہی اسی نقشہ میں کی گئی ہے یہاں تک کہ ایران کو بھی اس نقشہ میں اسرائیل کا ایک مقبوضہ ملک دکھایا گیا ہے۔ مگر اس کھلی اسلام دشمنی کے باوجود ایران کے ملا اسرائیل سے ساز باز کرنے میں کوئی برائی نہیں سمجھتے۔

ہم اِس سے پہلے بھی بتا چکے ہیں اور اب پھر یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایران میں آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایران میں علامہ خمینی کی طرح بہت سے ابن الوقت اِس سے قبل بھی پیدا ہو چکے ہیں۔ جن میں سے ایک حسن بن صباح بھی تھا جس نے کہ مسلمانوں کو اسلام کے نام پر دھوکہ دینے کے لئے دنیا ہی میں جنت بنا رکھی تھی۔ جس میں کہ حوریں بھی تھیں۔ اور شراب بھی اور اُس نے بھی مذہب کی آڑ لے کر نہ جانے کتنے اسلامی مشاہیر کو قتل کرایا تھا۔ اور کتنے مسلمانوں کو گمراہ کر دیا تھا۔ اگر دیکھا جائے تو علامہ خمینی اپنے دور کے دوسرے حسن بن صباح ہیں جن کی ابن الوقتی کو بی بی سی لندن نے اب بالکل ہی بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے

عزمِ جواں پیدا کرو

(از جناب سیفی اعظمی)



نوجوانو! دل میں عزمِ نوجواں پیدا کرو
سوزِ عالمگیر۔ دردِ بیکراں پیدا کرو
اپنی آہوں سے کوئی تازہ جہاں پیدا کرو
آسماں اِک اور زیرِ آسماں پیدا کرو

سازِ ہستی کو سکونِ مستقل حاصل نہیں
ہو سکے تو اضطرابِ جاوداں پیدا کرو
غیر کی شعلہ فشانی کا بھروسہ تا بکے
کر سکو تو خود نظر میں بجلیاں پیدا کرو

لمحہ لمحہ بڑھ رہی ہیں اور بھی تاریکیاں
اِن ستاروں کے لئے اک کہکشاں پیدا کرو
حرص کی سرکار میں جھکنا ہے توہینِ جبیں
بے نیازِ سجدہ کوئی آستاں پیدا کرو

دامنِ گل سے خزاں ہوتی ہے ہنگامہ نواز
برق کے سائے میں کوئی آشیاں پیدا کرو
لو تمہاری دوستی کا بھی بھرم جاتا رہا
اور اب کوئی حریفِ ناگہاں پیدا کرو

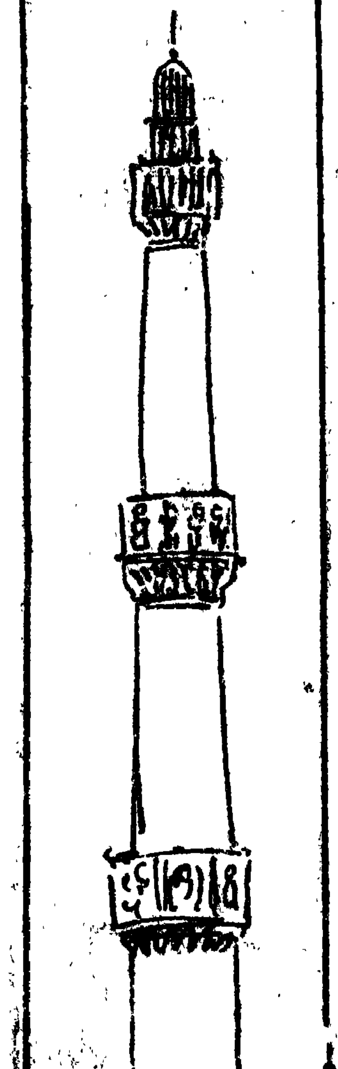
حسن کی رعنائیاں سیفی ہیں دو دن کے لئے
زندۂ جاوید کوئی داستاں پیدا کرو

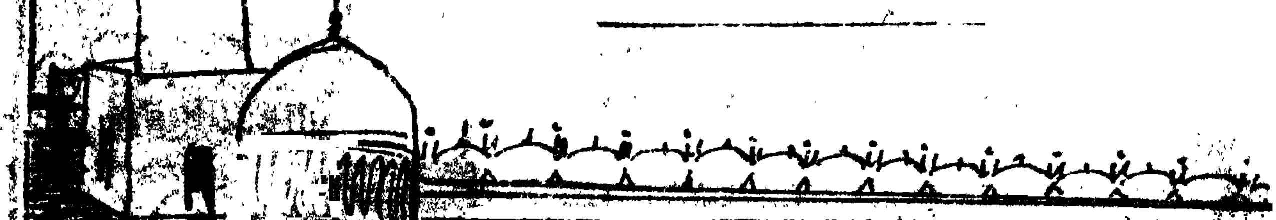
اللہ کا جمال دکھایا تو آپ نے

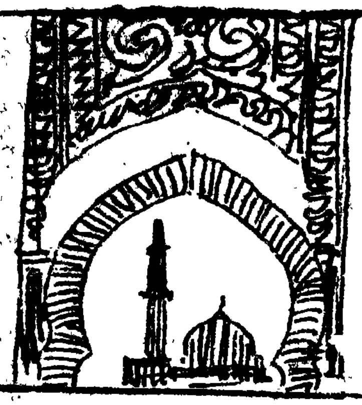
(از جناب مقبول نفیر آبادی)

توحید کا چراغ جلایا تو آپ نے ÷ کافور ظلمتوں کو بنایا تو آپ نے
خود آگہی کا جام پلایا تو آپ نے ÷ انساں ہر آدمی کو بنایا تو آپ نے
عزِ خلیل و عظمتِ قرآن کی قسم! ÷ کعبے کو کعبہ پھر سے بنایا تو آپ نے
جن و بشر تو کیا ہیں حجر اور شجر کو بھی ÷ کلمہ قسم خدا کی پڑھایا تو آپ نے
بنجر پڑی ہوئی تھی ہزاروں برس سے جو ÷ شاداب اُس زمین کو بنایا تو آپ نے
ہر رسمِ جبر و جور مٹا کر جہان سے ÷ شبنموں کو پتھروں سے بچایا تو آپ نے
انسانیت سسک کے جو دم توڑنے کو تھی ÷ آبِ حیات اس کو پلایا تو آپ نے
جن شعلوں کی لپیٹ میں آدم کی نسل تھی ÷ ابرِ کرم سے اُن کو بجھایا تو آپ نے
قیصر تھا کوئی کوئی تھا کسریٰ بنا ہوا ÷ اِن سرکشوں کے سر کو جھکایا تو آپ نے
ڈھا کر بلند و پست کی ہر حدِ امتیاز ÷ حاکم غلاموں کو بھی بنایا تو آپ نے
الحاد اور کفر کی پرسوز دھوپ سے ÷ واللہ اس جہاں کو بچایا تو آپ نے
کثرت کی ہر چٹان کو وحدت کی ضرب سے ÷ محبوبِ ذوالجلال گرایا تو آپ نے
دے کر پیامِ امن و مساوات و آشتی ÷ بچھڑے ہوئے دلوں کو ملایا تو آپ نے
اُس بھیڑ میں بتوں کی جو سچ بات پوچھیے ÷ اللہ کا جمال دکھایا تو آپ نے

مقبولِ کائنات، حبیبِ خدائے پاک
خیرِ امم ہمیں جو بنایا تو آپ نے







گذشتہ سے پیوستہ

تعلیم القرآن

پندرھواں پارہ ۔ سبحان الذی ۔ سورۂ کہف

(از ادارہ دین دنیا)

ہم ذیل میں قرآن پاک کے پندرہویں پارہ کی تعلیمات کی نویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کی نصیحت کے لئے توحید پرست اصحاب کہف کے حالات بیان فرمائے ہیں ۔

ہم نے اصحاب کہف پر نیند طاری کر دی

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ ...... اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا

ترجمہ :۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے (ان کا واقعہ یہ ہے کہ) جب وہ نوجوان غار میں پناہ گزیں ہوئے تو بولے ۔ اے رب ہم پر اپنی طرف سے رحم کر اور ہمارے معاملہ میں ہمارے لئے کامیابی کی راہ نکال ۔ ہم نے انہیں چند سال کے لئے غار میں سلا دیا ۔ پھر ہم نے انہیں جگا دیا تاکہ ہم معلوم کریں کہ دونوں گروہوں میں کس نے اُن کے (غار میں) رہنے کی مدت یاد رکھی ہے ۔

تشریح :۔ اے رسول کیا تم سمجھتے ہو کہ اصحاب کہف اور رقیم کا واقعہ ہماری نشانیوں میں سے ایک ایسا واقعہ ہے جو بڑا عجیب و غریب ہے ۔ اِس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب اُن چند نوجوانوں نے ایک ظالم و جابر اور بت پرست بادشاہ کے جبر و استبداد سے بھاگ کر رقیم کے غار میں پناہ لی تو اُنھوں نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر رحم فرما اور ہماری مقصد بر آری کر یعنی ہمیں دشمن کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھ ۔ چنانچہ ہم نے اُن کی دعا قبول کی اور انہیں اُسی غار میں چند سال کے لئے سلا دیا ۔ پھر ایک مدت گزرنے کے بعد ہم نے انہیں بیدار کر دیا تاکہ ہم معلوم کریں کہ دونوں گروہوں میں سے کس نے اُن کے غار میں رہنے کی مدت یاد رکھی ہے

اصحاب کہف کا صحیح واقعہ

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ .... وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۵

ترجمہ :۔ ہم ٹھیک ٹھیک تمہیں اُن کا واقعہ سناتے ہیں وہ (اصحاب کہف) چند ایسے نوجوان ہیں جو اپنے رب پر ایمان لا چکے تھے ۔ اور ہم نے اُن کی ہدایت میں اور بھی ترقی کر دی تھی اُن کے دل ہم نے مضبوط کر دئے تھے چنانچہ وہ کہنے لگے ہمارا رب زمین و آسمان کا رب ہے ہم اُس کے سوا ہرگز کسی (جھوٹے) معبود کو نہ پکاریں گے کیونکہ ایسی صورت میں ہم ایک بے جا بات کریں گے ۔ اور یہ جو ہماری قوم ہے اُس نے خدا کو چھوڑ کر اُس کے سوا بہت سے معبود مقرر کر رکھے ہیں ۔ یہ ان معبودوں کے حق میں کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے بھلا اللہ پر جو جھوٹ باندھے اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے ۔ (اے ساتھیو) جب تم اُن سے اور اُن کے (جھوٹے) معبودوں سے جو اللہ کے سوا ہیں بے تعلق ہو گئے ہو تو کسی غار میں جا بیٹھو تمہارا رب اپنی رحمت تم پر پھیلائے گا ۔ اور تمہارے لئے تمہارے اِس کام میں تمہیں کامیابی عطا کرے گا ۔ اور (اے محمد) تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو اُن کے غار سے بچ کر داہنی طرف کو جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں طرف کو کترا جاتا ہے اور وہ وہاں ایک کشادہ جگہ میں ہیں ۔ یہ بات اللہ کی آیتوں ۔ معجزات میں سے ہے ۔ جس کو اللہ نے ہدایت دی وہی ہدایت

پاتا ہے اور جسے وہ بے راہ کر دے تو اُس کے لئے تم کوئی رہنما یا دوست نہیں پاؤ گے۔

تشریح :۔ اے رسول! اب ہم اصحاب کہف کے صحیح صحیح حالات بیان کرتے ہیں۔ اصحاب کہف چند توحید پرست نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر سچے دل سے ایمان لے آئے تھے پھر ہم نے اُن کی ہدایت میں اور بھی اضافہ کر دیا تھا یعنی اُنہیں ولایت کا درجہ دیدیا تھا۔ اور اُن کے دلوں کو صبر و استقلال سے مضبوط بنا دیا تھا۔ چنانچہ جب اُن کی توحید پرستی پر اعتراض کیا گیا تو انھوں نے کہا۔ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار ہے۔ اُس کے سوا ہم کسی دوسرے معبود کا نام ہرگز نہیں لیں گے اگر ہم ایسا کریں گے تو یقیناً ایک نہایت ہی لغو بات کے مرتکب ہوں گے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ اور ہماری قوم گمراہ ہے جس نے کہ اللہ کے سوا بہت سے نام نہاد معبود بنا رکھے ہیں۔ اگر ان کے خانہ ساز معبود سچے ہیں تو یہ اِن معبودوں کے حق میں کوئی قابلِ یقین ثبوت کیوں نہیں پیش کرتے۔ بھلا اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس نے کہ اللہ کے شریک ٹھہرا کر اللہ پر بھی تہمت لگا دی ہے۔

(اصحاب کہف نے یہ باتیں اُس ظالم بادشاہ کے روبرو کہی تھیں جو لوگوں کو بت پرستی کے لئے مجبور کرتا تھا۔ پھر جب وہ یہ باتیں کہہ کر دربار سے نکلے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے) جب تم لوگوں نے اِن باطل پرستوں اور اِن کے جھوٹے معبودوں سے کنارہ کشی ہی اختیار کر لی ہے تو بہتر یہ ہے کہ شہر سے دور چل کر کسی غار میں بیٹھ جاؤ تاکہ وہاں اطمینان سے عبادت کر سکو اور تمہارا رب تم پر اپنی رحمت نازل کر سکے۔ اور تمہارے ارادوں میں استحکام اور استقلال پیدا ہو سکے۔

اِس کے بعد یہ اصحاب کہف شہر سے دور غارِ رقیم میں جا کر پناہ گزیں ہو گئے۔ اور تسبیح و تحمید میں مشغول رہنے لگے۔ اور اے نبی اگر تم اُس غار کو دیکھو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اُن کے غار سے داہنی جانب کو ہٹ کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں طرف کو کترا جاتا ہے یعنی اس غار پر تمام دن سایہ رہتا ہے اور یہ بات اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور اللہ جسے ہدایت کرے وہی ہدایت پاتا ہے۔ اور جسے گمراہ کر دے تو اُس کے لئے تم کوئی رفیق یا رہنما نہیں پا سکو گے۔ یعنی اُسے کوئی بھی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔

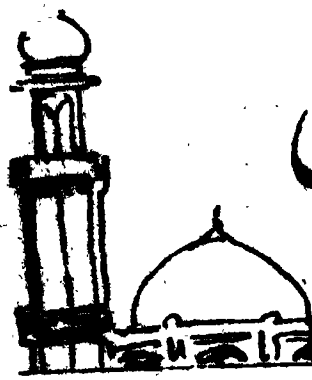
پھر ہم نے اصحاب کہف کو بیدار کر دیا

وَتَحْسَبُهُمْ .... وَلَنْ تُفْلِحُوْا إِذًا أَبَدًا ۵

ترجمہ :۔ اصحاب کہف کو اگر تم دیکھتے تو یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ اور ہم اُن کی داہنی اور بائیں کروٹیں بدلتے رہتے تھے۔ اور اُن کا کتا دہلیز پر بازو پھیلائے پڑا تھا۔ اگر تم اُنہیں جھانک کر دیکھتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے اور تمہارے دل پر اُن کا خوف طاری ہو جاتا پھر اسی طرح ہم نے اُنھیں جگا بھی دیا تھا۔ تاکہ آپس میں باتیں کریں اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کتنی دیر یہاں رہے ہو وہ بولے ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے۔ پھر بولے یہ تو تمہارے رب ہی کو خوب معلوم ہے کہ یہاں کتنی مدت تک رہے ہیں اب اپنے میں سے کسی کو روپیہ دیکر اِس شہر میں بھیجو تاکہ وہ معلوم کرے کہ پاک کھانا کس دکان پر ہے وہ اسے تمہارے پاس لے آئے۔ وہ نرمی سے بات کرے اور کسی کو تمہارے حال کی خبر نہ ہونے دے (یاد رکھو) اگر تم اہل شہر کے ہاتھ آ گئے تو وہ یا تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا اپنے دین میں تمہیں لوٹانے کی کوشش کریں گے۔ اور اگر ایسا ہوا تو تم پھر کبھی نجات نہ پا سکو گے۔

تشریح :۔ اگر تم اصحاب کہف کو دیکھو تو یہ خیال کرو جیسے کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ سو رہے ہیں بیدار اس لئے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اُن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ اسکے علاوہ ہم اُنکی داہنی طرف اور بائیں طرف کی کروٹیں بھی بدلتے رہتے ہیں اور اُن کا کتا غار کے دروازے پر اپنے بازو پھیلائے پڑا ہے اور اے نبی اگر تم انہیں جھانک کر دیکھو تو اُن کی طرف سے منہ پھیر کر بھاگو اور اُن کی دہشت تم پر غالب [illegible] (4)

قلم الحدیث



سپاہیانہ زندگی مسلمان کیلئے ضروری

سچے مسلمان کی نشانی اعلیٰ کردار۔ برے افعال کی تائید بھی گناہ

(از شوکت علی فہمی)

ذیل میں مسلمانوں کی ہدایت اور نصیحت کیلئے احادیث کی مستند کتب سے رسول اللہ صلعم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جو مسلمانوں کے لئے بہترین شمع ہدایت ہیں۔ یہ وہ جواہر پارے ہیں جن کے ذریعہ مسلمانوں کی دنیا بھی سدھر سکتی ہے اور عاقبت بھی۔

سپاہیانہ زندگی مسلمان کیلئے ضروری

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور اس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ دنیا کی جس قوم میں جتنے زیادہ سپاہیانہ جوہر ہوتے ہیں۔ وہ قوم دنیا میں اتنی ہی زیادہ عظمت اور سربلندی حاصل کرتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ پیروان اسلام میں زیادہ سے زیادہ سپاہیانہ روح پیدا فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضہ حدیث بیان کرتے ہیں۔

یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یاد رکھو۔ تیر اندازی ایک طاقت ہے سن لو تیر اندازی ایک قوت ہے۔ یاد رکھو تیر اندازی ایک طاقت ہے۔ عنقریب تمہارے لئے زمینوں کو فتح کیا جائے گا۔ اور اس فتح کے معاملہ میں خداوند تمہاری اعانت کرے گا۔ تم کو چاہئے کہ تم تیروں سے کھیلنے میں یعنی تیر اندازی کی مشق کرنے میں سستی نہ کرو۔ (مسلم)

اگرچہ اس زمانے میں جبکہ جدید آلات حرب دریافت ہو چکے ہیں اور تیر و تفنگ کی کوئی قیمت باقی نہیں رہی۔ لیکن آج سے چودہ سو برس قبل یہی وہ جنگی ہتھیار تھا جو تمام اسلحہ سے بڑا اور موثر تھا۔ اور اس کی مشق کے لئے رسول اللہ صلعم کا مسلمانوں کو ہدایت فرمانا اس بات کو صاف طور پر واضح کر دیتا ہے کہ حضور اکرم سپاہیانہ زندگی کو بے حد پسند فرماتے تھے۔

رسول محترم کی اس سپاہیانہ تعلیم و تربیت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ۔ پوری کی پوری مسلم قوم سپاہی بن گئی تھی۔ اور مسلمان عراق اور شام کی فتح کے بعد سیلاب کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئے تھے اور نصف صدی سے بھی کم میں دنیائے معلوم کے بیشتر حصہ کے مالک و مختار بن گئے تھے۔

پھر اس کے بعد جوں جوں مسلمانوں میں سے سپاہیانہ اسپرٹ کم ہوتی گئی ان میں عشرت پسندی اور آرام طلبی کا مرض بڑھتا گیا جس سے کہ ان کی طاقت کم ہو گئی اور دشمنان اسلام کا غلبہ ہوتا گیا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم سپاہیانہ زندگی اختیار کئے بغیر ابھر ہی نہیں سکتی۔ اگر غور کیا جائے تو اس حدیث کے ذریعہ رسول محترم نے نہ صرف مسلمان قوم بلکہ دنیا کی جملہ اقوام کو زندہ رہنے کا راز بتا دیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے اندر سپاہیانہ روح پیدا کریں۔ اور اپنے آپ کو اس عشرت پسندی سے دور رکھیں جو قوموں کو مردہ بنا دیتی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جو قومیں بھی عشرت پسند بن گئیں وہ تباہ اور برباد ہو گئی ہیں۔

سچے مسلمان کی نشانی "بلند کردار"

اسلام نے اپنے متبعین کی ایک ایسی مثالی جماعت دنیا کے سامنے پیش کی ہے جن کا کردار ہمیشہ دوسروں کے مقابلہ میں بلند رہا ہے اور رسول محترم بھی ہمیشہ اُن ہی مسلمانوں کو پسند فرماتے تھے جن کا کردار بلند ہوتا تھا۔ اس بارے میں صحیح حدیث ہے۔

حضرت عمرو بن عبید رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ سچے مسلمان کی شان کیا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ پاکیزہ کلام کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔ اس کے بعد میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ ایمان کی علامت کیا ہے۔ حضور نے فرمایا صبر و سخاوت۔ پھر میں نے پوچھا کہ سب سے بہتر اسلام کس کا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اُس شخص کا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ پھر میں نے پوچھا۔ ایمان کی سب سے بہتر بات کیا ہے۔ فرمایا اچھا خلق پھر میں نے پوچھا سب سے بہتر ہجرت کونسی ہے تو فرمایا اُن کاموں کو چھوڑ دینا جن سے تمہارا رب ناخوش ہوئے (مسند امام احمد)

رسول محترم کی اس جامع حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور نے مسلمانوں کو فضول گوئی سے پرہیز اور پاکیزہ کلام کی تعلیم فرمائی ہے۔ نیز غربا پروری، فیاضی، اور صبر و تحمل کی ہدایت کی ہے۔ اسکے بعد مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ حتی المقدور پاکیزہ اخلاق اختیار کریں۔ اور ایسی تمام برائیوں سے پرہیز کریں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔ گویا ایک سچے مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ ہر اعتبار سے بلند کردار ہو کاش مسلمان اپنے اندر یہ تمام خصوصیات پیدا کر سکیں۔

بُرے افعال کی تائید بھی گناہ

اسلام حق و صداقت کی آواز بلند کرنے کے لئے دنیا میں آیا اور اُس نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ حق و صداقت کے معاملہ میں کسی کے ساتھ بھی رو رعایت نہ کریں چاہے۔

حضرت ام سلمہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

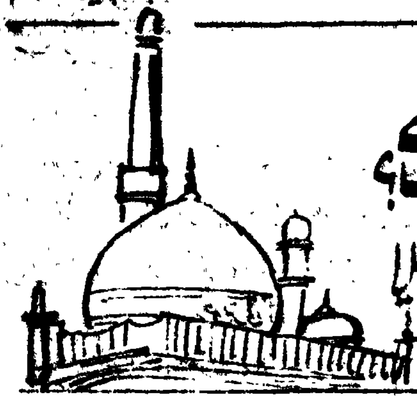
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب کچھ ایسے حکمراں ہوں گے جو اچھے کام بھی کریں گے اور برے بھی۔ پس جس شخص نے حکمراں کے برے کام کو برا سمجھا وہ اپنے فرض سے بری ہو گیا۔ اور جس نے اُس کے برے فعل کی نسبت اُس کے منہ پر کہہ دیا کہ تمہارا یہ فعل مذموم ہے وہ سالم رہا۔ لیکن اُس کے (برے فعل) پر اظہار رضامندی کرنے والا اس کے گناہ میں شریک ہو گیا" (مسلم)

اس حدیث کے ذریعہ رسول محترم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ حکمرانوں کے برے افعال کی ہرگز تائید نہ کریں بلکہ مسلمانوں کا فرض یہ ہے کہ وہ اُنہیں برے افعال پر ٹوک دیں خواہ اُنہیں اپنی حق گوئی کی بنا پر مشکلات ہی میں کیوں نہ مبتلا ہونا پڑے

تعلیم القرآن

(باقی مضمون صفحہ ۹)

جس طرح ہم نے اصحاب کہف کو سلا دیا تھا۔ اُسی طرح ہم نے اُنہیں بیدار بھی کر دیا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کریں۔ جب یہ جاگے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تم کتنی دیر یہاں سوتے رہے ہو وہ بولے کہ ایک دن یا اس سے بھی کم پھر بولے کہ یہ بات تو بس تمہارے پروردگار ہی کو معلوم ہے کہ کتنی مدت تک تم سوتے رہے ہو۔ اب اس بات کو تو چھوڑ دو اور اپنے میں سے تم کسی ایک شخص کو روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ وہاں جاکر دیکھے کہ کس دکان پر عمدہ اور پاکیزہ کھانا ملتا ہے۔ اور جس دکان پر اچھا کھانا ملے خرید لائے۔ لیکن جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرے تاکہ کسی کو تمہارے حالات معلوم نہ ہو سکیں کیونکہ اگر ان کافروں کو تمہاری بابت علم ہو جائے گا تو وہ تمہیں یا تو سنگسار کر دیں گے یا جبراً اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے اور اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا تو پھر تم کبھی بھی فلاح حاصل نہ کر سکو گے۔



اسلامی افکار

کیا اسلام جنگ بازوں کا مذہب ہے؟

اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی خوبیوں کی بدولت پھیلا

(از جناب خواجہ کمال الدین)

اسلام پر ایک بہت بڑا الزام یہ بھی رکھا جاتا رہا ہے کہ "یہ جنگ بازوں کا مذہب ہے۔ اور اسے تلوار کے ذریعہ فروغ حاصل ہوا ہے"۔ ذیل کے مضمون میں جو خواجہ کمال الدین مرحوم امام مسجد ووکنگ لندن کے ایک طویل خطبہ سے ماخوذ ہے۔ اس الزام کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے

اسلام کے بارے میں صدیوں سے یہ پروپگنڈا کیا جا رہا ہے کہ یہ جنگ بازوں کا مذہب ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام یا کوئی بھی مذہب تلوار کی وجہ سے پھیل سکتا ہے تو پھر دیگر مذاہب نے اسکا سہارا کیوں نہ لیا۔ صرف اسلام کی تلوار میں ہی یہ طلسماتی اثر کیسے پیدا ہو گیا کہ جہاں بھی وہ چمکی قومیں اس کے روبرو جھک گئیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مذاہب تلوار سے نہیں بلکہ اپنی روحانی قدروں اور خوبیوں کی بدولت پھیلا کرتے ہیں۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مذہب کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ قلب سے ہوا کرتا ہے۔ اور اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ اب جبکہ اسلامی تلوار گزشتہ تین سو سال سے میان کے اندر ہے اور کسی ملک میں بھی گزشتہ تین سو سال کے اندر اسلامی تلوار نہیں چمکی اس مدت میں اسلام کو سب سے زیادہ فروغ آخر کیوں کر حاصل ہوا۔

پورا براعظم افریقہ مسلمان بن چکا ہے۔ انڈونیشیا جہاں کبھی اسلامی تلوار نہیں چمکی وہاں کی اکثریت اسلام قبول کر چکی ہے۔ ملیشیا میں بھی مسلمان اکثریت میں ہیں۔ فلپائن میں بھی شدید رکاوٹوں کے باوجود اسلام کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ امریکہ اور کناڈا جہاں کی دریافت طلوع اسلام کی صدیوں بعد ہوئی ہے وہاں بھی اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس کے علاوہ یورپین ممالک میں بھی دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ادھر برطانیہ میں تو اسلام عیسائیت کے بعد دوسرا مذہب قرار دیا جا چکا ہے۔ اسلام کو جنگ بازوں کا مذہب بتانے والوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ گزشتہ تین سو سال کے اندر کونسی اسلامی تلوار ان ممالک میں چمکی ہے جس کی چمک سے مشرق و مغرب کے ان ممالک میں اسلام تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔

اگر تعصب سے بلند ہو کر اور تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آ جاتی ہے کہ اسلام سے بڑھ کر دنیا کا کوئی مذہب بھی خونریزی اور جنگ کا مخالف نہیں چنانچہ آج کل کی ریسرچ کے بعد اسلام کے متعلق وہ حقائق منظر عام پر آتے چلے جا رہے ہیں جو اسلام کے خلاف مخالفین کے مسلسل پروپگنڈے کی بدولت صدیوں تک دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہے ہیں۔ چنانچہ خود مغربی مورخین اسلام کے خلاف اس غلط پروپگنڈے کی تردید پر مجبور ہو گئے ہیں۔ مثلاً جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "اپالوجی فار محمد" میں لکھتا ہے کہ "اسلام پر اس سے بڑھ کر بہتان نہیں ہو سکتا کہ اس کی اشاعت تلوار سے ہوئی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو آج دنیا میں اسلام کا نام و نشان تک نہ ہوتا کیونکہ مذاہب تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ اپنے ہی حسن کی بنا پر فروغ حاصل کیا کرتے ہیں"

مسٹر سیل لکھتا ہے: "وہ لوگ خود بھی دھوکہ میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا" ڈاکٹر گستاؤلی بان- فلب کے حتی اور ڈاکٹر ڈریپر کی بھی یہی رائے ہے۔

لیکن اس کے باوجود ابھی تک بعض حلقوں میں کسی نہ کسی حد تک یہ غلط فہمی باقی چلی آرہی ہے کہ "اسلام جبر و تشدد کی تعلیم دیتا ہے اور ماضی میں اسلام [illegible] ہے وہ مسلمانوں کے وحشیانہ شمشیر زنی کا نتیجہ [illegible] جن حلقوں میں اسلام کے متعلق یہ غلط فہمی چلی آرہی ہے وہ اس کی صحت کے [illegible] جو ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اُن کا پہلا ثبوت تو یہ ہے کہ مسلمان [illegible] عروج کے ابتدائی دور میں ایران اور روم کی عظیم سلطنتوں پر حملہ آور ہوئے تھے اور اُن کی دوسری دلیل یہ ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب بھی اسلام کی طرح سرعت سے نہیں پھیلا اور اس طرح وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر مسلمان اپنے مذہب کو تلوار کے ذریعہ نہ پھیلاتے تو یہ مذہب [illegible] کے مختصر سی مدت میں ایشیا اور افریقہ کے بہت بڑے حصہ میں ہرگز نہیں پھیل سکتا تھا۔

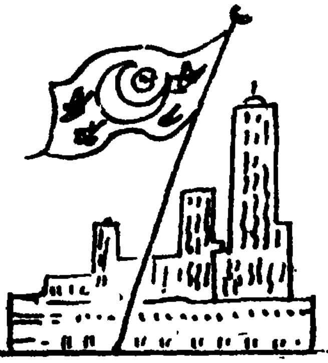
اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کو ایرانیوں اور رومیوں سے طلوعِ اسلام کے چند سال بعد ہی خونریز لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں۔ لیکن یہ لڑائیاں جارحانہ نہیں تھیں بلکہ ایرانیوں اور رومیوں کے حملوں کے جواب میں یہ لڑائیاں مسلمانوں کو اپنی حفاظت اور بقا کے لئے مجبوراً لڑنی پڑی تھیں [illegible] سے جہاں ان لڑائیوں کی تصدیق ہوتی ہے وہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے ایرانی اور رومی عربوں کو پس ماندہ سمجھ کر ہمیشہ عرب کے مختلف حصوں پر قبضہ کرنے کے لئے برابر حملے کرتے رہتے تھے۔ اور جب ظہورِ اسلام کے بعد عربوں میں نئی زندگی اور طاقت پیدا ہوئی تو ایرانی اور رومی دونوں ہی عربوں کی ابھرتی ہوئی قوم کو اپنے لئے ایک زبردست سیاسی خطرہ سمجھنے لگے۔ اور اُنھوں نے عربوں کے خلاف نہ صرف اپنی مہم کو تیز کر دیا بلکہ اُنھوں نے عربوں کے خلاف [illegible] کے مذہبی جذبات کو بھی خوب ابھارا۔ آخر عرب کے مسلمانوں کو ایران [illegible] اور [illegible] کے ان جارحانہ اقدامات کے خلاف مجبوراً تلوار اٹھانی پڑی۔

مسلمانوں کے دوسرے امیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے عہد میں ایران کی [illegible] شروع ہوئی [illegible] جنگ کو سخت ناپسند کرتے تھے چنانچہ اُن کا یہ قول آج بھی تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے کہ اُنھوں نے ایرانیوں کے پے در پے حملوں سے متاثر ہو کر کہا تھا کہ "کاش ہمارے اور ایرانیوں کے درمیان آگ کا ایک پہاڑ حائل ہوتا اور اس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے پر حملہ نہ کر سکتے" خود امیر المومنین کے اس قول سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام جنگ بازوں کا مذہب ہے یا امن پسندوں کا۔ مسلمانوں کی مزید امن پسندی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ لڑائیوں کے دوران بھی غیر ضروری خونریزی کو ناپسند کرتے تھے اور اسی لئے خلیفۂ اسلام کی جانب سے سخت ہدایت تھی کہ دورانِ جنگ میں بھی امن پسند شہریوں۔ بوڑھوں۔ عورتوں اور بچوں اور مذہبی رہنماؤں کے خلاف ہرگز تلوار نہ اٹھائی جائے۔ اسلام ہی دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے کہ جنگ کے دوران بھی انسانی قدروں کا خیال رکھا ہے۔ اور جنگ کے خاتمہ کے بعد اسلام مفتوحین کو کامل مذہبی اور شہری آزادی عطا کر دیتا ہے۔ پھر جو قیدی جنگ میں گرفتار ہوتے تھے اُن کے ساتھ بھی نہایت نرمی اور محبت کا سلوک کیا جاتا تھا۔

ان تاریخی حقائق سے خود بخود یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کو عالمِ مجبوری میں جو لڑائیاں ایرانیوں اور رومیوں اور اُن کے حلیفوں سے لڑنی پڑی ہیں اُن کا مقصد اسلام کو جبر کے ذریعہ پھیلانا نہیں تھا بلکہ یہ لڑائیاں محض اپنے تحفظ کے لئے لڑنی پڑی تھیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان لڑائیوں سے مسلمانوں کو فائدہ ضرور پہنچا ہے ان کے حوصلے بڑھے اور جب وہ دوسرے ممالک میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو اُن کے اعلیٰ اخلاق نے مفتوحین کے دلوں کو موہ لیا۔ اور اسطرح یہ لڑائیاں جو زبردستی مسلمانوں کے سر تھوپی گئی تھیں اُن کو نقصان پہنچانے کے بجائے مفید ثابت ہوئیں۔

ظہورِ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے دشمن اسلام کو ظلم اور تشدد کا مذہب [illegible] کر لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل اور [illegible] مسلمانوں کی مدافعانہ لڑائیوں کے دوران [illegible] لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان بے وجہ خونریزی [illegible] اپنے دشمن سے بھی انتقام نہیں لیتے۔ کسی کے [illegible] معاملات میں مداخلت نہیں کرتے اور بدترین دشمن [illegible] صلح [illegible] پھر

تاریخ اسلام کا ایک ورق



ایک بوریہ نشین مجاہد

فاتح اسلام "عبدالمومن بربر" کی اسلام کیلئے سرفروشی

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کا یہ ایک کھلا معجزہ ہے کہ اُس نے نہ صرف شمشیرزن سپاہیوں میں بلکہ بوریہ نشین فقیروں میں بھی خدمت اسلام کا ایسا جوش پیدا کردیا تھا کہ یہ فقیر اور درویش جب اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے میدان کارزار میں نکلے تو انھوں نے سرکشوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کی بنیادوں کو ہلا ڈالا - چنانچہ ہم ذیل میں "مجاہد اسلام - "عبدالمومن بربر" کے مختصر حالات پیش کر رہے ہیں - یہ اگرچہ مراکش کا ایک بوریہ نشین فقیر تھا - مگر جب راہ خدا میں جہاد کیلئے نکلا تو اس نے ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دئے جن پر اسلامی تاریخ قیامت تک ناز کرتی رہیگی

"عبدالمومن بربر" مراکش کا ایک نہایت ہی پرجوش مسلمان تھا - جس کا بیشتر وقت روحانی تربیت حاصل کرنے میں گزرتا تھا جس زمانہ میں کہ وہ مراکش کے ایک درویش "عبداللہ تومرت" کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوا تو وہ دعا مانگا کرتا تھا کہ "خداوندا میرے کمزور بازوؤں کو طاقت دے تاکہ میں تیرا نام دنیا کے دور دراز گوشوں تک پھیلا سکوں یہاں تک تیری راہ میں قربان ہوجاؤں" عبدالمومن کے دل سے نکلی ہوئی یہ دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی - اور قدرت الٰہی سے ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ عبدالمومن کے روحانی پیشوا عبداللہ تومرت کے مریدین میں بہت سے جنگ جو قبائل شامل ہوگئے - اور اس طرح عبداللہ تومرت کو روحانی تبلیغ کے ساتھ مجاہدانہ سرگرمیاں شروع کرنے کا موقع مل گیا - چنانچہ عبداللہ تومرت اور عبدالمومن بربر نے ان جنگی قبائل کو منظم کرنے کے بعد ۵۱۷ھ ہجری میں ایک چھوٹی سی فوج بنالی اور عبدالمومن بربر نے اس فوج کی قیادت سنبھال لی -

مراکشی درویش عبداللہ تومرت نے جس وقت "عبدالمومن بربر" کو بربری قبائل کا سردار نامزد کیا تھا تو کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ ایک بوریہ نشین مرید آگے چل کر میدان کارزار میں اتنے بڑے جنگی کارنامے انجام دے گا کہ جن پر دنیا حیران رہ جائے گی - لیکن چند ہی سال کی فوجی سرگرمیوں کے بعد عبدالمومن بربر نے یہ ثابت کردیا کہ جس طرح وہ علوم دینی و باطنی کا ماہر ہے اُسی طرح میدان کارزار میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا - چنانچہ عبدالمومن بربر نے اپنی غیرمعمولی جنگی قابلیت کی بنا پر ۵۳۶ھ ہجری میں "مرابطین" کی اُس جاں بلب سلطنت پر قبضہ جمالیا - جو عیش پسند حکمرانوں کی بدولت آخری سانس لے رہی تھی -

یہ وہ نازک دور تھا جب عیسائی اسپین کی مسلم سلطنت کے بیشتر حصہ پر قبضہ جمانے کے بعد مراکش پر بھی چھاجانا چاہتے تھے - اور مراکش کے بعض ساحلی علاقوں پر عیسائیوں کا قبضہ بھی ہوچکا تھا - سلطنت مرابطین کے آخری حکمراں ابراہیم بن تاشفین کی حالت یہ تھی کہ وہ دن رات عیش پرستی میں مبتلا رہتا تھا - اور عیسائی پورے مراکش پر قبضہ جمانے کی تیاریوں میں مصروف تھے -

ابراہیم بن تاشفین کی موت کے بعد جوں ہی عوام کی حمایت کی بنا پر مراکش میں عبدالمومن بربر کا اقتدار قائم ہوا تو اُس نے فوراً ہی ان عیسائی سرداروں کی سرکوبی کی تیاریاں شروع کردیں جو اسپین کے عیسائیوں کے اشارے اور امداد پر پورے مراکش

کو عیسائی ریاست بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ عبدالمومن بربر حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے خود مجاہدین کا ایک لشکر عظیم لے کر عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے ساحلی علاقوں کی جانب متوجہ ہوا اور اُس نے تین سال کی جنگ آزمائی کے بعد مراکش کی سرزمین کو مشرکوں سے پاک کر دیا۔ لہٰذا عبدالمومن کا کام ختم ہو چکا تھا۔ پورے مراکش پر اب مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ لیکن عبدالمومن تو پوری دنیا کے کونے کونے میں نعرہ توحید بلند کرنے کے لئے اٹھا تھا بھلا کیونکر خاموش بیٹھ سکتا تھا۔

ایک طرف تو اُسے اب بھی اسپین کی جانب سے خطرہ تھا اور دوسری جانب اُسے برابر اطلاعیں مل رہی تھیں کہ اسپین کے مظلوم مسلمانوں کو وہاں کے عیسائی حکمراں محض خدائے واحد کا نام لینے کے جرم میں بری طرح کچل رہے ہیں۔ اور اسی زمانہ میں جب عبدالمومن کو یہ معلوم ہوا کہ طلیطلہ کے علاقے میں اسپین کے عیسائیوں نے ساٹھ ستر ہزار مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دیا ہے۔ اور مسلمان عورتیں اور ننھے بچے بھی ان کے ظلم سے نہیں بچ سکے ہیں۔ تو یہ مرد مومن ۵۴۰ھ ہجری میں ایک زبردست بحری بیڑا لے کر اسپین کی جانب روانہ ہو گیا اور اُس نے اپنی فوجیں اسپین کے ساحل پر اللہ کا نام لے کر اتار دیں۔

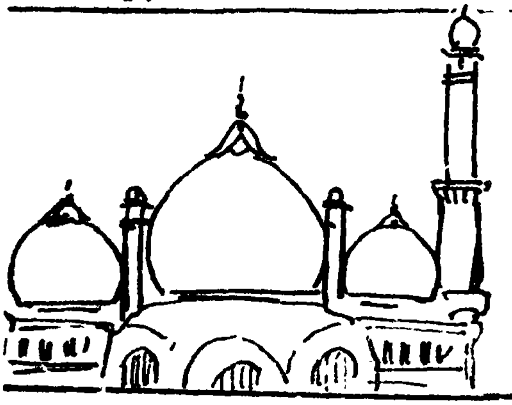
اسپین پر مسلمان اگرچہ کئی صدی تک حکومت کر چکے تھے مگر مسلم اقتدار کے خاتمہ کے بعد یہ ایک غیر اسلامی ملک بن چکا تھا۔ اور اسپین کے مسلم امرا کی حالت یہ تھی کہ وہ عیسائیوں سے مل گئے تھے۔ عبدالمومن کے لئے یہ ایک اجنبی ملک تھا۔ وہ اِس دشمنِ اسلام ملک میں تقدیر آزمائی کے لئے بڑھ رہا تھا۔ اگرچہ وہ کثیر سامان رسد اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ لیکن پھر بھی اُسے اندرونی علاقوں میں داخل ہونے کے بعد مزید سامان رسد کی ضرورت تھی۔

عبدالمومن بربر کے لئے ایک دشواری یہ بھی تھی کہ اُس کے پاس پندرہ بیس ہزار سے زیادہ سپاہی نہیں تھے۔ جبکہ عیسائی حکمرانوں نے ایک لاکھ سے بھی زیادہ تربیت یافتہ فوج اُس کے مقابلہ پر لاکر کھڑی کر دی تھی۔ لیکن ان تمام رکاوٹوں اور پریشانیوں کے باوجود عبدالمومن کا اسلامی جوش اُسے آگے بڑھنے کے لئے ابھار رہا تھا آخر اُس نے اللہ کا نام لے کر عیسائیوں کے لشکر جرار پر حملہ کر دیا۔ برابر دو دن تک خونریز جنگ جاری رہی مگر فتح اور شکست کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ لیکن دو دن کی جنگ کے بعد جب پورے جوش کے ساتھ مسلمانوں نے حملہ کیا تو عیسائی لشکر کی فولادی دیوار میں رخنہ پیدا ہو گیا۔ مسلمان عیسائی لشکر کے قلب میں گھس گئے اور عیسائیوں کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمانوں کے ہاتھ اس قدر سامان جنگ اور سامان رسد آیا جو پورے اسپین کو فتح کر لینے کے لئے کافی تھا۔

اسپین کی جنگ ختم نہیں ہوئی تھی کہ عبدالمومن کو معلوم ہوا کہ مراکش کے عیسائیوں نے پھر سر اٹھانا شروع کر دیا ہے اور جا بجا مراکش میں بغاوت برپا کر دی ہے۔ یہ اطلاع پاتے ہی یہ شیر دل مجاہد اسپین کا مورچہ اپنے فوجی جرنیلوں کے سپرد کر کے مراکش واپس چلا گیا۔ اور چند ہی روز میں مراکش کی بغاوت کو کچل کر دوبارہ اسپین جا پہنچا وہ کئی سال تک یہی کرتا رہا کہ ایک قدم تو اُس کا اسپین میں ہوتا تھا اور دوسرا مراکش میں اور آخر پانچ سال کے اندر اُس نے پورے اسپین کو عیسائیوں کے حلق سے نکال لینے کے بعد وہاں نئے سرے سے اسلامی حکومت قائم کر دی۔ اور اپنے بیٹے ابو سعید مومن کو غرناطہ کا حاکم اور پورے اسپین کا نائب السلطنت مقرر کر کے ۵۴۸ھ ہجری میں خود مراکش واپس آ گیا۔

عبدالمومن بربر نے گو اسپین میں ایک مضبوط اسلامی سلطنت قائم کر دی تھی۔ اور اِس سلطنت کا سربراہ خود اُس کا بیٹا ابو سعید اسپین میں موجود تھا۔ لیکن عیسائیوں کی ریشہ دوانیاں برابر جاری تھیں۔ جن کی وجہ سے آئے دن اسپین میں نئے نئے فتنے برپا ہوتے رہتے تھے۔ ان فتنوں کے محرک دراصل فرانس اور آسٹیریا کے وہ متعصب عیسائی حکمراں تھے جو یورپ سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دینا چاہتے تھے۔ غرضکہ اس فتنہ کو دبانے کے لئے عبدالمومن کو پھر ایک بار اسپین آنا پڑا اور اس کے آتے ہی اسپین کا سارا فتنہ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

اس مرتبہ عبدالمومن نے یہ طے کیا کہ جب تک اسپین کے علاوہ یورپ کے دوسرے شرارت پسند ممالک کو فتح نہیں کیا جائے گا اُس وقت تک اسپین کے عیسائی فتنہ پردازوں کے حوصلے پست نہیں ہوں گے لہٰذا عبدالمومن نے یوروپ میں نئی فتوحات کی تیاریاں شروع کر دیں چنانچہ اُس نے افریقہ اور اسپین میں فوجوں کو جمع کرنے کا زبردست اہتمام کیا اور مختصر سے عرصہ میں تین لاکھ (باقی صـ ۲۹ پر)



مشاہیر اسلام

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

ایک ولیٔ کامل اور حق گو بزرگ۔

(ہمارے سوانح نگار کے قلم سے)

حضرت خواجہ حسن بصری ایک ولیٔ کامل اور بزرگ شب زندہ دار ہی نہیں تھے بلکہ اسلام کے اُن مشاہیر میں سے تھے جن سے کہ اُن کے زمانہ کے حکمراں تک کانپتے تھے۔ ذیل میں ان حق گو بزرگ کے مختصر حالات پیش کیے جا رہے ہیں۔

امام العارفین حضرت خواجہ حسن بصریؒ ایک ایسے حق گو بزرگ تھے جن کی حق گوئی سے آپ کے زمانہ کے بڑے بڑے حکمراں کانپتے تھے اور انہیں اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں حضرت خواجہ حسن بصری کے معتقدین اُن کی حکومت کی بنیادوں کو نہ ہلا ڈالیں۔ چنانچہ آپ اپنے وعظ اور پند و نصیحت کے ذریعہ ہمیشہ عوام کو اُن ظالم حکمرانوں کے خلاف ابھارتے رہتے تھے جن کا وجود مخلوق خدا کے لئے ایک مصیبت بنا ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات اقدس کو تاریخ اسلام میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔

آپ ۱۷ شعبان ۲۱ھ (۶۱۲ء) کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ ام الحاسن چونکہ ام المسلمین حضرت سلمیٰ رضؓ کی سہیلی تھیں اسلئے آپ حضرت حسن بصریؒ سے اپنی اولاد کی طرح محبت کرتی تھیں۔ حضرت خواجہ ان خوش بخت بزرگوں میں سے ہیں جنہیں حضرت سلمیٰ رضؓ سے قرآن مجید پڑھنے کا شرف حاصل ہے اور جنھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے علم و فضل حاصل کیا تھا۔

تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ حسن بصری رح علوم ظاہری میں قابلیت حاصل کر چکے تو آپ کی حقیقت شناس طبیعت معرفت الٰہی کی طرف مائل ہوئی اور آپ نے حضرت علی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ اور اسرار طریقت معلوم کئے

بیعت ہونے کے بعد آپ نے مجاہدہ شروع کیا تو آپ کے ایک محترم رفیق بیان کرتے ہیں کہ ۴۱ھ میں حضرت کی ریاضت کا یہ عالم تھا کہ دن رات میں ڈھائی سو رکعتیں نماز کی پڑھتے تھے۔ اور تین ہزار مرتبہ درود کا ورد فرماتے تھے۔ آپ کے ایک مرید شیخ ابوالفتح بیان کرتے ہیں کہ میں تقریباً چھ سال تک آپ کی خدمت میں رہا ہوں ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ آپ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ یعنی پوری رات عبادت و ریاضت میں گزار دیتے تھے۔ اور دن میں بھی بہت کم سوتے تھے۔ اکثر اوقات آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اور اس حال میں آپ اس قدر روتے تھے کہ آپ کی آنکھیں سوجھ جاتی تھیں ایک مرتبہ ایک دوست نے پوچھا کہ آپ اس قدر آہ و زاری کیوں کرتے ہیں۔ تو فرمایا "اس لئے کہ بے حد گنہگار ہوں اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہوں"

تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت حسن بصری جامع البوالعاصم میں وعظ فرما رہے تھے کہ اتنے میں بنی امیہ کا گورنر حجاج بن یوسف جو اپنے دور کا نہایت ظالم حکمراں ہوا ہے آپ کی محفل میں شامل ہو گیا۔ اور ایک امتیازی شان کے ساتھ نمایاں مقام پر آ کر بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ اسے سخت ناپسند کرتے تھے۔ آپ کو اسے تنبیہ کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ آپ نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ اس محفل میں بعض ایسے آدمی بھی موجود ہیں جو اپنی ہستی کو مرتبہ انسانیت سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نگاہ میں ایک عام انسان کی حیثیت ایک مچھر کے مقابلہ میں بھی پست ہے۔ ان کے حضور میں غریبوں کا بیٹھنا ممنوع ہے۔ اور ان کے سامنے بولنا گناہ عظیم ہے۔ ان کی خامیوں پر اگر کوئی شخص بھولے سے بھی اعتراض کر دیتا ہے تو وہ واجب القتل قرار دیدیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس مغالطہ میں ہیں کہ خدائی طاقت اُن کے ہاتھ میں ہے"

حضرت خواجہ حسن بصری نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر فرمایا "ان لوگوں کے غرور کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی غریب۔ مسلمان آزادی کے ساتھ اُن کے روبرو کوئی حق بات کہتا ہے تو اُن کے چہرے غیظ و غضب کی وجہ سے درندوں کی طرح خونخوار بن جاتے ہیں حالانکہ اسلام نے شخصی اقتدار کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ اور شخصی استبداد کا تختہ الٹ کر رکھ دیا ہے۔ خدائے قدوس کا ارشاد ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔ یعنی اللہ کے نزدیک تم میں بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ یاد رکھو اسلام کے نزدیک جو بھی خلفائے راشدین کے مسلک سے ہٹ گیا وہ گمراہ ہوگیا"

حضرت خواجہ حسن بصری تقریر فرما رہے تھے اور حجاج بن یوسف کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا "اسلام ایک صدائے حق ہے جس سے گنبد عالم کا گوشہ گوشہ گونج رہا ہے۔ اور جس نے ظلم اور جبر کے طلسم کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے۔ اسلام کی نظر میں ادنیٰ و اعلیٰ سب برابر ہیں۔ اس کے نزدیک اگر کوئی چیز وجہ امتیاز ہو سکتی ہے تو صرف تقویٰ اور حسنِ عمل ہے۔ اے فنا ہونے والے انسانو! کیوں اپنی فانی قوتوں پر غرور کرتے ہو تم چاہتے ہو کہ تمہیں امیر المسلمین کو پکارا جائے حالانکہ مسلم قوم تمہاری امارت سے راضی نہیں ہے۔ جس امارت میں اللہ اور اُس کے رسول کے احکامات پس پشت ڈال دئے جائیں اُس کا ختم ہو جانا ہی بہتر ہے"

بصرہ کے خطیب حضرت یحییٰ بن سعید بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصری جب تقریر کر رہے تھے تو اکثر و بیشتر حاضرین کو یہ یقین تھا۔ کہ حجاج بن یوسف ضرور اُن کے قتل کا حکم دیدیگا۔ کیونکہ وہ اس سے قبل بھی بہت سے حق گو علما کو حق گوئی کے جرم میں قتل کرا چکا ہے۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ خاموشی کے ساتھ اٹھ کر چلا گیا۔ اور چند روز بعد حضرت خواجہ حسن بصری کو خط لکھا اور اُس میں ملاقات کی خواہش ظاہر کی مگر خواجہ صاحب نے اُس کا خط تک لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا

"جس چیز کو ایک ظالم اور جابر نے چھوا ہے میں اُسے ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتا" جب خط آپ کو پڑھ کر سنایا گیا ہے تو آپ نے اُس کی پشت پر لکھوا دیا "خدا کے مغرور بندے حجاج کو معلوم ہو کہ۔ غریب تیرے ظلم سے تنگ آچکے ہیں اور جو شخص خدا کے بندوں کا دشمن ہے اُس سے میں کیونکر ملنا پسند کر سکتا ہوں"

اِس جواب کو پڑھ کر حجاج آپے سے باہر ہو گیا۔ اور اُس نے فوراً آپ کو گرفتار کرا لیا۔ گرفتار ہونے کے بعد آپ حجاج کے روبرو لائے گئے تو اُس نے خواجہ صاحب سے کہا "آپ فرمائیے کہ آپ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اور مجھ سے کیا سلوک کی امید رکھتے ہیں"

خواجہ صاحب نے فرمایا "تمہارے بارے میں میری رائے اظہر من الشمس ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ قوم تمہاری حکومت سے راضی نہیں ہے۔ تم مخلوق خدا پر ظلم کر رہے ہو۔ مگر اتنا نہیں سوچتے کہ عاقبت میں اپنے پروردگار کو کیا جواب دوگے۔ یہ دنیا فانی ہے یہاں کی وجاہتیں ختم ہو جائیں گی اور کل تمہیں ایک بڑے حاکم کے سامنے جواب دہی کرنی ہوگی" حجاج بن یوسف خاموشی کے ساتھ حضرت خواجہ کی نصیحتیں سنتا رہا۔ اور خلاف توقع اُس نے خواجہ صاحب کو رہا کر دیا۔

حجاج بن یوسف جیسے ظالم حکمراں کے روبرو حضرت خواجہ حسن بصری کا یہ اعلان حق ہمارے لئے ایک درس عبرت ہے۔ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ ہم تیغوں کے سائے میں بھی حق بات کہنے سے ڈرتے نہ تھے۔ اور ایک زمانہ یہ ہے کہ ہم حق گوئی اور سچی بات کہنے سے کتراتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے ہمیں ہدایت کی ہے کہ ہم جان کی بازی لگا کر بھی حق گوئی سے منہ نہ موڑیں

تاریخ ہند



ایک درویش صفت حکمراں

سلطان فتح علی ٹیپو؟ اپنے دور کا خدا رسیدہ انسان

(از جناب عدیل عباسی پرتاپ گڑھی)

سلطان ٹیپو والیٔ میسور کو ایک محب وطن حکمراں کی حیثیت سے تو سب ہی جانتے ہیں۔ لیکن بہت کم حضرات کو اس کا علم ہے کہ وہ ایک خداشناس بزرگ بھی تھا۔ جناب عدیل عباس صاحب نے بالکل نئے پہلو سے اس خدا دوست حکمراں کی زندگی پر ذیل کے مقالہ میں روشنی ڈالی ہے۔

سلطان حیدر علی والیٔ میسور کی دوسری بیگم کے بطن سے اور نامور بزرگ حضرت ٹیپو مستان شاہؒ کی دعاؤں کی برکت سے ۱۷۵۲ء میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت ٹیپو مستان کے نام نامی پر "فتح علی ٹیپو" رکھا گیا تھا۔ تاکہ اس کے ساتھ ہمیشہ شاہ صاحب کے نام کی برکت شامل حال رہے۔ چنانچہ اس لڑکے کے اصل نام کو تو لوگ بھول گئے اور وہ صرف ٹیپو کے نام سے مشہور رہا۔ اور یہی سلطان ٹیپو ہندوستان کی تاریخ میں آفتاب بن کر چمکا۔ یہ وہ سرفروش مجاہد ہے جو وطن عزیز کی خاطر آخر وقت تک تن تنہا انگریز لٹیروں کی فوج سے لڑتا ہوا سرنگا پٹم کے مورچہ پر ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو شہید ہو گیا۔ اور مادر وطن کو اپنی قربانی سے سربلند کر گیا۔ وطن کے اس جیالے سپوت نے دیش کے لئے سر کٹانا قبول کیا لیکن دشمن کے آگے گردن نہ جھکائی۔ اسی لئے آج کا ہر فرد ہندو ہو یا مسلمان سکھ ہو یا عیسائی سلطان ٹیپو کا نام بڑے ادب سے لیتا ہے۔

ٹیپو صرف بہادر اور لائق حکمراں۔ سچا محب وطن اور فن سپہ گری میں ماہر سلطان ہی نہ تھا بلکہ وہ ایک منکسر المزاج رحمدل۔ سادہ طبیعت اور فقیرانہ زندگی بسر کرنے والا زاہد اور پاکباز مسلمان بھی تھا۔ جس کے دل میں جذبہ انسانیت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دنیا کی تمام نعمتیں حاصل ہونے پر بھی غریبوں جیسا کھانا کھاتا تھا۔ گوشت اور مرغن غذاؤں سے زیادہ دلچسپی نہ تھی اس کا کھانا نہایت سادہ اور غریبانہ ہوتا تھا۔

مذہبی رواداری کے معاملہ میں وہ آپ ہی اپنی مثال تھا۔ جملہ مذاہب کے عبادت خانوں کا پورا پورا احترام کرتا تھا۔ حملہ کے وقت اس بات کا پورا خیال رکھتا تھا کہ کسی مندر کو نقصان نہ پہنچنے پائے اس کی ریاست کے باشندوں کو کامل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ ہندوؤں کے دھارمک مسائل کو ہمیشہ جگت گرو شنکر اچاریہ کے مشورہ سے حل کرتا تھا۔ اس میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو ایک خدارسیدہ درویش میں ہو سکتی ہیں۔

ٹیپو سلطان نہ خود بدیشی کپڑا پہنتا تھا اور نہ اپنے افسروں اور سپاہیوں کو بدیشی کپڑے پہننے کی اجازت دیتا تھا۔ وہ ایک خدا دوست درویش اور سچا محب وطن تھا۔ میسور کی تیسری جنگ کے بعد ٹیپو نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ انگریزوں سے انتقام نہیں لے لیگا کبھی چارپائی پر نہیں سوئے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے اس عہد کو مرتے دم تک نبھایا۔ اس دن سے لیکر اپنی شہادت کے دن تک ٹیپو کبھی چارپائی پر نہیں سویا۔ ہمیشہ زمین پر موٹا کپڑا بچھا کر سوتا سلطان مذہب اور صوم و صلوٰۃ کا ایسا پابند تھا کہ بڑے بڑے علما۔ فضلا اور دیندار لوگ بھی نہ اس کے ہم پلہ تھے۔ اور نہ اس کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ مسجد اعلیٰ کی افتتاحی رسم ادا کی جانے والی تھی

بڑے بڑے علما اور فضلا وہاں موجود تھے۔ اس مسجد کے افتتاح کے سلسلہ میں اعلان کیا گیا کہ اس مسجد میں سب سے پہلی نماز وہ شخص پڑھائے گا جس کی کبھی کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو۔ یہ اعلان سن کر مجمع پر سکتہ اور جمود کا عالم طاری ہوگیا۔ کوئی بھی آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا۔ آخر یہ حالت دیکھ کر سلطان سے نہ رہا گیا۔ وہ آگے بڑھا اور اور کہا: الحمد للّٰہ میں صاحب ترتیب ہوں۔ اور پھر ٹیپو ہی نے اس مسجد کی افتتاح کے موقع پر امامت کا فرض انجام دیا۔

ٹیپو کے فقیرانہ جلال کا ایک عجیب واقعہ مورخین بیان کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاں ٹیپو ایک صاحب کرامت بزرگ تھا وہاں اُس کو خدا کی قدرت اور رحمت پر کتنا اٹوٹ بھروسہ اور یقین تھا۔ اور اُس کی زندگی کا صرف یہی ایک واقعہ اُس کے صاحب کرامت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ اور یہ عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ

مرہٹوں سے جنگ کے دوران ایک وقت ایسا آیا کہ دریائے تنگ بھدرا بہت زوروں سے طغیانی پر تھا۔ ادھر سلطانی فوجوں کو دریا پار کرنا تھا۔ کوئی ترکیب کسی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ انتظار کی شدت اور فوجوں کی بے چینی حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی کہ سلطان کے حکم سے دریا کے دھارے پر اللہ کا نام لیکر توپ کے اکیس گولے مارے گئے اور خدا کی قدرت سے گولوں کے پھٹتے ہی دریا کا پانی پایاب ہوگیا اور سلطانی فوجیں بڑے اطمینان کے ساتھ دریا پار کر گئیں۔ صرف اس ایک واقعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سلطان ٹیپو میں صاحب کرامت بزرگوں جیسی صفات بھی موجود تھیں۔

ٹیپو سلطان فطرتاً نہایت رحمدل واقع ہوا تھا۔ اُس کے دل میں انسانیت کا درد تھا۔ وہ چھوٹے بڑے ہندو مسلمان آقا و ملازم سب کو ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ سب ہی کے ساتھ بڑے اخلاق اور رحمدلی سے پیش آتا تھا۔ ایک بار رات کے وقت میدان جنگ کے ایک خیمہ میں سلطان آرام کر رہا تھا کہ یکایک اُسنے کسی کے کراہنے کی آواز سنی تو بیدار ہوگیا۔ اور خیمہ سے باہر نکل کر اُس نے دیکھا کہ جنگی قیدی پیاس کی شدت سے بے چین ہے۔ سلطان قیدیوں کو تکلیف میں دیکھ کر بیتاب ہوگیا اسنے خود اپنے ہاتھوں سے قیدیوں کو پانی پلایا۔ اور قیدیوں کے نگراں سپاہیوں پر بے حد ناراض ہوا۔

سلطان کی شہادت کا واقعہ بھی بڑا ہی عبرت انگیز ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی شہادت پر اللہ تعالیٰ کو بھی جلال آگیا اور اُسکی شہادت پر دشمنوں پر جو آسمانی قہر نازل ہوا اُسے دیکھتے ہوئے اُس کے خدا رسیدہ اور اللہ کا محبوب بندہ ہونے میں بھلا کسے شبہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جنرل میڈوز ٹیلر نے سلطان کی شہادت کے جو واقعات لکھے ہیں وہ بے حد عبرت انگیز ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ

"۴ مئی ۱۷۹۹ء کا دن جس روز کہ ٹیپو سلطان شہید ہوا معمول سے زیادہ گرم تھا۔ ہوا بالکل بند تھی۔ آسمان پر سیاہ اور ڈراؤنے بادل چھائے ہوئے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ان بادلوں میں خوفزدہ کر دینے والی ہیبت گرج سنائی دیتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پر بھی کچھ ہو رہا ہے۔ فضا نہایت بھیانک تھی۔ لوگوں پر خوف طاری تھا کہ نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔ اسی بھیانک فضا میں جنازہ لال باغ تک پہنچا تو یہ معلوم ہوا جیسے آسمان پھٹ پڑے گا۔ ادھر لاکھوں انسانوں کی آہ و فغاں نے ایک وحشت سی طاری کر دی تھی۔"

"جنازہ آگے بڑھ رہا تھا۔ فوجی بینڈ بج رہا تھا۔ جوں ہی جنازہ قبر کے قریب پہنچا تو بینڈ بجنا بند ہوگیا۔ جنازہ کے آگے جو چار کمپنیاں چل رہی تھیں دو رویہ صف باندھ کر کھڑی ہوگئیں تاکہ جنازہ اُن کے درمیان سے قبر تک لے جایا جا سکے۔ میت کو قبر میں اتارنے سے قبل نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امام اور دوسرے لوگ قطاریں باندھ کر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ امام نے تکبیر کہنے کے لئے۔ "اللہ اکبر" کہا تو ایسا معلوم ہوا کہ آسمان ٹوٹ کر زمین پر گر رہا ہے ایک ہیبت ناک کڑاکے کے ساتھ بجلی چمکی اتنی تیزی کے ساتھ کہ سب کی آنکھیں بند ہوگئیں اور دل ہل گئے۔"

مزید حالات بیان کرتے ہوئے جنرل ٹیلر لکھتا ہے کہ "جیسے ہی سلطان کی میت کو قبر میں اتارا گیا۔ تو بجلی چمکی پھر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا اسقدر اندھیرا کہ رات کا گمان ہونے لگا۔ گھٹا چھائی ہوئی تھی مگر زمین پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ کالی گھٹا سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر کوئی بلا ہی آنے والی ہے۔ فوج کو حکم دیا گیا کہ آخری سلامی دے۔ ادھر بندوقیں چھوٹیں۔ ادھر آسمان سے ہزاروں

توپیں گرجنا شروع ہوگئیں - بجلی کی تندی اور تیزی کا یہ عالم تھا کہ وہ دوڑی دوڑی پھر رہی تھی - گویا سب ہی کو جلا کر رکھ دے گی اور اسی عالم میں نواب حیدر علی کے پہلو میں سلطان ٹیپو شہید کو سپرد خاک کر دیا گیا -

دفن سے فارغ ہوتا تھا کہ گھن اور گرج نے اور بھی خوفناک صورت اختیار کر لی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ شائد آج ہی قیامت آجائے گی - ادھر اچانک انگریزی کیمپ پر بجلی گری تو کئی انگریز اور متعدد سپاہی اسی وقت ہلاک ہوگئے - یہ حالت کسی معمولی مرتبہ کے سلطان کی موت پر رونما نہیں ہو سکتے - ایسی زندگی اور ایسی موت اسی کو نصیب ہو سکتی ہے جو صاحب کشف اور کرامت ہو اور اللہ کا محبوب بندہ ہو

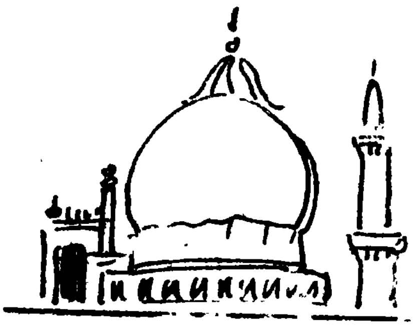
ایک بوریہ نشین مجاہد

(باقی مضمون ص۴۲ سے)

فوج مراکش میں عبدالمومن کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئی - اور دو لاکھ کے قریب مسلمان اسپین میں جہاد کے لئے آمادہ اور مستعد ہوگئے اور اس پانچ لاکھ کے لشکر کو لیکر عبدالمومن نے ارادہ کیا کہ اسپین کے شمالی عیسائی ریاستوں کو فتح کرتا ہوا دوسرے یورپین ممالک کی جانب پیش قدمی کرے - لیکن اس تاریخی معرکہ کے شروع ہونے سے قبل ہی وہ بیمار ہوگیا - اور مین اُس وقت جبکہ وہ یورپ کی جانب قدم بڑھانے والا تھا ۵۵۸ھ ہجری میں اس کا انتقال ہوگیا - عبدالمومن کو اگر اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوتی تو شائد آج یورپ کی تاریخ موجودہ تاریخ سے بالکل مختلف نظر آتی۔

شیر دل عبدالمومن کی حوصلہ مندی کے مندرجہ بالا واقعے سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین میں کس بلا کا دینی جوش پیدا کر دیا تھا کہ جنگجو سپاہیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے بوریہ نشین فقیر بھی جب راہ خدا میں میدان کارزار کی جانب بڑھتے تھے تو دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیتے تھے -

---



اہل یورپ پر قرآن کے اثرات

قرآن مجید کے بارے میں یورپین مفکرین کے محسوسات

(از جناب عتیق فکری)

قرآن مجید کی کئی خصوصیات ایسی ہیں جو اُسے دنیا کے تمام مذاہب کی دینی کتب میں امتیاز عطا کرتی ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن دنیا کی واحد آسمانی کتاب ہے - جو آج بھی جوں کی توں قائم ہے جس کے کسی لفظ میں تو درکنار ایک نقطہ میں بھی آج تک فرق نہیں آیا ہے - دوسری امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دنیا کی واحد دینی کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اور حفظ یاد کی جاتی ہے - ایک محتاط اندازہ کے مطابق دنیا میں ساٹھ ستر لاکھ اشخاص ایسے ہیں جنھیں پورا قرآن مجید زبانی یاد ہے - اور جزوی طور پر تو سب ہی مسلمانوں کو اس کا کچھ نہ کچھ حصّہ یاد ہے - تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی دینی کتاب ہے جس میں کہ صرف عبادت اور ریاضت ہی کے معاملے میں نوع انسانی کی رہنمائی نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ دنیاوی زندگی کے معاملات میں بھی پوری پوری رہنمائی کرتی ہے - اور چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی خوبیوں کے مسلم اور غیر مسلم سب ہی یکساں طور پر معترف ہیں - اور یہ چند خصوصیات ہی اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ یہ واقعی آسمانی اور الہامی کتاب ہے -

قرآن جس وقت دنیا میں نازل ہوا ہے - ساری دنیا طبقاتی کشمکش میں مبتلا تھی - معاشی ناہمواری عام تھی سرمایہ داری کی لعنت نے عوام کو کچل کر رکھ دیا تھا - اور پوری دنیا پر نہ صرف ملوکیت بلکہ فرعونیت کا غلبہ تھا اس نازک وقت میں قرآن نے جلوہ گر ہوکر پوری دنیا کو بتایا کہ - دنیا کی ساری مخلوق عیال اللہ ہے دنیا میں نہ کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا ہے - بڑائی صرف اُن کو حاصل ہے جو پرہیزگار - اور نیکوکار ہیں - اس پوری کائنات کی ہر شے پر اس کے ہر باشندہ کو یکساں اور مساوی حقوق حاصل ہیں - مختصر یہ کہ قرآن نے ایک ایسی - تہذیب اور اخلاق کو جنم دیا ہے جس سے کہ پوری دنیا کے باشندے نا آشنا تھے -

قرآن مجید تقریباً بائیس سال میں رسول مقبول صلعم پر نازل ہوا تھا - اور مسلمان جیسے جیسے دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلتے گئے قرآن پاک کی تعلیمات بھی اُن کے ساتھ مختلف ملکوں اور قوموں میں پھیلتی چلی گئیں - رسول اللہ صلعم ہی کے عہد مبارک میں قرآن کے حافظ دنیا کے مختلف ممالک میں پھیل چکے تھے - اسپین سے لیکر چینا اور چین تک پہلی صدی ہجری میں ہی قرآن مجید کتابی شکل میں تاریخوں کے ساتھ پہنچ چکا تھا چنانچہ مورخوں کا بیان ہے کہ قرآن مجید بہت ہی مختصر مدت میں افریقہ - ہندوستان، چینی ترکستان وغیرہ میں پہنچ گیا تھا - اسی طرح سوڈان سے لیکر بورینو تک قرآن جا پہنچا تھا جس کے ذریعہ سماترا اور جاوا کے بسنے والے بھی قرآن کی تعلیمات سے روشناس ہو گئے - پھر سسلی اور اسپین جیسے مغربی ممالک میں جب اسلامی دارالعلوم قائم ہوئے تو یورپ والوں نے قرآن کے اثرات قبول کرنے شروع کئے - یہاں تک کہ لوتھر جیسا مغربی مفکر بھی ان ہی اسلامی درسگاہوں سے فیضیاب ہوکر قرآن مجید کو جرمنی کی طرف لے گیا اور وہاں اُس نے لاطینی ترجمہ سے مدد لے کر جرمن زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور قرآن مجید کی تعلیمات سے متاثر ہوکر عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ فرقہ کی ابتدا کی اور تثلیث کی مخالفت کرکے اپنے حق میں پاپائے روم سے کفر کا فتویٰ حاصل کیا - یہ یاد رہے کہ عیسائیوں کا ترقی پسند یا فرقہ پروٹسٹنٹ قرآن مجید کی تعلیم سے متاثر ہوکر عالم وجود میں آیا ہے -

قرآن مجید کے ترجمے یورپ کی تمام زبانوں میں بارہویں

صدی ہی میں شروع ہو گئے تھے - چنانچہ اِن ہی ترجموں کا یہ کرشمہ تھا کہ جرمنی کے نامور شاعر گوئٹے کے دل و دماغ میں قرآن مجید کے ترجمہ کی بدولت ایک انقلاب پیدا ہو گیا تھا - چنانچہ خود گوئٹے نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ قرآن کی تعلیمات نے اُسے "فاوسٹ" جیسا انقلاب انگیز ڈرامہ لکھنے کے لیے مجبور کیا تھا - اُس کا بیان ہے کہ -

"اِس ڈرامہ کی تحریر کے وقت میرے روبرو قرآن اور رسول عربی کی تعلیم پیشِ نظر رہی ہے" یہ نامور شاعر قرآن کے بارے میں لکھتا ہے

"قرآن کی تعلیم چونکہ الہامی تعلیم ہے اسلئے کوئی بھی مادی طاقت اُس کی تعلیم کو ناکام نہیں بنا سکتی - اپنے نظام تعلیم کے سلسلہ میں ہم خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں لیکن اس تعلیم سے آگے ہم نہیں بڑھ سکتے - اور اگر بغور دیکھا جائے تو اِس الہامی تعلیم سے تجاوز کرنے کی کوشش کسی شخص کے بھی بس کی نہیں" بعض لوگوں کی تو یہاں تک رائے ہے کہ گوئٹے مسلمان ہو گیا تھا - مورخین کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کے مطالعہ نے گوئٹے کے خیالات میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا - چنانچہ اُنہوں نے اپنی تخلیقات میں جا بجا قرآن مجید کی تعلیمات کا اعادہ کیا ہے گوئٹے کا خیال ہے کہ قرآن سے بڑھ کر کسی کتاب نے نوعِ انسانی کو درسِ اخلاق نہیں دیا -

گوئٹے کی طرح فرانس کا مشہور اہل قلم ڈاکٹر مورلیس عربی زبان کا بہت بڑا ماہر تھا جس نے فرانس کی گورنمنٹ کے ایما سے قرآن کریم کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا ہے یہ قرآن مجید کو قطعی طور پر الہامی کتاب تسلیم کرتا ہے - اور اُسے انسان کے لئے خدا کا بہترین عطیہ قرار دیتا ہے - چنانچہ وہ لکھتا ہے -

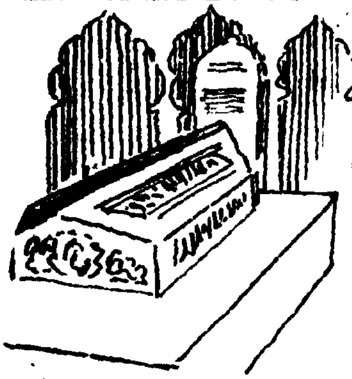
"قرآن ایسی کتاب ہے جو تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے - سچ تو یہ ہے کہ یہ نوعِ انسانی کے لئے قدرت کا بہترین عطیہ ہے قرآن علما کے لئے ایک علمی کتاب - شائقین لغت کے لئے بہترین الفاظ کا ذخیرہ اور مجلہ قوانین شریعت کی ایک مکمل انسائیکلوپیڈیا ہے - تمام آسمانی کتابیں جو داؤد پیغمبر کے زمانہ سے لے کر جان تا لوس کے عہد تک نازل ہوئیں اُن میں سے کوئی ایک بھی قرآن کی ایک چھوٹی سی آیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی قرآن کی دو نمایاں حیثیتیں ہیں پہلی حیثیت تو یہ ہے کہ اس کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا دوسری حیثیت یہ ہے کہ اس میں زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی مکمل رہنمائی کی گئی ہے

فرانس کے اِس محقق نے قرآن مجید کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اُس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید نے یورپین مفکرین اور مدبرین کو بھی اپنی تعلیمات سے کس قدر متاثر کیا ہے - اسی طرح فرانس کا نامور مورخ موسیو سیدیو بھی قرآن مجید کی تعلیمات سے بے حد متاثر دکھائی دیتا ہے - چنانچہ اُس نے اپنی کتاب "تاریخ عرب" میں قرآن مجید کے بارے میں ایک پورا باب سپرد قلم کیا ہے - اُس کا خیال ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس سے مسلم اور غیر مسلم سب ہی یکساں طور پر فائدہ حاصل کر سکتے ہیں - چنانچہ وہ لکھتا ہے -

"میں نے اخلاقیات پر قرآن سے بہتر کوئی کتاب نہیں دیکھی - قرآن میں وہ تمام حقوق بیان کئے گئے ہیں جو خدا تعالیٰ کے بندوں یا بندوں کے خدا پر ہیں - اور وہ حقوق بھی درج ہیں جو بندوں کے خود دوسرے بندوں پر ہیں - اس میں تمام ضروری باتیں موجود ہیں - برائیاں بھلائیاں انسانی حقوق - نیکی اور معاصی سب ہی آ گئے ہیں کوئی ایسی بات باقی نہیں رہی جس کی اس دنیا میں ضرورت ہو سکتی ہے - غرضیکہ قرآن نے اُس تہذیب و اخلاق میں سے جن کی بنیاد سراسر حکمت اور عدل و احسان پر قائم ہے - کوئی بات نہیں چھوڑی قرآن کی تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ مخلوق خدا سیدھے راستہ پر چلے ضلالت و گمراہی کے راستہ سے باز آئے - اور گناہ کی تاریکیوں سے نکل کر ایمان کی روشنی میں آئے - یہ امر واقعہ ہے کہ قرآن نے گمراہوں کو سیدھے راستہ پر ڈال دیا ہے"

یہ ہیں قرآن پاک کی افادیت کے بارے میں فرانسیسی مورخ موسیو سیدیو کے محسوسات - اور ان محسوسات کے ثبوت میں خود عرب قوم کو پیش کیا جا سکتا ہے کہ نزولِ قرآن سے قبل یہ دنیا کی سب سے جاہل اور گمراہ قوم تھی - جو جنگجوئی اور دنیا بھر کے عیوب میں مبتلا تھی - لیکن نزول قرآن کے بعد یہی جاہل قوم دنیا کی مہذب ترین قوم بن گئی - جس نے آگے چل کر عربوں ہی کو نہیں بلکہ ساری دنیا کو انسانیت، حریت، اخلاق اور مساوات کا سبق دیا -

لین پول جیسا مورخ اور محقق اسپین کے مسلمانوں کی حیرت انگیز ترقیوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "جس زمانہ میں قرآن اپنی نورانی تجلیوں سے دنیائے ظلمت کدہ کو منور کر رہا تھا تو اُس وقت پورا یورپ جہالت توہم پرستی، تعصب اور باہمی اختلافات (باقی صفحہ پر)



اولیاء کرام سے سلاطین کی عقیدت

صوفیائے کرام نے ہمیشہ حکمرانوں کی رہنمائی کی ہے

(از سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم-اے)

ہندوستان میں مسلمانوں کے ابتدائی دورِ حکومت میں بڑے بڑے صوفیائے کرام گزرے ہیں جنھوں نے نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ ہندوستان کے عوام کی مذہبی روحانی اور معاشرتی زندگی میں بہت بڑا انقلاب پیدا کیا ہے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام فاتحوں اور بادشاہوں کی تلواروں کی چھاؤں میں آیا لیکن صوفیائے کرام کے حالات زندگی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے پہلے تو اپنے دلوں کو انوار ربانی سے منور کیا۔ پھر لوگوں کو مادی نجاستوں اور آلائشوں سے پاک وصاف کیا۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا بھلائیوں کے راستہ پر لگایا۔ اخلاص ومحبت کا سبق پڑھایا۔ خدمت خلق کی تلقین کی جس سے وہ لوگوں کے دلوں پر کچھ اس طرح چھا گئے کہ شاہ وگدا۔ امیر اور غریب مسلم اور غیر مسلم سب ان کے سامنے جھک گئے۔ اور ان کے آگے جھکنے کے معنی یہ تھے کہ وہ سب اسلام کے سامنے جھک گئے۔

سلاطین صوفیاء کرام کے آستانوں پر بڑی عقیدت سے جھکتے رہے مشہور ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح ہی کی دعوت پر شہاب الدین غوری ہندوستان آیا تھا اور وہ حضرت سے غیر معمولی عقیدت رکھتا تھا۔ سلطان التمش حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح کا مرید تھا اور رات کو اُن کے پاؤں بھی دبایا کرتا تھا۔ دیگر صوفیائے کرام کا بھی بے حد احترام کرتا تھا۔ حضرت جلال الدین تبریزی رح دہلی تشریف لائے تو اُس نے خدم وحشم کے ساتھ دہلی سے باہر جا کر انکا استقبال کیا۔ قاضی قطب الدین کاشانی رح التمش کے دربار میں گئے تو اُن کو اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اسی طرح دربار میں قاضی حمید الدین ناگوری رح کا خیر مقدم تخت سے اتر کر کیا۔ اور ایک مرتبہ اُن کے قدموں میں بھی گر پڑا۔

سلطان بلبن اپنی شاہانہ شوکت وعظمت کے باوجود مشائخ کی بے حد تعظیم کرتا تھا۔ اور حصول برکت کے لئے اُن کے گھروں پر بے تکلف جاتا تھا۔ وہ شیخ علی چشتی رح کا بڑا گرویدہ تھا۔ اُن کو لینے کے لئے لوگ چشت سے آئے تو سلطان بلبن نے اُن کے قدموں پر گر کر اُنہیں چشت جانے سے روک لیا۔ اُس کو صوفیائے کرام سے اس حد تک عقیدت تھی کہ ایک روایت کے مطابق اُس نے اپنی لڑکی بی بی زہرہ کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رح کے حبالہ عقد میں دیدیا تھا۔ اور جلال الدین خلجی حضرت بو علی قلندر پانی پتی کا مرید تھا۔ سلطان علاء الدین خلجی کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے بڑی عقیدت تھی۔ اُس نے اپنے دونوں لڑکوں خضر خاں اور شادی خاں کو اُن کے حلقہ ارادت میں دے دیا تھا۔

سلطان محمد تغلق حضرت فرید الدین گنجشکر رح کے پوتے حضرت شیخ علاء الدین کا مرید تھا۔ اُس نے حضرت نظام الدین اولیا کے جنازے کو کاندھا دینے کی سعادت حاصل کی تھی۔ اور اُسی نے حضرت نظام الدین اولیا رح کے روضہ مبارک کی عمارت بنوائی تھی۔ حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رح اور حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رح کی خانقاہیں بھی اسی نے تعمیر کرائی تھیں۔ سلطان فیروز تغلق بھی حضرت جلال الدین بخاری جہانیانِ جہاں گشت رح سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ وہ جب اسکے دربار میں تشریف لاتے تو فیروز شاہ انہیں اپنی برابر تخت پر بٹھاتا تھا اور سلطان سکندر لودھی حضرت سماء الدین جرجانی رح کا مرید تھا۔

مغل بادشاہوں کو بھی صوفیائے کرام سے گہری عقیدت رہی ہے۔ شہنشاہ بابر حضرت عبد القدوس گنگوہی رح کے آستانہ پر خود

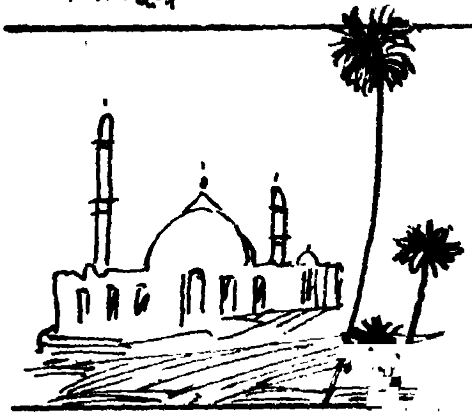
حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور حضرت گنگوہی بھی اپنے مکتوبات کے ذریعہ اُسے نصیحت فرماتے رہتے تھے۔ کہ وہ عدل قائم کرے اور امر و نواہی کی پابندی کرے۔ نماز باجماعت ادا کرے اور علما کو دوست بنائے۔ شہنشاہ ہمایوں حضرت غوث گوالیاری رح کے حلقۂ ارادت میں داخل تھا۔ شہنشاہ اکبر کو حضرت شیخ سلیم چشتی سے جو عقیدت رہی ہے وہ اُس کی زندگی کا اہم جزو ہے ان ہی کی خاطر اکبر نے فتح پور سیکری کو تمام شہروں کا سرتاج بنا دیا تھا۔ اکبر کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے بھی گہری عقیدت تھی جب بھی ملکی کاموں سے اُسے فرصت ملتی تھی حضرت خواجہ کے آستانہ پر ضرور حاضری دیتا تھا۔ اور میدان جنگ میں حضرت خواجہ سے حصول برکت کے لئے یا معین کا نعرہ بھی لگاتا تھا۔ شہزادہ سلیم (جہانگیر) کی پیدائش کی خوشی میں اکبر حضرت خواجہ کے مزار پر حاضری دینے کے لئے آگرہ سے اجمیر پاپیادہ گیا تھا۔

شہنشاہ جہانگیر چونکہ حضرت شیخ سلیم چشتی کے سایۂ عاطفت میں پلا تھا اِس لئے وہ بزرگوں۔ درویشوں حتیٰ کہ سنیاسیوں سے بھی بے حد عقیدت رکھتا تھا۔ کچھ دنوں اُسے حضرت مجدد الف ثانی رح سے اختلاف ضرور رہا۔ لیکن جب اُسکی غلط فہمی دور ہوگئی تو وہ حضرت مجدد کا گرویدہ ہوگیا۔ ایک مشہور روایت ہے وہ کہا کرتا تھا کہ "میرے پاس ایک دستاویز نجات ہے اور وہ حضرت مجدد کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں لے جائے گا تو تیرے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا" شاہجہاں بچپن ہی میں حضرت مجدد الف ثانی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگیا تھا۔ اور [illegible] سلوک و طریقت کی تعلیم حضرت مجدد رح کے صاحبزادے حضرت [illegible] معصوم رح سے پائی تھی۔ اور بادشاہ فرخ سیر نے حضرت سید [illegible] سے بیعت کی تھی۔ محمد شاہ رنگیلے کو شاہ مبارک شاہ [illegible] حضرت [illegible] بڑی عقیدت تھی۔ اور شاہ عالم حضرت شاہ فخر الدین دہلوی رح سے بیعت تھا۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر بھی اُن ہی کا مرید تھا۔ اور جب اُن کا انتقال ہوگیا تو اُن کے صاحبزادے قطب الدین سے بیعت کی اُن کا وصال ہوا تو اُن کے نو عمر صاحبزادے غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب سے وہی عقیدت قائم رکھی۔ مختصر یہ کہ تقریباً سب ہی سلاطین ہند صوفیائے کرام سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔

صوفیائے کرام کے آستانوں پر سلاطین کے جھکنے کے کئی اسباب تھے۔ بڑی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت میں متعدد ایسے جلیل القدر صوفیا گزرے ہیں کہ وہ خواص و عام دونوں کے دلوں پر چھائے ہوئے تھے۔ ان کی درویشی میں بھی شہنشاہی کی جھلک تھی۔ اور اُن کی قلندری میں شان سکندری موجود تھی۔ سلاطین ہند کے دربار میں اگر شاہانِ عجم کی شان دکھائی دیتی تھی تو ان بوریہ نشین درویشوں کی خانقاہوں میں "عرب کا سوز دروں" ملتا تھا۔ انکی حکمت ملکوتی اور علم لاہوتی سے لوگوں کے درد کا درماں ہوتا رہتا تھا۔ اِسی لئے وہ عوام اور خواص کا مرجع بن گئے تھے

اس کے علاوہ بعض سلاطین جب علما کی سخت گیریوں سے گھبرا جاتے تھے تو اُن کو صوفیائے کرام ہی کے دامن میں پناہ ملتی تھی۔ صوفیائے کرام ظاہری پابندیوں میں سختی کرنے کے بجائے سلاطین میں اسلام کی اخلاقی اور باطنی روح پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس سے کبھی کبھی شریعت کی گرفت تو تھوڑی بہت ڈھیلی ضرور ہو جاتی تھی مگر اسلام کی باطنی خوبیوں کا اثر سلاطین پر قائم رہتا تھا۔ جس سے جہاں حکومت و سلطنت کو فائدہ پہنچتا تھا وہاں عوام کو بھی ان حکمرانوں سے راحت ملتی تھی۔ التمش جیسے دیندار بادشاہ کی درباری شان و شوکت پر مولانا نور الدین مبارک غزنوی سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ یہ ظاہرداریاں دینِ مصطفیٰ کے خلاف ہیں۔ لیکن حضرت بختیار کاکی اپنے مرید سلطان التمش کو شاہانہ شوکت و حشمت ترک کرنے کی تلقین کے بجائے اسکو خدا ترسی، تزکیۂ نفس پارسائی، دینداری، غم خواری، عدل پروری، اور خدمت خلق کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن اگرچہ دربار کی ظاہری نمود و نمائش میں عجمی حکمرانوں کی تقلید کرتا تھا۔ جس کا رنگ مشرکانہ تھا۔ لیکن وہ اپنے عہد کے تمام صوفیائے کرام سے فیوض و برکات حاصل کرتا رہتا تھا۔ یہ شعائرِ اسلام کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ اُس کے دربار کی بعض مشرکانہ رسوم کے باوجود حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے اُس کے مذہبی عقائد کی تعریف کی ہے۔

صوفیائے کرام اور سلاطین کی پیری مریدی محض رسمی اور روایتی نہیں رہی بلکہ سلاطین کے مذہبی خیالات اور جذبات کے نشو و نما میں اِن بزرگوں کے فیوض و برکات کا بڑا دخل رہا ہے۔ شمس الدین التمش حضرت خواجہ بختیار کاکی کا مرید بن کر (باقی ص ۶۲ پر)



عبرت حاصل کرو

فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَارُ ۵

(از جناب عبدالملک فاروقی)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند صحابہ رضہ نے ناواقفیت کی بنا پر کسی قبر پہ اپنا خیمہ نصب کیا مگر جب سب مجتمع ہو کر بیٹھے تو یکایک قبر کے اندر سے سورۂ ملک کی تلاوت کی آواز آنے لگی اور جب تک پوری سورت ختم نہیں ہوئی سبھی ہمہ تن گوش رہے، اس عجیب و غریب واقعہ کا ذکر جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں کیا گیا۔ تو حضور نے فرمایا سورہ ملک عذاب قبر سے نجات کا ذریعہ ہے۔ (حاکم بیہقی)

عبدالواحد بن زید رح کہتے ہیں کہ سفر حج میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے۔ غرض کہ ہمہ وقت درود شریف کی بہت تلاوت کرتا تھا، ایک دن مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اس سے پوچھ ہی لیا کہ آپکی درود پاک اتنی کثرت سے پڑھنے کی وجہ کیا ہے؟ تو انھوں نے بیان کیا، کہ جب میں پہلی مرتبہ زیارت بیت عتیق کے لئے گیا تو۔ اس سفر میں میرے ہم رکاب میرے والد محترم بھی تھے، حرم محترم کی زیارت کے بعد ہم ایک مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔ اور رو ہیں سو گئے۔ اچانک بحالت خواب کسی شخص نے مجھے خبر دی کہ تمہارے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ انکا چہرہ بالکل سیاہ ہو چکا ہے۔ گھبراہٹ میں میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں فوراً ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ واقعی وہ رخصت ہو چکے ہیں۔ اور ان کا چہرہ بھی بالکل کالا ہو چکا ہے، اس منظر سے مجھ پر بڑا خوف و اضطراری ہوا سوچ ہی رہا تھا کہ کسی سے کہوں کیا کہوں، اور کیا کروں؟ خود بخود آنکھیں بند ہو گئیں اور دکھائی دینے لگا کہ جیسے والد کے سر پر چار آدمی جو انتہائی کریہہ المنظر تھے۔ اور فولادی گرز ان کے ہاتھ میں تھے۔ کھڑے تھے اتنے میں ایک بہت خوبصورت بزرگ سبز رنگ کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں تشریف لائے اور ان خوفناک آدمیوں کو الگ ہٹا کے لے گئے۔ اور پھر واپس آئے اور والد کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگے کہ

"جاؤ اپنے باپ کو دیکھو، اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنا سرخ رو بنا دیا ہے" چنانچہ جیسے ہی میں نے اُن کے چہرے سے چادر ہٹائی تو یہ معلوم ہوا کہ سارا مکان ایک دم جگ مگا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ وہ بزرگ کون تھے تو وہ کہنے لگا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اسکے بعد کہنے لگا کہ بس اس دن سے میں ہر وقت درود پاک کا ورد کرتا رہتا ہوں (احیاء العلوم)

ابو سلیمان دارانی رح نے کسی متوفی بزرگ کو خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟" تو انھوں نے جواب دیا کہ اللہ کا شکر ہے کہ مجھ پر تو کرم ہو گیا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جتنا ضرر ہم لوگوں کو شہرت پانے اور غرور سے ہوتا ہے اتنا اور کسی چیز سے نہیں ہوتا۔"

ابن ابی الدنیا اور ابن جریر یزید بن طریق بجلی رح سے نقل کیا ہے کہ جب میرے بھائی کو جب سب لوگ دفن کر چکے تو میں قبر کے اوپر سر رکھ کر بیٹھ گیا، اس وقت میرا بایاں کان قبر کی مٹی سے بالکل ملا ہوا تھا اچانک قبر کے اندر سے متوفی کی آواز سنائی دینے لگی یہ آواز یقیناً اُسی کی تھی۔ اس وقت وہ کہہ رہا تھا "میرا رب اللہ ہے" اس کے بعد کسی دوسرے نے پوچھا "اور تیرا دین؟" تو اس نے جواب دیا "اسلام" اور اس سے یہ بات ثابت ہے کہ قبر میں باز پرس ضرور ہو گی۔

"حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلعم غروب آفتاب کے قریب کہیں تشریف لے جارہے تھے، اچانک کچھ غیر مانوس آوازیں سنائی دینے لگیں، اُن آوازوں کو سنکر حضور نے ارشاد فرمایا کہ "یہ یہودیوں کی آوازیں ہیں اور ان پر اس وقت بڑا سخت عذاب نازل ہو رہا ہے" (صحیحین)

"ایک بزرگ حضرت ابو ایوب رح ایک دفعہ کسی فاسق و فاجر کے جنازے کو آتا دیکھ کر اپنے گھر کے اندر داخل ہو گئے، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ کہیں اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنی پڑ جائے" الغرض تجہیز و تکفین کے بعد کچھ لوگوں نے اسکی کیفیت معلوم کی تو اُس نے خواب میں بتایا کہ "خدا نے مجھے فوراً بخش دیا مگر ابو ایوبؒ سے کہدینا کہ اگر رحمت الٰہی کے خزانے تمہارے قبضہ میں دے دیئے جاتے تو تم اُنہیں ختم ہونے کے ڈر سے کھلنے ہی نہ دیتے"

احیاء العلوم میں حضرت امام احمد رح نے حضرت انس رضؓ سے نقل کیا ہے کہ "ایک مرتبہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ رضؓ کے کھجوروں کے باغ میں حضرت بلال رضؓ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک قبر سامنے آگئی اور اسمیں سے کچھ آوازیں آرہی تھیں آپ نے بلال رضؓ سے فرمایا کہ "کیا تم بھی سن رہے ہو؟" بلال رضؓ نے اثبات میں سر ہلا دیا، پھر آپنے فرمایا کہ "اس وقت اس قبر والے پر بڑا سخت عذاب نازل ہو رہا ہے، بعد میں دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ قبر کسی یہودی کی ہے۔"

کیا اسلام جنگ بازوں کا مذہب ہے

(باقی مضمون صفحہ ۲۲ سے)

بھی عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔ تو قدرتی طور پر وہ مسلمانوں کے اس حُسن کردار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ اور اس سے اسلام کے فروغ میں بڑی مدد ملی

مسلمانوں کے مخالف بھی اس بات کے معترف ہیں کہ مسلمان جس ملک میں بھی گئے اُن کے حسن کردار نے لوگوں کو بے حد متاثر کیا ہے۔

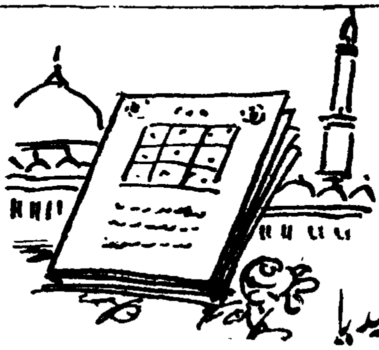
اس سلسلہ میں ایک فرانسیسی مستشرق (ورمفکر) نے لکھا ہے کہ "اگر ہم مذاہب کو صرف اصلاحی تحریکات کا نام دے کر انسانی زندگی پر اُن کے اثرات اور ردعمل کا جائزہ لیں تو ہمیں یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ اس معاملہ میں اسلام سب سے آگے ہے۔ اِس مذہب نے چند ہی دہائیوں کی مختصر سی مدت میں دنیا کے ایک بڑے حصہ پر اپنا گہرا اثر ڈالا ہے۔ اور اُس کی حیرت انگیز مقبولیت اُس کی اُسی تعلیم کا نتیجہ تھی۔ جو امن سلامتی اور انسانی خیر سگالی کے پاکیزہ مقاصد پر مبنی تھی۔ اور اُن تمام ملکوں کے باشندے جہاں مسلمان جاتے تھے اسلام کو صرف اسلئے خود بخود قبول کر لیتے تھے کیونکہ یہ مذہب اُنہیں مساوات اور انصاف کے قیام کی دعوت اور ترغیب دیتا تھا۔ لہذا اسلام کو خواہ مذہب تسلیم کیا جائے یا ایک اصلاحی تحریک کہا جائے اُس نے بنی نوع انسان کی اصلاح اور تربیت میں بہت ہی نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور امن پسندی کے معاملہ میں تو دنیا کی کوئی تحریک بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتی"

اِن حقائق کی روشنی میں بھلا کون اسلام کو جنگ پسندوں کا مذہب قرار دے سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے بڑھ کر دنیا کا کوئی مذہب بھی امن کا داعی نہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس مذہب کی امن پسندی، مساوات۔ اور عدل و انصاف نے ہی مختصر سی مدت میں اسے ایک عالمگیر مذہب بنا دیا تھا۔

اولیائے کرام سے سلاطین کی عقیدت

(باقی مضمون صفحہ ۳۴ سے)

ایک درویش صفت حکمران بن گیا تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود پر اپنے باپ سلطان التمش کا بے حد اثر پڑا تھا۔ اسی لئے اُسے مشائخ سے بے حد لگاؤ تھا۔ اور اُسے حضرت بابا گنج شکر رح سے بڑی عقیدت تھی۔ مورخوں نے لکھا ہے کہ سلطان ناصر الدین محمود کی زندگی کے واقعات خلفائے راشدین کے حالات زندگی سے ملتے جلتے ہیں۔ اور یہ صوفیائے کرام ہی کے گہرے اثرات کا نتیجہ تھا۔ غیاث الدین بلبن پر حضرت شیخ علی چشتیؒ، حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رح اور دوسرے مشائخ کا بڑا اثر رہا ہے۔ اسی لئے وہ عبادت و ریاضت اور شب بیداری میں غیر معمولی اہتمام رکھتا تھا جلال الدین خلجی کو نہ صرف حضرت بو علی قلندر رح بلکہ تمام مشائخ سے گہری عقیدت رہی ہے اور اُس میں غیر معمولی حلم، خدا ترسی۔ نرمی اُن ہی کے اثرات سے پیدا ہوئی تھی





ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں - اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے - یہ مستند کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا

کے نام سے شائع کی گئی ہے - اس جدید اڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے - اسمیں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو - اس کتاب میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے اس میں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے - اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے - غرضکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے - یہانتک کہ اسلامی نقطہ نظر سے کھانے پینے اور رہائش میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دئے گئے ہیں - جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کیلئے ہر وقت موجود رہتا ہے - یہ کتاب نہیں ہے - بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے -

اس میں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے -

باب اول:- فضائل اسلام :- اس میں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات وغیرہ

باب دوم:- عقائد اہل سنت والجماعت :- اسمیں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی، لوح و قلم، فرشتے حضرت جبرئیل میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، نکیرین، کاتبین، علیین، قبر میں سوال نکیرین، علامات قیامت، ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول، یاجوج ماجوج مغرب سے طلوع آفتاب قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکنے کا ذکر، میدان حشر حساب و کتاب، پلصراط، دوزخ جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ پیران طریقت، موت، وصیت وغیرہ -

باب سوم:- اسلامی عبادات :- اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے - مثلاً وضو، غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ نماز عیدین نماز اشراق، نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ کے مسائل درج ہیں -

باب چہارم:- اعمال و وظائف :- اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن "یہ تاریخ وار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے معمول رہے ہیں - نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں -

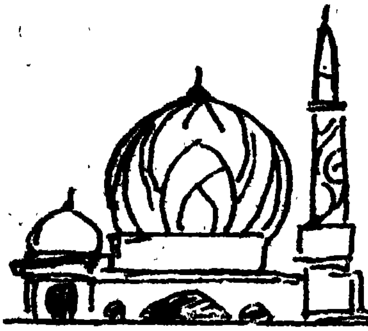
باب پنجم:- حرام و حلال جانور اور ذبح و شکار :- اسمیں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں -

باب ششم:- اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق :- اسمیں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ حقوق اہلبیت حقوق پیران طریقت والدین کے حقوق اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقرباء کے حقوق، حقوق ملازم غرضکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں -

دیگر ابواب:- باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے - مثلاً خور و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش عقیقہ اور شادی بیاہ نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں - ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے - جو مکمل میلاد پڑھنے کا کام دیتا ہے - اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح درج ہیں اور آخری باب میں ضروری نصائح اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں - غرضکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہیں جو مسلم لائبریری کا ہی ہو سکتا ہے - ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ ٹائیٹل رنگین منگانے کے بعد اگر کتاب ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے -

قیمت مجلد بہ بیس روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد دہلی ۶



یروشلم اور یہودی

مسلمانوں نے انھیں پناہ دی مگر یہ مسلمانوں کے دشمن بن گئے

(از جناب بزمی عباسی چریاکوٹی۔ ایم۔اے۔ ایل ایل۔بی)

انتہائی قدیم زمانہ میں یعنی ۵۸۶ء قبل مسیح سے ہی یہ یروشلم یہودیوں کی تمناؤں کا مرکز رہا ہے۔ یہودی دانشور اور مصنف یروشلم کے تقدس اور عظمت کے متعلق اپنی تخلیقات میں صدیوں سے بہت کچھ لکھتے چلے آرہے ہیں۔ یہاں تک کہ حال ہی میں اسرائیلی پارلیمنٹ "نیسٹ" نے غالباً جولائی ۱۹۸۰ء میں ایک بل پاس کرکے یہ اعلان کر دیا ہے کہ یروشلم اسرائیلی حکومت کا ابدی صدر مقام رہے گا۔ اور دنیا کی کوئی طاقت بھی اس مقام کو یہودیوں سے جدا نہیں کرسکتی۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعد یروشلم یعنی بیت المقدس مسلمانوں کا بھی تیسرا مقدس ترین شہر ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے رسول مقبول صلعم کو معراج حاصل ہوئی اور وہ ساتویں آسمان پر خدائے ذوالجلال کے پاس عرش معلی پر پہنچے اور اسی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمان اور خصوصاً صوفیائے کرام یروشلم کو روحانیت اور تصوف کا ایک اعلیٰ ترین مرکز تصور کرتے ہیں۔

عیسائیوں کے لئے بھی یروشلم انتہائی مقدس اور پاک شہر ہے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی شہر میں بیت اللحم میں پیدا ہوئے اور عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق انھوں نے اسی شہر میں کوہ زیتون پر عوام کو خدا کی رحمت اور اس کے جلال کا پیغام پہنچایا اور اسی شہر میں وہ کالوری کے مقام پر صلیب پر چڑھائے گئے اور اسی شہر میں وہ دفن بھی کئے گئے ۳۲۴ء تک یہ خالص عیسائیوں کا مقدس شہر قرار پایا اور صدیوں تک اس کی یہ حیثیت برقرار رہی۔ لیکن جب شاہ کانسٹنٹائن نے عیسائی مذہب اختیار کیا اور عیسائی مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا بیڑا اٹھایا تو اس کے فوراً ہی بعد یروشلم یہودیوں کے لئے ارض ممنوعہ قرار دیدیا گیا۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے بہت اذیتیں دی تھیں۔ اور یہودیوں ہی نے انھیں سولی پر چڑھایا تھا۔

۶۳۷ء میں اس مقدس شہر کو حضرت فاروق اعظم رضہ نے فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کرلیا۔ اور اس وقت سے یہ اسلام کے مقدس ترین مقامات میں شامل ہو کر اسلامی دنیا کا ایک اہم ترین مرکز بن گیا۔ حضرت عمر فاروق رضہ نے اپنی رحم دلی اور عدل کی وجہ سے فتح بیت المقدس کے بعد اس شہر کے تمام باشندوں کو عام معافی اور مذہبی آزادی عطا کر دی اور اس شہر میں داخلہ کے لئے تمام دوسری قوموں کے ساتھ ساتھ یہودیوں کو بھی عام اجازت دیدی گئی جس سے کہ وہ عیسائی دور میں محروم کر دئے گئے تھے اور یہ مراعات یہودیوں کے لئے ۱۰۹۹ء تک جاری رہیں لیکن جب شاہ گوڈفرے نے ۱۰۹۹ء میں ایک صلیبی جنگ کے بعد یہ شہر مسلمانوں سے چھین لیا اور وہ یروشلم کا حکمراں بن گیا تو اس نے دوبارہ یروشلم میں داخلہ پر یہودیوں پر پابندی عائد کر دی اور یہ صورت حال ۱۱۸۷ء تک یعنی تقریباً اٹھاسی سال تک قائم رہی۔

مگر اس کے بعد غازی صلاح الدین ایوبی نے متعدد صلیبی جنگوں کے بعد جب ۱۱۸۷ء میں بیت المقدس کو عیسائیوں سے چھین کر دوبارہ اسے اسلامی سلطنت میں شامل کرلیا تو یہودیوں کو نئے سرے سے یروشلم میں داخلہ کی مسلمانوں نے اجازت دیدی۔ اور مسلم دور حکومت میں یہودی قوم کو عیسائیوں کے ہاتھوں نہ صرف قتل و غارت گری سے نجات مل گئی بلکہ انہیں خوب نوازا گیا اور وہ یہودی جو عیسائی دور میں کچلے جا رہے تھے مسلم دور حکومت میں

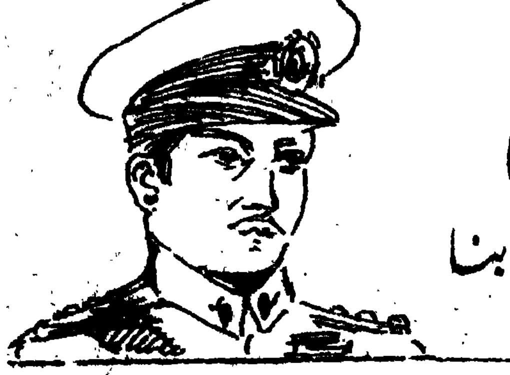
سائنسی۔ تعلیمی۔ اقتصادی، سماجی اور سیاسی میدانوں میں انتہائی عروج پر پہنچ گئے۔ بقول مشہور یہودی مورخ۔ میکس آئی ڈی مانٹ "اسلامی دور حکومت میں یہودیوں میں بہترین سیاست داں۔ دانشور ماہرین تعلیم۔ سائنس داں، ماہرین اقتصادیات اور تاجر پائے جاتے تھے" اس مورخ نے مذہبیات اور فلسفہ وغیرہ پر اپنی بہت سی تصانیف چھوڑی ہیں۔ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ اسلامی اقتدار کا دور دراصل یہودیوں کے اقتدار کا دور تھا اس دور میں یہودیوں نے بے حد ترقی کی اور تقریباً سات آٹھ سو سالہ عربوں کا دور یہودیوں کے اقتدار کا دور تھا۔ مسلم اقتدار کے زوال کے بعد ہی یہودیوں کا بھی زوال شروع ہو گیا تھا۔

پہلی عالمی جنگ کے بعد عربوں نے شریف حسین اور چند مغرب پرست زعماء کی سرکردگی میں جب ترکی کے آخری خلیفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو حکومت برطانیہ نے اس بغاوت کی پشت پناہی کی اور اس سازش میں یہودی بھی برطانوی حکومت کے ساتھ شریک تھے جس کے عوض میں برطانیہ نے یہودیوں سے سرزمین فلسطین پر اُن کے لئے ایک مذہبی اور قومی وطن کے قیام کا وعدہ کیا ہوا تھا اور اسی وعدہ کو پورا کرنے کی غرض سے برطانیہ کی طرف سے اعلان بالفور ہوا تھا جس کے ذریعہ اس وعدہ کی توثیق کر دی گئی تھی اور اس کے بعد تمام مغربی طاقتیں متفقہ طور پر اس سازش میں شریک ہو گئیں۔ اور ان سب کا منشا یہ تھا کہ یہودی قوم سے یورپ کو نجات مل جائے۔ اور یہ مصیبت عربوں کے سر پر مسلط کر دی جائے۔ اور مغربی اور یورپی طاقتوں کی اس سازش کے نتیجہ میں اقوام متحدہ میں بھی ایک قرارداد کے ذریعہ اس کی توثیق کر دی گئی۔ پھر اس کے بعد جرمنی اور مشرقی یورپی ممالک سے کثیر تعداد میں یہودیوں کو ملک بدر کیا گیا۔ تو وہ اپنے ہوئے پروگرام کے مطابق فلسطین میں گھس آئے۔ اور اس طرح معصوم عربوں اور فلسطینیوں کو لاکھوں کی تعداد میں اپنا وطن اور گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا ادھر دہشت پھیلانے والی یہودی تنظیموں نے زیادہ سے زیادہ عرب اور فلسطینی باشندوں کی زمینوں جائیدادوں اور املاک پر دہشت گردی اور طاقت کے ذریعہ غاصبانہ قبضہ جمالیا۔ اور اُن پر بدبختی یہودیوں کا قبضہ ہو گیا۔

—— احسان ناشناسی کی انتہا ہے کہ یورپین ممالک کے وہ یہودی جو ہٹلر کے قتل عام اور اُس کے انتقام کی آگ سے جان بچا کر فلسطین پہنچے تھے۔ انھوں نے وہاں کے مقامی عرب باشندوں کے ساتھ وحشی سلوک اور ظلم و جبر اختیار کیا جو ان کے ساتھ ہٹلر نے کیا تھا۔ بلکہ اُس سے بھی کہیں زیادہ۔ چنانچہ یہودیوں کے ظلم و ستم کے شکار فلسطین کے بے گناہ اور معصوم عوام ہوئے۔ عربوں کے گاؤں کے گاؤں اُن سے خالی کرا لئے گئے۔ متعدد گاؤں ڈائنامیٹ سے اڑا دئے گئے۔ اور صرف یہی نہیں ہوا بلکہ فلسطینیوں کا قتل عام گاؤں شہروں، قصبوں اور سڑکوں پر ہر جگہ بڑی بے دردی سے کیا گیا۔ تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ظلم و تشدد اور بربریت یہودیوں کی تاریخ میں عظیم کارناموں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف نامور مورخ ٹائن بی نے بھی اپنی تاریخی کتابوں میں کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دینا بھی یہودیوں کے شرمناک ظالمانہ کارناموں کی ایک اہم کڑی ہے۔

دور قدیم ہی سے یہودیوں کا ظلم و تشدد سے بڑا گہرا اور تاریخی تعلق رہا ہے۔ اس قوم کی فتنہ پردازیوں بربریت، وحشت گری۔ ظلم و تشدد، احسان فراموشی فریب دہی و مکاری اور منافقت سے تنگ آکر ہر دور میں تمام قوموں نے ہزاروں سال سے نجات حاصل کرنے کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے۔ اور اسی مقصد کے تحت ہٹلر نے انہیں یورپ سے نکالا تھا۔ اور اور عربوں پر مسلط کر دیا تھا۔ جسکی سزا آج عرب برداشت کر رہے ہیں اور نہ جانے یہ نا احسان شناس یہودی کب تک سرزمین عرب پر مسلط رہیں گے۔ اور کب ان سے فلسطینیوں اور عربوں کو نجات ملے گی۔

یہودی قوم کی یہ خصلت ہے کہ جو بھی اُس پر احسان کرتا ہے یہ اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ یہی زمانہ قدیم میں ہوا ہے اور آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ لیکن پھر بھی اُس محسن کش قوم کو ایک نہ ایک دن اپنے کئے کی پوری پوری سزا ضرور بھگتنی ہوگی کیونکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا میں اکثر و بیشتر ظالم قوموں کو وقتی اقتدار تو حاصل ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں کبھی معاف نہیں کیا ہے۔



ایک نومسلم انگریز افسر کی آپ بیتی

یہ فوجی افسر کس طرح اور کیونکر اسلام کا گرویدہ بنا

(مسٹر ایچ۔ ایف فیلوز کے انگریزی مقالہ کا ترجمہ)

مسٹر ایچ۔ ایف۔ فیلوز۔ زمانۂ دراز تک برطانیہ کی بحری فوج میں ایک ذمہ دار افسر کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ انھوں نے پچھلے دنوں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی آپ بیتی شائع کی تھی۔ جس کا ترجمہ ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کے لئے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ایک ایسے عیسائی خاندان میں پیدا ہونے اور پرورش پانے والے کیلئے جو کسی عیسائی ملک میں آباد بھی ہو اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ ایسے شخص کے مذہب کو تبدیل کرانے کے لئے اسے بہت زیادہ سمجھانے کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے مجھے اس بات کا اقرار کرتے ہوئے اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ میرے مسلمان ہونے میں کسی کے سمجھانے کو ذرہ برابر بھی دخل حاصل نہیں ہے بلکہ اسلام کے مطالعہ کے بعد میں خود اپنے ضمیر کے تقاضہ سے مجبور ہو کر مسلمان ہوا ہوں۔

میری زندگی کا بیشتر حصہ برطانوی بحری بیڑہ کے (ایک افسر کی) حیثیت سے بسر ہوا ہے۔ برطانوی بحری بیڑہ کے تمام ملازموں کو "بحری قواعد" سے متعلق ایک کتاب مہیا کی جاتی ہے۔ اس کتاب میں ان کے تمام تر فرائض، ذمہ داریاں، ان فرائض کو اچھی طرح ادا کرنے کی صورت میں ترقیوں اور تنخواہوں میں اضافہ اور ان کی خلاف ورزی کرنے کی شکل میں سزاؤں کی تفصیلات درج ہوتی ہیں۔ اور اسی کتاب کی بدولت شاہی بیڑہ سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ ایک خاندان کی طرح مل جل کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بحری فوج کے ایک افسر کی حیثیت سے یہ کتاب میرے مطالعہ میں بھی رہی ہے۔ اور اسی کے مطالعہ کے بعد میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ اگر شاہی بیڑہ کے ملازموں کے لئے ایک ایسی جامع کتاب تیار کی جاسکتی ہے جس کی بدولت اس محکمہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک مطمئن اور مسرور خاندان کی طرح زندگی بسر کر سکتے ہیں تو پوری بنی نوع انسان کے لئے بھی کوئی ایسی کتاب ضرور موجود ہونی چاہئے جو انھیں رشتۂ اخوت میں منسلک کر سکے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں نے اپنے اس خیال کا اظہار اپنے ساتھی افسروں پر کیا تھا تو انھوں نے اسے میرے فلسفیانہ رجحانات کا نتیجہ قرار دیا تھا۔ اس کے باوجود میں اپنے اس خیال کو دل سے دور کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور دوسری جنگ عظیم کی تباہکاریوں نے میرے اس خیال کو اور پختہ بنا دیا کہ خالق کا مقصد ہرگز نہیں ہو سکتا کہ انسان اور اسکی محنتوں کو برباد کر دیا جائے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا مقصد یہ نہیں ہے، تو پھر بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے اس کی واضح ہدایات بھی موجود ہونی چاہئیں۔ ملازمت کے بیشتر زمانہ میں میرے ذہن میں یہی خیال موجود رہا لیکن دوسری عالمگیر جنگ کے زمانہ میں اپنی ملازمت کی مدت ختم کرنے سے پہلے اس سلسلے میں اپنی معلومات کو بڑھانے اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کا مجھے موقعہ نہیں مل سکا۔

دوسری عالمگیر جنگ کے اواخر میں ایک نئے تباہ کن ہتھیار ایٹم بم نے جاپان میں جو ہولناک تباہی نازل کی تھی اس نے مجھے خصوصیت کے ساتھ متاثر کیا تھا۔ اور میں نے سب سے پہلے اپنے نئے زاویۂ نظر سے انجیل مقدس کا مطالعہ شروع کیا تھا۔ لیکن اس

کتاب کے ساتھ انتہائی عقیدت مندی کے باوجود میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ عملی اعتبار سے پوری بنی نوع انسان کو متحد بنانے اور اُسکی رہنمائی کرنے کے فریضہ کو انجام نہیں دے سکتی۔ اور مجھ یاد ہے کہ میرے لئے یہ انکشاف بڑا مایوس کن ثابت ہوا تھا۔

"انجیل مقدس" میں اپنے اس سوال کا جواب نہ پاکر میں نے قرآن کریم کا مطالعہ شروع کیا۔ ملازمت کے دوران میں میں نے معمولی عربی سیکھ لی تھی لیکن عربی زبان سے میری یہ واقفیت قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے کافی نہیں تھی۔ اس لیے مجھے اُن کتابوں سے مدد لینی پڑی جو اسلام کے متعلق انگریزی میں لکھی گئی ہیں اور قرآن کریم کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ:-

• اسلام ہماری دنیاوی زندگی کے ساتھ ہم آہنگ ہے اور زندگی کے ہر مرحلہ میں ہمارا رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام ایک سادہ اور سمجھ میں آنے والا مذہب اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں ناقابل فہم باتیں موجود نہیں ہیں۔ اس کے عبادت کے طریقوں میں خلوص اور خدا تعالیٰ کے ساتھ گہری عقیدت مندی پائی جاتی ہے اور قرآنِ کریم ایک ایسی کتاب ہے جو پوری بنی نوع انسان کو مذہبی عقائد کے اختلافات کے باوجود انسانی برادری کے رشتہ میں منسلک کرسکتی ہے۔

اور اپنے اخذ کیے ہوئے اسی نتیجہ کی روشنی میں جب میں نے مسلمانوں کے اُن حلقوں کی عملی زندگی کا جائزہ لینا شروع کیا جو لندن میں موجود ہیں تو میرے مذکورہ بالا نتیجہ کی صداقت کی پوری طرح تصدیق ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ ان حلقوں میں نہ صرف دنیا کی ہر قوم، نسل اور ہر رنگ کے مسلمان ہی شامل ہیں۔ بلکہ اُن کے درمیان کوئی ایسا امتیاز بھی موجود نہیں ہے جس سے سماجی پستی اور بلندی کا معمولی سا احساس بھی کیا جاسکے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ کوئی مسلمان بھی مذہب یا رسم و رواج کے اختلافات کی بنیاد پر کسی غیر مسلم کے ساتھ نفرت اور بیزاری کے رجحانات کا اظہار نہیں کرتا۔

اسلام کے نظریات اور مسلمانوں کی عملی زندگی سے مطمئن ہوجانے کے باوجود میں نے اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنے اور اسلام قبول کرلینے میں عجلت سے کام لینا مناسب نہیں سمجھا اور ایک ایسا قدم اٹھانے کے لئے جس پر میری پوری زندگی اور آخرت کا انحصار تھا مناسب وقت کا منتظر رہا۔ چنانچہ انتظار کی اس مدت میں میں نے اسلام کا جو مزید مطالعہ کیا اُس سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ اگرچہ اپنی ابتدائی کامیابیوں اور ترقیوں کے بعد مسلمانوں کو زوال اور انحطاط کے دور سے گزرنا پڑا تھا۔ لیکن ان کے زوال میں اسلامی تعلیمات کا کوئی اثر نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کے سیاسی انحطاط کے اس دور میں بھی خود اسلام غیر مسلموں کے لئے کشش کا موجب ثابت ہوتا رہا تھا۔ کسی منظم تبلیغی کوشش کے باوجود اسلام دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلتا رہا تھا۔ اور دنیا کا یہی وہ واحد مذہب ہے جس نے انسانی فلاح و ترقی اور اتحاد کی ہر تحریک کا ساتھ دیا ہے۔

اسلام کے متعلق ان تمام نتائج پر پہنچنے کے بعد میرے لئے قبول اسلام کے خیال کو نظر انداز کردینا یا اس ارادہ کو ملتوی کرتے رہنا ممکن نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لیے میں نے اسلام قبول کرلیا اور میرا عقیدہ اور تجربہ یہ ہے کہ اسلام نظری اور عملی لحاظ ہی سے نہیں بلکہ ہر زاویہ نظر سے ایک مکمل مذہب اور نظام زندگی ہے یہ آج بھی دین اور دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کا ایک سیدھا راستہ ہے اور قیامت تک اس کے سیدھا راستہ ہونے پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں خدا تعالیٰ سے اسی سیدھے راستہ پر استقامت کے ساتھ چلانے کی دعا کرتا ہوں۔

افسانہ



مجاہد کا خون

مراکش کی جنگِ آزادی سے متعلق ایک کہانی

(از جناب سراج الدین نظامی)

یہ افسانہ ایک ایسا دردناک افسانہ ہے جو اول سے لیکر آخر تک مجاہدوں کے دل میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ امید ہے کہ یہ افسانہ ہمارے ناظرین کے حلقہ میں بے حد پسند کیا جائے گا۔

سلمیٰ خوبصورت سلمیٰ اس کے آغوش کی زینت بنی ہوئی تھی۔ منصور اُسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ امید و یاس کا طوفان اس کے قلب میں اُمنڈ اچلا آ رہا تھا اور وہ برابر سلمیٰ کو دیکھے چلا جا رہا تھا۔

"تم اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو میرے آقا" سلمیٰ نے پوچھا "میں کوئی نئی عورت نہیں ہوں ہماری تمہاری شادی کو ایک سال سے زیادہ گزر چکا ہے"

منصور بولا "سلمیٰ مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ شاید ہی میں آج کے بعد تمہیں دوبارہ دیکھ سکوں۔ کل فرانسیسیوں کے ساتھ جو معرکہ ہونے والا ہے۔ وہ بڑا ہی فیصلہ کن معرکہ ہے۔ اگر میں اس جنگ میں کام آگیا تو سوچتا ہوں کہ تمہارا انجام کیا ہوگا"

سلمیٰ بولی "میرے آقا میری فکر نہ کیجئے مرو وطن کی آزادی ہے تو سب کچھ ہے۔ وطن کے مقابلہ میں سلمیٰ کی محبت کو دل سے نکال دو اگر آپ فتحیاب ہو کر میدان جنگ سے آتے ہیں تب بھی میرے لئے باعث فخر ہے۔ اور اگر آپ شہید کا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں تو یہ بھی میرے لئے باعث افتخار ہے۔ سلمیٰ ہر مصیبت کا وطن کی خاطر مردانہ وار مقابلہ کرے گی"

منصور نے بیتابی کے ساتھ سلمیٰ کو کلیجے سے لگاتے ہوئے کہا "سلمیٰ تم نے میرے حوصلوں کو بڑھا دیا ہے اور اب میں بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ میدانِ جنگ میں جان دے سکوں گا"

"نہیں میرے آقا آپ زندہ رہیں گے۔ اور اس بچہ کی خوشنود کی بہار دیکھیں گے جسے میں اپنے شکم میں چھپائے ہوئے ہوں" سلمیٰ نے کہا۔

منصور بولا "اور یہ بچہ بھی دنیا میں آنے کے بعد اپنے باپ دادا کی طرح سرفروش ثابت ہوگا۔ اور اسلام اور وطن کے لئے اپنا نام روشن کرے گا"

"ہاں میرے آقا ایسا ہی ہوگا" یہ کہتے ہوئے سلمیٰ منصور کے آغوش میں اور بھی زیادہ سمٹ گئی۔ اور دونوں رات گئے تک اسی طرح اپنے دلوں کا بوجھ ہلکا کرتے رہے۔

دوسرے روز منصور مجاہدین وطن کے ساتھ جان کی آخری بازی لگانے کے لئے پہنچ گیا۔ اور اُس نے پوری طاقت سے فرانسیسی کیمپ پر حملہ کر دیا۔

منصور کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی۔ فرانسیسیوں کے قدم تقریباً اکھڑ چکے تھے کہ قبیلہ بنی صین کے سپاہی فرانسیسیوں کی مدد کو پہنچ گئے۔ جب وطن کی سرزمین ہی سے غدار پیدا ہونے لگے تو منصور جیسے محبانِ وطن کیا کر سکتے تھے۔

منصور کو شکست ہو گئی۔ وہ مجاہدین کی نئی فوج جمع کرنے سے قبل ایک مرتبہ اپنی پیاری بیوی سلمیٰ کو پھر دیکھ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ رات کے اندھیرے میں چھپتا چھپاتا سلمیٰ کی قیام گاہ پر جا پہنچا۔ سلمیٰ اُسے دیکھتے ہی بیتابانہ دوڑ کر لپٹ گئی۔ منصور اس وقت بے حد غمگین تھا۔ اس نے

غم میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں کہا: ”سلمٰی بنی حسین کی غداریوں نے ہماری کوششوں کو خاک میں ملا دیا۔“

”میرے آقا آپ افسردہ نہ ہوں۔ ایسا ہر زمانہ میں ہوتا رہا ہے“ سلمٰی یہ کہہ ہی رہی تھیں کہ اچانک دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی

سلمٰی نے نہایت پست آواز میں کہا: ”میرے آقا دشمن یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ اب کیا ہوگا؟“

”گھبراؤ نہیں ابھی میرے ہاتھ میں تلوار ہے اور میرے بازوؤں میں قوت ہے“ منصور نے جواب دیا۔

”نہیں میرے آقا آپ تن تنہا ہیں پوری جمعیت کا مقابلہ کیونکر ہوسکے گا“ سلمٰی نے سامنے کی کوٹھڑی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

”اسمیں چھپ جائیے“

”بے فائدہ ہے۔ اسمیں اتنی جگہ بھی تو نہیں کہ کسی پر وار کیا جاسکے یہ میری بہادری کی ہتک ہوگی۔ میں لڑتے ہوئے جان دے دونگا۔ اس طرح گیدڑ کی موت مرنا مجھے گوارہ نہیں“ منصور بولا

”میرے آقا۔ میری محبت کی قسم۔ جان کو خطرہ میں نہ ڈالئے کوٹھڑی میں کپڑوں کا اتنا انبار ہے کہ کسی کو آپکی موجودگی کا پتہ بھی نہ چل سکے گا“ سلمٰی نے لجاجت کے لہجہ میں کہا۔

سلمٰی نے کوٹھڑی کھول کر اُسے اندر دھکیل دیا۔ زندگی میں وہ اُسکی ہر بات مانتا رہا تھا تو پھر کیا وجہ تھی کہ موت کی گھڑی میں اُس کا کہنا نہ مانتا

سلمٰی نے منصور کو تاریکی میں دھکیلتے ہوئے ذوق محبت سے اس کا بوسہ لیا اور کہا: ”اللہ تمہاری مدد کرے“ پھر اُس نے کوٹھڑی کا دروازہ بند کردیا۔ اور ساتھ ہی منہ کو نقاب سے چھپالیا۔

”کھولو۔ کھولو۔ دروازہ کھولو“

دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص نے لیمپ اونچا کیا۔ روشنی میں بہت سے چہرے وردیاں اور تنی ہوئی بندوقوں کے سیاہ دہانے نظر آئے

”ہالٹ!!!“

”اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردو“

ایک معمر فرانسیسی آگے بڑھا۔ اُس نے اپنے روبرو ایک عورت کو جیسے ڈھالے بنفشی لبادے میں کھڑا پایا۔ اُس کے چہرے کے نقاب اور سر کے رومال میں سے صرف پیشانی نظر آتی تھی۔ جس پر بنی فہر کا نشان تھا

اُس نے جھک کر اپنا تعارف مسٹر سیلور مجسٹریٹ کے نام سے کرایا۔ اُس کے پاس منصور کی گرفتاری کا وارنٹ تھا۔ جسمیں اس کی غداری اور بغاوت کا الزام لگایا گیا تھا۔

”میرا خاوند یہاں نہیں ہے مہربانی کرکے یہاں سے چلے جائیے“

”تم جھوٹ بولتی ہو۔ ابھی آدھا گھنٹہ ہوا اُسے اِس مکان میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے“

سلمٰی نے کہا ”وہ یہاں نہیں ہیں۔ میں سچ کہتی ہوں کہ وہ یہاں نہیں ہیں“

”میں عربوں کو جانتا ہوں۔ اُن کے لئے سپاہیوں کے سامنے قسم کھانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ دوسرے میں نے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں سنی ہیں“

سلمٰی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا ”میں خدا سے فریاد کررہی تھی کہ اُن کا خون پانی کی طرح بہائے اور اُن کی عورتوں کو خچروں کی طرح بانجھ کردے“

سپاہیوں کی ایک خفیف ہنسی نے اس کی ہمت اور بڑھادی۔ اُس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ”للہ یہاں سے چلے جاؤ یہ حرم ہے ایک مرد کے لئے زیبا نہیں کہ یہاں بلند آواز سے بولے اور ایک عورت سے جھگڑے“

”لیکن دیکھو تمہیں منصور کو ہمارے حوالہ کرنا ہوگا“

”جناب مجھے جو کہنا تھا۔ کہہ چکی۔ اب میں کچھ نہ کہوں گی“

”وہ بڑے سکون سے مڑی اور اُس کوٹھڑی کے دروازے سے پیٹھ لگا کر کھڑی ہوگئی۔ جسمیں اُس کا خاوند پوشیدہ تھا۔

فرانسیسی مجسٹریٹ دل ہی دل میں اس نڈر عورت کی تعریف کررہا تھا وہ لفٹنٹ کی طرف متوجہ ہوا اور اُسے تلاش جاری رکھنے کو کہا چند سپاہی مجسٹریٹ کے پیچھے گئے باقی لفٹنٹ کے پیچھے ہولئے۔ اور مراکشی محرابوں میں تلاش کرنے لگے۔ مشعلیں روشن کی گئیں۔ اُن کی روشنی نے تاریکی کو چاک کردیا اور ادھر اُدھر بھاری بوٹوں کی آہٹ اور دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں آنے لگیں

ایک مرتبہ پھر لفٹنٹ دہلیز پر نمودار ہوا۔ اور اُن تین سپاہیوں سے جو سلمٰی کے پاس کھڑے تھے کہنے لگا۔ آگے بڑھو یاد رکھو۔ اُس شخص کیلئے تین ہزار فرانک انعام ہے۔ جو منصور کو گرفتار

کرے زندہ یا مردہ"

سپاہیوں نے سلام کیا۔ ان میں سے دو تو پلنگ کے نیچے۔ خستہ و خراب میزوں کے پیچھے اور بڑے بڑے منقش صندوقوں کے اندر دیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ تیسرا اچھل کر سلمٰی کے پاس پہنچا جب

جب وہ آگے بڑھا تو سلمٰی نے اُسے ایک ایسی آواز میں جو دوسرے نہ سن سکے تھے۔ مخاطب کرتے کہا "فرانسیسی ایک مسلم کے سر کے لئے تین ہزار فرانک دیتے ہیں لیکن ایک ہی سرزمین کے فرزندوں کے نزدیک تین یا تیس ہزار فرانک کیا حقیقت رکھتے ہیں؟"

اور اُس نے اُسکی آستین کو اس طرح چھوا۔ جس طرح ایک بدو دوسرے بدو کے خیمہ کی رسّی کو امان طلب کرتے وقت چھوتا ہے۔

"دیکھو میں تمہارے خیمہ میں آگئی ہوں۔ اے ابنِ آدم مجھے پناہ دو۔ جواب میں وہ شخص پست آواز میں ہنسا۔ اور قریب ہو کر اپنی پیشانی سے رومال ہٹا دیا۔ سلمٰی نے اُس پر بنی صبین کا نشان دیکھ لیا اور ساتھ ہی اُس شخص کو پہچان بھی لیا۔

"کون۔ زید بن رشید"

"ہاں زید بن رشید! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں تم سے بچ نہیں سکتا۔ اے دلوں کو پامال کرنیوالی! اور اب تم بھی مجھ سے بچ نہیں سکتیں"

سلمٰی کی نگاہیں اُس کے چہرے پر گڑ گئیں لیکن دراصل وہ گزشتہ واقعات کو یاد کر رہی تھی۔ اسوقت اُسے ایک واقعہ یاد آگیا۔ جو اُس کی اور منصور کی شادی سے کچھ عرصہ پہلے پیش آیا تھا چونکہ وہ والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس لئے اپنے ریوڑ کو نخلستان میں لیجانے کا کام بھی اُس کے سپرد تھا۔ ایک دن صبح کے وقت جب وہ چٹانوں میں سے گزر رہی تھی۔ ایک شخص آگے بڑھ کر اور اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ایک بارُعب آواز میں کہنے لگا۔ "اے دلوں کو پامال کرنے والی"

اُس نے سلمٰی کو کندھوں سے پکڑ لیا۔ سلمٰی نے اپنے تئیں چھڑانے کیلئے بہت جد و جہد کی تو وہ ہنسنے لگا "تم بنی فہر میں سے ہو۔ اور میں بنی صبین میں سے ہوں! ایک تنازعہ کی کیا حقیقت ہے جبکہ دو جسم عریاں ہو کر ایک دوسرے کے بالمقابل گویا مسہل ہوں اور محبت جواب دے رہی ہو"

پھر وہ اپنے قبیلہ کا ایک عروسی گیت گا کر اُسے اپنے خیمہ کی طرف کھینچنے لگا۔ بنی فہر کے تین نوجوان گم شدہ اونٹوں کی تلاش سے واپس آرہے تھے۔ اُنھوں نے گیت اور عورت کی چیخ پکار کو سن لیا اور زید کو پکڑ کر خوب مارا، وہ اُسے گینڈے کی چھڑیوں سے مارتے جاتے تھے اور سلمٰی زمین پر پڑے ہوئے زید کے گرد رقص کر رہی تھی۔ اور اُسے اپنے ننھے ننھے پاؤں سے ٹھوکر مار کر پوچھتی جاتی تھی کہ "سناؤ اب تمہارے عروسی گیت کا کیا حال ہے؟"

اس واقعہ کو سات سال کی طویل مدت گزر چکی تھی آج زید بن رشید فرانسیسی لشکر میں سارجنٹ تھا۔ اس نے ایک طنز آمیز ہنسی میں پھر آہستہ سے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں تم سے بچ نہیں سکتا اور تم مجھ سے بچ نہیں سکتیں۔ اے دلوں کو پامال کرنے والی!"

وہ پیچھے ہٹی اور اُسکی پیٹھ اُس دروازے کے ساتھ جا لگی۔ جس کے پیچھے اُس کا خاوند پناہ گزین تھا۔ اُس نے بے اختیار ہوکر اپنے دونوں بازو دروازے کے ساتھ پھیلا دئے

دونوں فرانسیسی افسر بے سود تلاش کے بعد واپس آگئے۔ سپاہی اُن کے پیچھے پیچھے تھے۔ مجسٹریٹ بولا "ہمارا پرندہ ہماری تدبیر کے باوجود قفس سے باہر اڑ گیا ہے"

پھر سپاہیوں سے کہنے لگا "تم نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے"

"ہاں حضور"

"افسر نے زید بن رشید کی طرف دیکھا اور سلمٰی کی پشت پر جو دروازہ تھا اُسکی طرف اشارہ کرکے پوچھا "اس کوٹھری کو بھی دیکھا؟"

وہ رک گیا اس نے سلمٰی کی آنکھیں دیکھ لی تھیں پھر اس نے اپنے شانے ہلا دئے۔

"سارجنٹ کیا تم نے یہ کوٹھری دیکھی ہے؟"

صرف یہی ایک جگہ ہے جو میں نے نہیں دیکھی"

"تو پھر دیکھو تم کس شیطان کے منتظر ہو"

سپاہی ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ ان کی بندوقیں دروازے کی طرف تن گئیں سلمٰی کو مجبوراً ہٹنا پڑا۔ اس کی آنکھیں زید کی آنکھوں سے ملیں، وہ کہہ رہی تھیں "اے ابن آدم مجھے معاف کر دے۔ اے انسان مجھ پر رحم کر! تجھے میرے پیٹ والے بچے کی زندگی کی قسم۔ رحم کر! کیا دونوں مسلمان اور عرب نہیں؟ دیکھ میری طرف

خدا کے لئے اور رسول اللہ صلعم کے لئے مجھ پر رحم کر!"

لفٹنٹ بے صبری سے چلایا "سارجنٹ آگے بڑھو"

ایک سپاہی بولا "ذرا ہوشیار رہنا کہیں باغی اندر نہ ہو یہ خانہ بدوش عرب مکر و فریب کے پتلے ہوتے ہیں"

"میں خود بھی مکر و فریب سے لبریز ہوں" زید نے کہا پھر اس نے سلمٰی سے کہا "اللہ پر بھروسہ رکھو"

وہ کوٹھری کی تاریکی میں گھس گیا سلمٰی منتظر کھڑی رہی، اس کے نازک قلب میں امید اور نا امیدی ایک دوسرے پر فتح پانے کے لئے برسرپیکار تھی

زید بن رشید تنہا تھا۔ اس نے دروازے بند کر کے لفٹنٹ سے کہا "کوئی زندہ شے اندر نہیں ہے"

سلمٰی مسرت سے جھومی۔ زید نے اس کا بازو چھو کر آہستہ سے کہا۔

"فرانسیسی تمہارے خاوند کے سر کے عوض تین ہزار فرانک دیتے ہیں ایک ہی سرزمین کے فرزندوں کے لئے سونا کیا حقیقت رکھتا ہے مجاہر اور بنی صیبن کے لئے؟"

سپاہی اپنے کیلوں والے بھاری بوٹوں کے ساتھ شکستہ سیڑھیوں سے اتر گئے۔ بیرونی دروازہ زور سے بند ہوا۔

وہ وفور شوق سے چلائی "باہر آجاؤ میرے آقا! فرانسیسی چلے گئے ہیں" کوئی جواب نہ آیا۔

اس نے ذرا بلند آواز سے کہا "باہر آؤ"

وہی خاموشی! اسے کچھ تشویش ہوئی۔ وہ شمع کی طرف دوڑی اسے جلایا اور کوٹھری کا دروازہ کھولا۔

زید بن رشید نے سچ کہا تھا۔ کوئی زندہ شے اندر نہ تھی۔ وہاں ایک مردہ انسان پڑا تھا۔ منصور الاندلسی! اس کا گلا سنگین کی ضرب سے کٹا ہوا تھا۔

سلمٰی چیخ مار کر زمین پر گر پڑی

لیکن وہ ایک مسلم عورت تھی۔ بدوی عورت! جو چپ چاپ جس کی آواز کے بغیر تاریکی میں آجاتی ہے! وہ کہنے لگی قسمت کا لکھا اٹل ہے"

آخر وہ اٹھی۔ اور کھڑکی کے پاس جا کر جنوب کی سمت صحرا کی طرف دیکھنے لگی۔

بنی قہر کی نسل ابھی بالکل ختم نہیں ہوئی تھی۔ ابھی اس کی قسمت پر تباہی کی مہر نہ لگی تھی۔ ابھی ایک جان دنیا میں آنے والی تھی اس کے پیٹ میں بچہ تھا۔

وہ کہنے لگی "اے خدائے رحیم۔ وہ جوان ہو۔ شہزور ہو اپنے دشمنوں پر رحم نہ کرے خدا کرے اسے ایک طاقتور زوجہ نصیب اور اسکی اولاد پھلے پھولے

اس نے منصور کی تلوار اٹھائی سہرہ شمع کی روشنی میں چمکی۔

اگر اللہ نے چاہا تو اس کا بچہ ایک نہ ایک دن ضرور اسے دشمنوں کے خلاف اٹھائے گا۔ مسلمانوں کے اس شہر میں کسی نہ کسی جگہ ضرور کوئی رحم دل مسلم ہوگا۔ جو اس کے خاوند کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر دیگا اور اسے بچہ کی پیدائش تک جائے پناہ دیدیگا

آنسو پونچھ کر بنی قہر کی نڈر عورت بازار میں آئی۔ صبح کا وقت تھا اور آفتاب طلوع ہو کر دنیا کو منور کر رہا تھا۔ اس نے ایک سفید ریش معزز عرب کو جو راستہ سے گزر رہا تھا۔ روک لیا اور بولی "یا سیدی میں آپکی پناہ میں آنا چاہتی ہوں"، اور اسے جائے پناہ مل گئی۔"

اہلِ یورپ پر قرآن کے اثرات

(باقی مضمون ص ۳۶ سے)

میں مبتلا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے اسپین کی فتح کے بعد ایک نیا انقلاب آگیا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ یورپ قرآن پاک کی تعلیم سے آشنا ہو چکا تھا۔ اور اس کی تعلیم رفتہ رفتہ اہل مغرب کے دلوں سے جہالت کے زنگ کو دور کر رہی تھی۔ قرآن کی تعلیم ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ ایک طرف تو اس کے اخلاقی نقوش اہل یورپ کے دلوں پر قائم ہو گئے اور دوسری جانب لوتھر کی رہنمائی میں کمزور عقائد کے لوگوں کی بھی بہت کچھ اصلاح ہو گئی"

نپولین بونا پارٹ کہا کرتا تھا کہ "میری خواہش ہے کہ دنیا پر قرآن ہی کے اصول اور آئین کے مطابق حکومت کی جائے کیونکہ اسی پر بنی نوع انسان کی اصلاح منحصر ہے" اور قرآن کی تعلیم ہی کا یہ اثر تھا کہ کچھ زمانہ کے بعد فرانس ہی سے اسلامی جمہوریت کی روشنی دنیا میں پھیلی۔ مختصر یہ کہ قرآن مجید کی تعلیم نے اہل یورپ کے دل و دماغ میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا

عورتوں کے لئے



یہ مغرب زدہ لڑکیاں

نوجوان اِن سے شادی کرتے ہوئے گھبراتے ہیں

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

بے پردگی اندھی آزادی۔ اور بے حیائی کی بڑھتی ہوئی تحریک نے ہمارے ملک کے نوجوانوں کے دلوں میں لڑکیوں کی جانب سے کیسے کیسے شکوک پیدا کر دیئے ہیں۔ اُس کا اندازہ ایک بھائی کے خط سے ہوتا ہے جو مجھے موصول ہوا ہے۔ ان بھائی کی عمر تیس بتیس سال ہے انھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے مگر ابھی تک شادی نہیں کی ہے محض اس لئے کیونکہ اِن کی رائے ہے کہ زمانہ حاضرہ کی لڑکیاں اچھی بیوی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ اور ان سے شادی کرنا دیدہ و دانستہ جنجال اور مصیبت کو مول لینا ہے۔ چنانچہ یہ بھائی لکھتے ہیں۔

"شادی ایک ایسی معاشرتی ضرورت ہے جس کے بغیر زندگی میں کوئی لطف نہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ میں شادی کا معاملہ نہایت ہی اہم بن گیا ہے۔ جاہل لڑکیوں سے شادی کی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ وہ تعلیم یافتہ مردوں کے لئے زندہ لاش سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں اب رہیں تعلیم یافتہ لڑکیاں تو اُن کی بے راہ روی۔ اندھی آزادی اور بے حیائی نے اُن کی نسوانی پاکیزگی اور معصومیت کو مجروح کر دیا ہے۔ پھر بتائیے کہ تعلیم یافتہ نوجوان کہاں اور کس سے شادی کریں؟"

یہ ہے اِن بھائی کے طویل خط کی عبارت کا ایک حصہ۔ اِن بھائی نے اپنے خط میں یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔ اُن کی عمر تیس بتیس سال کی ہوگئی ہے مگر ابھی تک وہ اس لئے شادی نہیں کر سکے ہیں۔ کیونکہ جاہل لڑکیاں اُنہیں پسند نہیں اور تعلیم یافتہ لڑکیوں کی اندھی آزادی اور بے راہ روی سے وہ بیزار ہیں۔ اپنے اس خط میں وہ آگے چل کر لکھتے ہیں

"کالج کی زندگی میں اپنے ساتھ پڑھنے والی لڑکیوں کے کیرکٹر کا مجھے کافی تجربہ ہے۔ اِن کے نزدیک نوجوانوں سے عشق کی پینگیں بڑھانا کوئی عیب نہیں۔ اکثر لڑکیوں نے عشق بازی کے بعد بعض دوست نوجوانوں سے شادیاں بھی کر لی ہیں۔ مگر یہ شادیاں یا تو ناکام ہوگئی ہیں۔ یا اِن کے نتائج اتنے خطرناک ثابت ہوئے ہیں کہ ایسی شادی کرنے سے نہ کرنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ جب زمانہ حاضرہ کی لڑکیوں نے شادی کو بھی ایک کھیل اور تماشہ سمجھ لیا ہے تو ان سے اِن کے شوہروں کو کیا خاک آرام اور سکھ مل سکتا ہے۔ مجھے مشورہ دیجئے کہ میں کیا کروں کسی جاہل لڑکی سے میں شادی کر نہیں سکتا اور آجکل کی تعلیم یافتہ لڑکیاں شوہروں کے لئے وبال ثابت ہو رہی ہیں۔"

اِن بھائی کے خط کا جواب دینے سے پہلے میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ ذرا ٹھنڈے دل کے ساتھ اِس بھائی کے خط کی عبارت کو پڑھیں اور غور کریں کہ زمانہ حاضرہ کی آزاد اور من چلی لڑکیوں نے کس طرح نوجوانوں کے دلوں میں لڑکیوں کی جانب سے کیسے کیسے شبہات پیدا کر دئے ہیں۔ اور یہ شبہات اگر اسی طرح بڑھتے رہے تو شائد ایک زمانہ ایسا بھی آجائے گا کہ اِن آزاد منش لڑکیوں کو کوئی بھلا مانس بیوی بنانے کے لئے تیار ہی نہیں ہوگا۔ اور اِن کی زندگیاں برباد ہو جائیں گی۔ بلکہ مجھے تو یہاں تک اندیشہ ہے کہ کہیں یورپ کی لڑکیوں کی طرح یہ آزادی پسند لڑکیاں بھی اوباش مردوں کے دل بہلانے کا کھلونا بن کر نہ رہ جائیں اس لئے ضرورت ہے کہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کی آزادانہ اور غلط روش سے اُن کے والدین اور سرپرست اُنہیں روکیں اور اس بات کی پوری کوشش کریں کہ تعلیم یافتہ لڑکیاں "شمع محفل" بننے کی بجائے "چراغ خانہ" بننے کی اپنے اندر زیادہ سے زیادہ صلاحیت پیدا کریں

اب میں اِن بھائی سے بھی کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں بھیّا یہ صحیح ہے کہ تم جیسے پڑھے لکھے نوجوانوں کے لئے کسی جاہل اور گنوار لڑکی سے شادی کرنا قطعی بے معنی ہے۔ لیکن میں اس بات کو کسی طرح بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ سب ہی پڑھی لکھی لڑکیاں ویسی ہی ہیں جن کا تصور نہ جانے کیوں تم نے اپنے ذہن میں قائم کرلیا ہے۔ یہ درست ہے کہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے ایک طبقہ نے بے راہ روی اختیار کرلی ہے۔ مگر اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ ہر تعلیم یافتہ لڑکی گمراہ ہی ہو۔ میرے علم میں ایسی بے شمار اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیاں موجود ہیں جن میں حیا بھی ہے شرم بھی ہے۔ اور معصومیت بھی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ چند گمراہ لڑکیوں نے تعلیم کو بدنام اور رسوا کردیا ہے

موجودہ زمانہ کی مغرب زدہ لڑکیوں کی روش کو میں خود بھی قابل اعتراض سمجھتی ہوں۔ اور ان کی آزادروی کے خلاف برابر دین دنیا میں لکھتی رہتی ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میری رائے یہ بھی ہے کہ یہ کوئی ایسی بیماری نہیں ہے جس کا ہم علاج نہ کرسکیں اور اب تو یہ بیماری کنواری لڑکیوں سے زیادہ شادی شدہ لڑکیوں میں بڑھتی جارہی ہے۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے شروع سے اِن پر روک اور پابندی نہیں لگائی کچھ تو یہ کنوار پنے میں آزاد ہوئیں اور کچھ اِن کے شوہروں نے انہیں ڈھیل دے کر آزاد چھوڑ دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ قابو سے باہر ہوگئیں اس لئے شادی شدہ نوجوانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو ضرورت سے زیادہ آزاد نہ چھوڑیں اور اُن کی اصلاح اور تربیت سے غافل نہ رہیں تاکہ وہ اچھی بیویاں اور اچھی مائیں ثابت ہوسکیں۔

میں ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتی ہوں کہ شوہر کے کردار کا بھی بیوی کے کردار پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ اگر شوہر کا کردار بلند ہے اور اس میں اخلاقی خوبیاں موجود ہیں تو اس سے ان کی بیویاں کافی متاثر ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں بھی اپنے شوہروں کی اچھی باتوں کی جھلک دکھائی دینے لگتی ہے۔ (باقی ص ۵۷ پر)

افسانہ



اٹوٹ بیڑیاں

جذبات میں ڈوبی ہوئی معاشرتی کہانی

(از جناب محمد طارق - قاضی پورہ کھولا پور)

الوداعی پارٹی ہو چکی تھی - میرا دل بہت ہی اداس ہو گیا تھا رنجیدہ شکستہ ......

میں تنہا - خاموش کالج کے احاطے میں ایک درخت کے نیچے رکھے ہوئے سیمنٹ کے بنچ پر بیٹھا اس لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا -

وہ مجھ سے کچھ دور، تین لڑکیوں کے ساتھ کھڑی ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی - اُس کے رخساروں میں ہنسنے سے دائرہ نما گڑھے پڑ رہے تھے -! میری نگاہیں ہمیشہ کی طرح اس گرداب میں الجھ رہی تھیں اور دل نے رومانی جذبات کی قبا پہن لی تھی، ذہن کے دریچوں سے کچھ رنگین خیالات جھانکنے لگے تھے -

میں جب بھی اسے دیکھتا، ایسی ہی کیفیت ہو جاتی ہے میری، لیکن میں نے کبھی اس سے اپنی کیفیت کا اظہار نہیں کیا تھا - کئی بار سوچا جب بھی بات چیت کے مواقع آئے - لیکن ہمت نہیں ہوئی میری -

آج کالج کا آخری دن تھا - آج میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ میں اس کے سامنے اپنے دلی جذبات کا اظہار کر ہی دوں گا - چاہے وہ میرے جذبات کی قدر کر لے یا ٹھکرا دے ......

قدر کرے گی تو مجھے مسرت ہوگی - ٹھکرا دے گی تو دکھ ہوگا — اس سے زیادہ تو کچھ نہ ہوگا — ؟!

امید ہے کہ وہ ٹھکرائے گی نہیں -

کیوں نہیں! ایک سوالیہ نشان ذہنی افق پر نمودار ہوا - جسکے جواب میں میرے صحت مند بدن اور خوب صورت چہرے کا تصور سامنے آکر کھڑا ہو گیا -

کیا ہوا تم خوب صورت ہو، ایک اچھے سجیلے بدن کے مالک ہو - یہ ضروری تھوڑی ہے محبت کے لئے — محبت تو وہ جذبہ ہے جو دو دلوں کے ملاپ سے جنم لیتا ہے - اور ذہنوں کو ہم آہنگ کرتا ہے مریل، لاغر، بدصورت لوگ بھی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں -

"ارے — ! آپ یہاں تنہا بیٹھے کیا سوچ رہے ہیں!" میں چونک گیا - اس کی طرف دیکھنے لگا - اس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں اور اُس کے ہلکے گلابی لبوں پر مختصر سا تبسم بکھرا ہوا تھا بالوں کی لٹ اسکی گوری چوڑی پیشانی پر چنچل رقاصہ کی طرح تھرک رہی تھی - گلابی پھولوں والی ساڑی کا آنچل پرچم کی طرح ہوا میں ناچ رہا تھا -

"کچھ بھی تو نہیں -!" بے اختیار میرے لبوں سے نکل پڑا - انسان نہ چاہتے ہوئے بھی کبھی جھوٹ کہہ دیتا ہے - میرا تو ارادہ اپنے دلی جذبات کے اظہار کا تھا - مگر لبوں نے کس خوبصورتی سے اپنا دامن بچا لیا — "کچھ بھی تو نہیں!!" بے اختیار جھوٹ کیسے کہہ گئے میرے لب -

"آپ کچھ زیادہ ہی اداس نظر آرہے ہیں!!" اُس نے اپنے ہاتھوں کو سینے پر باندھ کر سر کو ہلکی سی جنبش دے کر پیشانی پر معمولی شکنیں لا کر کہا -

"ہاں حنا!" میں کچھ زیادہ ہی حساس اور جذباتی انسان ہوں نا، اس لئے ساتھیوں سے جدائی کے غم کی آنچ زیادہ ہی محسوس کر رہا ہوں، یوں بھی محبت کی گہرائی کا احساس جدائی کے وقت ہی شدت سے ہوتا ہے ہم عنقریب ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے - پھر کیا بھروسہ ہم ملیں بھی یا نہیں — بس ایک یاد پھانس کی طرح دل میں اٹک کر رہ جائے گی - جو کبھی بری طرح تڑپا دیا کرے گی، ہوگا نا ایسا، یاد آئیں گے نا کالج کے دن، یاد آئیں گی نا تمہیں اپنی

سہیلیاں اور ساتھی ہے!

"ہاں کیوں نہیں، کیوں نہیں، ہر ذہن میں یادوں کا ایک محفوظ ترین گھر ہوتا ہے جس میں چھوٹے چھوٹے دریچے ہوتے ہیں۔ وہ دریچے زندگی میں بار با کھلتے ہیں۔!!"

"تمہیں سب سے زیادہ کس کی یاد ستائے گی!!" مسکرا کر میں نے اُس سے فوراً پوچھا، اپنے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے کہ وہ میرا نام بتائے گی۔

لیکن اُس نے میرا سوال دہرا دیا "اور آپ کو؟"

"مجھے صرف تمہاری یاد آئے گی حنا!!" بے باکی سے میں نے کہہ ہی دیا — "ظاہر میں ہم ایک دوسرے کے زیادہ قریب نہیں رہے لیکن میں اپنے متعلق کہہ سکتا ہوں کہ ذہنی طور پر میں تمہارے بے حد قریب رہا — ذہنی قربت کا احساس آج ہو رہا ہے مجھے جسے میں تم سے چھپا نہیں پایا!!"

نامعلوم اس کا سر کیوں جھک گیا تھا۔ اس کے رخساروں پر ہلکی سی سرخی امڈ آئی تھی اور وہ پلکیں جھکائے خاموش کھڑی تھی۔ اپنے آنچل کو انگلیوں پر لپیٹتے ہوئے۔ اس کی زبان کیوں خاموش تھی۔

اس کے لبوں کا تبسم یکدم کہاں غائب ہو گیا تھا۔

"کوئی کسی کے دل کا حال نہیں جان سکتا۔ کسی کے ذہن کو نہیں کھنگال سکتا۔ اس لئے میں تمہارے ذہن میں داخل ہوا یا نہیں یہ میں نہیں کہہ سکتا" میں پھر اس سے مخاطب ہوا۔

اُس کے لب لمحہ بھر کے لئے کانپے اور خاموش رہ گئے — وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی، شاید اُسے الفاظ نہیں مل رہے تھے — نہیں لفظوں کا تو اُسکے پاس قحط نہیں تھا۔ پھر شاید حیا نے اُسکی زبان روک لی تھی —

وہ میرے قریب ہی بیٹھ گئی۔ سمٹی سمٹی سی، اُس کی زلفوں سے بھینی بھینی مہک میرے نتھنوں میں سرایت کر گئی — میرا ذہن معطر ہو گیا

"آپ — میرے ذہن میں عرصہ ہوا داخل ہو گئے تھے لیکن میں کہہ نہ سکی!!" گلنار ہو گیا تھا اس کا چہرہ

دل جیسے سینے کی گہرائیوں میں ناچ اٹھا۔ انگ انگ مچل گیا میرا ایک اجنبی ہوش ربا مسرت نے مدہوش کر دیا مجھے کیسی خوشی ہے یہ — کتنی لذت آمیز مسرت۔ شہد سے زیادہ میٹھی اور گلاب سے زیادہ خوشبودار — نہیں میں اس مسرت کا مزا نہیں بتا سکتا، میرے پاس اس کے لئے الفاظ نہیں ہیں — ہاں میں اتنا بتا سکتا ہوں جو مسرت مجھے ملی وہ دنیا کی نرالی اور انوکھی مسرت تھی!

"حنا کتنی عجیب بات ہے یہ، ہم ایک دوسرے سے قریب رہتے ہوئے بھی کتنے دور تھے۔ آج دور ہو رہے ہیں تو کتنے قریب آ گئے۔!"

"ہاں! آج ہم ایک دوسرے کے بے حد قریب آ گئے، لیکن کل کے بارے میں تم نے سوچا (آپ سے وہ تم پر آ گئی) کل یہ قربت ہمیں غم کی آگ میں بھی ڈھکیل سکتی ہے، ہماری زندگی کا ناسور بھی بن سکتی ہے، کانٹا بھی، جو آج ہمیں ایک مہکتا ہوا خوشبودار پھول کی شکل میں دکھائی دے رہی ہے۔

یہ کل کے بارے میں یوں کیوں سوچ رہی ہیں کل یہ قربت مقدس رشتے میں بدل جائے گی — یہ کیوں نہیں سوچتیں، ہم ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہ کیوں نہیں سوچتیں!!

"مجھے کل پر بھروسہ نہیں ہے اس لئے میں یہ کچھ نہیں سوچتی!!"

"بھروسہ رکھنا پڑتا ہے حنا کل سے ہم اچھی امیدیں وابستہ رکھیں گے تو اچھے فیصلے ہوں گے!"

اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا، اُسکی خموشی سے میں سمجھا کہ وہ میری بات سے متفق ہے۔

"چلو —!" میں اٹھ کھڑا ہوا — ہم دونوں خاموش کالج کے احاطہ سے نکلے بس اسٹاپ پر آئے —

میں تصور میں اُسے اپنی بیوی کے روپ میں دیکھ رہا تھا — وہ آنچل سے اپنے سینے اور پیٹھ کو لپیٹے ہاتھ باندھے میرے بازو سمٹی سمٹی کھڑی تھی —

"اب امتحان کی تیاری شروع کرنی ہے!" اُس نے مجھ سے کہا۔

"ہاں —!"

"اس کے بعد تمہارا کیا ارادہ ہے!!"

"ملازمت! کوئی بھی اچھی سی ملازمت مل جائے گی کر لوں گا۔

اور پھر — یکدم تمام رنگینیاں میری ذہنی سطح سے غائب ہو گئیں، میری زبان خاموش ہو گئی۔ اچانک دل درد سے بھر آیا — میں کتنی جلدی سب کچھ بھول جاتا ہوں — ایک خوبصورت لڑکی محبوبہ کے روپ میں اگر پہلو میں ہو تو آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے؟ وہ وقت بھول جاتا ہے، ماحول بھول جاتا ہے۔ درد، پریشانیاں بھول جاتا ہے۔ وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔

میں بھول گیا تھا کہ میرا باپ کلرکی سے اگلے ماہ ریٹائرڈ ہونے والا ہے، تمام گھر کی ذمہ داریاں مجھے سنبھالنی ہیں میری دو بہنوں کی شادی کے لئے ملازمت کر کے جہیز جمع کرنا ہے۔ میرے دو چھوٹے بھائی ہیں انھیں پڑھا لکھا کر اس قابل بنانا ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گاڑی خود کھینچ سکے۔ ابھی میرے گھر میں بے حد غریبی و مفلسی ہے ابھی میرے گھر میں پریشانیاں ہیں، دکھ ہیں، فکریں ہیں، ابھی میری بہنوں کے ارمان مفلسی کے پنجوں تلے سسک رہے ہیں ابھی مجھے ان کے خواب پورے کرنے ہیں۔ مجھے خواب دیکھنے کا کوئی حق نہیں ابھی — مجھے اپنا گھر بسانے کے بارے میں سوچنا بھی پاپ ہے حسن وعشق کی رنگینیوں میں کھو جانا جرم ہے میرے لئے ابھی!

میں ادھوری بات کر کے خاموش اُس کی طرف دیکھ رہا تھا — مجھے اپنے آپ پر افسوس ہو رہا تھا کہ میں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی کومل تمنا کا گلا گھونٹ کیوں نہ دیا۔ کیوں اظہار کیا۔ اُس سے اپنے دل کی بات کا — یہ دل کس قدر نادان ہوتا ہے!۔

اُس نے کس قدر مسرت آمیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر اپنی نگاہیں جھکا لیں تھیں کچھ اور ہی سمجھ بیٹھی تھی۔ وہ میری بات کا مطلب۔ اور اس کے لبوں پر گہرا تبسم پھیل گیا تھا۔ رخساروں کے گلاب کھل اٹھے تھے — وہ ساڑی کے آنچل کو تیزی سے اپنی انگلی پر لپیٹنے لگی تھی۔ جیسے میری ادھوری بات کا مطلب خوبصورت مطلب نکال کر اُسے گرہ میں باندھ رہی ہو۔

اور میرا دل اُس کی اس معصوم ادا پر تڑپ تڑپ گیا تھا — بے اختیار میرا وجود کانپ اٹھا اور نہ چاہتے ہوئے بھی

میں نے کہیں سے کہہ ہی دیا۔

"دھنا! آج میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا تھا۔ مجبور ہو گیا تھا۔ میں اپنے دل کے ہاتھوں اور اپنے جذبات کا تمہارے سامنے کھلے لفظوں میں اظہار کر بیٹھا۔ لیکن میں تم سے درخواست کرتا ہوں میری باتوں سے متاثر نہ ہونا، مجھے بھول جانے کی کوشش کرنا۔ کیونکہ جس مقدس رشتے کو ہم اپنے درمیان قائم کرنا چاہ رہے ہیں ابھی میرا حال اسکی اجازت نہیں دیتا، اور میری زندگی میں اس رشتے کو قائم رکھنے کی فرصت نہیں ہے۔ میں بہت کچھ بھول کر اپنے جذبات کا اظہار کر بیٹھا تھا۔ مجھے معاف کر دینا!!"

بڑی مشکل سے میں یہ سب کچھ کہہ پایا۔ کتنی اذیت ہوئی مجھے کتنی تکلیف شاید موت میں بھی اتنا دکھ نہ ہوگا۔ اتنی تکلیف نہ ہوگی!!

اور وہ ——— :

وہ حیرت سے میری طرف دیکھنے لگی۔ اس کے تیور کچھ ایسے لگ رہے تھے مجھے جیسے ابھی کہہ دے گی وہ پاگل ——— خبطی!!"

لیکن اس نے کچھ نہ کہا۔

اسکے چہرے کی تمام تازگی جیسے کسی نے نچوڑ لی تھی ———

میں اس کی طرف دیکھ نہ سکا۔ اپنا سر جھکا لیا میں نے۔ اب مجھ میں اس سے آنکھ ملانے کی تاب نہ تھی۔

اسی لمحے بس آئی۔ میں نے سر اٹھا کر اس کی طرف حسرت سے دیکھا ———

وہ تھکے تھکے قدموں سے بس کی طرف بڑھی۔ نہ اس نے میری طرف دیکھا۔ نہ مجھے خدا حافظ کہا۔ خاموش بس میں سوار ہو گئی۔

رنجیدہ دل سے ایک آہ نکلی۔

کاش! میں ایک خوشحال گھرانے کا فرد ہوتا۔ کاش!!

خبردار! ملیریا منڈلا رہا ہے

اس کا بروقت علاج کیجیے، اسے سرے سے مٹا ڈالیے

ہمارے یہاں ملیریا کا خطرہ پھر [illegible]

وجوہ

- ملیریا ایک قسم کے جراثیم سے ہوتا ہے۔
- مچھر ملیریا کے مریض کو کاٹتے ہیں تو وہ جراثیم اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور صحت مند لوگوں کے جسم میں داخل کر دیتے ہیں۔
- جمع شدہ پانی مچھروں کی پیدائش میں معاون ہوتا ہے۔
- مریض کا علاج بروقت نہ کرانے سے مرض کے پھیلنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

علامتیں

1. اچانک کپکپی کے ساتھ بخار چڑھ جاتا ہو۔
2. جسم ٹوٹنے لگتا ہے اور سر میں شدید درد ہونے لگتا ہے۔
3. [illegible]

موذی مرض

شدید ملیریا سے دماغی خلل لاحق ہو سکتا ہے [illegible] کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ اگر اس کا علاج بروقت نہ کیا جائے تو یہ مہلک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

باقاعدہ علاج

- مریض کے خون کی جانچ فوراً کرائیے۔
- ابتدائی علاج کے طور پر کلوروکوئین کی گولیاں کھلائیے۔
- خون کی جانچ سے اگر ملیریا کی تصدیق ہو جائے تو پورے پانچ دن تک ملیریا کا مکمل علاج کرائیے۔

ملیریا [illegible]، نزدیکی پرائمری ہیلتھ سینٹر، ڈسپنسری یا اسپتال سے رجوع کیجیے جہاں یہ سہولیات مفت دستیاب ہیں۔



احتیاطی تدابیر

- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

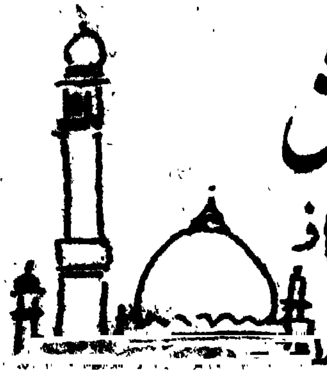
بخار کے ہر واقعہ کی اطلاع صحت کارکنوں کو دی جانی چاہیے

ملیریا کے انسداد کا قومی پروگرام

([illegible])

22، شام ناتھ مارگ، دہلی 110054

davp 31/182



عرب ممالک کے خلاف ایک اور سازش

کیا مصر عرب کیمپ میں واپس آرہا ہے، مجاہدین کا روس کے خلاف محاذ

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

عرب ممالک کے خلاف ایک اور سازش

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک پر مدت سے امریکہ کی للچائی ہوئی نظریں پڑ رہی ہیں۔ اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ عرب ممالک کو ڈرانے اور دھمکانے کے لئے امریکہ نے ایک غنڈا پال رکھا ہے جس کا نام ہے "اسرائیل" اور اس غنڈے کے ذریعہ سالہا سال سے امریکہ نے تقریباً سب ہی عرب ممالک کو پریشان کر رکھا ہے۔

اب معلوم ہوا ہے کہ عرب ممالک کو مرعوب کرنے کے لئے امریکہ نے ایک "خصوصی ایئر فورس" تیار کی ہے۔ جس کی تفصیلات حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ اس خصوصی ایئر فورس میں مشہور جنگی طیارے "بی باون اسٹار ۸۲" سے کام لیا جائے گا۔ یہ نہایت ہی خطرناک قسم کا بمبار طیارہ ہے۔ جو تیل لئے بغیر ہزاروں میل کی پرواز کر سکتا ہے۔ تاکہ جب امریکہ چاہے۔ براہ راست پرواز کر کے عرب ممالک کو آن کی آن میں نشانہ بنا سکے۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ کی جانب سے عرب ممالک کے گرد گھیرا ڈالنے کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔

سوویٹ یونین نے اس خصوصی ایئر فورس کو عرب ممالک کے خلاف امریکہ کی جنگی تیاریوں کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اسی مقصد کے تحت امریکہ نے مصر، سوڈان، صومالیہ اور عمان کے ساتھ فوجی معاہدہ قائم کیا ہے۔ جس کے تحت ایک مختصر نوٹس پر امریکہ اپنی فوجیں اس خطہ میں اتار سکتا ہے۔ اور آسانی سے عرب ممالک کو گھیرے میں لے سکتا ہے۔ اس مہم میں امریکی فضائیہ کی ڈویژن ۸۲ اور ۱۰۱ ایئر بورن انفنٹری ڈویژن بھی شامل ہے۔ چنانچہ حال ہی میں امریکہ نے بی باون اسٹار ۸۲ کے ۵۲ بمباری طیاروں نے امریکہ کے کسی مقام سے مغربی ایشیا کے لئے بغیر رکے ہوئے کی مشق پروازیں بھی کی تھیں جن کا مقصد محض ان طیاروں کی طاقت پرواز اور کارکردگی کا امتحان لینا تھا۔

مختصر یہ کہ امریکہ ان دنوں عرب ممالک کو نشانہ بنانے کی پوری تیاریوں میں مصروف ہے۔ اور جب سے ریگن برسر اقتدار آئے ہیں تو ان تیاریوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ عرب ممالک بھی امریکہ کے اس شیطانی منصوبہ سے بے خبر نہ ہوں گے۔ اب دیکھنا ہے کہ امریکہ اس ضمن میں کب اور کونسا قدم اٹھاتا ہے۔

کیا مصر عرب کیمپ میں واپس آجائیگا

ایک طرف تو عرب ممالک کے گرد امریکہ کے گھیرا ڈالنے کی تشویش ناک خبریں آرہی ہیں اور دوسری جانب یہ خوش کن اطلاع بھی ہے کہ مصر کے صدر حسنی مبارک امریکہ اور اسرائیل کیمپ میں رہنے سے خوش نہیں ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ جلد ہی اس کیمپ سے نکل کر پھر عرب کیمپ میں واپس آجائیں۔ چنانچہ حال ہی میں کوئی وجہ بتائے بغیر صدر حسنی مبارک نے اسرائیل کا مجوزہ دورہ منسوخ کیا ہے اس سے بھی اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے۔

سیاسی مبصرین کی رائے ہے کہ ۲۵ اپریل کا فیصلہ کن ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ اس تاریخ کو اسرائیل کو پوری طرح سینا کا علاقہ خالی کر دینا ہے۔ اگر اسرائیل اس تاریخ کو سینا کا علاقہ خالی کر دیتا ہے تو غالباً حسنی مبارک کے عرب کیمپ میں آنے میں تاخیر ہو سکتی ہے اور اگر وہ اپنے وعدے سے منحرف ہو جاتا ہے تو

اس بات کا غالب امکان ہے کہ حسنی مبارک اسرائیلی کیمپ سے نکل کر دوبارہ عرب کیمپ میں واپس آجائیں گے۔

خود امریکہ کے وزیر خارجہ مسٹر ہیگ کو اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ حسنی مبارک اب زیادہ مدت تک ان کے ساتھ نہیں رہ سکتے چنانچہ انھوں نے حال ہی میں واشنگٹن میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ مصر عالم عرب میں واپس آرہا ہے۔ اور اگر اسرائیل نے سینائی خالی کرنے کے معاہدہ پر عمل نہیں کیا تو مصر بھی اسرائیل مخالف پالیسی اختیار کرے گا۔ واشنگٹن پوسٹ نے مسٹر ہیگ کا یہ بیان ایک خفیہ دستاویز کے حوالے سے شائع کیا ہے۔ مسٹر ہیگ نے مصر کے عالم عرب میں واپسی کے امکان پر بڑی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ مسٹر ہیگ نے یہ بھی کہا ہے کہ صدر سادات کے قتل کے بعد اسرائیل میں گھبراہٹ کی لہر دوڑ گئی ہے۔

مصر اگر دنیائے عرب میں واپس آتا ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ اتنی مدت تک دشمن کے کیمپ میں کس طرح جیتا رہا بہر حال اگر مصر اسرائیل سے کٹ کر دنیائے عرب میں آتا ہے تو یہ عرب ممالک ہی کے لئے نہیں بلکہ خود مصر کے لئے بھی نیک فال ہوگا۔ اور اسکے نتائج پوری دنیائے اسلام کے لئے بہتر ہی ثابت ہوں گے۔

افغان مجاہدین کا روس کے خلاف محاذ

روس دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے جس سے کہ بڑی بڑی حکومتیں بھی ٹکراتے ہوئے گھبراتی ہیں۔ لیکن قابل تعریف ہے افغان مجاہدین کی حوصلہ مندی جو تقریباً دو سال سے اس بڑے ملک سے ٹکر لے رہے ہیں بلکہ افغانستان کے بیشتر علاقہ پر یہ مذہب پسند مجاہدین قابض بھی ہیں۔

اب معلوم ہوا ہے کہ ان حوصلہ مند مجاہدین نے روس کے خلاف ایک اور نمایاں قدم اٹھایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان مجاہدین کے تمام طاقتور گروہوں نے ایک ہی نام اور ایک ہی جھنڈے کے تلے متحد ہو کر جنگ کرنے کا اعلان کردیا ہے۔

مجاہدین افغانستان کے ترجمان جناب نجیب اللہ خان نے کہا ہے کہ یہ مجاہدین اس بات کو پہلے ہی سے سمجھتے ہیں کہ ایک بڑے دشمن کا مقابلہ کامل اتحاد کے بغیر نہیں کیا جاسکتا اور اب ہم متحد ہوگئے ہیں۔ اور ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ نکلے ہم افغانستان جیسے اسلامی ملک میں بے دین روسیوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔

افغان مجاہدین کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ کابل اور صرف چند بڑے شہروں تک روسی اقتدار محدود ہے۔ جہاں تک دیہاتوں اور پہاڑی علاقوں کا تعلق ہے ان پر آج بھی مجاہدین کا قبضہ ہے افغان مجاہدین پرانی دیسی ساخت کی بندوقوں سے یا روس سے چھینے ہوئے ہتھیاروں کے ذریعہ بڑی پامردی کے ساتھ روسیوں کا مقابلہ کررہے ہیں۔

پشاور کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ افغان مجاہدین نے حال ہی میں کابل جلال آباد روڈ کے ایک حصہ پر بھی قبضہ کرلیا ہے۔ اس سڑک پر ہونے والی لڑائی میں مجاہدین نے روس کے پانچ ٹینک تباہ کردئے ہیں۔ اور پچاس سے زیادہ روسیوں کو ہلاک کردیا ہے اور ان کی اس حوصلہ مندی پر ساری دنیا حیران ہے

ایران کے خلاف عرب ممالک متحد

پچھلے دنوں یہ معلوم کرکے اطمینان ہوا تھا کہ ایران و عراق کی جنگ بندی کے سلسلہ میں اسلامی امن کمیٹی کی کوشش بارآور ہورہی ہیں اور یہ توقع کی جارہی تھی کہ جلد یا بدیر اسلامی امن کمیٹی اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائے گی۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ آگے چل کر سلجھنے کی بجائے اور بھی زیادہ الجھ جائے گا۔ کیونکہ ایرانی ملاؤں کی خلیج مخالف اور عرب دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے عراق و ایران کی جنگ کو عرب و عجم کی جنگ بنادیا ہے۔ چنانچہ عراق کی سرکاری خبر رساں ایجنسی آئی۔ این۔ اے نے اطلاع دی ہے کہ ۱۸ مارچ کو آٹھ عرب ملکوں کی فوجیں ایران کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لئے عراقی فوجوں کے ساتھ شامل ہوگئیں۔

ان شامل ہونے والی فوجوں میں۔ مصر، اردن، سوڈان، مراکش

لیبونس اور مراکش کی فوجیں شامل ہیں۔ خبر رساں ایجنسی نے بتایا ہے کہ اس فوجی اتحاد میں فلسطین اور کرد انقلابی پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ اردن اس سے قبل ہی عراق کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کرچکا ہے۔ شاہ اردن نے ۱۸ ماہ قبل ہی عراق و ایران جنگ چھڑنے کے بعد ہی عراق کی حمایت کا اعلان کردیا تھا۔

یہ چیز نہ صرف دنیائے عرب کے لئے بلکہ پوری دنیائے اسلام کے لئے بیحد تشویش ناک ہے کہ مسلم ممالک کی وہ طاقت جو اسرائیل کے خلاف صرف ہونی چاہئے تھی۔ اب آپس کے تصادم میں برباد ہورہی ہے۔ جس سے مسلم دشمن ممالک کے بازو مضبوط ہوتے چلے جارہے ہیں۔ حالانکہ ضرورت اس کی تھی کہ سب ہی مسلم ممالک متحد ہوکر اسرائیل کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کرتے۔

ہمکو توقع رکھنی چاہئے کہ اسلامی امن کمیٹی اپنی مصالحانہ سرگرمیوں کو بدستور جاری رکھے گی بلکہ اس کی سرگرمیوں میں اور بھی اضافہ ہوجانا چاہئے۔ کیونکہ اب اس جنگ نے عرب وعجم کی جنگ کی صورت اختیار کرکے نئے خطرات میں اور بھی اضافہ کردیا ہے۔

عرب ممالک ایٹمی توانائی پیدا کریں

عرب ممالک کی دوسری توانائی کانفرنس حال ہی میں دوحہ میں منعقد ہوئی تھی۔ جس میں کہ بعض ممبروں نے مطالبہ کیا ہے کہ تیل کے بدلے پر امن مقاصد کے لئے عرب ممالک ایٹمی توانائی حاصل کریں۔ اس کانفرنس میں کویت کے انسٹی ٹیوٹ برائے سائنسی تحقیق کے دو سائنس دانوں یعنی مسٹر عدنان شہاب الدین اور مسٹر یوسف رشید نے اپنے مقالہ میں کہا ہے کہ عرب ملکوں کا ایٹمی ترقیاتی پروگرام توقعات کے مطابق نہیں ہے۔

اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں کہ آج عربوں کو جو غیر معمولی تیل کی دولت حاصل ہے اُس سے فائدہ اٹھاکر کئی عرب ممالک آسانی سے ایٹمی طاقت بن سکتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں جبکہ فرانس کا جھکاؤ عرب ممالک کی جانب ہے۔ تو اس ملک کی ایٹمی ٹیکنولوجی سے عرب ممالک زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ عرب ممالک میں ایٹمی برتری حاصل کرنے کا کوئی خاص جذبہ دیکھنے میں نہیں آرہا ہے۔ عرب ممالک کا ایٹمی طاقت بننا تو دور کی بات ہے ابھی تک وہ اپنے علاقوں میں ہلکے اور بھاری اسلحہ کے کارخانے بھی قائم نہیں کرسکے ہیں۔ حالانکہ عربوں کے پاس تیل کی اتنی بڑی دولت ہے کہ وہ اس کے ذریعہ ہر سال ایک بڑے سے بڑا بھاری اسلحہ کا کارخانہ قائم کرسکتے ہیں۔ لیکن ہو یہ رہا ہے کہ یہ غیر ممالک سے اسلحہ اور بم بار طیارے حاصل کرنے کی جانب زیادہ متوجہ ہیں

اگر عرب ممالک سنجیدگی کے ساتھ غور کریں گے تو انکو خود ہی محسوس ہوجائے گا کہ مغرب کی جارحانہ طاقتوں کا مقابلہ وہ صرف اس طرح کرسکتے ہیں کہ عرب ممالک ہلکے اور بھاری اسلحہ کے سلسلہ میں خودکفیل ہوجائیں۔ اور اسلحہ کے معاملہ میں مغربی ممالک کے دست نگر نہ رہیں۔ کاش عرب ممالک اس پہلو پر بھی غور کرسکتے۔

یہ مغرب زدہ لڑکیاں

(باقی مضمون ۴۸ سے)

میرا مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر چاہیں تو اپنی بیویوں کو کچھ سے کچھ بنا سکتے ہیں۔ میں خط لکھنے والے بھائی سے عرض کروں گی کہ وہ شادی سے ذرا بھی نہ گھبرائیں۔ اگر خود اُن میں ذاتی خوبیاں موجود ہیں تو ان کا اُن کی بیوی پر نہایت اچھا اثر پڑسکتا ہے۔ وہ کسی خوف اور اندیشہ کے بغیر شادی کرلیں اور بیوی کو اپنی مرضی کے مطابق سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ مجھے امید ہے کہ اُنہیں مایوسی نہیں ہوگی اور اُن کی بیوی اُن کی ایک اچھی شریک حیات ثابت ہوگی۔ اور یہ اندیشہ تو قطعی بے بنیاد ہے کہ سب ہی تعلیم یافتہ لڑکیاں بُری ہوتی ہیں۔

فارم ۴ رول ۸

اعلان برائے ملکیت　ماہنامہ "دین دنیا"　دہلی

۱- پرنٹر پبلشر ایڈیٹر مالک کا نام ...... شوکت علی فہمی

۲- قومیت .... ہندوستانی

۳- پتہ .... ۹ چھتہ شیخ منگلو جامع مسجد دہلی

۴- مقام اشاعت ...... ۹ چھتہ شیخ منگلو جامع مسجد دہلی

۵- تاریخ اشاعت ...... (ماہوار مہینہ میں ایک بار)

میں شوکت علی فہمی اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیل میرے علم و یقین کے مطابق درست ہے



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

مشینی انسان بنایا جا رہا ہے

آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آجکل کی سائنس داں مشینی انسان روبٹ "ROBOT" کے بنانے میں مصروف ہیں ان سائنس دانوں میں نمایاں نام "پروفیسر ارکنز" کا ہے۔ جن کا خیال ہے کہ اب وہ زمانہ دور نہیں ہے جب بالکل انسان سے مشابہ مشینی انسان دنیا کے سامنے آجائے گا۔ جس میں کہ صرف کارکردگی کی صلاحیت ہی نہیں ہوگی۔ بلکہ دماغی صلاحیتیں بھی ہونگی کیونکہ کمپیوٹر کے ذریعہ اسکے دماغ سے کام لیا جائے گا۔

بعض اطلاعات تو یہاں تک ہیں کہ جسمانی صلاحیت رکھنے والے مشینی انسان بنائے بھی جا چکے ہیں۔ جو بہت بڑی تعداد میں جاپان کی متعدد فیکٹریوں میں کام کرتے ہوئے آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ جاپان کے مزدوروں میں "روبٹوں" کی ایجاد سے ایک بیجا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر یہ "روبٹ" اور کمپیوٹر اسی تیز رفتاری سے معیشت پر چھاتے چلے گئے تو انسان کی آئندہ روزی روٹی کا مسئلہ کس طرح حل ہو سکے گا۔ روبٹوں کی مقبولیت اس لئے بھی بڑھ رہی ہے کیونکہ وہ ایک مزدور سے سستا پڑتا ہے اور کہیں زیادہ کام کرتا ہے اور تھکتا بھی نہیں۔

سانپوں کی ملکہ "گلیسی"

[illegible] جو سانپ پالنا اور [illegible] [illegible] [illegible] ہیں۔ [illegible]

وہاں کی ایک حسینہ گلیسی کے "سانپ گھر" میں زہریلے سانپوں کی دو قسمیں ہیں۔ جو آپ ہی اپنی مثال ہیں۔

زہریلے سانپوں کا پالنا گلیسی کے آبا و اجداد کا پرانا پیشہ ہے۔ گلیسی کے "سانپ گھر" میں صرف سانپ ہی نہیں ہیں بلکہ ایک اژدہا بھی ہے۔ جس کا وزن کئی من ہوگا۔ یہ اژدہا گھر میں کھلا پھرتا ہے۔ گھر کے بچے تک اس کے ساتھ کھیلتے ہیں لیکن اجنبی پر حملہ کرنے سے نہیں چوکتا۔

گلیسی جو بہن بہن سانپوں کی ملکہ کے نام سے مشہور ہے اسے کچھ ایسا فن آتا ہے جسکے ذریعہ یہ آسانی سے زہریلے سانپوں کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہے۔ اسکے سانپ گھر میں زیادہ تر نہایت زہریلے قسم کے سانپ پائے جاتے ہیں۔

جیتے جی قبر میں رہنے والا

آئرلینڈ کا [illegible] دنیا کا عجیب و غریب انسان ہے [illegible] سال ہوئے اپنے لئے قبر بنوالی تھی اور وہ زیادہ تر اسی قبر میں رہتا ہے اس کی قبر میں ایک لمبا چوڑا تابوت رکھا ہوا ہے جو [illegible] لمبا [illegible] چوڑا۔ اور ۸ فٹ اونچا ہے۔ یہی تابوت [illegible] کی [illegible] آرام گاہ ہے۔

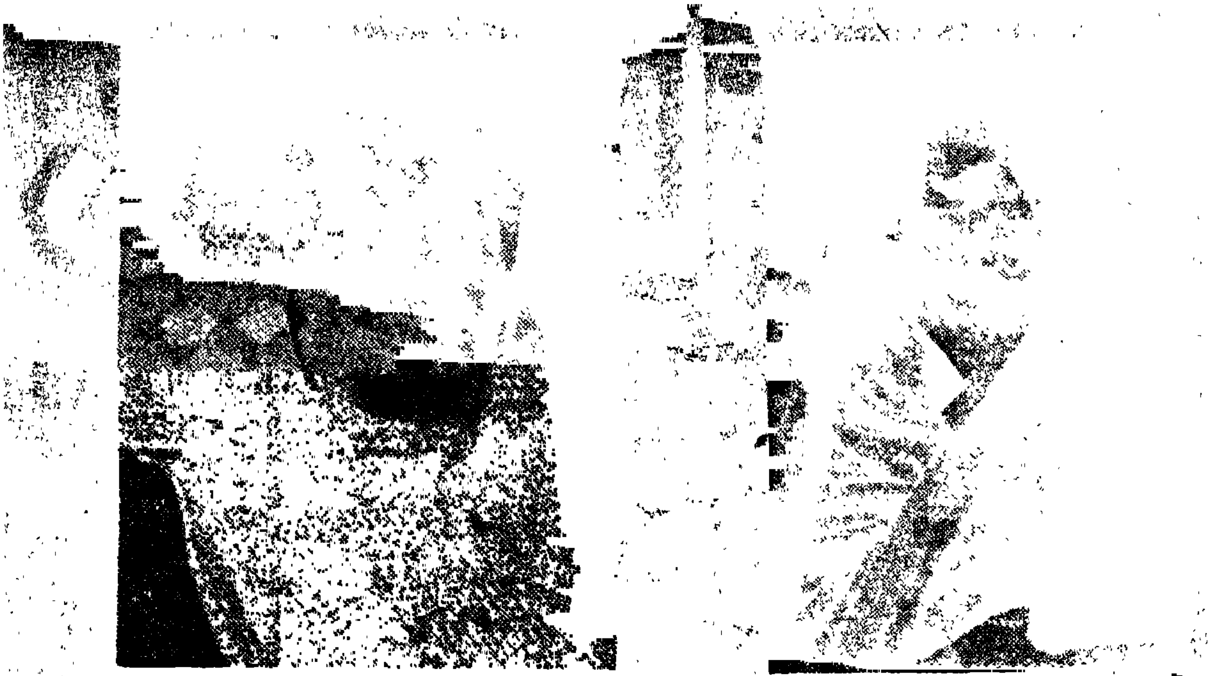
اس تابوت میں بجلی، ٹیلیفون، ریڈیو، [illegible] موجود [illegible] کے ذریعہ [illegible] جاتے ہیں [illegible] [illegible]

Telephone 263450 APRIL 1982 Regd. No. D (D.N.) 134

Registered with the Registrar of Newspapers at R. N. No 782/57



ایڈیٹر: شوکت علی فہمی



(۴) شاہ خالد؟ اور وزیر اعظم اندرا گاندھی جو حال ہی میں سعودی عرب کے خصوصی دورے پر
تشریف لے گئی تھیں





"شہزادہ فہد" وزیر اعظم اندرا گاندھی سے تبادلہ خیال کر رہے ہیں



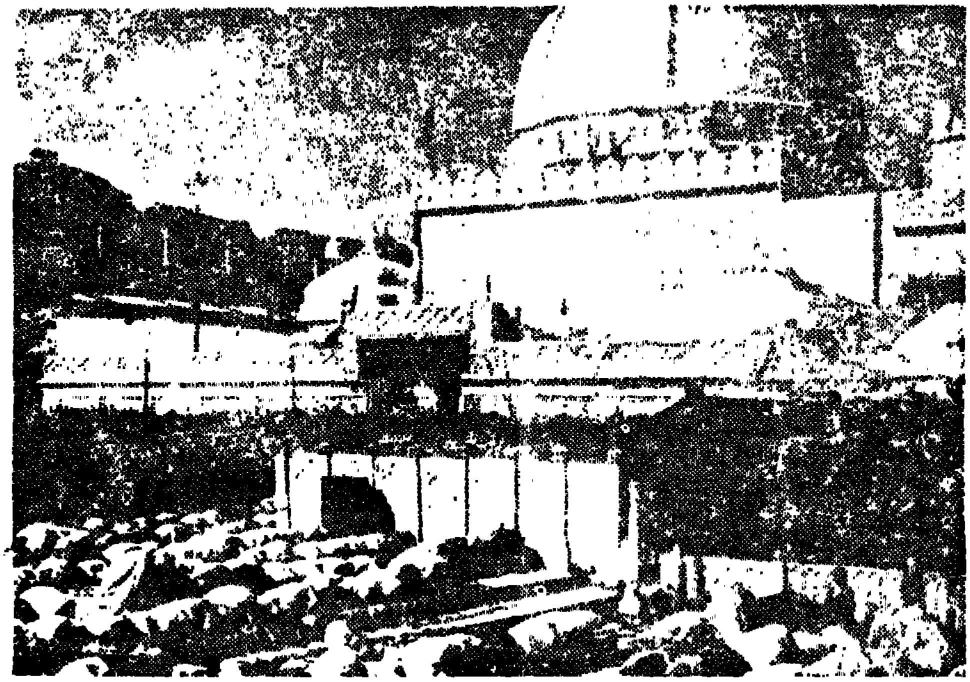
"شاہ خالد" عرب لیگ کے سکریٹری "محمد ریاض" سے عرب مسائل پر گفتگو کر رہے ہیں



" وزیراعظم اندرا گاندھی " انگلستان کی وزیراعظم مارگریٹ تھیچر اور شہزادہ چارلیس کے
ہمراہ - وزیراعظم حال ہی میں لندن گئیں تھیں



شام کے صدر "حافظ الاسد" ایک اخباری نمائندہ کو انٹرویو دے رہے ہیں ۔



اجمیر شریف میں "حضرت خواجہ غریب نواز" کے مزار مبارک کے زیر سایہ جمعہ کی نماز



جارڈن کے بادشاہ "شاہ حسین" (بائیں طرف) چند عرب سربراہوں کے ہمراہ



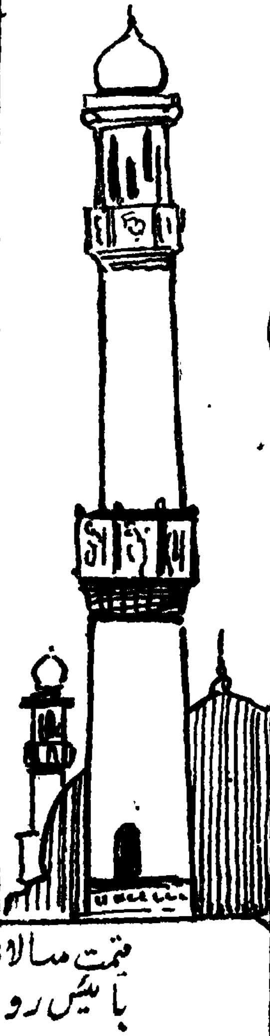
اسرائیلیوں کے ہاتھوں "قبتہ الصخرہ" کی بے حرمتی کی بنا پر بیت المقدس کے عربوں میں سخت اضطراب

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دھلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۳ | مئی ——— ۱۹۸۲ء | نمبر ۵



قیمت سالانہ
بائیس روپے
ششماہی بارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس...... جامع مسجد دہلی
وی پی منگانے میں چار روپے زائد کا فرق ہے اس لئے منی آرڈر بھیجیں

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان اور بنگلہ دیش اور برما سے پچاس روپے
غیر ممالک سے سو روپے سالانہ

مفتی شوکت علی فہمی: ایڈیٹر، پرنٹر، و پبلشر، پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین جامع مسجد دہلی سے شائع کیا۔

۴۸۶

رفتارِ زمانہ

(شوکت علی فہمی)

ہند اور عرب کے تعلقات

رجعت پسند اندرا گاندھی کے سعودی دورے سے ناخوش

ہمارے ملک کی بدقسمتی سے یہاں ایک ایسا متعصب اور تنگ نظر طبقہ موجود ہے جو محض مسلم دشمنی کی بنا پر عربوں سے عناد رکھتا ہے اور جس کا جھکاؤ اسرائیل کی طرف ہے۔ چنانچہ یہ طبقہ کسی طرح بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ہند اور عرب ممالک کے تعلقات میں استحکام پیدا ہو حالانکہ ہند اور عرب تعلقات ہمارے قومی مفاد میں ہیں۔ مگر یہ تنگ نظر طبقہ قومی مفاد کو بھی اپنے تعصب اور تنگ نظری پر قربان کرنے پر تلا ہوا ہے۔

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک کو عرب ممالک سے تعلقات رکھنے کی بنا پر کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپیہ کا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ دس لاکھ سے بھی زیادہ ہندوستانی باشندے جن میں کہ اکثریت غیر مسلموں کی ہے۔ عرب ممالک میں برسرروزگار ہیں جن سے کہ کروڑوں روپیہ کا زرمبادلہ ہندوستان کو وصول ہو رہا ہے اس کے علاوہ عرب ممالک میں جو پروجیکٹ زیر تعمیر ہیں ان میں سے بیشتر کی تعمیر کے ٹھیکے ہندوستان کو ملے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود محض مسلم دشمنی کی بنا پر ہندوستان کا یہ رجعت پسند طبقہ۔ اس بات کو کسی طرح بھی پسند نہیں کرتا کہ ہند اور عرب ممالک کے تعلقات میں خوشگواری پیدا ہو۔ چنانچہ حال ہی میں مسز اندرا گاندھی جب سعودی عرب کے دورے پر تشریف لے گئی تھیں تو اسے بھی اس رجعت پسند طبقہ نے ناپسند کیا اور اس دورے کو ناکام بنانے کے لئے عرب ممالک کے خلاف بے تکی زہرافشانی شروع کردی مثلاً بھارتیہ جنتا پارٹی کے صدر شری اٹل بہاری باجپائی نے عین مسز اندرا گاندھی کے حالیہ سعودی عرب دورے پر ۱۹ اپریل کو شملہ میں ایک بیان دیتے ہوئے سعودی عرب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ سعودی عرب میں رہنے والے ایک لاکھ کے قریب بھارتیوں کو وہاں پوجا پاٹ تک کی سہولت حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اسی بیان میں سعودی عرب پر ہندو دھرم کے دشمن ہونے کا الزام لگاتے ہوئے کہا ہے کہ جو بھارت تیل کی درآمد پر جو دھن خرچ کرتا ہے اس کا زیادہ تر حصہ دنیا میں ہندو دھرم کے پریورتن کے لئے واپس آجاتا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے۔ کہ ہندوستان کے وزیر خارجہ اور وزیر داخلہ تو یہ فرماتے ہیں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ عرب ڈالر اس ملک کا تبدیل مذہب کے سلسلے کام میں لائے جا رہے ہیں یہ عربوں پر بہتان ہے۔ لیکن اس ملک کے رجعت پسند بدستور وہی عرب ڈالر کا پرانا راگ الاپ رہے ہیں۔ محض عرب دشمنی اور اسرائیل نوازی کی خاطر

ان رجعت پسندوں کی عرب دشمنی صرف اسی حد تک محدود نہیں رہی بلکہ وہ اندراجی کے حالیہ سعودی دورے کے موقع پر کھل کر اسرائیل کی حمایت پر اتر آئے ہیں۔ اور اسرائیل نواز اخبارات

یہ لکھ رہے ہیں کہ محض عربوں کی خوشامد کی خاطر حکومت ہند عرب ممالک کی چاپلوسی کر رہی ہے۔ چنانچہ اخبار پرتاپ نے اپنی ۲۷ اپریل کی اشاعت میں "بھارت سرکار اور عرب راشٹر" کے عنوان کے تحت ایک اداریہ شائع کیا ہے جس میں کہ وہ لکھتا ہے کہ "ہندوستان کے اعلیٰ افسران صغیر سے کبیر عرب سربراہ کے تلوے چاٹتے نہیں تھکتے۔ باوجود اس کے کہ اسرائیل نے بھارت کو آج تک ایک بھی شکایت کا موقع نہیں دیا ہے۔ مگر بھارت سرکار عربوں کی خاطر اسے گالیاں دیتی رہتی ہے۔ عربوں کے لئے ہند سرکار جو چاہے کرتی رہے مگر پاکستان کی طرف سے ایک نعرہ اس اثر کو برابر کر دے گا۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو یہی کہوں گا کہ آپ کسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کی ضرورت سے زیادہ چاپلوسی کر رہے ہیں" گویا مسز اندرا گاندھی کا سعودی عرب کا یہ دورہ اس رجعت پسند اخبار کے نزدیک محض خوشامد اور چاپلوسی ہے۔

مسز اندرا گاندھی آئے دن دنیا کے چھوٹے بڑے ممالک کے دورے کرتی رہتی ہیں۔ ان غیر عرب ممالک کے دوروں پر ان رجعت پسندوں کو کوئی اعتراض نہیں لیکن وہ اگر سعودی عرب جیسے اہم اسلامی ملک کے دورے پر اپنی ساری عمر میں ایک مرتبہ اور پہلی بار جاتی ہیں تو یہ ان رجعت پسندوں کے لئے ناقابل برداشت ہے حالانکہ اگر دیکھا جائے تو مسز اندرا گاندھی کا یہ اہم دورہ بہت ہی تاخیر سے ہوا ہے۔ اُن کو آج سے بہت پہلے سعودی عرب جیسے ہند دوست اُس ملک سے رابطہ بڑھانے کی شدید ضرورت تھی۔ جس سے ہمارے ملک کو گرانقدر فوائد حاصل ہو رہے ہیں لیکن تعصب کی انتہا ہے کہ قومی مفاد کو پس پشت ڈالتے ہوئے یہ رجعت پسند اندرا جی کے سعودی عرب کے دورے پر ناخوش ہیں اور اسے عربوں کی چاپلوسی قرار دے رہے ہیں۔

سعودی عرب ایک ایسا ملک ہے جس سے کہ ہمارے صدیوں پرانے تعلقات ہی نہیں ہیں بلکہ ہمارے قومی مفادات بھی وابستہ ہیں۔ ہمیں اقتصادی طور پر اس ملک سے بے حد فائدہ پہنچا ہے۔ چنانچہ اس ملک کے ساتھ دن بدن ہماری تجارت بڑھ رہی ہے۔ جس سے کہ ہمارے ملک کو بے حد فائدہ پہنچ رہا ہے۔ ہندوستان صنعتی اعتبار سے دنیا کا ایک ترقی پسند ملک ہے۔ سعودی عرب اور خلیجی ممالک ہماری صنعتی پیداوار کی سب سے بڑی منڈی ہیں جہاں اربوں روپیہ کا ہمارا مال کھپ رہا ہے۔ چنانچہ ۱۹۸۱ء تک ہندوستان نے عرب ممالک کو جو مال سپلائی کیا ہے۔ اس کی رقم ایک ارب اور بہتر کروڑ تک پہنچ گئی ہے اور اس رقم میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ جس سے ہماری قومی معیشت کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ سعودی عرب ان دنوں ہندوستانی مشینوں کی سب سے بڑی مارکیٹ ہے۔ ہندوستان سعودی عرب کو ہر قسم کا کپڑا۔ بجلی کا سامان اور آلات۔ چاول مسالے اور دالیں وسیع پیمانے پر برآمد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان سعودی عرب میں چھ مشترکہ صنعتی پروجیکٹوں پر کام کر رہا ہے۔ نیز ہندوستانی کمپنیوں نے سعودی عرب میں چار ارب روپیہ کے ٹھیکے حاصل کر رکھے ہیں۔

سعودی عرب کے علاوہ کویت لیبیا اور دوسرے عرب ممالک میں بھی ہندوستان کے متعدد سرکاری اور غیر سرکاری ادارے تعمیرات کے ٹھیکے حاصل کرکے زرمبادلہ میں برابر غیر معمولی اضافہ کر رہے ہیں۔ پھر ہندوستان کے لاکھوں افراد سعودی عرب اور خلیجی ممالک میں گرانقدر معاوضہ پر کام کر رہے ہیں۔ اور وہاں سے برابر ہر سال اربوں روپیہ کا زرمبادلہ کما کر ہندوستان کو بھیج رہے ہیں جن میں سے اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ صرف سعودی عرب میں ایک لاکھ بیس ہزار ہندوستانی باشندے روزگار سے لگے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کے لاکھوں خاندان مالا مال ہو گئے ہیں۔ پھر ہندوستان کی تیل کی ضروریات کا بیشتر حصہ سعودی عرب ہی پورا کر رہا ہے۔ لیکن ان گرانقدر مفادات کے باوجود یہاں کا رجعت پسند طبقہ عرب ممالک کو ہندو دھرم کا دشمن قرار دے رہا ہے۔ اور اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ ہند اور عرب ممالک کے تعلقات میں استحکام پیدا نہ ہونے پائے۔ اور ہندوستانی حکومت عرب ممالک کو نظر انداز کرتے ہوئے اسرائیل سے اپنے سفارتی تعلقات قائم کر لے۔ جس سے کہ ہمارے ملک کو ایک کوڑی کا بھی فائدہ نہیں ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی اسرائیلی لابی۔ اور اس لابی کے زرخرید اخبارات کے ذریعہ ہندوستان سے عرب ممالک کی بے نیازی اور پاکستان نوازی کا جو غلط پروپیگنڈا

کئی سال سے جاری ہے اُس سے ہمارے ملک کے زعما بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے ہیں ورنہ یہ کبھی نہ ہوتا کہ پنڈت نہرو کے دورے کے پورے ۲۵ سال بعد ہندوستان کی وزیر اعظم عرب ممالک کی اہمیت کو محسوس کرتیں۔ بہرحال مسز اندرا گاندھی نے عرب ممالک سے تعلقات بڑھانے کا جو اقدام آج کیا ہے۔ وہ اِس سے بہت پہلے ہو چکا ہوتا۔ مسز اندرا گاندھی مستحق مبارک باد ہیں کہ اُنھوں نے عرب ممالک اور ہندوستان کے درمیان مغائرت کی جو فرضی دیواریں کھڑی تھیں اُنہیں سامنے سے ہٹانے کے لئے دانشمندانہ قدم اٹھایا ہے۔ چنانچہ گزشتہ سال وہ متحدہ عرب امارات کے دورے پر تشریف لے گئی تھیں اور حال ہی میں اُنھوں نے سعودی عرب کا دورہ کرکے ہند اور عرب ممالک کے تعلقات کا ایک نیا باب کھول دیا ہے ہمکو توقع ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ اِس سے ہمارے ملک کو فائدہ پہنچیگا اور جدید رابطوں سے یقینی طور پر اُن غلط فہمیوں کا بھی ازالہ ہو جائے گا۔ جو اسرائیل نواز اور رجعت پسند طبقے ہند اور عرب ممالک کے درمیان پیدا کرتے رہے ہیں۔

وزیر اعظم اندرا گاندھی نے سعودی عرب کے دورے سے واپسی پر خود اِس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اُن کا یہ دورہ بہت ہی کامیاب رہا ہے اور اِس سے ملک کو فائدہ پہنچیگا۔ نیز دورے کے اختتام پر دونوں ممالک کی جانب سے جو مشترکہ اعلان جاری کیا گیا ہے اُس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں ممالک میں بیشتر عالمی مسائل پر کامل اتفاق ہے اور ہمارے خود یہ مشترکہ اعلان ہی اپنی جگہ بہت زیادہ اطمینان بخش ہے۔

مسز اندرا گاندھی نے شاہ خالد ولیعہد شہزادہ فہد شہزادہ عبد اللہ۔ اور شہزادہ سلطان کو ہندوستان کے دورے کی جو دعوت دی ہے وہ قبول کر لی گئی ہے اور ہمیں توقع رکھنی چاہیے کہ سعودی عرب کے زعماء کی آمد سے ہند اور سعودی عرب کے تعلقات میں اور بھی استحکام پیدا ہو جائے گا۔ اور ہند و عرب ممالک کے تعلقات دن بدن خوشگوار ہوتے چلے جائیں گے۔ اور اُن رجعت پسندوں کا طلسم ٹوٹ کر رہیگا جو پہلے بھی اور آج بھی ہند اور عرب ممالک کے تعلقات کو تباہ کرنے پر تلے رہے ہیں۔

سینائی کی واپسی مصر کیلئے نہایت گراں

سینائی کا وہ علاقہ جس پر ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل نے غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ کیمپ ڈیوڈ کے معاہدہ کی رو سے اب مصر کو واپس مل گیا ہے۔ یہ سودا مصر کے لئے نہایت گراں ثابت ہوا ہے کیونکہ مصر کو یہ معاملہ بہت ہی گر کر کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ سینائی کو حاصل کرنے کے لئے مصر کو نہ صرف اپنی خودداری کو قربان کر دینا پڑا ہے بلکہ اسرائیل کے وجود کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اِس سودے کی بدولت مصر پورے عالم اسلام سے کٹ کر الگ تھلگ ہو گیا ہے اور اگر دیکھا جائے تو اسی سودے کی بدولت صدر سادات کو اپنی جان تک دینی پڑی ہے۔ جب کہیں جا کر مصر کو اپنا یہ کھویا ہوا علاقہ واپس مل سکا ہے۔

پندرہ سال کے بعد سینائی کی واپسی پر پوری دنیائے اسلام میں اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ لیکن جن شرائط کے تحت یہ علاقہ مصر کو واپس ملا ہے اُسے دنیائے اسلام میں پسند نہیں کیا جا رہا ہے صرف اِس بات پر اظہار اطمینان کیا جا رہا ہے کہ یہ علاقہ اسرائیل کے حلق سے نکل کر پھر اُن مصریوں کے قبضہ میں آگیا ہے جو اُس کے جائز وارث اور حقدار ہیں۔

سینائی کے علاقہ کی واپسی پر ریڈیو سعودی عرب نے مصر کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا ہے کہ " اس سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ حق حقدار ہی کو ملنا چاہیئے۔ اور باقی غصب شدہ عرب علاقے بھی کسی نہ کسی طرح حقداروں کو مل ہی جائیں گے " کویت کے وزیر امور کابینہ عبد العزیز حسین نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ " کویت کو سینائی کے انخلا سے مسرت حاصل ہوئی ہے۔ لیکن مصری قیادت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسرائیل اب بھی دوسرے عرب علاقوں پر قبضہ کئے بیٹھا ہے اُنہیں بھی اسرائیل کے قبضہ سے نکالنا ہے " اُنھوں نے امید ظاہر کی ہے کہ عنقریب ایسے دیگر مثبت اقدام کئے جائیں گے جن سے مصر کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے پھندوں اور سینائی میں غیر ملکیوں کی موجودگی سے نجات حاصل کر سکے گا

بہرحال اچھے طریقہ پر یا برے طریقہ پر سینائی کا علاقہ اسرائیل کے حلق سے نکل آیا ہے۔ اور اب عرب زعما کو بڑی سنجیدگی سے یہ سوچنا ہے کہ جن باقی عرب علاقوں پر اسرائیل نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے

انہیں اُس کے حلق سے کیوں کر نکالا جائے۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ مصر کے عرب برادری سے نکل جانے کے بعد جو خلا پیدا ہو گیا ہے اُسے کس طرح پر کیا جائے۔ اور اِس خلا کو پُر کرنا اس لئے کچھ دشوار بھی نہیں ہے کیونکہ مصر کے سابق صدر انور سادات اور موجودہ صدر حسنی مبارک کی افتاد طبع میں کافی فرق ہے۔ انور سادات جہاں عرب دنیا سے بالکل کٹ چکے تھے وہاں حسنی مبارک کا جھکاؤ عرب دنیا کی طرف ہے اور اِس کا اندازہ صدر حسنی مبارک کے اُس انٹرویو سے ہو سکتا ہے جو اُنھوں نے سینائی کے انخلا سے قبل "عرب ٹائمز" کے ایڈیٹر مسٹر احمد کو دیا تھا۔ اِس انٹرویو میں اُنھوں نے جہاں دوسری بہت سی باتیں کہی تھیں وہاں یہ بھی کہا تھا۔

"ہم ایک دن عرب اتحاد کی صف میں پھر سے شمولیت اختیار کریں گے ہم نے اسرائیل کو واضح طور پر بتا دیا ہے کہ مصر عرب بھائیوں کے لئے اپنے دروازے بند نہیں کرے گا۔ مصر ایک عرب ملک ہے وہ عرب دنیا سے علٰحدہ نہیں رہ سکتا۔ اگرچہ عرب دنیا سے ہمارے رابطے اس وقت قائم نہیں ہیں۔ لیکن احوال و کوائف ایسے ہیں کہ عرب ملکوں سے سفارتی تعلقات کی بحالی کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مصر کو عرب دنیا سے الگ تھلگ رکھا ہی نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اِس خطے میں مستقل امن کے قیام کے لئے یہ بات ضروری ہے"

مصر کے نئے صدر حسنی مبارک کے اِس بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اُن کا جھکاؤ عرب ممالک کی جانب ہے۔ اور اُن کے اِس جھکاؤ سے عرب زعما کو پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ یہ بات یاد رہے کہ اسرائیل کے جارحانہ حوصلے مصر کے عرب ممالک سے کٹ جانے کے بعد اور بھی زیادہ بڑھے ہیں۔ اگر عرب زعما کسی طرح بھی مصر کو ہموار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر اسرائیل کو زیر کرنے کی راہیں خود بخود نکل آئیں گی۔ بہرحال ہماری دعا ہے کہ عرب ممالک میں اتحاد پیدا ہو اور اُنہیں جلد سے جلد اپنے سب ہی کھوئے ہوئے علاقے واپس مل سکیں۔ اور مصر جیسا اہم ملک جسے عرب برادری سے الگ کر لیا گیا ہے پھر عربوں کی صف میں دکھائی دے اور عرب ممالک متحد ہو کر دشمنوں کی شاطرانہ چالوں کا مقابلہ کر سکیں

گائے کے کٹے ہوئے سروں کا فتنہ

امرت سر میں دل خالصہ کے سر پھرے نوجوانوں نے مندروں کے سامنے گائے کے کٹے ہوئے سر ڈال کر جس نئے فتنہ کی ابتدا کی ہے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ یہ ایک ایسا فتنہ ہے جس سے کہ ہندوستان کا سرحدی صوبہ پنجاب ایک جہنم بن سکتا ہے دل خالصہ نے کچھ پوسٹر بھی شائع کئے ہیں جن میں کہ امرتسر کے علاقہ میں بیڑی سگریٹ اور تمباکو وغیرہ کی فروخت بند کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اور وارننگ دی گئی ہے اگر بیڑی، سگریٹ اور تمباکو پر پابندی نہیں لگائی گئی تو گئو ہتھیا کا یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ دل خالصہ کے نوجوانوں نے نہ صرف اسی پر اکتفا کیا ہے بلکہ پنجاب کے دو روزناموں یعنی ہند سماچار اور پرتاب (جالندھر) کے پتہ پر دو الگ الگ پارسل بھی بھیجے ہیں۔ جن میں کہ گائے کے کٹے ہوئے کان رکھے ہوئے تھے۔ اور گائے کے کانوں کے ساتھ اِن ہی پارسلوں میں رکھ کر پنجابی زبان کے مراسلے بھی بھیجے گئے ہیں جن میں کہ اِس بات کا اقرار کیا گیا ہے کہ یہ پارسل دل خالصہ کے ورکروں ہی نے بھیجے ہیں۔

دل خالصہ کی قابل مذمت اور قابل اعتراض یہ سرگرمیاں نئی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اِس سے پہلے بھی ایک ہندوستانی ہوائی جہاز کو اغوا کر کے پاکستان لے گئے تھے۔ اور آئے دن نئے نئے ہنگامے کھڑے کرتے رہتے ہیں۔ دل خالصہ دراصل "آزاد خالصتان" کے حامیوں کی ایک جنگی فوج ہے اُن کی خواہش ہے کہ پورے پنجاب پر "آزاد خالصتان" کا لیبل لگا دیا جائے۔ یہ مدت سے ہندوستان کی سالمیت کو ختم کرنے کے درپے ہیں اور طرح طرح کے ہنگامے کرنے کے لئے انہیں آزاد خالصتان کے حامی لیڈروں کی جانب سے برابر شہ مل رہی ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ ہند دشمن ممالک بھی انہیں سہارا دے رہے ہوں اِن کا منشا یہ ہے کہ طرح طرح سے پنجاب میں ہنگامے برپا کر کے اِس سرحدی صوبے میں آزاد خالصتان کی داغ بیل ڈال دیں

امرتسر اور پنجاب میں بیڑی سگریٹ اور تمباکو کا استعمال مدتوں ہی سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے جاری ہے۔ اور سکھ بھی اس صوبہ میں سکھ دھرم کے احیا کے زمانہ ہی سے رہتے ہیں۔ لیکن آج تک کبھی کسی سکھ رہنما نے بیڑی سگریٹ اور تمباکو پر قانونی پابندی لگانے

کا مطالبہ نہیں کیا۔ اِس مطالبہ کے محرک صرف وہ لوگ ہیں جو خالصتان کی داغ بیل ڈالنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرتے رہتے ہیں چنانچہ اب اِنھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ چونکہ یہ چیزیں سکھ دھرم میں حرام ہیں اِس لئے اِنہیں ممنوع قرار دیدیا جائے لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ابھی پنجاب خالصتان نہیں بنا ہے یہ آزاد ہندوستان کا ایک صوبہ ہے۔ اگر ہندوستان کے کسی صوبہ میں سکھوں کی خاطر بیڑی سگریٹ اور تمباکو کو ممنوع قرار دیدیا گیا تو پھر شائد ہندوستان کے مسلمان بھی یہ مطالبہ کریں گے کہ پورے ہندوستان میں شراب اور سور کے گوشت کی فروخت پر پابندی لگادی جائے کیونکہ یہ چیزیں مذہب اسلام میں قطعی حرام ہیں اور اِسی طرح دوسرے مذہب والے بھی اس قسم کے نئے نئے مطالبات کھڑے کر کے ہمارے ملک کے لئے نئے نئے مسائل پیدا کرتے رہیں گے۔

ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ بیڑی سگریٹ اور تمباکو کا معاملہ تو صرف بہانہ ہے۔ اصل مقصد وہی علیحدگی پسندی کا رجحان ہے جس کا کہ طرح طرح سے اظہار ہو رہا ہے۔ اور جبکہ دوریاں دشمن ممالک کی جانب سے لائی جا رہی ہیں۔ اور خود ہندوستان میں بھی ایسے علیحدگی پسند سکھ لیڈروں کی کمی نہیں ہے جو اگرچہ زبان سے خالصتان کی مذمت کر رہے ہیں لیکن دل سے اِسکے حامی ہیں اور اِن ہی لیڈروں سے دل خالصہ کو تقویت پہنچ رہی ہے۔

حیرت ہے کہ ہماری حکومت یہ سب کچھ دیکھ رہی ہے۔ مگر ابھی تک دل خالصہ پر ہاتھ ڈالنے سے ہچکچا رہی ہے۔ یاد رکھیئے کہ اگر ہماری حکومت کی یہی ڈھلمل پالیسی رہی تو خالصہ دل کا اٹھایا ہوا گائے کے کٹے ہوئے سروں کا فتنہ صرف امرتسر اور پنجاب ہی تک محدود نہیں رہے گا بلکہ دور دور تک ملک میں پھیل سکتا ہے۔

حکومت کے علاوہ ہمارے ملک کے سب ہی لیڈروں کا فرض ہے کہ وہ اِس خطرناک فتنہ کو روکنے کے لئے میدان میں آئیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ دینو بامی جیسے گئو بھگت لیڈر جو کہ تحفظ گاؤ کی خاطر جان تک کی بازی لگانے کے لئے تُلے رہتے ہیں۔ وہ بھی اپنے آشرم میں خاموش بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ اُن سے بجا طور پر یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ آشرم سے نکل کر امرتسر جاتے اور گائے کے کٹے ہوئے سروں کے اِس فتنہ کو دبانے کی پوری کوشش کرتے جس سے کہ ملک کا امن تک خطرے میں پڑ سکتا ہے

ہری جنوں کے نام پر اشتعال انگیزی کب تک

"میناکشی پورم" میں ہری جنوں کے قبول اسلام کا واقعہ اگرچہ بہت پرانا ہو چکا ہے لیکن اب بھی میناکشی پورم کے نام پر اس ملک کی اکثریت کو مسلمانوں اور عربوں کے خلاف بھڑکانے کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ جیسا کہ حال ہی میں فیروز شاہ کوٹلہ دہلی کے ایک اجتماع میں راشٹریہ سویم سیوک سنگھ کے سربراہ بالا صاحب دیورس نے ہریجنوں کے نام پر ہندو اکثریت کو بھڑکانے کی غرض سے کہا ہے "میناکشی پورم کے واقعہ پر ملک گیر ردعمل ہوا ہے جس پر سب ہی نے تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ تشویش بجا بھی ہے اگر ہندو اس دیش میں اقلیت میں ہو گئے تو جمہوریت، سیکولرزم اور سوشلزم بے معنی باتیں بن کر رہ جائیں گی" اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے شری دیورس نے دعویٰ کیا ہے کہ عرب دیش اور عیسائی مشنری دھرم پریورتن کے لئے اِس ملک میں رقمیں بھیج رہے ہیں اور اُن کے خطرناک اشارے میناکشی پورم ہی میں نہیں بلکہ پورلی بھارت میزورم۔ ناگالینڈ اور آسام وغیرہ میں دیکھنے کو مل رہے ہیں" آگے چل کر اُنھوں نے کہا ہے "ہندوستان کو سرائے اور دھرم شالہ سمجھ لیا گیا ہے۔ ساری مولوی ملا یہاں دھرم پریورتن کرنے چلے آ رہے ہیں"

مگر ہمیں شری بالا صاحب دیورس سے ہمدردی ہے کہ میناکشی پورم کے نام پر اس ملک میں اشتعال پھیلانے والوں کی ساری قلعی مسٹر۔ ایم۔ آر موگم نے اپنی رپورٹ کے ذریعہ کھولدی ہے یاد رہے کہ ہماری وزارت داخلہ نے میناکشی پورم کے واقعہ کی تحقیقات کے لئے مسٹر آرموگم کو مقرر کیا تھا۔ اور پچھلے دنوں اُنھوں نے اپنی جو رپورٹ وزارت داخلہ کو پیش کی ہے اُس نے میناکشی پورم کے نام پر شری دیورس اور سب ہی اشتعال پھیلانے والوں کو بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے۔ اُن کی رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے۔

"میناکشی پورم کے ہریجنوں نے کسی قسم کے دباؤ اور لالچ کے بغیر رضا و رغبت سے اسلام قبول کیا ہے۔ اُن کے اِس اقدام کی ایک

وجہ تو یہ ہے کہ وہ اعلیٰ ذات کے لوگوں کے مسلسل مظالم سے تنگ آچکے تھے۔ اُن کے لئے تبدیلِ مذہب کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا دوسرے یہ کہ اُنہیں اپنی پریشانیوں کا مداوا صرف اسلام کے سایہ ہی میں نظر آیا۔ ورنہ وہ عیسائیت بھی قبول کر سکتے تھے جس کے مبلغین اِس علاقہ میں مدت سے سرگرم عمل ہیں ۔“

مسٹر کے آر موگھم کی اس تحقیقاتی رپورٹ کے علاوہ ریپبلکن پارٹی آف انڈیا (امبیدکر گروپ) کے لیڈر اور صدر مسٹر بی بال کرشن کا بیان بھی میناکشی پورم کے ہریجنوں کے قبولِ اسلام کے سلسلہ میں اخبارات میں شائع ہوا ہے جو بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے مسٹر بال کرشن نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ”اعلیٰ ذات کے ہندو عیسائیوں کی بدسلوکی نے ہریجنوں کو دوسرے کسی ایسے مذہب کی جانب راغب کیا ہے جو اُنہیں عزت سلامتی اور برابری کا درجہ دے سکے اور یہ مذہب اسلام ہے۔ فرقہ پرستی کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ ہمارے ملک میں فسادات کے پس منظر میں بھی غیر ملکی ہاتھ دکھائی دیتا ہے۔ اور درگاہوں کی تعمیر میں بھی عرب سرمائے کی ریل پیل دکھائی دیتی ہے۔ اور ملک کا جب ایک کچلا ہوا طبقہ باعزت مقام حاصل کرنے کے لئے بحالتِ مجبوری تبدیلی مذہب کی جانب رجوع کرتا ہے۔ تو اِس چیز میں بھی متعصب ذہنوں کو پیسہ دولت ہی کارفرما دکھائی دیتی ہے کاش یہ تنگ نظر اِدھر اُدھر جھانکنے کے بجائے خود اپنے اردگرد کا جائزہ لیتے۔“

مسٹر کے ارموگھم کی تحقیقاتی رپورٹ اور ری پبلکن پارٹی کے صدر مسٹر بی بال کرشن کا مندرجہ بالا بیان بالا صاحب دہورس اور اُن لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے بالکل کافی ہے جو میناکشی پورم کے ایک پرانے واقعہ کو بار بار دہرا کر اور اِس کا الزام ملا مولوی اور عرب ممالک پر منسوب کر اس ملک کی ہندو اکثریت کو برابر گزشتہ ڈیڑھ سال سے گمراہ کر رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ الزام لگانے والے بھی خود حقائق سے ناواقف نہیں لیکن اُن کا منشا تو صرف یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس ملک کے مسلمانوں کے خلاف اشتعال پیدا کر کے ملک کی فضا کو مکدر کرتے رہیں اور اپنی فرقہ پرستی کی دکان کو چمکاتے رہیں۔ آخر میں ہم اپنی حکومت کے رہنماؤں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جبکہ اُن کے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ ”میناکشی پورم“ کے واقعہ سے مسلمانوں کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اِس معاملہ میں عرب ممالک کا دامن بھی پاک ہے تو اِس ملک میں کب تک میناکشی پورم کے نام پر اشتعال کی آگ بھڑکائی جاتی رہے گی اور حکومت کب تک اس طرح خاموش بیٹھی رہیگی۔

ایرانی ملاؤں کی عرب دشمنی

لیجئے اب ایرانی ملاؤں کے اخبارات نے ولیعہد شاہزادہ فہد جیسے ممتاز عرب سربراہوں پر بھی شراب نوشی کا الزام لگانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ الزام پچھلے دنوں دہلی کے ایرانی سفارت خانہ سے شائع ہونے والے ”اخبار وحدت“ نے لگایا ہے۔ اِس اخبار نے سعودی عرب کے ولیعہد شہزادہ فہد کی ایک پرانی تصویر امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر کے ساتھ شائع کی ہے۔ یاد رہے کہ یہ تصویر آج سے دو سال قبل دین دنیا ماہ ستمبر ۱۹۸۰ء میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

اِس تصویر میں شہزادہ فہد اپنے ہاتھ میں ایک گلاس لئے ہوئے جمی کارٹر سے گفتگو میں معروف ہیں۔ گلاس میں پانی ہے یا کیا ہے اِس کا تصویر سے پتہ نہیں چلتا۔ لیکن اِس تصویر سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے ایرانی ملاؤں کے نمائندوں نے شہزادہ فہد کے سر یہ الزام منسوب دیا ہے کہ وہ شراب پی رہے ہیں۔ اور اِس تصویر کے نیچے یہ عبارت لکھ دی گئی ہے۔

”جی ہاں یہ بیت الحرام کے محافظ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کعبہ کی پردہ داری ان پر واجب ہے لیکن اِس تصویر میں شہزادہ فہد شیطان کے نمائندے کارٹر کے ہمراہ شراب نوشی میں مشغول ہیں۔ جی ہاں یہ فہد ہی ہیں جو شاہ خالد کے نائب ہیں اور جو امریکہ اور اسرائیل کے مخالف ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ نیز اِس بات کے بھی مدعی ہیں کہ ایرانی حجاج نے خانہ کعبہ میں اسرائیل مردہ باد کے نعرے لگا کر کعبہ کی حرمت کی توہین کی ہے۔ لیکن تصویر میں کارٹر کے ساتھ شراب نوشی کو انہوں نے جائز قرار دیدیا ہے۔“

ذرا غور فرمائیے کہ سعودی عرب جہاں کا قانون تعزیر اِس قدر

سخت ہے کہ جس سے وہاں کے شاہزادے شہزادیاں تک محفوظ نہیں چنانچہ پچھلے دنوں ایک شہزادی کو اُس کی بے عنوانیوں پر سزائے موت دی جاچکی ہے بھلا وہاں کون کھلم کھلا شراب پی سکتا ہے اور شراب نوشی کی تصویریں شائع کرانے کی جرأت کرسکتا ہے۔ لیکن یہ ایرانی ملا ہیں کہ کوئی یقین کرے یا نہ کرے یہ عرب سربراہوں کے خلاف آنکھیں بند کرکے بہتان لگا رہے ہیں۔

اِن ملاؤں نے اگر قرآن اور حدیث کا مطالعہ کیا ہوگا تو اُنہیں معلوم ہوگا کہ کتاب اللہ اور کتب احادیث میں بہتان تراشی کو کتنا بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ احادیث نبوی سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ کہ شراب نوشی کا جھوٹا الزام لگانے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اُنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑوں کی سزا کا حکم دیا ہے۔ ایسی حالت میں۔ اِن ایرانی ملاؤں سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا وہ شہزادہ فہد پر شراب نوشی کا الزام لگانے کی پاداش میں کوڑوں کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ایران کے اِن ملاؤں کی شریعت ہی ساری دنیا سے نرالی ہے۔ شاہ ایران کے باپ کی قبر کو بارود سے اڑا دینا اِن کے لئے عین شریعت کے مطابق ہے سابق شاہ ایران بھی اِن کے نزدیک کافر تھے۔ عراق کے صدر صدام حسین نے ایران کے بےجا مطالبات کو ماننے سے انکار کردیا ہے تو وہ بھی کافر قرار دیدئے گئے ہیں اور علامہ خمینی نے اُن کے خلاف دنیا کے مسلمانوں کو جہاد کا فتویٰ دیدیا ہے۔ اور اب سعودی حکومت کے رہنماؤں کو بھی اِنھوں نے شریعت اسلامیہ سے منحرف قرار دینا شروع کردیا ہے معلوم نہیں اِن کفر سازوں اور اسلام کو رسوا کرنے والے ملاؤں سے دنیائے اسلام کو کب نجات ملے گی۔

اسرائیل کے خلاف عالم اسلام میں اضطراب

اِس وقت نہ صرف عرب ممالک میں بلکہ پورے عالم اسلام میں۔ اسرائیل کے خلاف ایک ایسا عالمگیر اضطراب پھیلا ہوا ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے چنانچہ سب ہی مسلم ممالک میں نہایت وسیع پیمانہ پر ہڑتالیں کی جارہی ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کے بازار بند کردئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مسلم ممالک میں ہوائی پروازیں اور ریلوے ٹرینوں کی آمد و رفت بھی گھنٹوں معطل رہی۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں بھی جا بجا اسرائیل کے خلاف جلسے ہوئے ہیں۔ جلوس نکالے جارہے ہیں۔ اور اسرائیلی وزیر اعظم بیگن کے پتلے نذر آتش کئے جارہے ہیں۔

اس عالمگیر اضطراب کا باعث یہ ہے کہ اسرائیل نے پھر ایک بار اپنی ناپاک اور مسلم دشمن ذہنیت کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں کے قبلۂ اول اور مسجد اقصیٰ کی توہین کی ہے۔ چنانچہ ۱۱ر اپریل کو امریکن نژاد یہودی سپاہی مائیکل شیوار زجو اسرائیل کی فوجی وردی پہنے ہوئے تھا۔ قبۃ الصخرہ میں گھس آیا۔ یاد رہے کہ قبۃ الصخرہ وہ مقام ہے جہاں سے رسول اللہ صلعم معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے اور اِس بد باطن یہودی سپاہی نے پہلے تو قبۃ الصخرہ میں اور اس کے بعد مسجد عمر میں گولیاں چلاکر متعدد مسلمانوں کو زخمی اور ہلاک کردیا۔ اور اِس سانحہ سے بے چین ہوکر اور مسجد اقصیٰ کو بچانے کی غرض سے جب مسلمان چاروں طرف سے دوڑے تو اسرائیلی فوجیوں نے اُنہیں گولیوں سے بھون ڈالا۔

مسلمانوں کی مقدس مقامات کی جان بوجھ کر اسرائیل کے ہاتھوں توہین ایک ایسی ناپاک حرکت ہے جس پر مسلمانوں میں جتنا بھی اضطراب پیدا ہو وہ کم ہے۔ چنانچہ اِس وقت پورے عالم اسلام میں اسرائیل کے خلاف جہاد کے نعرے بلند ہورہے ہیں۔ اور سب ہی اسلامی ممالک کے مسلم نوجوان اس جہاد کے لئے اپنے آپ کو پیش کررہے ہیں۔ جو مسلمانانِ عالم کی بیداری کی ایک اچھی علامت ہے

مسجد اقصیٰ پر اسرائیل اِس سے قبل بھی ۱۹۶۹ء میں حملہ کرچکا ہے اسنے مائیکل روحان نامی ایک یہودی کے ذریعہ مسجد اقصیٰ میں آگ لگادی تھی اور اب ایک دوسرے مائیکل کے ذریعہ قبۃ الصخرہ اور مسجد عمر نیز مسجد اقصیٰ میں گولیاں چلاکر مسلمانانِ عالم کے قلوب کو چھلنی کردیا ہے۔ اور اپنی اس ناپاک حرکت سے پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کو چیلنج دیدیا ہے ضرورت ہے کہ مسلمانانِ عالم اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے بڑے تدبر اور ہوشمندی سے اسرائیل کے خلاف کوئی مناسب قدم اٹھائیں

چراغاں کر دے

(از مولانا نسیم بستوی)

اُٹھ ذرا دین کی خوابیدہ امنگوں کو جگا　　مردِ مومن ہے تو اللہ کا پیغام سنا
جو درندے ہیں انہیں پیکرِ اخلاق بنا　　آتشِ ظلم کو انصاف کی شبنم سے بجھا

تیرگی چھائی ہے عالم میں چراغاں کر دے
دشت و صحرا کی زمیں رشکِ گلستاں کر دے

بوذرؓ مردِ خدا خالدؓ و سلماںؓ کی قسم　　شانِ بوبکرؓ و عمرؓ حضرتِ عثماںؓ کی قسم
مرتضیٰؓ مذہب و ملت کے نگہباں کی قسم　　عزمِ سلطانِ جہاں عظمتِ قرآں کی قسم

تو اگر چاہے تو ذروں کو جہاں تاب کرے
وا زمانہ پہ مسرت کا حسیں باب کرے

علم و حکمت کی شمع، رہبرِ اعظم تو ہے　　اور پھر عزم و ارادہ میں بھی محکم تو ہے
گلشنِ ہستیِ انسان کی شبنم تو ہے　　مونسِ درد و الم زخم کا مرہم تو ہے

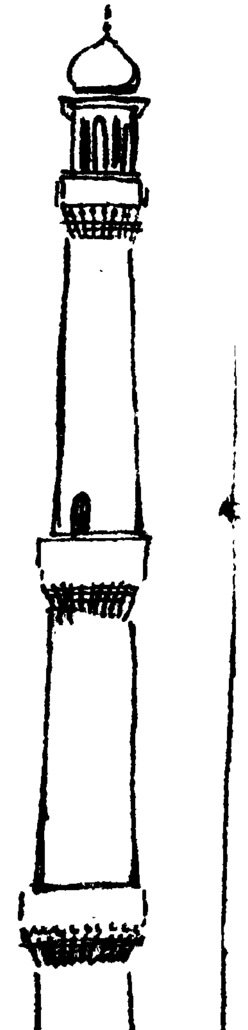
آسماں تیری جلالت سے لرز اٹھتا ہے
لمحہ شب تیرے جلووں سے سحر بنتا ہے

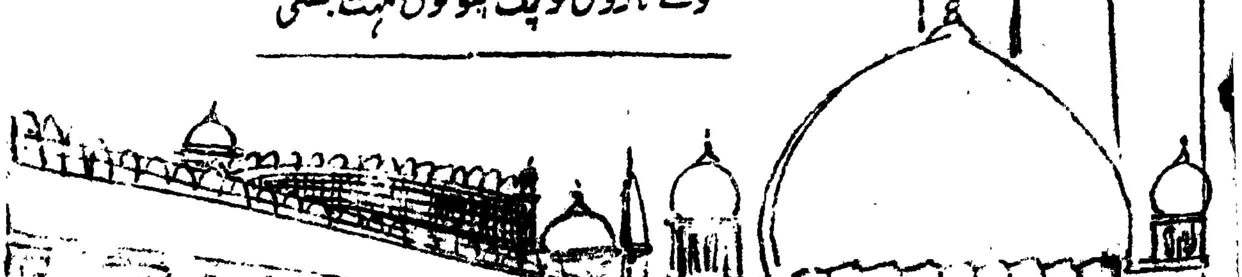
تجھ سے اجڑی ہوئی بستی ہوئی گلشن بکنار　　چھیڑ دے ساز، سنا نغمۂ ایامِ بہار
چاند تارے ہیں تری دولتِ ایماں پہ نثار　　رشکِ افلاک تری عظمتِ رفتہ کا منار

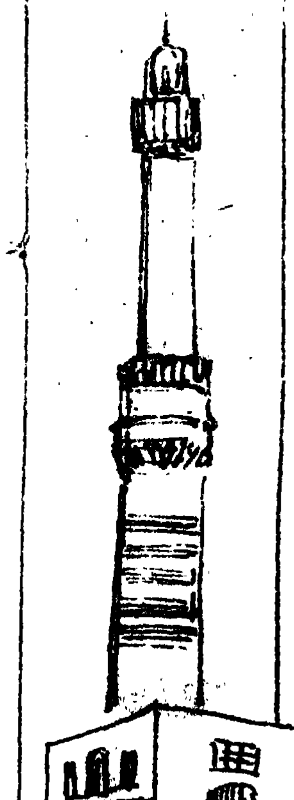
تندِ طوفاں تری نظروں سے بنا ہے ساحل
تیری ٹھوکر سے اُبھر آیا نشانِ منزل

نصرت و فتحِ مبیں کا تو ہی مقصودِ حسیں　　سربلندی پہ تری ناز کرے عرشِ بریں
تیرا مرہونِ کرم پرچمِ ایماں و یقیں　　چومتی ہے ترے قدموں کو دو عالم کی زمیں

تو نے انساں کو معزز کیا عظمت بخشی
تو نے تاروں کو چمک پھولوں کو نکہت بخشی







دل بہت بیزار ہے ساقی

(از ڈاکٹر ذوقی)

زمانہ کی روش سے دل بہت بیزار ہے ساقی
یہاں تو ہر بشر مست مئے پندار ہے ساقی

چمن کا ذرہ ذرہ درپے آزار ہے ساقی
نہ پہلا سا وہ در ہی ہے نہ وہ دیوار ہے ساقی

تعصب کی عنایت سے محبت خوار ہے ساقی
جہاں سے کالعدم اب جذبہ ایثار ہے ساقی

شکستہ کشتیٔ ملت ہے اور منجدھار ہے ساقی
مخالف ہے ہوا ٹوٹی ہوئی پتوار ہے ساقی

جو تیری بزم مے کا محرم اسرار ہے ساقی
زمانہ کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہے ساقی

خوشامد حیلہ جوئی مکر و عیاری ریا کاری
یہ اب انسان کے اخلاق کا معیار ہے ساقی

شکارِ خود فریبی ہے رہینِ کم نگاہی ہے
عجب مشکل سے اب انسانیت دوچار ہے ساقی

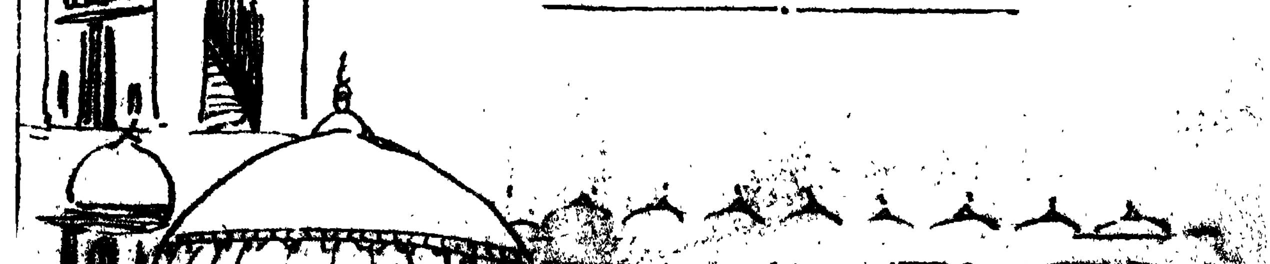
تنفر نے رواداری کی بنیادیں ہلا ڈالیں
یہاں کون اب کسی کا مونس و غمخوار ہے ساقی

بنا دل چھوڑ کے گلشن کو اپنے آشیانوں کو
چمن والوں میں اس پہ حجت و تکرار ہے ساقی

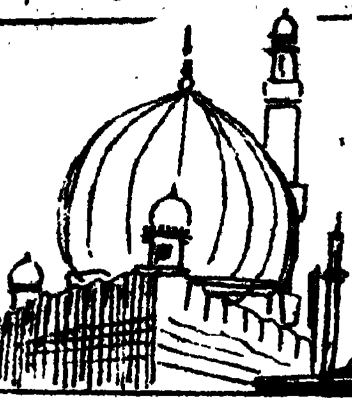
نہ سودائے خودی سر میں نہ ذوقِ زندگی دل میں
مسلماں خواب غفلت میں ہے یا بیدار ہے ساقی

ہوئی ہے وجہ وحشت ملت بیضا کی رسوائی
جگر خونریز ہے ساقی نظر خوں بار ہے ساقی

گذرتی ہے جو ذوقی پر زباں تک لا نہیں سکتا
کہ اس کا سوزِ غم ناقابل اظہار ہے ساقی



گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرہواں پارہ سبحان الذی ۔ سورہ کہف

(از ادارہ دین دنیا)

ذیل میں ہم قرآن پاک کے پندرہواں پارہ کی دسویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ جل شانہ نے اصحاب کہف کے حالات بیان فرماتے ہوئے یوم قیامت کے برحق ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے۔

یوم قیامت پر لوگوں کے شبہات مٹا دیئے گئے

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا .... فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ؀

ترجمہ: ۔ اور اس طرح ہم نے لوگوں کو اُن کے حال سے (اصحاب کہف کے حال سے) خبردار کر دیا تاکہ وہ سمجھ جائیں کہ (قیامت کے بارے میں) اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اور قیامت میں کوئی شک نہیں جبکہ اُس زمانے کے لوگ اُس کے بارے میں (قیامت کے بارے میں) جھگڑ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اُن کے اوپر ایک عمارت بنا دو اُن کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو لوگ کہ اپنے کام پر غالب تھے۔ بس انہوں نے کہا کہ ہم تو اُن کے پاس ایک مسجد بنا دیں گے۔ بعض لوگ تو کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے۔ اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ لوگ بغیر کسی تحقیق کے اٹکل سے باتیں کرتے ہیں۔ اور بعض یہ بھی کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں اُن کا کتا ہے۔ تم کہہ دو کہ میرا رب اُن کی تعداد کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ بلکہ لوگوں کو کچھ بھی معلوم نہیں کیونکہ جو لوگ حقیقت سے واقف ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں۔ مگر تم اُن کے بارے میں بجز سرسری گفتگو کے کسی سے بحث و مباحثہ نہ کرو اور تم اُن کے بارے میں لوگوں سے کچھ نہ پوچھو

تشریح: ۔ اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو اصحاب کہف کے حالات سے مطلع کر دیا تاکہ وہ اس واقعہ کے ذریعہ سمجھ جائیں کہ اللہ نے قیامت کا اپنے بندوں سے جو وعدہ کر رکھا وہ بالکل سچا ہے۔ اور قیامت کے آنے میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تین سو نو برس تک کھائے پیئے بغیر اصحاب کہف کا سوتے رہنا اور پھر اس طویل خواب سے بیدار ہونے کے بعد بھوک محسوس کرنا اور اپنے ایک آدمی کو کھانا لانے کے لئے بازار بھیجنا محض اسلئے تھا کہ اس واقعہ کے انکشاف کے بعد وہ ملحدین جو حشر کے منکر تھے اصحاب کہف کے حالات سے عبرت حاصل کریں اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ قیامت برحق ہے کیونکہ جو بزرگ ذات تین سو نو برس تک کھائے پیئے بغیر لوگوں کو زندہ رکھ سکتی ہے۔ وہ ہزاروں برس کے بعد بھی مخلوق خدا کو حیات تو عطا کر سکتی ہے۔

ہم نے لوگوں کو اصحاب کہف کے حالات سے اُس وقت مطلع کیا جبکہ وہ قیامت کے بارے میں شبہات میں مبتلا تھے۔ وہ آپس میں بحث و مباحثہ میں لگے ہوئے تھے۔ اِن میں سے بعض تو قیامت کے بالکل ہی منکر تھے۔ اور بعض کہتے تھے کہ قیامت تو ضرور آئے گی مگر جسموں کی قیامت نہیں ہوگی بلکہ روحوں کی قیامت ہوگی لیکن جب اصحاب کہف کا واقعہ ظہور میں آگیا تو سب کی زبانیں بند ہو گئیں۔ اور سب کو یقین آگیا کہ قیامت ضرور قائم ہوگی اور مردہ انسانوں کو یقیناً دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

اس واقعہ کے ظہور میں آنے کے بعد جب ہم نے اصحاب کہف کو موت کی نیند سلا دیا تو لوگوں کو اُن سے عقیدت پیدا ہو گئی۔ بعض نے کہا کہ ہم اُن کے غار کے اوپر ایک عمارت تعمیر کریں گے ۔ اور بعض

نے کہا کہ ہم اُن کی قبروں سے متصل ایک مسجد بنا دیں گے تاکہ لوگ اُن کی روحوں سے فیض حاصل کر سکیں۔ اے نبی بعض لوگ اُن کی تعداد کے بارے میں کہیں گے کہ وہ تین ہیں اور چوتھا اُن کا کتا ہے۔ اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا اُن کا کتا ہے۔ غرضیکہ بغیر تحقیق کے یہ قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ اور بعض کہیں گے وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔

نصاریٰ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف تین تھے چوتھا اُن کا کتا تھا۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ اصحاب کہف پانچ تھے۔ اور چھٹا اُن کا کتا تھا۔ لیکن مسلمان کہتے تھے کہ اصحاب کہف سات تھے اور آٹھواں اُن کا کتا تھا۔ اس بارے میں ارشاد باری ہے کہ اے نبی تم کہہ دو کہ میرا پروردگار ہی اُن کی صحیح تعداد سے واقف ہے۔ جہاں تک بندوں کا تعلق ہے بہت کم اُن کی تعداد سے واقف ہیں۔ اس بیکار مباحثہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں وہ تین ہوں۔ پانچ ہوں یا سات ہوں۔ ان کے واقعہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قیامت ضرور آئے گی اور مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

ہر کام سے پہلے انشاءاللہ کہا کرو

وَلَا تَقُولَنَّ .... مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۵

ترجمہ :۔ کسی کام کے بارے میں یوں نہ کہا کرو کہ میں اسے کل کروں گا بلکہ اس کے ساتھ انشاءاللہ کو (ضرور) شامل کر لیا کرو اور جب تم انشاءاللہ کہنا بھول جاؤ تو جب بھی یاد آئے اسی وقت اپنے رب کو یاد کرو۔ اور یہ کہو کہ شاید میرا رب مجھے اس سے زیادہ ہدایت فرمائے۔ اور اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو برس رہے اور نو برس اور زیادہ ہو گئے تم کہو کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کتنی مدت تک وہ رہے۔ آسمان اور زمین کا علم غیب اُسی کو ہے۔ وہی صحیح معنوں میں دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔ اس کے سوا ان کے لئے کوئی دوست نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اور اپنے رب کی کتاب میں سے جو وحی کے ذریعہ نازل ہوئی ہے۔ پڑھ دیا کیجئے اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور تم اس کے سوا ہرگز کہیں جائے پناہ نہ پاؤ گے۔

تشریح :۔ اے رسول اس بات کا خیال رکھو کہ بغیر انشاءاللہ کہے کسی کام کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ میں اسے کل کروں گا۔ بلکہ یوں کہا کرو کہ میں انشاءاللہ فلاں کام کل کروں گا۔ اور اگر تم بھول جاؤ تو جب بھی یاد آجائے اُس وقت انشاءاللہ کہہ لیا کرو۔ اور اپنے رب کا ذکر کیا کرو۔ اور کہا کرو مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے نیکی کی راہ اس سے بھی قریب تر اور بہتر دکھائے گا۔

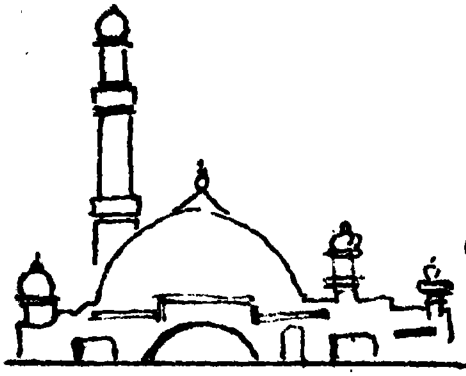
اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جب اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف کے بارے میں دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ میں کل تمہیں اس کا جواب دوں گا اس موقع پر رسول محترم انشاءاللہ کہنا بھول گئے۔ پھر جب اصحاب کہف کا واقعہ کئی روز بعد بذریعہ وحی نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ اے رسول تم انشاءاللہ کہے بغیر کسی کام کا وعدہ نہ کیا کرو۔

پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ اصحاب کہف اپنے غار میں ۳۰۹ برس تک رہے۔ اور اے رسول جو لوگ اصحاب کہف کی مدت قیام کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اُن سے کہہ دو کہ ان کے قیام کی صحیح مدت سے تو اللہ ہی واقف ہے۔ بس اُسی کا قول صحیح ہے تم سب کے اقوال غلط ہیں کیونکہ صرف اُسی کو آسمانوں اور زمینوں کا علم غیب حاصل ہے۔ اور تمہیں چاہئے کہ تم اللہ کے بارے اس بات پر بھی یقین رکھو کہ وہی صحیح معنوں میں صاحب گوش، اور صاحب ہوش ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اُس کے سوا۔ اس پوری کائنات میں کوئی کسی کا دوست نہیں۔ بس اُسی کی دوستی اور معاونت پر اپنا پختہ یقین رکھو۔

اور یہ بھی نہ بھولو کہ اللہ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے۔ اُس کے احکام میں بجز اُس کی ذات کے اور کوئی شریک نہیں ہے اے رسول تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے جو کتاب بذریعہ وحی نازل کی گئی ہے۔ اُس کے احکامات لوگوں کو پڑھ کر سنا دیا کرو۔ یہ بات بھی نہ بھولو کہ کسی میں اتنی طاقت نہیں کہ اُس کے احکام میں ردوبدل کر سکے۔ پھر اللہ کے سوا تم اور کوئی جائے پناہ نہ حاصل کر سکو گے

مفسرین نے سورہ کہف کے بارے میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف کا یہ واقعہ اُن لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جو ایک عرصے سے قیامت کے منکر تھے۔ (باقی صفحہ ۲۰ پر)

تعلیم الحدیث



دنیا کی تباہی کی پیشنگوئی

حلال روزی کمانا بھی عبادت۔ تکبر اور نفس پرستی ایک لعنت

(از شوکت علی فہمی)

دنیا کی تباہی کی پیشنگوئی

احادیث نبوی سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول مقبول صلعم نے خلافت راشدہ کے خاتمہ کے بعد ملوکیت، مسلمانوں کے مقابلہ میں رومیوں اور ایرانیوں کی شکست اور دیگر معاملات کے بارے میں جتنی بھی پیشنگوئیاں بیان فرمائی ہیں وہ حرف بحرف درست ثابت ہو چکی ہیں۔ اور جو پیشنگوئیاں ابھی تک پوری نہیں ہوئی ہیں اب اُن کے پورا ہونے کے آثار سامنے آنے لگے ہیں۔ چنانچہ اِن ہی پیشنگوئیوں میں سے یہ بھی پیشنگوئیاں ہیں کہ آخری زمانہ میں طرح طرح کے فتنے برپا ہوں گے جنکی وجہ سے دنیا تباہی اور بربادی کے قریب پہنچ جائے گی چنانچہ اِس سلسلہ میں بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے۔

"عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جبکہ فتنوں کا ظہور ہو گا ان فتنوں کے زمانہ میں بیٹھنے والا بہتر ہو گا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا بہتر ہو گا چلنے والے سے اور چلنے والا بہتر ہو گا۔ دوڑنے والے سے اور جو شخص اِن فتنوں کو دیکھنے کی کوشش کرے گا یہ فتنے اسے اپنی طرف کھینچ لیں گے" (بخاری و مسلم)

رسول محترم کی اس پیشنگوئی کی روشنی میں جب ہم ایٹم بموں اور نیوٹرون بموں کی ایجاد پر غور کرتے ہیں تو حضور کی پیشنگوئی بالکل درست نظر آتی ہے۔ واقعی اس ایٹمی فتنہ سے کسی کو بھی مفر نہیں جو بھی اس فتنہ سے دور رہے گا وہ بڑا ہی خوش نصیب ہو گا۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جبکہ انسان کا کردار نہایت پست ہو جائے گا اور دنیا پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوں گی۔ چنانچہ ترمذی کی حدیث ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ زمانہ بڑا نازک ہو گا۔ جب دوسروں کے مال کو ذاتی میراث سمجھ لیا جائے گا۔ زکوٰۃ کو تاوان خیال کیا جائے گا علم سیکھا جائے گا محض دنیا کمانے کے لئے۔ اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور ماں کی نافرمانی۔ اپنے دوست کو پاس بٹھائے گا اور باپ کو دھتکار بتائے گا۔ اور فاسق شخص قوم کا سردار بن جائے گا۔ اور آدمی کی تعظیم اُس کی بدمعاشی کے ڈر سے کی جائے گی۔ گانے والیاں اور باجے علی الاعلان نکل آئیں گے۔ اور شرابیں کھلم کھلا پی جائیں گی۔ بس اُس وقت سرخ ہوا کا زلزلوں کا زمین کے دھنسنے کا اور دوسری آفتوں کا انتظار کرنا۔ جو پے در پے ظاہر ہوں گی" تو آج

اس حدیث میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ آجکل عام ہیں۔ بزرگوں کا احترام ختم ہو چکا ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ گانے عام ہیں گناہ پسندی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں بنی نوع انسان پر طرح طرح کی مصیبتیں اور آفتیں بھی نازل ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ حضور اکرم کی پیشنگوئی کے مطابق اب دنیا تباہی اور بربادی کے قریب پہنچ چکی ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان احادیث سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔ اور اپنے آپ کو معصیت سے بچانے کی پوری کوشش کریں

حلال روزی کمانا بھی عبادت

اسلام نے حلال روزی کمانے کو بھی ایک عبادت قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی پرورش کے لئے روزی حاصل کرنے میں پوری جدوجہد کریں چنانچہ اس ضمن میں ایک حدیث ہے۔

”حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا طلب کی حلال روزی کے لئے اور سوال سے بچنے کے لئے اور اپنے بال بچوں کی مدد کے لئے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ سلوک کرنے کے لئے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا۔ کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ مگر جو شخص دنیا طلب کرے اگرچہ وہ حلال ہو مالدار بننے کے لئے۔ فخر کرنے اور نمائش۔ تمول کے لئے۔ وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوگا۔“ (البیہقی)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دنیا حاصل کرنے کے لئے اس لئے جدوجہد کرتا ہے کہ اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کرے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے بچ سکے۔ یا اپنی کمائی سے دوسروں کی مدد کرے تو اس کی یہ دنیاوی جدوجہد گامی عبادت و ریاضت میں شامل سمجھی جائے گی۔ اور وہ قیامت میں سرخرو ہوگا لیکن اگر کوئی شخص جائز طریقہ سے بھی دولت کے بڑھانے کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور اظہار تمول اس کا مقصود ہے تو یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ کاش وہ مسلمان جو حصول دولت کے لئے سب کچھ بھول چکے ہیں اس حدیث سے عبرت حاصل کریں۔

تکبر اور نفس پرستی ایک لعنت

اسلام نے اپنے متبعین کو تکبر۔ نفس پرستی اور خود غرضی سے بچنے کی سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے۔ اس بارے میں صحیح حدیث ہے جس کی راوی حضرت اسماءؓ ہیں آپ بیان فرماتی ہیں۔

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ۔ وہ بندہ برا ہے جس نے اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جانا اور غرور کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت کو بھول گیا۔ اور وہ بندہ برا ہے جس نے لوگوں پر قہر و جبر کیا اور خدائے جبار و قہار کو بھول گیا۔ اور وہ بندہ برا ہے جو دنیا کے کاموں میں محو ہو گیا۔ اور اس نے قبر میں جسم کی بوسیدگی کو فراموش کر دیا۔ اور وہ بندہ برا ہے۔ جسے گھسیٹ کر لے جا رہی ہے۔ حرص و طمع۔ اور وہ بندہ برا ہے جسے خواہش نفس گمراہ کر دیتی ہے اور جسے دنیا کی حرص ذلیل کر دیتی ہے۔ (ترمذی)

اس حدیث کے ہر ٹکڑے کا اگر آپ گہری نظر سے مطالعہ کریں گے تو اندازہ ہو جائے گا کہ اسمیں اُن بدترین خامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جو مسلمانوں میں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ حرص و طمع اور خواہش نفس نے اس زمانہ میں اچھے اچھوں کو گمراہ کر دیا ہے۔

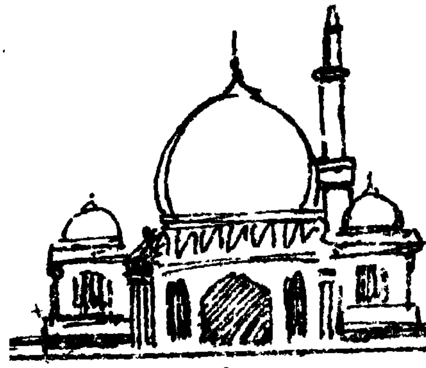
حقیقت یہ ہے کہ یہ چھوٹی سی حدیث مسلمانوں کے لئے ایک درس حیات ہے۔ اگر اس حدیث کی روشنی میں مسلمان اپنے کردار کا جائزہ لیں اور اُن خامیوں کو دور کریں جن کی نشاندہی کی گئی ہے تو وہ عاقبت کی بازپرس سے بچ سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ گہری نظر سے اس حدیث کا مطالعہ کریں اور اُن تباہ کن کمزوریوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ جن سے کہ دنیا بھی خراب ہوتی ہے اور عاقبت بھی

تعلیم القرآن

(باقی مضمون صفحہ ۱۸ سے)

اس واقعہ نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اگر پروردگار عالم تین سو سال تک کھائے پیئے بغیر اصحاب کہف کو زندہ رکھ سکتا ہے تو وہ قیامت کے دن مردہ انسانوں میں بھی حیات نو پیدا کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس واقعہ نے اکثر منکرین قیامت کو قیامت کا قائل کر دیا تھا۔ اور ان لوگوں کی زبانیں بند ہو گئیں جو یوم قیامت کے ایک سرے ہی سے قائل نہ تھے۔

اسلامی افکار



اسلام نے ترقی کا راستہ دکھایا

اسلام مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کیلئے بھی شمع راہ

(از جناب حامد الکمال المراکشی)

پروفیسر حامد الکمال مراکش کے رہنے والے اور پیرس میں مقیم ہیں۔ اسلام سے متعلق اُن کے عالمانہ مضامین عربی اور انگریزی جرائد میں برابر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ یہ مضمون بھی اُن کے ایک طویل مقالہ کا خلاصہ ہے

ایک ممتاز مغربی مفکر نے انسان کی ترقیوں پر مذاہب کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے اسلام کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ اِس مذہب نے جو دنیا کے ایک پس ماندہ ملک میں ظاہر ہوا تھا اور جس کے داعی نے کبھی اس بات کا دعویٰ نہیں کیا تھا کہ وہ اپنے زمانہ کا کوئی بہت بڑا عالم فاضل ہے مگر یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اُس نے انسانی زندگی میں ترقیوں کے جو نقوش قائم کئے ہیں وہ کبھی مٹنے والے نہیں اور اس مذہب کا یہ عجیب و غریب کارنامہ ہے کہ انسان کو ترقی کی راہ پر آگے بڑھانے میں یہ آج بھی پیش پیش نظر آرہا ہے"

اس مغربی مفکر نے اسلام کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ اسلام کے ساتھ اُس کی کسی عقیدت مندی پر محمول نہیں ہے بلکہ خود اسی مفکر کے الفاظ ہیں۔ اُس نے اسلام کے بارے میں یہ رائے اس لئے قائم کی ہے۔ کیونکہ اسلام عین فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ چنانچہ یہ مفکر لکھتا ہے کہ "یہ اسلام نے اپنے کسی حکم اور اپنی کسی ہدایت میں بھی انسانی فطرت کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ اِس بات پر زور دیا ہے کہ انسان کو دنیا میں اس طرح زندگی گزارنی چاہیے جو خود اپنے ہی لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی مفید ثابت ہو اور اسی لئے اس مذہب نے دین اور دنیا کو ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ اور اس طرح اسلام نے ترقی کے اُن راستوں کو بھی کھول دیا ہے جو ہزاروں برس سے بند چلے آرہے تھے اور جن کے متعلق شروع ہی سے عیسائی علما کا یہ عقیدہ تھا کہ اِن راستوں کو بند ہی رہنا چاہیئے۔ اور اسلام کا یہی وہ انقلابی نظریہ ہے جس نے کہ اسے انسانی ترقی کا علم بردار اور رہنما بنا دیا ہے"

دنیا میں آج بھی ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو اسلام کو ایک جامد اور قدامت پسند مذہب تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی مغربی مفکر نے اسلام کے متعلق اِس غلط فہمی کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ اسلام پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے اِس کی مذہبی ہدایت کی کوئی اہمیت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ اسے محض اُس کی ظاہری کردار کی کسوٹی پر ہی جانچ سکتے ہیں۔ اس لئے جو لوگ کہ اسلام کو قدامت پسندی کا محرک قرار دیتے ہیں اُنہیں صرف اس ایک بات پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے کہ موجودہ زمانہ میں جبکہ اسلام سے پہلے کے مذاہب کی مقبولیت کم ہو رہی ہے۔ آخر اسلام میں وہ کونسی کشش ہے کہ جس کی وجہ سے اسلام مقبول ہوتا چلا جا رہا ہے اور دنیا کے تعلیم یافتہ اور مہذب طبقے اسلام کو کیوں قبول کرتے چلے جا رہے ہیں؟ اور خود میرے پاس اِس سوال کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ یہ مذہب چونکہ انسان کو ترقی کے راستہ پر چلنے سے نہیں روکتا۔ بلکہ ترقی کے راستہ پر چلنے کی ترغیب دے رہا ہے اس لئے اِس کی مقبولیت دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے"

اِس مفکر نے اپنے مذکورہ بالا دعوے کے ثبوت میں چند تاریخی واقعات بھی پیش کئے ہیں۔ مثلاً اُس نے لکھا ہے کہ "مصر اور یونان کی ترقیات تاریخ میں مثالی حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن ان ملکوں

کی یہ ترقیاں عیسائیت کے ظہور سے پہلے کی باتیں ہیں۔ چنانچہ جیسے ہی مصر اور یونان میں عیسائیت کو غلبہ حاصل ہوا اُس نے یونانی علوم کا گلا گھونٹ دیا۔ یعنی یونانی علوم و فنون کے مطالعہ کو ایک زبردست اور ناقابل معافی گناہ قرار دے کر انسان کے لئے ماضی کی ترقیوں سے فائدہ اٹھانے کے راستوں کو بالکل ہی بند کر دیا تھا۔ لیکن اسلام نے اپنے ظہور کے بعد ایک نیا اور انقلابی راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے نہ صرف قدیم یونانی علوم اور فنون کا گہرا مطالعہ کیا بلکہ اُن میں اضافے بھی کئے اور اس طرح انھوں نے آنے والی نسلوں کے لئے ایک ایسا علمی سرمایہ فراہم کر دیا تھا۔۔ جس کی بدولت اُنھیں ترقی کرنے میں بے حد مدد ملی۔ اور یہ اسلام کے ترقی پسند اور سرگرم عمل مذہب ہونے کا ایک ناقابل انکار ثبوت ہے"

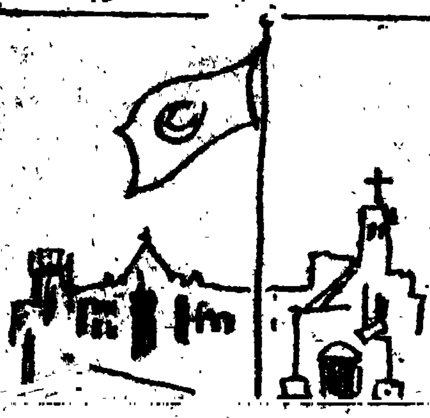
اسلام کے ایک ترقی پسند مذہب ہونے کے متعلق مزید دلائل پیش کرتے ہوئے اس مفکر نے لکھا ہے کہ "اس مذہب نے انسان کو قدیم و جدید علوم و فنون کے مطالعہ اور اُن سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دینے پر ہی کفایت نہیں کی ہے۔ بلکہ اس مذہب کے ماننے والوں نے اسلام کے زیر اثر انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں جو نئی راہیں کھولی تھیں اور اصلاحات کی تھیں وہ بھی اس کے ترقی پسند مذہب ہونے پر گواہی دیتی ہیں۔ چنانچہ طب اور سائنس کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کی دریافت یا جس میں اصلاح اور اضافہ کا سہرا مسلمانوں کے سروں بندھا ہوا نظر آتا ہو۔ اور اُن کی کوئی دریافت یا ترقی ایسی نہیں ہے جسے انھوں نے سب کے لئے عام نہ کر دیا ہو"

اسلام کی ترقی پسندی کا ثبوت اُس کی مذہبی رواداری بھی ہے اس پہلو پر اس مفکر نے ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے "اسلام نے اپنی ترقی پسندی، سرگرمی اور وسعت نظر کے مظاہروں کو صرف دنیاوی معاملات ہی تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اُس نے مذہبی معاملات میں بھی اپنی ترقی پسندی کی خصوصیت کو پوری طرح برقرار رکھا ہے۔ اسلام نے عقائد کے اختلافات کی بنا پر کسی مذہب سے نفرت اور تحقیر کرنے کی اجازت نہیں دی یہاں تک کہ اُس نے دنیاوی معاملات میں بھی مذہبی اختلاف کی بنیاد پر قیود پیدا کرنے سے منع کیا ہے۔ اُس نے دیگر مذاہب کی طرح غیر مسلموں کو واجب القتل قرار نہیں دیا۔ اور اس نے عیسائیت کی طرح اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ انہیں دوسرے مذاہب کا مطالعہ نہیں کرنا چاہئے اس کے برعکس اُس نے انسان کو بار بار اس بات کی دعوت دی ہے کہ جو بات مذہب سے متعلق ہو یا دنیاوی معاملات میں سے ہو۔ انسان کو اُس پر اچھی طرح غور و فکر کے بعد اُس کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنی چاہئیے"

یہ مغربی مفکر اس بات سے بے حد متاثر ہے کہ "اسلام دنیا کا پہلا اور واحد مذہب ہے۔ جس نے کہ اپنے متبعین کو ہدایت کی ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے بانیوں کا اپنے مذہب کے بانی کی طرح احترام کریں اور جملہ مذاہب کے رہنماؤں کی عظمت کا سچے دل سے اعتراف کریں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہزاروں برس سے دنیا میں جو مذہبی منافرت پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں بہت زیادہ کمی واقع ہو گئی اور یہ بات ایک ایسے مذاہب ہی میں پائی جا سکتی ہے۔ جو ایک انتہا درجہ کا ترقی پسند مذہب ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا کے جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی تعلیمات میں غیر مسلموں کے لئے بھی بے حد کشش موجود ہے"

اور اپنے اس جائزہ کو ختم کرتے ہوئے یہ بالغ نظر مفکر لکھتا ہے کہ "اسلام آج بھی دنیا میں ترقی پسندانہ کردار بدستور ادا کر رہا ہے دنیا کے وہ اسلامی ممالک جو گزشتہ پچاس سال کی مدت میں آزاد ہوئے ہیں تعمیر اور ترقی کے زاویہ نظر سے کسی دوسرے ملک سے پیچھے نہیں ہیں۔ اور ان مضبوط شہادتوں کی موجودگی میں شائد یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ مذہب کسی خاص زمانہ ہی میں متحرک اور ترقی پسند نہیں رہا ہے بلکہ ترقی اور حرکت اس کے خمیر میں داخل ہے"

یہ امر واقعہ ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ ہی نہیں دے رہا ہے۔ بلکہ نوع انسانی کو ترقی کی راہیں بھی دکھا رہا ہے اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ مذہب دینی معاملات کے علاوہ دنیاوی معاملات میں قدم قدم پر نوع انسانی کی رہنمائی کر رہا ہے۔ اور اس کی یہ رہنمائی صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ غیر مسلم بھی اس کی رہنمائی سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور اسلام کی یہی خوبی آج اس کی مقبولیت کا باعث بنی ہوئی ہے



تاریخ اسلام کا ایک ورق

سلطنت روما کو پامال کر دیا گیا

قیصر روم کو مسلمانوں کے خون کی قیمت ادا کرنی پڑی

(از شوکت علی فہمی)

اللہ اللہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے جذبۂ اسلامی کا کیا عالم تھا کہ انھوں نے مٹھی بھر مجاہدین کے ذریعہ اس سلطنت روما کو بھی پامال کر کے رکھ دیا تھا۔ جو اس زمانہ کی صف اول کی طاقتور حکومت شمار کی جاتی تھی۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب دوسری صدی ہجری کی تب امیہ اور بنو عباس کی خانہ جنگیوں نے خلافت اسلامیہ کو کمزور کر دیا تھا۔ اور اس موقع سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے رومی فوجیں اسلامی علاقوں پر پے در پے حملے کر رہی تھیں اور اس ناپاک کوشش میں لگی ہوئی تھیں کہ خلافت اسلامیہ کا خاتمہ کرنے کے بعد مسلم ممالک پر عیسائی پرچم لہرا دیں۔

قیصر روم کا دربار امرا اور فوجی ماہرین سے بھرا ہوا تھا۔ کیونکہ رومی سپہ سالار میخائیل کو خلافت اسلامیہ کا تختہ الٹنے کے لئے بڑے اعزاز کے ساتھ رخصت کیا جا رہا تھا۔ پادری اور عیسائی رہنما دعائیں پڑھ رہے تھے۔ اور عیسائی سپہ سالار میخائیل کو دوسری دنیا کی بادشاہت کی خوشخبری سنا رہے تھے۔ اس تاریخی موقع پر قیصر روم کی خوبصورت بیوہ نے اپنے ہاتھوں سے خود میخائیل کی کمر میں تلوار باندھی تھی۔ ایجابی قیصر روم کی یہی بیوہ ان دنوں سلطنت روما کی حکمران تھی۔ کیونکہ قیصر روم کے مرنے کے بعد اس کا کمسن لڑکا قیصر کا جانشین قرار دیا جا چکا تھا۔ اور اس کی ماں ہی اس کی جانب سے حکومت کر رہی تھی۔

رومی سپہ سالار میخائیل بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ایک لشکر عظیم کو لے کر خلافت اسلامیہ کو مٹانے کے لئے ۱۶۳ ہجری میں قسطنطنیہ سے روانہ ہوا۔ ایک لاکھ کے قریب سرفروش سپاہی اس کے ہم رکاب تھے۔ عیسائی رہنماؤں نے بڑے اعزاز کے ساتھ رخصت کیا تھا۔ کیونکہ عیسائیوں کے لئے ایک نئی سلطنت کا میدان تلاش کرنے کی غرض سے لشکر بھیجا گیا تھا۔ رومیوں کو اس بات کا یقین کامل تھا کہ اب وہ وقت دور نہیں ہے جب کہ عراق شام اور مصر پر بھی عیسائی پرچم لہرا دیا جائے گا۔ رومیوں کے حوصلے اس لئے اور بھی بڑھے ہوئے تھے کیونکہ وہ خلافت اسلامیہ کے بہت سے ساحلی علاقوں پر پہلے ہی قبضہ جما چکے تھے۔ اور یہ سمجھ رہے تھے کہ اب خلافت اسلامیہ میں کوئی جان باقی نہیں ہے۔

رومی فوجوں کا سیلاب تیزی کے ساتھ اسلامی علاقوں کی جانب بڑھ رہا تھا۔ عیسائیوں نے کئی چھوٹے چھوٹے مقامات بڑی آسانی سے فتح بھی کر لئے تھے۔ اور اس کے بعد مشہور شہر قنسرین پر بھی پوری طاقت سے حملہ کر دیا تھا۔ مسجدیں مسمار کر دی گئیں۔ بے دریغ مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ مسلم عورتوں کو غلام بنا لیا گیا۔ پورے شہر کو لوٹ کر برباد کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد ۱۶۳ ہجری میں سرحدی مقام حدث پر حملہ کر کے آگے بڑھا جا رہا تھا۔ غرضکہ اسی طرح تباہی مچاتی ہوئی عیسائی فوجیں آگے بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔

یہ خلیفہ مہدی عباسی کا دور حکومت تھا۔ خلیفہ کو ابھی تک اندرونی جھگڑوں سے نجات نہیں ملی تھی کہ وہ بیرونی جھگڑوں کی جانب متوجہ

ہو سکتا لیکن رومی سپہ سالار کے اس شدید حملے اور ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام نے خلیفہ کو مضطرب کر دیا۔ اور اس نے یہ طے کر لیا کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ نکلے وہ رومیوں سے بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام کا بدلہ ضرور لے گا۔ لہذا اس نے فوراً ہی حسن بن قحطبہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کر دیا۔ اور ہدایت کی کہ وہ رومیوں سے اسلامی علاقہ کا ایک ایک چپہ خالی کرائے بغیر واپس نہ آئے اور اس کے بعد ہی اسید سلمی کو ایک دوسرا لشکر دے کر سابقہ لشکر کی امداد کے لئے روانہ کر دیا۔ اور اس طرح رومیوں اور مسلمانوں میں ایک فیصلہ کن جنگ چھڑ گئی۔ اور پہلے ہی حملہ میں رومیوں کو پتہ چل گیا کہ مسلمانوں کو زیر کرنا کچھ زیادہ آسان نہیں ہے چنانچہ ان دونوں مسلم سپہ سالاروں نے نہ صرف اسلامی علاقہ سے رومیوں کو نکال دیا بلکہ دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے رومی سرحد میں بھی گھس گئے اور رومیوں کے متعدد قلعوں پر قابض ہو گئے ابھی رومیوں کو مسلمانوں کے اس جوابی حملے سے نجات بھی نہیں ملی تھی کہ انہیں عباسی خلیفہ کا خط ملا جس کی عبارت یہ تھی۔

"خلیفۃ المسلمین خلیفہ مہدی کی جانب سے قیصر روم لیون کی زوجہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تم نے بے گناہ مسلمانوں کا خون کر کے اور مسلم علاقوں کو تاراج کر کے ہمیں اس بات کے لئے مجبور کر دیا ہے کہ ہم سلطنت روما پر حملہ کر کے تمہیں سبق دیں۔ یاد رکھو مسلمانوں کا خون ضائع نہیں جائے گا اور تمہیں اس کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی ہوگی لہذا ہمارے تازہ حملے کے لئے تیار رہو"

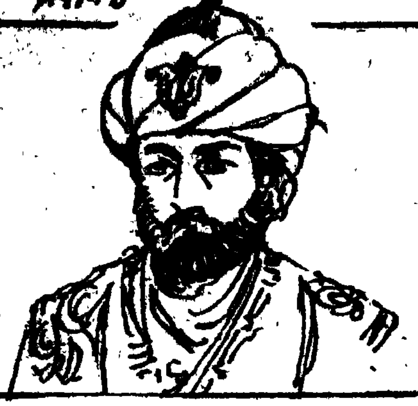
خلیفہ مہدی عباسی کے اس چیلنج نے پوری سلطنت روما میں تہلکہ برپا کر دیا۔ اور یہی رومی جواب سے چند ماہ قبل خلافت اسلامیہ کو مٹانے اور ختم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اب انہیں اپنی سلطنت کے بچانے کی فکر ہو گئی۔

اس چیلنج کے بعد خلیفہ مہدی عباسی ۱۶۳ھ ہجری میں بذات خود رومیوں کے مقابلے کے لئے روانہ ہو گیا۔ اُدھر خراسان اور دوسرے مسلم علاقوں سے بھی بے شمار مجاہدین بغداد پہنچ گئے۔ خلیفہ نے بغداد میں اپنے بیٹے موسیٰ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اور خود رومیوں کی تادیب کے لئے پیش قدمی شروع کر دی۔ یہ موصل اور جزیرہ ہوتا ہوا اور دریائے فرات کو عبور کرتا ہوا حلب جا پہنچا پھر اس کے بعد ایک لشکر عظیم کے ہمراہ جیحان آ کر خیمہ زن ہو گیا۔ اور یہاں سے ہارون الرشید۔ عیسیٰ بن موسیٰ، ربیع، حسن بن قحطبہ، سلیمان برمک، یحییٰ بن خالد اور دوسرے ماہرین جنگ کو رومی سرحد کی جانب روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ رومی سلطنت کو بالکل پامال کر کے رکھ دیا جائے اور دل کھول کر اُن بے گناہ مسلمانوں کے خون کا انتقام لیا جائے۔ جن کو رومیوں نے بے سہارا سمجھتے ہوئے بڑی بے دردی سے ذبح کیا ہے۔

خلیفہ کی ہدایت یہ تھی کہ رومیوں کو سراسیمہ اور پریشان کرنے کے لئے سلطنت روما کے کئی سرحدی علاقوں میں محاذ قائم کر دئے جائیں لہذا اسلامی سپہ سالاروں نے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق ایسا ہی کیا۔ یعنی کئی علاقوں پر ایک ساتھ پے در پے حملے شروع کر دئے اب رومیوں کی حالت یہ تھی کہ کبھی تو ایک مورچہ کی جانب دوڑتے تھے۔ اور کبھی دوسرے مورچہ پر جنگ کرتے تھے۔ اور کبھی تیسرے مورچہ پر مسلمانوں سے مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا۔ لیکن ان کی بدقسمتی کہ انہیں ہر مورچہ پر مسلمانوں کے مقابلہ پر پے در پے شکستیں ہو رہی تھیں اور مسلمان برابر رومی علاقوں میں بڑھتے ہی چلے جا رہے تھے۔

جنگ کافی طول پکڑ چکی تھی۔ مسلمانوں کو رومی علاقوں میں لڑتے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال گزر چکا تھا صرف ایک معرکہ میں تو مسلمانوں کو شکست ہوئی باقی تمام معرکوں میں انہیں عظیم الشان کامیابی ہوئی اسکے بعد ۱۶۵ھ ہجری میں جب ہارون الرشید نے پچیانوے ہزار کے لشکر جرار سے رومی سلطنت پر حملہ کیا تو سلطنت روما کی بنیادیں ہل گئیں۔ بے اندازہ رومی قتل ہوئے اور رومیوں کو معلوم ہو گیا کہ بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ ہارون الرشید سلطنت روما کو پامال کرتا ہوا جب قسطنطنیہ تک جا پہنچا تو رومیوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ گڑگڑاتے ہوئے خلیفہ اسلام سے معافی کے طالب ہوں۔ یعنی وہی رومی جو خلافت اسلامیہ کو ختم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اب انہیں اپنی سلطنت ہاتھ سے جاتی نظر آ رہی تھی۔ اور وہ مسلمانوں سے صلح کے لئے بے چین تھے۔ (باقی صفحہ)

تاریخ ہند



کیا شاہانِ ہند متعصب تھے؟

مسلم دورِ حکومت پنڈت سندر لال کی نظر میں

(از مجاہد آزادی پنڈت سندر لال)

جنگ آزادی کے مجاہد اور گاندھی جی کے ساتھی پنڈت سندر لال آلہ آبادی جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے اُن کا یہ تاریخی مضمون اس اعتبار سے بے حد اہم ہے کیونکہ اس مضمون کے ذریعہ پنڈت جی نے اُن متعصبوں کو دندان شکن جواب دیا ہے جو شاہان ہند کو ظالم اور جابر ثابت کرنے کی کوششوں میں زمانہ دراز سے مصروف ہیں اور اس ملک کی اکثریت کو غلط تاریخ پیش کر کے مسلمانان ہند کے خلاف برابر بھڑکا رہے ہیں۔ امید ہے کہ یہ محققانہ مقالہ بے حد پسند کیا جائے گا۔

میرا خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ مسلمان دنیا کی پہلی قوم ہے جس نے کہ اپنے مذہبی تعلیمات کی بنیاد پر دنیا میں سب سے پہلے سب ہی انسانوں کی مذہبی آزادی کو تسلیم کیا ہے اور مسلمانوں کی گزشتہ چودہ سو سال کی تاریخ اس بات پر گواہی دیتی ہے کہ اس معاملہ میں اُنہیں اُن کے مذہب نے جو ہدایت کی تھی وہ اُس پر برابر عمل کرتے رہے ہیں لیکن یہ بات بھی تاریخ کے عجیب سانحہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ مذہبی تعصب اور غیر رواداری کے لئے مسلمانوں ہی کو سب سے زیادہ [illegible] کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے خلاف تعصب اور عدم رواداری [illegible] الزام لگانے میں ہمیشہ وہ لوگ پیش پیش رہے ہیں جو خود شائد [illegible] داری اور بے تعصبی کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں مسلمانوں کے خلاف مذہبی تنگ دلی کا الزام در اصل اُن عیسائی قوموں کے ارباب اقتدار اور مذہبی رہنماؤں کی طرف سے عائد کیا گیا تھا جن کو مسلمانوں کی فتوحات اور اسلامی تعلیمات کی مقبولیت میں اپنا اقتدار کی موت چھپی ہوئی نظر آتی تھی اور جو عیسائیوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات کو ابھار کر اُنہیں مسلمانوں کے خلاف صف آرا کرنا چاہتے تھے۔ اور چونکہ بعد کے زمانہ میں یورپ کی عیسائی قومیں ساری دنیا پر حکومت کرتی رہی ہیں۔ اور مسلمان بھی دنیا کے ہر گوشہ میں موجود تھے اسلئے اِن ہی عیسائی حکمرانوں اور عیسائی مبلغوں کی معرفت دنیا بھر میں مسلمانوں کی مذہبی تنگ دلی کے افسانے بھی مشہور ہوتے رہے ہیں۔

جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے یہاں مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کی طرف سے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انگریزوں سے قبل مسلمان ہی اس ملک کے حکمران تھے۔ اور انھوں نے مسلمانوں ہی سے بڑی عیاری کے ساتھ حکومت چھینی تھی اس لئے انگریز بجا طور پر اس خطرہ کو محسوس کرتے تھے کہ اگر اس ملک کے ہندو اور مسلمان اُن کے خلاف متحد ہو گئے تو اس ملک پر اُن کی حکومت قائم نہیں رہ سکے گی۔ اور اس ملک کے باشندوں کی اکثریت چونکہ شدید قسم کی مذہب پسند ہے اس لئے انہیں مذہب کے نام پر بھڑکایا جا سکتا ہے۔ اور اسکے لئے اس سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں اختیار کیا جا سکتا کہ وہ مسلمانوں کو ہندوؤں کا دشمن اور متعصب ثابت کریں۔ اور اس طرح باہمی نفرت پیدا کر کے اس ملک کے باشندوں کو اپنے خلاف متحد ہونے سے باز رکھ سکیں۔

ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں مسلم اقلیت کم و بیش ایک ہزار سال تک حکومت کرتی رہی ہے۔ مگر مسلمانوں نے یہاں

باہر سے آکر اپنی حکومت قائم کرلی تھی اور جب صدیوں کے بعد ان کی حکومت ختم ہوئی تب بھی وہ اقلیت ہی میں تھے۔ اس لئے اصل تو اس ملک میں ایک ہزار سال تک ان کی حکومت کا قائم رہنا ان کی مذہبی بے تعصبی کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے کیونکہ اگر وہ مذہبی تعصب سے کام لیتے تو اس ملک کے کروڑوں باشندے چند سال کے اندر یہاں کا رہنا ناممکن بنا دیتے۔ لیکن اگر اسے نظر انداز بھی کر دیا جائے تو پورے ایک ہزار سال کی تاریخ ہمارے سامنے موجود ہے اور ہم اس کے سرسری مطالعہ ہی سے مسلمانوں کی رواداری کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

ہندوستان میں اسلامی حکومت کا اولین نقش محمد بن قاسم نے قائم کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مسلم طور پر مسلمان اپنے مذہب کی تعلیمات سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ اور مذہب کے احکام پر عمل کرنے میں اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کرنے کے بعد نہ صرف وہاں کے باشندوں کو پوری مذہبی آزادی دی تھی بلکہ ان کے سابق نظام کو بھی جوں کا توں برقرار رکھا تھا۔ یہاں تک کہ لڑائی کے دوران ہندوؤں کے جن مندروں کو بھی نقصان پہنچا تھا محمد بن قاسم نے سرکاری روپیہ سے ان کی مرمت کروائی تھی اور اس نے پنڈتوں اور پجاریوں کے تمام قدیم حقوق کو بحال رکھا تھا اس کے علاوہ مندروں کو جاگیریں بھی عطا کی تھیں۔ اور اپنی پوری سلطنت میں اعلان کرا دیا تھا کہ جو مسلمان بھی ان احکام کی خلاف ورزی کرے گا اور کسی ہندو کو صرف اس کے ہندو ہونے کی بنا پر کوئی تکلیف یا نقصان پہنچائے گا اسے اسلامی احکام کے مطابق سخت سزا دی جائے گی۔

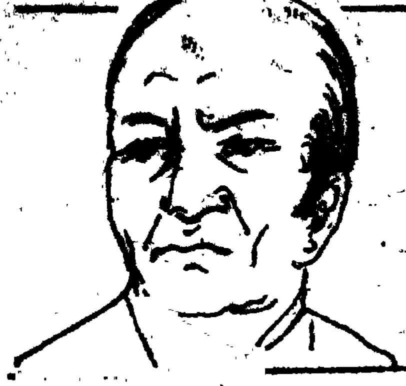
یہ حالات ہندوستان کے پہلے مسلم فاتح کی مذہبی رواداری کا حال لیکن یہ مذہبی رواداری صرف محمد بن قاسم ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ ہندوستان کے تمام مسلم سلاطین اور حکمران [illegible] اپنے دور حکومت میں اس ملک کے غیر مسلموں کے ساتھ اسی طرح کی مذہبی رواداری اور بے تعصبی کا ثبوت دیتے رہے۔ [illegible] اقلیت میں ہونے کے [illegible] پر حکومت کرتے رہے

شہنشاہ [illegible] حکومت کا [illegible] اعلیٰ اور [illegible] حکومت کرنے کا تصور [illegible]

ہی سا وقت نصیب ہو سکا تھا۔ اور اس کا بیشتر حصہ جنگ و جدال میں گزرا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے ہمایوں ہی کو نہیں بلکہ پورے خاندان کو اس بات کی وصیت کی تھی کہ اس ملک کے باشندوں کے مذہبی احساسات اور جذبات کو خدا کی قسم بھی ٹھیس نہیں پہنچنی چاہئے۔ ان کی مذہبی آزادی کو ہر حالت میں بحال رکھا جائے اور سلطنت کی جانب سے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کوئی فرق اور امتیاز نہیں رکھا جانا چاہئے۔ گویا بابر ہی ہندوستان کا وہ پہلا حکمران تھا۔ جس نے اس ملک میں سیکولر حکومت کی بنیاد رکھی۔ بابر کی یہ ہدایتیں آج بھی تاریخی دستاویزات کی حیثیت سے محفوظ ہیں۔ اور ہر شخص انہیں دیکھ کر مسلمانوں کی مذہبی رواداری کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے اور بابر کی یہی ہدایتیں تھیں جن کے پیش نظر شہنشاہ ہمایوں ہندوؤں کے ساتھ غیر معمولی لطف و کرم کو روا رکھتا تھا۔ اور ہر موقع پر انہیں نوازتا تھا۔

پھر ہمایوں کا فرزند اکبر اعظم تو مذہبی بے تعصبی اور رواداری میں بابر اور ہمایوں سے بھی آگے بڑھ گیا تھا۔ چنانچہ خود عظیم ہندو مورخوں نے لکھا ہے کہ اس کے عہد حکومت میں نہ صرف ہندوؤں ہی کو کامل مذہبی آزادی حاصل تھی بلکہ اس نے عیسائی مبلغوں کو بھی ان کے مذہب کی تبلیغ کی کھلی اجازت دے رکھی تھی۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے شدید مخالف تھے۔ اور اپنی اس آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ مسلمانوں کے خلاف غلط خیالات پھیلاتے رہتے تھے۔ اور یہی سبب تھا کہ عہد اکبری کے بعض علماء اکبر کے مسلمان ہونے میں بھی شک کرتے تھے۔

جہانگیر اور شاہجہاں بھی ہمیشہ اپنے آبا و اجداد کی اس حکمت عملی پر کاربند رہے تھے۔ اور ان کے زمانوں میں بھی ہندوؤں کو امور سلطنت میں بہت زیادہ دخل حاصل تھا حتیٰ کہ [illegible] کے بعد تمام شہنشاہ اورنگزیب کا حال [illegible] مسلمانوں کا [illegible] برداشت [illegible] سلطنت کے چھوٹے بڑے [illegible] بے شمار [illegible] اور [illegible] اس ملک [illegible]



اسلام اور مغرب

میں اسلام کو کیوں پسند کرتا ہوں

"سر تھامس ارنالڈ" کے اسلام کے بارے میں احساسات

(سر تھامس ارنالڈ کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

سر تھامس ارنالڈ انگلستان کے ایک نامور مفکر ہیں۔ جنھوں نے اسلام کے بارے میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں یہ اگرچہ مسیحی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں لیکن انھوں نے اسلام کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ذیل میں ان کا ایک مقالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جو ان کے ایک طویل مضمون سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں انھوں نے اسلام کے محاسن پر بڑی خوبی سے روشنی ڈالی ہے۔ امید ہے کہ یہ مقالہ ناظرین دین و دنیا کے حلقہ میں پسند کیا جائے گا۔

اسلام کے مذہبی اور بنیادی عقائد کیا ہیں اور اسلام ایک عظیم الہامی مذہب ہے یا نہیں؟ میں اس بحث میں مبتلا ہونا نہیں چاہتا لیکن اگر مذہب انسانی زندگی کے ضابطہ کا دوسرا نام ہے تو اسلام کے ایک مکمل ضابطۂ زندگی ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اسے زندگی کے دوسرے ضابطوں پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہے۔

علمائے معاشرت نے مکمل اور صحت مند ضابطۂ حیات کی یہ تعریف کی ہے کہ اس میں ایک فرد کی ان تمام ذمہ داریوں کا تذکرہ اور تعین موجود ہو جو اس پر ہوش سنبھالنے کے بعد سے موت کے وقت تک زندگی کے ہر گوشہ سے متعلق عائد ہوتی ہیں اور اس تعریف کے معیار پر اسلام ہر اعتبار سے پورا اترتا ہے لیکن ہر مذہب اسلام [illegible] نہیں بلکہ اس کے ایک ایسے پہلو کا ذکر کرتا ہے جس کا تعلق بھی دنیا کے ساتھ ہے اور جو ہر غیر جانبدار اور غیر متعصب انسان کو اسلام کے مکمل ضابطہ ہونے کا اعتراف کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

ہر انسان کو [illegible] میں [illegible] اصول کی ان دونوں اقسام [illegible] اس فرق کو مد نظر رکھنا چاہئے جو [illegible] اصول اور [illegible] کے مابین ہے [illegible] پادری [illegible]

لوگوں کے ساتھ جو معاملات اور تعلق رکھتے ہیں وہ غیروں کے ساتھ روا نہیں رکھتے۔ زندگی کے مختلف ضابطوں میں جن میں مذہبی ضابطے بھی شامل ہیں۔ اپنے اور غیروں کے ساتھ معاملات اور تعلقات کا یہی فرق پایا جاتا ہے۔ اور مذہبی ضابطوں میں یہ فرق زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔

آج دنیا میں جتنے سماجی نظام موجود ہیں ان میں اپنوں کو غیروں پر ترجیح دینے کے واضح رجحانات پائے جاتے ہیں۔ رنگ و نسل کے امتیازات، عقائد کی بنیاد پر معاملات میں فرق اور خالق کائنات کی توجہات اور عنایات کو صرف اپنے ہی لئے مخصوص سمجھنے کا تصور اسی فرق پر مبنی ہے۔ لیکن اسلام نے غیروں کے ساتھ تعلقات اور معاملات کے جو اصول وضع کئے ہیں ان میں اس قسم کے فرق کا اظہار شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔

اسلام نے اپنے سماجی نظام کو عالمگیر بنایا ہے اور اس کی [illegible] رنگ و نسل کی بنا پر غیروں کے ساتھ نہ صرف [illegible] [illegible] معاہدہ [illegible] کا [illegible] ہر انسان کی [illegible] ضابطہ کی بنیاد [illegible] انسان [illegible]

بحیثیت انسان مساوی درجہ رکھتا ہے اور سن شعور کو پہنچنے کے بعد اُس کے اعمال اُس کے درجوں کو متعین کرتے ہیں یا اِس کے برعکس۔

قرآن نے یہود و نصاریٰ کے متعلق بتایا ہے کہ اُن کے عقیدہ کے مطابق وہ صرف خود کو خدا کے فرزند اور اُس کے پیارے سمجھتے ہیں دوسری جگہ اُن کی تمام خیالیوں کا ذکر اِن الفاظ میں کیا ہے کہ "وہ یہود و نصاریٰ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے علاوہ کوئی بہشت میں نہیں جائے گا۔ یہ اُن کے باطل خیالات ہیں"۔

بہرحال اسلام کا واضح اعلان یہ ہے کہ انسان بذاتِ خود ایک قابل احترام اور لائق تکریم ہستی ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی نسل، قوم اور خطہ سے کیوں نہ ہو اسی لئے اس کے نظامِ معاشرت میں رنگ و نسل حتیٰ کہ مذہبی عقائد کا بھی کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا۔ اسلام تمام مذاہب اور اُن کے رہنماؤں کے احترام کی ترغیب دیتا ہے۔ اور معاملات میں کسی کے ساتھ کوئی فرق روا رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔

مسلمانوں کیلئے پیغمبر اسلام کی زندگی مثالی اہمیت رکھتی ہے اور آپ نے غیروں کے ساتھ تعلقات اور معاملات کا وہ اعلیٰ معیار پیش فرمایا ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب کی تاریخ میں ناپید ہے۔

پیغمبر اسلام کی زندگی کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہود و نصاریٰ کے ذمہ دار لوگوں کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اُن کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔ اُن کے مریضوں کی عیادت فرمایا کرتے تھے۔ اُن سے ملاقاتیں کرتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ ایک بار جب آپ کی خدمت میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حاضر ہوا تو آپ نے اپنی چادر بچھا دی اور ارکانِ وفد کو اُس پر بٹھایا۔

رسولِ عربی یہود و نصاریٰ سے قرض بھی لے لیا کرتے تھے اور اپنی بعض اشیاء رہن بھی رکھ دیتے تھے چنانچہ آپ کے وصال کے وقت بھی آپ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں رہن رکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ کے ورثاء نے قرض کی رقم ادا کرنے کے بعد یہ زرہ واپس لی تھی۔

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ اسلام کی دعوت کے ابتدائی دور میں بھی خود صحابہؓ میں ایسے دولت مند موجود تھے۔ جو پیغمبر اسلام کی مالی ضرورت نہایت آسانی کے ساتھ پوری کر سکتے تھے۔ اور یہ امر اُن کے لئے سعادت اور فخر کا موجب ہوتا اور جہاں تک قرض کا تعلق تھا کوئی ایک مسلمان بھی نبی کریم کو قرض دینے سے گریز نہیں کر سکتا تھا۔

اِس کے باوجود یہودیوں اور عیسائیوں سے پیغمبر اسلام کے لین دین کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کہ آپ غیر مسلموں کے ساتھ معاونانہ تعلقات کا ایک معیار قائم کرنا چاہتے تھے۔ اور مقصود کا یہ طریق کار صرف مسلمانوں کی تربیت اور تعلیم کے مقصد پر مبنی ہے۔

اسلام کی اِس تعلیم اور پیغمبر اسلام کے اس طرزِ عمل کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کے عروج و اقتدار کے دور میں مسلمان اور غیر مسلم اس طرح مل جل کر رہتے تھے کہ اُن کے مابین کوئی فرق اور امتیاز کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ممتاز صحابی اور محدث ابن عباس کا واقعہ خصوصیت کے ساتھ قابلِ توجہ ہے کہ ایک بار جب آپ کے یہاں ایک بکری ذبح کی گئی تو آپ نے خادم سے یہ بات کئی بار فرمائی تھی کہ ہمارے یہودی ہمسایہ کو فراموش نہ کر دینا۔ آپ نے خادم سے یہی بات کئی بار فرمائی حتیٰ کہ اُس نے عرض کیا کہ آپ اپنے پڑوسی کے بارے میں یہی بات کئی بار فرما چکے ہیں۔ خادم کی یہ بات سن کر ابن عباس نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے ہم کو پڑوسی کے حق کے متعلق اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ ہمیں یہ گمان ہو چلا تھا کہ شاید پڑوسی بھی ہمارا وارث بن جائے گا۔

ایک یہودی پڑوسی کے متعلق ابن عباسؓ کا یہ طرزِ عمل بتاتا ہے کہ اسلام کے معاشرتی نظام یعنی ضابطۂ زندگی میں حسنِ اخلاق اور اجتماعی حقوق کے اعتبار سے مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا اور اس سلسلہ میں خود داعیٔ اسلام کا ارشاد ہے کہ "تمام مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ احسان اور رسائی تعاون کا برتاؤ کرو"۔

ان حقائق اور واقعات سے یہ بات ثابت ہے کہ اسلام ایک ایسے صحت مند معاشرہ کا متمنی ہے جس کے افراد اپنوں ہی سے نہیں بلکہ غیروں سے بھی محبت کا برتاؤ کرنا ضروری سمجھیں، اور یہ خصوصیت اسلام میں ایسی ہے جس کی مثال دیگر مذاہب اور معاشروں میں تقریباً مفقود ہے اور اسلام کی اِس خصوصیت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اسلام کا معاشرتی نظام اس قدر صحت مند اور مکمل ہے کہ دنیا کی تمام ترقی یافتہ قوموں کو اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔

یہی وہ بنیادی اسباب جن کی بنا پر میں اسلام کو بے حد پسند کرتا ہوں۔ اسلام میرے نزدیک ایک "مذہب" سے کہیں زیادہ معاشرتی نظام ہے جس سے کہ مسلم اور غیر مسلم یکساں طور پر فائدہ حاصل کر سکتے

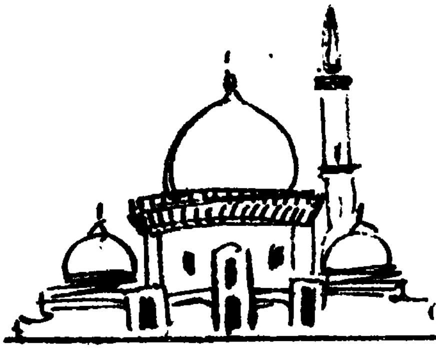
سلطنت روما کو پامال کر دیا گیا

(باقی صفحہ ... سے)

... ہارون الرشید کو پیغام ... میں ایک بیوہ ہوں میرا کمسن بچہ قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اِس معصوم کے لئے میں آپ سے معافی اور پناہ کی طالب ہوں۔ میرا بچہ بے گناہ ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ بعض بے عقل رومی افسروں کی غلطیوں کی وجہ سے سلطنت روما پر یہ تباہی آئی۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تا زندگی آپ کی وفادار رہوں گی اور برابر زر خراج ادا کرتی رہوں گی ہماری کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔"

فوراً ہی اس تمام واقعے سے خلیفہ مہدی عباسی کو مطلع کیا گیا۔ مسلمان مجاہدین کو چونکہ رومی سرزمین پر لڑتے ہوئے کئی سال گزر چکے تھے۔ اِس لئے خلیفہ نے جنگ کے مقابلہ میں صلح کو پسند کیا۔ صلح کی شرائط طے ہو گئیں اور یہ قرار پایا کہ سلطنت روما خلافت اسلامیہ کو ستر ہزار اشرفی سالانہ خراج ادا کرے گی۔ مسلمانوں کو رومی سلطنت میں بالادستی کے حقوق حاصل ہوں گے۔ اسلامی فوجیں بلا روک ٹوک کے بغیر رومی علاقوں سے گزر سکیں گی اور اگر رومیوں کی جانب سے بدعہدی یا خلاف ورزی ہوگی تو خلافت اسلامیہ کسی شرط کی بھی پابند نہ ہوگی۔

رومی سلطنت کو مسلمانوں کے خون کی کتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑی کہ اُس کا سارا وقار ختم ہو گیا اور رومی سلطنت مسلمانوں کی باجگزار بن گئی۔ صرف اس واقعے سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے حوصلے کتنے بڑھے ہوئے تھے۔ وہ جب چاہتے تھے دنیا کی کسی بڑی سے بڑی سلطنت کو اپنے قدموں پر جھکا دیتے تھے اور اِس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اُس زمانہ کے مسلمانوں کے دلوں میں سچی اسلامی تڑپ موجود تھی۔



اخلاق کا بلند ترین معیار

"اخلاق نبوی" پوری دنیا کے لئے شمع ہدایت

(از جناب متین طارق باغپتی)

انسان جب دنیا میں آتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو اُسے اپنے گرد وپیش کے لوگوں سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور برقرار رکھنا پڑتا ہے۔ اور اسی باہمی تعلق کی بنا پر اُس پر کچھ حقوق و فرائض بھی عائد ہوتے ہیں۔ اور ان ہی حقوق و فرائض کو اچھے ڈھنگ اور دیانتداری سے نبھانے کو "اخلاق" کہتے ہیں۔

یہ لفظ اپنے اندر بڑے ہی وسیع معنی رکھتا ہے۔ محبت و شفقت عدل و انصاف۔ ایفائے وعدہ۔ احسان و تواضع عفو و رحم۔ حسن معاشرت۔ حسن سلوک غرضکہ پاکیزہ معاشرتی زندگی کے جملہ صفات اس کے دائرہ میں آجاتی ہیں۔ پھر دنیا کے امن و سکون۔ خوش باشی و خوشحالی۔ اور عروج و ترقی کا دار و مدار بھی ان ہی صفات پر موقوف ہے

اسی لئے دنیا کے تمام مذاہب نے اِن صفات عالیہ کی تعلیم و تلقین کی ہے اسلام ایک جامع مذہب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اخلاق و انسانیت کا بلند ترین نمونہ ہے اسی لئے آپ نے سب سے زیادہ اخلاق کی بلندی پر زور دیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ رسول اکرم نے خود فرمایا۔ ہے کہ "میں مبعوث کیا گیا ہوں اس لئے کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کر دوں"۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں"۔ آنحضرت صلعم سب سے بڑھ کر حلیم تھے۔ اخلاق و انسانیت کا پیکر تھے۔ ہمیشہ برائی کرنے والوں سے درگزر فرماتے تھے۔ جو شخص آپ سے بدسلوکی کرتا تھا آپ اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ جو آپ کو ایذا دیتا تھا اسے آپ معاف کر دیتے تھے۔ آپ کا اخلاق اور کردار صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے شمع ہدایت ہے

کسی سائل نے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے عرض کیا کہ حضرت محبوب رب العالمین کے عادات و خصائل کیسے تھے تو آپ نے فرمایا "کان خلقہ القرآن" یعنی قرآن ہی آپ کا اخلاق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جس طرح جس کام کو کرنے کا حکم دیا ہے اور جس بات کو جس طرح انجام دینے کی ہدایت کی ہے حضورؐ نے اُس پر اُسی طرح عمل کیا ہے۔ چاہے آپ گھر میں ہوتے یا مسجد میں۔ بازار میں ہوتے یا میدان جنگ میں۔ دوست سے بات کرتے یا دشمن سے۔ ذاتی حیثیت میں کوئی کام کرتے یا اجتماعی حیثیت سے کوئی کام کرتے غرضکہ ہر جگہ ہر کام اور ہر بات میں اخلاق نبوی نمایاں نظر آتا تھا۔ جو بھی آپ سے ملتا تھا تو آپ کے حسن و اخلاق کو دیکھ کر آپ کا گرویدہ بن جاتا۔

حضرت ابو سلمہ الخذری رضہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے خلق کے حامل تھے کہ اپنے گھر کے خادموں کی دلداری بھی کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ اگر وہ بیمار ہو جاتے تھے تو انکی تیمارداری اور علاج بڑے لگن سے کرتے تھے۔ خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے۔ خدمتگار دل لگے ہوتے ہوئے بازار جا کر ضرورت کی چیزیں خرید لاتے تھے اور اصحاب کی موجودگی کے باوجود خود ہی اٹھا کر لے آتے تھے۔ ہر کسی سے خود بڑھ کر مصافحہ فرماتے تھے امیر و غریب بچہ و بوڑھا سب کو برابر تصور کرتے تھے۔ جب کسی سے ملاقات ہوتی تھی تو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا جو شخص بھی آپ کی دعوت کرتا تھا۔ حبشی ہو یا غلام غریب ہو یا امیر اُسکی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ ہر شخص کے ساتھ بڑی انکساری سے پیش آتے تھے۔ حضورؐ بے حد منکسر المزاج نرم مزاج واقع ہوئے تھے۔ مگر قہقہہ لگا کر کبھی نہیں ہنستے تھے انتہا درجے کے بردبار اور سنجیدہ تھے۔

جب کوئی آتا تھا تو بڑی تواضع سے پیش آتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رض سے منقول ہے کہ میں نے دس سال نبی صلعم کی خدمت کی۔ اِس مدت میں کبھی اُف تک نہیں کی۔ اور نہ یہ فرمایا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا اور فلاں کام کیوں کیا۔ اگر میری کوئی بات مزاج کے خلاف ہوتی تھی تو کبھی تیوری پر بل تک نہیں آیا۔

حجۃ اللہ البالغہ میں امام غزالی رح کے حوالے سے لکھا ہے کہ۔ اگر رسول اللہ صلعم کے ساتھ کوئی راستہ چلتا تھا تو آپ اُس کی برابر ہاتھ سے ہاتھ ملاکر چلتے تھے۔ غلام ہو یا حبشی سب ہی کو برابری عطا فرماتے تھے۔ بڑے ہی نیک خو کریم النفس۔ اور نرم مزاج تھے۔ باہیبت تھے مگر تیز مزاجی مطلق نہیں تھی۔ اگر اچانک کوئی سامنے آجاتا تھا تو مرعوب ہو جاتا تھا۔ اور جو پاس بیٹھتا تھا وہ خدا شناس بن جاتا تھا۔ کسی سے کسی قسم کی طمع نہیں رکھتے تھے۔ ہمیشہ گردن جھکا کر راستہ چلتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک یہودی کے چند دینار رسول اللہ صلعم پر قرض تھے۔ اُس نے سخت تقاضہ کیا اور کہا کہ جب تک میرا قرض ادا نہ کروگے میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا بہتر ہے میں تمہارے پاس بیٹھا رہوں گا۔ یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب، عشا اور اگلے دن فجر کی نماز آپ نے وہیں ادا کی۔ یہودی کی اس زیادتی پر جب صحابہ نے اُسے برا بھلا کہنا شروع کیا تو آپ نے فرمایا۔ تمہیں چاہئے کہ تم اسے خوش معاملگی کی نصیحت کرو اور اِسے نرم برتاؤ کرنا سکھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ حضور کے اس تحمل سے متاثر ہو کر یہودی مسلمان ہوگیا۔ اور عرض کیا میں اپنا آدھا مال فی سبیل اللہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ آپ جس طرح اور جہاں چاہیں اسے صرف فرمادیں معافی کا طالب ہوا اور کہا کہ آپ کی تعریف جو توریت میں درج ہے اس کے امتحان کے لئے میں نے یہ غلط رویہ اختیار کیا تھا۔ مجھے معاف فرما دیجئے۔

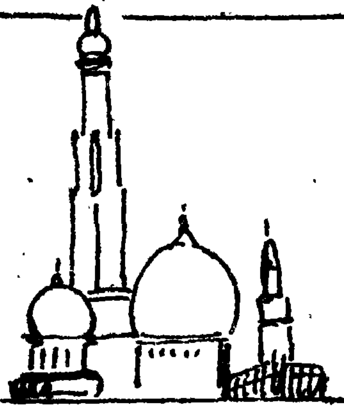
حلم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ لوگوں کے تکلیف دینے پر صبر کیا جائے۔ اور قدرت کے باوجود بدسلوکی سے بدلہ نہ لیا جائے۔ حضور کی صفات مقدسہ میں یہ صفت بہت زیادہ موجود تھی۔

مکہ کی زندگی میں آپ پر کفار مکہ نے بے پناہ مظالم توڑے۔ کوئی زیادتی ایسی نہیں تھی جو آپ کے ساتھ نہ کی گئی ہو۔ آپ پر غلاظتیں پھینکی گئیں ہیں۔ پتھر برسائے گئے۔ آپ کے قتل کرنے کی سازشیں کی گئیں۔ لیکن ان تمام بدسلوکیوں کے باوجود جب آپ ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ میں سب کو معاف کرتا ہوں آج کسی پر کوئی الزام نہیں ہے یہ صبر و ضبط اور تحمل کی انتہا ہے۔

طائف کا واقعہ اخلاق نبوی کی زندہ تصویر ہے وہاں کے لوگ مکّہ والوں سے بھی بدتر تھے۔ جب آپ دین کی دعوت کی غرض سے طائف تشریف لے گئے تو طائف والوں نے آپ کے پیچھے غنڈوں کو لگا دیا۔ جنھوں نے آپ پر بری طرح پتھراؤ کیا۔ یہاں تک کہ آپکا پورا جسم مبارک لہولہان ہوگیا۔ پاپوش مبارک تک میں خون بھر گیا۔ آپ کے وفا شعار غلام حضرت زید رض آپ کے ہمراہ تھے اُنھوں نے درخواست کی کہ ان جابروں کے لئے بد دعا کیجئے تو اِس پر حضور اکرم نے اُن کے حق میں دعا کرتے ہوئے کہا "اے اللہ طائف کے لوگوں کو ہدایت دے اور اُن کی گردنیں اسلام کے سامنے جھکا دے"

رسول محترم کی ایک مخالف عورت کا یہ معمول تھا کہ وہ دن بھر کا کوڑا کرکٹ اکٹھا کر کے رکھتی اور جب حضور اکرم اُس کے گھر کے نیچے سے گزرتے تو اوپر سے کوڑا کرکٹ حضور کے اوپر ڈال دیتی لیکن آپ اُسے کچھ نہ کہتے۔ ایک دن اِس معمول میں فرق آگیا اور کوڑا کرکٹ نہیں پھینکا گیا۔ آپ نے لوگوں سے سبب معلوم کیا تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول وہ بدبخت یہودی عورت دو دن سے بیمار ہے۔ یہ بات سن کر آپ اُس کے مکان پر تشریف لے گئے اور مزاج پرسی کے بعد اُس کی صحت کے لئے دعا فرمائی

ایک مرتبہ ایک یہودی آپ کا مہمان ہوا ایسا بلانوش تھا کہ سارے گھر کا کھانا کھا گیا۔ رات کو اُسے بدہضمی ہوگئی تو اُس نے شرارتاً بستر ہی پر پاخانہ کر دیا۔ اور صبح ہوتے ہی چل دیا۔ حضور نے تو مہمان کو نہ دیکھ کر رنجیدہ ہوئے اور کسی کو تکلیف دئے بغیر خود دست مبارک سے غلاظت کو دھونا شروع کر دیا۔ یہودی اپنی تلوار بھول گیا تھا۔ (باقی صفحہ ۔۔ پر)



تلوار کے نیچے اعلانِ حق

"حق گوئی و حق کوشی شیوہ ہے مسلمان کا"

(از شوکت علی فہمی)

اسلام نے ایک دو نہیں بلکہ بے شمار ایسے حق گو بزرگ پیدا کئے ہیں جنھوں نے کہ حق بات کہنے میں اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کی اور حق گوئی ہمیشہ ہی مسلمانوں کی امتیازی خصوصیت رہی ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ سچا مسلمان وہی ہے جو حق کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے حکمراں کی بھی پرواہ نہ کرے۔ کیونکہ اسلام کا حکم یہ ہے کہ ایک سچے مسلمان کو خدا کے سوا کسی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی مرعوب نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ ہم ذیل میں چند حق گو مسلمانوں کے واقعات پیش کر رہے ہیں۔

خلفائے راشدین اپنے مواعظ اور تقریروں میں ہر ایک مسلمان کو ہدایت کرتے رہتے تھے کہ حق بات کہنے میں وہ کبھی نہ چوکیں اگر خلیفۂ وقت سے بھی کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو اُسے بھی ٹوک دیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ عوام کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بار بار فرمایا کرتے تھے کہ "جب تک میں سیدھے راستہ پر چلوں میری اطاعت کرنا اور جب میں غلط راستہ اختیار کرلوں تو مجھے سیدھا کر دینا" اسی طرح حضرت عمر فاروق رضؓ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کروں تو میری قیادت کو تسلیم کرنا۔ مگر جب اس کے خلاف قدم اٹھاؤں تو مجھے مسند خلافت سے الگ کر دینا"

حق گوئی کی اسی تعلیم اور ہدایت کا یہ اثر تھا کہ ایک معمولی شخص بھی جب چاہتا تھا خلیفۂ وقت پر مجمع عام میں اعتراض کر دیتا تھا اور خلیفۂ اسلام کو اس اعتراض کا جواب دینا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق نے برسر ممبر تقریر کرتے ہوئے مجمع عام سے پوچھا "اگر میں دین کو چھوڑ کر دنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم لوگ کیا کرو گے؟" مجمع میں سے ایک شخص یہ سنکر کھڑا ہو گیا اور تلوار میان سے نکال کر بولا "تمہارا سر تن سے جدا کر دیں گے" حضرت عمر دیسے تو دل میں اُس کی جرأت ایمانی پر خوش ہوئے لیکن اُسے آزمانے کے لئے ڈانٹ کر کہا "تجھ خبر ہے کہ کس کی شان میں یہ سخت الفاظ کہہ رہے ہو؟" اُس نے فوراً جواب دیا "ہاں تمہاری شان میں" حضرت عمرؓ نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو حق گو ہیں مجھے امید ہے کہ اگر میں ٹیڑھا چلوں گا تو یہ ضرور مجھے سیدھا کر دیں گے"

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق ممبر پر کھڑے ہوئے اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "اے لوگو جو کچھ میں کہتا ہوں اُسے غور سے سنو" فوراً ایک شخص مجمع میں کھڑا ہوا اور کہا "ہم نہ سنیں گے اور نہ تمہاری بات مانیں گے" حضرت عمر نے سبب پوچھا تو بولا "مال غنیمت میں سے جو چادریں دی گئی ہیں وہ سب کو ایک ایک تقسیم کی گئی ہیں لیکن آپ کے پاس ایک چادر بھی ہے اور اُسی قسم کی چادر کا بنا ہوا ایک کرتہ بھی ہے۔ جب تک آپ یہ نہ بتائیں گے کہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں یہ دوگنا کپڑا آپ کے پاس کیسے آیا اور آپ نے حصہ سے زیادہ کپڑا کیوں لیا ہم نہ آپ کی بات سنیں گے اور نہ مانیں گے" فوراً ہی مجمع میں سے حضرت عمرؓ کے فرزند عبد اللہ بن عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا "یہ درست ہے کہ سب کو ایک ایک چادر ملی ہے اور امیر المومنین نے بھی سب کی طرح ایک ہی چادر لی ہے۔ لیکن ان کا کرتہ جس چادر کا بنا ہے وہ میرے حصہ کی چادر ہے" معترض نے کہا "اب سب بات میری سمجھ

میں آگیا جو کچھ آپ کو فرمانا ہے فرمائیے ہم آپ کی بات سنیں گے بھی اور اُس پر عمل بھی کریں گے" صرف اس ایک واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علما اور بزرگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ قرون اولیٰ کے عام مسلمانوں میں بھی جرأت ایمانی اور حق گوئی کس قدر بڑھی ہوئی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضؓ اپنے غلام اسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں رات کے وقت گشت کر رہے تھے۔ کہ آپ نے سنا ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے "دودھ میں تھوڑا سا پانی کیوں نہیں ملا دیتی" لڑکی نے جواب دیا "امیر المومنین نے ابھی چند روز ہوئے منادی کرائی ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر ہرگز فروخت نہ کیا جائے" عورت نے کہا کہ "اس وقت یہاں نہ امیر المومنین ہیں۔ اور نہ منادی کرنے والا پانی ملا کیوں نہیں دیتی" لڑکی نے کہا مگر یہ بات ایمان اور دیانت کے خلاف ہے" لڑکی کی حق گوئی اور دیانت پر حضرت عمر فاروق رضؓ بے حد خوش ہوئے اور اپنے بیٹے عاصم کی اُس سے شادی کر دی۔ اس لڑکی کے بطن سے ام عاصم پیدا ہوئیں۔ جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے نیک دل اور عابد و زاہد خلیفہ کی والدہ تھیں

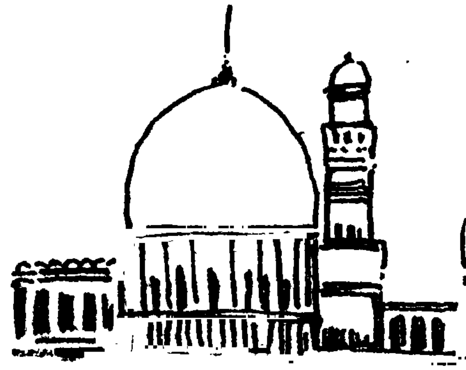
حضرت ابوذر غفاری رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامور صحابی تھے انھوں نے تین خلافتوں کا زمانہ دیکھا تھا۔ یہ حضرت عثمان غنی رضؓ کے عہد خلافت کا وہ سنہرا دور تھا جبکہ مسلمانوں کی پے در پے فتوحات نے اُن کے جھونپڑوں کو محلسراؤں میں تبدیل کر دیا تھا۔ لیکن حضرت ابوذر غفاری جو سرمایہ داری کے شدید مخالف تھے بدستور فقیر کے فقیر رہے۔ وہ مال و دولت کو ہاتھ رکھنا بھی ایک گناہ سمجھتے تھے۔ اسی زمانہ میں امیر معاویہ شام کے گورنر تھے امیر معاویہ کا دربار قیصر و کسریٰ کے دربار کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ اُن کے جاہ و جلال کے سامنے کسی کی مجال نہیں تھی۔ کہ زبان ہلا سکے۔ مگر حضرت ابوذر غفاری رضؓ جیسے حق گو صحابی کب خاموش رہنے والے تھے۔ وہ برابر امیر معاویہ کو ٹوکتے رہتے تھے اور کہا کرتے تھے "تم نے سنت رسول چھوڑ کر مشرکوں کی تقلید شروع کر دی ہے" اور یہ برابر امیر معاویہ پر اعتراض کرتے رہتے تھے۔ جب امیر معاویہ اُن کی نکتہ چینی سے تنگ آ گئے تو حضرت عثمان غنی رضؓ سے اُن کے واپس بلانے کی التجا کی اور حضرت عثمان نے انہیں واپس بلا لیا۔ اُس کے بعد امیر معاویہ کے اشارہ پر ان حق گو بزرگ کو نظر بند کر دیا گیا۔ مگر یہ نظر بندی کے عالم میں بھی حق گوئی سے باز نہیں آئے۔ بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ مگر بدستور نعرہ حق بلند کرتے رہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضؓ مدینہ کے ایک نامور بزرگ تھے جن کا زیادہ تر وقت مسجد نبوی میں گزرتا تھا۔ ۹۱ ہجری میں خلیفہ ولید بن عبدالملک جب مدینہ آیا تو مسجد نبوی میں حاضری کا ارادہ کیا حکم ہوا کہ سب لوگ مسجد نبوی سے نکال دئے جائیں لیکن حضرت سعید بن مسیب بدستور مسجد میں بیٹھے رہے۔ جب اُن سے مسجد سے جانے کے لئے کہا گیا تو اُنھوں نے کہا "یہ عجیب خلیفہ ہے کہ جو خانۂ خدا میں بھی اپنی شہنشاہی کی دھاک بٹھانا چاہتا ہے" جب خلیفہ مسجد کے دروازے میں داخل ہونے لگا تو کسی نے کہا کہ "خلیفہ آ رہے ہیں تعظیم کے لئے اُٹھئے" اس پر اُنھوں نے کہا "خدا کے گھر میں صرف خدا ہی کی تعظیم کی جا سکتی ہے۔ مسجد میں غیر اللہ کے ادب کے لئے نہیں ہیں خلیفہ کو مسجد میں بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے آنا چاہئے" خلیفہ ولید نے بھی یہ اعتراض سن لیا اور دل میں بے حد ناگواری محسوس کی۔ لیکن حضرت سعید بن مسیبؒ چونکہ تابعین میں سے تھے اس لئے خاموش رہا اور چلا گیا۔

ان ہی حق گو بزرگ سعید بن مسیب نے خلیفہ ہشام کے عہد خلافت میں اُس کی بے عنوانیوں پر نکتہ چینی شروع کی تو اُن کے ساتھ بڑی بڑی زیادتیاں کی گئیں مگر انھوں نے سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ لیکن حق گوئی سے باز نہیں آئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ایک سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حکمرانوں کو ہر آن ان کی غلطیوں پر متنبہ کرتا رہے خواہ اُسے جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے جو مسلمان اس میں کوتاہی کرتا ہے اُسے روز قیامت خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا۔

خالد بن صفوان خلفائے امیہ کے زمانہ میں فرقہ امراء کے سردار تھے۔ اُن کا قاعدہ تھا کہ اول تو خلفا کے پاس جاتے ہی نہیں تھے اور اگر جاتے تھے تو صرف مخلوق کی اور خود خلفا کی بھلائی اور بہتری کے لئے جاتے تھے۔ ایک دن وہ خلیفہ ہشام کے پاس گئے تو خلیفہ نے کہا کوئی اچھی بات سنائیے۔

صفوان نے خلیفہ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ "جن کانوں میں چنگ و رباب کے نغمے بسے ہوں اُن میں اچھی باتوں کے قبول کرنے کی صلاحیت کہاں باقی رہتی ہے۔ (باقی صفحہ ۳۷ پر)



دنیا جہالت کی تاریکی میں مبتلا تھی

مسلمانوں نے علوم وفنون کی روشنی سے دنیا کو جگمگا دیا

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

جس زمانہ میں کہ دنیا کا بیشتر علاقہ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہ مسلمان ہی تھے کہ جنھوں نے علوم وفنون کی روشنی سے دنیا کو جگمگا دیا۔ زمانہ قدیم کے مسلمانوں میں حصول علم اور فروغ علم کا کسقدر شوق تھا اس کا اندازہ مولوی محمد حفیظ اللہ کے ذیل کے پر از معلومات مقالہ سے ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کے متعلق دنیا صرف اتنا ہی جانتی ہے کہ انھوں نے فتوحات کے میدان میں بڑے ہی عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں۔ اور انھوں نے نصف صدی کی مختصری مدت میں دنیائے معلومہ کے بیشتر حصہ کو فتح کر لیا تھا۔ لیکن بہت کم لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ علوم وفنون کے میدان میں بھی مسلمان ساری دنیا کے امام ہیں۔ انہوں نے اس وقت دنیا کو علوم وفنون سے روشناس کیا تھا۔ جبکہ تقریبًا پوری دنیا جہالت کی تاریکی میں بھٹک رہی تھی حقیقت یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں مسلمانوں کا علمی ذوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔

پروفیسر گھوشال ایم۔ اے سابق ناظم کتب خانہ بھوپال لکھتے ہیں کہ "مسلمانانِ سلف میں علمی ذوق انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اُن کے علمی ذوق کا اندازہ اُن تاریخی واقعات سے ہو سکتا ہے جو مستند کتابوں میں درج ہیں۔ چنانچہ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب بڑے بڑے اساتذہ کی علمی مجالس منعقد ہوتی تھیں تو ان میں چالیس ہزار سے لے کر ستر ہزار تک طلبا کا ہجوم ہوتا تھا۔ اور بعض اوقات طلبا کی تعداد سوا لاکھ تک پہنچ جاتی تھی۔ خیال فرمانے کی بات ہے کہ جس قوم کے افراد ایک ایک علمی مجلس میں سوا سوا لاکھ جمع ہو جائیں اس قوم کے سینہ میں علمی ذوق کی آگ کس قدر بھڑک رہی ہوگی"

مورخوں کا بیان ہے کہ تیسری صدی ہجری کے مسلمانوں میں حصول علم کا شوق اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ اساتذہ کے اقوال کو قلم بند کرنے کی غرض سے ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار دواتیں رکھی جاتی تھیں۔ چنانچہ علی ابن عاصم واسطی کے حلقہ درس میں تیس تیس ہزار طالبان علم جمع ہو جاتے تھے۔

خلیفہ متوکل اللہ نے جب حدیث کے درس کے لئے ابوبکر بن شیبہ کو جامع رصافہ میں اور اُن کے بھائی عثمان بن شیبہ کو جامع منصور میں مقرر کیا تو اُن کے درس میں روزانہ تیس ہزار سے لیکر چالیس ہزار تک طلبا نظر آتے تھے۔ اور امام ابن قیم جوزی کے درس میں تو ایک ایک لاکھ کا مجمع ہوتا تھا۔ اسی طرح ابو الحامد الاعز ہزاروں طالب علموں کو ہر روز اصول فقہ کے کسی نئے مسئلہ پر درس دیا کرتے تھے۔

ایک بار ابو مسلم نے بغداد میں حدیث کا املا کیا تو سات مستملی (دہرانے والے) کھڑے ہوئے جو لوگ کہ حدیث لکھنے میں مصروف تھے۔ ان کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی جن کے لئے چالیس ہزار دواتیں فراہم کی گئی تھیں۔ فریابی نے بغداد میں املائے حدیث کیا تو حاضرین کی تعداد تقریبًا ساٹھ ہزار تھی۔

یزید بن ہارون نے جب بغداد میں درس حدیث کی مجلس منعقد کی تو حاضرین مجلس کا اندازہ ستر ہزار لگایا گیا۔ ایک مرتبہ امام سلیمان

یعقوب مصری نے املائے حدیث کی نوآن کی مجلس میں خلیفہ ہارون الرشید اور تمام امرائے سلطنت حاضر تھے۔ اور جو لفظ امام ممدوح کی زبان سے نکلتا تھا۔ خود خلیفہ اپنے قلم سے لکھتا جاتا تھا۔ جب کل حاضرین کی تعداد کا تخمینہ کیا گیا تو تقریباً پچاس ہزار نفوس وہاں موجود تھے۔

امام عاصم بن علی کی مجلسوں میں طالبان علم کا بے اندازہ ہجوم ہوا کرتا تھا۔ امام موصوف کو جب درس دینا ہوا کرتا تھا۔ تو بغداد سے باہر نخلستان میں ایک بلند چبوترے پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ خلیفہ معتصم باللہ نے ایک مرتبہ اپنا ایک معتمد مجلس کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا تو معتمد نے حاضرین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی۔ امام بخاری جب تقریر فرماتے تو سامعین میں دس دس ہزار محدثین۔ فقہا۔ حفاظ اور علما موجود ہوتے تھے۔

اعلیٰ طبقہ کا تو ذکر ہی کیا ہے عوام میں بھی علوم سے غیر معمولی دلچسپی تھی چنانچہ مشہور مورخ ابن حوقل جب خوزستان کے شہروں سے گذر رہا تھا تو اُس نے دیکھا کہ دو معمولی مزدور علمی بحث و مباحثہ میں مصروف تھے۔ اِن میں سے ایک مزدور کے سر پر ایک بھاری بوجھ لدا ہوا تھا۔ اور دوسرا مزدور اُس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ یہ دونوں قرآنی آیات کی تفسیر اور علم کلام کے حقائق اور مسائل پر بحث کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ دونوں علمی مباحثہ میں مست تھے۔

ایک طرف تو عوام میں بے پناہ علمی ذوق تھا۔ دوسری جانب خلفا اور امرا بھی دل کھول کر علوم و فنون کی سرپرستی کرتے تھے۔ چنانچہ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں برامکہ کے خاندان نے علوم و فنون کی سرپرستی میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ اِن کے زمانہ میں علما و فضلا اور ارباب کمال پر زر و جواہر کی بارش کی جاتی تھی۔ بنو شاکر (یعنی محمد احمد اور حسن) علم کے وہ شیدائی تھے۔ کہ جنھوں نے علوم قدیم کی جستجو میں انتہائی کوشش کی۔ اس کام پر بے اندازہ دولت صرف کی یہاں تک کہ حصول علم کی خاطر اپنی جانوں تک کو خطرہ میں ڈال کر روم کے شہروں سے علمی ذخائر حاصل کئے۔ اور پھر ان غیر ملکی علوم کے تراجم عربی زبانوں میں کرائے۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمان دنیا کے جس حصہ میں بھی گئے اپنے ساتھ علوم و فنون کی دولت بھی لیتے گئے اور اس طرح انھوں نے ساری دنیا کو علم کی روشنی سے منور کر دیا۔ جس زمانہ میں کہ بغداد اور قرطبہ علوم و فنون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ یورپ بری طرح سے جہالت میں مبتلا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ قرطبہ (اسپین) سے علم کی روشنی یورپ میں پہنچنی شروع ہوئی چنانچہ یورپ کے وہ عیسائی طلبا جو قرطبہ کے اسلامی مدارس میں تعلیم حاصل کرکے یورپ کے مختلف حصوں میں پھیلے انہوں نے اپنے ملکوں میں جاکر اُن تمام علوم و فنون کو خوب فروغ دیا جو اُنھوں نے مسلمانوں سے سیکھے تھے۔

یورپ کے غیر متعصب مورخین خود اس بات کے معترف ہیں کہ یورپ کو مسلمانوں ہی نے علوم و فنون سے آشنا کیا ہے چنانچہ فرانسیسی مورخ موسیو سیدیو لکھتا ہے "اگر مسلمان یورپ کو علم کی روشنی نہ دکھاتے تو نہیں معلوم یورپ کب تک جہالت کی تاریکی میں مبتلا رہتا یہ مسلمان ہی تھے جنھوں نے کہ اہل یورپ کو تاریکی سے نکالا"

مسٹر کاڈفری لکھتا ہے کہ "میں بخوبی جانتا ہوں کہ عیسائی مسلمانوں، اُن کے مذہب اور اُن کی ہر چیز کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن وہ یہ بھول رہے ہیں کہ ہم نے جو کچھ سیکھا ہے وہ مسلمانوں ہی سے سیکھا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں مسلمانوں کے احسانات کا اعتراف کرنا چاہیئے"

اخلاق کا بلند ترین معیار

(باقی مضمون صفحہ ۲۳ سے)

راستہ میں تلوار یاد آئی تو اسے لینے کے لئے واپس آیا حضور نے اُسے دیکھا تو کمال شفقت سے فرمایا رات تمہیں کچھ تکلیف ہو گئی تھی اچھا تھا کہ ہمیں جگا دیتے حضور کے اخلاق کو دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

حضور کی ذات اقدس حسن سلوک کا ایک نمونہ تھی۔ آپ غریبوں اور کمزوروں کی خدمت میں ایک لذت محسوس کرتے تھے اگر کسی کی بیماری کا علم ہو جاتا تھا خود بیمار پرسی کے لئے جاتے تھے کسی کا کوئی بھی کام ہو بلا تکلف کر دیتے تھے۔ آپ نے دنیا کے سامنے حسن اخلاق کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا ہے جس سے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کو سبق لینا چاہیئے۔

تلوار کے نیچے اعلان حق

(باقی مضمون ص۳۲ سے)

اے ہشام یہ سلطنت اور سامان عیش کا سامان تجھے وراثت میں ملا ہے تجھ سے پہلے جو آئے تھے وہ بھی چھوڑ کر چلے گئے۔ اور تو بھی چھوڑ کر چلا جائے گا۔ جن محلوں کو تو اپنا بتاتا ہے وہ تیرے نہیں ہیں تجھے تو بس دو گز زمین پر قناعت کرنی ہوگی۔ پھر تو ان چیزوں پر کیوں مغرور ہے" خالد بن صفوان کی ان باتوں کا خلیفہ کے دل پر بے حد اثر ہوا اور چند روز تک وہ عیش و عشرت کی زندگی سے الگ رہا مگر پھر اصلی حالت پر آگیا۔

ان حقائق اور واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ابتدائے اسلام میں حق گوئی کو مسلمانوں میں کس طرح جزو ایمان سمجھا جاتا تھا چنانچہ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ اسی حق گوئی کی وجہ سے مردان حق کو قید خانوں میں ڈالا گیا ہے۔ یا موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ آخری وقت تک حق گوئی پر قائم رہے۔

شاعری سکھانے والی عجیب و غریب کتاب

آپ اچھے شاعر بن سکتے ہیں

اس کے لئے نہ کسی استاد کی ضرورت ہے اور نہ کسی خاص محنت کی ضرورت ہے صرف صحیح ذوق اور معمولی سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ چند روز کے اندر ہی آپ بے تکان صاحب قدرت شاعر کی طرح بہترین غزلیں اور نظمیں لکھنے لگیں گے اس مقصد کے لئے زمانہ حاضرہ کی عجیب و غریب کتاب فن شاعری کا مطالعہ کیجئے۔

فن شاعری

بغیر استاد کے شاعری کی تعلیم دینے والی مشہور کتاب ہے جس کا کمال یہ ہے کہ کیسی ہی معمولی قابلیت کا آدمی کیوں نہ ہو اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے اندر شعر کہنے کی غیر معمولی صلاحیت محسوس کرنے لگتا ہے یہ کتاب علم عروض کی مشکلات سے بالکل پاک ہے۔ البتہ علم عروض کو بھی آسان طریقہ پر سمجھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے ایسے طریقے بتائے گئے ہیں جن کی مدد سے جس بحر میں اور جس وزن میں چاہیں شعر کا وزن اور تقطیع کر لو سچ تو یہ ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ فن شاعری پر کافی عبور حاصل ہو جاتا ہے اردو زبان میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے قیمت چار روپیہ

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶

قرآن پاک کے تیسوں پاروں کے جملہ مضامین آپکی مادری زبان میں

اردو زبان میں قرآن مجید

کلام پاک کے تمام مضامین اور احکامات ابجد وار سلسلہ میں اردو میں شائع کر دئے گئے ہیں

زبان کا قرآن مجید بھی ہے اور قرآن مجید کے جملہ مضامین کی ڈکشنری بھی۔ اس عجیب و غریب تالیف کے بعد قرآن مجید کی ورق گردانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی ایک نظر میں پورے قرآن مجید کے جملہ مضامین پر عبور حاصل کر سکتا ہے اور ہر شخص بڑی آسانی کے ساتھ ہر مسئلہ اور ہر موضوع کے بارے میں قرآن مجید کا ناطق فیصلہ ایک منٹ میں معلوم کر سکتا ہے۔ اس بے نظیر تالیف نے قرآن مجید کی تعلیم کو آئینہ کی طرح پیش کر دیا ہے۔ یہ تالیف حاوی ہے ڈکشنری مضامین القرآن

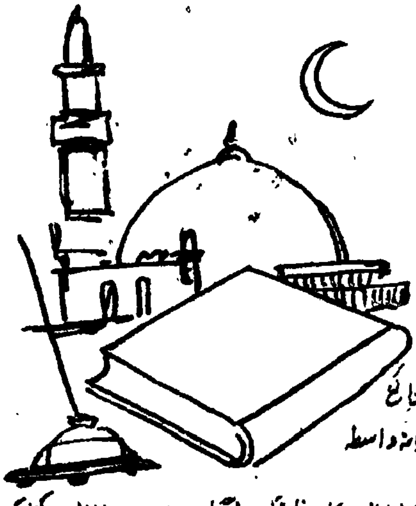
مضامین القرآن
(مرتبہ مفتی شوکت علی فہمی)

فی الحقیقت یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک عجوبہ ہے جس میں قرآن پاک کے تیسوں پاروں کے جملہ مضامین اور مکمل احکامات اس طرح الف بے وار درج کئے گئے ہیں کہ ہر شخص قرآن پاک کی تعلیمات سے علی الحساب با آسانی استفادہ کر سکتا ہے۔ اس لاجواب تالیف نے بڑی بڑی تفسیروں اور مستند ترجموں سے بے نیاز کر دیا ہے اور قرآن مجید پڑھنے والے مسلمانوں کو ایک نعمت دی ہے اس میں قرآن مجید کے جملہ مضامین مکمل ترتیب کے ساتھ درج کئے ہیں

قرآن مجید کے وہ تمام مضامین اور ارشادات درج ہیں۔ جو الف سے شروع ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ، بشارت، ابراہیم، اسمٰعیل [illegible] قرآن مجید کے تمام مضامین اور ارشادات درج ہیں جو ب سے شروع ہوتے ہیں مثلاً برباد، باطل، بنی اسرائیل وغیرہ۔

[illegible] قرآن مجید کے تمام مضامین اور ارشادات [illegible] درج کئے گئے ہیں [illegible] ایسی مکمل اور مستند تالیف ہے جو اردو زبان میں تو کیا کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی [illegible]

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶





بابر ہندوستان کی فتح سے خوش نہیں تھا

عہد اورنگزیب میں ارزانی۔ سلطان ٹیپو مندروں کا محافظ

(تاریخی شذرات۔ ہمارے مورخ کے قلم سے)

ذیل میں چند مختصر تاریخی شذرات پیش کیے جا رہے ہیں۔ جو ہندوستان کی تاریخ سے ماخوذ ہیں۔ ان شذرات سے شاہانِ ہند کے کردار اور اُن کے عہد کے حالات پر ہلکی سی روشنی ڈالی گئی ہے۔

بابر ہندوستان کی فتح سے خوش نہیں تھا

ظہیر الدین بابر ۱۵۲۶ء میں پانی پت کے میدان میں سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دینے کے بعد اگرچہ ہندوستان جیسے عظیم ملک کا بادشاہ بن گیا تھا۔ لیکن وہ ہندوستان کی فتح سے خوش نہیں تھا چنانچہ وہ جب تک زندہ رہا اپنے آبائی وطن کے لئے بے چین اور مضطرب رہا اُسے اپنے وطن سے اپنے پرانے دوستوں سے اور عزیزوں سے محبت ہی نہیں بلکہ عشق تھا وہ اگرچہ ایک عظیم سلطنت کا بادشاہ بن گیا تھا۔ لیکن پھر بھی پرانی صحبتوں، دوستوں اور عزیزوں کو فراموش نہ کر سکا بلکہ اپنی پرانی چھوٹی سی ریاست فرغانہ اور کابل کے زمانہ کو ہمیشہ یاد کیا کرتا تھا اور اپنے لڑکپن کے ساتھیوں کی یاد میں پہروں رویا کرتا تھا۔ خصوصیت کے ساتھ خواجہ کلاں جو کابل میں اُس کا نائب اور دوست تھا اُس کی یاد میں بابر ہمیشہ بے چین رہتا تھا۔

بابر نے اپنے ایک خط میں خواجہ کلاں کو لکھا کہ "ہندوستان آکر میری زندگی بے مزہ ہو گئی ہے۔ زندگی میں کوئی لطف باقی نہیں رہا۔ یہاں آکر میں نے شراب سے بھی توبہ کر لی ہے۔ اب تم بھی توبہ کر لو۔ شراب پینے کا جب ہی تک لطف تھا کہ ہم سب پرانے یار ایک جگہ بیٹھ کر پیتے تھے۔ مجھے کیا رشک آتا ہے کہ تم کابل کے مزے اڑا رہے ہو اور میں ہندوستان میں پڑا ہوا ہوں۔ ایک روز تربوز میرے سامنے لایا گیا۔ اسے جب میں نے تراشا تو مجھے اپنی تنہائی پہ بے حد افسوس ہوا۔ تربوز کے قتلے منہ میں رکھتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا جب ہم ایک ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ اب تنہا ہوں نہ کھانے کا لطف ہے اور نہ پینے میں مزہ ہے"

بابر کے مندرجہ احساسات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے وہ کسقدر حساس دل لے کر دنیا میں آیا تھا۔

عہد اورنگزیب میں اشیا کی ارزانی

آج ہندوستان میں اشیا کی گرانی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور اس گرانی نے ملک کے باشندوں کی زندگی وبال کر دی ہے۔ لیکن عہد اورنگزیب میں خوردنی اشیا اسقدر ارزاں تھیں کہ جس کا ہم اس زمانہ میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔

عہد مغلیہ کے نامور مورخ سر جادو ناتھ سرکار عہد اورنگزیب میں اشیائے خوردنی کی ارزانی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

شہنشاہ اورنگزیب کی ہمیشہ کوشش یہ رہتی تھی کہ ضروریات زندگی گراں نہ ہونے پائیں چنانچہ ۱۶۷۳ء میں بادشاہ نے اپنی سلطنت میں یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ اشیائے خوردنی پر کسی قسم کا کوئی محصول یا ٹیکس نہ لیا جائے۔ اور ایک اعلان کے ذریعہ بادشاہ نے عمال حکومت جاگیرداروں اور زمینداروں کو یہ ہدایت بھی کر دی تھی کہ رعایا سے کسی قسم کی بھینٹ۔ نذر یا بیگار نہ لی جائے۔ چنانچہ اورنگزیب کی ان احتیاطی تدابیر کا اثر یہ تھا کہ۔ اناج۔ دودھ۔ دہی۔ گھی۔ تیل۔ پھل۔ ترکاریاں اور ہر قسم کی خوردنی اشیا کی قیمتیں بہت کم ہو گئی

انگلستان کا نامور سیاح کپتان ہملٹن جو کئی سال تک عہد اورنگزیب میں ہندوستان میں رہا ہے۔ اس کے دور میں اشیا کی ارزانی پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے کہ "عہد اورنگزیب میں اشیا نہایت ارزاں تھیں گوشت تین فاردنگ یعنی چند کوڑیوں میں ایک پونڈ مل جاتا تھا۔ ساحل کارمنڈل کے کنارے تین آنے میں بیس پونڈ بہترین قسم کی مچھلی مل جاتی تھیں اور مکھن ایک آنہ میں ایک پونڈ ملا کرتا تھا۔ اور اناج کی ارزانی کا یہ عالم تھا کہ صرف چند آنہ کا اناج ایک شخص کیلئے کئی مہینے کیلئے کافی ہو جاتا تھا۔

سلطان ٹیپو مندروں کا محافظ

سلطان ٹیپو جنوبی ہند کا ایک نہایت ہی نیک دل حکمران گزرا ہے یہ ہندوستان کا وہ مایہ ناز محب وطن ہے جس نے سب سے پہلے انگریز کے خلاف تلوار اٹھائی اور وطن ہی پر قربان ہو گیا۔

سلطان ٹیپو اگرچہ کٹر مسلمان تھا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی خاص مسجد کے سامنے بعض ہندوؤں کے مطالبہ پر ایک مندر بھی تعمیر کرا دیا تھا۔ چنانچہ آج بھی یہ مندر بدستور موجود ہے۔ یہ سلطان ٹیپو کی مسجد کے عین سامنے بالکل تعمیر کرایا گیا تھا۔ سلطان ٹیپو نے اس مندر کے اخراجات کے لئے ایک لاکھ روپیہ دیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک جاگیر بھی عطا کی تھی۔

سری نگری کے گرو جی سے سلطان ٹیپو کے بہت اچھے تعلقات تھے یہ گورو اس زمانہ میں ہندوؤں کے ایک معتقد مذہبی رہنما سمجھے جاتے تھے ان گرو نے ایک مرتبہ سلطان ٹیپو سے درخواست کی کہ ان کے مندر کو مرہٹوں کے دست برد سے بچایا جائے۔ کیونکہ مرہٹوں نے [illegible] کے [illegible] مندر کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ گرو جی کی درخواست پر سلطان خود [illegible] مرہٹوں کو مار بھگایا۔

مرہٹوں نے اس مندر کو توڑ ڈالا تھا۔ اور مندر کی طلائی مورتیاں ظروف اور دوسرا قیمتی سامان لوٹ کر لے گئے تھے سلطان نے نہ صرف مرہٹوں کے ظلم سے اس مندر کو بچایا بلکہ لاکھوں روپیہ صرف کر کے از سر نو مندر کو تعمیر کرایا۔ اور مندر کی حفاظت کے لئے ریاست کی جانب سے ایک مستقل فوجی دستہ متعین کر دیا تھا۔

عہد شاہجہاں میں عورتوں کی مخصوص عدالت

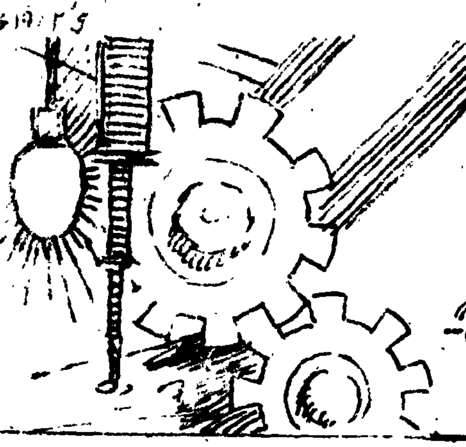
شاہجہاں نے مظلوم عورتوں کی فریاد سننے کے لئے ایک ایسی عدالت قائم کی تھی جو شائد آپ ہی اپنی مثال ہے۔ شاہجہاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی مملکت میں مرد عورتوں پر زیادتی کرتے ہیں اور عورتیں اپنی کمزوری اور مجبوری کی وجہ سے اُن کے خلاف احتجاج تک نہیں کر سکتیں تو اس نے مظلوم عورتوں کی داد رسی کے لئے ایک بالکل علیحدہ عدالت قائم کر دی تھی جس کی منتظم اعلیٰ ساطع النسا خانم تھیں۔

ساطع النسا عہد شاہجہانی میں اپنے علم و فضل اور سوجھ بوجھ کے لئے بے حد مشہور تھیں۔ یہ ملکہ ممتاز محل کی سیکریٹری تھیں۔ مورخ عبدالحمید کا بیان ہے کہ یہ فقہ اور حدیث کی عالم ہونے کے علاوہ علم طب میں بھی دسترس رکھتی تھیں۔ اور ان کا شمار اس زمانہ کی لائق ترین خواتین میں ہوتا تھا۔

ساطع النسا کی عدالت کا دروازہ ہر وقت مجبور مظلوم اور غریب عورتوں کے لئے کھلا رہتا تھا۔ ستم رسیدہ اور بیوہ عورتیں نیز صاحب احتیاج اور غریب عورتیں اس عدالت میں حاضر ہو کر اپنی فریاد درج کرا دیتی تھیں ساطع النسا مظلوم اور غریب عورتوں کی درخواستوں کو ملکہ عالم کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں اور ملکہ عالم بادشاہ کے روبرو انہیں ساطع النسا کے نوٹ کے ساتھ رکھ دیتی تھیں۔ شاہجہاں بڑی ہمدردی اور توجہ سے ان درخواستوں پر غور کرتے تھے اور محررِ شاہی سے اُن پر حکم لکھوایا کرتے تھے۔ جو عورتیں مظلوم ہوتی تھیں اُن کی دادرسی کی جاتی تھی۔ اور جو غریب یا بیوہ ہوتی تھیں اُن کے وظائف جاری کر دئے جاتے تھے۔

شاہان اودھ کے حرم میں یوروپین عورتیں

آجکل ہزاروں ہندوستانیوں نے یوروپین عورتوں سے شادی کر رکھی ہے۔ لیکن یوروپین عورتوں سے ہندوستانیوں کی دلچسپی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قدیم میں بھی ہندوستانی والیان ملک اور امرا کی محلسراؤں میں یہ سفید گڑیاں تمام طور پر دکھائی دیتی تھیں (باقی صفحہ ۴۲ پر)



وسائل ترقی و کامیابی

میں کلرک سے کروڑپتی کیسے بنا

"صرف دولت مندی ہی سب کچھ نہیں ہے"

(امریکہ کے ایک صنعت کار کے تاثرات)

ہم کو خوشی ہے کہ دین دنیا میں ترقی اور کامیابی کے وسائل پر روشنی ڈالنے والے جو مضامین شائع ہو رہے ہیں ہمارے ناظرین کے حلقہ میں انہیں بیحد پسند کیا جا رہا ہے - چنانچہ ہم ذیل میں امریکہ کے ایک کروڑپتی "چارلس ولسن" کے احساسات شائع کر رہے ہیں -

دنیا نے صرف دولتمندی ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے اور دنیا والے یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص دولت مند ہو جاتا ہے اُسے دنیا میں جنت حاصل ہو جاتی ہے لیکن میرا ذاتی مشاہدہ کچھ اور ہے - میں سمجھتا ہوں کہ دولت اور مسرت دو جداگانہ چیزیں ہیں - یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کے پاس دولت ہو اُسے مسرت بھی حاصل ہو - اور یہ بات بھی ضروری نہیں کہ جو شخص مسرت کی زندگی گزار رہا ہو وہ دولتمند بھی ہو -

میں بہت سے ایسے کروڑپتیوں سے واقف ہوں کہ وہ دنیا کے بہت بڑے دولتمند ہونے کے باوجود سب سے بدنصیب انسان ہیں - اور بہت سے ایسے درمیانی حیثیت کے انسانوں کو بھی جانتا ہوں جو قابل رشک اور نہایت ہی پُرمسرت زندگی گزار رہے ہیں - میں بہت سے ایسے آدمیوں سے بھی واقف ہوں جو کہا کرتے تھے کہ اگر ہمیں ایک ملین ڈالر مل جائے تو ہماری دُنیا رشکِ ارم بن جائے - لیکن اُن کا یہ خیال دُرست نہیں ثابت ہوا - اتنی دولت حاصل کرنے کے بعد بھی اُنہیں کوئی خاص خوشی حاصل نہیں ہوئی -

میں ابتدا میں ایک بہت غریب آدمی تھا - میں بھی یہی سمجھتا تھا دنیا میں دولتمندی ہی سب کچھ ہے - مجھے آج تک اپنی غریبی اور تنگ دستی یاد ہے - میں جب کم عمر تھا - تو قسم قسم کے ولولے اور طرح طرح کی اُمنگیں دل کو گدگداتی تھیں - مگر میں اپنی کوئی بھی خواہش پوری نہیں کر سکتا تھا مجھے پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں ملتی تھی - ایک زمانہ آیا کہ میں دولتمند ہو گیا لیکن صرف دولت مجھے مطمئن نہ کر سکی - کیونکہ دنیا میں صرف دولت ہی کافی نہیں ہے اس کے علاوہ بھی انسان کو کچھ چیزوں کی ضرورت ہے

سب سے پہلے تو میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی کیسے شروع کی تھی - میں ایک کمپنی میں معمولی کلرک کی حیثیت سے ملازم ہوا تھا - ہفتہ وار سولہ شلنگ میری تنخواہ مقرر ہوئی - اس کمپنی میں بہت سے ایسے لوگ تھے جنہیں ہر ہفتے سیکڑوں ڈالر ملتے تھے - یہ سب بھی میری ہی طرح کے انسان تھے - میں سوچا کرتا تھا کہ آخر ان میں کیا خوبی ہے اور میں بھی انہیں کی طرح بلند مرتبے پر کیوں نہیں پہنچ سکتا - اس کا راز جلد ہی میں نے معلوم کر لیا - میں اَن تھک محنت کرنے لگا - فالتو وقت میں میں نے محنت کر کے اکاؤنٹنٹ کے کام پر پورا عبور حاصل کر لیا - اور کوشش کر کے اپنا تبادلہ اکاؤنٹ ڈپارٹمنٹ میں کرا لیا چونکہ اکاؤنٹنٹ کے کام پر میں عبور حاصل کر چکا تھا - اس لئے بہت جلد میں چھا گیا - یہاں تک کہ چند ہی سال میں نائب اکاؤنٹنٹ ہو گیا اور پھر اکاؤنٹنٹ بن گیا -

اکاؤنٹنٹ ہونے کے بعد مجھے بھی بڑی تنخواہ ملنے لگی - لیکن پھر بھی میں مطمئن نہ ہوا - میں نے انتظامی شعبوں کا بغور مطالعہ کرنا شروع کر دیا - اس کمپنی کے جنرل منیجر سے میرے ذاتی تعلقات تھے - تین سال کے وقت میں اُن کا ہاتھ بٹانے لگا - اور رفتہ رفتہ انتظامی امور پر بھی مجھے عبور حاصل ہو گیا - اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ میں اسسٹنٹ منیجر بنا دیا گیا - اور میں

منیجر ہوا۔ اور اس کے بعد جنرل منیجر بن گیا۔ اور میری آمدنی کئی ہزار ڈالر سالانہ تک پہنچ گئی۔ مگر میں پھر بھی مطمئن نہیں ہوا۔ اور میں نے فیصلہ کیا کہ اپنی ذاتی کمپنی قائم کروں گا۔ دولتمند اور سرمایہ دار طبقوں سے میری کافی واقفیت ہو گئی تھی یہ سب لوگ میری کارکردگی اور تجربے سے واقف تھے۔ چنانچہ کچھ سرمایہ داروں۔ ساتھ مل کر میں نے ایک بہت بڑی تجارتی کمپنی قائم کرلی۔ اور اس کے بعد میں نئی نئی کمپنیاں قائم کرتا چلا گیا۔ چنانچہ آج میں کروڑپتی ہی نہیں بلکہ ارب پتی ہوں۔

میں نے کامیابی کا جو راز معلوم کیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو اپنا مطمح نظر بلند رکھنا چاہئے۔ اور جو پوشیدہ قوتیں خدا نے انسان کو دی ہیں اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ کامیابی کے ایک متلاشی انسان کے لئے قناعت گناہ ہے۔ اُسے ہر وقت ترقی کی راہیں تلاش کرنی چاہئیں اور کبھی کام سے نہیں تھکنا چاہئے۔ میں شروع میں بھی اٹھارہ گھنٹے روزانہ کام کرتا تھا اور اب بھی اٹھارہ گھنٹے روزانہ کام کرتا ہوں۔ مجھے جو لذت کام کرنے میں حاصل ہوتی ہے وہ کسی دوسری بات سے حاصل نہیں ہوتی۔

میں کامیابی کے متلاشی انسانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ نتائج کی پرواہ کئے بغیر محنت کئے جائیں۔ دن اور رات جان توڑ کر محنت کریں اپنی تمام محنتیں اور کوششیں ایک ہی جانب مرکوز کر دیں۔ مختلف کاموں میں اُلجھ کر اپنی کوششوں کی طاقت کو پراگندہ نہ ہونے دیں ناکامی اور پریشانی سے ذرا بھی نہ گھبرائیں۔ دولت کے مقابلہ میں دیانتداری وقار اور عزت کو سامنے رکھیں اُنہیں سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔

میں نے ہمیشہ دولت کے مقابلہ میں عزت اور دیانت کو ترجیح دی ہے۔ ہمیشہ ایسی دولت سے پرہیز کیا ہے جس سے عزت اور وقار میں فرق آتا ہو۔ کیونکہ جو لوگ کہ محض دولت کے پیچھے دوڑتے ہیں اُن کا کردار پست ہو جاتا ہے۔ اور اُن کی ترقی کی راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ عزت اور وقار اتنی بڑی چیز ہے کہ اُس کے ذریعہ دولت خود بخود کھنچی چلی آتی ہے۔ اگر دولت زیادہ ہو اور عزت نہ ہو تو یہ ناکارہ ہے۔ لیکن اگر عزت زیادہ ہو اور دولت کم بھی ہو تو یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

میں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ وہ صرف دولت کے پیچھے نہ دوڑیں کیونکہ دولت ہی کامیابی نہیں ہے بلکہ عزت اور شہرت اور نیکنامی سب کچھ کامیابی ہے جسے یہ چیزیں حاصل ہو گئیں اسے سب کچھ حاصل ہو گیا کیونکہ عزت۔ شہرت اور نیک نامی ہی کے ذریعہ قلبی سکون حاصل ہو سکتا ہے اس لئے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ عزت اور نیک نامی کو قربان کر کے ہرگز دولت حاصل نہ کریں۔ ایسی دولت بیکار ہے۔ اور اس سے کبھی سکون نہیں حاصل ہو سکتا۔

تاریخی شذرات

(باقی مضمون صفحہ ۳۲)

خصوصیت کے ساتھ شاہ اودھ شاہ نصیرالدین حیدر انگریز عورتوں کے بے حد دلدادہ تھے۔ چنانچہ شاہ موصوف کے حرم میں جہاں دوسری بے شمار عورتیں تھیں وہاں بہت سی انگریز عورتیں بھی موجود تھیں۔ جو کہ شاہ نصیرالدین حیدر کو بے حد پسند تھیں

شاہ اودھ کے حرم کی یہ عورتیں جہاں مغربی لباس پہنتی تھیں وہاں اُنہیں مشرقی لباس میں بھی بے حد دلچسپی تھی۔ یہ لکھنؤ کے بڑے پائچوں کے غرارے بڑے شوق سے پہنتی تھیں اور مہندی بھی لگاتی تھیں۔ غرضکہ یہ انگریز عورتیں مشرقی اور مغربی تمدن کی آمیزش کا نہایت ہی خوبصورت نمونہ تھیں۔

شاہ نصیرالدین حیدر صرف انگریز عورتوں ہی کے دلدادہ نہیں تھے بلکہ مغربی تمدن کو بھی بے حد پسند کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ کے محل میں جہاں نہایت قیمتی مشرقی وضع کا سامان تھا وہاں بہترین قسم کے مغربی فرنیچر کی بھی کمی نہ تھی۔ شاہ کی دیکھا دیکھی اکثر امرائے اودھ نے بھی اپنی محلسراؤں میں یورپین عورتوں کو داخل کر لیا تھا۔

دین دنیا کے پرچے ضائع نہ کیجئے

دین دنیا دوسرے عام پرچوں کی طرح تفریحی پرچہ نہیں ہے کہ اُسے پڑھ کر ضائع کر دیا جائے بلکہ یہ ایک ایسا دینی علمی اور تاریخی جریدہ ہے جس کا ایک ایک مضمون بڑی کاوش اور مطالعہ کے بعد سپرد قلم کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی وقتی جریدہ نہیں ہے بلکہ اس کے مضامین بار بار پڑھے جاتے ہیں۔ اور خریداروں کی آئندہ نسلوں تک کام آتے ہیں اس لئے دین دنیا کے ہر پرچہ کو حفاظت سے رکھئے۔

تاریخی افسانہ



بنت اسرائیل

ایران کی قدیم تاریخ سے متعلق ایک کہانی

(از جناب مائل ملیح آبادی)

فارس کے بادشاہ خسرو کیلئے دنیا کے کونے کونے میں نئی ملکہ کی تلاش جاری تھی۔ کیونکہ بادشاہ نے اپنی حسین ملکہ "دشتی" سے ناراض ہوکر اُسے "قصر سوسن" سے نکال دیا تھا۔ ملکہ کی معمولی سی حکم عدولی پر بادشاہ کا یہ سخت اقدام بڑا ہی عجیب تھا۔ مگر اس میں وزیر میروان کا بہت بڑا ہاتھ تھا جو سابق ملکہ سے عداوت رکھتا تھا اور اس موقع کا منتظر تھا۔

جب ہندوستان اساگوسیا (افغانستان) فارس، بابل، عراق، فلسطین اور ترکی سے حسن سمٹ سمٹ کر قصر سوسن کی طرف آرہا تھا۔ تو بادشاہ کے یہودی دربان مردکی نے اپنی چچازاد بہن آستر سے کہا "اے بنتِ اسرائیل! تو بھی بادشاہ کے سامنے جاکر کھڑی ہو جا۔ ممکن ہے خدا تجھ پر کرم کی نظر کرے اور بادشاہ تجھے اپنی ملکہ بنالے گا"

آستر نے پوچھا۔ "آپ کو اس سے کیا حاصل ہوگا؟"

مردکی نے جواب دیا۔ "اسرائیل کی قوم سلطنتِ فارس میں منتشر ہے اُس کی کوئی عزت نہیں ہے۔ ہر جگہ اُسے ذلیل کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے تیری وجہ سے وہ عزت حاصل کرسکے۔"

آستر راضی ہوگئی۔ اور اُسے بھی قصر سوسن کے خواجہ سراؤں نے بادشاہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے منتخب کرلیا۔ لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ آستر مردکی دربان کی بہن ہے۔

خواجہ سرا ہر لڑکی کو خوشبو اور لباس سے بنا سنوار کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ اور وہ رات بھر بادشاہ کے پاس رہ کر صبح دوسرے محل میں بھیج دی جاتی تھیں۔ اسی طرح آستر کی بھی باری آئی اور جب وہ بادشاہ کے پاس جانے لگی تو خواجہ سراؤں نے اُسے ملکہ بننے کی مبارکباد دی۔ کیونکہ آستر اُس لباس میں جنت کی حور معلوم ہو رہی تھی۔

جب وہ خسرو کے خلوت خانے میں داخل ہوئی تو خسرو اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ جب اُس کی بے خودی ختم ہوئی تو پوچھا۔ "اے ماہتاب رخنی تو کس چمن کا پھول ہے؟"

آستر نے جواب دیا۔ "روئے زمین پر جتنے چمن ہیں سب کا مالک ایک ہی ہے۔ میں بادشاہ کی حکومت کے باہر سے نہیں آئی ہوں"

"اچھا۔!" بادشاہ نے کہا "اس کا مطلب ہے کہ تو ہمارے ہی چمن کا پھول ہے" وہ اٹھا اور چاندی کی چوکی سے تاج شاہانہ اٹھا کر آستر کے سر پر رکھ دیا اور مسکرا کر بولا "اب تمہارا نام ملکہ دشتی ہے"

اِس کے بعد سب عورتیں انعام و اکرام دے کر رخصت کردی گئیں اور نئی ملکہ کے انتخاب کی خوشی میں پھر ایک جشن منایا گیا۔ اور بادشاہ آستر سے بہت خوش تھا۔

اسی زمانہ میں بادشاہ کے دو خدمت گاروں نے بادشاہ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ دربان مردکی نے اس سازش کی خبر آستر کو دے دی اور آستر نے بادشاہ کو ہوشیار کر دیا۔ خدمت گار گرفتار ہوئے اور ثبوت مل جانے کے بعد قتل کر دئے گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ واقعہ تاریخ میں لکھا جائے اور مردکی کی نمک حلالی کا خاص طور پر ذکر کیا جائے۔

رفتہ رفتہ وزیر اعظم میروان نے بادشاہ کی نگاہ میں بڑا اعتبار حاصل کرلیا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کی طرح اُسے بھی سرکاری ملازموں سے سجدہ کرانے کا منصب حاصل ہوگیا۔ جب میروان قصر شاہی میں داخل ہوتا یا باہر نکلتا تو سب لوگ اُسے سجدہ کرتے لیکن مردکی سجدہ نہ کرتا۔

ایک دن میروان نے اُسے اپنے سامنے کھڑا کرکے پوچھا "تو مجھے ایک ذلیل دربان معلوم ہوتا ہے کیا سبب ہے کہ تو سجدہ نہیں کرتا؟"

مردکی نے جواب دیا "میرے مذہب میں خدا کے سوا کسی کو سجدہ

کرنا جائز نہیں ہے۔"

"تیرا مذہب کیا ہے؟" میروان نے پوچھا۔

مردکی نے جواب دیا۔ "میں یہودی ہوں۔"

میروان نے غصّہ کے ساتھ کہا۔ "اب مجھے معلوم ہوا کہ تو ہمارے مذہب اور ہماری قوم کو حقیر سمجھنے والے اسرائیلی جتھے سے تعلق رکھتا ہے اچھا میں تیرے ہم مذہبوں کو عبرت ناک سزا دے کر رہوں گا۔"

مردکی نے سنجیدہ لہجہ میں جواب دیا۔ "خدا کے حکم کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔"

میروان نے کہا۔ "اچھا دیکھنا کہ میرے حکم سے کیا ہوتا ہے۔"

پھر اُس نے بادشاہ خسرو کو یہودیوں کے خلاف بھڑکایا۔ اُن کی طرف سے بغاوت کی تیاریوں کا یقین دلایا۔ اور ایک مقررہ تاریخ پر اُن کے قتلِ عام کا فرمان حاصل کر لیا۔ پھر یہ فرمان پوری مملکت میں بھیج دیا۔ اور اس طرح یہودیوں کے خاتمہ کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ یہ زمانہ یہودیوں کے عظیم ماتم کا زمانہ تھا۔ ہر علاقے میں وہ خدا سے فریاد کر رہے تھے۔ اور رحم و کرم کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس زمانہ میں زمین پر وہی لوگ تھے جو خدا کو اپنا رب مانتے تھے۔ اور جن کے پاس حضرت موسیٰؑ کی شریعت، حضرت داؤدؑ کی زبور اور حضرت سلیمانؑ کے امثال موجود تھے اور وہی مومن تھے۔

شہر سوسن کے یہودی بھی گریہ و ماتم کر رہے تھے۔ اور مردکی بھی اُن کے ساتھ شریک تھا۔ آخر یہ خبر مردکی نے آستر کو بھیجی اور اُس سے کہلایا کہ جس طرح ہو بادشاہ سے یہودیوں کے قتلِ عام کا حکم واپس کرائے۔

اُس زمانہ میں بادشاہ امورِ مملکت کے حل کرنے میں مصروف تھا اُسے بہت کم فرصت تھی۔ کسی کو بھی بلا اجازت بادشاہ کے سامنے جانے کا حکم نہیں تھا۔ آستر کو بھی اُس نے ایک ہفتہ سے یاد نہیں کیا تھا۔ مگر آستر جان پر کھیل کر بادشاہ کے سامنے پہنچی۔ بادشاہ نے اپنے سونے کا عصا اُس کی طرف بڑھایا اور مسکرایا۔ یہ معافی کی علامت تھی۔ آستر نے عصا کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ "ملکہ کے آنے کا سبب کیا ہے؟"

آستر نے جواب دیا۔ "کل میں نے ایک دعوت کی ہے۔ مجھے اچھا نہیں لگا کہ بادشاہ کی شرکت کے بغیر دعوت میں بیٹھوں اس لئے بادشاہ اور وزیرِ اعظم اس دعوت میں ضرور شرکت کریں۔"

"ہمیں منظور ہے" بادشاہ نے کہا۔ "اور ملکہ کو جو کچھ ہم سے مانگنا ہے مانگ لیں۔ آدھی سلطنت تک اُنہیں دی جا سکتی ہے۔"

ملکہ نے مسکرا کر کہا۔ "میرا سوال بھی کل ہی کے لئے محفوظ رہے گا۔"

دوسرے دن بادشاہ اور میروان ملکہ کی دعوت میں شریک ہوئے اور وہاں بادشاہ نے پھر پوچھا کہ "ملکہ کیا مانگتی ہے مانگ لے۔"

آستر نے کہا۔ "میں کل بھی دعوت کرنا چاہتی ہوں۔ بادشاہ اور وزیرِ اعظم کل کی دعوت کو بھی قبول کر لیں۔"

بادشاہ نے دوسرے دن کی دعوت بھی قبول کر لی۔

میروان وہاں سے خوش خوش گھر جا رہا تھا۔ لیکن جب وہ قصرِ سوسن کے پھاٹک سے باہر نکلا تو مردکی دروازے پر بیٹھا تھا۔ اُس نے نفرت کے ساتھ میروان کو دیکھا، نہ اس کے استقبال کو اٹھا، نہ اس کے لئے راستہ چھوڑا۔

میروان بہت غضبناک ہوا۔ لیکن غصّے کو برداشت کر کے اپنے گھر چلا گیا۔ وہاں اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ "مجھے بڑا افسوس ہے کہ بادشاہ میری اتنی عزت کرتا ہے اور ملکہ نے اپنے جشن میں بادشاہ کے ساتھ مجھے بھی شریک کر لیا۔ لیکن حقیر دربان مردکی میرا ذرا بھی احترام نہیں کرتا مجھے اس بات کا بڑا غم ہے۔"

اُس کی بیوی نے کہا۔ "اس میں مشکل کی کوئی بات نہیں۔ پچاس ہاتھ کی ایک سولی کھڑی کرو اور شام کو بادشاہ سے درخواست کرو کہ جب تک مردکی اُس سولی پر نہیں لٹکایا جائے گا۔ تم ملکہ کے جشن میں شریک نہیں ہو گے۔"

"یہ بڑی اچھی رائے ہے۔" میروان نے خوش ہو کر کہا اور اسی وقت اپنے محل کے سامنے پچاس ہاتھ اونچی سولی کھڑی کی۔ اور اب رات ہو گئی تھی۔ بادشاہ اس وقت مخصوص لوگوں کو اپنی خلوت گاہ میں بلاتا تھا۔

آج شام سے بادشاہ کا جی گھبرا رہا تھا۔ اُس نے ایک خدمت گار کو حکم دیا کہ تاریخ کی کتاب لا کر اُسے سنائے۔ خدمت گار کتاب لے آیا اور بادشاہ سننے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد خدمت گار نے وہ واقعہ بھی سنایا جس میں مردکی کے بارے میں لکھا تھا کہ اُس نے بادشاہ کے قتل کی سازش کرنے والوں کو گرفتار کرا کے بادشاہ کی جان بچائی۔

بادشاہ نے پوچھا۔ "اس خیر خواہی کیلئے مردکی کو کیا منصب اور انعام ملا؟"

جو مصاحب وہاں موجود تھے انھوں نے جواب دیا۔ "کچھ نہیں بادشاہ سلامت۔"

بادشاہ نے بلند آواز میں پوچھا۔ "بارگاہ میں کون حاضر ہے؟"

اُسی وقت میروان قدم بڑھائے ہوئے آ رہا تھا تاکہ مردکی کو پھانسی پر لٹکانے کے لئے بادشاہ سے اجازت حاصل کرے۔ اس نے کہا۔ "غلام حاضر ہے" اور وہ اندر آ گیا۔

خسرو نے پوچھا جو شخص بادشاہ کا منظورِ نظر ہو اُس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے؟"

میروان نے سوچا میرے سوا بادشاہ کا منظورِ نظر اور کون ہوگا کہنے لگا "جس شخص کو بادشاہ سرفراز کرنا چاہے اُس کے لئے بادشاہ کا خلعتِ خاص، گھوڑا اور تاج منگوایا جائے اور پھر یہ چیزیں اُس کے ہاتھ میں دی جائیں۔ جو امیروں کا امیر ہو۔ یہ امیر اُس شخص کو آراستہ کرے اور شاہی گھوڑے پر سوار کرے اور شہر کے بازار میں گشت کرائے اور آگے آگے پکارتا جائے کہ جس کو بادشاہ سرفراز کرنا چاہے اُس کے لئے یہی کیا جائے گا۔"

بس بادشاہ نے حکم دیا " اے میروان جلدی کر اور بالکل اُسی طرح مردکی کے لئے انتظام کر اور خود اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے شہر سوسن میں گشت کرا خبردار، جو کچھ تو نے کہا ہے اُس سے ایک بات بھی کم نہ ہونے پائے۔"

میروان واپس گیا اور اُس نے اپنے دشمن کو آراستہ کیا اور شہر سوسن میں اُسی طرح گشت کرایا اور جب اس کام سے واپس ہو کر اپنے گھر گیا تو بہت ہی نڈھال اور غمگین تھا۔ اُس کی بیوی نے یہ واقعہ سنا تو کہا۔ "میں نے سنا ہے کہ مردکی شریعتِ موسوی کا ماننے والا ہے اور خداوند کے فرشتے اِن لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ تم اُس سے دشمنی کر کے کامیاب نہ ہو سکو گے۔"

صبح سویرے بادشاہ کے خدمت گار میروان کو بلانے آئے اور وہ ملکہ کی دعوت میں شرکت کرنے چلا گیا۔

جب شراب کا دور چل رہا تھا تو خسرو نے ملکہ سے پھر سوال کیا۔ "میری ملکہ مجھ سے کیا سوال کرنا چاہتی ہے؟"

جواب میں آستر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اُس نے کہا "بادشاہ میری جاں بخشی کریں اور میرے اہل خاندان کی بھی۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "میں نے تیری بھی جان بخشی کی اور تیرے خاندان کی بھی۔"

آستر بولی۔ "مگر میرے خاندان والوں کو بیچ ڈالا گیا ہے اگر انہیں لونڈی غلام بنانے کے لئے بیچا جاتا تو میں خاموش رہتی۔ لیکن اُنہیں قتل عام کے لئے بیچا گیا ہے۔"

بادشاہ نے پوچھا۔ "وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے بیچا ہے اور جو بیچے گئے ہیں۔۔۔؟"

آستر نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔۔۔ "بیچنے والا یہ خبیث میروان ہے۔ جس نے بادشاہ سے نشہ کی حالت میں یہودیوں کے قتلِ عام کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ حالانکہ مظلوم یہودیوں نے ہمیشہ بادشاہ اور اُس کے بزرگوں کی خدمت کی ہے۔"

بس بادشاہ غضب ناک ہوا اور محفل سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اور میروان گھبرا گیا۔ وہ ملکہ کے قدموں پر گرنے لگا۔ اور ملکہ چیخ مار کر باہر کی طرف بھاگی۔

بادشاہ دوسرے خدمت گاروں کے ساتھ اندر آیا۔ وہ سمجھا کہ شاید میروان نے ملکہ پر حملہ کرنا چاہا تھا۔

بادشاہ نے اشارہ کیا، اور میروان کو گرفتار کر لیا گیا۔ اُسی وقت خواجہ سرا خربونہ نے کہا۔۔۔

"میں نے میروان کے دروازے پر پچاس ہاتھ اونچی سولی بھی دیکھی ہے۔ جس پر میروان مردکی کو سولی دینا چاہتا تھا۔"

بادشاہ نے اُسی وقت حکم دیا کہ میروان کو اُسی سولی پر چڑھا دیا جائے۔

میروان کو سولی دیدی گئی اور بادشاہ کے تیز رفتار سوار یہودیوں کے قتلِ عام کے فرمان کو منسوخ کرنے کا نیا فرمان لے کر پوری مملکت میں دوڑ گئے۔

ان کے پاس دوسرا فرمان یہ تھا کہ تاریخ مقررہ پر یہودی اپنے دشمنوں کو قتل کر سکتے ہیں اور شاہی حکام اس کام میں یہودیوں کی مدد کریں گے۔

مقررہ تاریخ پر یہودیوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا۔۔۔ دارالسلطنت سوسن میں اُنھوں نے پانچسو آدمی قتل کئے۔ ان میں میروان کے دس بیٹے بھی تھے۔

پوری ریاست میں پچھتر ہزار دشمنانِ یہود قتل کئے گئے۔ اور (اُن کی فہرست بادشاہ خسرو نے ملکہ کو دکھائی باقی مضمون صـ ۲۰ پر)

لازمی بچت
کی رقوم کی واپسی

انکم ٹیکس دہندگان !

کیا آپ نے لازمی بچت اسکیم (انکم ٹیکس دہندگان) ایکٹ 1974 کے تحت 76-1975ء 77-1976ء 78-1977ء 79-1978ء یا 80-1979ء کے مالی برسوں کے دوران کوئی رقوم جمع کرائی ہیں ۔

اگر کرائی ہیں تو

آپ جمع شدہ رقوم بمعہ سود پانچ سالانہ اقساط میں واپس لینے کے حقدار ہیں ، یہ واپس ادائیگی اس مالی سال سے ، جس میں آپ نے رقوم جمع کرائی ہوں گی ، دو سال کے بعد سے شروع ہوگی

اس لئے

جمع کرائی گئی رقوم	واپس ادائیگی پانچ اقساط میں بمعہ سود
1.4.1975 — 31.3.1976	1.4.78 ، 1.4.79 ، 1.4.80 ، 1.4.81 و 1.4.82
1.4.1976 — 31.3.1977	1.4.79 ، 1.4.80 ، 1.4.81 ، 1.4.82 و 1.4.83
1.4.1977 — 31.3.1978	1.4.80 ، 1.4.81 ، 1.4.82 ، 1.4.83 و 1.4.84
1.4.1978 — 31.3.1979	1.4.81 ، 1.4.82 ، 1.4.83 ، 1.4.84 و 1.4.85
1.4.1979 — 31.3.1980	1.4.82 ، 1.4.83 ، 1.4.84 ، 1.4.85 و 1.4.86

رقوم واپس کیسے لیں

فارم "ای" پر اپنی پاس بک کے ساتھ اپنے جمع دفتر کو درخواست دیں ۔ فارم "ای" آپ کو اپنے بنک سے ملے گا ۔

جلدی کیجیے

رقوم کی واپسی کلیم کیجیے جو کہ یکم اپریل 1978ء ، یکم اپریل 1979ء ، یکم اپریل 1980ء یا یکم اپریل 1981ء کو واجب الادا ہو چکی ہیں

یہ بھی مت بھولئے

بعد ازاں کی اقساط جو یکم اپریل 1982ء ، یکم اپریل 1983ء اور یکم اپریل 1984ء وغیرہ کو واجب الادا ہیں ان کے کلیم بھی آپ کو کرنا ہیں ۔

یاد رکھیے

یکم اپریل 1981ء سے جمع کنندگان کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ قابل بازیافت اقساط کی رقوم بمعہ سود واپس نہ لیں ۔ اس حالت میں واپس نہ لی گئی رقوم پر سود اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک وہ جمع رہیں گی ۔ جیسے کہ وہ لازمی بچت ہوں اور لازمی بچت اسکیم (آمدنی ٹیکس دہندگان) ایکٹ 1974ء کی شقات ان رقوم اور ان پر واجب الادا سود پر لاگو رہیں گی ۔ اس مقصد کے لئے جمع کنندہ کو کوئی تحریری رضامندی داخل کرنے کی ضرورت نہیں ۔

ڈائریکٹوریٹ آف انسپکشن
ریسرچ اسٹیٹسٹکس اینڈ پبلی کیشن
محکمہ انکم ٹیکس نئی دہلی — 110001

davp. 81/381



عورتوں کیلئے

لڑکیوں کو چھیڑنے کی وبا

ہمارا اخلاق دن بدن گرتا چلا جا رہا ہے

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

ذیل کے مضمون میں زبیدہ بہن نے ایک طرف تو آجکل کے نوجوانوں کی بے راہ روی پر روشنی ڈالی ہے اور دوسری طرف اُن لڑکیوں کو بھی متنبہ کیا ہے۔ جو غلط روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ یہ مضمون مفید ثابت ہوگا۔

ہمارے ملک میں یہ شکایت عام ہے کہ آجکل سر راہ لڑکیوں کو چھیڑنے اور آوازے کسنے کی وبا بہت زیادہ بڑھ گئی ہے چنانچہ ایک بہن نوجوانوں کی اس اخلاقی گراوٹ پر اظہار افسوس کرتی ہوئی لکھتی ہیں۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مردوں میں شرافت اور انسانیت نام کے لئے بھی باقی نہیں رہی۔ کیسی ہی شکل و صورت کا مرد کیوں نہ ہو لیکن کوئی عورت نظر آ جائے تو اُسے ایسی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے گا جیسے اُس نے اِس سے پہلے کسی عورت کو دیکھا ہی نہیں ہے اور نوجوان لڑکوں کی تو کیفیت یہ ہے کہ کوئی لڑکی نظر پڑی نہیں یہ اُسے چھیڑنے کے لئے بے قرار ہو جاتے ہیں۔ فقرے کسنے ہیں اور لڑکیوں کو دیکھ کر عاشقانہ فلمی گیت گانا شروع کر دیتے ہیں۔ لڑکی اگر برقعہ پوش ہوتی ہے تو اُسے ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ اگر بس چلے تو اُس کا برقعہ تک اتار دیں۔"

ان بہن نے اپنے خط میں زمانہ حاضرہ کے نوجوانوں کی بدتمیزیوں کے بہت سے چشم دید واقعات بھی بیان کئے ہیں اور ان واقعات کے علاوہ انھوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ اگر کسی تنگ راستہ میں یا گلی میں نوجوانوں کا کسی لڑکی سے آمنا سامنا ہو جاتا ہے تو وہ موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُسے ضرور چھیڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ بازاروں اور نمائشوں میں نوجوان جس طرح لڑکیوں کے ساتھ بدتمیزیاں کرتے ہیں اُس پر ان بہن نے بڑے دکھ اور رنج کا اظہار کیا ہے۔

واقعی آجکل کے نوجوانوں نے عورتوں اور لڑکیوں کے معاملے میں جو اخلاق سوز روش اختیار کر رکھی ہے وہ بے حد قابل مذمت ہے کون نہیں جانتا کہ اِس ملک کے مستقبل اور ترقی کا دارو مدار نوجوانوں کے اخلاق اور کردار پر موقوف ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہمارے ملک کے نوجوان اپنے آپ کو اتنا گرا دیں کہ وہ کمزور عورتوں کو بھی سر راہ پریشان کرنا کوئی عیب نہ سمجھیں تو اِس بات کی کیونکر توقع کی جا سکتی ہے کہ قوم کی کشتی کے یہ ناخدا زمانہ کے منجدھار سے کشتی کو نکال کر پار لگا سکیں گے۔

اس موقعہ پر ایک بات اور بھی میں کہنا چاہتی ہوں کہ جس طرح آجکل کی عورتوں اور لڑکیوں کو مردوں اور لڑکوں کی اخلاقی پستی کی شکایت ہے۔ بالکل اسی طرح مردوں کو بھی آجکل کی بنی سنوری اور حسن و جمال کی نمائش کرنے والی لڑکیوں کی روش پر بھی شدید اعتراض ہے چنانچہ حال ہی میں مجھے ایک بھائی کا خط موصول ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں

"خدارا لڑکیوں کو سر راہ نمائش حسن سے روکئے کیونکہ اِس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ آجکل کی لڑکیوں کی حالت یہ ہے کہ وہ خوب بن سنور کر گھر سے نکلتی ہیں۔ اور مردوں کو آزادانہ دعوت نظر دیتی ہیں۔ اگر برقعہ میں ہیں تو عموماً نقاب اٹھا ہوا ہے۔ اور رنگین برقعہ میں سے گورا گورا مکھڑا اِس طرح چمکتا ہے جیسے کالی بدلی میں سے چاند۔ اور اگر برقعہ نہیں ہوتا ہے تو جسم پر ایسا لباس ہوتا ہے کہ اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

میں حیران ہوں کہ آخر سرراہ حسن و خوبصورتی کی یہ نمائش کیا معنی رکھتی ہے۔ حسن کی اِس بیبا کانہ نمائش ہی کا نتیجہ ہے کہ بعض من چلے نوجوان بے قابو ہو کر لڑکیوں کو چھیڑ بیٹھتے ہیں۔ اور اِس سے بڑے بڑے فتنے برپا ہو رہے ہیں؟

ان بھائی کے خط کی عبارت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جس طرح ہماری بہنوں کو لڑکوں کی چھیڑ چھاڑ اور اُن کی بے راہ روی کی شکایت ہے۔ اسی طرح ہمارے بھائی بھی زمانہ حاضرہ کی فیشن زدہ اور آزاد منش لڑکیوں کے شاکی ہیں۔ اور ان کا کہنا یہ ہے کہ "آجکل کی لڑکیاں خود ہی سرراہ حسن کی نمائش کر کے نوجوانوں کو بدنگاہی اور چھیڑ چھاڑ کی دعوت دے رہی ہیں"۔

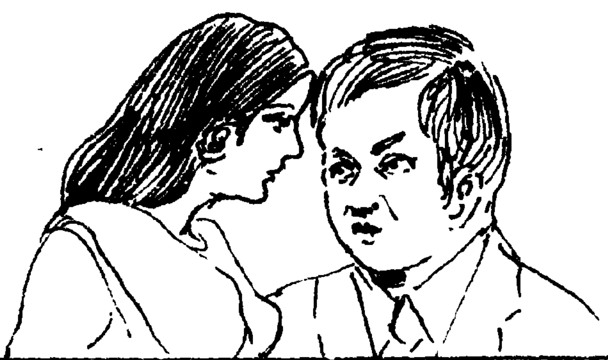
اصل بات یہ ہے کہ اِس ملک کے لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب ہی کے اخلاق گر چکے ہیں۔ اگر نوجوان سرراہ لڑکیوں کو چھیڑتے ہیں تو یہ بڑی ہی مذموم حرکت ہے اور اگر لڑکیاں سرراہ بن سنور کر نکلتی ہیں اور نوجوانوں کو دعوتِ نظارہ دیتی ہیں تو یہ بھی ہمارے لئے بڑے شرم کی بات ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ دونوں ہی شکایتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

اب میں ملک کے نوجوانوں سے دو باتیں کرنا چاہتی ہوں اور انہیں بتانا چاہتی ہوں کہ اس ملک کے روشن مستقبل کا دارومدار صرف تمہارے اعلیٰ اخلاق اور کردار پر موقوف ہے تم ہی کو آگے چل کر اس ملک کی رہنمائی کرنی ہے۔ اور تم ہی کو بد اخلاقیوں کو دور کر کے اس ملک کو قابل فخر بنانا ہے تم ہی اگر جذبات کی رو میں بہہ جاؤگے تو اِس ملک کی اصلاح کون کرے گا۔ اگر لڑکیاں غلطی سے اپنے حسن کی نمائش کرتی ہیں تو تمہیں اُنکی غلط روش سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے بلکہ ہر لڑکی کو اپنی بہن اور بیٹی سمجھ کر اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے

اس کے بعد میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے عرض کروں گی کہ تم قوم اور ملک کی سب سے مقدس امانت ہو تم وہ ہو جن کی کوکھ سے پیغمبر۔ اولیا۔ مصلحان قوم اور رہنما پیدا ہوئے ہیں اس لئے تمہارے اعمال اور کردار میں فرشتوں جیسی معصومیت اور حوروں جیسی پاکیزگی ہونی چاہئے

(باقی مضمون صـ۵۲ـ پر)

افسانہ



وعدہ

جذبات میں ڈوبی ہوئی کہانی

(از جناب انیس قیوم)

وہ شاید اتوار کا دن تھا اور برسات کا موسم۔ میں پکچر پیلیس سے نکل کر سامنے والے کیفے تک گیا تھا کہ کسی نسوانی آواز نے مجھے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

"مسٹر — او مسٹر — !"

میں نے پلٹ کر دیکھا پہچاننے کی کوشش کی لیکن چپ سادھنے ہی میں عافیت جانی اور آگے بڑھ گیا۔

"مسٹر عرفان !"

اُس نے پھر مجھے آواز دی۔ میرے نہ رکنے پر وہ خود میرے قریب چلی آئی اور میرے کندھے سے کندھا ملا کر بولی "مسٹر عرفان! کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا ؟"

میں اس اجنبی لڑکی کی غیر متوقع بے تکلفی پر بوکھلا گیا تھا۔

"جی جی — جی — !" اس سے آگے میں کچھ نہ کہہ سکا۔ کیونکہ اس لڑکی کا پہچاننا میرے لئے مشکل تھا۔ وہ حد درجہ ماڈرن اور خوبصورت نظر آ رہی تھی۔

"جی نہیں — !" میں بمشکل تمام کہہ سکا۔

"میں فرخ ہوں۔ مرزا صاحب کی لڑکی۔ جو کسی زمانہ میں آپ کے پڑوسی تھے۔"

"اوہ فرخ — !" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ میں نے اسکو پہچان لیا تھا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ فرخ ایک الھڑ ضدی اور شریر لڑکی کس طرح اِس خوبصورت ماڈل میں تبدیل ہو گئی۔

"کافی اچھی ہو گئی ہو —" میں نے اُس کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا جس پر وہ شرما گئی۔

پھر ہم ہوٹل کے ایک پر سکون اور خاموش گوشے میں تھے۔ جہاں دھیمی دھیمی لیکن صاف موسیقی کانوں کو بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ بوائے کے آتے ہی اُس نے نہ جانے کن کن چیزوں کا آرڈر دیدیا میں شمار تک نہ کر سکا۔

اور بل کی ادائیگی کے وقت جب میں نے اپنی جیب سے پرس نکالنا چاہا تو اُس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اور بولی "پیسے میں ادا کروں گی۔ آپ میرے مہمان ہیں نا۔" اُس کے لہجہ میں مٹھاس تھی۔

اب میں اُس کی کار میں تھا۔ اُس کا ڈرائیور اگلی نشست پر بیٹھا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اور وہ پچھلی سیٹ پر میرے پاس بیٹھی نہ جانے گھومتے بھاگتے درختوں، اور پہاڑیوں میں کیا کھوج رہی تھی۔ میں ڈرائیور کے بازو میں بیٹھ جانا چاہتا تھا۔ لیکن اُس نے مجھے اِس کی اجازت نہیں دی۔

وہ اپنے خیالوں میں مگن تھی۔ اور میں کئی برس پھلانگ کر اس ماحول میں جا پہنچا جہاں کی فضائیں وہی تھیں جو اِس وقت تھیں وہ کوئی چار برس کی تھی اور میں کوئی سات برس کا۔

ہمارے فلیٹ آمنے سامنے تھے جن کے درمیان ایک لمبی سی پر پیچ شاہراہ گزرتی تھی، میں ہر صبح اس مخصوص شاہراہ کو پھلانگ کر اُس کے فلیٹ پر جا پہنچتا اور ہر شام وہ اسی شاہراہ کو پھلانگ کر میرے پاس آ دھمکتی تھی۔

بچپن کے دن بھی کتنے معصوم ہوتے ہیں۔ پاپا فوج میں اچھی پوسٹ پر تھے۔ اور ہمارا مختصر کنبہ جس میں پاپا اور امی ہی تھے، بڑا خوش و خرم تھا۔ ادھر فرخ اپنے ننھے منے بھائی فرید کے ساتھ رہا کرتی تھی، اُس کے پاپا ڈاکٹر تھے۔ ویسے وہ بڑے رئیس بھی تھے۔ جن کی کافی بڑی جائیداد تھی۔

زندگی نے کروٹ لی اور سب کچھ تہس نہس ہو کر رہ گیا ـــــ وطن کے فدائی ایک نہ ایک دن وطن کے کام آ ہی جاتے ہیں۔ میرے پاپا فوج میں کام آ چکے تھے۔ اب ہمارے برے دن آہستہ آہستہ قدم رکھ رہے تھے پاپا کے ساتھ ہمارا چین آرام سب کچھ چلا گیا تھا۔ اس طرح ہمیں وہ اپنا سرکاری فلیٹ بھی چھوڑ دینا پڑا ـــ ماں اب تک صعوبتیں برداشت کرتی۔ مختصر پنشن میں گزارہ ممکن نہ تھا۔ جو کچھ بھی ملتا تھا وہ میری تعلیم پر ہی لگ جاتا جیسا جوں توں کرکے انٹرمیڈیٹ ہوا، تو ماں بھی مجھے دنیا میں اکیلا چھوڑ کر بہت دور جا چکی تھیں۔

میں نے ساری پرانی باتوں کو اپنے اندر دفن کر لیا۔ انہیں یکسر بھول جانے کی کوشش کی لیکن بھول نہ سکا۔ بچپن کے وہ دلچسپ کھیل وہ ہار جیت ـــ وہ ماں کی ڈانٹ پھٹکار ـــ کسی زمانہ میں ایک لڑکی نے ایک وعدہ کیا تھا۔ ایک بچکانی بات بھی۔ جسے میں کبھی بھول نہیں سکا تھا۔ نہ جانے کیوں؟

وہ فرخ ہی تھی۔ جس نے کہا تھا ـــ "عرفان! کیا تم اس کھڑکی کے سائبان پر سے کود سکو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں اگر کود گیا تو تم اس کے بدلے میں کیا انعام دوگی؟" میں نے اس سے پوچھا تھا۔

"تم جو مانگو گے وہی" اس نے اترا کر کہا تھا۔ اور میں سچ مچ کسی نہ کسی طرح اس سائبان سے کود گیا تھا۔ لیکن مجھے یاد ہے مجھے اس حرکت کی بڑی بھاری سزا ملی تھی۔ لیکن میرا انعام فرخ کے پاس محفوظ ہو گیا تھا۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ مجھے اس سے انعام طلب کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ کیونکہ ان ہی دنوں پاپا کے انتقال کے باعث ہم شہر چھوڑ چکے تھے

بیٹھے بیٹھے چونک کر فرخ نے کہا ـــ "تم چپ کیوں ہو عرفان انہیں یاد بھی ہیں بیتے بچپن کی باتیں" وہ اب آپ سے تم پر اتر آئی تھی

"اوہ ـــ مجھے کچھ یاد نہیں۔ میں نے انجان بننے کی کوشش کی

"کچھ بھی یاد نہیں؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانک کر تعجب کا اظہار کیا "یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے تم سے ایک بار کوئی وعدہ کیا تھا؟" پھر وہ اچانک ہنسنے لگی۔ اور پھر بولی ـــ "یاد ہے تمہیں دیوار پر کودنے کی اور بلندیاں پھلانگنے کی عادت تھی؟"

"کچھ یاد نہیں پڑتا" میں نے انجان بنتے ہوئے خواہ مخواہ ذہن پر زور دینے کی کوشش کی۔"

فرخ ہنسنے لگی اور پھر بولی۔ "یاد ہے تم نے ایک بار نمایاں کامیابی حاصل کی تھا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ اس کے صلے میں کچھ مانگنے کو کہا تھا۔ لیکن تم کو کچھ مانگنے کی فرصت نہ مل سکی تھی۔ کیونکہ ابھی دونوں تمہارے پاپا ۔۔۔ اتنا کہہ کر وہ کچھ اداس سی ہو گئی۔ میں نے دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے تھے۔

کوٹھی آچکی تھی جو کسی غیر آباد علاقہ میں تھی لیکن اتنی شاندار کوٹھی کو دیکھ کر میں تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر اس نے میرا تعارف اپنے پاپا سے کرایا۔ میں نے ان کی اجازت اور فرخ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ میرا بھی دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ وہ روزانہ مجھے آفس چھوڑ آتی۔ اور واپسی پر لیجاتی۔

ایک بار نہ جانے کیوں اداس اور مغموم تھا کہ فرخ نے پکچر چلنے کی پیشکش کی جسے میں قبول نہ کر سکا تھا۔ وہ شاید میری اداسی بھانپ چکی تھی بولی۔

"اچھا جانے دیجئے۔ اپنا انعام مانگئے جس کی شرط ہم آج سے بارہ برس پہلے ہو چکی تھی۔"

"جی میں آیا کہہ دوں "میرا انعام تمہاری صورت ہے۔ لیکن الفاظ زبان تک آ کر رک گئے۔ لاکھ چاہتے ہوئے بھی میں دل کی بات نہ کہہ سکا۔ اور ہم پھر پکچر کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور اسی طرح دن گزرتے رہے۔

ایک دن وہ بڑی خوش تھی مجھے سجا بجا کر ایروڈروم تک لے گئی۔ کار ایک طرف پارک کرنے کے بعد وہ اس حصے میں آچکی تھی جہاں لوگوں کی بھیڑ زیادہ تھی۔ وہ بار بار آسمان کی جانب دیکھ رہی تھی۔ میں اس کی حرکات اور سکنات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اتنے میں طیارہ آ گیا۔ اور سب طیارے کی جانب لپکے خود فرخ بھی مجھے وہیں چھوڑ کر دوڑ پڑی۔ جس کی مجھے خبر تک نہ ہو سکی۔ میں اسے آس پاس تلاش کرتا ہی رہ گیا تقریباً دس منٹ بعد میں نے دیکھا، وہ کسی خوبصورت نوجوان کے کندھے سے کندھا ملائے ہنستی، اٹھلاتی اپنا بایاں ہاتھ ہلا ہلا کر مجھے بلا رہی تھی، لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے میں حد درجہ گھبرا گیا۔ وہ دونوں میرے نزدیک آ گئے اس نے میرا تعارف اس نوجوان سے کرایا۔

"شہریار! ان سے ملو! یہ ہیں میرے بچپن کے ساتھی مسٹر عرفان سعید ویری کلوز فرینڈ۔ اور آپ ۔۔۔" اس کا اشارہ شہریار کی طرف تھا۔ "آپ ہیں میرے منگیتر مسٹر شہریار۔ ایم بی بی ایس کے بعد اعلیٰ تعلیم کیلئے لندن گئے تھے۔" اتنا کہہ کر وہ ہنس پڑی۔

"مبارک ہو" کہتے کہتے میری آواز مدھم ہو گئی۔ جیسے میرے دل کے ہزار ٹکڑے ہو گئے ہوں۔

شہریار کیا آیا گویا فرخ کے دامن میں خوشیوں کے پھول اور میرے دامن میں انگارے بھر گئے۔ ہر روز کوئی نہ کوئی پروگرام بنتا۔ ہر اتوار پکنک منائی جاتی اور مجھے بھی اس میں شامل کر لیا جاتا۔ ایک اتوار پکنک اور ایک اتوار سوئمنگ پول پر گزر گیا۔ اب تیسرا اتوار تھا۔ یہ تیسرا اتوار میری زندگی میں خاص اہمیت رکھتا تھا۔

اگلے ہی روز مرزا صاحب نے مجھے بلا کر کہا "بیٹے عرفان! اب تمہیں ہی اپنی بہن کی شادی کا سارا انتظام کرنا ہوگا کیونکہ ہمارا لڑکا تو لندن رہ رہا ہے۔"

"بہن ۔۔۔" ! میرے ذہن پر ایک ہتھوڑا سا پڑا۔ اور چند سیکنڈ کیلئے مجھے آنکھیں موند لینی پڑیں۔ "جی اچھا" میں بمشکل تمام کہہ سکا۔

پھر اتوار کی شام سب نے دیکھا، برقی قمقمے، رنگ برنگی جھاڑ فانوس اور سرخ منڈپ کے نیچے فرخ اور شہریار کتنے پیارے لگ رہے تھے۔

رخصتی پر جب دونوں مجھ سے ملنے آئے تو میں نے فرخ کو یاد دلایا۔

"فرخ! تم نے میرا قرضہ نہیں چکایا۔ اور ویسے ہی چل دیں ۔۔۔" میں نے بناوٹی ہنسی کے ساتھ کہا۔ جس میں میرے دل کا سارا درد سمٹ آیا۔

"کون سا قرض؟" اس نے ڈرتے ڈرتے زبان کھولی۔ شہریار بھی کچھ پریشان سا ہو گیا۔

"میرا انعام فرخ! آج سے بارہ سال پہلے تم نے مجھ سے کچھ مانگنے کو کہا تھا۔

"ہاں!" فرخ کی کاجل بھری آنکھیں خوف و حراس سے پھیل گئیں پھر اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا "مانگئے!"

میرے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ ابھری میں نے کہا ۔۔۔

"فرخ میرے قریب آؤ!"

میرے اس طرح کہنے پر وہ قریب آنے کے بجائے ایک قدم اور پیچھے ہٹ گئی شہریار کی کیفیت عجیب تھی، اس نے آہستگی سے فرخ کو دھکیل کر آگے کر دیا۔

زندگی نے کروٹ لی اور سب کچھ تہس نہس ہو کر رہ گیا ـــــ وطن کے فدائی ایک نہ ایک دن وطن کے کام آ ہی جاتے ہیں۔ میرے پاپا فوج میں کام آ چکے تھے۔ اب ہمارے برے دن آہستہ آہستہ قدم رکھ رہے تھے پاپا کے ساتھ ہمارا چین آرام سب کچھ چلا گیا تھا۔ اس طرح ہمیں وہ اپنا سرکاری فلیٹ بھی چھوڑ دینا پڑا ـــ ماں کب تک صعوبتیں برداشت کرتیں مختصر پنشن میں گزارہ ممکن نہ تھا۔ جو کچھ بھی ملتا تھا وہ میری تعلیم پر ہی لگ جاتا میں جوں توں کر کے انٹرمیڈیٹ ہوا، تو ماں بھی مجھے دنیا میں اکیلا چھوڑ کر بہت دور جا چکی تھیں۔

میں نے ساری پرانی باتوں کو اپنے اندر دفن کر لیا۔ انہیں یکسر بھول جانے کی کوشش کی لیکن بھول نہ سکا۔ بچپن کے وہ دلچسپ کھیل وہ ہار جیت ـــ وہ ماں کی ڈانٹ پھٹکار ـــ کسی زمانہ میں ایک لڑکی نے ایک وعدہ کیا تھا۔ ایک بچکانی بات بھی۔ جسے میں کبھی بھول نہیں سکا تھا۔ نہ جانے کیوں؟

وہ فرخ ہی تھی۔ جس نے کہا تھا ــ "عرفان! کیا تم اس کھڑکی کے سائبان پر سے کود سکو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں اگر کود گیا تو تم اس کے بدلے میں کیا انعام دو گی؟" میں نے اس سے پوچھا تھا۔

"تم جو مانگو گے وہی ـ" اس نے اترا کر کہا تھا۔ اور میں سچ مچ کسی نہ کسی طرح اس سائبان سے کود گیا تھا۔ لیکن مجھے یاد ہے مجھے اس حرکت کی بڑی بھاری سزا ملی تھی۔ لیکن میرا انعام فرخ کے پاس محفوظ ہو گیا تھا۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ مجھے اس سے انعام طلب کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ کیونکہ اُن ہی دنوں پاپا کے انتقال کے باعث ہم شہر چھوڑ چکے تھے

بیٹھے بیٹھے چونک کر فرخ نے کہا ــ "تم چپ کیوں ہو عرفان انہیں یاد بھی ہیں بچپن کی باتیں" وہ اب آپ سے تم پر اتر آئی تھی

"ادھر ــ مجھے کچھ یاد نہیں۔ میں نے انجان بننے کی کوشش کی

"کچھ بھی یاد نہیں؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانک کر تعجب کا اظہار کیا "یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے تم سے ایک بار کوئی وعدہ کیا تھا" پھر وہ اچانک ہنسنے لگی۔ اور پھر بولی ـــ "یاد ہے تمہیں دیدہ دلیری کودنے کی اور بلندیاں پھلانگنے کی عادت تھی"

"کچھ یاد نہیں پڑتا کہ میں نے انجان بنتے ہوئے خوامخواہ ذہن پر زور دینے کی کوشش کی۔"

فرخ ہنسنے لگی اور پھر بولی۔ "یاد ہے تم نے ایک بار نشانہ چلایا تھا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ اُس کے صلے میں کچھ مانگنے کو کہا تھا۔ لیکن تم کو کچھ مانگنے کی فرصت نہ مل سکی تھی۔ کیونکہ ابھی دونوں تمہارے پاپا۔۔۔ اتنا کہہ کر وہ کچھ اداس سی ہو گئی۔ میں نے دیکھا اُس کی آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے تھے۔

کوٹھی آچکی تھی جو کسی غیر آباد علاقہ میں تھی لیکن اتنی شاندار کوٹھی کو دیکھ کر میں تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر اُس نے میرا تعارف اپنے پاپا سے کرایا۔ میں نے اُن کی اجازت اور فرخ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ میرا بھی دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ وہ روزانہ مجھے آفس چھوڑ آتی۔ اور واپسی پر لیجاتی۔

ایک بار میں نہ جانے کیوں اداس اور مغموم تھا کہ فرخ نے پکچر چلنے کی پیشکش کی جسے میں قبول نہ کر سکا تھا۔ وہ شاید میری اُداسی بھانپ چکی تھی بولی۔

"اچھا جانے دیجئے۔ اپنا انعام مانگئے جس کی شرط تم آج سے بارہ برس پہلے "ہو چکی تھی۔"

"جی میں آیا کہہ دوں "میرا انعام تمہاری صورت ہے۔ لیکن الفاظ زبان تک آ کر رک گئے۔ لاکھ چاہتے ہوئے بھی میں دل کی بات نہ کہہ سکا۔ اور ہم پکچر کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور اسی طرح دن گزرتے رہے۔

ایک دن وہ بڑی خوش تھی مجھے سمجھا بجھا کر ایروڈروم تک لے گئی۔ کار ایک طرف پارک کرنے کے بعد وہ اُس حصے میں آچکی تھی جہاں لوگوں کی بھیڑ زیادہ تھی۔ وہ بار بار آسمان کی جانب دیکھ رہی تھی۔ میں اُس کی حرکات اور سکنات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اتنے میں طیارہ آ گیا۔ اور سب طیارے کی جانب لپکے خود فرخ بھی مجھے وہیں چھوڑ کر دوڑ پڑی۔ جس کی مجھے خبر تک نہ ہو سکی۔ میں اسے آس پاس تلاش کرتا ہی رہ گیا تقریباً دس منٹ بعد میں نے دیکھا، وہ کسی خوبصورت نوجوان کے کندھے سے کندھا ملائے ہنستی، اٹھلاتی اپنا بایاں ہاتھ ہلا ہلا کر مجھے بلا رہی تھی، لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے میں حد درجہ گھبرا گیا۔ وہ دونوں میرے نزدیک آ گئے اُس نے میرا تعارف اُس نوجوان سے کرایا۔

"شہریار! ان سے ملو! یہ ہیں میرے بچپن کے ساتھی مسٹر عرفان سعید

ویری کلوز فرینڈ۔ اور آپ ۔۔۔" اُس کا اشارہ شہریار کی طرف تھا۔

"آپ ہیں میرے منگیتر مسٹر شہریار۔ ایم بی بی ایس کے بعد اعلیٰ تعلیم کیلئے فارن گئے تھے۔" اتنا کہہ کر وہ ہنس پڑی۔

"مبارک ہو" کہتے کہتے میری آواز مدھم ہو گئی۔ جیسے میرے دل کے ہزار ٹکڑے ہو گئے ہوں۔

شہریار کیا آیا گویا فرخ کے دامن میں خوشیوں کے پھول اور ہیرے دامن میں انگارے بھر گئے۔ ہر روز کوئی نہ کوئی پروگرام بنتا۔ ہر اتوار پکنک منائی جاتی اور مجھے بھی اُس میں شامل کر لیا جاتا۔ ایک اتوار پکنک اور ایک اتوار سوئمنگ پول پر گزر گیا۔ اب تیسرا اتوار تھا۔ یہ تیسرا اتوار میری زندگی میں خاص اہمیت رکھتا تھا۔

اگلے ہی روز مرزا صاحب نے مجھے بلا کر کہا "بیٹے عرفان! اب تمہیں ہی اپنی بہن کی شادی کا سارا انتظام کرنا ہوگا کیونکہ ہمارا فیوچر نوکھ لنڈر رہا ہے۔"

"بہن ۔۔۔۔!!" میرے ذہن پر ایک ہتھوڑا سا پڑا۔ اور چند سیکنڈ کیلئے مجھے آنکھیں موند لینی پڑیں ۔ "جی اچھا" میں بمشکل تمام کہہ سکا۔

تیسرا اتوار کی شام سب نے دیکھا، برقی قمقمے، رنگ برنگی جھاڑ فانوس اور سرخ منڈپ کے نیچے فرخ اور شہریار کتنے پیارے لگ رہے تھے۔

رخصتی پر جب دونوں مجھ سے ملنے آئے تو میں نے فرخ کو یاد دلایا۔

"فرخ! تم نے میرا قرضہ نہیں چکایا۔ اور ویسے ہی چل دیں ۔۔" میں نے بناوٹی ہنسی کے ساتھ کہا۔ جس میں میرے دل کا سارا درد سمٹ آیا۔

"کون سا قرض؟" اُس نے ڈرتے ڈرتے زبان کھولی۔ شہریار بھی کچھ پریشان سا ہو گیا۔

"میرا انعام فرخ! آج سے بارہ سال پہلے تم نے مجھ سے کچھ مانگنے کو کہا تھا۔

"ہاں!" فرخ کی کاجل بھری آنکھیں خوف و ہراس سے پھیل گئیں پھر اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا "مانگئے!"

"میرے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ اُبھری میں نے کہا ۔۔۔۔

"فرخ میرے قریب آؤ!"

میرے اس طرح کہنے پر وہ قریب آنے کے بجائے ایک قدم اور پیچھے ہٹ گئی شہریار کی کیفیت عجیب تھی، اس نے آہستگی سے فرخ کو دھکیل کر میرے آگے کر دیا۔

میں نے فرخ کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"فرخ! شہریار کو اتنا پیار دو، اتنا پیار دو کہ دنیا میں کسی بیوی نے اپنے شوہر کو نہ دیا ہو۔ بس یہی میرا انعام ہے۔ اور ہاں شہریار تم میری بہن کو یوں رکھنا۔ جیسے تم نے ایک خوبصورت تازہ گلاب اپنے کوٹ پر سجا رکھا ہے۔

دونوں مجھ سے بے اختیار لپٹ گئے۔ ابھی ابھی میں ان دونوں کو رخصت کر کے آرہا ہوں۔

عورتوں کے لیۓ

(باقی مضمون ص۴۲)

اگر تمہیں بننے اور سنورنے کا شوق ہے تو خوشی سے بناؤ سنگھار کرو مگر خدارا مجھے بتاؤ کہ سر راہ حسن کا جلوہ دکھانے سے تمہارا کیا مقصد ہے تم جن پاکباز ماؤں کے آغوش میں پلی ہو اُن کی احتیاط کا تو یہ عالم تھا کہ کسی غیر نے اُن کا پلو تک نہیں دیکھا۔ پھر تم غلط راستہ پر کیوں چلی جا رہی ہو؟

تم کو مغرب زدہ قوموں اور عورتوں کی تقلید نہیں کرنی چاہئے بلکہ تم کو حضرت خدیجہؓ - حضرت عائشہ صدیقہؓ - حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت رابعہ بصری اور ان صحابیات کی تقلید کرنی چاہئے جنھوں نے سارے جہان کی عورتوں کو نیکی اور پاکیزگی کی روشنی دکھائی ہے۔

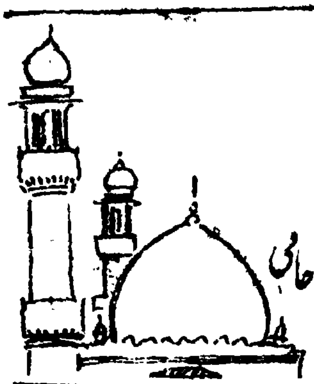
بنت اسرائیل

(باقی مضمون ص۴۵)

ملکہ بہت خوش ہوئی اور بنیا فرمان حاصل کیا۔ کہ انتقام گویہ تاریخ یہودیوں کے لئے "جشن عید" بنا دی جائے۔

ادار مہینے کی چودھویں تاریخ کو یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ چنانچہ ادار کو عبرانی زبان کو وادریم کر کے یہودیوں نے پندرہویں تاریخ کو یوم عید منایا اور ایک عورت کی قوم پرستی نے پوری قوم کو تباہی و بربادی کے غار سے باہر نکال لیا۔

دنیائے اسلام پر ایک نظر



لبنان پر اسرائیلی حملہ جنگ کا پیش خیمہ

ایرانی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش خان عبدالغفار کے صاحبزادے غداروں کے حامی

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

لبنان پر اسرائیل کا حملہ جنگ کا پیش خیمہ

امریکہ کی ریگن ایڈمنسٹریشن نے اسرائیل کے معاملہ میں ایک نئی عیارانہ پالیسی اختیار کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ "امریکہ چور سے تو یہ کہتا ہے کہ چوری کر اور شاہ سے کہتا ہے کہ تیرا مال لوٹتا ہے"۔ یعنی امریکہ پہلے تو اسرائیل کو جارحانہ حملوں کی شہ دیتا ہے۔ اور پھر اسکی مذمت کرتا ہے۔ یہ ہی اس نے عراق کے ایٹمی پروجیکٹ یہ ہی اس نے عراق کے ایٹمی پروجکٹ کی تباہی پر کیا تھا۔ اور یہی گولان کی پہاڑیوں پر اسرائیل کے غاصبانہ قبضہ کے موقعہ پر کیا تھا۔ اور اب یہی لبنان پر حالیہ اسرائیل کے جارحانہ حملہ کے بعد کیا ہے۔ چنانچہ بظاہر تو امریکہ نے اس حملہ پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے مگر امریکہ دل میں خوش ہے کہ لبنان پر اسرائیل کے حملوں سے امریکہ کی مدد کے لئے ایک نئے اسرائیل کے قیام کی داغ بیل لبنان میں پڑ رہی ہے۔

یہ یاد رہے کہ حال ہی میں یعنی ۲۲ اپریل کو اسرائیل نے لبنان کے کئی شہروں اور دیہاتوں پر اندھا دھند بم باری کی ہے جو جنگ بندی کی قرارداد اور اقوام متحدہ کی ہدایت کے سراسر خلاف ہے اس بم باری سے لبنان میں سیکڑوں افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ اکثر علاقے ویران ہو گئے ہیں اور شام کے کئی بمبار جہاز اس اسرائیلی حملہ کا مقابلہ کرتے ہوئے تباہ ہوگئے اور اس عظیم تباہی کے بعد جسکا علم پہلے ہی سے امریکہ کو ضرور ہوگا امریکہ نے لبنان پر اسرائیل کے اس جارحانہ حملہ کی مذمت کرتے ہوئے اسرائیل سے کہاہے کہ وہ لبنان میں حملے بند کردے۔ حالانکہ دل ہی دل میں امریکہ لبنان کی اس تباہی پر خوش ہے۔

لبنان غالبا دنیا کا سب سے بدقسمت ملک ہے جسکی تباہی اور بربادی تقریبا چھ سات سال سے امریکہ کی پشت پناہی اور اسرائیل کی جارحیت پسندی کی بدولت جاری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسرائیل کے پے در پے حملوں نے اس خوبصورت شہر کو اجاڑ کر رکھدیا ہے لبنان ان دنوں تین حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ بیروت کے شمال میں عیسائیوں کا غلبہ ہے اور اسرائیل کی سرحد کے ساتھ ملی ہوئی جو پٹی ہے اس پر میجر حداد کے زیر اثر اسرائیل کی حکومت ہے۔ اور جو حصہ باقی رہجاتا ہے وہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ اور جہاں تک مرکزی حکومت کا تعلق ہے وہ قطعی بے جان بن کر رہ گئی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ امریکہ اور اسرائیل لبنان کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا چاہتے ہیں۔ انکی کوشش ہے کہ ایک حصہ میں تو اسرائیل اور عیسائیوں کی ایک نئی حکومت قائم ہو جائے۔ یعنی ایک نئی اسرائیلی حکومت کے قیام کی فکر میں ہیں اور باقی حصہ مسلمانوں کے لئے چھوڑدینا چاہتے ہیں۔ اسی طرح چھ سات سال سے لبنان میں تباہی برپا ہے۔

اسرائیل کے لبنان پر تازہ حملہ سے یہ اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ کہیں کوئی نئی جنگ عظیم نہ چھڑ جائے۔ اس لئے پوری دنیا میں اس حملہ کی مذمت کی جارہی ہے۔ معلوم نہیں کہ بدنصیب لبنان کو کب اس تباہی سے نجات ملیگی

ایرانی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش

ایران کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ ایران کے سب سے طاقتور شیعہ مذہبی رہنما آیت اللہ کاظم شریعت مداری کو علامہ خمینی کی حکومت کا تختہ الٹنے کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ یہ یاد رہے کہ

آیت اللہ شریعت مداری سے قبل ایران کے سابق وزیر خارجہ "صادق قطب زادہ" اسی الزام میں گرفتار کیے جا چکے ہیں۔

ایران کے باخبر حلقوں کی اطلاع ہے کہ ان دنوں ایران میں آیت اللہ خمینی کی ساکھ گر رہی ہے۔ اور ایران کا ایک بڑا طبقہ آیت اللہ شریعت مداری کی قیادت کا خواہشمند ہے۔ اسلئے ملا خمینی نے انہیں اپنے راستہ سے ہٹانے کے لئے اُن پر غداری کا الزام عائد کر دیا ہے اور انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔

اور صرف یہی نہیں ہو رہا ہے بلکہ آیت اللہ شریعت مداری کے خلاف جلوس نکالے جا رہے ہیں۔ اُن کے خلاف تقریریں کرائی جا رہی ہیں۔ اور یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ آیت اللہ شریعت مداری اور سابق وزیر خارجہ قطب زادہ کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔

آیت اللہ شریعت مداری اور سابق وزیر خارجہ کا ایک گناہ یہ بھی ہے کہ ایران کے یہ دونوں لیڈر گاہ بگاہ علامہ خمینی کی قاتلانہ پالیسی پر نکتہ چینی کرتے رہے ہیں اسلئے علامہ خمینی کے نزدیک وہ بجا طور پر اس کے مستحق ہیں کہ ان دونوں کو تہ تیغ کر دیا جائے۔ اس وقت تک ایران کے سیکڑوں لیڈر علامہ خمینی کے اشارہ پر قتل کئے جا چکے ہیں۔

اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ اب جلد ہی آیت اللہ شریعت مداری اور قطب زادہ کو بھی پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ معلوم نہیں کہ غریب ایرانی عوام کو کب اسلام کو بدنام کرنے والے ان قاتل خاؤں سے نجات ملیگی

خان عبدالغفار خاں کے صاحبزادے غداروں کے حامی

خان عبدالغفار خاں کے صاحبزادے ولی خاں جو حال ہی میں اپنے والد سے ملنے کے لئے کابل گئے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے کھل کر کابل کی اُس غدار کارمل حکومت کی حمایت کی ہے۔ جس نے کہ افغانستان پر سوویت روس کا قبضہ کرا کے افغانی باشندوں کو ان دنوں شدید مشکلات میں مبتلا کر رکھا ہے کارمل حکومت کی تشدد پسندی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آدھی سے زیادہ افغانستان کی آبادی یا تو قتل کی جا چکی ہے یا اُسے جلاوطن ہونے پر مجبور کر دیا گیا ہے اس غدار حکومت کی حمایت میں بیان دیتے ہوئے خان ولی خان نے کہا ہے کہ۔

"اگر افغانستان کو بین الاقوامی سطح پر یہ ضمانت مل جائے کہ افغانستان کی جنگ ختم ہو جائے گی اور اُس کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔ تو روسی فوجوں کی واپسی ممکن ہے۔ افغانستان کی کارمل حکومت اور روس کی حکومت کو ایسی ضمانت کے بعد ہی روسی فوجوں کی واپسی کا پروگرام مرتب ہو سکتا ہے"

گویا اس وقت افغانستان میں جو مذہب پسند مجاہدین بیرونیوں کو وطن سے نکالنے کے لئے برسرپیکار ہیں۔ اُن کو خان ولی خاں نے بیرونی حملہ آور قرار دے دیا ہے۔ اور اُن کی نظر میں اُن مجاہدین آزادی کے خون کی کوئی قیمت نہیں ہے جو وہ غیر ملکیوں کے تسلط سے اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لئے بہا رہے ہیں۔

ہمکو یہ بات تسلیم ہے کہ سوویت روس کی زر خرید کارمل حکومت نے خان عبدالغفار خاں کو اپنے دامن میں پناہ دے رکھی ہے۔ اور خان عبدالغفار خاں ان دنوں اسی غدار حکومت کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے عیوض میں خان عبدالغفار خاں اور اُن کے صاحبزادے حق سے بالکل ہی منحرف ہونے کے بعد کھلم کھلا غداروں کی حمایت کرنے لگیں جب اتنے بڑے بڑے لیڈر اس طرح موقعہ شناس بن سکتے ہیں تو پھر عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ بہرحال خان ولی خاں کا یہ بیان نہایت ہی قابل مذمت ہے

سعودی عرب میں وزیراعظم کا خیر مقدم

وزیراعظم اندرا گاندھی حال ہی میں سعودی عرب کے چار روزہ دورے پر جب گئی تھیں تو ان کا ایک مثالی اور نہایت ہی پرجوش خیر مقدم کیا گیا ہے۔ اس موقعہ پر نہ صرف شاہ سرخیوں کے ساتھ وزیر اعظم کی آمد کی خبریں شائع کی گئیں ہیں بلکہ اخبارات نے بڑے بڑے طویل اداریے لکھے ہیں۔

"عرب نیوز" نے لکھا ہے "وزیراعظم ہند کی سعودی عرب میں آمد ہند اور سعودی عرب کے تعلقات میں ایک اچھی پیش رفت ہے۔ مسز اندرا گاندھی کا سعودی عرب کا دورہ ملک عرب کے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ دورہ ایسے وقت میں ہو رہا ہے جبکہ روسی افواج افغانستان میں اور امریکی بحری بیڑہ بحر ہند میں ہے

ایسی صورت میں اس علاقہ میں امن اور استحکام قائم رکھنے کے لئے ہندوستان اور ساری دنیا کے ملکوں کے مابین سیاسی تعلقات کا قیام بے حد ضروری ہے۔" اخبار نے اس توقع کا اظہار کیا ہے کہ "مسز گاندھی کا یہ دورہ دونوں ملکوں کے درمیان آزادی اور ناوابستگی کے اصول پر مبنی موثر اور مشترکہ تعاون کے لئے راہ ہموار کرے گا۔"

ایک دوسرے اخبار نے اپنے تبصرہ میں لکھا ہے کہ "مسز اندرا گاندھی کے دورے سے اقتصادی صنعتی اور دوسرے مختلف میدانوں میں مزید تعاون کے لئے راہ ہموار ہوگی اور یہ دورہ دونوں ملکوں کو قریب لانے میں بے حد معاون ثابت ہوگا۔" افکار کے تبصرہ نگار نے لکھا ہے کہ "ہندوستان کی تکنیکی اور سائنسی صلاحیت کی بدولت دونوں ملکوں کے درمیان وسیع تر تعاون کی گنجائش پیدا ہوگئی ہے اگر سعودی حکومت ہندوستان کے مسلمانوں کی انفرادی طاقت سے استفادہ حاصل کرنے کے لئے کوئی منصوبہ بند پروگرام تیار کرے تو اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔" مختصر یہ کہ سب ہی سعودی اخبارات نے مسز اندرا گاندھی کا نہایت ہی پرجوش خیر مقدم کیا ہے۔

اسرائیل کو اقوام متحدہ سے نکالنے کی کوشش

اگر امریکہ کے ہاتھ میں "ویٹو" کا ہتھیار نہ ہوتا تو شاید اب سے بہت پہلے اسرائیل کو اقوام متحدہ سے نکالا جا چکا ہوتا۔ کیونکہ اقوام متحدہ میں شامل جتنے بھی ملک ہیں ان میں سے اکثریت کی رائے یہ ہے کہ "اسرائیل جس کے ہاتھوں کئی سال سے اقوام متحدہ کی تذلیل ہو رہی ہے۔ اسے اقوام متحدہ سے جس طرح بھی ممکن ہو نکال دیا جائے۔" چنانچہ اس ضمن میں ایک نہایت ہی اہم قرارداد جنرل اسمبلی میں پیش ہونے والی ہے۔ جس پر امریکہ بے حد چراغ پا ہے۔

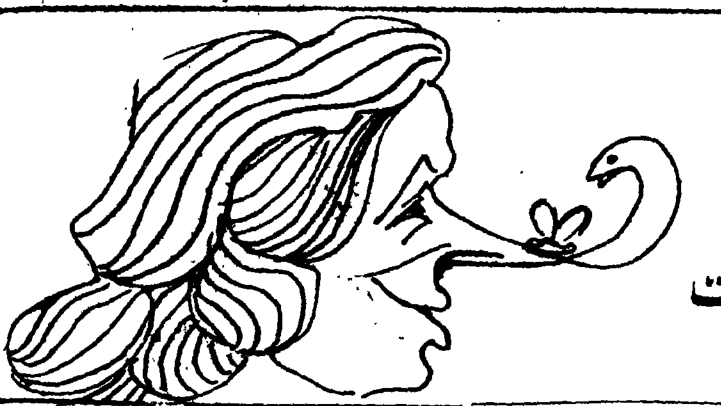
حال ہی میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں فلسطین کے مسئلہ پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے امریکی نمائندہ نے کہا ہے کہ "اگر اقوام متحدہ سے اسرائیل کو نکالا گیا تو یہ ادارہ خود ہی تباہ ہو جائے گا۔ اور امریکہ اپنی مالی امداد بند کر دے گا۔" اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ عرب ملکوں کی طرف سے جنرل اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں اسرائیل کے خلاف ایک قرارداد کا مسودہ پیش کرنے کی تیاریاں جاری ہیں۔ چنانچہ عرب ملکوں کی طرف سے جو قرارداد پیش کی جانے والی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے اگر اسرائیل آئندہ عرب و اسرائیل تنازعہ سے متعلق اقوام متحدہ کی گذشتہ قراردادوں پر عمل نہ کرے تو اسے اس ادارہ سے نکال دیا جائے۔ یہ قرارداد عنقریب پیش ہونے والی ہے۔

اسرائیل کی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کوئی مہذب ملک نہیں ہے بلکہ چوروں اور ڈاکوؤں کا ایک اڈا ہے اور اس کا اقوام متحدہ میں شامل رہنا کھلی ہوئی اقوام متحدہ کی تذلیل ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ۔ اسرائیل کو ضرور اقوام متحدہ سے نکالا جائے خواہ اقوام متحدہ باقی رہے یا نہ رہے۔ ہمارے نزدیک تو وہ اقوام متحدہ قطعی بیکار ہے جس کے ریزولیشنوں کی کوئی قدر و قیمت ہی نہ ہو۔ ایسی ناکارہ اقوام متحدہ کا تو ختم ہو جانا ہی بہتر ہے جسے اسرائیل نے ناکارہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

فلپائن کے مسلمانوں کو طفل تسلیاں

جنوبی فلپائن کی کئی ریاستوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں اُن کا مطالبہ ہے کہ انہیں خود مختاری دی جائے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کیلئے سات آٹھ سال سے فلپائن کی "مارکوس حکومت" سے جنگ کر رہے ہیں۔ لیکن مارکوس حکومت طرح طرح کے بہانے کر کے مسلم مطالبات سے روگردانی کر رہی ہے۔

حال ہی میں فلپائن کے صدر مارکوس سعودی عرب کے پانچ روزہ دورے پر گئے تھے۔ اس دورے کے بعد دونوں حکومتوں کی جانب سے ایک مشترکہ اعلان کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے فلپائن کے جنوبی صوبوں میں عنقریب انتخابات ہونے والے ہیں۔ ان انتخابات کے بعد جنوبی فلپائن کے مسلمانوں کے جائز مطالبات پورے کر دئے جائیں گے۔ مارکوس حکومت نہ جانے کتنے اس قسم کے اعلانات کر چکی ہے۔ ضرورت ہے کہ سعودی عرب کی حکومت مارکوس حکومت پر زور دے کہ وہ اس مرتبہ بھی صرف اعلانات کے ذریعہ مسلم مطالبات کو ٹالنے کی کوشش نہ کرے۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

انسان کی بنائی ہوئی جنت

دنیا میں بہت سے ایسے انسان پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے دنیا میں جنت بنانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ شداد نے اس دنیا میں ایک جنت بنائی تھی۔ شداد کے علاوہ ایران کے مذہبی رہنما حسن بن صباح بھی اپنے زمانہ میں جنت بنا چکا ہے۔ لیکن دنیا میں جنت بنانے کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ جاپان کے دولت مندوں اور بے فکروں نے جاپان سے متصل "گیسما" نامی جزیرہ میں ایک جنت بنائی ہے۔ اس میں باغ بھی ہیں۔ نہریں بھی ہیں۔ میکدے بھی ہیں حوریں بھی ہیں۔ اور وہ سب کچھ ہے جو جنت میں ہو سکتا ہے۔

یہ جزیرہ دراصل جاپان کے دولت مندوں اور بے فکروں کی ایک مستقل "عشرت گاہ" ہے۔ جہاں نہ کسی قسم کا غم ہے اور نہ فکر ہے جاپان کے عشرت پسند لوگ اس جزیرہ میں جا کر نہایت ہی عیش و آرام کی زندگی گزارتے ہیں اور دنیا کی ساری پریشانیوں کو بھول جاتے ہیں۔ سیاحوں کا بیان ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی یہ جنت واقعی جنت ہے جس کا کہ رنج و غم اور فکر سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

روحیں انتقام لیتی ہیں

ٹرانسوال۔ (جنوبی افریقہ) کے ایک واقعہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بعض مرنے والوں کی روحیں دنیا والوں سے انتقام بھی لیتی ہیں چنانچہ ٹرانسوال کے ایک جادوگر کی روح نے جو کہ ایک موٹر حادثہ میں ہلاک ہوا تھا۔ اس علاقہ کے باشندوں کو بے حد پریشان کر رکھا ہے۔ ہوا یہ کہ یہ جادوگر سڑک سے گزر رہا تھا کہ ایک تیز رفتار کار آئی اور اُسے کچل کر نکل گئی اُسی روز سے اِس جادوگر کی روح انتقام پر اتر آئی ہے۔ چنانچہ ٹرانسوال کے قریب جس سڑک پر یہ جادوگر ہلاک ہوا تھا اب وہاں سے نہ کوئی ٹرک گزر سکتا ہے اور نہ موٹر۔ جو بھی ٹرک یا موٹر گزرتی ہے۔ وہ الٹ دی جاتی ہے اور سب ہی مسافر ہلاک ہو جاتے ہیں۔

ان پے در پے حادثوں نے حکومت کو مجبور کر دیا ہے۔ کہ وہ اس سڑک کو بند کر دے۔ چنانچہ اس سڑک پر جا بجا خطرے کے بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ اور پولیس بھی متعین ہے۔ اور کسی موٹر یا ٹرک کو اس سڑک سے گزرنے کی اجازت نہیں ہے۔

پلاسٹک کی بنی ہوئی سائیکل

لیجئے اب پلاسٹک سے سائیکلیں بھی تیار ہونے لگی ہیں۔ چنانچہ اسٹاک ہوم کی ایک اطلاع ہے کہ وہاں کی ایک کمپنی نے دنیا میں پہلی مرتبہ پلاسٹک کی سائیکل بنائی ہے۔ یہ سائیکل ہلکی بھی ہے پائیدار بھی ہے۔ اور ارزاں بھی۔

جس کمپنی نے پلاسٹک کی سائیکل تیار کی ہے اُس کا کہنا ہے کہ مضبوط بھی ثابت ہوگی اور ارزاں بھی۔ موجد کا خیال ہے کہ وہ جلد ہی پلاسٹک کی موٹر سائیکل بنانے میں بھی کامیاب ہو جائے گا۔

اس سائیکل کی مغربی جرمنی میں حال ہی میں نمائش کی گئی تو اسے بے حد پسند کیا گیا۔ اور عام خیال ہے کہ یہ جلد ہی دنیا میں مقبول ہو جائے گی۔

Telephone : 263450 MAY-1982 Regd. No. D(D-N) 134

Registered with the Registrar of Newspapers at R.N. No. 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ

صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ

اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اُردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہو گئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہ اردو زبان کی وہ واحد حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجۂ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا۔ صاحب سیرت رسول اللہ صلعم کی سوانح حیات	۵۔ جنگ اور جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱۔ اسلامی تمدن اور معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶۔ موت اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب۔ علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶۔ اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲۔ والدین، اعزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷۔ قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱۔ ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷۔ تجسس، بزدلی اور ریاکاری کے بارے میں احادیث	۱۳۔ زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲۔ عبادت الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸۔ حسد، ظلم، اور اعمال مومن کے بارے میں احادیث	۱۴۔ عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	۱۹۔ رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳۔ ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹۔ محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۵۔ تجارت، معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث	۲۰۔ نہایت مفید اور کارآمد منتخب احادیث
۴۔ پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰۔ غریبی، قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث		

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ بات مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی سلیس اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ ٹائٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف، Rs. 15-00

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH



فاتح یورپ مُرادخان ثانی
ثانی سلطنتِ عثمانیہ کا وہ مایہ ناز حکمران ہے جو یورپ میں
دو سال نہیں بلکہ تیس سال تک پورے
تن تنہا مقابلہ کرتا رہا۔ اور یہ وہ مردِ مجاہد ہے جس کے
کارنامے ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیں گے
RUPEES
2.00
ایڈیٹر: شوکت علی فہمی



تحریک آزادی فلسطین کے رہنما یاسر عرفات



افغانستان کے نام نہاد صدر " بارک کارمل " انھوں نے
افغانستان کو روس کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے



خان عبدالغفار خاں کے فرزند " ولی خان ۔
انھوں نے بھی کارمل حکومت کے گن گانے شروع کر دیے ہیں



دے مسٹر راجیو گاندھی اور مسز اندرا گاندھی، عرب سربراہوں کے ہمراہ ریاض میں یہ تصویر پچھلے دنوں
مسز اندرا گاندھی کے سعودی عرب کے دورے پر لی گئی تھی



جمہوریہ عراق کے نائب وزیراعظم طارق عزیز کا نئی دہلی کے ہوائی اڈے [illegible]
ان کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں



[illegible] اسعید [illegible] نعرہ [illegible] کرتے ہوئے



ایران کے قاتل چیف جج "آیت اللہ خلخالی"
ہزاروں کو پھانسی پر لٹکا چکے ہیں



ایران کے [illegible]
[illegible] ہندوستان آئے تھے



مسلم یونیورسٹی میں تعلیم بالغان کے سلسلے میں تقسیم اسناد کے موقعہ پر ایک جلسہ (دائیں سے بائیں جانب) ۔
مرکزی وزیر ضیاء الرحمٰن انصاری وائس چانسلر سید حامد، دہلی یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر مسٹر ... اور ...



مسز اندرا گاندھی اپنے دو ... ورون گاندھی اور
بہو مسز مینکا گاندھی کے ساتھ



مسز مینکا گاندھی نے ساس کے خلاف بغاوت شروع کر دی ہے



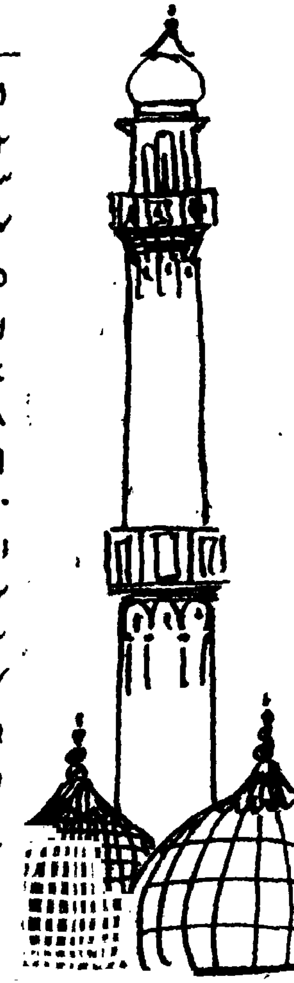
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک بغداد میں

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

دین دنیا

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

نمبر ۶	جون ــــــ ۱۹۸۲ء	جلد ۶۳



قیمت سالانہ	ترسیل زر کا پتہ	قیمت فی پرچہ
بائیس روپے ششماہی بارہ روپے	دفتر ماہنامہ دین دنیا دین دنیا ہاؤس ...... جامع مسجد دہلی دہلی سے باہر کے چیکوں میں چار روپے زائد کا خرچ ہے اسلئے منی آرڈر بھیجئے	دو روپے پاکستان اور بنگلہ دیش اور برما سے پچاس روپے غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ

مفتی شوکت علی فہمی :- ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد سے شائع کیا

۷۸۶

دفتر زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

یہ بہتان تراشی کتب

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی

ہندوستان کے مسلمان اِس ملک کی سب سے بڑی اقلیت ہیں اتنی بڑی اقلیت جس کی مجموعی آبادی انڈونیشیا کو چھوڑ کر دنیا کے تمام مسلم ممالک سے زیادہ ہے۔ خود اِس ملک کے زعماء بار بار اپنی تقریروں اور بیانات میں اِس بات کا اعادہ کرتے رہے ہیں کہ "ملک کی اقلیتیں ہندوستان کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر ہم نے ان کو نظر انداز کر دیا تو ہمارے ملک میں استحکام پیدا ہو ہی نہیں سکتا" لیکن ان زعما سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا انھوں نے کبھی رجعت پسند کے اس محاذ کی جانب توجہ کرنے کی تکلیف گوارہ فرمائی ہے جو اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت کے خلاف دن بدن مضبوط ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور جس کی وجہ سے اِس ملک کی یکجہتی کو سب سے زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے۔ چنانچہ اس محاذ کی جانب سے مسلم اقلیت پر طرح طرح سے حملے کئے جا رہے ہیں۔ بے بنیاد الزامات مسلمانوں کے سر تھوپے جا رہے ہیں۔ اور بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ اِس ملک کی اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے خلاف یہ محاذ آرائی یوں تو زمانہ دراز سے جاری ہے لیکن "میناکشی پورم" میں ہریجنوں کے ایک بڑی تعداد میں مسلمان ہونے کے بعد نا قابل برداشت حد تک شدت پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ "ہندو دھرم کی حفاظت" کے نام پر نئی نئی نام نہاد تنظیمیں عالم وجود میں آ گئی ہیں۔ یہ تنظیمیں خواہ ہندو دھرم کی کوئی خدمت انجام دے سکیں یا نہ دے سکیں لیکن اِس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اِن کی معاندانہ اور فرقہ دارانہ سرگرمیوں سے ملک کی یکجہتی اور اتحاد کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تنظیمیں ہندو دھرم کی تبلیغ و اشاعت کی بجائے دیگر مذاہب کے خلاف زہر افشانی میں مصروف ہیں۔ چنانچہ اِن تنظیموں کی جانب سے کوئی ایسا الزام نہیں ہے جو مسلمانوں پر نہ لگایا جا رہا ہو۔ اُنہیں غیر ممالک کا ایجنٹ اور ملک کا غدار کہا جا رہا ہے۔ اور مسلمانوں کو ہندو دھرم کا دشمن کہہ کر اِس ملک کی اکثریت کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف بری طرح بھڑکایا جا رہا ہے۔

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ اِن رجعت پسندوں کے ترجمان اخبارات شروع ہی سے مسلمانوں کے خلاف زہر پھیلا رہے ہیں۔ لیکن اب اخبارات کے علاوہ مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کا ایک نیا ذریعہ بھی تلاش کر لیا گیا ہے۔ یعنی اب مسلمانوں کے خلاف زہر میں بجھے ہوئے پمفلٹ اور کتابچے بھی شائع ہونے لگے ہیں۔ جن کی اشاعت پورے ملک میں نہایت ہی وسیع پیمانہ پر کی جا رہی ہے۔ چنانچہ معاصر آزاد ہند کلکتہ نے حال ہی میں ایک ایسے ہی زہر آلود کتابچہ پر روشنی ڈالی ہے یہ کتابچہ "انڈینس اویک" (ہندوستانیو جاگو) کے نام

ہے شائع کیا گیا ہے۔ اِس کتابچہ پر تبصرہ کرتے ہوئے "اِمن معاصر" نے لکھا ہے کہ اس میں مسلمانوں کے خلاف ایسے بے بنیاد الزامات عائد کیے گئے ہیں جو مسلمانوں کو نہایت ہی غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اِس کتابچہ کے مصنف ایس کے گھوش نے جو "لا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ" کے ڈائرکٹر ہیں۔ اُنھوں نے ایک طرف تو مسلمانوں کو علیحدگی پسندی کا طعنہ دیا ہے۔ اور دوسری طرف اُنہیں شرپسند تنگ نظر، متعصب اور خونخوار بھی قرار دیا ہے اور یہ فیصلہ بھی صادر فرما دیا ہے کہ مسلمانوں کی شرپسند طبیعت کی بنا پر اس ملک میں فسادات کا سلسلہ نہ صرف آج جاری ہے بلکہ آئندہ بھی جاری رہے گا اس کے علاوہ اِس کتابچہ میں اُنھوں نے ہریجنوں کے قبولِ اسلام کو عرب دولت کا کرشمہ قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کو یہ دھمکی بھی دی ہے کہ ہندو اِسے زیادہ مدت تک برداشت نہیں کر سکیں گے۔

اِسی طرح دہلی کے کسی "دیا نند سنستھان" کی طرف سے جو ایسے کتابچے شائع کیے گئے ہیں جن میں کہ مسلمانوں پر شدید ترین الزامات عائد کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ کوئی مسلمان ہندوستان کا شہری ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ایک دوسرے کتابچہ میں جو "اسلامی سامراج" کے نام سے شائع کیا گیا ہے کہا گیا ہے کہ کوئی بھی شخص جب تک اسلام پر یقین رکھتا ہے اپنے آپ کو ہندوستانی شہری نہیں مان سکتا۔ اور مسلمانوں پر الزام لگایا گیا ہے کہ ننانوے فیصد مسلمان ہندوستان پر کسی اسلامی ملک کی حکومت کا امکان پیدا ہوتے ہی اُس کے مددگار اور داعی بن جائیں گے۔ گویا مسلمانانِ ہند کو غدار وطن ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔

اسی قسم کا ایک اور کتابچہ "اسلام میں کیا ہے؟" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ جس میں کہ اسلام اور قرآن پاک پر انتہائی ناروا حملے کئے گئے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمانوں میں ساری کمزوریاں اور خامیاں اسلام ہی کی بدولت ہیں — یعنی اِن رجعت پسندوں نے براہ راست اسلام پر بھی حملے شروع کر دئے ہیں۔ اِس کے علاوہ ایک اور کتابچہ بھی شائع کیا گیا ہے جس کے ذریعہ ہندو اکثریت کے دماغ میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمانانِ ہند تبدیلِ مذہب کے ذریعہ ہندو اکثریت کو اقلیت میں بدل دینا چاہتے ہیں اس کتابچہ کا عنوان ہے —

"کیا آپ بھارت کو دارالاسلام بننے دیں گے؟" اِس کتابچہ کے ذریعہ ہندوؤں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ ہوشیار ہو جائیں ورنہ تمہارے گھر میں نقب لگانے کی گھات میں ہے اور اسی قسم کے اور بھی کئی کتابچے ہندو اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنے کے لئے شائع کئے گئے ہیں۔

ان زہر میں ڈوبے ہوئے کتابچوں کے علاوہ "وشو ہندو پریشد" اور "پتت پاون" جیسی فرقہ پرست تنظیمیں بھی مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے کے لئے عالم وجود میں آچکی ہیں۔ چنانچہ اِن ہی فرقہ پرست تنظیموں کی بدولت پونا اور شولاپور میں شدید فسادات برپا ہو چکے ہیں۔ جن میں کہ نہ جانے کتنے بے گناہ مارے گئے اور زخمی ہوئے ہیں۔ اِن فسادات میں عبادت خانوں تک کو تباہ کر ڈالا گیا ہے۔ یہ یاد رہے کہ یہ دونوں تنظیمیں راشٹریہ سنگھ ہی کی شاخیں ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ "وشو ہندو پریشد" کے قیام کا منشا یہ ہے کہ جو اچھوت تبدیلِ مذہب کر چکے ہیں نہ صرف اُنہیں ہندو دھرم میں واپس لایا جائے بلکہ دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی ہندو دھرم میں لانے کے لئے (انگریز کے زمانہ کی) "شدھی" کی پرانی شرانگیز آمیز تحریک شروع کی جائے۔ یہ تو "وشو ہندو پریشد" کے عزائم ہیں۔ اب رہی "پتت پاون" تو اُس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ یہ راشٹریہ سنگھ ہی کی ایک ذیلی تنظیم ہے جو "آذان روکو" کی تحریک چلا رہی ہے۔ اور اس تحریک کا منشا مساجد کے سامنے دھرنا دینا بھی ہے۔ اور ان حقائق سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے ملک میں یکجہتی اور اتحاد کو برباد کرنے کے لئے کیا کچھ ہو رہا ہے۔

اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ اس ملک میں سب سے بڑی اقلیت کے خلاف نئے نئے محاذ کھولے جا رہے ہیں اور ملک میں جا بجا "ہندو سمیلن" بھی منعقد کیے جا رہے ہیں مثال کے طور پر پچھلے دنوں بوٹ کلب نئی دہلی میں ایک "ورلڈ ہندو سمیلن" منعقد کیا گیا تھا۔ جسکے کرتا دھرتا سابق مرکزی وزیر صحت ڈاکٹر کرن سنگھ۔ ایم۔ پی تھے ڈاکٹر کرن سنگھ نے اِس سمیلن میں عرب ممالک اور مسلمانوں کو تختۂ مشق بناتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ "ہمارے ملک میں بڑے پیمانہ پر غیر ملکی سرمایہ

دی جا رہا ہے اور اس غیر ملکی سرمایہ سے ہندو دھرم کو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور تبدیل مذہب کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے کارروائی نے تقریر میں ... سنگھ نے دھمکی دی تھی کہ "ملک میں اس تبدیلئ مذہب میں کبھی دوسرا ... لازمی ہے اور اس سمیلن میں ایک راشٹریہ سنگھی لیڈر ہو جانے تو ... ہوئے کہا تھا کہ " مینا کشی پورم کے ہریجن اگر بھارت اختیار کرکے غلط دھرم یعنی بودھ دھرم یا جین دھرم میں شامل ... حرج نہیں تھا۔ لیکن انھوں نے ایک ودیشی دھرم اس ملک میں آباد ... خلاف منافرت ... کی ہے " یعنی اسلام جس کے بارہ کروڑ پیرو ہندوستان ... ہیں اس پر " غیر ملکی دھرم " کا لیبل لگا کر اس کے ... کے واقعات سے ... منافرت پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ... ہیں کہ ہم ... ان کے وزیر داخلہ جو ان دنوں پنجاب کے فرقہ پرستی ... بھی پر ... متاثر ہو کر بار بار اپنے بیانات میں یہ کہہ رہے ... کہ پنجاب میں جو کہ ایک سرحدی صوبہ ہے فرقہ پرستی کو ... برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ آخر وہ ... رجعت پسندوں کی جانب سے کیوں آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں جو پورے ملک ہی کو فرقہ پرستی کے جہنم میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔ اوپر کے حقائق ہم نے محض اس لئے بیان کئے ہیں تاکہ ملک کے زعما ان عناصر سے بے خبر نہ رہیں۔ جنھوں نے کہ پورے ملک کی یکجہتی کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ ہماری وزارت داخلہ ایک طرف ان گندہ ذہنوں کے منہ میں لگام دیگی جنھوں نے اب اسلام پر بھی حملے شروع کر دئے ہیں اور ان مسلم آزار پمفلیٹوں کو ضبط کریگی جن میں کہ صرف مسلمانوں ہی پر نہیں بلکہ اسلام پر بھی حملے کئے گئے ہیں۔

پنجاب میں خالصتانیوں کی لگائی ہوئی آگ

انتہا پسند سکھوں نے پنجاب میں " خالصتان " کے نام پر فرقہ پرستی کی جو آگ بھڑکائی ہے وہ ابھی تک قابو میں نہیں آسکی ہے نہ صرف پنجاب میں بلکہ پنجاب کے باہر بھی گایوں کے کٹے ہوئے سر مندروں کے دروازوں پر لٹکائے جا رہے ہیں۔ کئی مقامات کے مندروں میں گوشت پھینکا گیا ہے اور گایوں کے کٹے ہوئے اعضا بھی پائے گئے ہیں اور یہ اس دھمکی کا نتیجہ ہیں جو پچھلے دنوں سکھ انتہا پسندوں نے دی تھی۔

سب ہی کو معلوم ہے گزشتہ کچھ عرصہ سے دل خالصہ کی طرف سے دھمکیاں دی جا رہی تھیں کہ اگر امرتسر میں بیڑی سگریٹ اور تمباکو کی فروخت پر پابندی نہیں لگائی گئی تو پھر وہ انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے اور اب انھوں نے اس دھمکی پر عمل شروع کر دیا۔ امرتسر میں بیڑی سگریٹ اور تمباکو کی فروخت کا سلسلہ صدیوں ہی سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے جاری ہے یہاں تک کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت میں بھی ان چیزوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی اسکے علاوہ آج تک کسی سکھ رہنما نے بھی بیڑی اور سگریٹ کی فروخت پر قانونی پابندی لگانے کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس مطالبہ کے محرک وہ لوگ ہیں جو خالصتان کی داغ بیل ڈالنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اب انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ چونکہ یہ چیزیں سکھ دھرم میں حرام ہیں اس لئے انہیں ممنوع قرار دیدیا جائے۔ لیکن انہیں شراب کی فروخت پر کوئی اعتراض نہیں حالانکہ گورو نانک جی نے شراب کو بھی ان ہی چیزوں کی طرح سکھ دھرم میں ممنوع قرار دیا ہے۔

مختصر یہ کہ پنجاب میں خالصتان کے لئے زمین ہموار کرنے کے لئے سکھ انتہا پسندوں نے بری طرح لاقانونیت کی فضا پیدا کر دی ہے۔ انھوں نے قاتلانہ حملے شروع کر دئے ہیں۔ ان حملوں میں ہند سماچار کے ایڈیٹر اور متعدد ہندو مارے گئے ہیں۔ اور اب جا بجا گایوں کو قتل کرکے اور ان کے سروں کو مندروں کے دروازوں پر لٹکا کر ہندو اور سکھ فسادکی داغ بیل ڈال دی گئی ہے۔ اس موقع پر پنجاب کے ہندوؤں کی تعریف کرنی پڑے گی کہ اگر وہ تحمل اور بردباری سے کام نہ لیتے تو نہ جانے اس وقت تک پنجاب کا کیا حشر ہو چکا ہوتا

ادھر بار بار سکھ لیڈروں کی جانب سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ سکھوں کا ہندوؤں سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے ان کے لئے ایک الگ پرسنل لا تیار کیا جائے اور اس سے قبل سکھوں کے اکالی دل کے لیڈر سنت جرنیل سنگھ بھنڈراں والا جالندھر میں سکھوں کے ایک دیہاتی اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہہ چکے

ہیں کہ "سکھ ایک بالکل ہی الگ نسل ہے" یعنی اُن کا ہندوؤں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اُنھوں نے سکھوں سے اپیل کی ہے کہ "سکھ ۳۴ سالہ ہندو راج کے بندھنوں سے آزاد ہو جائیں کیونکہ سکھوں کے ساتھ ہمیشہ امتیاز برتا گیا ہے اور اب بھی یہ امتیاز بدستور برتا جا رہا ہے"

پنجاب ہمارے ملک کی ایک ایسی ریاست ہے جس میں سکھوں کو اکثریت حاصل ہے۔ یعنی اِس ریاست میں ہندوؤں کی آبادی تو صرف ۴۵ فیصد ہے جبکہ سکھ آبادی ۵۵ فیصد ہے ملک کی بدقسمتی سے پنجابی زبان کے نام پر پنجاب کی جو تقسیم ہوئی تھی اُس سے سکھوں کو خالصتان بنانے کی شہ ملی ہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے خالصتان کے کرنسی نوٹ بھی چھاپ لئے ہیں اور پاسپورٹ بھی تیار کر لئے ہیں

ادھر ہماری حکومت کی کمزوری یہ ہے کہ سب کچھ ہوتا رہا اور وہ خاموشی سے بیٹھی دیکھتی رہی اور خالصتان کے حامیو کے حوصلے بڑھتے رہے۔ اور اب جبکہ پانی سر سے اوپر گزر چکا ہے تو ہماری حکومت کو ہوش آیا ہے چنانچہ دل خالصہ کو خلاف قانون قرار دیدیا گیا ہے اور جرنیل سنگھ بھنڈراں والا کی نظر بندی کے بھی احکامات جاری ہو چکے ہیں لیکن ہنوز پنجاب کے حالات قابل اطمینان نہیں۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ "خالصتان" کے معاملے میں ہمارے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ کی ڈھیلی پالیسی سے خالصتانی خیال کو بڑی تقویت پہنچی ہے۔ اور ادھر پنجاب کے وزیر اعلیٰ دربارہ سنگھ کی کمزوری نے بھی اس فتنہ کو ابھرنے میں بڑی مدد دی ہے اور ہمارا خیال ہے کہ جہاں تک آزاد خالصتان کے خواب کا تعلق ہے شاید وہ تو پورا نہیں ہو سکے گا۔ لیکن کوئی تعجب نہیں ہماری حکومت کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے پنجاب کا صوبہ ایک مستقل سکھ صوبہ بن جائے اور اسے بھی کشمیر کے سرحدی صوبہ کی طرح چند خاص حقوق حاصل ہو جائیں۔ اور غالباً یہی خالصتان کے حامیوں کا منشا بھی ہے۔ بہرحال اس وقت پنجاب میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بے حد تشویش ناک ہے اور اگر ہماری حکومت پنجاب کے بگڑے ہوئے حالات پر قابو نہ پا سکی تو کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ پنجاب کے اس جدید فتنہ کا انجام کیا ہوگا

عوام کانگریس آئی سے غیر مطمئن

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ ۱۹۸۰ء کے جنرل انتخابات میں ہندوستانی عوام نے سابقہ جنتا حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد بڑی امیدوں اور توقعات کے ساتھ کانگریس آئی کو ملک کا اقتدار سپرد کیا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب عوام میں کانگریس آئی کی جانب سے بے اطمینانی اور مایوسی بڑھ رہی ہے۔ اور اُس کا اندازہ حالیہ ریاستی انتخاب کے نتائج سے ہوا ہے۔ یعنی حال ہی میں مغربی بنگال کیرل ہریانہ اور ہماچل پردیش میں جو ریاستی انتخابات ہوئے ہیں اِن چاروں ہی ریاستوں میں کانگریس آئی کسی ایک ریاست میں بھی غالب اکثریت نہیں حاصل کر سکی ہے۔

مغربی بنگال میں الیکشن لڑنے کے لئے کانگریس آئی کو دوسری پارٹیوں کے ساتھ متحد ہونا پڑا تھا۔ لیکن اِس کے باوجود بھی کانگریس آئی اور اُس کی ساتھی پارٹیوں کو لیفٹ فرنٹ کے مقابلہ میں بری طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا یعنی ۲۹۴ سیٹوں میں سے کانگریس آئی اور اُس کی ساتھی پارٹیاں صرف ۵۴ سیٹیں حاصل کر سکیں جبکہ لیفٹ فرنٹ کو ۲۳۸ سیٹیں مل گیئں۔ کیرل میں البتہ جمہوری محاذ کو جس میں کہ کانگریس آئی بھی شامل ہے دوسری پارٹیوں کے تعاون سے بڑی مشکل سے سات سیٹوں کی اکثریت حاصل ہو سکی ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ ملی جلی پارٹیوں کی یہ حکومت مشکل ہی سے کامیاب ہوگی کیونکہ کسی مرحلہ میں بھی اگر جمہوری محاذ کی کوئی ایک پارٹی بھی محاذ سے الگ ہو گئی تو اِس ملی جلی حکومت کا وجود خطرہ میں پڑ سکتا ہے۔

اب رہا ہریانہ اور ہماچل پردیش کا معاملہ تو وہاں بھی کانگریس آئی کی پوزیشن مضبوط نہیں ہے کیونکہ وہ ہریانہ میں صرف ۳۵ سیٹیں حاصل کر سکی ہے۔ جبکہ لوک دل اور بھارتیہ جنتا پارٹی کو ۳۶ سیٹیں مل گئی ہیں۔ ہماچل پردیش میں اندرا کانگریس اور بھارتیہ جنتا پارٹی کو بالکل برابر برابر سیٹیں ملی ہیں۔ یعنی ۲۹ کانگریس آئی کو اور ۲۹ بھارتیہ جنتا پارٹی کو جسکا مطلب ہے کہ دونوں ہی ریاستوں میں کانگریس آزاد امیدواروں کے تعاون کے بغیر حکومت بنانے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ یعنی

ان دونوں ریاستوں میں حکومت بنانے کیلئے کانگریس آئی آزاد ممبروں کی نظر کرم کی محتاج ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہریانہ اور ہماچل پردیش میں کانگریس آئی اپنے عدم استحکام کی بنا پر حکومت بنانے کے لئے آزاد ممبروں کی خوشامد جوڑ توڑ اور سودے بازی پر مجبور رہے۔ اور یہ کوئی اچھی چیز نہیں۔ کیونکہ آزاد ممبر جن کی امداد سے بہر صورت ان دونوں ریاستوں میں حکومتیں قائم کی جائیں گی وہ اپنے تعاون کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کریں گے اور یہ دونوں ریاستیں سودے بازی کا گڑھ بن جائیں گی۔ ظاہر ہے کہ یہ افسوس ناک صورت حال محض اس لئے پیدا ہوئی کیونکہ کانگریس آئی عوام کو مطمئن کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ اور اس کی جانب سے عوام میں مایوسی اور ناامیدی بڑھ رہی ہے۔

کانگریس آئی کے زعما اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے تو ان چاروں ریاستوں کے حالیہ نتائج ان کے لئے تازیانہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ اس ملک کے وہی عوام جو ۱۹۸۰ء میں جنتا حکومت کا تختہ الٹ کر کانگریس آئی کو غالب اکثریت میں برسراقتدار لائے تھے آج کیوں اس سے کٹتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر وہ غور کریں گے تو انہیں پتہ چلے گا کہ یہ محض اس لئے کانگریس آئی سے بدظن ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کیونکہ کانگریس آئی نے عوام سے جو وعدے کئے تھے انہیں پورا کرنے میں وہ ناکام رہی ہے

ہم کانگریس آئی کے زعما کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ کانگریس آئی نے اپنی انتخابی مہم میں ۱۹۸۰ء میں جن باتوں پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا تھا وہ بے روزگاری اور کمر توڑ گرانی تھی۔ امن و قانون کی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالنا تھا۔ فرقہ دارانہ فسادات کا انسداد تھا۔ نیز اقلیتوں اور کمزور طبقوں پر کئے جانے والے مظالم اور ناانصافیوں کا مداوا تھا۔ پھر کانگریس آئی کی طرف سے یہ یقین بھی دلایا گیا تھا کہ اقتدار سنبھالتے ہی ان مسائل کی جانب توجہ سب سے پہلے کی جائے گی لیکن یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ کانگریس آئی کو برسراقتدار آئے اگرچہ پورے ڈھائی سال گزر چکے ہیں مگر یہ تمام مسائل نہ صرف بدستور تشنہ [illegible]

بلکہ حالات اور بد سے بدتر ہو گئے ہیں۔ جنتا گورنمنٹ نے چونکہ اپنے دور اقتدار میں اندھا دھند ٹیکس لگائے تھے اس لئے کانگریس آئی سے عوام کو یہ توقع تھی کہ وہ ٹیکسوں میں ضرور خاطر خواہ کمی کرے گی۔ لیکن یہ دیکھ کر عوام کو بڑی مایوسی ہوئی کہ کانگریس آئی نے ٹیکس لگانے میں جنتا حکومت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اور نئے نئے ٹیکسوں سے عوام کا بالکل ہی دھڑ توڑ دیا ہے۔ قانون اور انتظام کی حالت یوں تو جنتا دور میں بھی اچھی نہیں تھی لیکن اندرا کانگریس کے دور میں اور بھی بگڑ گئی ہے۔ جرائم تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ نہ لوگوں کی جان محفوظ ہے نہ مال و آبرو محفوظ ہے۔ مختصر یہ کہ اندرا کانگریس کے خلاف دن بدن بدظنی بڑھ رہی ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو ۱۹۷۷ء سے پہلے کی کانگریس اور ہی اور ۱۹۸۰ء کی اندرا کانگریس اس سے بالکل مختلف ہے۔ موجودہ کانگریس کو عوام سے لگاؤ کچھ کم ہی ہے جس کے نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ ہماری ایمانداری کے ساتھ یہ رائے ہے کہ اگر کانگریس آئی کے لیڈروں نے الیکشن کے حالیہ نتائج سے کوئی سبق نہ لیا تو آئندہ جنرل الیکشن میں جو ۱۹۸۴ء میں ہونے والا ہے انہیں اس کا بہت بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

مذہبی دل آزاری کیلئے قانون

ان دنوں مذہبی دل آزاری کے جو افسوس ناک واقعات پنجاب اور ملک کے دوسرے علاقوں میں اور خصوصیت کے ساتھ امرتسر اور دہلی میں ہو رہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں مندروں اور عبادت گاہوں میں گوشت ڈالا جا رہا ہے۔ گایوں کے کٹے ہوئے سر اور دوسرے اعضا مندروں کے سامنے لٹکائے جا رہے ہیں۔ یہ دلخراش واقعات صرف ہندوؤں ہی کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں اور ہندوستان کے سب ہی طبقوں کے لئے یکساں تکلیف دہ ہیں

ہم کو خوشی ہے کہ "بعد از خرابی بسیار" ہمارے ملک کے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ کو اس لعنت کے انسداد کا خیال تو پیدا ہوا چنانچہ انہوں نے حال ہی میں منڈی میں یہ اعلان کیا ہے کہ "معبدوں کی بے حرمتی کرنے والے اور فرقہ دارانہ منافرت

پھیلانے والے عناصر سے نمٹنے کے لئے قانون میں مناسب ترمیم کی جائے گی چنانچہ اس سلسلہ میں وزارت داخلہ کے افسران کو ہدایت کردی گئی ہے کہ وہ مناسب اقدامات کریں اور انھوں نے آگے چل کر اپنے اعلان میں یہ بھی کہا ہے کہ "میرے خیال میں موجودہ قانون کسی بھی مذہب کی توہین کرنے والے عناصر کو سزا دینے کے لئے کافی نہیں ہے - حالانکہ کسی بھی مذہب کی توہین ملک کی یکجہتی اور اتحاد کو شدید نقصان پہنچا سکتی ہے"

ہمارے وزیر داخلہ آج وہی بات کہہ رہے ہیں جس کے لئے ہم اور تقریباً سب ہی مسلم اخبارات گزشتہ تیس سال سے آواز بلند کر رہے ہیں - اس تیس سال میں نہ جانے کتنی مرتبہ مساجد کی توہین کی گئی ہے - اور اسلام پر حملے کئے گئے ہیں - اور آج بھی یہ حملے بدستور جاری ہیں - جن پر ہم بڑی پابندی کے ساتھ - دین دنیا کے ذریعہ روشنی ڈالتے رہے ہیں اور "مینا کشی پورم" کے واقعہ کے بعد تو مستقل طور پر مسلمانوں اور اسلام کو تختۂ مشق بنا لیا گیا ہے - اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ "پتت پاون" جیسی فرقہ پرست تنظیموں نے "آذان" جیسی بے ضرر چیز کو روکنے کے لئے بھی تحریک شروع کردی ہے - لیکن ہماری حکومت مسلم آزاری اور یکجہتی کو برباد کرنے والوں کے لئے اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھا سکی ہے - حالانکہ کسی نئے قانون کے بنائے بغیر بھی انڈین پینل کوڈ میں اتنی گنجائش موجود ہے کہ فتنہ پرداز عناصر کو آسانی سے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکتا ہے

بہرحال ہمیں خوشی ہے کہ زمانہ دراز کے بعد ہمارے وزیر داخلہ کو اس ضرورت کا احساس تو ہوا - مذہبی دل آزاری خواہ ہندوؤں کی ہو یا مسلمانوں کی یا ہمارے ملک کے کسی طبقہ کی بھی ہو وہ ایک نہایت ہی مذموم فعل ہے اور اس لعنت کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ پھینکنا حکومت کا پہلا فرض ہے - لیکن ہماری حکومت کی حالت یہ ہے کہ اُسے اس وقت ہوش آتا ہے جب پانی سر سے گزر چکتا ہے - اب دیکھنا ہے کہ مذہبی دل آزار کو ختم کرنے والا قانون کب بنتا ہے اور ہماری حکومت اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوتی ہے -

مجاہد آزادی بہادر شاہ بھی "غدار"

لیجئے اب دیگر شاہان ہند کی طرح اُس مجاہد آزادی "بہادر شاہ ظفر" کو بھی بدنام کیا جانے لگا ہے - جس نے کہ اِس ملک میں آزادی کی داغ بیل ڈالی تھی - جس نے کہ ۱۸۵۷ء میں وطن عزیز کی آزادی کے لئے انگریزوں سے فیصلہ کن جنگ لڑی تھی - اور جس نے اولاد اور اپنا سب کچھ ملک اور وطن پر قربان کردیا تھا -

تاریخ شاہد ہے کہ ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کے بعد جب اس محب وطن بادشاہ کو دہلی میں ہمایوں کے مقبرہ سے گرفتار کیا گیا تھا تو دہلی کی لاکھوں کی آبادی امنڈ کر وہاں پہنچ گئی تھی اور مقبرہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا - جس میں کہ مسلمانوں سے زیادہ ہندو تھے - اور اس کے بعد اِس بادشاہ کو قیدی بنا کر جلوس کی صورت میں جب دریا گنج اور فیض بازار کے راستے چاندنی چوک کی طرف لے جایا گیا تھا تو بادشاہ سے محبت کرنے والے لاتعداد ہندو اور مسلمانوں کا ایک جم غفیر قابو سے باہر ہو گیا تھا جن پر گوروں نے اندھا دھند گولیاں برسائیں جس سے کہ مسلمانوں کی طرح لاتعداد ہندو بھی اس محب وطن بادشاہ کی محبت میں جاں بحق ہو گئے تھے - لیکن زمانہ کا انقلاب دیکھئے کہ آج رجعت پسند اخبار "پرتاپ" محض تعصب کی بنا پر اِس محب وطن بادشاہ پر بھی غداری کا الزام لگا رہا ہے - چنانچہ اخبار پرتاپ نے حال ہی میں اپنی ۱۱ مئی کی اشاعت میں ایک ادارتی شذرہ لکھا ہے - جس کا عنوان ہے "بہادر شاہ ظفر راشٹریہ ہیرو تھا یا غدار" چنانچہ یہ اخبار اسطرح اِس محب وطن بادشاہ کے خلاف لکھتا ہے

"پچھلے دنوں پرتاپ میں ایک خبر شائع ہوئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ میرٹھ کی کسی سنستھا نے جنگ آزادی کے سپہ سالار بہادر شاہ کی قبر سے اُن کا تابوت نکال کر ہندوستان لانے کی مانگ کی ہے جس سنستھا نے یہ مانگ کی ہے اُس کا نام میں نے کبھی نہیں سنا - لیکن اِس سنستھا کو جو لوگ چلا رہے ہیں اُن کی قابلیت اور مطالعہ کی میں ضرور تعریف کروں گا مگر اس بات پر ماتم بھی کروں گا کہ ہندوستان کے موجودہ حاکم جو اتہاس (تاریخ) کو توڑ مروڑ کر نئے سرے سے گھڑنے کا وچار کر رہے ہیں وہ اس بزدل بہادر شاہ کو آج

بھی بطور ایک قومی ہیرو کے مان رہے ہیں۔ کیا اس کا کارن یہ نہیں کہ بہادر شاہ ظفر ایک مسلمان تھا۔ اس لئے اسے بانس پر چڑھایا جا رہا ہے۔ حالانکہ اگر کوئی دوسرا دیش ہوتا تو اُسے غدار کہا جاتا کیونکہ اُس کی بزدلی میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا لیکن بہادر شاہ چونکہ مسلمان تھا اسلئے اُس کے سب عیب چھپ گئے ہیں باوجود اس کے کہ اُس نے انگریزوں سے معافی تک مانگی مگر آج بھی اُسے ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کا رہبر اور ہیرو کہا جا رہا ہے۔"

(پرتاپ ۱۱ رمئی)

تعصب اور تنگ نظری کی انتہا ہے کہ تاریخ کو مسخ کرتے ہوئے ہمارے ملک کے اُس سب سے بڑے محب وطن میں محض مسلمان ہونے کے جرم میں کیڑے ڈالے جا رہے ہیں۔ جس نے کہ ہم ہندوستانیوں کو آزادی وطن کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنا سکھایا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ کیڑے اُس علاقہ پنجاب کا ایک سپوت ڈال رہا ہے جس کے باشندوں نے ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے موقع پر انگریزوں کے ساتھ مل کر پورے وطن کے ساتھ غداری کی تھی۔ اور جنکی غداری کی بدولت ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو زبردست دھکا لگا تھا۔

یہ یاد رہے کہ انگریزوں کے خلاف یہ تاریخی جنگ آزادی ۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ کے فوجی باغیوں نے شروع کی تھی۔ یہی باغی جب ۱۱ رمئی کو دہلی پہنچے تو اپنی جان کی بازی لگا کر ان باغیوں کی قیادت بہادر شاہ ظفر نے سنبھال لی تھی اور باغی فوجوں کی سربراہی بہادر شاہ ظفر نے اپنے بیٹے مرزا مغل اور دوسرے بیٹوں کے سپرد کر دی تھی۔ جنھوں نے کہ بڑی دلیری کے ساتھ انگریزوں کا مقابلہ کیا تھا۔ یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ۱۸۵۷ء میں انگریز ہندوستان کے بیشتر علاقہ پر قابض ہو چکے تھے۔ اور انکی فوجی طاقت نہایت مستحکم ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بہادر شاہ ظفر اور اُن کے جرنیلوں نے انگریزوں کو شکست فاش دے کر دہلی اور دہلی کے نواح سے نکال کر اس ملک میں قومی حکومت قائم کر دی تھی۔ جس نے کہ دہلی، میرٹھ، کانپور، لکھنؤ، جھانسی اور شمالی ہند کے بہت سے شہروں سے انگریزی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا

مختصر یہ کہ جس بہادر شاہ ظفر کو آج بزدل کہا جا رہا ہے وہ ساڑھے چار ماہ تک بڑی دلیری کے ساتھ انگریزوں کی اُس مضبوط فوج سے لڑتے رہے جس نے کہ ہندوستان کے بیشتر علاقہ کو زیر کر لیا تھا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر اس موقعہ پر وطن کے غدار انگریزوں کی مدد نہ کرتے تو بہادر شاہ ظفر کے مقابلہ میں انگریزوں کے قدم اکھڑ چکے تھے۔ اور ۱۸۵۷ء ہی میں بہادر شاہ ظفر کی حوصلہ مندی کی بدولت ہندوستان آزاد ہو چکا ہوتا لیکن بہادر شاہ کی اس بے مثال جرأت مندی اور وطن دوستی کے باوجود اگر کوئی اُسے بزدل یا غدار کہتا ہے تو وہ خود نمبر اول کا غدار اور دروغ گو ہے۔

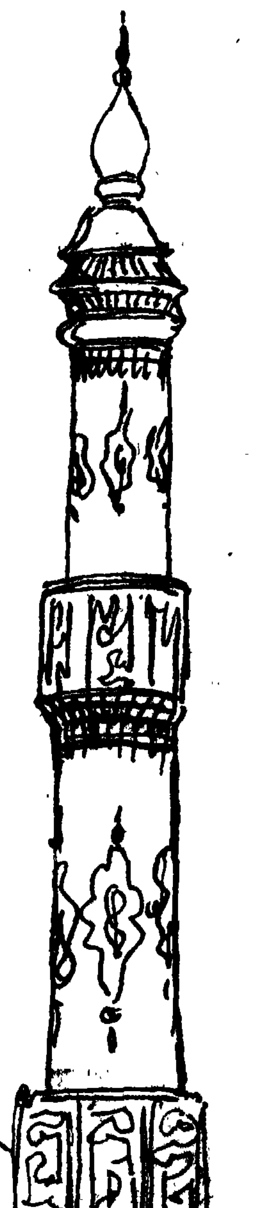
اخبارات و رسائل کا بیڑا غرق

وزیر اعظم اندرا گاندھی نے پچھلے دنوں اخبارات کا شکوہ کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ اس ملک کے بیشتر اخبارات اپوزیشن کا رول ادا کر رہے ہیں۔ یعنی وہ اُن کی حکومت کی ہمنوائی نہیں کرتے اور شائد اسی لئے انکی حکومت نے اخبارات اور جرائد پر ٹیکس گنا محصول ڈاک لگا دیا ہے تاکہ اس طرح اخبارات و جرائد آپ ہی اپنی موت مر جائیں

دنیا کی ہر مہذب حکومت کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ کتب، رسائل اور اخبارات کی اشاعت میں خاطر خواہ امداد کرتی ہے تاکہ علمی ذوق کو ملک میں زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو۔ اور جہالت کے مٹانے میں کتب و رسائل اور اخبارات سے مدد ملے لیکن ہماری حکومت ہے کہ اُس نے اندھا دھند محصول ڈاک بڑھا کر نہ صرف اخبارات و رسائل کا گلا گھونٹ دیا ہے بلکہ علمی اداروں کی بھی نا رسیدی کا اہتمام کر دیا ہے۔ چنانچہ یکم جون سے کتابوں پر اتنا محصول ڈاک بڑھا دیا ہے کہ اگر کوئی شخص پانچ روپیہ کی کتاب منگائے گا تو اُسے کتاب کی اصل قیمت سے بھی زیادہ محصول ڈاک ادا کرنا ہوگا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ کتابیں منگانی بند کر دیں گے ملک میں جہالت بڑھے گی اور کتب شائع کرنے والے علمی ادارے بند ہو جائیں گے۔

پیغامِ عمل

(از جناب دانش بریلوی)

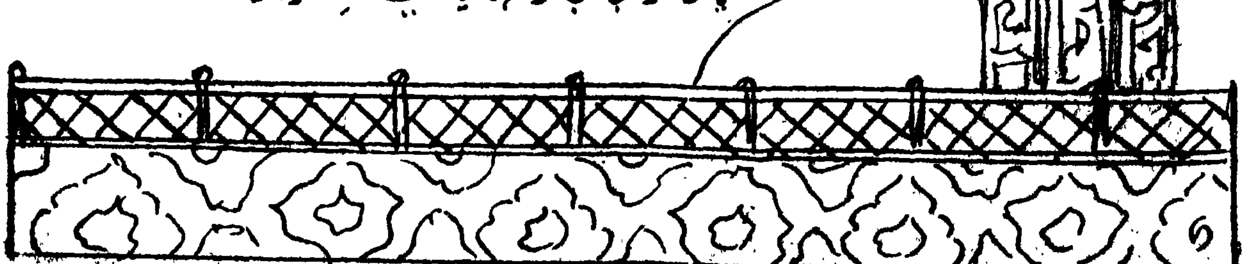


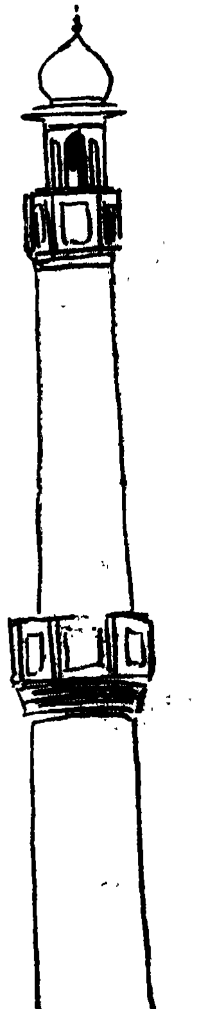
یہ دورِ کشاکش یہ فسوں خیز نظارا — اس عرصۂ محشر میں نہیں کوئی سہارا
وہ دیکھ ہوا سینۂ گردوں بھی دو پارا — پھر تجھ کو ابھرتے ہوئے سورج نے پکارا
سانچوں میں خیالات کے ڈھلنے لگی دنیا
اٹھ دیکھ کہ رنگ اپنا بدلنے لگی دنیا

طوفاں کا جگر پھاڑ دے دریاؤں کے دل چیر — پھر اٹھ کے زمانہ کو دکھا جوہرِ شمشیر
تجھ میں ہے وہ طاقت کہ یہ زنجیر تو زنجیر — تو ایک اشارے میں بدل سکتا ہے تقدیر
شاہیں کا جگر شیرِ نیستاں کی ہو آواز
تاروں سے بھی آگے تری قوتِ پرواز

بجلی سے تڑپ چھین ستاروں سے حرارت — کہسار سے اقبال تو افلاک سے رفعت
بڑھتے ہوئے طوفاں کی طرح ہے تری فطرت — ہر ظلم و ستم سے تجھے کرنا ہے بغاوت
دنیا کو بدل دے تو زمانہ کو بدل دے
بیدار ہو بیدار ہو پیغامِ عمل دے

شہباز ہے تو کیا تجھے پروائے نشیمن — پرواز میں گم ہیں تری افلاک کے دامن
شاداب تجھے کرنا ہے اجڑا ہوا گلشن — سینہ ترا اسرارِ الٰہی کا ہے مخزن
اس عہدِ المناک میں اے مومنِ بیدار
یا خالدِ جانباز ہو یا حیدرِ کرار





کوئی بات بنے

(از ندیم مرزا اثر کمانی)

تیرگی شب کی مٹاؤ تو کوئی بات بنے — شمع ایمان جلاؤ تو کوئی بات بنے
درس دینا ہے تمہیں امت مرحوم کو پھر — بخت خوابیدہ جگاؤ تو کوئی بات بنے
منتشر اپنا یہ شیرازۂ ہستی جوڑو — قلب سے قلب ملاؤ تو کوئی بات بنے
بھولے بھٹکے ہوئے رہرو ہیں پریشانی میں — راہبر بن کے دکھاؤ تو کوئی بات بنے

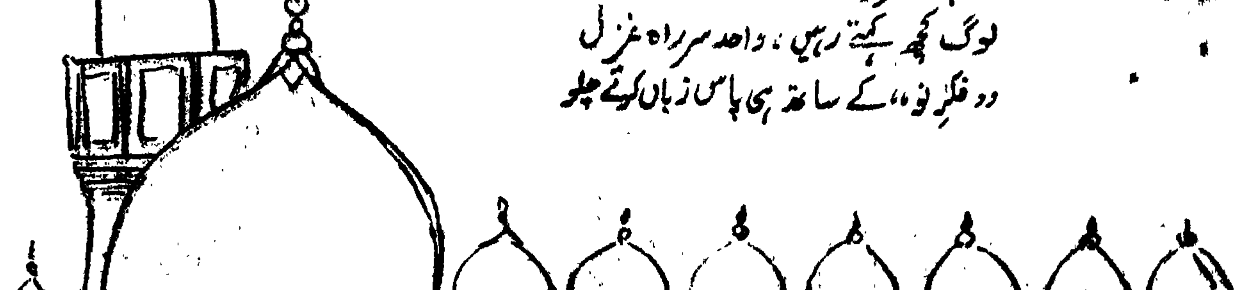
اسقدر تیز کرو آتش الفت کو ندیم
لختِ دل بھی جو جلے تو کوئی بات بنے

صرفِ متاعِ قلب و جاں کرتے چلو

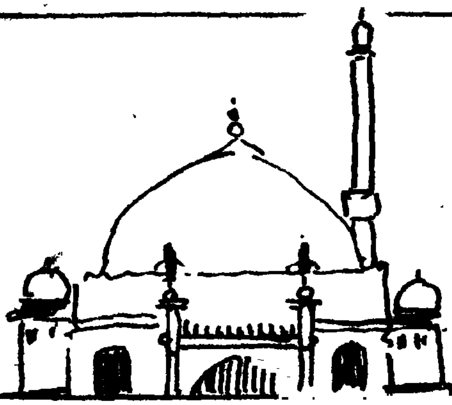
(از جناب واحد پریمی)

رونقِ بازارِ شہرِ دلبراں کرتے چلو — دوستو صرفِ متاعِ قلب و جاں کرتے چلو
جب رکو تو روک دو تم گردشِ حالات کو — جب چلو تو سیرِ ماہ و کہکشاں کرتے چلو
آنے والے قافلے گم کردۂ منزل نہ ہوں — اس طرح ہر نقشِ پا کو جاوداں کرتے چلو
خوش نصیبوں ہی کو ملتا ہے یہ اعزازِ وفا — جان و تن نذرِ خلوصِ دوستاں کرتے چلو

لوگ کچھ کہتے رہیں، واحد سرِ راہِ غزل
"فکرِ نو" کے ساتھ ہی پاسِ زباں کرتے چلو



گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرہواں پارہ "سبحان الذی" سورۂ کہف

(از ادارہ دین دنیا دہلی)

ذیل میں ہم قرآن پاک کے پندرہویں پارہ کی گیارہویں قسط پیش کر رہے ہیں۔ جس میں کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے دو بندوں کا ایک عبرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو ہدایت اور نصیحت فرمائی ہے

ایک عبرت انگیز واقعہ

وَضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ .... وَخَيْرٌ عُقْبًا ۵

ترجمہ: (اے رسول) تم انہیں دو آدمیوں کی مثال سناؤ ان میں سے ایک کو ہم نے دو انگور کے باغ دئے۔ دونوں باغوں کے گرد کھجور کے درخت بھی تھے اور اِن دونوں باغوں کے درمیان ہم نے کھیتی بھی قائم کر رکھی تھی۔ دونوں باغ پھل دیتے تھے۔ اِن کی پیداوار میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی تھی۔ اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہر بھی جاری کر رکھی تھی۔ اور اُس شخص کو اِن باغوں سے خوب پھل ملتے تھے۔ (ایک روز) اُس نے اپنے ایک عزیز سے اثنائے گفتگو میں کہا میں تجھ سے مال اور جتھے میں زیادہ ہوں پھر وہ اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے باغ کے اندر آیا اور (از راہ غرور) بولا میں خیال نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی برباد ہو سکتا ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہوگی۔ اور اگر میں اپنے رب کی طرف بھیجا گیا تو اُمید ہے کہ اِن باغوں سے بہتر جگہ پاؤں گا۔

اُس کے عزیز نے اُس سے کہا کیا تو اس بات کا منکر ہے کہ پروردگار نے
1 تجھے مٹی سے بنایا ہے۔ پھر نطفہ سے تجھے آدمی بنا دیا۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا۔ اور جب تو اپنے باغ میں آیا اُس وقت تو نے یہ کیوں نہیں کہا کہ جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ بغیر اللہ کی مدد کے انسان کا کسی چیز پر کوئی زور نہیں۔ اگر تو مجھے مال اور اولاد کے معاملہ میں اپنے سے کم دیکھتا ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر چیز عطا کر دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں ٹوٹ پڑیں۔ اور وہ صبح کو محض چٹیل میدان بن کر رہ جائے یا اُس کا پانی سوکھ جائے اور تو پھر اُس کے لئے کوئی جدوجہد بھی نہ کر سکے۔

پھر اُس شخص کے سامان ثمروں کو آفت نے آگھیرا بس اُس نے باغ پر جو کچھ بھی خرچ کیا تھا (ضائع ہوگیا) صبح کو ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اور وہ باغ اُسے اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا ملا۔ پھر وہ (افسوس کرتے ہوئے) کہنے لگا کہ کیا اچھا ہوتا اگر میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراتا۔ اور اُسے کوئی ایسا معاون بھی نہ ملا جو خدا کے علاوہ اُس کی مدد کر سکتا۔ اور نہ وہ (اس تباہی کا) بدلہ ہی لے سکا۔ کیونکہ ایسے موقع پر مدد کرنا خدائے برحق ہی کا کام ہے اور اُسی کا ثواب سب سے اچھا ہے۔ اور اُسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے۔

تشریح: اے رسول تم منکروں کے روبرو دو شخصوں کا حال بیان کرو۔ اِن دو شخصوں میں سے ایک کو (جو منکر تھا) ہم نے انگور کے دو باغ عطا کئے تھے۔ جن کے چاروں طرف کھجور کے درخت بھی لگے ہوئے تھے۔ اور ان دونوں باغوں کے درمیان سرسبز کھیتی بھی لہلہا رہی تھی۔ یہ دونوں باغ خوب پھل دیتے تھے۔ اور ان کی پیداوار میں کبھی کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ ان دونوں

باغوں کے درمیان ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی جس سے یہ ہمیشہ سرسبز اور شاداب رہتے تھے۔ اس کے علاوہ اس باغ کے مالک کے پاس اور بھی مٹوں کا بہت سا سامان تھا۔

ایک دن اس باغ کے مالک نے اپنے ایک عزیز سے جو ایک غریب مومن تھا اثنائے گفتگو میں بڑے فخر کے ساتھ کہا کہ میں تجھ سے مال میں بھی بہتر ہوں اور میرا جتھا بھی زبردست ہے۔ پھر وہ شخص غرور میں ڈوبے ہوئے یہ جملے کہتا ہوا اور اپنی جان پہ ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ یہ باغ اس قدر سرسبز ہے کہ میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کبھی اس پر خزاں آ سکتی ہے۔ پھر قیامت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا میرا خیال ہے کہ قیامت کا تصور بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ قیامت کبھی قائم نہ ہوگی اور اگر بالفرض قیامت کبھی قائم ہوئی بھی اور مجھے اپنے رب کے پاس واپس جانا پڑا تو مجھے اس باغ سے بہتر جگہ ملے گی کیونکہ جو اس جہان میں نوازا گیا ہے دوسرے جہان میں بھی اُسے ضرور نوازا جائے گا

غریب مومن نے اُس کی غرور بھری ہوئی یہ باتیں سنیں تو کہا تو قیامت سے انکار کر رہا ہے کیا تو اُس اللہ کی قدرت کا منکر ہے جس نے تیرے جد اعلیٰ کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ اور تجھے ایک بے حقیقت نطفہ سے صحیح و سالم انسان بنا دیا۔ جس خدا میں یہ قدرت ہے بھلا اُس کے لئے قیامت کا قائم کر دینا کیا دشوار ہے

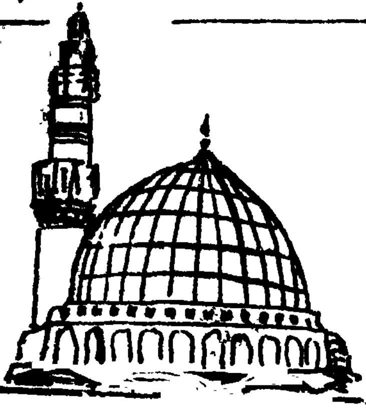
پھر اس غریب مومن نے اپنے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی ذات اعلیٰ سب کچھ ہے۔ اور وہی اللہ میرا پروردگار ہے۔ اور چونکہ میں اُس پر کامل عقیدہ رکھتا ہوں اس لئے میں اُس کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا۔ اور اے بھائی جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تھا۔ تو اس باغ میں داخل ہوتے وقت تو نے نامناسب فخر کرنے کی بجائے یہ کیوں نہ کہا کہ یہ سب کچھ اللہ کی عنایت کا ثمرہ ہے۔ اللہ کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اور بغیر خدا کی امداد کے کسی میں بھی کوئی طاقت نہیں۔

پھر اس نے اپنی غریبی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ آج میں مال میں اور اولاد کے معاملہ میں تجھ سے کمتر دکھائی دے رہا ہوں۔ مگر میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کل میرا پروردگار مجھے تیرے باغ سے بہتر نعمت عطا فرمائے۔ خواہ اس دنیا میں یا آخرت میں اُسے ہر طرح کا اختیار اور قدرت ۴۴
حاصل ہے۔ اور اس بات کو بھی نہ بھولو کہ خدا میں یہ قدرت بھی ہے کہ وہ اگر چاہے تو تیرے باغ میں بجلی گرائے کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ سرسبز اور پھلدار باغ چٹیل میدان بن کر رہ جائے یا اُس کا تمام پانی خشک ہو جائے اور پانی کے خشک ہونے کے بعد یہ ویران اور برباد ہو جائے اور تو اُسے دوبارہ سرسبز نہ کر سکے۔

تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ باغ والے کی غرور کی باتیں اللہ کو ناپسند ہوئیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اُس باغ پر ایک ایسی آگ برسائی کہ جس سے کہ یہ سرسبز باغ جل کر خاک ہو گیا۔ اور اُس کا تمام پانی آن کی آن میں خشک ہو گیا۔ مختصر یہ کہ اُس باغ کو اور اُس کے پھلوں کو عذاب الٰہی نے گھیر لیا۔ اور اُس مغرور انسان نے اُس باغ پر جو سرمایہ لگایا تھا۔ وہ سب برباد ہو گیا۔ اور انگور کا وہ باغ جو ٹٹیوں پہ لہرا رہا تھا ٹٹیوں سمیت زمین پر جل کر گر گیا۔ اس کے بعد وہ مغرور شخص اپنی تباہی پر افسوس کرتے ہوئے کہنے لگا کہ کاش میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔ اور اُس کے لئے بجز افسوس کے اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ کیونکہ اُس کے پاس کوئی ایسی جمعیت نہ تھی جو اللہ کے اِس عذاب کے مقابلہ میں اُس کی مدد کر سکتی۔ اور اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ایسے نازک موقع پر صرف خدا تعالیٰ ہی مدد کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اجر اور ثواب دینے میں سب سے افضل ہے

جن دو شخصوں کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ جن کا کہ قوم بنی اسرائیل سے تعلق تھا۔ ان میں سے ایک تو خدا کا منکر تھا۔ اور دوسرا سچا مومن تھا جب ان دونوں کو باپ کے مرنے کے بعد ترکہ ملا تو مومن نے تو اپنا تمام ترکہ غریبوں اور مسکینوں پر صرف کر دیا۔ اور کافر نے ترکہ سے باغ خریدا اور باغ کی آمدنی سے اپنی دولت کو خوب بڑھایا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بھائیوں پر غرور کرنے لگا مگر اس کا غرور خدا کو پسند نہیں آیا

تعلیم الحدیث



حکومت ایک مصیبت ہے

ضرورت سے زیادہ اشیاء دوسروں کو دیدو۔ اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھو

(از شوکت علی فہمی)

مسلمانوں کی ہدایت کے لئے ذیل میں احادیث کی مستند کتب سے رسول اللہ صلعم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں۔ جن سے اگر مسلمان نصیحت حاصل کریں تو اُن کی دنیا بھی درست ہو سکتی ہے۔ اور عاقبت بھی

حکومت اور امارت ایک مصیبت ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ اپنی حیات مقدسہ ہی میں عرب کے ایک بادشاہ کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ لیکن آپ نے پھر بھی حکومت اور امارت کو محض اس لئے ناپسند فرمایا ہے کیونکہ حکومت اور امارت کا نشہ انسان کو گمراہ کر دیتا ہے چنانچہ اس ضمن میں ایک حدیث ہے۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ عنقریب تم لوگ امارت کی حرص کرو گے اور وہ تمہارے لئے قیامت میں ندامت کا باعث ہوگی" (بخاری)

حضور نے جو کچھ فرمایا تھا وہ بالکل درست ثابت ہوا کیونکہ خلافت راشدہ کے بعد ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ حکومت کی خاطر مسلمانوں میں بڑی بڑی خانہ جنگیاں برپا ہوئیں۔ جن کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں رسول محترم نے حکومت کی طلب اور خواہش سے منع فرمایا ہے، چنانچہ بخاری کی حدیث ہے۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن تم خود حکومت مت طلب کرنا کیونکہ اگر وہ تمہیں طلب کرنے پر ملی تو اُس کا سارا بوجھ تم پر پڑ جائے گا۔ اور اگر بن مانگے ملی تو تمہیں لوگوں کی طرف سے ہر طرح کی امداد حاصل ہوگی" (بخاری و مسلم)

حضور کے اس ارشاد کو سامنے رکھتے ہوئے خلفائے راشدین کبھی حکومت کے طالب نہیں ہوئے لیکن جب عوام نے اپنے متفقہ فیصلے کے بعد اُنہیں خلیفہ منتخب کر لیا تو انھوں نے بادل ناخواستہ حکومت قبول کر لی مگر پھر بھی لوگوں پر حکمراں بن کر نہیں بلکہ عوام کے نگراں بن کر حکومت کی ہے۔

لیکن خلفائے راشدین کے بعد یہ بات باقی نہیں رہی خلافت شہنشاہیت میں بدل گئی۔ اور شہنشاہیت کی بنا پر بڑے بڑے جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت اور امارت ایک ایسی لعنت ہے جس کے حصول کے بعد بہت کم انسان اپنے آپ کو اُن لغزشوں سے بچا سکتے ہیں جو عام طور پر حکمرانوں میں پائی جاتی ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم نے فرمایا ہے کہ بظاہر حکومت اور امارت اچھی چیز معلوم ہوتی ہے لیکن یہ قیامت میں انسان کو ذلیل اور خوار کر دیتی ہے۔

ضرورت سے زیادہ اشیاء دوسروں کو دیدو

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے کہ سوشلزم سے لوگوں کو آشنا کیا۔ رسول مقبول صلعم کی حالت یہ تھی کہ مفتوحہ ممالک سے جو مال آتا تھا آپ مسجد نبوی میں بیٹھ کر سب کا سب غریبوں میں

تقسیم کر دیتے تھے۔ اور اپنے لئے ایک حبہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے کس طرح مسلمانوں کو سوشلزم کی تعلیم دی ہے اُس کا اندازہ ذیل کی حدیث سے ہو سکتا ہے۔

"ابو سعید خدری رض بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ایک شخص آپ کے سامنے آیا۔ مگر اُس کا اونٹ اتنا تھکا ہوا تھا کہ وہ چلتا ہی نہ تھا۔ یہ دیکھ کر (کہ وہ سفر نہیں کر سکتا) رسول اللہ صلعم نے اعلان فرمایا کہ جس کے پاس کوئی سواری اُس کی ضرورت سے زائد ہو تو وہ اس شخص کو دیدے اور جس کے پاس کوئی توشہ اُس کی ضرورت سے زائد ہو وہ اس شخص کو دیدے اور جس کے پاس زادِ راہ توشہ نہیں ہے تو جو چیز بھی ضرورت سے زائد ہو وہ اسے دیدو اور اس بارے میں آپ نے اتنی تاکید فرمائی ہے کہ آدمی کے پاس جو چیز بھی اُس کی ضرورت سے زائد ہو اُس میں گویا اُس کا کوئی حق نہیں ہے (بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ اُسے اپنے ضرورت مند بھائی کو دیدے) مسلم مشکوٰۃ

اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے" جابر رض بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس زمین کا کوئی ٹکڑا ہے۔ اُسے چاہئے کہ یا تو اُس میں خود کھیتی کرے ورنہ اپنے بھائی کو دیدے کہ وہ اُس میں کھیتی کر سکے۔ اور اگر یہ دونوں کام نہیں کرتا تو آپ نے ناگواری کے لہجہ میں کہا پھر اپنی زمین (بیکار) لئے بیٹھا رہے" (مشکوٰۃ)

ان دونوں حدیثوں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام سوشلزم یعنی سرمایہ کی تقسیم کا کتنا بڑا حامی ہے۔ اگر اس حدیث نبوی پر غور کیا جائے تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوشلزم کے بہت بڑے حامی ہیں۔ اور زمانہ حاضرہ میں جس سوشلزم کا بہت زیادہ چرچہ ہے۔ وہ اسلامی سوشلزم کے مقابلہ میں قطعی بے حقیقت ہے

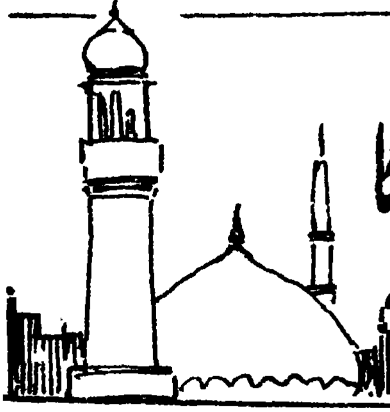
اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ برائیوں سے اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دیں۔ اور اپنے کردار کو زیادہ سے زیادہ بلند رکھنے کی کوشش کریں چنانچہ ذیل کی حدیث میں حضور اکرم نے مسلمانوں کو بہت سی برائیوں سے آگاہ فرمایا ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رض کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

"برا بندہ وہ ہے جس نے اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جانا اور تکبر کیا اور خدائے بزرگ و برتر کو بھول گیا۔ برا بندہ وہ ہے جس نے لوگوں پر جبر کیا۔ اور قہر توڑا۔ مگر خدائے قہار اور جبار کو بھول گیا۔ برا بندہ وہ ہے جو دین کے کاموں کو بھول گیا اور دنیا کے کاموں میں محو ہو گیا۔ اور اُس نے قبر اور جسم کی بوسیدگی کے خیال کو بھلا دیا۔ برا بندہ وہ ہے جس نے فتنہ و فساد برپا کیا حد سے تجاوز کر گیا۔ اور اپنی حقیر ابتدا اور انتہا کو بھول گیا۔ برا بندہ وہ ہے جو دھوکہ دے دیتا ہے لوگوں کو دین سے۔ برا بندہ وہ ہے جسے کھینچے لئے جاتی ہے دنیا کی طمع۔ اور حرص دنیا داروں کی طرف اور برا بندہ وہ ہے جسے خواہش نفس گمراہ کر دیتی ہے" (ترمذی)

اس حدیث کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد جب ہم غور کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے جن کمزوریوں کی جانب حضور اکرم نے اس حدیث کے ذریعہ توجہ دلائی ہے ان میں بیشتر کمزوریاں زمانہ حاضرہ کے مسلمانوں میں موجود ہیں۔ خدا مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اس حدیث سے سبق حاصل کر سکیں اور اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لیں۔ اور انہیں دور کریں۔

اسلامی افکار



کیا اسلام پوری دنیا کا مذہب بن جائیگا

صرف اسلام ہی ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے

(از چودھری سر ظفر اللہ خان پاکستان)

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی میں ایسی خصوصیات موجود ہیں کہ یہ مذہب ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے۔ چودھری ظفر اللہ خاں نے ذیل کے مقالہ میں اسلام کے اسی پہلو پر بڑی خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

مغربی مفکرین کے ہوشمند طبقہ کی یہ رائے ہے کہ "آجکل کے زمانہ میں صرف وہی مذہب زندہ اور برقرار رہ سکتا ہے جو ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکے" مغربی مفکرین کی اس رائے کی روشنی میں جب ہم دنیا کے مختلف مذاہب کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ یوں تو دنیا کے دوسرے مذاہب میں بھی بہت سی خوبیاں موجود ہیں۔ لیکن یہ خصوصیت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ کہ وہ موجودہ ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے۔

شائد اسلام کی اسی خوبی سے متاثر ہو کر انگلستان کے نامور مفکر جارج برنارڈ شا نے کہا تھا کہ "مذاہب کا دور ختم ہو رہا ہے اور صرف وہی مذہب باقی رہے گا جو دنیا کی ترقیوں کا ساتھ دے سکے گا۔ اور یہ خوبی اسلام کے علاوہ مجھے کسی دوسرے مذہب میں دکھائی نہیں دیتی اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ آگے چل کر یا تو دنیا کے تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے یا اسلام ہی پوری دنیا کا واحد مذہب بن جائے"

جارج برنارڈ شا نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ صرف دینی معاملات ہی میں انسان کی رہنمائی نہیں کرتا ہے۔ بلکہ دنیاوی معاملات میں بھی قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کا فرض انجام دیتا ہے۔ چنانچہ اس مذہب نے دین سے زیادہ دنیا سنوارنے پر زور دیتے ہوئے دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا ہے۔ اسی لئے اسلام سیاست اور حکمرانی سے لیکر گھریلو معاملات تک میں انسان کا بہترین مشیر ہے۔ وہ جہاں عاقبت کے درست کرنے کی ترغیب دیتا ہے وہاں دنیا سنوارنے پر بھی زور دیتا ہے

اسلام اور اسلام سے قبل کے مذاہب میں بیّن فرق یہ ہے کہ اسلام سے پہلے کے جملہ مذاہب نے "ترک دنیا" کی تعلیم دی ہے اور انھوں نے انسان کو "گوشہ نشینی" کا سبق پڑھایا ہے۔ اس کے برخلاف اسلام نے نہ صرف ترک دنیا کی مذمت کی ہے بلکہ انسان کو دنیا کی تمام چیزوں سے استفادہ کی ہدایت کی ہے۔ اسلام گوشہ نشینی کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ نوع انسانی میں غیر معمولی قوت عمل پیدا کر کے اُسے دنیا اور دنیا والوں کے لئے کارآمد بنا دینا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسا مذہب ہی ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے جو انسان کی عملی قوتوں کو بیدار کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہو۔

اسلام کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ مذہبی تفریق کا شدید مخالف ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں ایک سمجھوتہ کر کے ساری دنیا کے انسانوں کو ایک کنبہ اور برادری میں تبدیل کر دینا چاہتا ہے۔ اسی لئے اُس نے اپنے متبعین کو ہدایت کی ہے کہ وہ جملہ مذاہب کے بانیوں اور بزرگوں کا سچے دل سے احترام کریں۔ اور اسطرح اسلام نے جلوہ گر ہو کر اُن تمام مذہبی تفرقوں اور ہنگاموں اور خونریزیوں کو ختم کر دیا ہے جو مذاہب

برس سے اِس دنیا میں مذہب کے نام پر جاری تھیں ۔ اور آجکل کی متمدن دنیا بھی یہی چاہتی ہے کہ مذہب رنگ اور نسل کے امتیازات کو ختم کرکے انسانی برادری میں زیادہ سے زیادہ یگانگت اور رواداری پیدا کی جائے ۔ اور کیونکہ اسلام اِس رواداری کا سب سے بڑا حامی ہے ۔ اس لئے وہی موجودہ ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے ۔ آج دنیا اِس بات کو بھی ماننے لگی ہے کہ مذہب کا مقصد صرف انسان کو عبادت اور ریاضت کی ترغیب دینا اور اُس کے طور طریقے بتانا ہی نہیں ہے بلکہ انسان کے سامنے زندگی کا ایک مکمل نظام بھی پیش کرتا ہے ۔ چنانچہ اسلام نے جہاں عبادت کی ترغیب دی ہے وہاں دنیا کے سامنے ایک ایسا مکمل نظام حیات بھی پیش کیا ہے جو صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کی رہنمائی کرتا ہے یہاں تک کہ بین الاقوامی معاملات میں بھی اسلام انسان کا بہترین رہنما بنا رہا ہے ۔

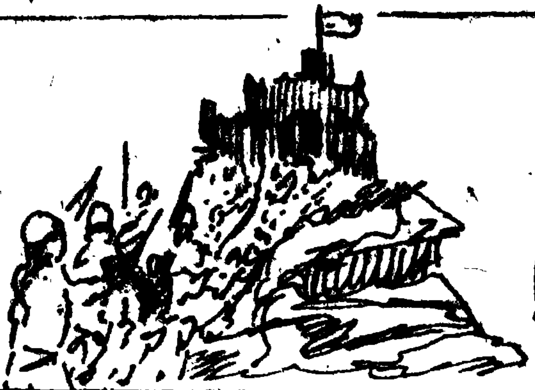
اِس وقت بنی نوع انسان گزشتہ دو عالمگیر جنگوں کے خوفناک نتائج کی بنا پر اِس بات کا سب سے زیادہ خواہاں ہے کہ دنیا میں عالمگیر امن قائم کیا جائے ۔ اور چونکہ امن کا قیام اُن غلط فہمیوں کے دور کئے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا ۔ جو قوموں کے درمیان موجود ہیں ۔ اِس لئے انھیں دور کرنے کے لئے بین الاقوامی سطح پر یہ ترغیب دی جا رہی ہے کہ قوموں کو مذہبی اور نسلی منافرت ختم کر دینی چاہیئے ۔ اُنھیں ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں دست اندازی نہیں کرنی چاہیئے اور پس ماندہ قوموں کو ہر ممکن مدد دینی چاہیئے ۔ یہ اگرچہ بنی نوع انسان کا بالکل ہی نیا مسئلہ ہے ۔ لیکن کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا میں نہ صرف امن اور سلامتی کا پرچم بلند کیا تھا ۔ بلکہ اُس نے امن کو قائم کرنے اور پائیدار بنانے کے لئے وہی طریقے بتائے تھے جو آج اختیار کئے جا رہے ہیں ۔ اور اس اعتبار سے اسلام نے بین الاقوامی جیسے اہم معاملہ میں بھی بنی نوع انسان کی صحیح رہنمائی کی ہے

مغرب کے تمام حقیقت نگار اور غیر متعصب اہل قلم کو اِس بات کا اعتراف ہے کہ اسلام ہی دنیا کا واحد مذہب ہے ۔ جس نے دنیا کے تمام مذاہب کی تصدیق کی ہے ۔ اور تمام مذہبوں کے رہناؤں کے احترام کا حکم دے کر اُس مذہبی منافرت کو ختم کیا ہے جو یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان صدیوں سے چلی آرہی تھی ۔ پھر اسلام نے دوسرے مذاہب کی تصدیق کرنے ہی کو کافی نہیں سمجھا ہے بلکہ اُس نے اِن مذاہب کے ماننے والوں کو اُن کے مذہبی فرائض کی ادائیگی کی کامل آزادی دے کر اور مسلم حکومتوں میں اُن کے تحفظ کر کے اِن تمام مذاہب کے برقرار اور ترقی کرنے کے مواقع بھی بہم پہنچائے تھے ۔

جہاں تک دوسری قوموں کے اندرونی معاملات میں مداخلت اور دست اندازی کا تعلق ہے مسلمانوں نے مفتوحہ قوموں کے معاملات میں بھی کبھی دست اندازی نہیں کی چنانچہ ہندوستان میں جو اولین مسلم حکومت محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ میں قائم ہوئی تھی اُس کی رواداری کے سب ہی معترف ہیں ۔ چنانچہ وہاں کے ہندوؤں کے سماجی اور مذہبی معاملات میں ہر قسم کی مداخلت سے نہ صرف گریز کیا گیا ہے بلکہ حکومت کے بڑے بڑے عہدے سندھ کے غیر مسلموں کے سپرد کر دیئے گئے ۔ پھر دوسرے دور میں جب ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک مستقل حکومت قائم ہو گئی تب بھی انھوں نے ہندوؤں کے سماجی اور مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی اس طرح شمالی افریقہ اور مشرق قریب کی مسلم حکومتوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ اُنھوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کے سماجی اور مذہبی معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کی بلکہ اگر دیکھا جائے تو مسلم حکومتوں میں یہودیوں اور عیسائیوں اور دوسرے فرقوں کو داخلی طور پر پوری آزادی اور خود مختاری حاصل تھی ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ہر زمانہ میں دنیا کا پورا پورا ساتھ دیتا رہا ہے

مختصر یہ کہ اسلام جہاں گزشتہ چودہ سو سال میں بنی نوع انسان کی بلا امتیاز مذہب و ملت رہنمائی کرتا رہا ہے وہاں آیندہ بھی اُس میں رہنمائی کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے اور اس اعتبار سے اسلام ہی ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے ۔ اور اس میں دنیا کے سب ہی انسانوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت بھی پوری طرح پائی جاتی ہے ایسی حالت میں کوئی تعجب نہیں کہ مستقبل قریب میں اسلام ہی پوری دنیا کا مذہب بن جائے ۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق



فاتح یورپ مُراد خاں ثانی

وہ مرد مجاہد جس نے تن تنہا پورے یورپ کا مقابلہ کیا

(از شوکت علی فہمی)

سلطان مراد خاں ثانی وہ مرد مجاہد ہے جو اسلام کے تحفظ کے لئے ایک دو سال نہیں پورے تیس برس تک اُن دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرتا رہا ہے جو یورپ کی سرزمین سے مسلمانوں کے قدم اکھاڑنے پر تلے ہوئے تھے۔ اِس مرد مومن نے کیسی حوصلہ مندی سے مخالفین اسلام کا مقابلہ کیا ہے اُس کا اندازہ ذیل کے مقالے سے ہو سکتا ہے۔

سلطان مراد خاں ثانی جب ۸۲۵ھ ہجری میں سلطنت عثمانیہ کے تخت پر بیٹھا تو وہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے پڑوسی یورپین ملکوں سے لڑے بغیر امن اور چین سے زندگی گزار دے۔ وہ جنگ و پیکار کو سخت ناپسند کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ "انسانی خون کی قیمت دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت سے بھی زیادہ ہے" لیکن گرد و پیش کی یورپین سلطنتوں نے اُسے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اُس کے لئے نئے نئے فتنے کھڑے کر دئے جن کی وجہ سے اُسے مجبوراً میان سے تلوار نکالنی پڑی۔

وہ اِس بات کا متمنی تھا کہ قیصر روم سے دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں لیکن قیصر نے اُسے پریشان کرنے کے لئے سلطنت عثمانیہ کے ایک نقلی دعویدار کو فوجی مدد دے کر مراد خاں کے مقابلہ پر صف آرا کر دیا۔ آخر مجبوراً مراد خاں کو اُس سے مقابلہ کرنا پڑا اور سلطنت عثمانیہ کا یہ نقلی دعویدار مارا گیا۔ اِس ہنگامے سے مراد خاں فارغ ہی ہوا تھا کہ قیصر روم کے اشارہ پر مراد خاں کے بھائی مصطفٰے ابن محمد نے ایشیائے کوچک میں بغاوت برپا کر دی۔ مگر اس مرد مجاہد نے اِس شدید بغاوت کو بھی کچل ڈالا۔ اِس بغاوت سے نجات ملی تھی کہ یونان اور ٹرانسلوانیا کی جانب سے حملے شروع ہو گئے۔ مگر مراد خاں نے ان حملوں کو بھی پسپا کر دیا۔ مختصر یہ کہ مسلسل کئی سال یہ مرد مجاہد یورپ کی سلطنتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے تھک گیا۔ آخر یورپین حکومتوں کے ساتھ ایک طویل جنگ کے بعد اُس کی دس سال کیلئے ان حکومتوں سے صلح ہو گئی۔

اس صلح نامہ کے بعد اُسے کسی قدر اطمینان حاصل ہو گیا۔ بیس بائیس سال کی مسلسل لڑائیوں نے اُسے اُمور سلطنت کی طرف سے دل برداشتہ کر دیا تھا۔ وہ سوچا کرتا تھا کہ اگر انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ وہ نوع انسانی کا خون بہاتا رہے۔ تو اُس میں اور درندوں میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے۔ اتفاق سے اُسی زمانہ میں جب اُس کے بڑے لڑکے شہزادہ علاؤالدین کی اچانک موت واقع ہو گئی تو اُس کے دل پر بے حد اثر ہوا اور وہ سلطنت تو کیا دنیا ہی سے کنارہ کش ہو گیا۔ اور تخت سے دست بردار ہونے کے بعد اُس نے پوری سلطنت اپنے دوسرے لڑکے محمد کے سپرد کر دی جس کی عمر صرف چودہ سال تھی۔ اور اب اُس کا بیشتر وقت عبادتِ الٰہی میں گزرنے لگا۔

مراد تو تخت سے اِس لئے کنارہ کش ہوا تھا کہ اُسے دنیاوی جھگڑوں سے نجات مل جائے لیکن اُس کا یہ مقصد پورا نہ ہو سکا کیونکہ جوں ہی یہ خبر مشہور ہوئی کہ مراد خاں سلطنت سے کنارہ کش ہو گیا ہے اور اُس نے فقیرانہ زندگی اختیار کر لی ہے اور اُس کی جگہ ایک نو عمر اور ناتجربہ کار لڑکا تخت نشین ہو گیا ہے تو یورپین سلطنتوں کے حکمرانوں کے دلوں میں مسلمانوں کو یورپ سے نکالنے کا جذبہ نئے سرے سے ابھر آیا اور وہ سوچنے لگے۔ کہ مراد خاں دنیا سے دل برداشتہ ہو گیا ہے تخت پر ایک ناسمجھ لڑکا بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے بہتر موقع مسلمانوں کو

یورپ سے نکالنے کے کا کبھی نہیں مل سکتا۔

یورپین سلطنتوں میں آپس میں مشورے شروع ہو گئے اور یہ سوچا جانے لگا کہ وہ معاہدہ جو حال ہی میں سلطنت عثمانیہ سے ہوا ہے اُسے کیونکر توڑا جائے۔ ہنگری اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کے لئے بالکل تیار بیٹھا تھا۔ قسطنطنیہ بھی اس معاہدہ کو ختم کرنے پر پیش پیش تھا۔ اور بڑے بڑے پادری یورپ کی مختلف سلطنتوں میں گھوم رہے تھے۔ اور یورپ کے عیسائی حکمرانوں سے کہہ رہے تھے کہ غیر عیسائیوں سے معاہدہ کی پابندی قطعاً ضروری نہیں۔ اور جب کہ معاہدہ کو توڑنے سے قوم کا فائدہ ہو تو یہ ایک نیک کام ہے۔ چنانچہ ہنگری کی مجلس شوریٰ میں اُس زمانہ کے سب سے بڑے پادری کارڈنل جولین نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اس موقع پر اُن امیدوں کو توڑ دوگے جو عیسائیوں نے تمہارے ساتھ قائم کر رکھی ہیں اور اس خوش بختی سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے، جو تمہیں نصیب ہوئی ہے۔ تمہارا اصلی عہد و پیمان ترکوں کے ساتھ نہیں بلکہ خدا اور تمہارے مسیحی بھائیوں کے ساتھ ہے۔ اور وہ سابق معاہدہ جو مسیح کے دشمنوں کے ساتھ کیا گیا ہے خلافِ مذہب ہے، اسے ختم کر دینا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس معاہدہ کو توڑ ڈالو جس سے مسیح کے دشمنوں کو فائدہ پہنچتا ہو۔ خداوند مسیح تمہارے ساتھ ہیں۔ جھنڈوں کو حرکت میں لاؤ۔ میں تمہاری فوج کو برکت دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند مسیح تمہیں کامیابی عطا کریں۔"

کارڈنل جولین کی اس تقریر نے نہ صرف ہنگری میں بلکہ سارے یورپ میں مسلمانوں کے خلاف ایک جوش پیدا کر دیا۔ اور سلطنت عثمانیہ پر حملے کی زور شور کے ساتھ تیاریاں شروع ہو گئیں۔

یورپین ممالک اور پادریوں کا یہ جوش و خروش ایسا نہ تھا کہ پوشیدہ رہ سکتا۔ ترکی میں بھی اس کی خبریں پہنچ رہی تھیں اور زعمائے سلطنت مراد خاں پر زور دے رہے تھے کہ یہ وقت گوشہ نشینی کا نہیں ہے۔ گوشۂ تنہائی سے نکل کر میدان کارزار میں آجائیے۔ تسبیح اور جانماز کو چھوڑ دیجئے۔ کیونکہ اسلام ہی خطرہ میں پڑ گیا ہے اگر آپ نے اس موقعہ پر ذرا بھی کوتاہی کی تو یورپ سے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔

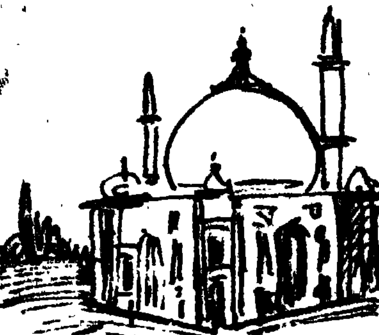
سلطان مراد خاں اپنی باقی زندگی دنیا سے الگ تھلگ یادِ الٰہی میں گزارنے کے متمنی تھے لیکن یورپ کے شاطروں نے انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ آخر انہوں نے تسبیح اور جانماز کو لپیٹ کر رکھ دیا۔ اور چالیس ہزار جنگ آزمودہ سپاہیوں کے لشکر کو لے کر روانہ ہو گئے۔

انہوں نے یورپین ممالک کی سرحد پار کر لی یورپین حکومتیں یہ سمجھے ہوئے تھیں کہ مراد اب دنیا سے کنارہ کش ہو گیا ہے۔ اس لئے انہیں اس بات کا گمان تک نہ تھا کہ وہ مقابلہ پر آجائے گا۔ جب اچانک انہیں اس کی اطلاع ملی تو وہ حیران رہ گئے۔ سلطان مراد نے آگے بڑھ کر وارنا سے چار میل کے فاصلہ پر اپنے خیمے نصب کر لئے۔ اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

یورپین فوجوں کا نامور سپہ سالار ہونیاڈے جو کئی معرکوں میں ترکوں کو اس سے پہلے شکست دے چکا تھا، فوراً مراد خاں کے مقابلہ پر آگیا۔ اُسے اپنی فتح کا کامل یقین تھا۔ اس کے ساتھ یورپ کے تقریباً ایک درجن ممالک کی فوجیں تھیں جن کی مجموعی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ کسی بڑے سے بڑے ملک کو آسانی سے فتح کر سکتی تھیں

جنگ چھڑ گئی۔ عیسائی پوری طاقت سے مسلمانوں پر پل پڑے اور اُن کا پہلا ہی حملہ بے حد کامیاب رہا کیونکہ ترکوں کی اگلی صفوں کے قدم اکھڑ گئے۔ جنگ میں گرمی بڑھنے لگی اور اس گرمی کے ساتھ عیسائیوں کی پیش قدمی میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ اور یہ دکھائی دینے لگا کہ عنقریب ترکوں کو شکست فاش ہو جائے گی لیکن مراد نے اس نازک وقت میں بھی حوصلہ کو نہ چھوڑا۔ اس نے بہترین سپاہیوں کو ساتھ لے کر اپنی جان کی بازی لگا دی، مراد پورے جوش سے دشمن کے لشکر کو چیرتا ہوا لشکر کے قلب میں گھس گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ اب عیسائی پسپا ہونے لگے تھے۔ جنگ پورے شباب پر تھی۔ ایک طرف یورپین فوجوں کا سپہ سالار ہونیاڈے بڑی بہادری سے ترکوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ دوسری طرف ہنگری کے بادشاہ لاڈس لاس انتہائی بے جگری کا ثبوت دے رہا تھا کہ اچانک شاہ ہنگری کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور شاہ ہنگری کے گھوڑے سے گرتے ہی ترکوں نے اس کا سر کاٹ کر ایک نیزے پر بلند کر دیا۔ (باقی صفحہ ۲۹ پر)

مشاہیر اسلام



ابوریحان البیرونی

سنسکرت کا بلند پایہ عالم۔ اور کتاب الہند کا مصنف

(از سید صباح الدین عبدالرحمٰن)

البیرونی کو مشاہیر اسلام میں بلند ترین مرتبہ حاصل ہے یہ خوارزم کے مضافات میں ۹۷۳ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا اصلی نام محمد ہے لیکن البیرونی کے نام سے مشہور رہے یہ عربی اور فارسی کا بہت بڑا عالم ہونے کے علاوہ سنسکرت زبان کا بھی مایہ ناز اسکالر تھا۔ یہ سلطان محمود غزنوی کے درباری علما میں سے تھا۔ اور سلطان ہی کے ہمراہ ہندوستان آیا تھا۔ اور سالہاسال تک ہندوستان میں رہ کر ہندوستانی علوم کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ سنسکرت زبان پر اُسے اسقدر عبور حاصل تھا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے پنڈت اُس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ ذیل میں اسی عالم بے بدل کے علمی کارناموں پر ہلکی سی روشنی ڈالی جارہی ہے۔

البیرونی کا شمار دنیا کے ممتاز ترین مسلم علما میں کیا جاتا ہے۔ وہ جہاں عربی اور فارسی کا جید عالم تھا وہاں علم نجوم۔ علم ہیئت، علم کیمیا۔ تاریخ ادب جیسے علوم میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ وہ عربی اور فارسی کے علاوہ عبرانی اور سریانی زبانوں سے بھی واقف تھا۔ اُس نے ہندوستان میں رہکر سنسکرت زبان بڑی محنت اور ریاضت کے بعد سیکھی تھی۔ سنسکرت زبان کی اہم ترین تصانیف پر اُسے پنڈتوں سے کہیں زیادہ عبور حاصل تھا۔

البیرونی نے ۷۵ سال کی عمر پائی لیکن اُس کی ساری عمر علوم وفنون کی خدمت اور حصول میں گزری ہے اُس نے بے شمار علوم حاصل کرنے کے علاوہ دنیا کے تمام مذاہب اور اُن کے عقائد کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ جن میں کہ خصوصیت کے ساتھ "ہندو دھرم" شامل ہے۔ حتیٰ کہ مختلف قوموں کے روایات اور مراسم پر بھی اُس نے تحقیق کی ہے البیرونی نے شروع میں تو بڑی تنگدستی اور عسرت میں زندگی گزاری لیکن جب وہ اپنی علمی عظمت اور شہرت کی بنا پر شاہی درباروں سے وابستہ ہوگیا تو اُس کے دن اچھے گزرنے لگے سب سے پہلے البیرونی

شمس المعالی قابوس بن وشمگیر کے دربار سے منسلک ہوا۔ پھر خوارزم شاہ نے اُس کو اپنے دربار میں بلا کر بڑی عزت اور احترام سے رکھا خوارزم شاہ البیرونی کا بڑا ہی احترام کرتا تھا۔

خوارزم شاہیوں کی تباہی کے بعد البیرونی سلطان محمود غزنوی کے درباری علما میں شامل ہوگیا۔ جب سلطان محمود غزنوی کا انتقال ۴۲۱ھ ہجری میں ہوگیا تو اُس کے بیٹے سلطان مسعود غزنوی کے سایۂ عاطفت میں آگیا جس کے نام پر اس نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ اِن میں زیادہ مشہور "قانون مسعودی" ہے۔ البیرونی سلطان مسعود کے لڑکے شہاب الدین ابوالفتح مودود کے دربار سے بھی وابستہ رہا ہے۔ اور اُس کے نام پر ایک کتاب "الدستور" لکھی ہے شہرزوری اپنے قلمی نسخہ میں تتمۃ میں البیرونی کے بارے میں لکھتا ہے کہ "شاہی درباروں سے وابستگی کے باوجود وہ دنیاداری سے بے نیاز ہوکر اپنے علمی کاموں میں لگا رہا اُس کا ہاتھ قلم کو۔ اُس کی آنکھ مطالعہ کو۔ اور اُس کا دماغ غور وفکر کو صرف کرنے کے اوقات میں چھوڑتا تھا اُس کی تصانیف کی تعداد ...

بارے بھی زیادہ ہیں گے (مخزونہ قلمی نسخہ) خود البیرونی نے اپنی کتاب "آثارالباقیہ" میں اپنی تصانیف کی تعداد ۱۱۳ بتائی ہیں۔ لیکن آثارالباقیہ اُس کی وفات سے تیرہ سال پہلے لکھی گئی تھی۔ اس دوران بھی اُس کا تصنیف و تالیف کا شغل بدستور جاری رہا جسکا مطلب یہ ہے کہ اُس کی تصانیف کی تعداد ۱۱۳ سے بھی زیادہ تھی۔

البیرونی کے علمی شغف کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ نزع کے عالم میں بھی علمی مسائل پر تبادلہ خیال کرتا رہا ہے چنانچہ فقیہہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ "میں ابوریحان کے پاس ایسی حالت میں پہنچا کہ وہ دم توڑ رہے تھے لیکن اس نازک حالت میں بھی انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ تم نے جدات فاسدہ کے حساب کے متعلق مجھے کچھ بتایا تھا۔ میں نے کہا کہ ایسی حالت میں علمی مباحث بہتر نہیں ہیں تو ابوریحان نے کہا کہ یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ میں دنیا کو اُس حالت میں چھوڑوں کہ اِس مسئلہ سے ناواقف رہوں چنانچہ میں نے اِس مسئلہ کو دوبارہ بیان کیا اور ابوریحان نے مرتے مرتے بھی اُسے یاد کرلیا۔ پھر جب میں اُن کے پاس سے نکلا تو رونے پیٹنے کی آوازیں سنیں" علمی شغف کی انتہا ہے۔

البیرونی کی تمام تصانیف میں ہندوستان اور ہندوستان سے باہر بھی "کتاب الہند" کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی تھی اس میں ہندوؤں کے مذہبی اعتقادات مثلاً ارواح کی حالت، تناسخ، سزا و جزا، منصوبات یعنی خاص خاص بت، رگ بید، جزر بید، سام بید اور اتھروید پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ پھر پُران اور ہندوؤں کی دوسری دینی کتابیں ان کے علم نحو، علم عروض، علم نجوم وغیرہ اسکے علاوہ ناپ تول پیمائش کے طریقے رسم الخط رسوم عادات، پھر ہندوستان کے شہروں دریاؤں سمندروں، جزیروں یہاں تک کہ ملکوں کے طلے اور حدود تک درج ہیں۔ پھر ستاروں، بروج، مہتاب یہ سیارہ۔ مہینوں کے دنوں۔ ہندوؤں کی معاشرتی رسوم مقدس مقامات اور تالابوں وغیرہ کی تفصیل اس کتاب میں درج ہے۔

ظاہر ہے کہ ان تمام موضوعات سے متعلق البیرونی کو معلومات فراہم کرنے میں جو دشواریاں پیش آئی ہونگی وہ اپنی جگہ نہایت ہی اہم ہونگی البیرونی کا بیان ہے کہ جب انھوں نے ہندوؤں کے علوم سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی تو انہیں طرح طرح کی دقتیں پیش آئیں ہندو علوم سے واقفیت کے لئے سنسکرت زبان کا سیکھنا بہت ضروری تھا مگر یہ کام بہت مشکل تھا۔ کیونکہ ہم نہ تو اپنی زبان سے سنسکرت کے صحیح مخارج ادا کرسکتے تھے نہ ہمارے کان ہی اُس زبان سے آشنا تھے۔ اور نہ ہم اُسے منضبط تحریر ہی میں لا سکتے تھے۔ پھر ایک دشواری یہ بھی تھی کہ اُس زمانہ کے ہندو جو کچھ جانتے تھے۔ اُس کے بتلانے میں بخل کرتے تھے۔ غیر قوم والے تو درکنار بلکہ خود اپنی قوم کے نااہل لوگوں سے بھی اپنے علم کو چھپانا اُن کی سرشت میں داخل تھا۔

مگر البیرونی ان تمام مشکلات کے باوجود مطلق نہیں گھبرایا۔ اُس نے بڑی محنت سے سنسکرت زبان سیکھی وہ پنڈت اور برہمنوں سے گھل مل کر اُن کے علوم کے بارے میں زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرتا رہا۔ اور اِس حد تک سنسکرت زبان اور ہندو علوم پر عبور حاصل کرلیا کہ کوئی بڑے سے بڑا سنسکرت داں یا پنڈت اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ جب وہ ہندو پنڈتوں اور سنسکرت کے علما کے سامنے اہم مسائل پر روشنی ڈالتا تھا تو پنڈت حیران رہ جاتے تھے۔ اور خود اُس سے کچھ سیکھنے کے لئے اُس کے گرد جمع ہوجاتے تھے۔ اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ اُس نے یہ علوم کس ہندو عالم سے حاصل کئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ البیرونی کو جادوگر کہنے لگے تھے۔

البیرونی نے ہندوؤں کی مستند کتب جمع کرنے پر بے دریغ روپیہ صرف کیا۔ وہ دور دراز اور گمنام مقامات کا سفر کرکے نامور پنڈتوں سے ملا اور اُن کی صحبت میں رہ کر ہندو علوم سے زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کی۔ وہ اپنی تصنیف "کتاب الہند" کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ "میں نے کوڑے کرکٹ سے جواہرات کو بریں سے موتی اور سنگریزوں میں سے قیمتی نگینے چھانٹ کر اپنی تصنیف "کتاب الہند" کو مکمل کیا ہے۔

ایڈورڈ سخاؤ البیرونی کی اس تصنیف کے بارے میں لکھتا ہے کہ "اگر مسلمان اس بات پر فخر کرسکتے ہیں کہ کتاب الہند عربی لٹریچر کے افق پر ایک بہت ہی اہم ستارہ ہے تو (باقی ص ۴۹ پر)

تاریخ ہند



مسلم حکمرانوں کا اندازِ حکومت

"مسلم حکومتیں" مسٹر ایم۔ این رائے کی نظر میں۔

(نامور مفکر مسٹر۔ ایم این رائے کے قلم سے)

مسٹر ایم این رائے ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے مفکر شمار کئے جاتے ہیں۔ مسلم حکومتوں پر اُن کا ایک فکر انگیز مقالہ پچھلے دنوں انگلستان کے اخبار "دیگارڈ" میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کے بعض اہم حصے ہم ناظرینِ دین دنیا کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ مسٹر ایم رائے کا یہ مضمون ہمارے ملک کے اُن فرقہ پرستوں کے لئے دندان شکن جواب ہے جنکو ہندوستان کی مسلم حکومتوں میں بجز برائیوں کے کوئی خوبی ہی نظر نہیں آتی۔

ظہورِ اسلام کے بعد مسلمانوں نے جس تیزی کے ساتھ ترقی کی ہے تاریخ میں اُس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مسلمان اپنی قومی تشکیل کی پہلی ہی صدی میں ایشیا، یورپ اور افریقہ کے ایک بڑے حصے کے مالک بن گئے تھے۔ اُن کی قائم کی ہوئی حکومتیں صرف اُسی زمانہ کی حکومتوں کے لئے قابلِ تقلید نہیں تھیں بلکہ غربا پروری عدل و انصاف اور نظم و نسق کے لحاظ سے ہمارے زمانہ کی حکومتوں سے بھی بہتر تھیں چنانچہ اُنھوں نے انسانی تہذیب اور تمدن کو ترقی دینے کے لئے جو کوششیں کی تھیں آج بھی اُنہیں انسان کی تہذیبی اور تمدنی ترقیوں کے سنگِ بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔

تعصب اور تنگ نظری انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے اور جب اِس کمزوری کے ساتھ مذہبی اور قومی تعصب بھی شامل ہو جاتا ہے تو ایک قوم دوسری قوم کی تمام خوبیوں اور بھلائیوں سے نہ صرف انکار ہی کر دیتی ہے بلکہ اُنہیں برائیاں ثابت کرنے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ چنانچہ یہی مسلمانوں کے ساتھ ہوا ہے وہ قومیں جو مسلمانوں کی دشمن تھیں اُنھوں نے ہمیشہ ہی مسلمانوں کی خوبیوں کو برائی کی شکل میں پیش کیا ہے۔

ظہورِ اسلام کے وقت لوگ عمومیت کے ساتھ یا تو آتش پرست تھے یا یہودی اور عیسائی۔ اِن میں سے آتش پرستوں کی اکثریت نے تو اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور یہودی عام طور پر محکوم تھے۔ صرف عیسائی ہی وہ لوگ تھے جو ہر اعتبار سے خود کو مسلمانوں کا مدِ مقابل سمجھتے تھے۔ چنانچہ اسلام اور عیسائیت کی تاریخیں مسلمانوں اور عیسائیوں کی جنگ کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن اِن ہی تاریخوں کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان لڑائیوں کے تقریباً ہر محاذ پر عیسائیوں کو شکستیں نصیب ہوتی رہی تھیں۔ اور ان ہی مسلسل ناکامیوں نے عیسائیوں میں وہ قومی عصبیت پیدا کر دی تھی جس کی بنا پر وہ مسلمانوں کی تمام خوبیوں کے نہ صرف منکر ہی تھے بلکہ اُنہیں جنگ پسند جابر و ظالم اور نا انصاف ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش بھی کرتے رہتے تھے اور ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے متعلق جو غلط رائے قائم کر لی گئی ہے۔ وہ اُسی زمانہ کے عیسائی مصنفوں اور مورخوں کی غلط بیانیوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جس قوم نے مسلمانوں کو سب سے زیادہ بدنام کیا ہے اُسی قوم کے ساتھ مسلمانوں نے وہ عظیم احسانات کئے ہیں جن کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں ہی نہیں ملتی مسلمانوں نے اپنی حکومت کے دوران عیسائیوں اور یہودیوں

کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے تا یہاں اُس کا تذکرہ کرنا مقصود نہیں ہے۔ بس اس سلسلہ میں اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ آج خود عیسائی اہل قلم بھی اسے تسلیم کرنے لگے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں جو مسلمانوں کے متعلق غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں نہ تو اُن میں کمی رونما ہوئی ہے اور نہ اُنہیں دور کرنے ہی کی کوئی منظم کوشش کی گئی ہے۔ اسلئے یہاں اختصار کے ساتھ اُن کارناموں کا ذکر کر دینا مقصود ہے۔ جو مسلمانوں نے ہندوستان میں انجام دئے ہیں۔

ہندوستان کے مسلم حکمرانوں میں مغل خاندان کے بادشاہوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خاندان صدیوں تک اس ملک پر حکومت کرتا رہا ہے اور غالباً اسی لئے اس خاندان کے مسلم حکمرانوں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ لیکن ہندوستان پر مغلوں کے علاوہ مسلمانوں کے اور بھی کئی خاندان حکومت کرتے رہے ہیں اور تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان کے مسلم حکمرانوں میں سے بعض میں خواہ کتنی ہی ذاتی برائیاں کیوں نہ موجود ہوں لیکن ملک کے انتظام اور اہل ملک کی راحت رسانی کے معاملہ میں سب کا طرز عمل ایک ہی جیسا رہا ہے اور ان سب نے اس ملک کو ترقی دینے اور یہاں کے باشندوں کو آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اسی لئے وہ سب ہی عوام میں بے حد مقبول رہے ہیں۔

اس چھوٹے سے مضمون میں تاریخی واقعات کو مثالیں دیکر بیان کرنا تو ممکن نہیں اسلئے میں صرف مسلمانوں کے دور حکومت پر ایک سرسری نظر ڈال کر اس قدر بتانا چاہتا ہوں کہ اُن کی اسٹیٹ پالیسی رواداری کے علاوہ اور کچھ نہ تھی اسی لئے اُنھوں نے اپنی حکومت کے زمانہ میں نہ تو جانبداری سے کام لیا اور نہ کسی پر کبھی ظلم اور جبر کیا ہے۔ بلکہ اُس زمانہ کے لحاظ سے مسلمانوں کی حکومت دوسری بہت سی حکومتوں سے اور خصوصاً اُن عیسائیوں کی حکومتوں سے بہت زیادہ بہتر تھی جنھوں نے مسلمانوں کو بری طرح بدنام کیا ہے۔ اور جن کے نقش قدم پر چلنے والے آج بھی اس ملک میں مسلمانوں کے متعلق شدید ترین غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں —

مثال کے طور پر تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جس زمانہ میں کہ انگلستان اور دوسرے یورپین ممالک میں عقائد کے اختلافات کی بنا پر قتل عام ہو رہا تھا اُس زمانہ میں ہمارے ملک میں تعصب کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اور یہاں کے مسلم حکمران ہمارے ملک کے باشندوں کے ساتھ انتہائی مذہبی رواداری کا مسلک اختیار کئے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ جس زمانہ میں ہندوستان مسلمانوں کے زیر حکومت ترقی کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ اُس دور میں پورے انگلستان میں آبپاشی کے لئے نہ تو کوئی نہر موجود تھی اور نہ سفر کرنے کے لئے کوئی پختہ شاہراہ تھی۔ انگلستان کے باشندے کچی سڑکوں اور پگڈنڈیوں پر سفر کیا کرتے تھے۔ پھر اُن کی جان اور مال کی حفاظت کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ اِس کے مقابلہ میں ہندوستان کا جو حال تھا اُسے ایک انگریز مسٹر ہالویل نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یہ مدتوں ہندوستان میں رہا تھا۔

مسٹر ہالویل نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ "ہندوستان میں لوگوں کی جان و مال بالکل محفوظ ہے۔ عوام کی حفاظت کا معقول انتظام ہے۔ مسافر خواہ تنہا سفر کرے یا مال و اسباب کے ساتھ وہ حکومت کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ حکومت کی طرف سے مسافروں کی حفاظت کے لئے باقاعدہ آدمی مقرر ہیں۔ جو انھیں اپنی حفاظت میں ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچاتے ہیں اور اُنہیں دوسری منزل تک پہنچانے والوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ مسافروں کو سفر کے دوران اپنے قیام و طعام پر کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ حتیٰ کہ تجارتی مال کی بار برداری کا خرچ بھی حکومت ہی برداشت کرتی ہے۔ لیکن اگر کوئی مسافر کسی ایک جگہ تین روز سے زیادہ قیام کرنا چاہتا ہے تو باقی دنوں کے مصارف اُسے خود برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اس ملک کی سڑکیں صاف ستھری اور پختہ ہیں۔ جو سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ آبپاشی کا بھی معقول انتظام ہے"

مسٹر ہالویل کے مذکورہ بالا بیان سے یہ نتیجہ نکال لینا کوئی مشکل نہیں کہ مسلمانوں کی حکومت میں ملک کا انتظام بہت اچھا تھا۔ مذہبی تعصب کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ملک کے باشندوں کو ہر قسم کا آرام اور سہولت بہم پہنچانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اور ان کی نظر میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ یعنی مسلم حکومتوں میں ایسی خصوصیات پائی جاتی تھیں کہ وہ زمانہ حاضرہ کی حکومتوں سے بھی بہتر تھیں۔

فاتح یورپ مراد خاں ثانی

(بقیہ صفحہ ۲)

شاہ ہنگری لاڈس لاس کا قتل ہونا تھا کہ پورے یورپین لشکر کے قدم اکھڑ گئے۔ سلطان مراد بھی عجیبی سرعت سے دشمن کا صفایا کر رہا تھا۔ اُدھر یورپین سپہ سالار ہنیا ڈے عیسائیوں کو ہمت دلا رہا تھا لیکن اب شکست عیسائیوں کی قسمت میں لکھی جاچکی تھی جنگ وارنا کے اس تاریخی معرکہ میں اگرچہ عیسائیوں نے بھی غیر معمولی دلیری کا ثبوت دیا۔ لیکن انہیں شکست فاش اٹھانی پڑی اور اس شکست کے بعد یورپ کی اُن درجنوں حکومتوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ جو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ترکوں کو یورپ سے بید خل کرنا چاہتے تھے۔ اس جنگ کے بعد ہنگری کی ساری طاقت ختم ہوگئی۔ اور اسے آگے چل کر ترکوں کا باجگزار رہنا پڑا سردیا اور بوسینا کی مملکتیں مکمل طور پر فتح کرلی گئیں اور ترکی سلطنت کی حدود دور دور تک یورپ میں پھیل گئیں اور یہ سب کچھ سلطان مراد خان کی حوصلہ مندی کا نتیجہ تھا۔ اگر سلطان مراد خاں اس نازک وقت میں کنج عزلت سے باہر نہ نکلتا تو نہ جانے سلطنت عثمانیہ کا کیا حشر ہوتا۔ اس تاریخی جنگ کے بعد بھی مراد خاں نے یورپ میں جو عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں وہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ مراد خاں تقریباً تیس سال تک حکومت کرنے کے بعد ۵ محرم ۸۵۵ھ کو اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔

مراد خاں ایک بے نظیر سپہ سالار ہونے کے علاوہ نہایت ہی شریفانہ اوصاف رکھتا تھا۔ عدل وانصاف میں اس کا جواب نہ تھا۔ وہ اگرچہ مسلسل تیس سال تک عیسائیوں سے جنگ کرتا رہا لیکن اسکے باوجود اس کی سلطنت میں عیسائیوں کو مسلمانوں کے بالکل مساوی حقوق حاصل تھے۔ عیسائیوں کی عدالتیں بھی الگ تھیں جنہیں کہ اُن کے پرسنل لا کے مطابق مقدمات عیسائی جج فیصل کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سلطان میں بیشمار خوبیاں تھیں

لارڈ ایورسلے ایک ایسا یورپین مورخ ہے جس کے قلم سے آل عثمان کے محاسن کا اعتراف مشکل ہی سے ہوتا ہے۔ لیکن وہ بھی سلطان مراد کی خوبیوں کا معترف ہے وہ لکھتا ہے کہ "سلطان مراد کے دورِ حکومت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بجد امن پسند تھا۔ لیکن ہم نے اُس پر بار بار حملے کرکے اُسے جنگ پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ بے شمار خوبیوں کا مالک تھا۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہم اُس سے دشمنی مول لینے کی بجائے دوستی کی جانب قدم بڑھاتے"

سلطان مراد خاں نے تیس سال حکومت کی وہ ایک عادل اور بہادر حکمران تھا کشادہ دلی اور وسیع نظری میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ مذہب کی جانب اُس کا رجحان اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اُس نے سلطنت تک چھوڑ دی تھی۔ لیکن حالات نے پھر اُسے عنانِ حکومت سنبھالنے پر مجبور کر دیا وہ آج دنیا میں نہیں ہے لیکن اُس کے مجاہدانہ کارنامے قیامت تک تاریخ میں روشن رہیں گے۔

ابوریحان البیرونی

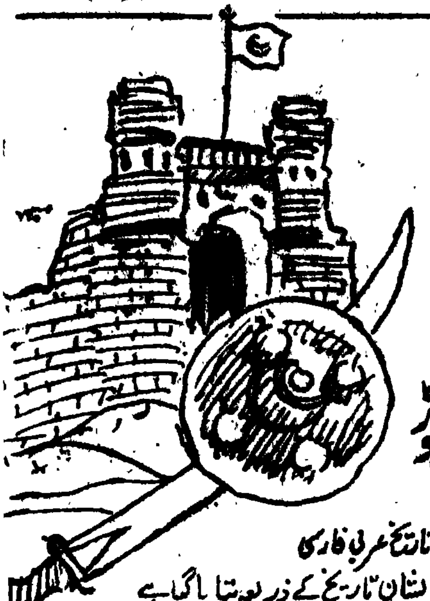
(از باقی معصومی)

ہندوؤں کو بھی اپنی خوش بختی کا اعتراف کرنا چاہئے کہ ایک صداقت پسند اور لائق اہل قلم نے ان کے آبا و اجداد کے تمدن کی ایک ایسی تصویر تیار کر دی ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔

علامہ شبلی رقم طراز ہیں کہ "یہ کتاب درحقیقت سنسکرت علوم وفنون کی روح ہے مصنف نے سنسکرت کی بہت سی مستند اور قدیم تصنیفات سے معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ مہیا کیا ہے"

مختصر یہ کہ البیرونی نے قدیم ہندو علوم فنون کو کتاب الہند کے ذریعہ حیات نو عطا کی ہے یہ امر واقعہ ہے کہ البیرونی مشاہیر اسلام میں ایک ناقابل فراموش شخصیت ہے جس نے جہاں عربی لٹریچر میں نایاب اضافے کئے ہیں وہاں ہندو تمدن کی بھی ایک لاثانی تاریخ تیار کر دی ہے

"کتاب الہند" کا ہر باب نایاب معلومات سے لبریز ہے۔ البیرونی نے جو کچھ لکھا ہے اس کی سند میں مستند سنسکرت کتب کے حوالے بھی دئے گئے ہیں۔ جس سے کہ اندازہ ہوتا ہے کہ اُس نے سنسکرت کتب کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے "کتاب الہند" کے بارے میں خود ہندوستان کے مفکرین کی یہ رائے ہے کہ "ہندو دھرم، ہندو معاشرت اور ہندو تمدن کے بارے میں کوئی کتاب بھی البیرونی کی کتاب الہند کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین

اور سینکڑوں شاہان اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات

مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از مفتی شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کی مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے۔ اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا۔ رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کرکے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر دورِ آخر تک کی تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں یکجا طور پر پیش کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں حکومت اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک جنگی کارنامے موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ اور امام حسن رضؓ یعنی خلفائے راشدین کے دورِ خلافت کے مکمل حالات درج ہیں۔ اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے اس کے علاوہ ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ، روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کی بھی تاریخ درج ہے۔

یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب :- حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک

دوسرا باب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات

تیسرا باب :- حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا عہد حکومت اور فتوحات

چوتھا باب :- حضرت عمر فاروق رضؓ کا عہد حکومت اور فتوحات

پانچواں باب :- حضرت عثمان غنی رضؓ کا عہد حکومت اور فتوحات

چھٹا باب :- حضرت علی کرم اللہ وجہ کا دورِ حکومت اور فتوحات

ساتواں باب :- امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات

آٹھواں باب :- خلفائے بنو عباس کا طویل دورِ حکومت

نواں باب :- اسپین اور یورپ کی دوسری اسلامی حکومتیں۔

دسواں باب :- مراکش، تیونس، الجزائر، اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں

گیارھواں باب :- مصر شام کی اسلامی حکومتیں، غازی صلاح الدین ایوبی کی صلیبی جنگیں

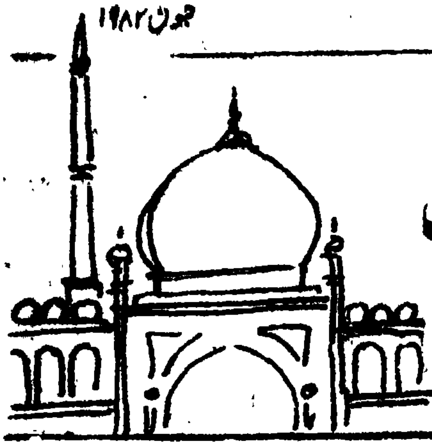
بارھواں باب :- ایران، افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں۔

تیرھواں باب :- شاہان سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دورِ حکومت۔

چودھواں باب :- ہندوستان کی خودمختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ انداز تحریر ناول کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید نہایت اعلیٰ دلکش اور رنگین ٹائیٹل۔ اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگا لیجئے۔ جدید اڈیشن حال ہی میں طبع ہوا۔ چودہ ابواب کی مکمل اور جامع تاریخ مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف پچیس روپے 25/00

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی



اسلام غیر مسلموں کا سچا دوست

مشاہیر اسلام کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

مخالفین اسلام کی جانب سے اسلام پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اسلام چونکہ تنگ نظروں کا مذہب ہے اس لئے اُس کا سلوک ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ معاندانہ رہا ہے حالانکہ اسلام غیر مسلموں کا سچا دوست ہے۔ ذیل کے مضمون میں اس بے بنیاد الزام کا جواب دیا گیا ہے۔

دنیا میں جو تحریکیں جتنی زیادہ مقبول اور کامیاب ہوتی ہیں اُسی نسبت سے اُن کی مخالفت بھی کی جاتی ہے اور اسلام چونکہ دنیا کا مقبول ترین مذہب ہے اس لئے اُسے شدید تر مخالفتوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ لیکن جس طرح خالص سونا جلتی میں تپ کر اور بھی نکھر جاتا ہے بالکل اُسی طرح اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کی بدولت اسلام کی خوبیاں اور بھی زیادہ واضح ہوتی رہی ہیں اسلام چونکہ ایک ہمہ گیر اور بین الاقوامی مذہب ہے اس لئے اُسے مختلف قوموں کے درمیان غیر مقبول بنانے کے لئے عیسائی مبلغین کی طرف سے جو اعتراضات کئے جاتے رہے ہیں اُن میں سے ایک بڑا اعتراض یہ بھی ہے کہ اسلام تنگ نظروں اور متعصبوں کا مذہب ہے۔ اس لئے اس مذہب کے دائرہ میں غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور آج بھی اس الزام کو بار بار دہرایا جا رہا ہے۔ لیکن اسلام کے خلاف یہی الزام سب سے زیادہ لغو اور بے بنیاد ہے۔

ہر مذہب والوں کو دوسرے مذہب والوں کے ساتھ دو طرح کا واسطہ پڑتا ہے۔ یعنی کسی ایک مذہب کے ماننے والے دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ یا تو حاکم یا محکوم کا تعلق رکھتے ہیں یا ان دونوں کے درمیان مساوی درجہ کے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ابتدا ہی سے دونوں قسم کے تعلقات قائم رہے ہیں۔ اور اسلام چونکہ تاریخ سے پہلے کے زمانہ کا مذہب نہیں ہے۔ اس لئے اِن دونوں صورتوں میں غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی جو نوعیت رہی ہے تاریخ میں اُس کی تفصیلات تک موجود ہیں۔ اور یہ تفصیلات ہی اِس بے بنیاد الزام کی تردید کے لئے کافی ہیں۔

ظہور اسلام کے ابتدائی دور میں ایسی مثالیں تو بہت ہی کم ملتی ہیں کہ مسلمان محکوم رہے ہیں۔ بلکہ وہ عام طور پر حکمران رہے ہیں اور یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی وسیع سلطنت میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ غیر مسلم آباد تھے۔ اسلام کی اصطلاح میں ان غیر مسلموں کو "ذمی" کہا جاتا تھا۔ اور مسلمان اُنکے ساتھ کس قسم کا سلوک کرتے تھے۔ اُس کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اُن کے ساتھ انتہائی نرمی اور محبت کے سلوک کی ہدایت فرمائی ہے یہاں تک کہ اگر ذمی کا جنازہ دکھائی دیتا تھا تو خود آنحضرت صلعم دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ بعض صحابہ کرام قرآن کریم کے ساتھ ساتھ توریت اور انجیل کا بھی مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اور اِس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے غیر مذاہب والوں کے ساتھ تعصب برتنے کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے۔

ذمیوں کے ساتھ مسلمانوں کے تمدنی تعلقات کی یہ کیفیت تھی کہ خود صحابہ کرام ذمیوں کے ساتھ لین دین اور خرید و فروخت

کرتے تھے حتیٰ اکہ ذمی ہمسایوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات رشتہ داروں جیسے تھے اور مسلمان اس بات کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے کہ ذمی ہمسایوں کے ہاں تحفہ تحائف اور کھانا ضرور بھیجا کرتے تھے۔

ذمی اور غیر مسلم جو مسلمانوں کی سلطنت میں آباد تھے۔ اُن کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی جو نوعیت تھی تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اور تاریخوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کے بین الاقوامی دور میں بھی دنیا کی مختلف قوموں کے درمیان اِس قدر خوشگوار اور مساوانہ تعلقات قائم نہیں ہو سکے ہیں جیسے کہ مسلمانوں کے عروج اور حکومت کے زمانہ میں تھے۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے سیاسی تعلقات کی ابتدا انحضرت صلعم ہی کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ چنانچہ نجران کے عیسائیوں کو ایک معاہدہ کی رو سے تقریباً مساوی حقوق دے دئے گئے تھے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضہ کے عہد میں بھی عیسائیوں اور غیر مسلموں کو غیر معمولی مراعات دیدی گئیں تھیں۔ مثلاً حیرہ کے عیسائیوں سے جو معاہدہ ہوا تھا اُس میں ایک خاص شرط یہ بھی تھی کہ اگر عیسائیوں میں سے کوئی شخص بوڑھا یا بیکار ہو جائے گا یا اگر کوئی عیسائی بیمار ہوگا تو نہ صرف اُس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا بلکہ اُس کی کفالت بیت المال سے کی جائے گی۔

پھر مسلمانوں کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ اُن کے معاہدے صرف کاغذوں تک محدود نہیں رہتے تھے بلکہ اُن پر بڑی سختی سے عمل کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مصر میں ایک عیسائی نے انحضرت صلعم کی شان میں بد زبانی کی تو حضرت عمر فنہ رضہ نے اُس کے منہ پر ایک طمانچہ مار دیا۔ اس عیسائی نے فوراً حضرت عمرو بن عاص گورنر مصر کی خدمت میں شکایت پیش کی تو انھوں نے حضرت عمر فنہ رضہ کو بلا کر فرمایا کہ ہم نے اُن سے معاہدہ کیا ہے اور ہمیں چاہئے کہ ہم اُن کے ساتھ ہر حالت میں نرمی کا سلوک کریں۔

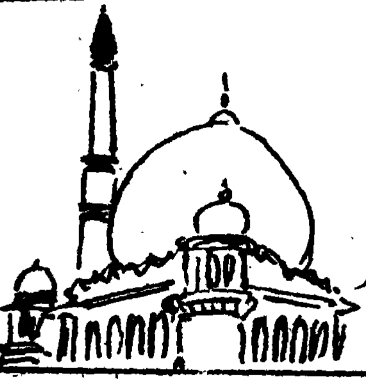
مسلم حکومتیں عدل و انصاف کے معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز نہیں کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضہ کے دور خلافت میں قبیلہ وائل کے ایک مسلمان نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا جب دربار خلافت میں شکایت پیش کی گئی تو تحقیقات کے بعد حضرت عمر رضہ نے قاتل مسلمان کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیا اور انھوں نے اُسے قتل کر کے مقتول کا بدلہ لے لیا۔

اِسی طرح حضرت علی رضہ کے دورِ خلافت میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تھا۔ اور اِس جرم کی پاداش میں حضرت علی رضہ نے مسلمان کے قتل کا حکم دیدیا تھا۔ لیکن مقتول کے بھائی نے حضرت علی رضہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "ہم نے قاتل کو معاف کر دیا ہے"۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُس سے دریافت کیا کہ تمہیں کس قسم کی دھمکی تو نہیں دی گئی ہے یا تم نے کسی کے دباؤ میں آکر تو قاتل کو معاف نہیں کر دیا؟ قاتل کے بھائی نے جواب دیا "نہ ہمیں دھمکی دی گئی ہے اور نہ دباؤ ڈالا گیا ہے۔ بلکہ ہمیں معاوضہ دیدیا گیا ہے۔ میرا بھائی تو اب زندہ ہو نہیں سکتا اس معاوضہ سے اُن کے بچوں کی امداد ہو جائیگی"۔ اس پر خلیفہ وقت نے فرمایا "اب تم جانو ہم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے"۔

غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کی رواداری کا سب سے بڑا نمونہ اُس وقت دیکھنے میں آیا۔ جب مسلمان سالہا سال کی جلا وطنی کے بعد مکہ معظمہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے۔ یہ یاد رہے کہ کفار مکہ تقریباً بیس سال تک رسول اللہ صلعم اور پیروان اسلام پر بے پناہ مظالم توڑتے تھے۔ لیکن جب مسلمان فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے اعلان فرما دیا "سب کو معاف کیا جاتا ہے آج کسی پر کوئی الزام نہیں سب کو کامل آزادی دی جاتی ہے"۔ یہ تھا پیغمبر اسلام کا اپنے جانی دشمنوں اور دشمنان اسلام کے ساتھ سلوک۔

ایک مرتبہ عراق کے عیسائیوں نے وہاں کے ایک مسلم حاکم کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضہ سے شکایت کی کہ یہ حاکم عیسائیوں کے ساتھ زیادتی کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضہ نے تحقیق حال کے بعد اس حاکم کو لکھا "تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلعم نے ہم کو نصیحت فرمائی ہے کہ ہم غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کریں تم نے رسول خدا صلعم کے حکم کو پس پشت ڈال دیا ہے لہٰذا تمہیں معزول کیا جاتا ہے"۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضہ نے اپنے مشہور سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ رضہ کو جب وہ شام میں رومی عیسائیوں سے جنگ کر رہے تھے۔ ایک فرمان کے ذریعہ ہدایت کی کہ "تم کو چاہئے کہ ذمیوں پر ظلم کرنے انہیں نقصان پہنچانے اور اُن کا مال ناجائز طور پر کھانے سے مسلمانوں کو روکو اور اسلام نے ذمیوں کو جتنے حقوق دئے ہیں اُن سب کو پورا کرو"۔ (باقی ص۳۴ پر)



اسلامی شہنشاہیت جمہوریت سے بہتر تھی

دنیا میں اسلام کی سب سے پہلی شخصی حکومت پر ایک نظر

(از شوکت علی فہمی)

ظہور اسلام کے بعد سنہ ہجری سے سنہ ہجری تک خلفائے راشدین کی وہ مقدس حکومت قائم رہی ہے جسے بجا طور پر اللہ کی حکومت کہا جا سکتا ہے۔ پھر سنہ ہجری میں حضرت امام حسن کی خلافت سے دستبرداری کے بعد حضرت امیر معاویہ نے دنیا میں پہلی شخصی مسلم حکومت کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ شخصی حکومت اسلامی شریعت کے منافی ہے لیکن پھر بھی اس شخصی (اسلامی حکومت میں زمانہ حاضرہ کی جمہوری حکومتوں کے مقابلہ میں کس قدر خوبیاں تھیں۔ اس کا اندازہ ذیل کے مقالہ سے ہو سکتا ہے۔

حضرت امام حسن رض کی خلافت سے دستبرداری کے بعد اسلامی نظام حکومت میں ایک انقلاب آگیا۔ اس سے قبل اسلامی نظام حکومت سرتا پا جمہوری تھا۔ باپ کے بعد بیٹے کا حکومت پر کوئی حق نہ تھا ایک خلیفہ کے بعد دوسرا خلیفہ ایسا شخص منتخب ہوتا تھا جو اہلیت، دینداری اور پاکبازی میں تمام مسلمانوں میں ارفع و اعلیٰ ہوتا تھا۔ خلیفہ بادشاہوں کی طرح نہیں بلکہ پیوند لگے کپڑے پہن کر غریبوں جیسی زندگی گزارتا تھا لیکن امیر معاویہ نے اسلام کے اس جمہوری نظام کو ختم کر کے ایک ایسی شہنشاہیت کی بنیاد رکھدی جس کی بدعت بعد میں عام ہو گئی۔ لیکن پھر بھی چونکہ حکومت کا ڈھانچہ خلافت راشدہ ہی کے زمانہ کا جمہوری تھا اس لئے اسلام کی سب سے پہلی شہنشاہیت میں بھی ایسی خوبیاں تھیں جو زمانہ حاضرہ کی جمہوریتوں میں بھی ناپید ہیں۔

ایک اچھی حکومت کی نمایاں علامت یہ ہے کہ وہ عدل و انصاف کے معاملہ میں اپنوں اور غیروں میں کوئی امتیاز نہ کرے۔ چنانچہ خلافت راشدہ میں نہ کسی صحابی کے ساتھ کوئی رعایت کی جاتی تھی اور نہ خلفاء کی اولاد اور رشتہ داروں کے ساتھ۔ امیر معاویہ نے بھی برسر اقتدار آنے کے بعد خلافت راشدہ کے اسی مسلک پر عمل کیا۔ مثال کے طور پر حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں یوحنا کی گرجا کے پاس ایک مسجد تعمیر ہوئی تھی۔ عمال حکومت نے امیر معاویہ کے زمانہ میں اس گرجا کے احاطہ کی زمین کو مسجد میں شامل کرنا چاہا تھا مگر عیسائی اس پر راضی نہیں ہوئے نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ معاملہ امیر معاویہ کے روبرو پیش ہوا تو آپ نے عیسائیوں کے مطالبہ کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے فیصلہ عیسائیوں کے حق میں دیدیا۔

امیر معاویہ کو عدل و انصاف کے قیام اور رعایا کی دادرسی کا اس قدر خیال تھا کہ وہ روزانہ دربار میں آنے سے پہلے مسجد میں جا کر رعایا کی شکایتیں سننے کے لئے بیٹھتے تھے چنانچہ اُن کے سامنے مظلوم کمزور عورتیں اور ہر طبقے کے لوگ بے دھڑک پہنچ جاتے تھے۔ اور سب اپنی اپنی شکایتیں بیان کرتے تھے۔ امیر معاویہ اُن کے بیانات سننے کے بعد فوراً اُن کی شکایات کے رفع کرنے کا حکم دیدیتے تھے۔ امیر معاویہ امرائے سلطنت سے کہا کرتے تھے کہ "تم لوگ اشراف اسلئے کہلاتے ہو کہ تمہیں دوسروں پر شرف عطا کیا گیا ہے اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم اس شرف کے وقار کو برقرار رکھتے ہوئے اس بات کا خیال رکھو کہ جو لوگ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے ہیں اُن کی شکایتیں اور ضرورتیں مجھ تک پہنچا دو اور ان لوگوں کی ہر ممکن خدمت انجام دو۔" عمال حکومت کے بارے میں اگر کوئی شکایت

ہوتی تھی تو امیر معاویہ فوراً اُس کی تحقیقات کرتے تھے۔ اور شکایت کے درست ہونے پر نا فرض شناس اور ظالم عمال کو برطرف کر دیتے تھے

خلفائے راشدین کے زمانہ میں غیر مسلموں کے حقوق کا بے حد خیال رکھا جاتا تھا۔ امیر معاویہ بھی خلفائے راشدین کی تقلید کرتے ہوئے غیر مسلموں کے حقوق کا پورا خیال رکھتے تھے۔ کیا مجال کہ پوری سلطنت میں کسی ایک غیر مسلم کے ساتھ بھی ناانصافی یا زیادتی ہو جائے۔ بلکہ امیر معاویہ نے غیر مسلموں کے لئے بڑے بڑے اور ذمہ دارانہ عہدوں کی ایک نئی راہ کھول دی تھی۔ چنانچہ ابن نصرانی حمص کا عامل تھا۔ اور سرجون بن منصور رومی کو امیر معاویہ نے اپنا پرائیویٹ سکریٹری مقرر کر رکھا تھا۔

امیر معاویہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ عوام سے کم سے کم محصول اور ٹیکس وصول کیا جائے۔ اگر کسی علاقے سے ٹیکس کی آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہوتا تھا تو امیر معاویہ تحقیقات کا حکم دیتے تھے اور اگر تحقیقات کے بعد یہ پتہ چلتا تھا کہ عوام کو دبا کر زیادہ ٹیکس وصول کیا گیا ہے تو اس ٹیکس کو واپس کر دیتے تھے اور زیادہ ٹیکس وصول کرنے والے عمال حکومت تنبیہ کرتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ "ایسی حکومت جو غریب عوام سے زیادہ ٹیکس وصول کرتی ہے غاصب ہے"

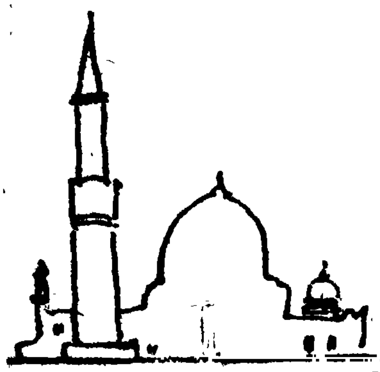
فوجی سپاہیوں کے بچوں کے وظائف حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانے سے مقرر تھے۔ امیر معاویہ نے بھی اس طریقہ کار کو بدستور جاری رکھا۔ لیکن [illegible] بچوں کے لئے وظیفے [illegible] جاری کیا تھا [illegible] غربا اور معذوروں کے وظائف [illegible] امیر معاویہ [illegible] جاری رہے۔ چنانچہ [illegible] امیر معاویہ کے زمانے میں وظائف دیئے جاتے تھے۔

امیر معاویہ اگرچہ مطلق العنان حکمران تھے۔ لیکن پھر بھی اُن [illegible] حضرت علی [illegible] امیر معاویہ کو برا کہتا تھا۔ [illegible] برداشت کرتے تھے۔ [illegible] ابن [illegible] کا کہنا ہے کہ معاویہ حلم کے موقع پر حلم اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لیتے تھے لیکن تحمل کا پہلو ہمیشہ غالب رہتا تھا۔

خاندان قریش کے لوگ جب شام جاتے تھے تو امیر معاویہ ہی کے ہاں مہمان ہوتے تھے اور اُن ہی کے منہ پر اُن کی برائیاں بھی کرتے تھے لیکن امیر معاویہ نہ صرف درگزر سے کام لیتے تھے بلکہ زر و جواہر اور تحائف سے مخالفین کو خوب نوازتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ابن زبیرؓ عبداللہ بن عمرؓ اور آل ابی طالب کے افراد امیر معاویہ کے شدید مخالفوں میں سے تھے۔ لیکن امیر معاویہ اُن کے لیے بے حد فیاض واقع ہوئے تھے۔ یہ حضرات اُنہیں برا بھلا کہتے تھے۔ اور امیر معاویہ اُن کی خدمت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے بھائی عقیل بن ابی طالب کو چالیس ہزار کی ضرورت تھی اُنہوں نے امیر معاویہ کے پاس جاکر ایک طرف تو اُن سے یہ رقم طلب کی اور دوسری جانب بھرے مجمع میں اُنہیں اور اُن کے باپ ابو سفیان کو برا بھلا کہا۔ لیکن امیر نے ذرا بھی محسوس نہیں کیا اور بخوشی چالیس ہزار کی رقم اُنکی خدمت میں پیش کر دی۔ امیر معاویہ نے تمام بڑے بڑے صحابہ کے وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ اور اُمہات المومنین کی خدمت اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے۔

امیر معاویہ کے دورِ حکومت میں ملکی نظام ایسا عمدہ تھا کہ اُس کی مثال مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔ کیا مجال کہ کہیں چوری ہو جائے یا ڈاکہ پڑ جائے اُن کے زمانہ میں کوئی شخص راستہ کی گری پڑی چیز اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ خود مالک آکر اپنی چیز اٹھا کر لے جاتا تھا۔ عورتیں اپنے گھروں میں تن تنہا کواڑ کھول کر بے فکری سے سوتی تھیں۔ حاکم عراق کا دعویٰ تھا کہ اگر کوفہ سے لیکر خراسان تک رسی کا ایک ٹکڑا بھی گم ہو جائے تو مجھے علم ہو جائے گا کہ کس نے لیا ہے۔ کسی علاقہ میں اگر کوئی قتل ہو جاتا تھا تو اُس علاقہ کا حاکم قتل کا ذمہ دار تھا۔ قاتل کی تلاش میں اگر وہ ناکام رہتا تھا تو اُسے سخت سزا دی جاتی تھی۔ غرض کہ امیر معاویہ کی حکومت میں عوام کی جان و مال کے تحفظ کی پوری ضمانت تھی۔ اگر [illegible] حکومت [illegible] اگر کسی کا کوئی [illegible]

[illegible] امیر معاویہ نے [illegible] کی طرح شریفانہ زندگی [illegible] وہ اپنی ذات پر [illegible] (باقی صفحہ ۴۴)



اسلام نے یورپ کو کیا دیا

مغرب پر اسلامی علوم اور تہذیب کے اثرات

(ایک عربی جریدے سے ماخوذ)

"الثقافۃ العربیہ" کے نام سے ایک سہ ماہی جریدہ متحدہ عرب امارات سے شائع ہوتا ہے۔ ذیل کا مضمون اسی جریدہ سے ماخوذ ہے جس میں کہ بتایا گیا ہے کہ اسلام نے علوم و فنون کے ذریعہ کس طرح یورپ کو مالا مال کر دیا ہے۔ اور مغربی دنیا اسلامی تہذیب سے کس طرح متاثر ہوئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ پُر از معلومات مضمون دینِ دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں بڑی دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

آج علمی حلقوں میں یہ سوال دلچسپی اور غور و فکر کا محور بنا ہوا ہے کہ اسلامی تہذیب نے مغربی تہذیب کو کیا دیا ہے؟

مسلمانوں کے اقتدار کا زوال پندرھویں صدی عیسوی میں شروع ہوا تھا۔ اُس زمانہ میں مغربی قومیں متعدد مسلم ممالک پر قابض اور مسلط ہو گئی تھیں اور انھوں نے اپنی سیاسی ضرورتوں کے تحت ایک طرف تو اسلام اور اسلامی تہذیب کو مسخ شدہ اور مکروہ شکل میں پیش کرنے کی ایک منظم مہم شروع کر دی تھی۔ اور دوسری طرف انھوں نے لوگوں کو اس بات کا موقع بھی نہیں دیا تھا کہ وہ غیر جانبداری اور بے تعصبی کے ساتھ مغربی تہذیب پر اسلامی اثرات کا مطالعہ کر سکیں۔

لیکن انیسویں صدی کے وسط سے یہ صورتِ حال تبدیل ہوتی رہی ہے اور مغرب کے علمی حلقوں میں اسلامی تہذیب کے مطالعہ کا احساس بڑھتا جا رہا ہے۔ اور اس مطالعہ کی بدولت یہ تاریخی حقیقت روز بروز واضح ہوتی چلی جا رہی ہے کہ اسلامی تہذیب ہر گوشہ اور ہر شعبہ میں مغربی تہذیب کی معاون اور مددگار بنی رہی ہے۔

اس تاریخی حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کو کئی صدیوں تک خصوصیت کے ساتھ یورپ میں ایک امتیازی مقام حاصل رہا ہے۔ اور وہ دور ایسا تھا جبکہ بازنطینی اور رومی تہذیبوں کے چند دھندلے سے نقوش کے علاوہ قدیم تہذیبوں کا کوئی نشان باقی نہیں رہا تھا، صرف اسلامی تہذیب ہی روشنی کے مینار کی طرح انسانیت کی رہنمائی کر رہی تھی۔

اسلامی تہذیب بارہویں صدی عیسوی میں اپنے نقطۂ عروج پر پہنچی تھی اور اُسی زمانہ میں صدیوں کے بعد یورپ میں بھی بیداری شروع ہوئی تھی۔ لیکن اُس کی اس بیداری کو قدرتی نہیں کہا جا سکتا بلکہ یورپ اسلامی تہذیب ہی کے زیرِ اثر بیدار ہوا تھا۔ چنانچہ بہت سے مغربی مورخوں نے، مفکروں اور محققوں نے لکھا ہے کہ اس بیداری میں مسلمانوں کی کاوشوں اور تحریروں کے تراجم، صلیبی جنگوں کی بدولت مسلمانوں کے ساتھ یورپ کے باشندوں کے تعلقات اور یورپ میں مسلم ہسپانیہ کے وجود کو بنیادی حیثیت حاصل تھی اور اگر یورپ کے باشندے ان ذرائع کی مدد سے اسلامی تہذیب کی عظمت اور افادیت سے واقف نہ ہوئے ہوتے تو شاید وہ آنے والی کئی صدیوں تک بھی بیدار نہیں ہو سکتے تھے۔

مثال کے طور پر سائنس ہی کو لے لیجئے۔ یہ ایک وسیع علم ہے اور آج پوری مغربی تہذیب سائنس ہی پر قائم اور منحصر ہو کر رہ گئی ہے۔ لیکن تاریخی ثبوت کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس کو شروع میں یورپ والوں نے مسلمانوں کی تحقیقات اور علم سے فائدہ اٹھا کر حاصل کیا ہے۔

مسلمان علما اور مفکرین نے ابتدا ہی سے علم کے معاملہ میں تعصب اور تنگ نظری سے اجتناب کو اپنا شیوہ قرار دیا تھا۔ انھوں نے ماضی کے مدفون علمی خزانے کو برآمد کرکے اُن کو علمی کسوٹی پر پرکھا تھا۔ انھوں نے اِن علمی خزانوں کے گرانقدر سرمایہ کو محفوظ کیا تھا اور خود اپنی پیدا کی ہوئی علمی دولت کو اُن کے ساتھ ساتھ شامل کرکے اِن خزانوں کے دروازے سب پر کھول دیے تھے۔ مسلمانوں نے تاریخ آثار قدیمہ، طب، کیمسٹری، ریاضی، ہیئت یعنی فلکیات اور فلسفہ جیسے کارآمد اور اہم علوم میں سے بعض کی بنیاد خود قائم کی تھی۔ اور دوسرے علوم میں اتنی زیادہ ترقی کی تھی کہ اُن کے قائم کیے ہوئے بہت سے اصول اور نظریات آج بھی اپنی جگہ قائم ہیں اور مغرب میں اِن علوم کی ترقی مسلمانوں ہی کی رکھی ہوئی بنیادوں پر ہوئی ہے۔

طب اور کیمیا اِس عہد کے بڑے علوم میں شامل کیے جاتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اِن علوم کو مسلمانوں ہی نے مدون اور مرتب کیا تھا۔ اور انھوں نے اِن میں اتنی ترقی کی تھی کہ دورِ وسطیٰ میں حاذق اطبا صرف مسلمانوں ہی میں ملتے تھے، ایسے مسلمان اطبا کی فہرست بہت طویل ہے۔ جو مشرق اور مغرب دونوں میں مشہور رہے اور اِس فہرست میں اُن ہستیوں کے نام بھی ہیں، جنھیں اُسی عہد میں نہیں بلکہ آج تک عزت و احترام کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ابوبکر الرازی کا نام لیا جا سکتا ہے یہ دسویں صدی کے وسط میں تھے اور مغرب میں آج بھی انہیں اُن کے عہد کا سب سے بڑا طبیب اور کیمسٹ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اُنھوں نے نسوانی امراض، اور آشوبِ چشم کے علاج جراحی میں خصوصی تحقیقات کی تھی۔ اور اِن امور میں آج بھی اُن کی تحقیقات کے نتائج سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ رازی کی تصانیف کے تراجم ابتدا میں لاطینی زبان میں ہوئے تھے۔ اور اِس کے بعد لاطینی سے یورپ کی تمام زبانوں میں اُنکے تراجم کیے گئے تھے۔ اٹھارویں صدی عیسوی تک یورپ کا تمام طبی نظام الرازی ہی کے نظریات پر قائم رہا ہے لیکن اٹھارویں صدی کے بعد تحقیقات کا میدان جب زیادہ وسیع ہو گیا تو پھر طب کی معلومات پر نئے نئے اضافے ہوتے چلے گئے اس کے باوجود اِس مسلم طبیب اور مفکر کی تحقیقات کے نتائج میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکی۔

اس سلسلہ میں علی ابن سینا کا ذکر بھی کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے ابن سینا گیارہویں صدی میں تھے۔ اُن کی علمی صلاحیتوں کے متعلق "ہسٹری آف سائنس" کے مصنف پروفیسر سارٹن نے لکھا ہے کہ "وہ تمام ادوار کے اور تمام ملکوں اور قوموں کے عظیم ترین طبیب تھے۔ لیکن ابن سینا محض طبیب ہی نہیں بلکہ زبردست فلسفی، ریاضی داں، ماہر فلکیات اور قاموسی یعنی عالم لغات بھی تھے۔ اُنھوں نے ان علوم پر بہت سی کتابیں لکھے تھے لیکن علم طب پر اُنکی کتاب "القانون" گرانقدر سمجھی جاتی ہے۔ اِس کتاب کا ترجمہ بھی لاطینی زبان میں ہوا تھا۔ اور پھر یورپ کی تمام زبانوں میں اُسے منتقل کیا گیا تھا۔ آج بھی "القانون" کو قدیم طب میں اہم مقام حاصل ہے"

اسی طرح بارہویں صدی میں ابن رشد کی تصنیفات اور علمی نظریات سے اہل یورپ نے بہت زیادہ مقالے سپرد قلم کیے ہیں تیس سے زیادہ فلسفہ کی کتابیں تصنیف کی ہیں طب میں اُن کی کتاب "الکلیات" کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔

امریکہ کے مشہور مصنف جان ولیم ڈریپر کا بیان ہے کہ "اٹلی، جرمنی، اور انگلستان میں ابن رشد کا فلسفہ پہلے پہنچ گیا اور پیرس یونیورسٹی ابن رشد کے فلسفہ کا سب سے بڑا مرکز بن گئی۔ غرضکہ اہل یورپ نے ابن رشد سے بہت کچھ سیکھا ہے" ڈاکٹر گستاؤ لیبان لکھتا ہے کہ "وہ عرب فلسفی جس کی تصنیفات کا اثر یورپ پر سب سے زیادہ پڑا، ابن رشد ہے، تیرھویں صدی عیسوی کے ابتدا سے یورپ کی یونیورسٹیوں میں ابن رشد ہی کا فلسفہ رائج تھا۔ چنانچہ ۱۴۷۳ء میں جب لوئی یازدہم نے نصابِ تعلیم مقرر کیا تو حکم دیا کہ فلسفہ میں ابن رشد اور ارسطو کی تصانیف پڑھائی جائیں"

حقیقت یہ ہے کہ صدیوں تک اہل یورپ اسلامی علوم و فنون ہی پر انحصار کرتے رہے ہیں اور اگر بغور دیکھا جائے تو اہل یورپ کی ترقی کا سنگِ بنیاد ہی مسلمانانِ عرب ہی کی علمی کاوشوں پر رکھا ہوا ہے۔ مغرب پر اسلامی تہذیب کے اثرات کسی خاص شعبے اور گوشے ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں نے مغرب کی پوری زندگی اور تہذیب کے سب ہی شعبوں کو متاثر کیا ہے اور اب وہ اثرات مغربی تہذیب اور زندگی میں اس طرح رچ بس گئے ہیں کہ انہیں شناخت اور جدا کرنا آسان نہیں رہا۔

اسلام غیر مسلموں کا سچا دوست

(باقی صـ۳۲)

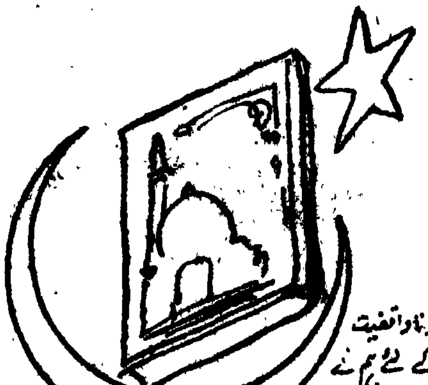
ایک مرتبہ والیٔ مصر حضرت عمرو بن عاص کے بیٹے نے کسی غیر مسلم کو کوڑے مار دئے اس نے حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی تو فاروق اعظم نے والیٔ مصر کے لڑکے کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ اور والیٔ مصر کو لکھا کہ تم نے ان لوگوں کو غلام کب سے بنا لیا حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا تھا؟

ایک بار ایک غیر مسلم کاشتکار نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے شکایت کی آپ کی فوجوں کے چلنے سے میری کھیتی برباد ہو گئی ہے تو آپ نے بیت المال سے دس ہزار درہم بطور تاوان دلوائے۔ مندرجہ بالا حقائق اور واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کس طرح غیر مسلموں کے لئے بھی ایک رحمت ثابت ہوا ہے

اسلامی شہنشاہیت جمہوریت سے بہتر تھی

(باقی صـ)

لیکن اس کے باوجود انھوں نے رفاہ عام کے بہت بڑے بڑے کام انجام دئے ہیں۔ انھوں نے بری فوج کو خوب مضبوط کیا ہے بحری بیڑے تیار کئے۔ قلعے تعمیر کرائے محکمہ پولیس کو ترقی دی۔ بڑی بڑی درسگاہیں قائم کیں۔ خبر رسانی کا محکمہ قائم کیا۔ نہریں کھدوائیں۔ اسلامی نو آبادیات قائم کیں۔ اور بہت سے مفید کام انجام دئے۔ حقیقت یہ ہے کہ امیر معاویہ بڑی خوبیوں کے آدمی تھے اگر انھوں نے حضرت علی کے ساتھ جنگ نہ کی ہوتی اور یزید جیسے نااہل کو اپنا جانشین نامزد نہ کیا ہوتا تو تاریخ اسلام میں ان کا درجہ نہایت ہی بلند شمار کیا جاتا۔ امیر معاویہ کی حکومت شخصی ضرور تھی لیکن عوام کی خدمت کے لحاظ سے آجکل کی جمہوری حکومتوں سے بہتر تھی۔



سا ٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ یہ مستند کتاب حال ہی میں

فلاح دین و دنیا
(جدید اضافہ شدہ ایڈیشن)

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے اس میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو۔ اس کتاب میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے اس میں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے۔ غرضیکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے اور رہائش میل جول اور حفظانِ صحت تک کے اصول درج کر دیئے گئے ہیں۔ جس گھر میں یہ کتاب ہوگی۔ اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ کتاب کیا ہے، بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اس میں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول:۔ فضائل اسلام:۔ اس میں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند بالا خیالات درج ہیں۔

باب دوم:۔ عقائد اہل سنت والجماعت:۔ اسمیں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی، لوح و قلم، فرشتے حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، نکیرین، سجین، علیین، قبر میں سوال نکیرین، علامات قیامت، ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول، یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکنے کا ذکر، میدان حشر، حساب کتاب، پل صراط، دوزخ، جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات، ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ پیران طریقت موت و حیات وغیرہ۔

باب سوم:۔ اسلامی عبادت:۔ اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً وضو، غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز اشراق، نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ کے مسائل درج ہیں۔

باب چہارم:۔ اعمال و وظائف:۔ اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن میں تاریخوار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

باب پنجم:۔ حرام و حلال جانور اور ذبح و شکار:۔ اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں

باب ششم:۔ اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق:۔ اسمیں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ حقوق اہلبیت حقوق پیران طریقت والدین کے حقوق اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقرباء کے حقوق، حقوق ملازم غرضیکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب:۔ اگلے آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش عقیقہ اور شادی بیاہ نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں۔ ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا پورا درود حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے۔ مکمل میلاد شریف کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح درج ہیں، اور آخری باب میں ضروری نصائح اور حفظانِ صحت کے اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضیکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں مل سکتا ہے۔ ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ ٹائٹل رنگین منگانے کے بعد اگر کتاب ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے

قیمت مجلد - بیس روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی



ایک دشمنِ اسلام شہزادہ

مگر اسلام کی خوبیوں نے اُسے اسلام کا فداکار بنادیا

(از شوکت علی فہمی)

دنیا کے تمام مذاہب میں یہ خصوصیت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُس کے بدترین دشمنوں نے بھی جب اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ اسلام کے سچے فداکار بن گئے ہیں۔ سبکو معلوم ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ ابو عبیدہ اور حضرت عمرو بن عاصؓ ابتدا میں مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے۔ لیکن اُنھوں نے جب اسلام قبول کرلیا تو اسلام کے فروغ کے لئے جان تک کی بازی لگادی اسی طرح ایران کا شہزادہ ہرمزان بھی ابتدا میں اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ لیکن جب اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہوکر اس نے اسلام قبول کرلیا تو اسلام کا سچا فداکار بن گیا۔ ذیل میں اسی شہزادہ کا واقعہ پیش کیا جارہا ہے۔

یہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ایران کے بیشتر علاقوں پر مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہوچکا تھا۔ یہاں تک کہ ایران کا بادشاہ یزدجرد بھی مسلمانوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر مدائن کا رنہ اسے فرار ہوچکا تھا۔ لیکن اہواز کا حاکم شہزادہ ہرمزان بدستور مقابلہ کیلئے سینہ سپر تھا۔ اور اُس نے فیصلہ کررکھا تھا کہ وہ جب تک ایران کی سرزمین سے مسلمانوں کو نہ نکال دیگا چین سے نہیں بیٹھے گا۔ اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ اہواز کے شاہی محل میں ایرانی معززین اور امرا کے روبرو کھڑا ہوا تقریر کررہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"ہمارے لئے اس سے بڑھ کر ذلت کی اور کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ عرب کے وحشی قبائل کا بھی ہم مقابلہ نہ کرسکیں۔ ہمارے بادشاہ یزدجرد نے کمزوری کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں کے مقابلہ میں پسپائی اور شکست قبول کرلی ہے۔ لیکن ایران ابھی تک بہادروں سے خالی نہیں ہے ہم نے قسم کھائی ہے کہ یا تو جانیں دیدیں گے یا عربوں کو اپنے ملک سے نکال کر رہیں گے۔"

صرف شہزادہ ہرمزان ہی میں نہیں بلکہ ایرانی عوام میں بھی غیر معمولی جوش تھا۔ ایران جیسے زرخیز اور شاداب ملک کا ایرانی آتش پرستوں کے ہاتھوں سے نکل جانا واقعی بہت بڑا سانحہ تھا۔ ایران کے بیشتر علاقہ پر اگرچہ مسلمان قابض ہوچکے تھے۔ لیکن ملک پر ابھی تک ایرانی امرا اور سرداروں کا اثر و رسوخ باقی تھا۔ اور اسی اثر و رسوخ کی بنا پر ایران کے امرا اور سردار آئے دن ایران کی نوزائیدہ اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوتیں برپا کرتے رہتے تھے۔ ایسی بغاوت برپا کرنے والوں میں اہواز کا حاکم شہزادہ ہرمزان جو شاہ ایران کا قریبی عزیز تھا۔ سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔

ہرمزان نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کرلیا تھا۔ اُس نے یہ عہد کرلیا تھا کہ جب تک مسلمانوں کو ایران کی سرزمین سے نہیں نکال دے گا اُس وقت تک نہ تو اچھی غذا کھائے گا نہ بستر پر سوئے گا۔ نہ عورتوں کے پاس جائے گا۔ اور نہ بالوں میں تیل ڈالے گا۔ غرضکہ اُس نے اپنی زندگی مسلمانوں کو ایران سے نکالنے کے لئے وقف کردی تھی۔

اس کے علاوہ ہرمزان نہایت ہی ہوشیار سیاست داں بھی تھا۔ اُس نے ایسی خاموشی کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف محاذ تیار کیا

کہ مسلمانوں کو خبر تک نہ ہوئی۔ ہرمزان کی جب تمام تیاریاں مکمل ہوگئیں تو اُس نے ایران میں خلافت اسلامیہ کے خلاف ایک ایسی شدید بغاوت برپا کردی کہ مسلمان اس بغاوت سے گھبرا گئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر اس وقت ایران کے فوجی گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص جیسے لائق سپہ سالار نہ ہوتے تو اس عظیم بغاوت کا مقابلہ آسان نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں میں اور ایرانی آتش پرستوں میں ایک نہایت ہی خوفناک جنگ چھڑ گئی جس میں کئی بے شمار مسلمان شہید ہوگئے۔ آخر بڑی دشواری کے بعد اسلامی لشکر نے اس عظیم بغاوت کو دبا دیا۔ اور پھر نئے سرے سے منظم ہوکر چاروں طرف سے اہواز کے علاقہ کا محاصرہ کرلیا۔ اہواز کا قلعہ بڑا ہی سنگین اور مضبوط تھا۔ اسلامی فوجیں کئی ماہ تک اس سنگین قلعہ کی دیواروں سے ٹکراتی رہیں۔ لیکن پھر بھی یہ قلعہ زیر نہ ہوسکا مسلمانوں نے جب یہ سمجھ لیا کہ اس قلعہ کا سیدھے طریقہ پر فتح کرنا آسان نہیں ہے تو اُنھوں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا یعنی چند سرفروش سپاہی جان پر کھیل کر ایک بڑے نالہ کے راستہ سے قلعہ کے اندر داخل ہوگئے اور پہرہ داروں کو قتل کرکے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور مسلم فوجیں تیزی کے ساتھ قلعہ کے اندر داخل ہوگئیں غرضکہ بڑی دشواری کے بعد مسلمانوں کا اہواز کے قلعہ پر قبضہ ہوگیا۔ قلعہ کے اندر بھی بڑی خونریزی جنگ ہوئی

آخر مسلمانوں نے قلعہ کی فتح کے بعد ہرمزان کو گرفتار کرلیا اور گرفتاری کے بعد اُسے ایران کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رض کی خدمت میں پیش کردیا۔

ہرمزان خلافت اسلامیہ کا بہت بڑا دشمن تھا۔ اُس نے ایک ایسی بغاوت کھڑی کردی تھی جو اگر کامیاب ہوجاتی تو ایران میں مسلمانوں کی نو تعمیر حکومت کی بنیادیں ہل جاتیں اور ہرمزان گرفتاری کے بعد یہ سمجھ رہا تھا کہ اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو نہایت ہی سنگین سزا دی جائے گی۔ اور اُس کے ساتھ مددوں اور جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جائے گا۔ جیسا کہ اُس زمانہ میں دستور تھا لیکن ہرمزان یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سپہ سالار اسلام نے اُس کے اور اُس کے ساتھیوں کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ وہ بڑی نرمی اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آئے۔ اس موقعہ پر ہرمزان نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اُسے خلیفۂ اسلام حضرت عمر فاروق رض کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ اور سپہ سالار اسلام نے اس خواہش کو منظور کرتے ہوئے اُسے خلیفۂ اسلام کی خدمت میں روانہ کردیا۔

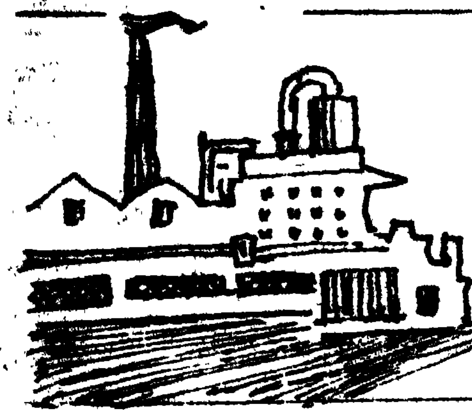
ہرمزان مدینہ پہنچنے کے بعد جب حضرت فاروق اعظم رض کی خدمت میں پیش ہوا تو اُس نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رض پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اور مسجد نبوی کے فرش پر ہی آرام فرما ہیں۔ ہرمزان خلیفۂ اسلام کی سادگی دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ پھر اُس نے دیکھا کہ خلیفہ ذرا سی دیر آرام کرنے کے بعد اُٹھے اور آپ نے مسجد نبوی کے صحن میں بیٹھے بیٹھے مظلوموں اور حاجتمندوں کی دلداری شروع کردی۔ اُن کی گفتگو میں صداقت اور اُن کی ہر حرکت سے خلوص ٹپک رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ہرمزان اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور اُس نے یہ کہتے ہوئے کہ "یہ شان بادشاہوں کی نہیں بلکہ اس میں تو پیغمبری کی جھلک ہے" اپنا سر حضرت عمر فاروق رض کے قدموں پر رکھ دیا اور اسلام قبول کرلیا۔

ہرمزان اگرچہ مسلمانوں اور خلافت اسلامیہ کا بہت بڑا دشمن تھا۔ لیکن چونکہ اُس نے اپنے تمام گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اسلام کے دامن میں پناہ لے لی تھی۔ اس لئے نہ صرف اُس کا قصور معاف کردیا گیا۔ بلکہ اُسے خلافت اسلامیہ کی جانب سے اہواز کی حکومت دوبارہ عطا کردی گئی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ہرمزان کی زندگی میں انقلاب آگیا اسلام قبول کرنے سے قبل اُس کی حالت یہ تھی کہ ہر وقت شراب کے نشہ میں مدہوش رہتا تھا۔ عیاشی اور عیش پرستی اُس کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ایک نہایت بھلا انسان بن گیا۔ اُس نے سامان امارت کو ٹھکرا کر نہایت سادہ زندگی بسر کرنی شروع کردی اور اپنے آپ کو اسلام اور خدمت اسلام کے لئے وقف کردیا۔ چنانچہ اس کے بعد ایران میں مسلمانوں کو جتنی بھی لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں اُن میں ہرمزان مسلمانوں کی حمایت میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔

مثال کے طور پر سابق شاہ ایران یزدجرد کے حامیوں نے جب جہان میں ایک لشکر عظیم جمع کرکے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تو اس تاریخی جنگ میں ہرمزان نے اسلام کے تحفظ (باقی صفحہ پر)

وسائل ترقی و کامیابی



مشکلات کا مقابلہ کرنا سیکھو

دنیا کے کامیاب انسانوں کے مشاہدات اور تجربات

(ہمارے اقتصادی مبصر کے قلم سے)

دین دنیا میں وسائل ترقی اور کامیابی کی راہ دکھلانے والے مضامین کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے ہم کو مسرت ہے کہ دین دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں اِن مضامین کو بے حد پسند کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں اس سلسلہ کا ایک اور مفید مضمون پیش کر رہے ہیں۔

جارج برنارڈ شا انگلستان کا بہت بڑا مفکر اور اہل قلم ہوا ہے وہ "وسائل ترقی" کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے: "ترقی اور کامیابی چند مخصوص لوگوں کا ورثہ نہیں ہے بلکہ دنیا کا ہر وہ شخص جو کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے کامیاب ہوسکتا ہے۔ اِس دنیا میں جو لوگ ناکام ہیں وہ اپنی غلطیوں اور کم ہمتی کی بنا پر ناکامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ورنہ جہاں تک قدرت کا تعلق ہے اُس نے سب ہی کو دل و دماغ دیا ہے چنانچہ جو لوگ دل و دماغ سے کام لیتے ہیں وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور جو قدرت کی دی ہوئی اس نعمت سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ مایوسی اور ناکامی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ میرے نزدیک مفلسی اور ناکامی کو برداشت کر لینا انسان کا سب سے بڑا گناہ ہے۔ جس کی سزا وہ مرتے دم تک برداشت کرتا ہے۔ لہٰذا ہر کامیابی کے متلاشی انسان کو چاہیے کہ وہ ہمت سے کام لے۔ مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرے۔ جن لوگوں کو مشکلات کا مقابلہ کرنا آجاتا ہے۔ وہ اس دنیا میں سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔" جارج برنارڈ شا نے جو کچھ کہا ہے کسی کو اس کی صداقت سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔

انقلابِ روس کے پیشرو لینن کی ابتدائی زندگی مشکلات سے بھری ہوئی تھی۔ اُسے مشکل سے دو وقت کی روٹی میسر آتی تھی لیکن خدا نے اُسے مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت دی تھی۔ وہ روس کی سابقہ حکومت میں سخت سے سخت مشکلات کا مقابلہ کرتا رہا یہاں تک کہ اُس نے صرف ۲۰ سال کی عمر میں روس کی شہنشاہیت کا تختہ الٹ دیا۔ لینن کا مقولہ ہے کہ "مشکل اور پریشانی انسان کے لئے سب سے بڑی نعمت ہے۔ پریشانی ہی وہ بھٹی ہے جس میں پڑ کر انسان کندن بن جاتا ہے۔ جن میں صلاحیت ہوتی ہے وہ کندن بن جاتے ہیں اور جو صلاحیت نہیں رکھتے وہ اس بھٹی میں پڑ کر خاک ہو جاتے ہیں۔ تم دنیا میں اگر کامیابی اور ترقی کے متلاشی ہو تو مشکلات کا مقابلہ کرنا سیکھو بڑی سے بڑی تکلیف کا ہنستے ہوئے مقابلہ کرو۔ چند روز کے بعد خود بخود ترقی اور کامیابی کی راہیں تمہارے لئے کھل جائیں گی۔"

مسٹر ریڈ ولف انگلستان کے بہت بڑے دولتمند ہوئے ہیں اُن کی ابتدائی زندگی بڑی ہی پریشانیوں میں گزری ہے یہ ایک پریس میں ملازم تھے اور آمدنی کم ہونے کی وجہ سے بڑی مصیبت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن وہ مصیبت اور پریشانی سے کبھی نہیں گھبرائے چونکہ انہیں پریس کے کام کا تجربہ تھا۔ اِس لئے انھوں نے ابتدا میں بہت ہی کم سرمایہ سے کرسمس کارڈ چھاپنے شروع کئے۔ جس سے انہیں نفع ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ یہ اسی کام کو بڑھاتے رہے۔ ملازمت اُنھوں نے چھوڑ دی اور کرسمس کارڈوں کے کام کو اتنا بڑھایا کہ ان کا ذاتی پریس قائم ہو گیا اور اُنھوں نے کرسمس کارڈوں کی طباعت میں

ایسا کمال پیدا کیا کہ وہ اِس کی بدولت لکھ پتی بن گئے۔ کرسمس کارڈ کا کام اگرچہ چھوٹا ہے لیکن اُسے اِنھوں نے اتنی ترقی دی کہ یہ چھوٹا سا کام بھی بڑا کام بن گیا۔

مسٹر ریڈ ولف اپنی سوانحیات میں اپنی زندگی کے تجارب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "میرے نزدیک کامیابی کا بہترین راز ہر چیز میں کمال پیدا کرنا ہے۔ کسی چھوٹے سے کام کو بھی حقیر نہ سمجھو جو کام بھی شروع کرو خوب سوچ سمجھ کر شروع کرو اور اس میں کمال پیدا کرتے چلے جاؤ۔ کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے اُس کے ہر پہلو پر اچھی طرح سے غور کر لو اور جب اُس کام کے کرنے کا فیصلہ کر لو تو نہایت استقلال اور سرگرمی کے ساتھ اُس میں مصروف ہو جاؤ۔ اپنے کام کو بڑے شوق اور دلیری کے ساتھ انجام دو۔ تذبذب سے اجتناب کرو۔ جب بھی کسی کام کا ارادہ کرو بے کھٹکے اُسے انجام دو ہر کام کا یہ قاعدہ ہے کہ اُس کے راستہ میں مشکلات آتی ہیں ان مشکلات سے ذرا بھی نہ گھبراؤ اور مردانہ وار مقابلہ کرتے چلے جاؤ تم ضرور کامیاب ہوگے"

لفافے بنانا شادی کے کارڈ تیار کرنا۔ یا عید اور دیوالی کے کارڈوں کی طباعت کرنا بظاہر بہت چھوٹے چھوٹے کام ہیں ہندستان میں عام طور پر ایسے چھوٹے چھوٹے کاموں سے لوگوں کو بہت کم دلچسپی ہے لیکن امریکہ اور یورپ میں ان چھوٹے چھوٹے کام کرنے والے بھی لکھ پتی ہوتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کاروباری نقطۂ نظر سے جس کام کو بھی دلچسپی اور لگن سے کیا جائے گا اُس میں ضرور کامیابی ہوگی چنانچہ مسٹر ریڈ ولف نے اسی قسم کے ایک چھوٹے سے کام کو اس قدر عروج پر پہنچا دیا کہ وہ اسی چھوٹے سے کام کے ذریعہ لکھ پتی بن گئے۔ کامیابی کے متلاشی حضرات کو مسٹر ریڈ ولف کی مثال سے سبق لینا چاہیئے۔

مسٹر جے کاؤلڈ نیو یارک کے قریب ایک موضع کے رہنے والے تھے اُن کے والدین نہایت غریب تھے ابتدا میں اُنھوں نے اپنے موضع کے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ لیکن جب نیو یارک کے ایک کالج میں داخل ہوئے تو اُنہیں ریاضی کا بہت زیادہ شوق پیدا ہو گیا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اُنھوں نے پیمائش وغیرہ کا کام شروع کیا۔ متحدہ امریکہ کے اکثر حصوں کی اِنھوں نے پیمائش کی ہے امریکہ کی اکثر و بیشتر ریلوے لائنوں کا کام اِنھوں نے ہی انجام دیا ہے۔ آخر میں آپ ریلوے کمپنیوں میں شریک ہو گئے۔ اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے پریزیڈنٹ بن گئے۔ انھوں نے اپنی قوت بازو سے کروڑوں ڈالر کمائے ہیں۔ کامیابی کے متعلق ان کے خیالات حسب ذیل ہیں۔

"صرف دنیا میں ایک شاہراہ ایسی ہے جس پر چل کر انسان دولتمند بن سکتا ہے۔ اور وہ شاہراہ ہے سخت محنت ہے اگرچہ یہ راستہ دشوار گزار اور ناہموار ہے لیکن جو استقلال کے ساتھ مسلسل اِس راستہ پر چلے گا وہ ضرور ایک نہ ایک دن منزل مقصود پر پہنچ جائیگا۔ میں ابتدا میں محنت سے گھبراتا تھا۔ لیکن عملی میدان میں آنے کے بعد مجھے محنت کی قدر معلوم ہوئی اور آخر اُسی کی بدولت میں دولتمند بن گیا۔ محنت اور جفاکشی ہی ایک ایسی چیز ہے جسکی بدولت انسان یقینی طور پر کامیاب ہو سکتا ہے"

سابق وزیر اعظم مرارجی ڈیسائی ایک نہایت ہی غریب گھرانے کے فرزند ہیں۔ اُن کے والد ایک معمولی اسکول ٹیچر تھے جنہیں مشکل سے پچاس روپیہ ماہانہ تنخواہ ملتی تھی اُن کے متعدد بچے تھے۔ اسی قلیل تنخواہ میں اُنہیں گزارہ کرنا پڑتا تھا مرارجی ڈیسائی نے اپنے باپ کے زمانہ میں بڑی ہی تکلیف کی زندگی بسر کی ہے لیکن سخت مشکلات کے باوجود آگے بڑھتے رہے۔ اور ان سے بھی بڑھ کر ہمارے لئے گاندھی جی کی مثال ہے۔ وہ ایک نہایت ہی ناکام بیرسٹر تھے اور اِنھوں نے افریقہ جا کر ایک مسلمان تاجر کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ انکو بھی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن وہ مشکلات سے کبھی نہیں گھبرائے یہانتک کہ آج دنیا کے عظیم انسانوں میں انکا شمار ہوتا ہے

ان حقائق اور واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ترقی اور کامیابی کسی کے باپ دادا کی میراث نہیں ہے۔ بلکہ جو محنت کرتا ہے۔ استقلال کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ اور مردانہ وار مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہوتا ہے دنیا کے کامیاب انسانوں کے حالات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں بیشتر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو صرف محنت اور استقلال کی بدولت کامیاب ہوئے ہیں ●

افسانہ



دوسرا آدمی

معاشرہ کی کمزوریوں کو اجاگر کرنے والی کہانی

(از مسٹر۔ ڈی کے۔ کنول۔ بڑگام کشمیر)

بات بڑی معمولی تھی۔ مگر نرمل نے رائی کا پربت بنا لیا جو کہ اُس کی عادت تھی۔ بیچاری سدھا اپنی غلطی پر خوب روئی پچھتائی مگر نرمل پر اُس کے رونے دھونے کا مطلق اثر نہ ہوا اُس نے ایک ہی جھٹکے میں سارے رشتے ناطے توڑ ڈالے اور اپنے آپ کو ہر بندھن سے آزاد کر لیا۔ گوکہ یہ بندھن نہ کسی قانونی زمرے میں آتے تھے اور نہ ہی مذہبی یا سماجی دائرے میں۔ یہ تو دلوں کے رشتے تھے۔ پیار و محبت کے بندھن تھے۔ مگر نرمل دلوں کے ان نرم رشتوں کو بڑی بے دردی سے توڑ کر لندن چلا گیا ——

نرمل بہت ہی عجیب سا آدمی تھا۔ حد سے زیادہ انا پرست۔ بلا کا حاسد اور شکی۔ جبکہ سدھا پھول کی طرح کومل گنگا جل کی طرح پوتر اور مونا لیزا کی مسکراہٹ کی طرح معصوم تھی۔

نرمل پہلا مرد تھا۔ جو اُس کی زندگی میں داخل ہوا تھا۔ سدھا نے اُسے اپنی دل کی گہرائیوں سے چاہا۔ اپنی محبت کا پھول بھی اس پر نچھاور کر دیا۔ مگر وہ اتنا کم ظرف نکلا کہ اُس کی چاہت اس کی محبت پر خاک ڈال کر چلا گیا ——

وہ پورے پانچ برس کے بعد لندن سے لوٹا پانچ برس میں دنیا بدل چکی تھی۔ سدھا، مسز سدھا شرما بن چکی تھی۔ اُس کے گھر والوں نے اُسکی شادی ایک بزنس مین سے کر دی تھی۔ اُس کا شوہر انیل شرما دو فیکٹریوں کا واحد مالک تھا۔ ایک بہت بڑا بنگلہ تھا۔ ایک شیور لیٹ کار تھی۔ دو چار نوکر چاکر تھے۔ اچھا خاصا بنک بیلنس تھا۔ غرض یہ کہ سدھا کو ہر طرح کا آرام و آسائش میسر تھی —— بس کبھی کبھی دل میں ایک کانٹا سا کھٹکتا تھا —— ایک چبھن سی محسوس ہوتی ——

انیل شرما۔ نرمل سے ایکدم مختلف تھا۔ وہ نہایت ہی بذلہ سنج اور خوش مزاج نوجوان تھا۔ سدھا کو وہ جی جان سے چاہتا تھا۔ سدھا بھی اپنے آپ کو ماضی کے تمام بندھنوں سے آزاد کر کے نئے ماحول اور نئی دنیا میں رس بس گئی تھی۔ انیل اُس کے لئے اس کا پتی ہی نہیں بلکہ اُس کا سوامی، اسکا بھگوان تھا

——

ایک روز پہلگام میں سدھا کی نرمل سے اچانک ملاقات ہو گئی۔ سدھا کا تو جی دھک سے ہو گیا جب کہ انیل اُسے دیکھ کر اس طرح باغ باغ ہوا جیسے اُسے کافی کھوج کے بعد سونے کی کان کا سراغ مل گیا ہو —— ماضی کی پیار بھری باتیں سدھا کے دل و دماغ میں گھنٹیاں بجانے لگیں۔ وہ بت بنی نرمل کے سامنے کھڑی رہی یہ تو اچھا ہوا کہ انیل نے سکوت توڑا نہیں تو سدھا گر کے وہیں ڈھیر ہو جاتی۔ نرمل نے انیل کو اپنا ہاتھ دیا۔ انیل نے بھی اپنا تعارف پیش کیا۔ مگر سدھا بول نہیں پائی۔ بس بت بنی کھڑی رہی۔

بس اس ملاقات کے بعد انیل نرمل کے یہاں اور نرمل انیل کے یہاں آتا جاتا رہا۔ اسی دوران نرمل نے شراب کے چار چھ پیگ چڑھانے کے بعد ماضی کی باتیں انیل کو سنائیں وہ محبت جس کا اسنے برسوں پہلے فاتحہ بھی پڑھ لیا تھا۔ اُس میں اُسنے انیل سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر اُسے سدھا نہ ملی تو وہ اپنی زندگی کا ہی خاتمہ کر ڈالے گا۔

گوکہ یہ باتیں نشے کی حالت میں ہوئی تھیں مگر انیل نے ان باتوں کو اُس طوفان کا پیش خیمہ سمجھ لیا تھا جو اُس کی زندگی میں

آنے والا تھا — یہ حقیقت جاننے کے بعد کہ سدھا ایک زمانے میں نرمل کی معشوقہ رہ چکی ہے۔ سدھا کی قدر و منزلت اُس کی نظروں میں ایکدم گر گئی۔ اور وہ اُسے بے وفا، بدکار اور فریبی سمجھنے لگا۔

وہ رات اُسنے انتہائی بے چینی اور اضطراب کے عالم میں گزاری ساری رات بھر وہ انگاروں پہ لوٹتا رہا۔ نرمل کی ایک ایک بات اُس کے دل و دماغ پہ ہتھوڑے برساتی رہی ایک ایک لفظ اُس کے جگر پر نشتر چلاتا رہا۔ سدھا جس میں اُسے دیویوں کا تقدس اور حوروں کا جمال نظر آتا تھا اب اُسے ایک باسی پھول کی مانند تھی۔ جسکا رس، بھنورا نرمل پہلے ہی چوس چکا تھا۔ اُسے سدھا سے گھن سی آنے لگی تھی۔ ایک ہی رات میں اُس کی سوچ کا معیار بدل گیا۔ نظروں کے پیمانے بدل گئے ——— اب سدھا اس کی زندگی کا سرور نہیں۔ ایک جان لیوا خلش بن کر رہ گئی تھی۔

صبح وہ بستر سے اٹھا — سدھا کچن میں چلا گیا۔ اور سدھا سے نرمل کے بارے میں استفسار کیا۔ انیل کی خونخوار آنکھیں اور بھیانک تیور دیکھ کر سدھا کا دل دہل گیا۔ سوچا کہ اب کچھ چھپانا بے کار ہے اِس لئے اُس نے بڑی بے باکی اور بے خوفی سے اِس بات کا اعتراف کر لیا کہ نرمل اُس کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد ہے جسکو اُس نے ٹوٹ کر چاہا مگر وہ اُس کی چاہت کے پھول روند کر اُس کی محبت پہ تھوک کر اُس کے خلوص کو ٹھکرا کر چلا گیا۔ صرف اس بات پہ کہ میں نے اُسے اپنا تن آلودہ کرنے نہیں دیا۔ وہ میرے من کا نہیں تن کا پجاری تھا۔

انیل کے دل و دماغ میں شک کے جو زہریلے سانپ پھنیا رہے تھے وہ مرے نہیں بلکہ اسے اندر ہی اندر ڈستے رہے۔ تھے وہ عورت جس کی کسی بھی بات کو اُس میں جھٹلانے کی ہمت پیدا نہیں ہوئی تھی، آج اس کے لئے ایک ناقابلِ اعتماد اور فریبی ہستی بن کر رہ گئی تھی ——— وہ آج اُس کی ایک بھی بات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھا ———

اُس نے سدھا سے کچھ نہیں کہا اُسے لعنت ملامت بھی نہیں کی —

اُسے مارا پیٹا بھی نہیں۔ ذرا سا جھٹکا سا بھی نہیں۔ چپ چاپ اپنے بیڈروم میں چلا گیا۔ اُس کا دنیا اُس میں بکا تھا۔ اُس کا یقین ٹوٹ چکا تھا عورت ذات پر سے اُس کا اعتماد اٹھ گیا تھا۔ عورت اب اُس کے لئے پیار و ایثار کی مورت نہیں بلکہ فریب اور دغا بازی کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھی۔

سدھا نے ناشتہ بھجوادیا۔ انیل نے ناشتہ واپس کر دیا —

بارہ بجے نوکر کمرہ صاف کرنے گیا تو دیکھا وہ مردہ پڑا تھا — انیل جتنا مضبوط تھا اتنا ہی کمزور تھا۔ اسنے خودکشی کر لی تھی۔

پرسا دینے والوں میں نرمل پیش پیش تھا۔ سدھا روئی نہیں چلائی نہیں۔ بس پتھر کی مورت بنی رہی۔ جیسے اُسکے آنسو کے سوتے سوکھ چکے تھے۔ اِس ناگہانی صدمے نے اُس کا دل و دماغ مفلوج کر دیا تھا۔ وہ رونا چاہتی تھی پر رو نہیں پا رہی تھی۔ یہ اُسے کیا ہوا تھا۔ وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

وقت سے بہتر طبیب کوئی نہیں۔ زخم کتنا بھی گہرا ہو وقت کے مرہم سے بھر جاتا ہے۔ چار چھ مہینے ہو گئے تو لوگ انیل شرما کو بھول گئے۔ اور چرچے ہونے لگے نرمل اور سدھا کے۔ یہ بات طے تھی کہ سدھا دوسری شادی کرے گی نرمل سے — نرمل بھی بہت خوش تھا۔ اُس کی راہ کا کانٹا خود بخود دفع ہو گیا تھا۔ سدھا ہی اب اُس کی زندگی کی منزل اور مقصد تھی۔ وہ سدھا سے دور تو رہ سکتا تھا مگر اُسے بھلا نہیں سکتا تھا۔ اُس کی یاد کو دل و دماغ سے نہیں نکال سکتا تھا۔ اُسنے تو اپنے پیار کی جڑیں اُسکے دل و دماغ میں پیوست کر کے رکھی تھیں۔

ایک روز سدھا کو بہت ہی ہشاش بشاش موڈ میں پاکر نرمل نے دل کی بات کہہ ہی ڈالی۔ اُسنے سدھا سے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ وہ اُس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ سدھا نے اس وقت کوئی فوری ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ بس اتنا ہی بولی کہ وہ کل اُسے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دے گی۔

نرمل اُسکے فیصلے سے واقف تھا۔ اُسنے پچھلے کئی مہینوں میں اُسے خوب تول پرکھ لیا تھا۔ وہ اپنی جگہ مطمئن اور پر اعتماد تھا — سدھا پہلے بھی اُس کی تھی — اور اب بھی اُسی کی تھی۔

اگلے روز وہ اچھا سا سوٹ زیب تن کر کے سدھا سے ملنے اُس کے فلیٹ پر چلا گیا۔ نوکر نے دروازہ کھولا — وہ سیدھا اُس کے بیڈروم میں چلا گیا — سدھا اپنا فیصلہ سنا چکی تھی۔ مگر یہ فیصلہ نرمل کے فیصلے کے خلاف توقع تھا اُس نے آتم ہتیا کر لی تھی — تپائی پر ایک پرچی رکھی تھی — جس پر لکھا تھا

"تم نہ پہلے جیتے۔ نہ آج جیتے۔ تم نے مجھے ٹھکرا دیا میں نے تم سے گلہ نہیں کیا۔ میں نے اپنی دنیا بسالی تو تمہاری حاسد نظروں نے میری دنیا اجاڑ دی۔ یہ مرد کی فطرت ہے۔ کہ جسے وہ اپنی محبوبہ بناتا ہے اُسے کسی دوسرے کی بیوی کے روپ میں دیکھنا نہیں چاہتا۔ جب کہ عورت جس کے پلّے باندھی جاتی ہے وہ اُس کا سوامی اور اُس کا بھگوان ہوتا ہے۔

تم نے اچھا کھیل کھیلا مگر تم جیت نہ سکے کیونکہ تمہیں ہارنا تھا میں نے تمہاری پیشکش ٹھکرا کر اپنی محبت اور اپنے سہاگ کی لاج رکھی کیونکہ جیتنا مجھے تھا۔ اب تم ہی فیصلہ کر لو۔ صحیح کون اور غلط کون ہے۔

تمہاری

سدھا

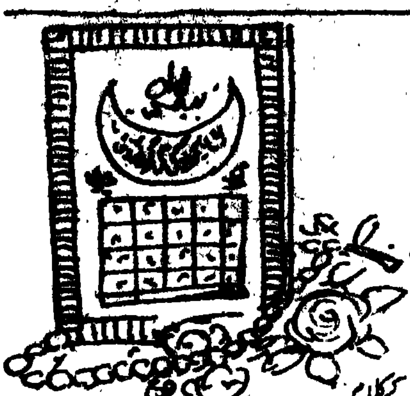
نرمل بے حد مایوس ہو کر رہ گیا — اُسنے سدھا کی لاش کی طرف دیکھا جو ابدی نیند میں سو رہی تھی۔

نرمل کو لگا جیسے وہ ایک قاتل ہو۔ جس نے دو آدمیوں کو ایک ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا ہو — اس کا ضمیر ملامت کر رہا تھا۔

ایک دشمن اسلام شہزادہ

(باقی ص سے)

کی خاطر اپنی جان تک کی بازی لگا دی۔ اور مخالفین اسلام کو بڑی طرح شکست دی اس کے بعد اصفہان۔ دامغان اور جرجان کی لڑائیوں میں بھی ہرمزان نے بڑھ کے بڑے کارہائے نمایاں کا انجام دئے ایران کے اس تاریخی واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہرمزان جیسے دشمنان اسلام جب حلقہ بگوش اسلام بن جاتے تھے تو وہ بھی کس طرح اسلام کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیتے تھے۔



مفلسی، مصیبت، بیماری اور پریشانی کا علاج

اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنھوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا ہے

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے اگر اعمال کو صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں۔ لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے۔ اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگا لیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

(مرتبہ مولانا سید ظہور احمد شاہ بچھانپوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج درج ہیں۔ اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے۔ بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں۔ لاتعداد عداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق تسخیر محبوب اور چوری کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول:- ابتدائی معلومات:- اس میں حروف تہجی کے اعداد اور شمار برجوں کے رنگ و زائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات درج ہیں۔

باب دوم:- اعمال حسنہ:- اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی میزان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم:- اعمال محبت:- اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کے لئے اسم یا ودود کا عمل، عمل اسم الٰہی، سرمہ محبت، تصور محبوب کا عمل، قرآنی اعمال درج ہیں

باب چہارم:- عملیات عداوت:- اسمیں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم:- کشائش رزق:- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور خوشحال بننے کے لئے تیر بہدف اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم:- تسخیر خلائق:- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم:- تسخیر حکام:- اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم:- چوری کی شناخت:- اس میں چوری کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم:- گمشدہ کی واپسی: اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔ جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آ جاتا ہے۔

باب دہم:- مختلف امراض کے لئے:- اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنہیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں

باب یازدہم:- اولاد کیلئے:- اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

باب دوازدہم:- حل مشکلات:- اس میں پریشانی اور مشکلات سے نجات پانے کیلئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم:- فالنامہ غوث الاعظم:- اس فالنامے کے ذریعہ بھی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف دس روپے

دینی دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی

عورتوں کے لئے



"وہ محبت نہیں کرتے"

ایک لڑکی کو اپنے شوہر سے شکایت"

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن کے مضامین کی خوبی یہ ہے کہ وہ باتوں ہی باتوں میں اور نہایت ہی دلکش انداز میں ہمارے معاشرتی مسائل کو سلجھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ذیل کے مضمون میں بھی شادی شدہ لڑکیوں کی ایک الجھن پر بڑی خوبی سے روشنی ڈالی ہے۔

نئی شادی شدہ لڑکیوں کو عموماً اپنے شوہروں کے بارے میں یہ شکایت رہتی ہے کہ وہ اُن سے خاطر خواہ محبت نہیں کرتے میرے پاس اکثر لڑکیوں کے ایسے خطوط آتے رہتے ہیں جن میں کہ شوہروں کی بے اعتنائی اور بے توجہی کا شکوہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں مجھے ایک نئی شادی شدہ لڑکی کا خط ملا ہے جس میں وہ لکھتی ہے کہ۔

"مجھے کوئی ایسی ترکیب بتا دیجئے جس پر عمل کرنے کے بعد میرے شوہر مجھ سے محبت کرنے لگیں۔ شادی کے شروع کے دنوں میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ مگر اب وہ پہلی سی بات نہیں رہی معلوم نہیں کہ مجھ میں کونسی کمی ہے کہ وہ مجھ سے کھنچے کھنچے رہتے ہیں حالانکہ میرا دل چاہتا ہے کہ وہ مجھ سے دل کھول کر محبت کریں"

اس مضمون کے پڑھنے والے بھائی اور بہنیں لڑکی کے خط کی مندرجہ بالا عبارت کے پڑھنے کے بعد یہ سوچنے لگے ہوں گے کہ ضرور اس لڑکی میں کوئی کمی ہوگی جس کی وجہ سے اُس کا شوہر اُس سے دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ ممکن ہے کہ لڑکی اچھی شکل کی نہ ہو۔ مگر یہ بات بھی نہیں ہے لڑکی لکھتی ہے

"میں صورت شکل کی بھی ایسی بری نہیں ہوں کہ وہ مجھ سے محبت نہ کریں۔ میری سہیلیوں کا تو کہنا ہے کہ میں سو دو سو میں ایک ہوں۔ خیر یہ بات تو نہیں ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ ایک جوان اور خوبرو لڑکی میں جتنی کشش ہو سکتی ہے وہ مجھ میں پوری طرح موجود ہے۔ اس کے علاوہ میں لباس بھی سلیقے کے ساتھ پہنتی ہوں۔ سنگھار کے جدید طریقوں سے بھی خوب واقف ہوں مگر یہ میری بدقسمتی ہے کہ ان سب باتوں کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہوتا"

اب تو مضمون پڑھنے والی بہنیں الجھن میں پڑ گئی ہوں گی کہ آخر کیا بات ہے۔ جبکہ لڑکی اچھی شکل کی بھی ہے اور جدید طریقوں سے اپنے آپ کو سنوارنا بھی جانتی ہے تو پھر اُس کا شوہر اُس کی جانب متوجہ کیوں نہیں ہوتا؟ بعض بہنیں یہ سمجھ رہی ہونگی کہ شاید لڑکی جاہل ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو ضرور اس لڑکی کے شوہر کا دل کسی اور جگہ پھنسا ہوا ہے۔ مگر یہ دونوں باتیں بھی نہیں ہیں۔ اس کی تفصیل بھی خود اس لڑکی سے سن لیجئے۔ یہ آگے چل کر لکھتی ہے۔

"اگر میں جاہل ہوتی تو یہ سمجھ لیتی کہ کیونکہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اس لئے مجھے نظر میں نہیں لاتے۔ لیکن خدا کے فضل سے میں تھوڑی بہت پڑھی لکھی بھی ہوں۔ یعنی میں بھی گریجویٹ ہوں۔ یہ بھی شبہ کیا جا سکتا ہے کہ شاید وہ کسی دوسری لڑکی سے محبت کرتے ہوں مگر وہ انتہا درجے نیک اور پاکباز ہیں۔ بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا مقدر ہی خراب ہے۔ میں آپ کی بے حد شکر گزار ہونگی اگر آپ مجھے اُن کا دل موہ لینے کا کوئی گر بتا دیں

میں اس خیال سے اکثر انہیں سینما بھی اپنے ساتھ لے جاتی ہوں تاکہ وہ سینما دیکھ کر ہی محبت کرنا سیکھ جائیں مگر اُن پر تو کسی بات کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ ویسے میرے ساتھ اُن کا سلوک بڑا ہمدردانہ ہے میری ہر ضرورت کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ مگر جو بات میں اُن میں دیکھنا چاہتی ہوں وہ بات پیدا نہیں ہوتی"

اس لڑکی کے خط کے ضروری حصے پیش کرنے کے بعد اب میں اس لڑکی سے دو دو باتیں کرنا چاہتی ہوں ——— بیٹی تم نے اپنے خط میں دو ایک اشارے ایسے دیدئے ہیں جن سے کہ میں سمجھ گئی کہ اصل بات کیا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم سینما کی زیادہ شوقین ہو۔ اور سینما میں تم نے جس بناوٹی اور سطحی محبت کے نظارے دیکھے ہیں اُسی کی آرزو تم اپنے شوہر سے بھی رکھتی ہو۔ ایک تم ہی نہیں ہزاروں لڑکوں اور لڑکیوں کو اس سینما نے گمراہ کر دیا ہے۔

سینما دیکھنے کے بعد عموماً آجکل کے لڑکے اور لڑکیوں کے دل میں بھی یہ امنگ پیدا ہوتی ہے کہ وہ بھی عشق و عاشقی کا کھیل کھیلیں۔ لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ازدواجی زندگی میں عشق و عاشقی کو کوئی دخل حاصل نہیں ہے۔ یہ کھیل اگر عملی زندگی میں کھیلا بھی جاتا ہے۔ تو سینما کی فلم کی طرح ایک تماشہ ہی ثابت ہوتا ہے جو چند روز بعد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو ایک اچھے شوہر کی پہچان یہ نہیں ہے کہ وہ کسی فلم کے ہیرو کی طرح اپنی بیوی سے دکھاوٹی محبت کا اظہار کرے۔ بلکہ اس کی پہچان یہ ہے کہ اُس کا بیوی کے ساتھ سلوک ہمدردانہ ہو۔ اُس کی ہر ضرورت کا خیال رکھے۔ اُس کی آئندہ زندگی سدھارنے کی کوشش کرے اور اُس کے دکھ کو اپنا دکھ اور اُس کے سکھ کو اپنا سکھ سمجھے خواہ وہ زبانی طور پر عشق اور محبت کا اظہار کرے یا نہ کرے۔ پھر بیٹی اللہ کے فضل سے یہ خوبیاں تمہارے شوہر میں موجود ہیں تو اس سے زیادہ تم کیا چاہتی ہو عشق و عاشقی کے جھگڑے کو چھوڑو ازدواجی زندگی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ کیونکہ ازدواجی زندگی تو حقائق اور قربانیوں پر منحصر ہے تم جب آئندہ زندگی میں قدم رکھو گی تو تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ حقیقی اور اصلی محبت کیا ہے۔

اِس لڑکی کی طرح عام طور پر بیشتر نئی شادی شدہ لڑکیاں اس بات کی خواہشمند ہوتی ہیں کہ اُن کے شوہر فلموں کے ہیرو کی طرح اُن کے ساتھ والہانہ محبت کریں۔ مگر یہ اتنا نہیں سوچتیں کہ جب سارے عمر کا ساتھ ہے تو یہ عشق و محبت کا ڈرامہ ہر روز کیونکر کھیلا جا سکتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں عشق و عاشقی کا کھیل ضروری نہیں ہے بلکہ۔ ضرورت اِس کی ہے کہ میاں بیوی میں خلوص ہو وہ دونوں ایک دوسرے کے سچے ہمدرد ہوں۔ دونوں مل کر اپنی آئندہ زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش کریں۔ اگر اولاد پیدا ہو گئی ہے تو اُس کی تربیت اور تعلیم کا خیال رکھیں۔ حاضر و غائب ایک دوسرے کے ہمدرد رہیں۔ کبھی ایک دوسرے کے خلاف کسی قسم کی بدگمانی پیدا نہ ہونے دیں۔ سب میں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ اگر دونوں میں کچھ کمزوریاں ہیں تو ایک طرف تو انہیں دور کرنے کی کوشش کریں اور دوسری طرف حتی المقدور ان کمزوریوں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کریں پھر دیکھئے کہ ازدواجی زندگی کیسی قابل رشک بن جاتی ہے۔ بس میاں بیوی کا عشق اور محبت یہی ہے کہ دونوں زندگی کا لائحہ عمل ایسا بنائیں کہ اُن کا گھر جنت کا نمونہ بن جائے۔ چار دن کے لئے اگر عشق و محبت کے چوچلے ہوئے تو کیا۔ اور نہ ہوئے تو کیا۔ اِن ظاہری باتوں میں کچھ نہیں رکھا

آخر میں ایک بات اس لڑکی کو اور سب ہی لڑکیوں کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ وہ اس مغالطہ میں نہ رہیں کہ مرد کے دل کو صرف حسن و خوبصورتی سے جیتا جا سکتا ہے۔ مرد کے جیتنے کا طریقہ یہ ہے کہ بیوی شوہر کی فطرت اور مزاج کو اچھی طرح سمجھ لے اُس کے مزاج کے خلاف کبھی قدم نہ اٹھائے۔ اُس کی ادنیٰ سے ادنیٰ ضرورت کا خیال رکھے ہر وہ بات کرے جس سے کہ شوہر خوش ہو اور ہر اُس بات سے بچنے کی کوشش کرے جو شوہر کے مزاج کے خلاف ہو۔ یہ خصوصیات اگر شادی شدہ لڑکیاں اپنے اندر پیدا کر لیں تو وہ بلاشبہ شوہروں کو اپنا گرویدہ بنا سکتی ہیں۔

یہ خط لکھنے والی لڑکی اور دوسری نئی شادی شدہ لڑکیاں اگر میرے مختصر مشورہ پر عمل کریں گی تو مجھے امید ہے کہ نہ تو انہیں شوہروں سے بدگمانی پیدا ہوگی اور نہ وہ اُس جھوٹی محبت کو تلاش کریں گی جو قطعی بے معنیٰ ہے۔

افسانہ



دو بہنیں

ایک نہایت ہی دردناک معاشرتی کہانی

(از محترمہ نعیمہ خانم اٹاوی)

کتنا حسین اور خوشگوار تھا۔ وہ موسم —— آپا مکان کے باہر باغیچے میں بیٹھی کوئی ناول پڑھ رہی تھیں۔ اور میں پاس کھڑی پھولوں سے اپنا دل بہلا رہی تھی۔ اچانک زاہد دوڑتا ہوا آیا۔ اُسکے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ایٹچی تھی۔

"آپا رشید بھائی آئے ہیں۔ دیکھو تو اُنھوں نے میری پینٹ کی جیب میں کتنی ٹافیاں بھر دی ہیں" زاہد نے کہا اور ایٹچی رکھ کر آپا کی گود میں چڑھ بیٹھا۔ اور ایک ٹافی اُن کے منہ میں بھی رکھنے لگا۔

"زاہد میں نے تم سے کتنی بار منع کیا کہ کسی کی چیز نہیں لینا چاہئے لیکن تم نے پھر لے لی" آپا نے کہا۔

زاہد پر جیسے بجلی گری۔ گود میں سے نکل کر بولا "تو کیا رشید بھائی کی بھی چیز نہیں لینا چاہئے۔ وہ تو اپنے بھائی ہیں"

"نہیں اُن کی بھی نہیں" آپا نے کہا۔

زاہد نے بھاگتے ہوئے کہا "تو لو آپا۔ میں سب ٹافیاں ابھی اُن کو واپس کئے دیتا ہوں۔ اور اُن سے کہہ دوں گا کہ میری آپا جان نے منع کر دیا ہے"

آپا گھبرائیں اور مجھ سے کہنے لگیں "دیکھو یہ لڑکا بڑا شریر ہے کہیں وہ ایسا ہی نہیں کہہ دے" میں اس کے پیچھے بھاگی لیکن کون پکڑ سکتا تھا اُس ہرن کو۔

تھوڑی دیر بعد زاہد رشید بھائی کی انگلی پکڑے ہوئے انہیں لے آیا۔ آپا انھیں دیکھ کر گھبرا سی گئیں۔

"آداب عرض کرتا ہوں شمیم" رشید بھائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آپا پر تو جیسے ہزار ہا بجلیاں تڑپ ہی پڑیں وہ اپنے دوپٹے کے آنچل کو ٹھیک کرتی ہوئی کھڑی ہو گئیں۔ اُن کا کنول جیسا مسکراتا ہوا چہرہ اور پیارا تھا اور اُن کے چہرہ پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اپنی ناگن جیسی بل کھاتی ہوئی سیاہ بالوں کی ایک گستاخ لٹ کو پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ بولیں "آداب" آہ کتنا معصوم تھا۔ اُس وقت اُن کا چہرہ دنیاوی باتوں سے بے فکر اپنی الھڑ جوانی لئے ہوئے۔

پھر میں ناشتہ کا انتظام کرنے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپا رشید بھائی اور زاہد جو اُن کی گود میں تھا۔ کھانے کے کمرے کی جانب آرہے تھے۔ آپا سفید ساٹن کی شلوار کالا جمپر اور سفید دوپٹہ اوڑھے کتنی بھلی معلوم ہو رہی تھیں۔ اُن کا چہرہ کتنا معصوم اور دلکش تھا۔

آپا نے کمرہ میں جاتے ہی آواز لگائی "نسیم" "ابھی آئی آپا" تھوڑی دیر میں ٹرے لئے ہوئے میں کمرے میں داخل ہوئی۔ ٹرے میز پر رکھی گئی۔

میں رشید بھائی کے پاس بیٹھنا ہی چاہتی تھی کہ رشید بھائی نے میرے کان اینٹھتے ہوئے کہا۔ "تم تو اب کافی بڑی ہو گئی" جیسے انھیں کان پکڑنے کے بعد ہی اِس بات کا علم ہوا کہ میں بڑی ہو گئی ہوں۔

میں نے اپنے کان کی حفاظت کرتے ہوئے اُن سے کہا "اور آپ بھی تو" اِس پر سب ہنس پڑے ہم سب ہنس ہی رہے تھے کہ ابا جان کمرے میں داخل ہوئے رشید بھائی جھپٹے تپاک سے ملے اس کے بعد چائے کا دور شروع ہوا اور ختم ہو گیا۔

پھر روز صبح سویرے آپا حسب معمول باغیچے میں جاکر بیٹھتی رہیں دن گذرتے رہے۔ رشید بھائی آپا کے قریب تر ہوتے گئے۔ دونوں نہ جانے گھنٹوں کیا کیا باتیں کرتے رہتے۔ شائد وہ ایک ناتمام کہانی تھی۔ ایک روز آپا باغیچے میں بیٹھی خوشگوار موسم کا مزہ لوٹ رہی تھیں کہ رشید بھائی بھی باغیچے میں پہنچ گئے۔ رشید بھائی نے کہا "شمیم تم تو بالکل فلاسفر معلوم ہوتی ہو۔ ہر وقت دنیا کی ہلچل سے دور اور دنیاوی زندگی سے پرے تنہائی میں بیٹھی قدرتی مناظر میں مشغول دکھائی دیتی ہو۔ کیا قدرتی مناظر ہی تمہاری زندگی کا ماحصل ہیں"

آپا مسکرا دیں۔ اُن کے گلاب جیسے گالوں پر مسکراہٹ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ بولیں "ہاں یہی تو ہماری زندگی ہے۔ اگر موسیقی کی سریلی تانیں، پیارے پیارے رنگوں کے حسین نظارے اور خوشبو سے معطر فضائیں ہماری زندگی سے ختم ہو جائیں تو پھر زندگی زندگی نہ رہے گی۔ بلکہ کاغذ پر کھنچی ہوئی پنسل کی ایک لکیر رہ جائے گی۔ قوس وقزح کو دیکھ کر میری آنکھیں کیف میں ڈوب جاتی ہیں۔ اور چاندنی راتوں کی فسوں کاری کو دیکھ کر تو جیسے میری روح جھوم اٹھتی ہے۔ بس یہی میری زندگی ہے۔ دنیا کی ہلچل میں کیا رکھا ہے۔ ایک ناقابل اعتماد سوسائٹی، بے وفائی، مکاری دغا بازی۔ دھوکے بازی یہی دنیاوی زندگی ہے۔ جس سے مجھے سخت نفرت ہے۔ میں تو اِس دنیا سے پرے اپنا کاشانہ بنانا چاہتی ہوں۔ جہاں قدرت کے دلکش مناظر ہوں اور میں تنہا رہوں"

رشید بھائی نے ایک آہ بھری اور بولے "شمیم تم اِس دنیا سے پرے کیسے جا سکتی ہو۔ جبکہ ایک اور شخص بھی اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر چکا ہے۔ اُس کی روح تم ہو اور صرف تم اگر تم دلکش مناظر کے بیچ بسنا چاہتی ہو تو تم مجھ کو بھی اپنا ساتھی بنا لو۔ آہ شمیم تم نے میری روح کو چھین لیا ہے۔ میں مردہ ہو چکا ہوں تمہارے بغیر میں زندہ نہیں رہ پاؤں گا۔ اور پھر میں اِس سوسائٹی کے اندر رہ کر دیکھوں گا کہ یہ حوا کی بیٹیاں کتنی ظالم ہوتی ہیں" نہ جانے رشید بھائی کیا کیا کہہ گئے جذبات کی رَو میں اگر انھیں یہ احساس ہوتا کہ اِس کا انجام کیا ہوگا۔ کیا وہ

آپا کو آئندہ پا سکیں گے وہ تو مستقبل سے بے خبر ہو کر آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ لیکن آپا بھی محبت کی منزلیں طے کر رہی تھیں۔ اور وہ بھی اُن کے اندر غیر معمولی دلچسپی لے رہی تھیں۔ لیکن انھوں نے ابھی کمزوری کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ رشید بھائی کہہ رہے تھے۔ آپا سن رہی تھیں

پھر رشید بھائی نے کہا "بولو شمیم تم میری بن سکو گی یا نہیں" آپا رشید بھائی کی اِس بے تابی کو دیکھ کر مسکرا دیں ——!

آہ کتنا اچھا تھا وہ وقت جب آپا باغیچے سے نکلیں۔ گلے میں دوپٹہ لہراتی ہوئی کالی ناگنیں آگے سینے پر بل کھاتی ہوئی ایسا معلوم دیتا تھا کہ یہ ساری کائنات کو ابھی ڈس کر آ رہی ہیں اور رشید بھائی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے مستانی چال سے انکے ساتھ آ رہے تھے اور ہماری معصوم بہن نے رشید بھائی کا اس طرح دل لوٹ لیا کہ اُنھیں دونوں جہان آپا کے بغیر سونے لگنے لگے ساری کائنات انھیں بے کیف نظر آنے لگی۔

لیکن —— دو محبت کے دیوانوں کو خبر نہ تھی کہ اُن دونوں کے درمیان ایک دیوار حائل ہو چکی ہے۔ اور یہ دیوار تھے اقبال بھائی۔ آپا کے ہونے والے شوہر جو کانپور میں وکالت کرتے تھے۔ آج آپا کے سسر کا خط آیا تھا کہ شادی کس تاریخ کو مناسب ہوگی۔ برائے کرم طے کر کے بھیج دیجئے ابا جان نے آفس سے آنے کے بعد خط میرے آگے رکھ دیا۔ اور کہا بولو نسیم۔ کیا ارادہ ہے کونسی تاریخ دی جائے۔ امی جان کا انتقال ہو چکا تھا۔ گھر میں ہم ہی دو بہنیں تھیں۔ آپا سے ابا اِس معاملہ میں مشورہ کر نہیں سکتے تھے۔ اِس لئے وہ میری رائے لینا چاہتے تھے۔

میں خاموش تھی کیونکہ ایک طرف تو آپا اور رشید بھائی کی زندگی کے تمام واقعات میرے سامنے تھے اور دوسری طرف خط رکھا تھا۔ آپا اور رشید بھائی کی محبت کے پر کیف مناظر میرے دماغ میں چکر کاٹ رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ سوچ سمجھ کر فیصلہ دینا نسیم۔ جس سے تمہاری شمیم کی زندگی کسی طرح کٹ سکے۔ شمیم نے تم کو ماں جیسی محبت اور بہن جیسا پیار دیا ہے۔ اُس کو نہ ٹھکرانا میں اِسی کشمکش میں تھی کہ میرے منھ سے

نکلا" یہ خط آپ نے رشید بھائی کو بھی دکھا دیا ہوتا۔ آپا تو شاید ابھی شادی کرنے کیلئے راضی نہیں ہیں۔ جب بھی میں اُن سے تذکرہ کرتی ہوں تو کہہ دیتی ہیں کہ میں اس چکر میں پڑنا نہیں چاہتی۔ اور اب تو وہ کسی صورت میں بھی تیار نہ ہوں گی۔"

"کیوں؟" ابا نے پوچھا

میں اس کیوں کا کیا جواب دیتی خاموش ہو رہی اس کیوں میں اُنکی زندگی کا اہم مسئلہ چھپا ہوا تھا۔ اسی کیوں کے اندر اُن کی موت اور زندگی کا سوال تھا۔ اسی کیوں میں ان دونوں کی وہ مسرت بھری زندگی چھپی ہوئی تھی۔ جس کے اندر رعنائیاں تھیں۔ چھلکتے ہوئے ساغر تھے۔ مدہوشیاں تھیں کیوں کا لفظ میرے دماغ میں ایک کھٹک سی بن کر چبھ رہا تھا۔ ابا جان چلے گئے اور اُنھوں نے بارات لانے کی ۷ تاریخ خود ہی لکھ کر بھیج دی ساتھ میں ایک خط اور لکھا رشید بھائی کے والد کے پاس۔ جب ابا نے مجھ سے کہا کہ میں نے ۷ تاریخ لکھ کر بھیج دی ہے اب تیاری شروع کر دو تو میرے اوپر جیسے بجلی گر گئی۔ میری زبان سے اچانک نکلا۔ "اور رشید بھائی؟"

"ہاں میں نے رشید کے والد کو بھی خط لکھ دیا ہے۔" میں یہ نہ پوچھ سکی کہ اُن کو کیا لکھا ہے۔ میں خاموش تھی کہ یہ سب باتیں اُن دونوں سے کس طرح کہوں۔ شام کو ابا جان نے رشید بھائی سے صرف اتنا کہا کہ تم کو ایک ضروری کام سے تمہارے والد نے بلایا ہے۔ تم صبح کی گاڑی سے چلے جاؤ۔

میں اُن کے کپڑے ٹھیک کر رہی تھی۔ آپا اُن کی کچھ خاص کتابیں نکال رہی تھیں۔ اتنے میں زاہد دوڑتا ہوا آیا۔ "چھے ٹافیاں دلائیے۔ کل آپ جا رہے ہیں نا۔ جلدی آئے گا۔ نہیں تو میری کُٹّی ٹافیاں دے جائیے۔" اُس کی اس بات پر سب ہنس پڑے لیکن میرے دل میں ایک چبھن سی تھی۔

"رشید بھائی اِن کے لئے ٹافیاں مت لائیے گا یہ بہت شریر ہیں۔" میں نے کہا۔

زاہد نے اپنا منھ بناتے ہوئے کہا "مت لائیے ہمارے بڑے دولہا بھائی۔ بہت سی ٹافیاں لا کر دیا کریں گے۔ اور میں اُن کو خوب کھایا کروں گا۔"

اس پر آپا تو شرما گئیں اور ہم دونوں خوب ہنسے

"اور چھوٹے دولہا بھائی؟" رشید بھائی نے کہا۔

میں نے کہا رشید بھائی آپ بہت شریر ہیں۔ اور شرما کر میں کمرے سے بھاگ آئی۔ رشید بھائی ہنس دیئے۔

آپا کو بھی موقع ہاتھ لگا۔ اُنھوں نے بھی کہا "ہاں تمہارے چھوٹے دولہا بھائی تو اور بھی زیادہ دیں گے۔" مگر۔ ابا جان کے سوا کس کو پتہ تھا کہ زاہد کے چھوٹے دولہا بھائی کون ہونے والے ہیں۔

آہ رشید بھائی جا رہے تھے۔ آپا کی جھیل جیسی بڑی بڑی آنکھوں میں شفاف پانی کی بوندیں جھلک رہی تھیں۔ رشید بھائی پاس کھڑے اُنہیں تسلیاں دے رہے تھے۔ وہ چلے گئے۔ آپا کو روتا چھوڑ کر۔ کتنی بے بس اور مجبور تھیں میری آپا۔

مکان پہنچنے پر رشید بھائی کو علم ہوا کہ اُن کی شادی کی تیاری کی جا رہی ہے۔ اور وہ شادی شمیم کی بہن نسیم سے ہو گی آہ کیا بیتی ہو گی اُن کے دل پر یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

اُدھر کئی دن کے بعد جبکہ میں باورچی خانہ میں کھانا پکا رہی تھی تو ابا جان نے کپڑوں کا بنڈل ڈالتے ہوئے آپا سے کہا شمیم یہ ہیں نسیم کے کپڑے ان کو جلد تیار کر لو۔

"ایسی جلدی کیا ہے؟" آپا نے پوچھا۔

ابا بولے "آہ آج تمہاری ماں ہوتی تو نہ جانے کتنی خوش ہوتی کیا کیا تیاریاں کرتی کیا کیا ارمان تھے۔ اُس کے دل میں جب ۷ تاریخ کو اُس کے گھر پر دو براتیں آئیں گی۔ اُس کی چہیتی لڑکیاں دلہن بنیں گی کتنی خوش ہو گی مرحومہ کی روح شمیم تم نے نسیم کو ماں جیسی محبت اور بہن جیسا پیار دیا ہے۔ اُسے ماں کی کمی کبھی محسوس نہ ہونے دینا۔"

"کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ کیا طے کر دی نسیم کی شادی کب آ گئی بارات مجھے تو کچھ بھی خبر نہیں ہے؟" آپا نے کہا۔

تمہارا رشتہ تو اقبال کے ساتھ پہلے ہی طے کر چکا تھا۔ اور رشید کے ساتھ نسیم کی شادی کا معاملہ طے ہو چکا ہے۔ ۷ تاریخ کو بارات آ جائیگی تمہاری پھوپی کو خط لکھ دیا ہے۔ وہ آ کر باقی تیاریاں کرے گی۔ جب تک سلائی وغیرہ تم دونوں کر لو۔"

ابا جان نے کہا

"کیا رشید بھائی سے نسیم کی شادی ہو رہی ہے" آپا نے حیرانی بھری آواز میں کہا۔

"ہاں بیٹا" ابا نے کہا "میری نگاہ میں نسیم کے لئے رشید ہی بہتر تھا۔"

"تو کیا چچا جان راضی ہیں" آپا نے دبی آواز میں کہا۔

"انھیں کب انکار ہو سکتا ہے۔ وہ تو خدا سے چاہتے تھے کہ میری لڑکی اُن کے گھر بہو بن کر آئے جسکے ذریعہ وہ میری دولت کے حقدار بن سکیں۔ اُن کی وہ آرزو بھی پوری ہو گئی" ابا نے سنجیدہ آواز میں کہا۔ اور باہر چلے گئے اور میں کانپ اٹھی۔ رشید بھائی سے میری ـــــ اف میں کانپتی ہوئی باہر نکلی مجھے آپا کی محبت اور رشید بھائی کی زندگی یاد آرہی تھی۔ آپا میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ اُن کے چہرہ کی مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔

"نسیم" میں دوڑ کر اُن سے چمٹ گئی۔ ایک دریا تھا جو امڈا آرہا تھا۔ اس میں کہیں ٹھہراؤ نہیں تھا ہم رو رہے تھے۔ آپا اپنے آنسوؤں کو پی رہی تھیں اور ہمارے آنسوؤں کو جذب کر رہی تھیں آہ انھوں نے اس دوپٹہ میں ہی سارے غموں کو جذب کر لیا۔ ہماری روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ لیکن ہمدردی کے الفاظ اُن کے پاس نہ تھے۔ ابا جان اندر آئے انھوں نے ہم دونوں کو روتے دیکھا اور سمجھا وہ کیا جانیں کہ اس رونے میں کتنوں کی زندگی چھپی ہوئی تھی۔ آپا بیہوش ہو گئیں جیسے ہی ہوش آیا وہ مجھے لیکر سینے کے لئے بیٹھ گئیں۔ کیونکہ انہیں اب ایک ماں کے فرائض انجام دینے تھے۔ میری نگاہیں اُن کے سامنے نہ اٹھتی تھیں۔ میں سوچتی تھی کہ میں نے ہی اُن کے جیون ساتھی کو چھینا ہے مگر میرا کیا قصور تھا۔

وہ نڈھال سی ہو گئیں۔ بہت تیز بخار رہنے لگا اور دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ حالت دن بدن گرنے لگی "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" اُن کی اس حالت کو دیکھ کر اُن کی شادی ملتوی کر دی گئی۔ ایک روز میں اُن کے پاس بیٹھی اُن کا سر دبا رہی تھی۔ پھوپی جان آگئی تھیں۔ وہ شادی کی تیاری میں مصروف تھیں "آپا میں شادی نہیں کروں گی" میں نے کہا۔

"کیوں؟"

"رشید بھائی آپکے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ میرے لئے نہیں"

"پیدا کوئی کسی کے لئے نہیں ہوتا یہ تو من کے ڈھکوسلے ہیں کہ دنیا میں آکر سب اپنے کو ایک دوسرے کے لئے سمجھنے لگتے ہیں"

"لیکن آپ کی زندگی"

"میری زندگی اب یہی ہے کہ رشید بھائی کو دولہا بنا دیکھوں اور تم کو اپنے ہاتھوں دلہن بناؤں" آپا نے آہستہ سے کہا۔

"تم اس شادی سے انکار نہ کرنا۔ اس میں ابا کی عزت کا سوال ہے۔ اُن کی عزت میں بٹہ لگے گا۔ شریف گھر کی لڑکیاں شادی سے کبھی انکار نہیں کیا کرتیں" آپا نے کہا اور میں سن کر خاموش ہو رہی۔

وہاں پر رشید بھائی نے اس شادی کی بے حد مخالفت کی کہ "نسیم میری بہن ہے مجھے اُن کی جائداد کا مالک نہیں بننا ہے۔ میری زندگی برباد ہو جائے گی" مگر کون سنتا ہے۔ اس نقارخانہ میں طوطی کی آواز

بارات آئی۔ سب طرف چہل پہل تھی۔ عورتوں اور بچوں سے گھر بھرا ہوا تھا۔ لیکن آپا کے دل پر جو بیت رہی تھی۔ وہ میں ہی جانتی تھی۔ آپا بستر مرگ پر لیٹی ہوئی تھیں۔ نکاح کے لئے آدمی آئے۔ نکاح ہو گیا۔ اس وقت آپا کی تصویر بار بار میرے سامنے آرہی تھی۔ مگر باپ کی عزت کا خیال تھا۔ آپا کی زندگی کے مقابلہ میں سوسائٹی نے باپ کی اور خاندان کی عزت کو زیادہ اونچا سمجھا۔ لیکن آہ آپا کی دنیا اجڑ گئی اب ان دونوں کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ جو کبھی عبور نہیں ہو سکتی تھی۔

پھر رخصت کا وقت آیا مجھے آپا سے ملے بغیر رخصت کر دیا گیا۔ کیونکہ اُن کی حالت بہت نازک تھی۔ ڈاکٹر جواب دے چکے تھے۔ رشید اندر آئے اُن کو معلوم ہوا کہ نسیم کی حالت بہت نازک ہے۔ لیکن کیسے مل سکتے تھے وہ اُن سے اب وہ مجبور تھے۔

اور میں سسرال آگئی۔ آہ میں نے رشید کے اندر کتنی تبدیلی

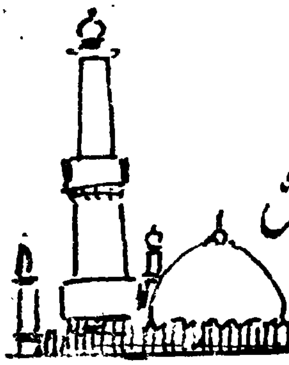
دیکھی۔ ان کا جسم مردہ ہو چکا تھا۔ کہیں بھی شباب کا نام نہ تھا کیونکہ اُن کے ارمان دفن ہو چکے تھے، اُن کی روح ختم ہو چکی تھی۔

دوسرے دن تار گیا کہ شمیم کی حالت بہت نازک ہے میں اُن کے ساتھ واپس آئی دیکھا ابّا کھڑے ہوئے رو رہے ہیں ننھا زاہد بھی بلک رہا ہے۔

میں دوڑ کر آپا سے لپٹ گئی۔ انھوں نے مجھے اٹھایا۔ اور کہا وہ پگلی تم کیوں رو رہی ہو۔ خدا کرے تیری اور رشید بھائی کی دنیا ہمیشہ مسرتوں سے بھری رہے" اور پھر ایک کھانسی کے بعد اُن کا مردہ جسم بستر پر رہ گیا اور روح پرواز کر گئی۔ رشید پاس کھڑے رو رہے تھے۔ آپا کے ساتھ اُن کی بھی ساری مسرتیں۔ ختم ہو گئیں۔ سارے گھر میں ایک کہرام مچ گیا۔ ہم سب کو روتا چھوڑ کر آپا ہمیشہ کیلئے دور بہت دور اپنا الگ کاشانہ بنانے چلی گئیں۔ پھر جنازہ اُٹھا۔ رشید بھی اُن کے ساتھ روتے ہوئے چلے گئے"۔

قبرستان سے سب عزیز و اقربا لوٹ آئے ایک نوجوان بیٹی کو دفنا کر مگر ہماری دنیا اجڑ گئی۔ کیوں ـــ وہ بھی اُن کے ساتھ قدرتی مناظر کی سیر کرنے چلے گئے۔ الگ کاشانہ بسانے۔ اپنی خوابوں کی ملکہ کے ساتھ کتنی خوش نصیب تھیں آپا کہ اُن کو بھی اپنے ساتھ لے گئیں۔ لیکن آہ اُنھوں نے میری دنیا لوٹ لی میرا سہاگ اجڑ گیا مجھے اس دنیا میں بیوہ بنا کر چلی گئیں وہ آپا کو دفن کر کے گھر واپس نہیں آئے۔ اس بات کو عرصہ گزر گیا اب دونوں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ قدرتی مناظر کی سیر کر رہے ہیں۔ اور میں اس دنیا میں تن تنہا رہ گئی۔ غم اٹھانے کے لئے اُہ کتنی بے کیف اور بے لطف ہے یہ دنیا۔

دنیائے اسلام پر ایک نظر



قبلۂ اول کو مسمار کرنے کا منصوبہ

یاسر عرفات کا خیر مقدم۔ مصر کو عرب برادری میں شامل کرنے کی کوشش

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

قبلۂ اول کو مسمار کرنے کا منصوبہ

گزشتہ اپریل میں مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ میں اسرائیل نے جو تباہی مچائی تھی اس پر عرب اخبارات میں شدید نکتہ چینی کی جا رہی ہے۔ چنانچہ عرب اخبارات کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اسرائیل کے سوچے سمجھے ایک منصوبے کے تحت ہو رہا ہے اور اس کا منصوبہ یہ ہے کہ پہلے مسجد اقصیٰ کو مسمار کرے اور اس کے بعد مسلمانوں کے دیگر مقامات مقدسہ پر ہاتھ صاف کیا جائے۔ چنانچہ عرب اخبارات جو کچھ لکھ رہے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے

"اسرائیل جو کچھ کر رہا ہے اس کا ایک منصوبہ بند پروگرام ہے وہ گزشتہ نو سال سے باقاعدہ ایک اسکیم کے مطابق کام کر رہا ہے عرب سرزمین پر ناجائز طور پر استعماری طاقتوں کے تعاون کے ذریعہ وہ اسرائیلی حکومت قائم کر چکا ہے اور ۱۹۶۷ء میں عرب علاقوں پر اچانک حملہ کر کے وہ اسرائیلی حکومت کے رقبہ کی حدود کو دس گنا تک بڑھا چکا ہے۔ اور اب وہ مسجد اقصیٰ پر بار بار حملے کر کے مسلمانوں اور عربوں پر اس کے رد عمل کا اندازہ کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کر رہا ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۹ء میں وہ مسجد اقصیٰ میں آگ لگا چکا ہے۔ اور اب اپریل ۱۹۸۲ء میں قبۃ الصخرہ اور مسجد عمر میں گولیاں چلا کر اور متعدد مسلمانوں کو زخمی اور ہلاک کر کے یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ مسلمانوں پر اس کا رد عمل کیا ہوتا ہے۔ یہ عربوں کے لئے اسرائیل کی جانب سے آخری تنبیہ ہے۔ اگر عربوں نے اس تنبیہ سے کوئی سبق نہیں لیا تو حجاز مقدس اور دوسرے عرب علاقوں کے لئے شدید خطرہ کا امکان ہے۔"

عرب اخبارات میں جن اندیشوں کا اظہار کیا جا رہا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہیں۔ کیونکہ اب یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اسرائیل کا تازہ منصوبہ یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو ڈھا کر ہیکل سلیمانی پھر سے تعمیر کی جائے کیونکہ اس کی نئے سرے سے تعمیر ان دونوں کے مقامات مقدسہ کو ڈھائے بغیر نہیں ہو سکتی۔ پھر اسکے بعد کا اسرائیل کا منصوبہ یہ ہے کہ اس پورے عرب علاقہ پر قبضہ کر لیا جائے جسے اسرائیل اپنے آباؤ اجداد کی میراث تصور کرتا ہے۔ اس منصوبہ کا ابتدائی حصہ تو اسی وقت پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا۔ جب اس نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں بیت المقدس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ اب اس منصوبہ کے باقی حصہ کی تکمیل باقی ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ اسرائیل نے جن عرب علاقوں کو اپنے آبا واجداد کی میراث سمجھ رکھا ہے وہ پورا علاقہ ہے جو دریائے نیل سے لیکر فرات تک پھیلا ہوا ہے۔ یعنی جن مزید عرب علاقوں پر اسرائیل قبضہ کرنا چاہتا ہے ان میں دریائے نیل تک مصر پورا اردن، پورا شام، پورا لبنان۔ عراق کا بڑا حصہ ترکی کا جنوبی علاقہ اور مدینہ منورہ تک حجاز کا علاقہ شامل ہے۔ اور بعض ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ اور مکہ معظمہ پر بھی اسرائیل کی نظر بد ہے۔

اسرائیل کی جسارت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جن مزید عرب علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتا ہے اس کا نقشہ اس نے اسرائیلی پارلیمنٹ کے صدر دروازہ پر آویزاں کر رکھا ہے۔

گویا اسرائیل ایک ایسا ڈاکو ہے جس نے کہ ڈاکہ ڈالنے سے قبل یہ بات بھی واضح کردی ہے کہ وہ مزید کن عرب علاقوں پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ اور آج مسجد اقصیٰ کو جو آگ لگائی جارہی ہے قبۃ الصخرہ میں گولیاں چلاکر مسلمانوں کو شہید اور زخمی کیا جارہا ہے۔ یہ اسی ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کی ابتدا ہے اب دیکھنا ہے کہ عرب ممالک اور دنیا کے مسلمان اس حبّے بڑے خطرہ کے لئے کونسا قدم اٹھاتے ہیں۔ ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ آج یا کل عالم عرب اور پوری دنیائے اسلام کو۔ اسرائیل اور امریکہ کے خلاف ایک جنگ مجبوراً لڑنی پڑے گی اور اگر وہ اس کے لئے تیار نہیں ہونگے تو پھر انہیں شدید ترین نقصانات برداشت کرنے ہوں گے۔

یاسر عرفات کا ہندوستان میں خیر مقدم

محاذ آزادی فلسطین کے رہنما یاسر عرفات جب ۲۱ مئی کو دلی آئے تو ان کا نہایت ہی پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ اور مشرق وسطیٰ میں جو حالات رونما ہو رہے ہیں ان پر یاسر عرفات اور مسز اندرا گاندھی میں تبادلہ خیال ہوا ہندوستان اور پی۔ ایل۔ او کے درمیان علاقائی امن وسلامتی۔ فلسطین کی آزادی اور بڑی طاقتوں کو مداخلت سے باز رکھنے کے جو مسائل درپیش ہیں ان پر دونوں ہی کا کامل اتفاق ہے بلکہ ہندوستان آزادی فلسطین کا بہت بڑا حامی ہے جس کا خود یاسر عرفات نے اعتراف کیا ہے۔

ہندوستان کے دورے کے موقع پر یاسر عرفات نے عراق اور ایران کی جنگ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ "اس جنگ سے فلسطین کے کاز کو زبردست نقصان پہنچا ہے" یعنی ایران وعراق کے وہ ہتھیار جو آپس میں مسلمانوں کا خون بہانے کے لئے استعمال ہو رہے ہیں انہیں فلسطین کی حمایت میں اور عرب کاز کے لئے استعمال ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ ایران ایسے جنگ جو ملاؤں کے قبضہ میں ہے جنھوں نے کہ خونریزی کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔ یہ ایرانی ملا ایران میں بھی اور ایران کے باہر بھی مسلمانوں کا خون بہانے کے لئے تلے ہوئے ہیں۔ اور اس کو سب سے بڑی اسلامی خدمت تصور کرتے ہیں۔

مسٹر یاسر عرفات نے اپنے تین روزہ قیام کے بعد روانگی سے قبل ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا "ناوابستہ ممالک ہماری امداد کو آئیں کیونکہ امریکہ نے پی۔ ایل۔ او کے ٹھکانوں کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ اور اب تو امریکہ کے برق رفتار دستے سینائی تک پہنچ گئے ہیں۔ جس سے کہ پی۔ ایل۔ او کے لئے اور بھی خطرہ بڑھ گیا ہے" مسٹر یاسر عرفات نے وزیر اعظم ہند کے ساتھ بات چیت کو بے حد مفید قرار دیا ہے اور اس بات کی توقع کا اظہار کیا ہے کہ پی۔ ایل۔ او کی ہندوستان کی جانب سے خاطر خواہ ہمت افزائی برابر ہوتی رہیگی۔

مصر کو عرب برادری میں شامل کرنے کی کوشش

معلوم ہوا ہے کہ اعتدال پسند عرب ملکوں نے پھر سے مصر کو عرب برادری میں شامل کرنے کی کوششیں شروع کردی ہیں۔ لیکن شام اور لیبیا کی طرف سے اس اقدام کی شدید مخالفت کی جارہی ہے۔ ان دونوں ملکوں کا مطالبہ ہے کہ مصر پہلے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے منسوخ کرنے کا باقاعدہ اعلان کرے اس کے بعد اسے عرب برادری میں شامل کرنے کے مسئلہ پر غور کیا جاسکتا ہے۔ ان دونوں ملکوں نے مصر کو عرب برادری میں پھر سے شامل کرنے والے عرب ملکوں کے بارے میں کہا ہے کہ یہ عرب دنیا کے ساتھ غداری کررہے ہیں جو حلقے کہ مصر کو عرب برادری میں شامل کرنے کے حامی ہیں۔ ان کی جانب سے یہ تحریک شروع ہوگئی ہے کہ آئندہ عرب سربراہ کانفرنس قاہرہ میں منعقد کی جائے ان ملکوں کا کہنا ہے کہ ماضی کی تلخیوں کو فراموش کرکے ہمیں عربوں کا متحدہ محاذ قائم کرنا چاہئے اور اس مقصد کے لئے مصر کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھانا ضروری ہے مصر کے سرکاری ذرائع کے مطابق مصر کے صدر حسنی مبارک نے کہا ہے کہ وہ پھر سے عرب ممالک کی برادری میں شامل ہونے کے لئے آمادہ ہیں۔ لیکن جن ملکوں نے مصر کو عرب برادری سے خارج

کیا ہے ان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہی پھر سے اُسے عرب برادری میں شامل کرنے کے لئے کوئی مثبت قدم اُٹھائیں

واضح ہو کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے بعد صومالیہ اومان اور سوڈان نے مصر سے سفارتی تعلقات منقطع نہیں کئے تھے باقی تمام عرب ملکوں نے مصر کا مکمل بائیکاٹ کر دیا تھا۔ اور سفارتی تعلقات بھی منقطع کر لئے تھے۔ لیکن اب بعض عرب ممالک کی جانب سے مصر کو عرب برادری میں شامل کرنے کی کوشیش شروع ہوگئی ہیں جس کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ عربوں کا فائدہ اسی میں ہے کہ یہ کسی نہ کسی طرح متحد ہو سکیں۔

عراق و ایران جنگ کے خاتمہ کی امید

عراق کے صدر صدام حسین کے خصوصی نمایندے عبدالقادر عزالدین حمودی نے جو عراق کے وزیر تعلیم بھی ہیں۔ امید ظاہر کی ہے کہ ایران کے ساتھ ان کی جنگ ستمبر میں بغداد میں ہونے والی ناوابستہ کانفرنس سے پہلے ہی ختم ہو جائے گی

مسٹر حمودی نے کہا ہے کہ عراق جنگ بندی کے لئے بالکل تیار ہے کیونکہ وہ کوئی علاقائی ہوس نہیں رکھتا۔ انھوں نے کہا کہ اگر ایران سرحدوں کی ضمانت دے تو عراق ایرانی علاقہ خالی کرنے کے لئے تیار ہے۔ مگر ایران اس قسم کی کوئی ضمانت دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا عراق شط العرب میں ایران کو جہاز رانی کا حق دے گا تو انھوں نے جواب دیا کہ شط العرب پر عراق کو اقتدار حاصل ہے معاہدہ الجزائر نے اُسے چھین دیا تھا۔ ایران کو شط العرب میں صرف جہاز رانی کا حق حاصل تھا۔ جس سے کہ وہ ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ بہر حال مناسب شرائط کے پیش نظر عراق ہر وقت جنگ بندی کے لئے تیار ہے۔

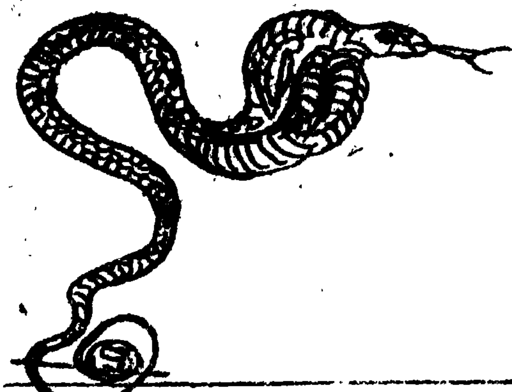
عراق کے وزیر تعلیم حمودی اگرچہ پر امید ہیں کہ ستمبر میں عراق و ایران جنگ بند ہو جائے گی لیکن ہمیں یہ بات مشکل ہی نظر آتی ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عراق و ایران کی یہ جنگ صرف ایران ہی نہیں لڑ رہا ہے بلکہ دراصل یہ جنگ اسرائیل کی شہ پر عربوں کے خلاف ایران لڑ رہا ہے۔ ایسی حالت میں بہت کم یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ جنگ آسانی کے ساتھ ختم ہو سکتی ہے اور ایسی حالت میں جبکہ اس جنگ کے لئے اسرائیل ہتھیار بھی سپلائی کر رہا ہو اور اُسے امریکہ کی بھی پشت پناہی حاصل ہو تو بہت کم امید کی جا سکتی ہے کہ یہ جنگ جلد ختم ہو سکے گی ہمارے خیال میں یہ جنگ اب اسی وقت ختم ہوگی جب ایران سے اسلام کو بدنام کرنے والے ملاؤں کا دور ختم ہو گا۔

برطانیہ میں اسلام دوسرا مذہب

ایک برطانوی نیوز ایجنسی کی اطلاع سے پتہ معلوم ہوا ہے کہ یورپین ممالک میں برطانیہ ایک ایسا ملک ہے جہاں اسلام کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ چنانچہ اسلام برطانیہ کا دوسرا سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے۔ اس وقت وہاں کے مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ اور ان میں کافی تعداد ایسے مسلمانوں کی ہے جو قدیم برطانوی باشندے ہیں اور انھوں نے اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کے مسلمان اس کوشش میں ہیں کہ برطانیہ میں سرکاری طور پر مسلمانوں کے لئے خصوصی اسکول قائم ہو جائیں۔ برطانیہ کے آٹھ ہزار اسکولوں میں سے ایک تہائی مذہبی تنظیموں کے زیر اثر ہیں۔ لیکن یہ سب تنظیمیں غیر اسلامی ہیں یہودیوں نے بھی برطانیہ میں اپنے اسکول قائم کر رکھے ہیں ان مذہبی اسکولوں کا ۸۰ فیصد خرچ حکومت برداشت کرتی ہے لیکن پورے برطانیہ میں ایک بھی سرکاری طور پر مسلم اسکول نہیں ہے۔ اس لئے کوشش کی جا رہی ہے کہ سرکاری طور پر برطانیہ میں مسلم اسکول کھولے جائیں

اس وقت برطانیہ میں مسلمانوں کے صرف تین تعلیمی ادارے ہیں ان میں سے ایک مانچسٹر کے قریب ہے۔ دوسرا مشرقی لندن میں ہے۔ اور تیسرا برسٹل میں ہے جو ابتدائی تعلیم کے لئے ہے۔ ان تینوں تعلیمی اداروں کے اخراجات خود مسلمان برداشت کرتے ہیں۔ اور اب مسلمان اس بات کے خواہشمند ہیں کہ ایسے سرکاری امداد کے مسلم سکول برطانیہ میں کھولے جائیں جن میں کہ اسلامی تعلیم



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور جدید انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

مرنے والوں کا زندہ عزیزوں سے تعلق

مغربی حلقے جو "حیات بعد الموت" کے قائل نہ تھے اب وہ بھی اس بات معترف ہوتے چلے جا رہے ہیں کہ "موت کے بعد بھی ایک نئی زندگی ہے" چنانچہ مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر رچرڈ کی تحقیقات سے متعلق ایک مقالہ اخبارات میں شائع ہوا ہے جسمیں کہا گیا ہے کہ انھوں نے ذاتی مشاہدات کی بنا پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ "روح ایک غیر فانی چیز ہے اور مرنے والوں کی روحیں اکثر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے ملتی رہتی ہیں۔ اور ان کی مدد بھی کرتی ہیں"

ڈاکٹر رچرڈ "کیلیفورنیا اسکول آف سائیکالوجی" کے پروفیسر ہیں وہ لکھتے ہیں کہ "میں ایک ایسی عورت سے ملا ہوں جسکے بھائی کی روح نے نازک ترین وقت میں رہنمائی کی ہے۔ یہ عورت اپنے شوہر سے طلاق لینے کا فیصلہ کر چکی تھی کہ اس کے مردہ بھائی روح نے اُسے ایسا کرنے سے روکا اور اُس نے اپنا فیصلہ بدل دیا"

ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر رچرڈ لکھتے ہیں کہ "ایک ادھیڑ عمر کے شخص کی بیوی مر چکی تھی بیوی کے مرنے کے بعد یہ شخص سرطان کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ ایک روز جب وہ اپنی بیماری سے بے حد پریشان تھا تو اُس نے دیکھا کہ اسکی بیوی آئی ہے اور کہہ رہی ہے کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں اب جلد ہی تم میرے پاس آ جاؤ گے میں تمہارا منتظر ہوں چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد اس شخص کی موت واقع ہو گئی۔ اسی قسم کے متعدد واقعات ڈاکٹر رچرڈ نے بیان کئے ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے

چالیس سال میں ساٹھ عورتوں سے شادی

امریکہ کی پولیس نے حال ہی میں "سنگھانڈ" نامی ایک امریکی باشندے کو گرفتار کر رکھا ہے جس پر الزام ہے کہ وہ گذشتہ چالیس سال میں ساٹھ شادیاں کر چکا ہے۔ اور اس کا مستقل پیشہ اور آمدنی کا ذریعہ ہی نئی نئی شادیاں کرنا ہے۔ یہ دولتمند بیواؤں کو محبت کے جال میں پھانس کر اور اُن سے شادیاں کر کے لاکھوں ڈالر پیدا کر چکا ہے۔

سنگھانڈ کی عمر اگرچہ ساٹھ سال سے اوپر ہے لیکن وہ ابھی جوان دکھائی دیتا ہے۔ اس کے فریب کی شکار عورتیں صرف امریکہ ہی میں نہیں ہیں بلکہ وہ مختلف ممالک میں جا کر نئی نئی شادیاں کرتا رہا ہے اور اس طرح اُس نے اسی لاکھ ڈالر کی رقم پیدا کی ہے۔

بچے پیدا کرنے کا ایک نیا ریکارڈ

بلجیم میں جین نامی ایک عورت نے بیک وقت پانچ بچوں کو جنم دیا ہے۔ جن میں چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ ہسپتال میں زچہ اور بچوں کی حالت اطمینان بخش ہے حیرت یہ ہے کہ ہوٹل میں کام کرنے والی اس عورت کو شادی کو صرف آٹھ برس ہوئے ہیں۔ اُن آٹھ برسوں میں وہ پانچویں بار ماں بنی ہے پہلی مرتبہ شادی کے سال بھر کے بعد اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا ہے ڈیڑھ سال بعد دو لڑکوں کو جنم دیا اور اُس کے بعد تیسری بار اُس نے تین لڑکیوں کو جنم دیا اور چوتھی بار دو لڑکے اور دو لڑکیوں کو۔

Telephone : 268450 JUNE 1982 Regd. No. L(D-N) 154

Registered with the Registrar of Newspapers at.R.N. No. 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ
صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اُردُو حَدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اُردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہوگئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا یہ اُردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجۂ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

د۔ صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵۔ حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱۔ اسلامی تمدن اور معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶۔ قبر اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب۔ علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶۔ اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲۔ والدین اعزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷۔ انبیاء اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱۔ ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷۔ تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳۔ زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲۔ عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸۔ حسن خلق اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث		۱۹۔ رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳۔ ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹۔ محبت و اخوت کے بارے میں احادیث	۱۴۔ عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	
۴۔ پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰۔ غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث	۱۵۔ تجارت معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث	۲۰۔ نہایت مفید اور کارآمد منتخب احادیث

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت تقریباً پانچسو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ ٹائیٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

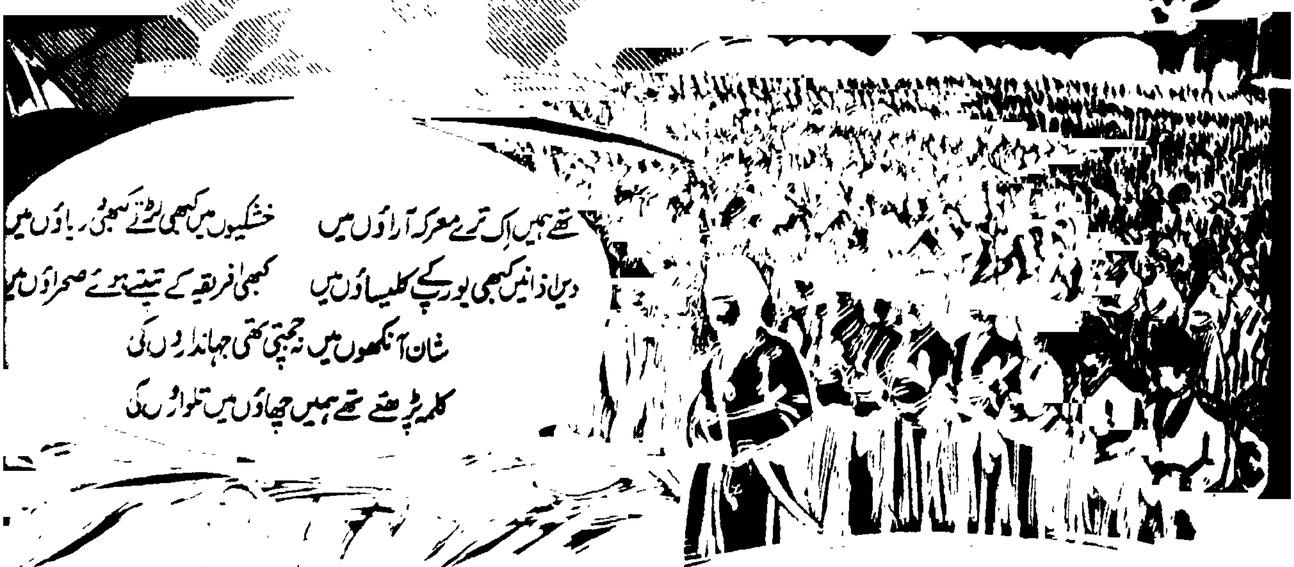
پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف، Rs. 15-00

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH

Title & Pictures printed at "KHOWAJA PRESS" Jama Masjid, Delhi-110006

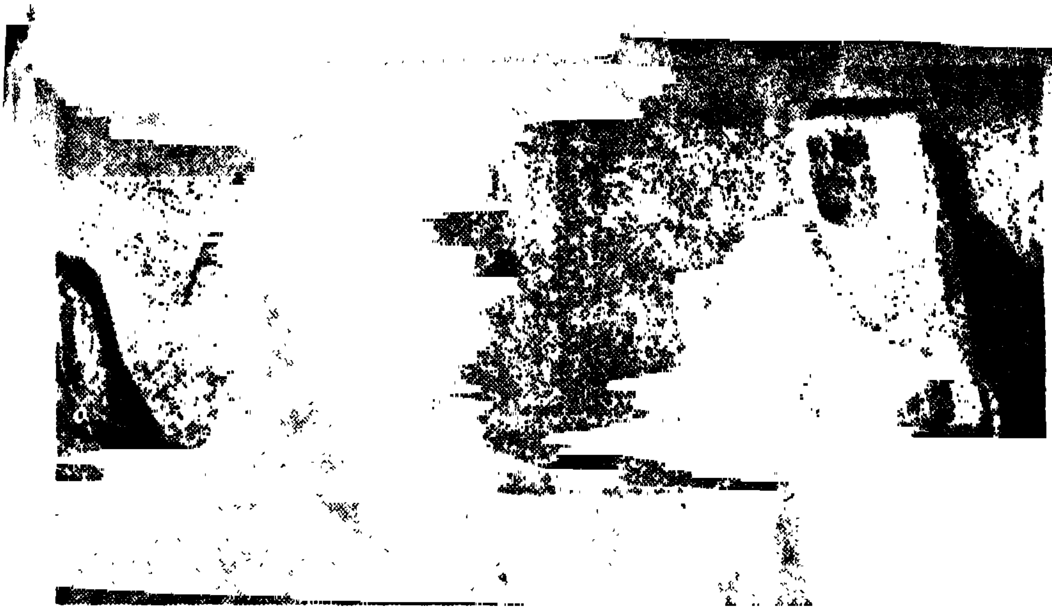
ایڈیٹر: شوکت علی فہمی

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر [illegible] د شجر
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر [illegible] ، اکو کیونکر
بھول کر بھی نہیں لیتا تھا کوئی نام ترا
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا



تھے ہمیں اک ترے معرکہ آراؤں میں   خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں   کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہمیں چھاؤں میں تلواروں کی

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے   پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے   تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقشِ توحید کا ہر دل میں بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
(علامہ اقبالؔ)



سعودی عرب کے نئے بادشاہ "شہزادہ فہد" (دائیں جانب) بحرین کے وزیر اعظم
شیخ خلیفہ بن سلیمان کے ہمراہ



جموں کشمیر کے سابق چیف منسٹر "مرزا افضل بیگ"
سری نگر میں انتقال فرما گئے



کانگریس یو کے سابق صدر اور کرناٹک کے
سابق وزیر اعلیٰ دیوراج عرس بھی رحلت فرما گئے



شارجہ کے حکمراں ''شیخ سلطان بن احمد'' نئی دہلی میں وزیر اعظم اندرا گاندھی سے گفتگو کر رہے ہیں



''اعلیٰحضرت شاہ خالد'' (دائیں جانب) ۱۳ جون کو رحلت فرما گئے۔ اومان کے حکمراں سلطان قابوس
کے ہمراہ اُن کی ایک یادگار تصویر۔



سری نگر کے ہوائی اڈے پر " صدر سنجیوا ریڈی " کا شیخ عبداللہ خیر مقدم کر رہے ہیں



مسٹر بہوگنا نے کانگریس کے سخت مقابلہ کے باوجود
گڑھوال کی سیٹ ۲۵ ہزار ووٹوں سے جیت لی



مرکزی وزیر مواصلات درستی، ایم اسٹیفن " نے تین گنا
[illegible] اور مسائل کا گلا گھونٹ دیا ہے



ایران میں حسب معمول جنگ کا بخار موجود ہے۔ ایرانی کسی طرح بھی جنگ بندی کے لئے تیار نہیں



عراق کے صدر صدام حسین نے یک طرفہ طور پر
جنگ بندی کا اعلان کر دیا ہے



ایران کے جنگ باز سربراہ آیت اللہ خمینی نے
عراق کی جنگ بندی کی پیش کش کو مسترد کر دیا ہے



"شاہ خالد مرحوم حال ہی میں مغربی جرمنی تشریف لے لئے تھے۔ وزیر دفاع شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز بھی آپ کے ساتھ تھے۔ تصویر میں مغربی جرمنی کے صدر کارسٹن سے آپ گفتگو کر رہے ہیں۔



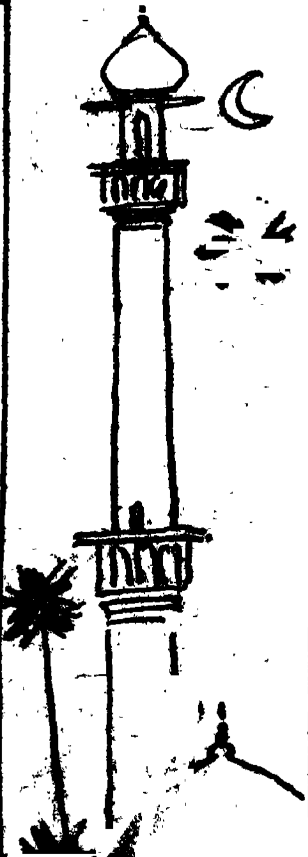
مغربی جرمنی کے [illegible] شاہ خالد کی خدمت میں تحائف پیش کر رہے ہیں

ہندوستان کا سب سے قدیم اور سب سے زیادہ اشاعت والا تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۲ | جولائی ——— ۱۹۸۲ء | نمبر ۷



قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان اور بنگلہ دیش اور دیگر ممالک سے ...
غیر ممالک سے ... سالانہ

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس .... جامع مسجد دہلی
وی پی منگانے میں چار روپے زائد خرچ ہوتے ہیں اس لئے منی آرڈر بھیجئے

قیمت سالانہ
پچیس روپے
ششماہی چودہ روپے

شوکت علی فہمی ۔ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر نے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

رفتارِ زمانہ

(شوکت علی فہمی)

"دھرم پریورتن" کا رونا

وہی بھارت کے "غیر ہندو ملک" بن جانے کا اندیشہ

میناکشی پورم میں تبدیلیٔ مذہب کا جو واقعہ ہوا تھا۔ اگرچہ اس پر ایک سال سے بھی زیادہ گزر چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے ملک کا ایک رجعت پسند طبقہ اس واقعہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندو اکثریت کو اس ملک کی اقلیتوں کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ اور یہ غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ میناکشی پورم جیسے واقعات غیر ہندوؤں کی جانب سے ایک سوچے سمجھے پروگرام کے تحت ہو رہے ہیں اور ان واقعات کا تعلق دھرم سے نہیں ہے بلکہ یہ سرتاپا سیاست ہے جس کا منشا یہ ہے کہ اس ملک سے ہندو اکثریت کو ختم کر کے اقلیت میں تبدیل کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی رجعت پسند طبقہ کی ترجمانی کرتے ہوئے اخبار پرتاپ اپنی چار جون کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

"معاصر ٹریبیون میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے — دھرم پریورتن سیاسی ہے۔ یہ لیکھ بی ڈی شاستری کا لکھا ہوا ہے۔ [illegible] کی باتیں ایسی ہیں جن پر ہم لوگوں کو غور کرنا چاہیے یہ لیکھ اس پرکار کا ہے — پچھلے دنوں تامل ناڈو کے ایک چھوٹے سے گاؤں — میناکشی پورم — نے (راشٹر) کی حیثیت اختیار کر لی [illegible] معلوم ہوا کہ اس گاؤں کے ایک ہزار ہریجن خاندانوں نے اپنا پرانا دھرم تیاگ کر کے اسلام دھرم سویکار کر لیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ [illegible] ہے لیکن جن لوگوں نے اس سمسیا کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ دھرم کے لبادے میں ایک سیاسی سمسیا ہے۔ اور اس سے دلچسپی لینے والوں کے سامنے کچھ اور ہی نتائج زیرِ غور ہیں۔ (یعنی اپنی آبادی کا بڑھانا اور ہندو آبادی کو گھٹانا) چنانچہ جب ملک تقسیم ہوا تھا مسلمانوں کی آبادی ۲½ کروڑ کے قریب تھی آج یہ سات کروڑ سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ اس وقت ملک میں ہندوؤں کی آبادی ۸۵ اور ۹۰ فیصد کے درمیان تھی۔ ۱۹۶۱ء میں ۸۳ فیصد [illegible]۔ ۱۹۷۱ء میں یہ مزید کم ہو کر ۸۲ فیصد ہو گئی۔ اور خیال ہے کہ ۱۹۸۱ء کے آنکڑوں کے مطابق یہ ۸۰ فیصد سے بھی کم ہو جائے گی۔"

آگے چل کر اسی مقالہ میں اخبار پرتاپ لکھتا ہے کہ "تقسیم کے بعد ۱۲ ضلعوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہو گئی ہے اور ۱۸ میں مسلمانوں کی اکثریت [illegible] آبادی ۹۷ فیصد [illegible] فیصد [illegible] اور ۹۰ فیصد کے [illegible] علاقوں میں ہندوستان سے [illegible] سام تریپورہ میزورم [illegible] فیصد میں علیحدگی کے

نعرے لگ رہے ہیں کبھی وقت تھا جب دراوڑستان اور عیسائی کیرل کا نعرہ لگ رہا تھا۔ اس طرح عیسائی روپیہ ہندوستان کے ہندو لوگوں کا دھرم پریورتن کرکے یا عرب دیشوں سے حاصل کئے ہوئے روپیہ سے ہندوستان کی جنتا کو مسلمان بنانے کی یوجنا کا ہندو دھرم - عیسائیت یا اسلام سے کوئی سمبندھ نہیں ہے یہ ایک سیاسی چال بازی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے یہ لوگ صرف سیاست داں ہیں جو دھرم کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں بھی مسلمان حکمرانوں نے اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لئے اور اسلام کی شان دوبالا کرنے کی غرض سے وسیع پیمانہ پر ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی کوششیں کیں شروع سے لے کر آج تک دھرم کو راج نیتک مفادات کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔"

(پرتاپ ۴ر جون ۸۲ء)

مطلب یہ ہے کہ مینا کشی پورم یا ہندوستان کے دوسرے حصوں میں اگر ہریجن اپنے آبائی مذہب کی تبدیلی کے بعد اسلام یا عیسائی مذہب قبول کر رہے ہیں۔ تو یہ ایسا صرف عرب ممالک یا عیسائی ممالک کی ترغیب پر کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ ممالک اس کوشش میں ہیں کہ ہندوستان سے ہندو اکثریت ختم ہو جائے اور غیر ہندو اکثریت میں آجائیں حالانکہ جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اور اس ملک کے رجعت پسند طبقہ کے یہ تمام اندیشے واہمے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے خود اس ملک کے ہندو رہنماؤں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے اور اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے گا تو ہریجنوں کے تبدیل مذہب کے واقعات بڑی حد تک اونچی ذات والوں کے ہریجنوں کے ساتھ غیر مساویانہ نہیں بلکہ انسانیت سوز سلوک کا ایک قدرتی نتیجہ ہیں۔

ذرا غور فرمائیے کہ جب ہریجن یہ محسوس کریں گے کہ اونچی ذات والوں کے ہاتھوں نہ ان کی جان محفوظ ہے اور نہ آبرو تو ان کے جذبات کیا ہوں گے [illegible] انہیں ذلت [illegible] چلا جا رہا ہو اُن کی املاک [illegible] آتش [illegible] ہریجن عورتوں کی اجتماعی عصمت دری [illegible] ہندو [illegible] کے ماننے کے باوجود انہیں [illegible] ہندو [illegible] سلوک پڑھنے اور سننے کی اجازت [illegible] دوسرے مذہب کے

دامن میں مجبور ہو کر پناہ لے لیتے ہیں۔ تو کون اسے سیاست قرار دے سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ ہمارے ملک کا ہندو رجعت پسند طبقہ اپنی معاشرتی کمزوریوں کو دور کرنے کی بجائے سارا الزام دوسروں کے سر تھوپ رہا ہے اور ہندو عوام میں یہ غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے کہ یہ سب کچھ غیر ہندو ممالک اور خصوصیت کے ساتھ عرب ممالک کی سیاسی سازش سے ہو رہا ہے تاکہ اس ملک کی ہندو اکثریت کو ختم کر دیا جائے"۔

مینا کشی پورم اور جنوبی ہند میں ہریجن اگر کثرت سے مسلمان ہو رہے ہیں یا کوئی دوسرا مذہب اختیار کر رہے ہیں تو اس کا اصل سبب کیا ہے اس پر خود ہندو قائدین برابر روشنی ڈال رہے ہیں چنانچہ سنسکرت کے ایک عالم، ویدوں، گرنتھوں اور پرانوں کے ایک برہمن اسکالر اور ملک کے نامور صحافی شری جنادا اس افتر نے پچھلے دنوں خود جنوبی ہند کا دورہ کرنے کے بعد لکھا تھا۔

"ہریجن مسلمان بنتے رہیں گے انہیں مسلمان بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ ہریجنوں کو نل سے پانی نہیں بھرنے دیا جاتا۔ وہ چپل پہن کر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے علاقے سے گزر نہیں سکتے۔ اور ارتھی بھی اس راستے سے نہیں لے جا سکتے۔ اور ان کا کوئی آدمی مر جائے تو اس کی لاش ہندوؤں کی شمشان بھومی میں جلا نہیں سکتے۔ اب جبکہ اسلام وہ ذات پات کا پرچار نہیں کرتا ایک نہایت سادہ اور ہریجنوں کے لئے پرکشش مذہب ہے میں سوچتا ہوں کہ ان کروڑوں ہریجنوں کا کیا بنے گا جن کو آج بھی ہندو سماج میں برابر انسان کا درجہ نہیں دیا جاتا اور ایک جنادا اس افتر پر ہی کیا موقوف ہے اس ملک کے درجنوں ہندو لیڈر جن میں کہ بابو جگ جیون رام بھی پیش پیش ہیں۔ اس بات کے معترف ہیں کہ آج ہریجن جو [illegible] سے باہر ہو رہے ہیں تو اصل [illegible] اونچی ذات کے ہندوؤں کا [illegible] کے ساتھ سلوک اچھا نہیں ہے لیکن اس ملک کے رجعت پسند [illegible] اس خالص معاشرتی معاملہ کو بھی سیاسی [illegible] جنتا کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں [illegible] ملک میں ہریجنوں کے ساتھ [illegible] صدیوں سے چلا آ رہا ہے لیکن اب جبکہ تعلیم [illegible]

میں بیداری پیدا ہو چکی ہے تو وہ اِس چیز کو کسی طرح بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ انہیں دوسرے درجہ کا شہری سمجھا جائے اور مذہبیات کے نام پر اُن پر زیادتیاں کی جائیں چنانچہ وہ اِن زیادتیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور انھوں نے اجتماعی تبدیلی مذہب کے ذریعہ اعلیٰ ذات والوں کو کھلا چیلنج دے دیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اِس چیلنج کے بعد ہندو تنظیمیں مذہبی رہنما اور ہندو اخبارات تمام حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہوئے اپنے معاشرہ کی اُن کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے جنھوں نے کہ اِس ملک کے ہریجنوں کو اونچی ذات والوں کے خلاف برہم کر دیا ہے۔ مگر ہو یہ رہا ہے کہ اصل برائی کو دور کرنے کی بجائے دوسروں کے سر الزام تھوپا جا رہا ہے۔ اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ملک کی فضا کو مزید مکدر کرنے کے لئے مسلم تاریخ کو مسخ کر کے یہ بھی کہا جانے لگا ہے کہ مسلمان بادشاہ بھی اپنے زمانہ اقتدار میں سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے وسیع پیمانہ پر ہندوؤں کو بالجبر مسلمان بناتے رہے ہیں۔ حالانکہ خود ہندو مورخین یعنی ڈاکٹر ایشوری پرشاد ڈاکٹر تارہ چند یہاں تک کہ سابق صدر جمہوریہ بابو راجندر پرشاد کا کہنا یہ ہے کہ شاہانِ ہند کا دامن مذہبی تعصب سے پاک رہا ہے۔

مختصر یہ کہ میناکشی پورم کے واقعہ کو اگرچہ کافی مدت گذر چکی ہے۔ لیکن ہمارے ملک کا رجعت پسند طبقہ اِس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے برابر ملک کی فضا کو مکدر کر رہا ہے اور ہماری حکومت کی حالت یہ ہے کہ وہ خاموشی کے ساتھ اِس افتراق انگیزی کو برداشت کر رہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں ایک طرف ملک کے اندر فرقہ وارانہ [illegible] کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ اور دوسری جانب دوست عرب ممالک کے ساتھ ہمارے خوشگوار تعلقات [illegible] ہو سکتے ہیں۔ ہندو رہنماؤں سے ہماری مخلصانہ گزارش ہے کہ [illegible] زہر کو پھیلنے سے روکیں جو میناکشی پورم کے نام پر [illegible] پھیلایا جا رہا ہے۔ کیونکہ اِس سے ہمارے ملک کے کاز کو بہت بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

آہ شاہ خالد بن عبدالعزیز

نہ صرف سعودی عرب کے لئے بلکہ پورے دنیائے اسلام کے لئے یہ بہت بڑا سانحہ ہے کہ ۱۳ر جون کو اچانک قلب کی حرکت بند ہونے سے شاہ خالد بن عبدالعزیز ہم سے جدا ہو گئے۔ گزشتہ سات سال میں یہ دوسرا عظیم حادثہ ہے۔ سات سال ہوئے کہ شاہ فیصل شہید کر دئے گئے تھے۔ اور اب سات سال کے بعد ملت اسلامیہ کے سب سے زیادہ درد رکھنے والے شاہ خالد بھی پوری ملت اسلامیہ کو سوگوار چھوڑ کر اِس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

شاہ خالد چونکہ پوری ملت اسلامیہ کے دینی امام بھی تھے۔ اسلئے اُن کی تدفین میں اسلامی سادگی کو پوری طرح برقرار رکھا گیا۔ وفات کے سات گھنٹے کے اندر اندر ریاض میں اُن کی تدفین پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ شاہی محل سے قبرستان لیجانے میں صرف پندرہ منٹ لگے۔ جنازے میں شرکت کے لئے عام دستور کے مطابق دنیا کے دوسرے سربراہان حکومت کی آمد کا مطلق انتظار نہیں کیا گیا اور نہ کوئی لمبا جلوس نکالا گیا۔ اور شاہ خالد مرحوم کو ایک ایسی قبر میں دفنا دیا گیا جو ایک عام قبرستان میں کھودی گئی تھی۔ اور جہاں پہلے سے سیکڑوں قبریں موجود تھیں۔ یعنی شاہ خالد مرحوم نے پوری دنیائے اسلام کا شہنشاہ ہونے کے باوجود جیسی سادہ اسلامی زندگی گزاری تھی۔ اُسی طرح اُن کی تدفین میں بھی اسلامی سادگی کو پوری طرح برقرار رکھا گیا۔

شاہ خالد کے پیشرو شاہ فیصل شہید ایک طرف تو اتحاد اسلامی کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور دوسری جانب فلسطین کی مقدس سرزمین کی آزادی کے لئے مرتے دم تک بے چین رہے اور یہی پالیسی شاہ خالد کی بھی رہی ہے۔ چنانچہ شاہ خالد جب ۱۹۷۵ء میں اپنے بھائی شاہ فیصل کی شہادت کے بعد تخت نشین ہوئے تھے تو گو اُس وقت بھی اُن کی صحت اچھی نہیں تھی۔ دو مرتبہ اُن کے قلب کا آپریشن ہو چکا تھا۔ لیکن اِسکے باوجود انھوں نے جس مستعدی اور دل جمعی کے ساتھ اسلامی مسائل سے دلچسپی لی ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ انھوں نے ایک طرف تو شاہ فیصل شہید کی طرح مسلمانانِ عالم کی فلاح و بہبود کے لئے انتھک کوششیں کی ہیں۔

اور دوسری جانب اپنے ملک اور دوسرے اسلامی ممالک کی معیشت کو سنبھالنے کے لئے تیل کی دولت کو بڑی ہوشمندی کے ساتھ صرف کیا ہے۔ جن لوگوں نے شاہ خالد مرحوم کو قریب سے دیکھا ہے اُن کا کہنا ہے کہ اُنھوں نے شہنشاہ ہونے کے باوجود درویشانہ زندگی بسر کی ہے۔

شاہ خالد کے قلب میں پوری دنیائے اسلام کے لئے غیر معمولی درد تھا۔ اور خصوصیت کے ساتھ اُنہیں مظلومین فلسطین سے غیر معمولی ہمدردی تھی۔ وہ آزادیٔ فلسطین کے لئے اپنے بھائی شاہ فیصل شہید کی طرح برابر مضطرب رہتے تھے۔ چنانچہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی ہے اُس وقت اسرائیل مظلوم فلسطینیوں پر لبنان میں حملہ کر چکا تھا اور وہ اُس وقت فلسطینیوں کے لئے بری طرح بے چین اور مضطرب تھے۔ ممکن ہے کہ قلب کے مریض ہونے کی بنا پر یہی حادثہ اُن کے لئے جان لیوا ثابت ہوا ہو۔ اُن کی یہ بے وقت موت بلاشبہ پوری دنیائے اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ لیکن پھر بھی ہمارے لئے یہ چیز بے حد قابل اطمینان ہے کہ اُن کے بھائی اور جانشین "شاہ فہد" نہ صرف اُن کی تمام خوبیوں کے حامل ہیں بلکہ اُن میں چند دوسری ایسی مدبرانہ خصوصیات بھی ہیں جنکی بنا پر وہ یقینی طور پر دوسرے شاہ فیصل ثابت ہوں گے۔ اور اُن کی ذات سے دنیائے اسلام کو بے حد تقویت پہنچے گی"

ایرانی مُلّا اسرائیل کے دوست بھی دشمن بھی

اب یہ چیز کسی سے پوشیدہ نہیں رہی کہ ایران کے سربراہ علامہ خمینی اور اسرائیل میں عربوں کے خلاف تقریباً دو سال سے ساز باز چلی آ رہی ہے۔ یہاں تک کہ ایرانی ملاؤں نے عراق کے خلاف پوری جنگ اسرائیل کے عطا کردہ ہتھیاروں سے لڑی ہے چنانچہ حال ہی میں "پریس ایشیا انٹرنیشنل" کے حوالے سے اسرائیل اور ایران کی ساز باز کے سلسلہ میں ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پچھلے دو مہینے سے ایران عراق کو کمزور بنانے کے لئے اسلحہ اور دیگر ساز و سامان ایران کو سپلائی کر رہا ہے جس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ لبنان پر اسرائیلی حملے کے ساتھ ہی ایران کو عراق کے مقابلہ میں محاذ جنگ میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ بات در اصل یہ ہے کہ عرب ملکوں کو گھیرے میں لینے کے لئے یہ سب کچھ امریکہ خمینی کے اقتدار سے پہلے شاہ کے زمانہ میں شاہ کے ذریعہ کرتا رہا ہے۔ اور اب ایران کو اسرائیل کے ذریعہ ہتھیار سپلائی کرکے یہ کام علامہ خمینی سے لیا جا رہا ہے

ایک طرف تو ایرانی ملا عرب ممالک کو نیچا دکھانے کے لئے امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ اِس نوعیت کی شرمناک سازشیں کر رہے ہیں اور دوسری جانب عربوں اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اسرائیل کے خلاف صف آرا ہونے کے ارادہ کا بھی اظہار فرماتے جاتے ہیں چنانچہ حال ہی میں ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر جناب رفسنجانی کا ایک بیان ایران کے اخبارات میں چھپا ہے جس میں کہ اُنھوں نے فلسطینیوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "ایران چاہتا ہے کہ لبنان کے محاذ پر فلسطینیوں کی مدد کے لئے اور اسرائیل سے جنگ کرنے کی غرض سے اپنے فوجی دستے عراق کے راستہ لبنان روانہ کرے بشرطیکہ عراق اُنہیں اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت دیدے"

ایرانی ملا اگر واقعی اسرائیل کے خلاف لڑنے کے لئے لبنان جانا چاہتے ہیں تو وہ ترکی اور شام کے راستہ سے بھی جا سکتے ہیں اس کے علاوہ سمندر کا راستہ بھی اُن کے لئے کھلا ہوا ہے۔ لیکن اُنھوں نے اسرائیل تک پہنچنے کا راستہ بھی منتخب کیا تو ایسا جو دشمن کے ملک سے گزرتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ نہ دشمن اُنہیں راستہ دے گا اور نہ اُنہیں اسرائیل کے خلاف لڑنے کی زحمت گوارہ کرنی پڑے گی ابن الوقتی کی انتہا ہے۔

ذرا غور فرمایئے کہ علامہ خمینی کا وہ ایمان جو اسرائیل کے احسانات میں دبا ہوا ہے اور جو پوری دنیائے اسلام سے غداری کرتے ہوئے ہتھیاروں کی خاطر اسرائیل اور امریکہ سے ساز باز کرتا رہا ہے اُن کے بارے میں کوئی احمق ہی یہ توقع کر سکتا ہے کہ وہ ایمان پرست اسرائیل کے خلاف صف آرا ہونے کا کبھی تصور بھی کر سکتا ہے ایرانی زعما کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ اس قسم کی فریب بازی اور دکھاوٹی باتوں سے نہ عربوں کو دھوکہ دے سکتے ہیں اور نہ دنیائے اسلام اُن کے فریب میں آ سکتی ہے۔

علامہ خمینی اور سارے ایرانی ملا شاید اِس بات کو بھول رہے ہیں کہ ابھی چند سینے ہوئے۔ بی بی سی لندن کے نامہ نگار مسٹر فلپ ۔ اپنی رپورٹ کے ذریعہ علامہ خمینی اور ایرانی ملاؤں کو پوری طرح بے نقاب کر چکے ہیں۔ اور اُنھوں نے اپنے مضبوط دلائل سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ایران نہ صرف اسرائیل سے ہتھیار لیتا رہا ہے بلکہ اسرائیلی وزیر دفاع شیرون نے امریکہ پر بھی زور ڈالا تھا کہ وہ بھی ایران کے لئے ہتھیاروں کی سپلائی کا سلسلہ شروع کر دے

ایرانی ملاؤں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ غریب فلسطینیوں پر رحم فرمائیں۔ اور اپنی فوجوں کو ایرانی سرحدوں کے اندر ہی رہنے دیں کیونکہ کیا تعجب ہے کہ یہ فوجیں بھی جاسوسی اور عرب دشمنی کی غرض سے بھیجی جا رہی ہوں آخر ایرانی ملاؤں کو کسی نہ کسی طرح تو اسرائیل کے احسانات کی تلافی بھی کرنی ہے اور اسکے لئے انھوں نے غداری اور جاسوسی کا یہ نیا راستہ تلاش کر لیا ہو۔

منیکا گاندھی کو نئے پلیٹ فارم کی تلاش

آنجہانی سنجے گاندھی کی نوجوان بیوہ منیکا گاندھی کو ان دنوں اپنے لئے ایک نئے سیاسی پلیٹ فارم کی تلاش ہے اور اس بنا پر وہ مسز گاندھی سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد سیاسی تگ و دو میں مصروف ہیں چنانچہ وہ آنجہانی سنجے گاندھی کے نام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لیے آل انڈیا لیڈر بننے کی نئی راہوں کی تلاش میں مصروف ہیں اور اب تو انھوں نے براہ راست مسٹر راجیو گاندھی پر بھی حملے شروع کر دئے ہیں مثال کے طور پر انھوں نے حال ہی میں جرمنی کے ایک رسالہ اسٹرن کے نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے مسٹر راجیو گاندھی کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اُس سے نہ صرف اُن کے جذبات کی عکاسی ہوتی ہے بلکہ یہ اندازہ بھی لگانا دشوار نہیں کہ انہیں مسز اندرا گاندھی سے کیا شکایت ہے۔ چنانچہ جب اُن سے اس رسالہ کے نامہ نگار نے سوال کیا کہ یہ کیا راجیو گاندھی جنہیں اندرا گاندھی آگے بڑھا رہی ہیں اُن میں ملک کی قیادت کی صلاحیت موجود ہے تو اس کے جواب میں مسز منیکا گاندھی نے کہا۔

"ہمارے ملک میں نظام چلانے کے لیے جن خاص صلاحیتوں کی ضرورت ہے وہ راتوں رات پیدا نہیں ہو جایا کرتیں اس کے لئے سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ آپ ایک ایسے شخص سے (یعنی راجیو گاندھی سے) جو صبح کو نو بجے سو کر اٹھتا ہے۔ ساڑھے دس بجے کام کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اگر مزاج درست ہو تب لوگوں سے ملتا ہے۔ ایک بجے دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ساڑھے چار بجے تک کیلئے پھر سو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد میٹنگ میں کچھ اپنی تقریروں کے ٹیپ سنتا ہے اور دس بجے پھر سو جاتا ہے ایسے شخص سے بھلا ہمارے ملک کو چلانے کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی آپ کیا توقع کر سکتے ہیں"

اس انٹرویو سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مسز گاندھی اور منیکا گاندھی میں اختلاف کی بنیاد کیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ آنجہانی سنجے گاندھی کی موت کے بعد مسز منیکا گاندھی اُن کی جانشین بن کر ابھرنا چاہتی تھیں اور اُن کی خواہش تھی کہ سنجے گاندھی کی موت سے امیٹھی کی جو سیٹ خالی ہوئی ہے اس پر انہیں نامزد کر دیا جائے۔ لیکن اُن کی توقع کے بالکل برخلاف یہ سیٹ چونکہ مسٹر راجیو گاندھی کو دیدی گئی اس لئے مسز منیکا گاندھی برہم ہو گئیں۔

ان دنوں وہ "سنجے وچار منچ" کے نام سے ایک الگ پلیٹ فارم بنانے کی تگ و دو میں مصروف ہیں۔ اِس مقصد کے لئے وہ ملک کے مختلف حصوں میں دورے کر کے اجتماعات کو خطاب بھی کر رہی ہیں اور انھوں نے سنجے گاندھی کے حامیوں کی ایک بڑی تعداد کو بھی اپنے گرد جمع کر لیا ہے۔ جو اندرا کانگریس سے مایوس ہو گئے ہیں غرضکہ اب اندرا گاندھی کے ساتھ اُن کے اختلافات اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ حال ہی میں ۲۳ جون کو جب آنجہانی سنجے گاندھی کی دوسری برسی منائی گئی۔ تو منیکا گاندھی نے اس موقع پر بھی اندرا گاندھی کی ہمراہی کو گوارہ نہیں کیا بلکہ علیحدہ جا کر سنجے گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھائے

جہاں تک ملک کے مفاد کا تعلق ہے ہم مسز منیکا گاندھی اور مسز اندرا گاندھی کی اس سیاسی کشمکش کو [illegible] ختم ہونا چاہئے کیونکہ اس سے [illegible] مسز اندرا گاندھی [illegible] کو

نہیں بلکہ ملک کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ خود مسز اندرا گاندھی ہی نے نئے نئے لیڈر تیار کر کے مسز مینکا گاندھی کو یہ راستہ دکھایا ہے۔

اب پھلواری شریف میں بھی فساد

بہار شریف کے ہیبتناک فساد کے ٹھیک ایک سال بعد ۲۶ مئی کو پھلواری شریف میں بھی ایک تباہ کن فساد پھوٹ پڑا ہے۔ اور یہ فساد کم از کم ہمارے لئے تو خلاف توقع نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے یہ فساد رونما ہو جانا چاہئے تھا۔ کیونکہ گزشتہ ڈیڑھ دو سال سے پورے صوبہ بہار کو دوسرا آسام بنانے کی کوششیں جاری ہیں چنانچہ راشٹریہ سنگھیوں اور فتنہ پردازوں کی جانب سے کھلم کھلا یہ کہا جا رہا ہے کہ "بہار میں بنگلہ دیشی مسلمان گھس آئے ہیں انھیں ہم نکال کر ہی دم لیں گے"۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ خود بہاریوں کو غیر ملکی ثابت کرنے کے لئے شد و مد کے ساتھ پروپگنڈا جا رہا ہے۔ نفرت پھیلانے والے کتابچے تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ اور دیواروں پہ جا بجا زہر آلود پوسٹر چسپاں ہیں۔ جب پورے صوبہ بہار میں اس طرح زہر پھیلایا جا رہا ہو تو ایسی حالت میں اگر پھلواری شریف میں کوئی فساد پھوٹ پڑتا ہے تو یہ ایک قدرتی بات ہے۔ اگر ہماری حکومت کی یہی سرد مہری رہی اور بہار کو دوسرا آسام بنانے کی کوشش اسی طرح جاری رہی تو نہیں کہا جا سکتا ابھی صوبہ بہار میں کتنے مزید فسادات اور برپا ہو کر رہیں گے۔

یہ فساد کیوں ہوا اور کس طرح شروع کیا گیا اس کے بارے میں ہم کچھ بھی نہیں بتا سکتے۔ سب ہی اخبارات کو کھنگالنے کے بعد اور نیوز ایجنسیوں کی رپورٹوں کے گہرے مطالعہ کے باوجود یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ فساد کس بنیاد پر کھڑا کیا گیا۔ بس صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ پھلواری شریف کے کرروڑی چک اور رانی پور کے دو گرد پوں میں کوئی معمولی سا جھگڑا ہوا اور اس جھگڑے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے راشٹریہ سنگھیوں اور فتنہ پردازوں نے پورے پھلواری شریف اور مضافات میں فساد کی آگ پھیلا دی ہے۔ اس کے بعد قتل و غارت گری کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا بم بھی استعمال کئے گئے اور جا بجا آگ بھی لگائی گئی۔ اور اس کے بعد سب کچھ وہی ہوا جو اس قسم کے فسادات میں عام طور پر ہوا کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ پھلواری شریف میں تباہی مچتی رہی انتظامیہ بے بس بیٹھی رہی۔ اور بہار ملٹری پولیس جو فسادیوں کو کچلنے کے لئے بلائی گئی تھی خود فسادیوں سے مل گئی۔ اور وہی پھلواری شریف کی مسلم اقلیت کی تباہی کا سب سے بڑا باعث ثابت ہوئی ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ پھلواری شریف کے اس فساد سے چند روز قبل اسی صوبہ بہار میں موضع سراڈیہہ ضلع ہزاری باغ کے مسلمانوں پر گاؤکشی کا جھوٹا الزام لگا کر گاؤں کے مسلمانوں کو جن میں کہ عورتیں بوڑھے بچے بھی شامل تھے بری طرح زدوکوب کیا گیا تھا اور ان کے گھروں کو لوٹ کر آگ لگا دی گئی تھی۔ گویا صوبہ بہار میں اقلیت کشی کی یہ وبا صرف کسی مخصوص علاقہ تک محدود نہیں ہے بلکہ ان دنوں پورا صوبہ بہار فرقہ پرستی کی آگ میں جل رہا ہے اور بہار کا ایڈمنسٹریشن فسادیوں اور شرارت پسندوں کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھانا ضروری نہیں سمجھ رہا ہے۔

بہار مسلم آبادی کا ایک بہت بڑا صوبہ ہے اور شاید اسی لئے اس پر راشٹریہ سنگھیوں کی خاص نظر عنایت ہے۔ ایسا محسوس معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے صوبہ سے مسلمانوں کے قدم اکھاڑ دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ پہلے جمشید پور میں یہ بہیمانہ ناچ ناچا گیا اس کے بعد بہار شریف میں تباہی برپا کی گئی اور اب پھلواری شریف میں۔ اور اس کے مضافات میں مسلم اقلیت کی تباہی اور بربادی جاری ہے اور اس صوبہ کی اکثریت کے دماغوں میں یہ تاثر پیدا کیا جا رہا ہے کہ سب کچھ اسلئے کرنا ضروری ہے کیونکہ بنگلہ دیشی مسلمان اس علاقہ میں گھس آئے ہیں۔ اور ان غیر ملکیوں کو نکالنا ضروری ہے

یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ لیکن ہماری مرکزی اور ریاستی حکومتیں اس بات کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتیں کہ اس صوبہ کے فتنہ پردازوں کے خلاف قدم اٹھایا جائے یہاں تک کہ تین سال گزر جانے کے بعد جمشید پور کے وہ قاتل اور فتنہ پرداز بھی آزاد گھوم رہے ہیں جن کی نشاندہی جتیندر کمیشن کر چکا ہے اور جن میں راشٹریہ سنگھی مہنت بالا صاحب جی کا نام سر فہرست ہے اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے



اے فسردہ دلو!

(از جناب شبیر علی شکیب رامپور)

اے مرے دیش کے فسردہ دلو!
آج تم زلزلوں سے ڈرتے ہو
زلزلہ نام کل تمہارا تھا
آج لرزاں ہو ظلمت شب سے
تم تو کل تک تھے خود نقیب سحر

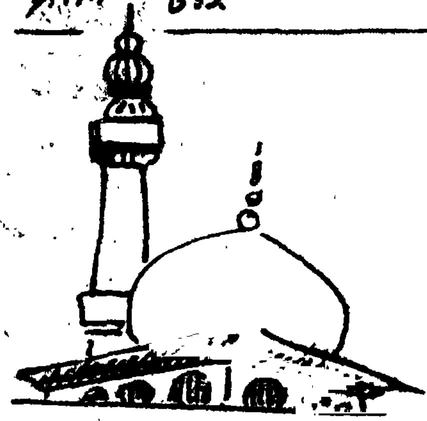
آج چینٹلوں کے خوف سے تم نے
راہ میں پائنچے چڑھائے ہیں
وہ تمہارے ہی پیشرو تھے سن لو
جو سمندر سے بھی نہ ڈرتے تھے
سمندر کو چیر دیتے تھے
بادلوں کی گرج سے بے پروا
بجلیوں کی ہنسی اڑاتے تھے
رخ ہواؤں کا موڑ دیتے تھے
آندھیاں جن کے اختیار میں تھیں

حق شناسی تمہارا شیوہ تھا
کل تھے سنا ہوں کہ تم گریباں گیر
آج نکلے ہو بیچنے کے لئے
تار اپنے ہی خود گریباں کے

تم نے سوچا بھی اے فسردہ دلو!
یہ جو ماضی کے ہیں نقوش جمیل
قلعہ و تاج و مسجد و مینار
روح تہذیب فکر و فن کا نکھار
رونق روئے ہند ہے جن سے
ان میں شامل ہے کس کا خون جگر

اپنے اجداد کی وراثت کا
بن کے وارث یہاں پہ رہنا ہے
ان مقدس امانتوں کی قسم
یہیں جینا یہیں پہ مرنا ہے

گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرھواں پارہ "سبحان الذی" سورہ کہف

(از ادارہ دین دنیا)

ہم ذیل میں قرآن پاک کے پندرھویں پارہ کی بارہویں قسط پیش کر رہے ہیں۔ جس میں کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ دنیا کی دلفریبی میں مبتلا ہو کر عاقبت کو نہ بھولیں۔ نیز شیطان سے جو انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے ہوشیار رہیں۔

دنیاوی زندگی بے حقیقت ہے

وَاضْرِبْ لَهُم .... ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۝

ترجمہ:۔ اور (اے نبی) تم انہیں حیات دنیا کی حالت بیان کردو۔ اور وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو اور اس کے ذریعہ زمین سے نباتات خوب پیدا ہوئی تھیں پھر وہ اس طرح ریزہ ریزہ ہو جائے کہ ہوا اسے اڑاتی پھرے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ضرور ہیں۔ لیکن باقی رہنے والے تمہارے نیک اعمال ہیں۔ تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔

تشریح:۔ اور اے نبی تم لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حقیقت بیان کردو کہ وہ بالکل ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو اس پانی کی بدولت زمین سرسبز ہو گئی اور اس سے ہر قسم کی نباتات پیدا ہوئی۔ لیکن وہ چند روز کے بعد ہی خشک ہو کر ناس پھوس بن گئی جسے ہوا اڑائے پھرتی ہو۔

بالکل یہی حالت انسانی زندگی کی ہے کہ آج وہ بڑی دلکش دکھائی دیتی ہے لیکن ایک روز ایسا بھی آئے گا کہ یہ جسم خاک میں مل جائے گا۔ ہوا اس خاک کو اڑائے پھر رہی ہوگی۔ اور اس خوشگوار عارضی زندگی کا کوئی نام و نشان تک باقی نہیں رہے گا۔

اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن انہیں بقا حاصل نہیں۔ باقی رہنے والے تو صرف نیک اعمال ہیں۔ جو تمہارے پروردگار کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔ یعنی اگر نیک عمل کروگے تو اللہ سے بھی نیک معاوضہ رکھنے کی رکھ سکتے ہو

قیامت کے دن کو نہ بھولو

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ .... وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝

ترجمہ:۔ اس دن کو یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور تم زمین کو دیکھوگے کہ کھلا میدان پڑا ہوگا۔ اور ہم سب (قبروں سے) اٹھا لیں گے۔ ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے اور وہ سب قطار در قطار تمہارے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ (تمہارا پروردگار کہے گا) آخر تم ہمارے پاس آگئے جیسے کہ ہم نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا (اسی طرح دوبارہ زندہ کر دیا) مگر تم یہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لئے یوم موعود نہیں لائیں گے۔ اور جب نامہ اعمال (سامنے) رکھ جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ نامہ اعمال کی تحریروں سے ڈر رہے ہوں گے۔ اور کہہ رہے

کہ کوئی چھوٹی بڑی بات ایسی نہیں ہے جو اس میں درج نہ ہو۔ جو بھی اعمال کئے تھے وہ سب اپنے سامنے موجود پائیں گے۔ مگر تمہارا رب کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔

تشریح :۔ اور اُس دن کو یاد کرو جس دن کہ یہ بڑے بڑے پہاڑ نابود کر دے جائیں گے ۔ اور دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑتے پھریں گے اور تم دیکھو گے یہ زمین چٹیل میدان بن جائے گی۔ نہ پہاڑ ہوں گے نہ پیڑ نہ عمارتیں پھر تمام لوگوں کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے سب کو جواب طلب کریں گے اور سب قطار در قطار "تمہارے رب کے روبرو پیش کئے جائیں گے۔ حساب کتاب کے لئے اُس وقت ان لوگوں سے جو منکرین قیامت ہیں۔ کہا جائے گا کہ آخر تم ہمارے پاس آ ہی گئے اور جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اُسی طرح دو بارہ بھی پیدا کر کے دکھایا مگر دنیا میں تم یہی سمجھتے تھے کہ ہم تمہارے واسطے کوئی وقت موعود نہیں لائیں گے۔ یعنی تم قیامت کے وعدہ کو جھوٹا ہی سمجھتے رہے۔

پھر اس کے بعد لوگوں کے نامہ اعمال اُن کے سامنے رکھ دئے جائیں گے۔ اے رسول اُس وقت تم گنہگاروں اور مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر لرزاں اور ترساں ہوں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ اعمال نامہ تو ایسا عجیب و غریب ہے کہ اس میں ہمارے چھوٹے بڑے گناہ سب ہی درج ہیں۔ غرضکہ جو کچھ لوگوں نے دنیا میں کیا ہوگا وہ سب اس اعمال نامہ میں موجود پائیں گے۔ لیکن پھر بھی تمہارا پروردگار کسی پر زیادتی نہیں کرے گا ہر شخص کو بداعمالیوں کے عین مطابق سزا دی جائے گی۔

شیطان سے ہوشیار رہو

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ .... وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا

ترجمہ :۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا وہ جنات میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کے حکم سے انحراف کیا۔ اور پھر بھی تم میرے سوا اُس ابلیس کو اور اُس کی ذریات کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے اور ظالموں کو جو بدلہ ملا وہ بہت برا ہے۔ آسمان اور زمین کی پیدائش کے وقت ابلیس اور اس کی ذریات کو نہیں بلایا۔ اور نہ خود ان کی پیدائش کے وقت۔ اور ہم اپنا قوت بازو گمراہ کرنے والوں کو نہیں بنایا کرتے (وہ دن آنے والا ہے) جس دن حق تعالیٰ کہے گا کہ جنہیں تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے اب انہیں پکارو۔ تو وہ انہیں پکاریں گے مگر وہ جواب بھی نہ دیں گے ۔ اور ہم اُن کے درمیان ایک آڑ کر دیں گے اور مجرم جہنم کی آگ کو دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ اُس میں انہیں گرنا ہے۔ وہ اُس سے بچنے کی کوئی راہ نہیں پائیں گے۔

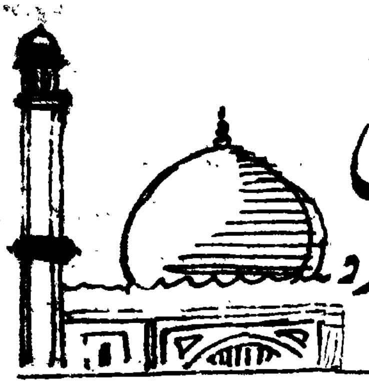
تشریح :۔ اور اے نبی اُس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ہمارے اِس حکم پر سوائے ابلیس کے سب ہی فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا تھا۔ یہ ابلیس جنات میں سے ہے چنانچہ اُس نے اپنے رب کے حکم سے انحراف کیا

اے بنی آدم کیسی حیرت کی بات ہے کہ تم اپنے پروردگار کو چھوڑ کر اب اُسی نافرمان شیطان اور اُس کی ذریات کو اپنا دوست بنا رہے ہو۔ حالانکہ وہی تمہارا سب سے بڑا مخالف اور دشمن ہے۔ یاد رکھو کہ ایسے ظالم جو شیطان کے مقلد اور رہنما بن گئے ہیں۔ اُنہیں آخرت میں اپنی بداعمالیوں کا بہت بڑا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

ہم نے جب آسمان اور زمین کو پیدا کیا اُس وقت بھی ابلیس اور اُس کی ذریات سے کوئی واسطہ نہیں رکھا تھا۔ اور نہ آفرینشِ عالم کے بارے میں اُنہیں کوئی علم تھا۔ اور نہ خود اُن کی پیدائش کی حقیقت سے اُنہیں آگاہ کیا تھا۔ یاد رکھو کہ جو گمراہ کرنے والے ہیں ہم اُنہیں کبھی اپنا قوت بازو نہیں بنایا کرتے ہیں۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ پھر بھی تم ابلیس اور اُس کی ذریات سے رابطے قائم کئے ہوئے ہو

اور اے نبی اُس دن کو بھی یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ منکروں سے فرمائے گا کہ جن کو تم دنیا میں ہماری خدائی کا شریک سمجھا کرتے تھے اس نازک وقت میں اب اُن ہی کو اپنی مدد کے لئے پکارو۔ یہ مشرک یہ انہیں پکاریں گے مگر وہ انہیں جواب تک نہیں دیں گے۔ اور اُس وقت ہم ان جھوٹے معبودوں اور ان کے پرستاروں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیں گے یعنی وہ انہیں دیکھ بھی نہ سکیں گے پھر گنہگار جہنم کی دہکتی آگ دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ یہ اُن ہی کے لئے ہے اور انہیں اُس میں ڈال جائے گا ۔ اور اس مصیبت سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی۔

تفہیم الحدیث



مسلمانوں میں افتراق کفر کے ہم معنی

ظلم و زیادتی ناقابل معافی گناہ۔ خدا کی نعمتوں کا اظہار کرو

(از شوکت علی فہمی)

مسلمانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے ذیل میں احادیث کی مستند کتب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جن سے اگر مسلمان نصیحت حاصل کریں تو ان کی دنیا بھی درست ہو سکتی ہے اور عاقبت بھی۔

مسلمانوں میں افتراق کفر کے ہم معنی

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ افتراق سے پرہیز کریں اور متحد ہو کر زندگی گزاریں رسول اللہ صلعم کی رائے ہے کہ جو مسلمان جماعت سے علیحدہ ہو جاتے ہیں وہ کفر کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے

"ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کہ اپنے سردار کی جانب سے جو بات کہ ناگوار گزرے صبر کرے اس لئے کہ جو شخص (مسلمانوں کی) جماعت سے ایک بالشت جدا ہوا اور اسی حالت میں مر گیا تو اس کی موت ایام جاہلیت کی موت ہوگی" یعنی زمانہ کفر کی موت ہوگی (بخاری مسلم)

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام میں اتحاد و یکجہتی کو کتنی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام کے نزدیک وہ مسلمان مسلمان نہیں ہے جو جماعت سے الگ ہو جائے خواہ وہ کتنا ہی بڑا نمازی اور عبادت گزار کیوں نہ ہو۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان متحد ہو کر ایک فولادی دیوار بن جائیں تاکہ ایک دوسرے کے لئے قوت بازو ثابت ہوں چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے

"ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کے لئے ایک مکان کے مانند ہیں۔ جیسے کہ مکان کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط رکھتا ہے اور یہ فرما کر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا کہ سارے مسلمان اس طرح آپس میں ملے ہوئے رہیں اور جکڑے ہوئے رہیں" (مسلم)

مسلمانوں کو چاہئے کہ رسول محترم کے مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں خود اپنی حالت کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ وہ کس حد تک حضور اکرم کے اس حکم پر عمل کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں جس قدر اتحاد اور یکجہتی کی ضرورت ہے وہ موجودہ زمانہ میں ناپید ہے یہ امر واقعہ ہے کہ اگر حضور کے ارشاد کے مطابق دنیا کے ۹۰ کروڑ مسلمان متحد ہو جائیں تو وہ پوری دنیا پر چھا جائیں۔

ظلم و زیادتی ناقابل معافی گناہ

اسلام کا ایک اہم ترین مقصد یہ بھی ہے کہ وہ ظلم و ستم کو مٹا کر اس دکھ بھری دنیا کو دارالامن بنا دے۔ مجبوروں اور مظلوموں کو سینے سے لگائے۔ اسی لئے رسول محترم نے سختی کے ساتھ مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ظالموں اور جابروں سے کوئی تعلق نہ رکھیں اور دنیا سے ظلم و ستم کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ چنانچہ ابن عمر سے صحیح

حدیث ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص ظالم کا ساتھ دے اس لئے کہ اُس سے ظالم کو تقویت حاصل ہو تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

یعنی حضور محترم کے ارشاد کے مطابق ظلم اتنا بڑا گناہ ہے کہ ظالم کا تو ذکر ہی کیا ہے ظالم کا حامی بھی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک دوسری حدیث ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یعنی اُسے ڈھیل دیدی جاتی ہے۔ تاکہ اُس کے ظلم کا پیمانہ لبریز ہو جائے پھر اسے ایسا پکڑتا ہے کہ چھوڑتا ہی نہیں"۔ (بخاری مسلم)

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قدرت ظالموں سے انتقام لئے بغیر بھی نہیں رہتی ہمارے سامنے ایسے ظالم حکمرانوں کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ ہر قسم کی طاقت اور اقتدار حاصل ہونے کے باوجود اُن کا اِس بری طرح تختہ الٹا ہے کہ دنیا حیران رہ گئی ہے

ایک حدیث میں رسول محترم نے ظالموں کو دوزخ کا ایندھن قرار دیا ہے۔ اور ان لوگوں کو بھی ظالم قرار دیا ہے جو بدمعاملگی رشوت اور بدکلامی سے دوسروں کو ایذا پہنچاتے ہیں۔

خدا کی نعمتوں کا اظہار کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ حسب حیثیت کھائیں پئیں اور پہنیں تاکہ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا اظہار کر سکیں۔ چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے۔

"ابوالاحوصؓ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس وقت میرے بدن پر خراب اور خستہ کپڑے تھے آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے میں نے عرض کیا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کا مال عنایت فرمایا ہے۔ اونٹ بھی ہیں گائیں بھی ہیں بکریاں بھی ہیں۔ گھوڑے بھی اور غلام بھی ہیں اس پر فرمایا جب خداوند نے تجھ کو مال دیا ہے تو خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا اظہار کر اور اُس نے تجھے جو عزت دی ہے اُسے نمایاں کر۔ یعنی اچھا لباس پہنیں (نسائی)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ خداوند تعالیٰ کو یہ بات مرغوب ہے کہ اُس کی نعمتوں کا اظہار اُس کے بندوں کی جانب سے ہو"۔ یعنی جسے اللہ نے وسعت عطا فرمائی ہے وہ اچھا کھائے اور اچھا پہنے اور مفلوک الحال بن کر کفران نعمت نہ کرے

صبر وضبط بہت بڑی خوبی ہے

اسلام نے اپنے متبعین کو صبر وضبط کی ترغیب دیتے ہوئے ہدایت کی ہے کہ وہ ہر حالت میں صبر وضبط سے کام لیں۔ اور نیکی کو فروغ دینے میں کبھی کوتاہی سے کام نہ لیں چنانچہ اس سلسلہ میں حدیث ہے۔

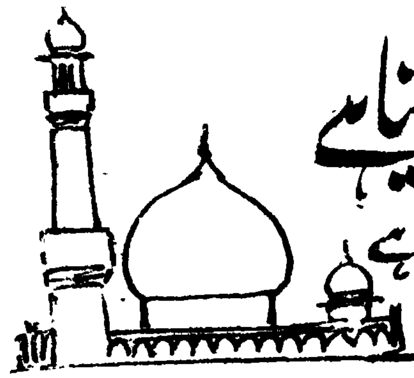
"ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں راہ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہاں بشرطیکہ تم صبر کی حالت میں مارے جاؤ لوگوں کو برے کاموں سے روکتے رہو۔ دشمن کا مقابلہ کرو اور اس سے پیٹھ نہ موڑو (تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے سوائے قرض کے) (مسلم و ترمذی)

اس حدیث میں مسلمانوں کو ایک طرف تو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ صبر وضبط کے دامن کو نہ چھوڑیں خواہ جان پر ہی کیوں نہ بن جائے دوسری جانب یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ جب باطل سے مقابلہ آن پڑے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ جرأت سے کام لیں اور کبھی پیٹھ نہ موڑیں اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کے گناہ ضرور معاف ہو جائیں گے۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس قدر بڑی مصیبت برداشت کی جاتی ہے اُسی قدر زیادہ اُس کا اجر ملتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اُسے کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر جو اس قوم سے راضی ہوا اُس سے خدا بھی راضی۔ اور جو اُس قوم سے ناراض ہوا اُس سے خدا بھی ناراض ہے"۔ (ترمذی)

احساس میں ذرا [illegible] مصیبت کی [illegible] میں تپ کر نکلتا ہے وہ کندن ہو جاتا ہے

اسلامی افکار



اسلام غیر مسلموں سے محبت کا حکم دیتا ہے

یہ الزام غلط ہے کہ اسلام غیر مذاہب سے نفرت کی تعلیم دیتا ہے

(مولانا محمد علی مرحوم کے ایک انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

اسلام کے مخالفین آئے دن اسلام پر یہ الزام لگاتے رہتے ہیں کہ اسلام کے ماننے والے غیر مسلموں کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے۔ جو ہر انسان کے ساتھ خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔ محبت کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ ذیل کے فاضلانہ مقالہ میں مولانا محمد علی نے اسی بے بنیاد الزام کا مدلل طریقہ پر جواب دیا ہے۔

اسلام صرف مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے بلکہ وہ اُن لوگوں کو بھی اپنے دامن میں پناہ دیتا ہے جو اسلام پر عقیدہ نہیں رکھتے پھر اس مذہب کی تعلیم کسی خاص طبقہ یا خطہ تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ تو کل بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے جلوہ گر ہوا ہے ایسی حالت میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ یہ مذہب کبھی ایک انسان کے خلاف بھی نفرت پیدا کر سکے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ بھلا جس مذہب نے اپنے متبعین کو یہ ہدایت کی ہو کہ "تم بتوں کو بھی ہرگز برا بھلا نہ کہو" بھلا اُس مذہب پر یہ الزام کیونکر لگایا جا سکتا ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ایسی حالت میں جبکہ قرآن پاک میں کھلے الفاظ میں یہ کہا گیا ہو کہ "تمہارا دین تمہارے لئے اور ہمارا دین ہمارے لئے" تو اس مذہب کے بارے میں یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ غیر مسلموں سے نفرت کی تعلیم دیتا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ اسلام کے خلاف زمانہ دراز سے بڑی شد و مد کے ساتھ یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ مسلمان اسلام کے نہ ماننے والے ہر شخص کو کافر سمجھتے ہیں مگر اسلام کے خلاف یہ الزام علمی اور عملی دونوں حیثیتوں سے قطعی بے بنیاد ہے چنانچہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کے سرسری مطالعہ ہی سے اس الزام کا کھوکھلا پن بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے۔ اُس وقت ظاہر ہوا تھا جب نصرانیت اور یہودیت کے علاوہ لوگ کچھ ایسے عقائد کو بھی مانتے تھے جنہیں مذہبی عقائد تو نہیں کہا جا سکتا بلکہ مظاہر پرستی کے نام سے اسے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ ایسے لوگ خود بھی مظاہر پرستی کو مذہب کا نام نہیں دیتے تھے۔ ایسے لوگ دیگر ممالک کے علاوہ خود عرب میں بھی موجود تھے۔ اور اسلام نے ایسے ہی لوگوں کو جو کسی مذہب کو نہیں مانتے تھے "کافر" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس طرح کافر کا لفظ ایک محدود اور کسی مذہب کو نہ ماننے والے طبقہ تک محدود تھا۔ یہ تمام غیر مسلموں پر کسی طرح بھی حاوی نہیں تھا۔ اور تاریخ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ مکہ معظمہ سے داعی اسلام کی ہجرت سے پہلے اور اُس کے بعد مکہ کے جو باشندے مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ سب ہی غیر مسلم اور اسلام کے دشمن تھے۔ لیکن اسلامی تاریخ میں جہاں جہاں بھی ان لوگوں کا ذکر آیا ہے انہیں صرف کافر نہیں بلکہ کفار و مشرکین کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ مکہ کے ان غیر مسلموں میں مشرکین اور کفار دونوں ہی شامل تھے اور یہ دونوں الفاظ مکہ کے باشندوں کے دو جداگانہ گروہوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

پھر اسلام کی ایک بے مثال اور امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے مسلمانوں کو تمام دیگر مذاہب کے احترام کا حکم دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک دیگر مذاہب کا تعلق ہے وہ اُن کے ماننے والوں کو مذہب کا منکر نہیں قرار دیتا بلکہ ان کے ساتھ اسلام کا اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ انھوں نے اپنے مذہب میں خدا کے علاوہ غیر خدائی عناصر کو بھی شریک کر لیا ہے۔ اسی لئے ان کو مشرک کہا جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ لوگ اُس اسلام کی تصدیق سے بھی گریز کرتے ہیں جو خدا کی وحدانیت کا سب سے بڑا مبلغ ہے اور اُن مذاہب کی پیروی کر رہے ہیں جو متروک ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ متروک مذاہب بھی ایک زمانہ میں "رائج الوقت سکہ" کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے اسلام مسلمانوں کو ان کے انکار کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ مسلمانوں سے کہتا ہے کہ وہ اِن مذاہب کا بھی احترام کریں۔ ایسی حالت میں وہ ان متروک مذاہب کے ماننے والے لوگوں کو کافر کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

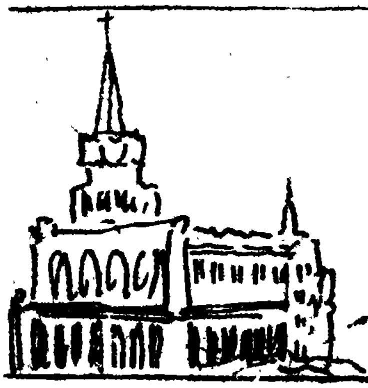
تاریخی اور علمی لحاظ سے بھی اسلام کے خلاف یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے مذہبی جذبات کا پورا پورا احترام کیا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ عرب کے باشندے اسلام کے رشتہ میں منسلک ہونے کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسی طاقتور قوم بن گئے تھے جنہوں نے چند دہائیوں ہی کی مدت میں دنیائے معلومہ کے بیشتر حصہ کو زیر کر لیا تھا۔ اور مسلمانوں کی حکومتیں دور دور تک پھیل گئی تھیں۔ اُس وقت مسلمانوں کی حکومتوں میں عیسائی، یہودی، زرتشتی اور تمام دیگر مذاہب کے ماننے والے بڑی تعداد میں آباد تھے۔ لیکن مسلمانوں نے ان مفتوحہ غیر مسلموں کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا انہیں ان کا مذہب تبدیل کرنے پر بھی مجبور نہیں کیا۔ اس کے برعکس ان کی عبادت گاہوں، جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی پوری ذمہ داری بھی مسلمانوں نے قبول کر لی تھی مذہب کے ساتھ مسلمانوں کی وابستگی غیر معمولی سمجھی جاتی ہے اور ابتدائی دور کے مسلمان تو اس معاملہ میں اور بھی زیادہ سخت واقع ہوئے ہوئے تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اگر وہ تمام غیر مسلموں کو "کافر" سمجھتے تو پھر مفتوحہ ممالک کے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک آخر کیوں روا رکھتے جبکہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ مسلمانوں کی حکومتوں میں غیر مسلموں کو مسلمانوں کے برابر شہری حقوق حاصل تھے۔ بلکہ انہیں کچھ ایسی مراعات بھی حاصل تھیں جن سے خود مسلمان بھی محروم تھے۔ اور یہ طرز عمل کبھی بھی اُن لوگوں کے ساتھ اختیار نہیں کیا جا سکتا جنہیں مسلمان حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوں۔

سب ہی کو معلوم ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے اسلام نے ہی انسانی مساوات کا علم بلند کیا تھا۔ اسلام نے جس وقت مساواتِ انسانی کی یہ دعوت دی تھی اُس وقت پوری دنیا کی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد کا تناسب بہت ہی کم تھا۔ یعنی دنیا پر غیر مسلم چھائے ہوئے تھے۔ اگر اسلام غیر مسلموں کو کافر قرار دیتا تو مسلمان مساوات کا نعرہ بلند کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

اسلام کے خلاف اس الزام کی تردید کے لئے خود ہندوستان کے تاریخی واقعات ایک مستحکم ثبوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمان پہلی بار ایک فاتح قوم کی حیثیت سے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں آئے تھے۔ اور یہاں انہیں ایک ایسی قوم سے سابقہ پڑا تھا جو بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ لیکن اُس زمانہ کے مسلمان علماء نے ہندوؤں کو کافر قرار نہیں دیا تھا بلکہ اس کے برعکس انھوں نے ہندوؤں کو اہل کتاب کی صف میں رکھ کر انہیں اہل کتاب ہی کے برابر کا درجہ دیا تھا۔ چنانچہ اُس عہد کے تمام غیر مسلم مورخ اور اہل علم اس بات پہ پوری طرح متفق الرائے ہیں کہ سندھ میں محمد بن قاسم کی حکومت ہندو مذہب کا پورا پورا احترام کرتی تھی۔ اور ہندوؤں کو محمد بن قاسم کی حکومت میں مکمل مذہبی اور شہری آزادیاں حاصل تھیں۔ یہاں تک کہ محمد بن قاسم نے سرکاری خزانہ سے اُن تمام مندروں کی مرمت کرائی تھی جن کو جنگ کے دوران نقصان پہنچا تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو دیگر مذاہب کا پورا پورا احترام کرتا ہے۔ یہ الزام سراسر غلط ہے کہ اسلام غیر مسلموں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ تو غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کو مساوی سلوک کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس لئے اس کے خلاف تمام غیر مسلموں کو کافر کہنے اور ذلیل سمجھنے کا الزام بالکل بے بنیاد ہے۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق



یورپ میں اسلامی فتوحات کا سیلاب

”رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا“

(از شوکت علی فہمی)

دورِ اول کے مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ دورِ وسطیٰ کے مسلمانوں کی حوصلہ مندی کا یہ عالم تھا کہ وہ دنیا کے جس حصہ میں بھی قدم رکھ دیتے تھے تو اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے برابر آگے ہی بڑھتے چلے جاتے تھے اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی حکومت بھی اُن کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہیں روک سکتی تھی۔ چنانچہ ہم ذیل میں اٹلی اور یورپ کے بعض دوسرے علاقوں میں مسلمانوں کی فتوحات کے چند واقعات نقل کر رہے ہیں۔

تاریخ کا یہ ناقابلِ فراموش واقعہ ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے طارق بن زیاد کی سرکردگی میں مٹھی بھر سپاہیوں کے ذریعہ یورپ کی سب سے بڑی سلطنت اسپین کا تختہ الٹ دیا تھا۔ اور تاریخ کا یہ واقعہ بھی آپ ہی اپنی مثال ہے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے محض اپنے تدبیر اور ہوشمندی سے ۱۳۸ھ میں اسی اسپین میں ایک ایسی مضبوط اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دی تھی جو سو دو سو سال نہیں بلکہ اٹھ سو سال تک یورپ کی عظیم ترین سلطنت شمار ہوتی رہی ہے۔

اسپین میں فاتحین عرب کے اقتدار کے بعد پورے یورپ میں مسلمانوں کی فتوحات کا دروازہ کھل گیا تھا۔ اور اب مسلمانوں کی پیش قدمیاں یورپ میں صرف اسپین ہی تک محدود نہیں رہیں۔ بلکہ وہ جزیرہ سسلی پر بھی اسلامی پرچم لہرا چکے تھے۔ جزیرہ سسلی اٹلی سے بالکل متصل جنوب میں واقع تھا۔ اور فوجی اعتبار سے اِس جزیرہ کو پورے یورپ میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔

جزیرہ سسلی کی فتح کا سہرا ملوکِ اغلبیہ کے سر ہے۔ جو افریقہ کی بربری نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ سلطنت اغلبیہ کے بانی ابراہیم بن اغلب کو افریقہ اور مصر کا ملک خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے چالیس ہزار درہم سالانہ کی رقم کے بدلے ٹھیکہ پر دیدیا تھا۔ اور ابراہیم بن اغلب کے زمانے میں یہ ملک تھا جو ساحل بحر اوقیانوس سے لیکر مصر تک پھیلا ہوا تھا۔ شروع میں تو ابراہیم بن اغلب اور اُس کے جانشین، عباسی حکومت کے زیرِ نگیں رہے۔ لیکن بعد میں یہ خود مختار ہو گئے۔ اور خود مختار ہونے کے بعد انھوں نے یورپ میں بڑے ہی عظیم الشان بحری اور بری کارنامے انجام دیے ہیں۔

اغلبی حکمران سلطان زیادۃ اللہ کے عہد میں قاضی اسد بن فرات کے مرنے کے بعد اُن کے جانشین سسلی میں نئی نئی فتوحات حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سسلی کے بیشتر حصہ کے حکمران بن گئے۔ اغلبیوں نے جزیرہ سسلی کی فتح کے بعد جزائر پوتنا اور ایشیا کی جانب توجہ کی اور دور دور تک قبضہ جما لیا۔ یہاں کے لوگ عموماً عیسوی مذہب کے پیرو تھے۔ اور اُن کی تمدنی اور معاشرتی حالت نہایت خراب تھی لیکن مسلمانوں کی آمد کے بعد مختصر سے عرصہ میں ہی اُن کی حالت سدھر گئی۔ اور یہاں کے زیادہ تر باشندوں نے فاتحین اسلام کے نیک سلوک اور اسلام کے محاسن سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

یورپ کی اِن عظیم فتوحات کے بعد فاتحین اسلام اٹلی کی جانب متوجہ ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جب اٹلی میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی اور اٹلی والوں میں باہمی اختلافات عروج پر پہنچے ہوئے تھے فاتحین اسلام کو اہل اٹلی کے اختلافات سے بہت فائدہ پہنچا اور

انھوں نے ایک مختصر سے معرکہ کے بعد ۸۲۷ء میں اٹلی کے شہر ترنتو پر قبضہ جما لیا اور اٹلی کے ایک بہت بڑے علاقہ کو فتح کرنے کے بعد یہاں بھی اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔ مسلمان چاہتے تھے کہ اٹلی کو فوجی مرکز بنانے کے بعد رفتہ رفتہ پورے یورپ کو فتح کریں۔

شاہ فرانس شارلی مین مسلمانوں کا بہت بڑا دشمن تھا۔ وہ مسلمانوں کو یورپ سے نکالنے کے لئے آئے دن سازشیں کرتا رہتا تھا۔ لیکن اس زمانہ میں وہ مرچکا تھا۔ لیکن اُس کا جانشین بھی اُس سے کم متعصب نہ تھا لہٰذا اُس نے یورپین فتوحات کے دوران میں مسلمانوں کے لئے شدید مشکلات پیدا کی تھیں۔ اِس لئے فاتحین اسلام نے یہ طے کیا کہ فرانسیسی بادشاہ سے بھی دو دو ہاتھ کر لئے جائیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے فرانس پر حملہ کر کے شہر مرقدیس پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس کے بعد شہر یارمی بھی فتح کر لیا۔ اور انھوں نے بحر اڈریاٹک کی بندرگاہ پر بھی اسلامی پرچم لہرا دیا۔ یہ بندرگاہ فوجی اعتبار سے بہت بڑی اہمیت رکھتی تھی۔

اڈریاٹک کی بندرگاہ پر قابض ہونے کے بعد مسلمانوں کیلئے یورپ میں فتوحات کی نئی راہ کھل گئی تھی۔ لہٰذا انھوں نے طے کیا کہ اٹلی کے ساحلی شہروں پر حملہ کر کے انھیں اپنی قلمرو میں شامل کر لیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے مختصر سے عرصہ میں بلادیپلو، لوتنیہ اور رفاستہ کو فتح کر لیا۔

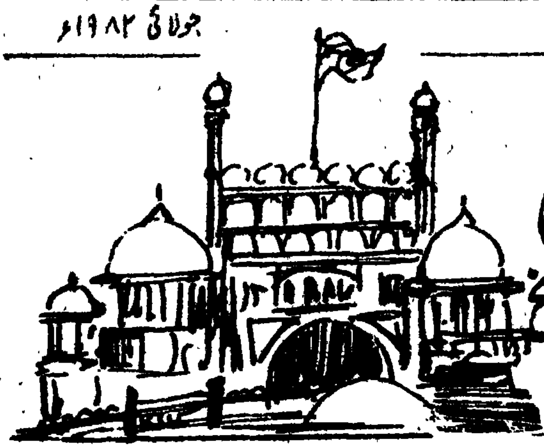
مسلمانوں کی اس پیش قدمی سے سالرنا اور نیپلس جیسے اہم مقامات بھی خطرہ میں پڑ گئے تھے۔ دریائے گاریلا، لوندکہ کے دہانہ پر مسلمانوں نے ایک قلعہ پہلے ہی تعمیر کر لیا تھا جس کی وجہ سے اُن کی فتوحات میں اور بھی آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اور وہ دریا کے ذریعہ سفر کر کے اٹلی کے اندرونی علاقہ کے فتح کے منصوبے بنا رہے تھے۔ جن کی وجہ سے پورے اٹلی میں تشویش پیدا ہو گئی

خود روم کا پوپ مسلمانوں کے اِن فاتحانہ سرگرمیوں سے گھبرا گیا تھا۔ اُس نے اٹلی کے باشندوں کو متنبہ کیا کہ وہ اپنی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کریں۔ اُدھر اغلبی عربوں کی فوجیں شہر روم کی جانب تیزی سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مسلمان سینٹ پیٹرس اور سینٹ پولوس کے گرجوں کو فتح کئے بغیر نہیں رہیں گے۔ لیکن اٹلی کے باشندوں نے مسلمانوں کے مقابلہ پر اپنی پوری طاقت لگا دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی پیش قدمی تو رک گئی۔ لیکن مختلف معرکوں میں اُن کے ہاتھ بے اندازہ سامانِ جنگ اور دولت ہاتھ آئی۔

۸۴۶ء میں مسلمانوں کی جنگی سرگرمیاں اور بھی تیز ہو گئیں۔ لوئی ثانی شاہ اٹلی ایک عظیم الشان لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلہ پر آگیا۔ اور یہ جنگ برابر طول پکڑتی گئی۔ غرضکہ ۸۶۸ء تک عیسائیوں اور مسلمانوں میں جنگ کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اِس طویل جنگ سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا۔ رسد کی راہیں اُن کے لئے بند کر دی گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۸۷۱ء میں مدینہ باری اور بہت سے علاقے مسلمانوں کے قبضے سے نکل گئے۔ اور اب اٹلی میں مسلمانوں کی پیش قدمی کی رفتار سست ہو گئی

مشہور مورخ گبن اٹلی میں مسلمانوں کی فتوحات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمان جس جوش و خروش کے ساتھ اٹلی میں وارد ہوئے تھے اور اُن کی رفتار جس قدر تیز تھی اسے دیکھتے ہوئے عام اندیشہ یہ تھا کہ مسلمان بہت جلد اسپین اور سسلی کی طرح اٹلی کے پورے ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ لیکن اغلبیوں یعنی حکمران طبقہ کی خانہ جنگی نے مسلمانوں کے زور کو توڑ دیا۔ مسلمانوں کی طاقت جو اٹلی کے خلاف لگی ہوئی تھی آپس ہی میں ٹکرا ٹکرا کر ختم ہونے لگی۔ اگر مسلمان خانہ جنگی میں مبتلا نہ ہوتے تو یہ بات یقینی تھی کہ مسلمان ضرور اٹلی کو فتح کر لیتے اور اس کے بعد فرانس، جرمنی اور یورپ کا کوئی ملک بھی مسلمانوں کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکتا۔

مسٹر گبن نے جو کچھ کہا ہے اُس کی سچائی اور حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں کو سب سے زیادہ جس چیز نے نقصان پہنچایا ہے، وہ اُن کی خانہ جنگی تھی۔ اِسی خانہ جنگی کی وجہ سے اٹلی کا مفتوحہ علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اسی خانہ جنگی نے مسلمانوں کی دو بہت بڑی یورپین سلطنتیں یعنی سلطنت اسپین اور سلطنت سسلی کو ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے نابود کر کے رکھ دیا۔ مسلمان اگرچہ اٹلی میں اپنی کوئی دیرپا سلطنت قائم نہ کر سکے لیکن ان حقائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں بلا کا جوش اسلامی تھا۔



تاریخ ہند

شاہجہاں کے دور کی نئی دلیؔ

تاریخی شہر "شاہجہاں آباد" کی تعمیر کی مختصر تاریخ

(از شوکت علی فہمی)

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جسے ہم آج پرانی دہلی کہتے ہیں وہ دراصل شاہجہاں کے زمانہ کی نئی دلی تھی جس کا پرانا نام "شاہجہاں آباد" ہے یہ پورا شہر ایک خاص پلان کے تحت اب سے ساڑھے تین سو برس قبل شہنشاہ شاہجہاں نے تعمیر کیا تھا۔ اِس تاریخی شہر کی اگرچہ سیکڑوں عمارتیں انقلابات زمانہ کے ہاتھوں مٹ چکی ہیں۔ لیکن پھر بھی لال قلعہ کی سربفلک عمارت جامع مسجد کے عظیم الشان گنبد اور مینار فتحپوری مسجد کی بلند و بالا محرابیں آج بھی مغلیہ دور کی عظمت کی نشان دہی کر رہی ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں "شاہجہاں آباد" کی تعمیر کی نہایت مختصر تاریخ پیش کر رہے ہیں۔

مغل شہنشاہ شاہجہاں کے آباو اجداد اگرچہ زمانہ دراز سے "آگرہ" کو ہندوستان کا دارالسلطنت بنائے ہوئے تھے اور اسی شہر سے ہندوستان سے لیکر افغانستان تک حکومت کرتے رہے تھے لیکن شاہجہاں کو آگرہ پسند نہیں تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس قدیم شہر کی زمین ناہموار تھی گلی کوچے اور بازار تنگ و تاریک تھے۔ یہ شہر کسی خاص پلان کے تحت تعمیر نہیں ہوا تھا بلکہ مختلف حکمران اپنے اپنے دورِ حکومت میں اِس شہر میں نئی نئی عمارتیں تعمیر کرتے رہے تھے۔ اور اِن عمارتوں میں نہ حسن تھا اور نہ یکسانیت۔

آگرہ کی سڑکیں چونکہ زیادہ چوڑی نہیں تھیں اِس لئے جب بادشاہ کی سواری نکلتی تھی۔ یا تہواروں کے موقعوں پر جلوس نکلتے تھے تو آگرہ کے تنگ بازاروں میں اِس قدر ہجوم ہو جاتا تھا کہ کہ بہت سے آدمی اِس ہجوم میں کچل جاتے تھے۔ اِن دقتوں اور پریشانیوں کو دیکھتے ہوئے شاہجہاں نے اپنے زمانہ کے نامور مہندسوں اور ماہرین تعمیرات کو حکم دیا کہ وہ آگرہ کے قریب دارالسلطنت کے لئے کوئی مناسب مقام تجویز کریں تاکہ ایک خاص منصوبہ کے تحت ہندوستان کے لئے نیا دارالسلطنت تعمیر کیا جائے

مہندسوں نے اور معماروں نے کافی چھان بین کے بعد یہ رائے دی کہ قدیم زمانہ کی دہلی کے قریب ایک مقام نورگڈھ ہے جو سلیم گڈھ سے متصل ہے۔ اور دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے۔ اِس مقام کی زمین بھی ہموار ہے اور آب و ہوا بھی معتدل ہے لہٰذا اگر یہاں دارالسلطنت تعمیر کیا جائے تو نہایت ہی موزوں ثابت ہوگا۔ مہندسوں کی یہ رائے شاہجہاں کو اِس لئے بھی پسند آئی کیونکہ یہ مقام آگرہ سے بھی دور نہیں تھا۔ چنانچہ شاہجہاں جدید دارالسلطنت کے لئے مجوزہ مقام دیکھنے کے لئے خود دہلی آیا اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کرنے کے بعد پہلے تو لائق نقشہ نویسوں سے نئے دارالسلطنت "شاہجہاں آباد" کا نقشہ تیار کرایا۔ اور اس کے بعد ماہرین تعمیر سے مشورہ کے بعد اِس نئے شہر کی تعمیر کا حکم دے دیا۔

"شاہجہاں آباد" یعنی شہنشاہ شاہجہاں کی تعمیر کردہ نئی دلیؔ کی بنیادوں کے کھودنے کا کام تمام دن کی قرآن خوانی کے بعد تاریخ ۹ محرم ۱۰۴۹ ہجری (سنہ ۱۶۳۹ء) جمعہ کی رات کو شروع کیا گیا تھا۔

استاد حامد اور استاد محمود تعمیر کے نگراں مقرر کئے گئے تھے۔ ہندوستان کے تمام منتخب سنگ تراش، معمار، نجّار اور پچی کاری کے ماہرین کی خدمات اِس نئے شہر کی تعمیر کے لئے حاصل کرلی گئی تھیں جن میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میں اپنے ہنر کا کمال دکھانے میں دوسروں سے سبقت لے جاؤں۔ غرضکہ بڑے اہتمام اور بڑی تیزی کے ساتھ اِس جدید شہر کی تعمیر شروع ہوگئی۔ سلطان فیروز شاہ کے زمانے کی ایک نہر جو زمانہ دراز سے بند پڑی تھی اُسے نئے سرے سے درست کیا گیا اور پھر اِس شہر کی مزید کھدائی کے بعد اُسے قلعہ تک لایا گیا۔

[illegible] کا پہلا سال تو تقریباً بنیادوں کی کھدائی اور اُن کے بھرنے میں صرف ہوگیا۔ لیکن [illegible] سے جب "شاہجہاں باد" کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو ہر طرف تعمیر ہی تعمیر دکھائی دیتی تھی۔ ملک کے تقریباً دس ہزار منتخب کاریگر رات دن اِس جدید شہر کی تعمیر میں معروف تھے۔ شاہی قلعہ اور شہر کی دیگر تعمیرات کے علاوہ اُمرائے سلطنت کی حویلیاں بھی بننی شروع ہوگئی تھیں۔ اِس کے علاوہ ملک کے صناعوں اور تاجروں نے بھی اپنے لئے عالیشان حویلیاں اور تجارتی کوٹھیاں شروع کردی تھیں۔ غرضکہ ابھی شاہجہان آباد زیر تعمیر ہی تھا کہ کاریگروں، تاجروں، صناعوں اور ماہرین فن کی خوبصورت بستیاں پہلے ہی سے آباد ہونی شروع ہوگئی تھیں۔

لال قلعہ کی تعمیر ابتدا میں عزت خاں کے زیر اہتمام ہوئی۔ لیکن جب عزت خاں کو ٹھٹھہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا گیا تو اُس کی تعمیر کا اہتمام مکرمت خاں کے سپرد ہوا۔ مکرمت خاں اپنے زمانہ کا نہ صرف بہت بڑا ماہر تعمیر تھا بلکہ بہترین منتظم بھی تھا۔ چنانچہ اُس کے زیر اہتمام بڑی سرعت کے ساتھ لال قلعہ کی تعمیر جاری رہی جو [illegible] ([illegible]) میں صرف آٹھ سال کی مختصر سی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

مورخوں کا بیان ہے کہ اِس قلعہ پر اور اُس کی ملحقہ عمارتوں پر تقریباً ایک کروڑ روپیہ صرف ہوا تھا۔ اِس کے چار عالیشان دروازے ہیں۔ اور دو دریچے ہیں اور اکیس برج ہیں جن میں سات اور اور چودہ مثمن ہیں اِس کی چہار دیواری کا محیط مثمن نما ہے جس کا طول ایک ہزار گز اور عرض چھ سو گز ہے۔ اور [illegible] گز ہے۔ یہ قلعہ چھ لاکھ مربع گز زمین پر تعمیر کیا گیا ہے

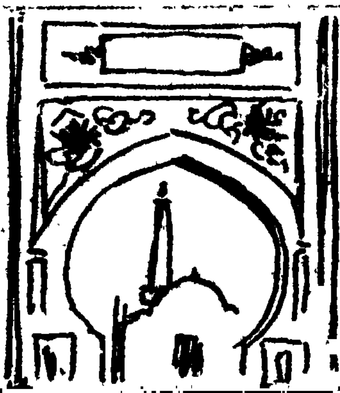
اور اُس کا پورا دور تین ہزار تین سو گز ہے۔ اِس پورے قلعہ کو اوپر سے لیکر نیچے تک سنگ سرخ سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اور اِس کی تعمیر کا کمال یہ ہے کہ پتھروں کو اِس طرح جوڑا گیا ہے کہ اِن میں کسی جگہ بھی کوئی دراڑ نہیں دکھائی دیتی جس کی وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری کی پوری عظیم الشان عمارت گویا ایک ہی پتھر میں سے تراش کر بنائی گئی ہے۔ دیوان خاص۔ دیوان عام اور حمام فن تعمیر کے شاہکار ہیں جن کی چھتوں پر زریں کام ہے دیواروں پر پچی کاری کے ذریعہ گلشن سا کھلا ہوا ہے اور جا بجا محل کے اندر نہریں رواں ہیں غرضکہ پورا قلعہ حسن و خوبصورتی اور صنعت کاری کا ایک نادر نمونہ ہے قلعہ کے صدر دروازہ کے باہر سے بازار چوک (چاندنی چوک) شروع ہوتا ہے۔ جو مسجد بی بی فتحپوری محل پر جاکر ختم ہوتا ہے مسجد فتحپوری کا طول ۵۴ گز اور عرض ۲۵ گز ہے یہ بھی قلعہ کی طرح سنگ سرخ سے بنائی گئی ہے۔ اور فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے۔

آٹھ سال کی مدت میں جب شہر "شاہجہاں آباد" اور عظیم الشان قلعہ تیار ہوگیا تو اُس میں اجلاس کی تاریخ ۲۴ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ قرار دی گئی۔ چنانچہ تاریخ مقررہ پر جب شہنشاہ شاہجہاں نے قلعہ میں اجلاس کیا تو پورا شاہجہاں آباد دلہن بنا ہوا تھا۔ قلعہ کے چپہ چپہ کو قیمتی قالینوں سے ڈھک دیا گیا تھا۔ محل کی تمام محرابوں اور دروازوں پر مخمل اور زردوزی کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ غرضکہ پورے محل کو بڑے سلیقہ کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا۔

قلعہ کے وسیع صحن کے لئے ایک خیمہ تیار کیا گیا تھا۔ جس کا طول ۷۰ گز اور عرض ۴۵ گز تھا۔ یہ خیمہ کئی لاکھ روپیہ کی لاگت سے احمدآباد کے ایک کارخانہ میں تیار کیا گیا تھا۔ اِسے ۲۲ گز اونچے چاندی کے ستونوں پر تین ہزار فراشوں نے کھڑا کیا تھا۔ اِس خیمہ کی میخیں بھی چاندی کی تھیں۔ اِس لانبے چوڑے خیمہ میں بیک وقت دس ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے یہ پورا خیمہ مخمل۔ زربفت اور دیبائے گجراتی سے بنایا گیا تھا۔ پورے خیمہ پر زردوزی کا کام تھا اور اُس میں جا بجا جواہرات اور موتیوں کے جھالر آویزاں تھے اور اسی شامیانے کے نیچے لاکر دہ تخت طاؤس رکھا گیا تھا۔ جو نوادرات میں سے تھا

شہنشاہ شاہجہاں کو چونکہ ۲۴ ربیع الاول [illegible] کو تعمیر قلعہ میں اجلاس کرنا تھا۔ اِس لئے بادشاہ ۱۲ ربیع الاول ہی کو۔

[illegible]



ہم نے اسلام کیوں قبول کیا

نومسلم مفکرین کے اسلام کے بارے میں احساسات

(از جناب قاضی ذاکر الفضلی بہ تامبیٹ مدراس)

اسلام میں وہ کونسی کشش ہے کہ جس سے متاثر ہو کر دنیا کے مختلف حصوں میں لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے جا رہے ہیں - اس کا اندازہ جناب قاضی ذاکر الفضلی کے ذیل کے مقالہ سے ہو سکتا ہے - جو انھوں نے بڑی کاوش اور محنت سے مرتب کیا ہے -

ڈاکٹر علی سلمان بنوا (فرانس) نے اپنے قبول اسلام کے بعد "دین اسلام" کے متعلق اپنے احساسات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے -

"اسلام کے - عقیدۂ توحید اور عقیدۂ ایمان بالغیب" نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے کیونکہ میں اپنی زندگی کے "مسیحی دور" میں بھی توحید کا قائل تھا - اور "مسیحیت" کا عقیدۂ تثلیث ہمیشہ میرے دل میں کھٹکتا رہا - آج میں فخر کے ساتھ یہ دعوی کر سکتا ہوں کہ قبول اسلام سے پہلے بھی کلمۂ اسلام کے جزو اول "لا الہ الا اللہ" پر میرا ایمان تھا - اور قرآن کریم کی یہ مختصر سورت میرے فطری شعور کی پوری عکاسی کرتی تھی - قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد "

"دوسری بات جو میرے افکار و نظریات اور "دین مسیحی" کے درمیان حائل رہی وہ یہ تھی کہ مسیحی تعلیمات "طہارت و نظافت" کے قوانین و احکام سے یکسر خالی ہیں بالخصوص عبادت سے پہلے وہاں کسی بھی قسم کی طہارت کا کوئی قاعدہ اور قانون بالکل نہ تھا میرا دل کہتا تھا کہ یہ تو عبادت خداوندی کی عظمت کے بالکل منافی ہے - کیونکہ "روحانی طہارت" کا جسمانی پاکیزگی کے ساتھ خاص جوڑ ہے اس کے برخلاف مذہب اسلام میں طہارت و نظافت کا وہ مکمل نظام ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی -

غرض یہ چند اہم اسباب تھے جن سے کہ مجھے نظریاتی آسودگی حاصل ہوئی اور میں کلمہ طیبہ کے جزو ثانی پر بھی ایمان لے آیا - چنانچہ میں نہایت دلی مسرت کے ساتھ پھر سے اقرار کرتا ہوں کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد اعبدہ و رسولہ -

---

امریکی نومسلم مفکر کیوینل ڈونالڈیس رد کوبل (مشہور شاعر و ناقد ار مصنف) نے یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے کہ

"اسلامی عبادت گاہوں کی شکل میں یہ عظیم اور پرشکوہ اور جاذب نظر عمارتیں اور وہاں کے پرسکون ماحول اور ایمان افزا فضا سے میں غیر معمولی طور پر متاثر ہوا - اور مسجد کی باہر والی زندگی میں بھی اہل اسلام کی یقین و توکل سے بھرپور مثالی زندگی اور پنجوقتہ اپنے آقا کی دعوت پہ لبیک کہتے ہوئے دربار خداوندی میں اجتماعی حاضری کا عظیم الشان مظاہرہ - وہ محرکات ہیں کہ ان حقائق نے میرے افکار و خیالات کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی ہے

اور دوسری طرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور "تعلیمات" کی پاکیزگی اور جامعیت اپنے اندر کیا کچھ کم اثر و کشش رکھتی ہے ؟ -

دین اسلام کی حقانیت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کی تمام تر تعلیمات و احکامات آج بھی اسی طرح اپنے اندر

"صلاحیت عمل" رکھتے ہیں اور اپنی کامل ومکمل صورت پر باقی ہیں۔ جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل یہ خدا کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ یہ عظیم کتاب "قرآن پاک" جو چودہ سو سال پہلے مشرکین عرب کی ہدایت کیلئے بھیجی گئی تھی۔ آج بھی اُس کا ایک ایک حرف اپنے اندر ہدایت کا سبق لئے ہوئے ہے۔ اور دنیا کو اُس کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ پہلے تھی۔ ان حقائق کے علاوہ "احکام اسلامی" کا وہ مثالی اعتدال اور توسط نے بھی جس سے کہ ایک معمولی "حکم" بھی خالی نہیں ہے۔ مجھے دعوت فکر دی ہے "یہ مثالی اعتدال" ہی اسلام کی حقانیت اور اُس کے میرا دیان ہونے کا کھلا ثبوت ہے اور ہر صحیح الفکر انسان کے لئے جاذب قلب ونظر ہے۔

ہاں! بڑی نا انصافی ہوگی اگر ہم "اسلامی مساوات" جیسی اہم اور بنیادی خوبی کو نظر انداز کردیں جبکہ یہ ایک بہت بڑی خوبی سے چشم پوشی کرنے کے مرادف ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی زندگی میں "اخوت ومساوات" کے وہ مظاہر ہر قدم پر دیدہ بینا کو نظر آئیں گے جن کی مثال کسی بھی مذہب کی تعلیمات میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ ایک چھوٹی سی مسجد کی چار دیواری کے اندر ایک ہی صف میں بادشاہ وغلام، اور امیر وغریب کو شانہ بشانہ کھڑے ہوکر اونچ نیچ کا فرق وامتیاز مٹانے کی تعلیم آفریں "مساوات اسلامی" ہی نے تو دی ہے؟

یہ چند ظاہری اسباب اور وجوہ تھے۔ جن کو میرے "قبول اسلام" میں خاص دخل حاصل ہے!

آسٹریلیوی نومسلمہ خاتون محترمہ سیسلیا محمودہ کانولی رقمطراز ہیں اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ دین اسلام کی کس خوبی نے تمہیں متاثر کیا؟ تو میرا جواب ہوگا "نماز" جو ایک اہم اسلامی فریضہ ہے۔ کیونکہ عیسائیت میں بھی نماز ہے مگر اُس کی حقیقت ایک "دعا" سے بڑھ کر نہیں اور وہ بھی صرف دنیا کی بھلائی کیلئے۔ جس میں "آخرت والی زندگی" کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور مزید براں یہ دعا براہ راست پروردگار عالم سے بھی نہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے واسطہ سے۔ اس کے برخلاف اسلام میں "یہ فریضۂ نماز" ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ جس کے ذریعہ اللہ پاک سے بندہ کا تعلق "تازندگی" قائم ہوتا رہتا ہے۔ پانچ مرتبہ دربار خداوندی میں حاضر ہوکر ہر روز بندہ خدائے پاک کی حمد وثنا اور اس کی نعمتوں پر شکر کا اظہار کرتا ہے۔ ہدایت کی بھیک مانگتا ہے۔ جس سے اُس کی زندگی نکھر جاتی ہے۔

جاپانی نومسلمہ خاتون مس فاطمہ کازو لکھتی ہیں۔

اپنے دین پر ایمان ویقین اور اعتماد کی کمزوری میرے لئے باعث تشویش بنی ہوئی تھی۔ کبھی کبھار میں سوچتی کہ پیا اسباب کی بہتات اور عیش وآرام کے باوجود زندگی میں کس چیز کی کمی مجھے پریشان کئے ہوئے ہے۔ کیا بات ہے کہ کسی چیز کے فقدان کا احساس روز بروز بڑھتا ہی جارہا ہے۔ ضمیر مجھے جھنجھوڑ رہا تھا کہ اس بے سکونی اور اضطراب کا کچھ تو سبب ہوگا۔ جس کی ٹوہ لگائی جائے۔

اس کو حسن اتفاق ہی کہوں گی کہ ان دنوں میری ملاقات ایک مسلمان سے ہوگئی جو ٹوکیو میں رہتا تھا دین پسند آدمی تھا۔ جس کی زندہ دلی اور با اصول پاکیزہ زندگی نے مجھے اُس سے قریب ہونے پر مجبور کیا۔ موقع کو غنیمت جان کر میں نے اُس سے "دین وایمان" کے موضوع پر سیر حاصل گفتگوئیں کیں۔ بڑی حیرت مجھے اس بات پر ہوئی کہ میرا کوئی سوال یا الجھن ایسی نہیں تھی جس کا شافی ووافی جواب یا حل اُس مردِ مومن نے اپنی دینی معلومات کی روشنی میں پیش نہ کیا ہو۔ پہلی ہی ملاقات میں میں نے روحانی سکون محسوس کیا۔ ایسے لگا جیسے زندگی کی کشتی بھنور سے نکل کر دھیرے دھیرے ساحل کی طرف بڑھ رہی ہو۔ اور اپنے پروردگار کی نزدیکی کا احساس میرے اندر جاگنے لگا۔ یہ روشنی کی ایک کرن تھی۔ آج الحمد للہ زندگی کا گوشہ گوشہ اس روشنی سے معمور ہوچکا ہے۔ میں دنیا کو چیلنج کروں گی کہ حقیقی معنوں میں امن اور اطمینان اور چین وسلامتی دین اسلام کے پرچم تلے ہی مل سکتی ہے۔ کاش میری قوم کو اس صحیح راستہ پر لگانے کا کوئی حسین موقع مجھے مل جائے۔

ملایا کے نومسلم جناب ابراہیم وُنے نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

قبول اسلام سے پہلے میں رومن کیتھولک تھا اس کے باوجود مسیحی عقائد تثلیث عشاء ربانی اور تعظیم رسول میں بے انتہا غلو وغیرہ

میرے نزدیک ایسے سربستہ راز تھے جن کا حل کبھی کسی سے ہو سکا اور نہ ہوگا۔ میں نے جب بھی ان معموں کو حل کرنے کی کوشش کی تو بڑے سے بڑے پادری اور پوپ نے یہ کہکر مجھے ساکت کرنے کی کوشش کی کہ یہ اسرار ہیں اور اسرار ہی رہیں گے۔ اپنا عقیدہ درست کرو کہ عیسیٰ ہی خاتم النبیین ہیں "محمد" تو جھوٹے ہیں (معاذ اللہ) جس دین کی تعلیمات سے میری روح کی پیاس نہ بجھ سکی میں اس پر اعتماد و یقین کیسے کرتا؟ لازماً اس سے دور ہونے لگا فاصلے بڑھنے لگے لیکن خدا کی وحدانیت پر میرا ایمان ہمیشہ رہا۔ اپنی روحانی آسودگی کیلئے میں مسلمانوں کے قریب ہوا تو خدا کا شکر کہ ان کی ملاقاتیں اور بڑھتے ہوئے تعلقات نے میری اور رہنمائی کی اور اس طرح دین اسلام کو قریب سے دیکھنے اور پرکھنے کا زریں موقع ملا۔ اور مجھے روحانی سکون اس زندگی میں پہلی بار میسر ہوا۔ واقعی اسلام ہی وہ "دین حق" ہے جس کی تعلیمات "روح" ہی کو نہیں بلکہ "عقل" کو بھی سکون اور اطمینا بخشتی ہیں "اسلام" میں عبادت صرف اس ایک ذات وحدہٗ لاشریک کیلئے مخصوص ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں۔

ان احساسات کے علاوہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسلامی فریضہ "نماز" نے میرے دل کو بہت متاثر کیا اور میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

قرآن پاک کے تیسوں پاروں کے جملہ مضامین آپکی مادری زبان میں

اردو زبان میں قرآن مجید

کلام پاک کے تمام مضامین اور احکامات ابجد وار سلیس اردو میں شائع کردیئے گئے ہیں

یہ اردو زبان کا قرآن مجید بھی ہے اور قرآن مجید کے جملہ مضامین کی ڈکشنری بھی، اس عجیب و غریب تالیف کے بعد قرآن مجید کی ورق گردانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہر اردو داں ایک نظر میں پورے قرآن مجید کے جملہ مضامین پر عبور حاصل کر سکتا ہے اور ہر شخص بڑی آسانی کے ساتھ جس مسئلہ اور جس موضوع کے بارے میں قرآن کا ناطق فیصلہ معلوم کرنا چاہے وہ ایک منٹ میں معلوم کر سکتا ہے۔ اس بے نظیر تالیف نے قرآن مجید کی تعلیم کو آئینہ کی طرح پیش کر دیا ہے۔ یہ تالیف حال ہی میں ڈکشنری مضامین القرآن کے نام سے شائع کی گئی ہے۔

ڈکشنری مضامین القرآن
(مرتبہ مفتی شوکت علی فہمی)

فی الحقیقت کتاب نہیں ہے بلکہ ایک معجزہ ہے جس میں قرآن پاک کے تیسوں پاروں کے جملہ مضامین اور مکمل احکامات اس طرح اردو میں ابجد وار درج کئے گئے ہیں کہ ہر شخص قرآن پاک کی تعلیمات سے علما کی طرح پورا پورا استفادہ کر سکتا ہے اس لاجواب تالیف نے بڑی بڑی تفسیروں اور نہ سمجھ میں آنے والے قرآن مجید کے ترجموں سے مسلمانوں کو بے نیاز کر دیا ہے۔

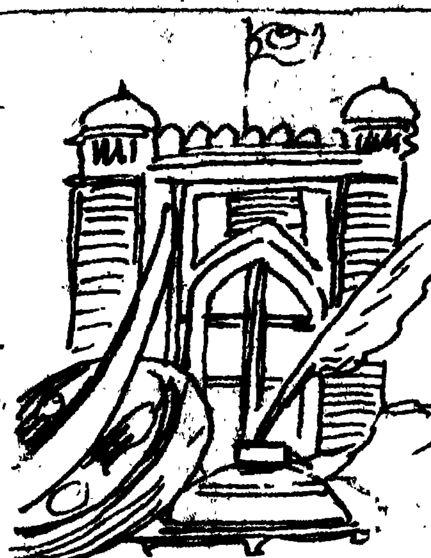
اسمیں قرآن مجید کے جملہ مضامین ذیل کے ترتیب کے ساتھ درج ہیں

(الف) کے تحت قرآن مجید کے وہ تمام مضامین اور ارشادات درج ہیں جو الف سے شروع ہوتے ہیں مثلاً اللہ، ایثار، انسان، ابراہیم، اسمٰعیل اسحاق وغیرہ

(ب) کے تحت قرآن مجید کے وہ تمام مضامین اور ارشادات درج ہیں جو ب سے شروع ہوتے ہیں مثلاً بربادی، برق، باطل، بنی اسرائیل وغیرہ

یعنی الف، ب، ت سے یکر ی تک قرآن مجید کے تمام مضامین اور ارشادات ابجد وار اردو میں درج کئے گئے ہیں اور قرآن مجید کے ہر پارہ رکوع اور آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو زبان میں قرآن مجید کے سلسلے میں یہ ایک ایسی مکمل اور مستند تالیف ہے جو اردو زبان میں تو کیا کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی۔

قیمت مجلد دس روپے



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین

اور سینکڑوں شاہان اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات

مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از مفتی شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے - ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کی مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے - اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا - رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کرکے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی

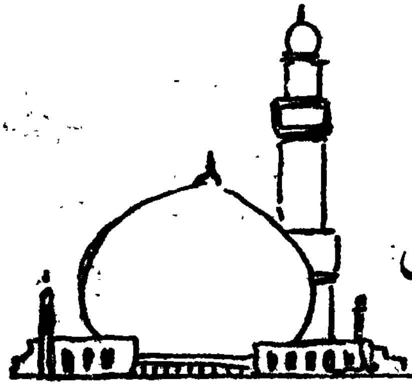
یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے اور اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے پہلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحیات جنگی کارنامے موجود ہیں - حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان غنی رض حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسن رض یعنی خلفائے راشدین کے دور خلافت کے مکمل حالات درج ہیں - اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے اس کے علاوہ ایران، عراق، شام، فلسطین افریقہ روم، ترکستان اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کی بھی تاریخ درج ہے

یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب :- حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات
دوسرا باب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات
تیسرا باب :- حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا عہد حکومت اور فتوحات
چوتھا باب :- حضرت عمر فاروق رضہ کا دور حکومت اور فتوحات
پانچواں باب :- حضرت عثمان غنی رضہ کا عہد حکومت اور فتوحات
چھٹا باب :- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور حکومت اور فتوحات
ساتواں باب :- امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات
آٹھواں باب :- خلفائے بنو عباس کا طویل دور حکومت
نواں باب :- اسپین اور یورپ کی دوسری اسلامی حکومتیں
دسواں باب :- مراکش، تیونس، الجزائر، اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں
گیارھواں باب :- مصر شام کی اسلامی حکومتیں، غازی صلاح الدین ایوبی کی صلیبی جنگیں
بارھواں باب :- ایران، افغانستان اور دوسری اسلامی حکومتیں
تیرھواں باب :- شاہان سلجوقی اور سلاطین ترکیہ کا دور حکومت
چودھواں باب :- ہندوستان کی خود مختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی - انداز تحریر ادبی، کتابت طباعت خوبصورت مکمل ایک ہزار [illegible] کاغذ سفید نہایت اعلیٰ ڈیلکس اور رنگین ٹائیٹل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگا لو جدید ایڈیشن [illegible] چودہ ابواب کی [illegible] تاریخ مجلد خوبصورت ڈسٹ کور [illegible] 55/-

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی



فاروقِ اعظمؓ کا نظامِ حکومت

بڑے سے بڑے حکام اور عمال کو عبرتناک سزائیں دیجاتی تھیں

(از علامہ عثمان امین)

علامہ عثمان امین قاہرہ یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر ہیں۔ ذیل میں آپ کا ایک فاضلانہ مقالہ درج کیا جا رہا ہے جس میں کہ حضرت فاروق اعظم کے بے مثال دورِ حکومت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مقالہ زمانہ حاضرہ کی جمہوری حکومتوں کے سربراہوں کے لئے ایک شمع ہدایت ہے۔

دنیا کے تمام بڑے بڑے منتظم اور مدبر اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ حُسنِ انتظام کے زاویہ نظر سے اسلام کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضہ کا دورِ خلافت ایک مثالی اور قابل تقلید زمانہ رہا ہے۔

حضرت عمر فاروق کے دورِ خلافت میں مملکت اسلامیہ کی حدود دور دور تک پھیل گئی تھیں اور اس مملکت میں مسلمانوں کے علاوہ بے شمار غیر مسلم بھی آباد تھے لیکن ایک مغربی مورخ کے الفاظ میں اس وقت وہ اسلامی مملکت حسنِ انتظام، انصاف اور رواداری کے لحاظ سے ایک ایسا خطہ بنی ہوئی تھی جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ناپید تھی

امیر المومنین حضرت عمر رضہ کے دورِ حکومت کی اس خصوصیت کے کئی اسباب ہیں۔ اور ان سب کی بنیاد اس حقیقت پر مبنی ہے کہ اسلام نے حکومت اور ریاست کو افراد کے اعزاز اور اقتدار کا ذریعہ نہیں بلکہ خلق اللہ یعنی عوام کی فلاح اور خدمت کا وسیلہ قرار دیا ہے اور۔ اور ریاست کے متعلق اسلام کے اس نظریہ سے نہ صرف خلفائے راشدین رضہ کی ذاتی زندگی ہی متاثر تھی بلکہ انھوں نے اسلامی ریاست کا پورا نظام بھی اسی نظریہ پر قائم کیا تھا۔ اس طرح حضرت عمر رضہ کی ذاتی زندگی اور ریاست سے متعلق اسلامی نظریہ نے مل کر ان کے دورِ خلافت کو اس خصوصیت کا آئینہ دار بنا دیا تھا۔ جس کا اعتراف سطور بالا میں کیا گیا ہے۔

حضرت عمر رضہ بعض تاریخی حالات اور اسباب کی بنا پر خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ کامیاب، طاقتور اور بااثر سمجھے جاتے ہیں ان باتوں کے باوجود خود ان کی ذاتی زندگی ایک شہری سے کسی طرح بھی مختلف اور بلند تر نہیں تھی۔ اور وہ اپنی زندگی کو اتنی سادگی کے ساتھ گزارتے تھے کہ نئے آنے والوں کے لئے عام مسلمانوں اور ان کے امیر کے درمیان فرق کرنا بھی دشوار ہو جاتا تھا اور چونکہ انھوں نے اپنی امارت اور خلافت کو ذاتی فائدہ اور نمود کے لئے استعمال نہیں کیا تھا اس لئے انہیں ریاست کے انتظام اور انصرام میں بے غرضی کے اسی اصول کو اختیار کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی تھی۔

حضرت عمر رضہ کے حُسنِ انتظام میں اس بات کو کلیدی حیثیت حاصل تھی کہ وہ اپنے عمال اور حکام پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ اور جب ان کے حالات میں کوئی تبدیلی دیکھتے تھے۔ تو بلا تکلف اس کے اسباب معلوم کرتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضہ نے ایک ایسا ہدایت نامہ مرتب کیا تھا۔ جس پر عمل درآمد کے لئے ہر عامل اور حاکم کو اپنے تقرر کے وقت حلف اٹھانا پڑتا تھا۔ اور چونکہ یہ ہدایت نامہ ریاست کا کوئی راز نہیں تھا۔ اور پوری قوم اس کے مفہوم اور مقصد کو جانتی تھی اس لئے قوم کا ہر فرد عمال اور حکام کی زندگی اور طریق کار کو ایک

ہدایت نامہ کے معیار پر جانچتا تھا اور جب کبھی کسی عامل یا حاکم کی زندگی میں کوئی شخص بھی کسی قسم کی تبدیلی محسوس کرتا تھا تو کسی معمولی سی جھجک کے بغیر اُس کا اظہار کر دیتا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضؓ کے دورِ خلافت میں اسلام کے نظامِ ریاست کے ماتحت عمال اور حکام کے کسی مشکوک یا ناقابلِ فہم عمل کی پردہ پوشی نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ بازپرس اور احتساب عام تھا اور اس عمل سے بڑے بڑے صحابہ رضؓ بھی محفوظ اور مامون نہیں [illegible]۔ چنانچہ تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ایسے بے شمار واقعات مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضؓ اپنے عمال کے محاسبہ میں کتنے سخت واقع ہوئے تھے۔

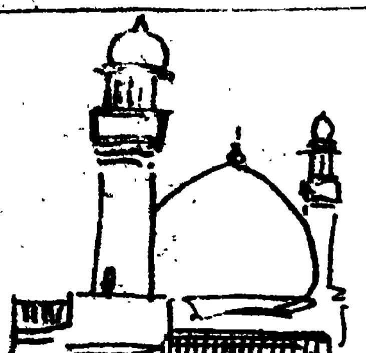
حضرت ابو ہریرہ رضؓ ایک بلند پایہ صحابی اور محدث ہیں حضرت عمر رضؓ نے انہیں بحرین کا والی یعنی گورنر مقرر کیا تھا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد انہیں معزول کر کے واپس بلا لیا تھا۔ اور اُن کی واپسی کے بعد اُن سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ تاریخ کی مستند کتابوں میں محفوظ ہے اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضؓ نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے کہا تھا کہ "جب میں نے تمہیں بحرین کا والی مقرر کیا تھا تو تمہارے پاس جوتے بھی نہیں تھے۔ اور اب میں نے سنا ہے کہ تم نے سولہ [illegible] دینار کے گھوڑے خریدے ہیں" اور اس بات کا جواب دیتے ہوئے [illegible] ابو ہریرہ رضؓ نے بتایا کہ "میری گھوڑی سے بچے پیدا ہوئے [illegible] اور لوگوں نے عطیات دئے تھے۔ ان دونوں نے میری حالت کو بہتر بنا دیا [illegible]" لیکن اس جواب سے حضرت عمر رضؓ کو اطمینان نہیں ہوا تھا اور [illegible] نے فرمایا تھا کہ ایسی حالت میں جبکہ تمہارا وظیفہ مقرر کر دیا گیا تھا ان چیزوں پر تمہارا کوئی حق نہیں تھا اس لئے تمہیں [illegible] دولت بیت المال میں جمع کر دینی چاہئے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ کے انکار کرنے پر درّے لگائے گئے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضؓ ایک بہت بڑے سپہ سالار اور جلیل القدر صحابی تھے۔ اور دربارِ رسالت سے انہیں سیف اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ وہ حمص میں مقیم تھے کہ حضرت عمر رضؓ کو اطلاع ملی کہ انہوں نے ایک شاعر اشعث بن قیس کو دس ہزار [illegible] حضرت عمر رضؓ نے تحقیقات کے بعد واقعہ کو صحیح [illegible] اور اُن کے عمامہ کو اُن کے گلے میں ڈال کر لوگوں کی موجودگی میں دریافت کیا کہ انہیں یہ رقم کہاں سے ملی تھی۔

حضرت خالد بن ولید رضؓ کو یہ رقم مالِ غنیمت میں سے اُن کے حصہ کے طور پر ملی تھی۔ انہوں نے امیر المومنین کو یہی بات بتا دی لیکن چونکہ ایک شاعر کو اتنی بڑی رقم دیدینا بجائے خود اس لئے قابلِ اعتراض تھا کہ اس سے اسراف کا پہلو نکلتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضؓ نے ان سے نصف مال لیکر بیت المال میں داخل کر دیا۔ اور اُن کی معزولی کے حکم کو بحال رکھا۔

حضرت عمر رضؓ اپنے عمال اور حکام کے معاملہ میں سخت گیری کی حسین حکمت عملی پر کاربند تھے۔ آپ نے نہ صرف عمال ہی کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں انتہا درجہ کا فرض شناس بنا دیا تھا۔ بلکہ پوری قوم میں بھی ضبط اور نظم کو برقرار رکھنے کا ایک جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ اسلامی مملکت کا ہر شہری خود اپنی ذات اور ریاست پر کامل اعتماد اور بھروسہ رکھتا تھا۔ اور جب کبھی اُسے کسی عامل یا حاکم کے خلاف کوئی شکایت پیدا ہوتی تو وہ اُسے ذاتی نہیں بلکہ قومی شکایت کا درجہ دے کر اُس کی تلافی کی کوشش کرتا تھا۔ اور اسی لئے اسلامی مملکت حسنِ انتظام کا ایک ایسا بے مثال نمونہ بنی ہوئی تھی جس کی مثال آج کے جمہوری دور میں بھی ناپید ہے۔

فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص بھی ایک بلند پایہ صحابی تھے انھوں نے فتح ایران کے بعد کوفہ میں اپنے رہنے کے لئے امرائے ایران کی طرح ایک محلسرا بنوالی تھی جب حضرت عمر رضؓ کو اس محلسرا کی تعمیر کا علم ہوا تو آپ کو سخت ناگواری پیدا ہوئی کیونکہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ عرب کے زعما اپنی سادگی چھوڑ کر غیر ملکیوں کی تقلید کریں۔ آپ کو اسقدر ناگواری پیدا ہوئی ہے کہ آپ نے اپنے خاص آدمی بھیجکر اس محلسرا کو آگ لگوا کر خاک کا ڈھیر کرا دیا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہلوا دیا کہ "تم کو بدستور جھونپڑے کے خیمہ میں رہنا ہوگا۔ تاکہ عوام آسانی سے تم تک پہنچ سکیں" صرف اس ایک واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضؓ حکام کے معاملہ میں کسقدر با اصول اور سخت تھے اور ان کا دورِ حکومت زمانہ حاضرہ کی جمہوری حکومتوں سے بھی کس طرح ہزار درجہ بہتر تھا۔



وہ پہاڑوں سے ٹکرا جاتے تھے

اسلامی عقیدہ کی پختگی کی کرشمہ سازی

(از علامہ احمد عثمان مکی)

آج مسلمانوں کی پریشانی کا بڑا سبب یہ ہے کہ اُن کے اسلامی عقیدہ میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے۔ ورنہ جہانتک اسلامی عقیدہ کا تعلق ہے یہ مسلمانوں کی وہ بے پناہ طاقت تھی۔ جیکے بل پر وہ بڑی سے بڑی طاقتوں سے ٹکرا جاتے تھے۔ اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی مصیبت کو نظر میں نہیں لاتے تھے علامہ احمد عثمان مکی نے اپنے ذیل کے مقالہ میں پختہ عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے ایمان افروز واقعات پیش کئے ہیں۔ جسکا ترجمہ ناظرین دین دنیا کی معلومات کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔

اسلامی زندگی میں عقیدہ کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ایمان اور عقیدہ کی پختگی ایک مسلمان کی بہت بڑی طاقت ہے۔ جس سے کہ حوصلہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ مسلمان دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے ایمان اور عقیدہ کی جس پختگی کا اظہار کیا ہے وہ زمانہ حاضرہ کے مسلمانوں کے لئے شمع ہدایت ہے۔ یہ عقیدہ ہی کا تو کرشمہ ہے کہ صحابہ کرام کی نظروں میں بڑی سے بڑی سلطنتوں کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ اور اس عقیدہ کے مقابلہ پر وہ دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کو ٹھکرا دیتے تھے۔

حافظ ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن بن حذافہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انھیں رومی سپاہی گرفتار کرکے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اُن سے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو میں تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کر لوں گا اور اپنی لڑکی کی تمہارے ساتھ شادی بھی کر دوں گا کیونکہ میں تمہاری باتوں سے اور عقلت سے بے حد متاثر ہوں۔ یہ میری جانب سے اتنی بڑی پیشکش ہے جس سے بڑھکر اور کوئی پیشکش نہیں ہو سکتی۔ مجھے امید ہے کہ تم اسے ضرور قبول کروگے

عبدالرحمٰن رضا نے بلا تامل جواب دیا کہ اگر تم مجھے اپنی ساری سلطنت اور نصرانیوں کی ساری دولت بھی اس مقصد کے لئے دینا چاہو کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے ایک لمحہ کے لئے بھی منحرف ہو جاؤں تو یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ ہم کبھی دین پر دنیا کو فوقیت نہیں دیتے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا تم اسکو پسند کروگے کہ میں تمہیں قتل کرا دوں۔ انھوں نے جواب دیا خوشی سے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں لٹکا دیا جائے اور تیر اندازوں سے کہا کہ جب میں حکم دوں تو انہیں تیروں سے چھلنی کر دو۔ جب اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا تو بادشاہ کے حکم سے انہیں اتارا گیا۔ اور اُن سے قبل کے گرفتار شدہ مسلمانوں کے پاس لے جایا گیا جو صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گئے تھے۔ اُن سے پھر عیسائیت کے قبول کرنے کے لئے کہا گیا۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰن بدستور انکار کرتے رہے۔ پھر انہیں کھولتے پانی میں ڈال دینے کا حکم دیا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن رو دئیے۔ بادشاہ نے کہا کہ روتے کیوں ہو۔ انھوں نے کہا کہ میں صرف اس لئے رویا کہ اللہ کی راہ میں پیش کرنے کے لئے میرے پاس صرف ایک جان ہے میں تو چاہتا تھا کہ میرے ہر بال کے بدلے ایک جان ہوتی جسکو بار بار میں اسی طرح راہ خدا میں قربان

سعادت حاصل کرتا رہتا اور آخر حضرت عبدالرحمٰن بن خدیفہ نے اسلام پر اپنی جان قربان کردی

حضرت عبدالرحمٰن بن حذیفہؓ کی طرح حضرت حبیب بن زیدؓ بھی عقیدہ کے معاملہ میں نہایت ہی پختہ تھے انہیں مسیلمہ بن کذاب کے پاس دعوت اسلام دینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ مسیلمہ بن کذاب خود رسول ہونے کا دعویدار تھا۔ اس نے رسول اللہ صلعم کو لکھا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنے دین کے کسی داعی کو میرے پاس بھیجدیں تاکہ میں آپ کے دین کی معلومات اس سے حاصل کرسکوں۔ اگر میں مطمئن ہوگیا تو دعوے نبوت سے دستبردار ہوکر اسلام قبول کرلوں گا۔ لیکن مسیلمہ نے غداری کی اور اس نے حبیب بن زید کو گرفتار کرلیا۔

جب حضرت حبیب بن زیدؓ کو مسیلمہ کے سامنے گرفتار کرکے پیش کیا گیا تو وہ اپنے ساتھیوں کے مجمع میں بیٹھا ہوا تھا اس نے سوال کیا کہ۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ انھوں نے جواب دیا بلاشبہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ پھر مسیلمہ نے دوسرا سوال کیا کہ۔ کیا تم اس بات کی بھی گواہی دیتے ہو کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت حبیب نے جواب دیا کہ میں بہرہ ہوں سن نہیں سکتا۔ پھر مسیلمہ نے اُن کے جسم کا ایک عضو کٹوا کر یہی سوال دہرایا تو حضرت حبیب نے کہا کہ ایسی باتیں سننے کے لئے میرے کان بند ہیں۔ وہ برابر ایک ایک کرکے اُن کے ہاتھ پاؤں [illegible] مگر حضرت حبیب برابر یہی فرماتے رہے کہ اللہ کے رسول [illegible] حضرت محمد ہی ہوسکتے ہیں نہ کہ تجھ جیسا جھوٹا شخص یہاں تک کہ آپ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر بے ہوش ہوگئے اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

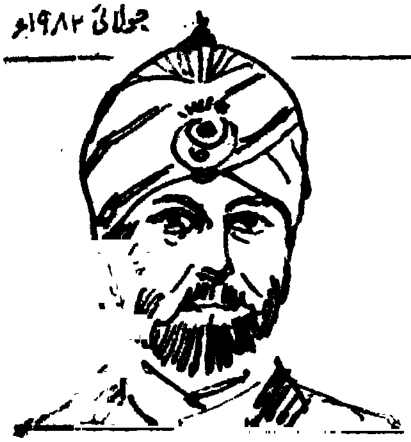
صحابہ کرام کی رسول اللہ صلعم اور اسلام کے ساتھ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اسلام کا جو دوست تھا وہ اُن کا دوست تھا۔ اور جو اسلام کا مخالف تھا وہ [illegible] کے لئے کانٹے کی طرح کھٹکتا خواہ وہ اُن کا حقیقی [illegible] کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ایک صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص اس بات کے [illegible] اپنے حقیقی بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے خون کے پیاسے بن گئے تھے کیونکہ اُس نے جنگ احد میں رسول اللہ صلعم کو زخمی کردیا تھا۔ اس جنگ میں حضور اکرم کے چار دندان مبارک شہید ہوگئے تھے اور ایک ہونٹ بھی زخمی ہوگیا تھا۔ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ خدا کی [illegible]

مجھے کبھی کسی شخص کے قتل کی اتنی خواہش نہیں ہوئی جتنی کہ عتبہ بن ابی وقاص کے قتل کی تھی۔ چونکہ اُس نے رسول اللہ صلعم پر حملہ کرکے بڑی ہی بدبختی کا ثبوت دیا تھا اور مجھے اُس وقت سکون حاصل ہوا جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھوں عتبہ کا کام تمام ہوگیا۔

اسی طرح حضرت مصعب بن عمیر اپنے حقیقی بھائی عزیز بن عمیر سے محض اس لئے نفرت کرتے تھے کیونکہ وہ مشرکوں کے حامی تھے محض عقیدہ کی بنا پر حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے حقیقی بھائی کو بھائی تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا۔ یہ واقعہ جنگ بدر کے بعد پیش آیا تھا۔ کیونکہ جنگ بدر میں عزیز بن عمیر مشرکین کی جانب سے جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے جبکہ حضرت مصعب اسلام کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ جنگ بدر میں عزیز بن عمیر قیدی بنالئے گئے تھے اور انھیں ایک انصاری کی تحویل میں دیدیا گیا تھا۔ جب حضرت مصعب بن عمیر اپنے قیدی بھائی کے پاس سے گزرے تو انھوں نے انصاری سے کہا کہ اسے اچھی طرح باندھ کر رکھنا یہ ہمارا بہت بڑا دشمن ہے۔ عزیز بن عمیر نے اپنے بھائی کی یہ بات سنکر کہا کہ "تم تو میرے بھائی ہو پھر بھی میرے ساتھ ایسا برا سلوک کررہے ہو" حضرت مصعب نے جواب دیا اب تمہارے بجائے یہ انصاری ہمارے بھائی ہیں جو اسلام کے سچے پیرو ہیں۔

بنت نعمان طائف کی ایک نہایت ہی حسین وجمیل مسلم خاتون تھیں۔ زید ابن سہیل جو اسلام نہیں لائے تھے۔ مگر بے حد دولتمند تھے۔ دل وجان سے بنت نعمان کو چاہتے تھے۔ اور اُن سے شادی کے خواہش مند تھے۔ جب انھوں نے شادی کے لئے زیادہ زور دیا تو بنت نعمان نے کہا کہ وہ تمہارے جیسے شخص کی جانب سے کوئی بھی پیشکش آسانی سے شادی کی پیشکش نہیں ٹھکرا سکتی لیکن دشواری یہ ہے کہ تم اسلام کو مانتے نہیں ہو اور میں مسلمان عورت ہوں اگر [illegible] تم [illegible] ادا کرنے کے لئے تیار ہو۔ زید نے کہا میں تمہارے [illegible] اپنا سر لگادوں گا۔" اس [illegible]

[illegible] کا مطلب [illegible] اور [illegible] قدرت [illegible] اسلام قبول کرلو۔ آخر [illegible] نعمان نے بھر معاف کردیا [illegible]۔



محمد تغلق نہ دیوانہ تھا نہ احمق

اِس نیک دل بادشاہ کو بری طرح بدنام کیا گیا ہے

(از ڈاکٹر سید محمود)

انگریزی دور کی لکھی ہوئی جو تاریخیں مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں اُن میں محمد تغلق کو دیوانہ اور احمق دکھایا گیا ہے۔ تاکہ اکثریت کے دلوں میں مسلمانوں کی جانب سے نفرت پیدا کی جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ محمد تغلق میں بہت سی ایسی خوبیاں تھیں جو بادشاہوں میں عام طور پر نہیں پائی جاتیں۔ چنانچہ ہم اس بادشاہ کے بارے میں ہندوستان کے نامور مورخ ڈاکٹر سید محمود کا ایک مقالہ پیش کر رہے ہیں جس سے اِس بادشاہ کی خوبیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سلطان محمد تغلق اپنے باپ غیاث الدین تغلق کی اچانک موت کے بعد ۱۳۲۵ء میں دہلی میں تخت نشین ہوا تھا۔ یہ بادشاہ نہ کوئی ولی تھا نہ کوئی درویش ممکن ہے کہ اس سے بھی دوسرے بادشاہوں کی طرح بہت سی سیاسی غلطیاں سرزد ہوئی ہوں لیکن پھر بھی اُسے دیوانہ یا احمق کہنا دیدہ و دانستہ تاریخ کو مسخ کرنا ہے۔ کیونکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اِس بادشاہ میں بہت سی ایسی خوبیاں تھیں جو عام طور پر مشکل ہی سے بادشاہوں میں پائی جا سکتی ہیں۔

سلطان محمد تغلق خود بہت بڑا عالم اور علم دوست تھا۔ [illegible] علماء پر دل کھول کر روپیہ صرف کرتا تھا۔ چنانچہ جس کی دریا دلی کی شہرت ہندوستان کی سرحدوں سے [illegible] ممالک میں پہنچی تو دنیا کے بڑے بڑے عالم و [illegible] اس کے دربار میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ [illegible] بہت بڑا عالم و فاضل ہونے کے ساتھ خوشنویسی میں کمال رکھتا تھا۔ ریاضی اور علم نجوم کا بہت بڑا ماہر [illegible] تھا۔ [illegible] کے علم میں اُس وقت [illegible] پڑھنے کا مل عبور

حاصل تھا۔ فارسی کا بہت بڑا شاعر تھا۔ وہ بارہا علماء سے علم و حکمت کے مختلف موضوعات پر مباحثے کیا کرتا تھا۔

اُسے فن طب کا بھی بے حد شوق تھا۔ اسی شوق کی بنا پر اُس نے تمام ملک میں شفاخانوں کا جال پھیلا دیا تھا۔ اُس کے زمانہ میں صرف دہلی میں ستر ایسے شفاخانے موجود تھے جن میں پندرہ سو ماہر اطبا لوگوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ اِن دواخانوں کے جملہ اخراجات خزانہ شاہی سے پورے کیے جاتے تھے۔ بعض اوقات وہ شفاخانوں میں خود جا کر بیماروں کی دیکھ بھال میں حصہ لیتا تھا۔

سلطان محمد تغلق یہ چاہتا تھا کہ اُس کی سلطنت میں کوئی شخص بھوکا اور ننگا نہ رہے۔ بیکاری کو دور کرنے کے لیے اُس نے مختلف شہروں میں چھوٹے چھوٹے بے شمار صنعتی کارخانے کھلوا رکھے تھے۔ اِس کے علاوہ اپاہج غربا اور مساکین کے لیے خیرات خانے بھی کھلے ہوئے تھے۔ جن کے ذریعہ صاحب احتیاج ہندوؤں اور مسلمانوں کو پابندی کے ساتھ مالی امداد ملتی رہتی تھی۔

تعلیم سے بھی گہری دلچسپی تھی چنانچہ صرف شہر دہلی میں ایک ہزار سے زیادہ درسگاہیں (کالج و اسکول) تھے جن میں [illegible] مشہور [illegible] طلبا کو درس دیتے تھے۔ طلبا کو کتابیں اور تعلیمی سامان مفت [illegible]

غریب طلبا کے لئے اقامت گاہیں بھی قائم تھیں جہاں اُن کے کھانے پینے اور کپڑے کے جملہ اخراجات حکومت کی جانب سے پورے کئے جاتے تھے۔

محمد تغلق کی قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ تاریخی اور دیگر کتب کی عبارتیں زبانی یاد تھیں جس کتاب کو ایک مرتبہ پڑھ لیتا تھا کبھی نہیں بھولتا تھا۔ علمی فضیلت کے علاوہ وہ بہت بڑا سپاہی بھی تھا فوجوں کی کمان خود کرتا تھا۔ اُس زمانہ کے لوگ اُسے عجائب روزگار انسان شمار کرتے تھے نماز کا بڑا پابند تھا۔ اُس کا دربار گویوں اور ناچنے والوں کی لعنت سے بالکل پاک تھا۔ اُس نے زندگی بھر کبھی شراب نہیں پی اور نہ کبھی زنا کیا۔ یہاں تک کہ وہ لونڈی اور باندیوں سے بھی پرہیز کرتا تھا۔ محمد تغلق اِس قسم کی تمام برائیوں سے پاک تھا جو عام طور پر بادشاہوں میں پائی جاتی ہیں۔

یہ سلطان علما اور شاعروں کا بڑا قدردان تھا۔ ایک بار ایک شاعر نے اُس کے سامنے ایک قصیدہ پڑھا تو بادشاہ کو قصیدہ بے حد پسند آیا۔ اُس نے ہر بیت پر ایک ہزار اشرفی انعام دی۔ اس قصیدہ میں ستائیس بیت تھے۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ وسط ایشیا کے ممالک کے علما کے محمد تغلق نے بہت بڑے بڑے وظائف مقرر کر رکھے تھے۔

اُس کا یہ معمول تھا کہ دوسرے ممالک کے علما کو سرکاری خرچ پر ہندوستان طلب کیا کرتا تھا اور جب یہ ہندوستان آ جاتے تھے تو مالا مال ہو کر جاتے تھے

عوام کے لئے محمد تغلق کے دل میں بڑا درد تھا۔ ایک بار صوبہ دوآب میں قحط پڑا تو دیہاتوں سے غریب ہندو اور مسلمان اپنے بچے لیکر دلی آگئے اور بادشاہ سے امداد کے طالب ہوئے تو بادشاہ نے حکم دے دیا کہ ہر غریب شخص کو چھ ماہ کی ضرورت کا غلہ شاہی غلہ خانے سے مفت دیا جائے۔

محمد تغلق عدل و انصاف کے معاملہ میں بھی آپ ہی اپنی مثال تھا ہفتہ میں دو مرتبہ عوام کی فریاد سننے کے لئے خود بیٹھتا تھا۔ رعایا کو اجازت تھی کہ وہ خود آکر اپنی شکایت بیان کرے۔ اگر کسی بڑے سے بڑے حاکم کے بارے میں بھی یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ اُس نے رعایا کے ساتھ زیادتی کی ہے تو اسے بڑی ہی عبرت انگیز سزا دیتا تھا۔

عوام کو اِس بات کی کھلی اجازت تھی کہ اگر بادشاہ کے خلاف بھی اُنہیں کسی قسم کی شکایت ہو تو وہ دعویٰ کر سکتے ہیں۔

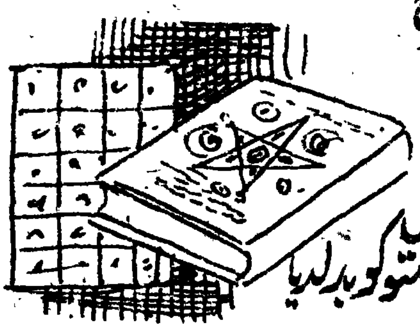
ایک مرتبہ ایک ہندو امیر نے بادشاہ پر دعویٰ کیا کہ بادشاہ نے اُس کے بھائی کو بے سبب قتل کرا دیا ہے۔ قاضی نے بادشاہ کی طلبی کے لئے سمن جاری کر دیا۔ بادشاہ عام لوگوں کی طرح قاضی کی عدالت میں حاضر ہو گیا۔ جب معاملہ پیش ہوا تو بادشاہ نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ قاضی نے بادشاہ کا اقبالی بیان سن کر حکم دیا کہ یا تو بادشاہ مدعی کو راضی کر لے ورنہ وہ بادشاہ کو سزائے موت دینے پر مجبور ہوگا۔ بادشاہ نے بطور خون بہا بہت سا مال دیکر مدعی کو راضی کر لیا۔ اور بڑی مشکل سے بادشاہ کی رہائی ہو سکی

ایک شخص نے بادشاہ پر دعویٰ کیا کہ بادشاہ نے بلا وجہ اُس کے مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور دعویٰ میں لکھا کہ اُس نے بادشاہ سے اپنا مال طلب کیا تھا مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی قاضی نے معاملہ کی تفصیل اور گواہیاں سننے کے بعد بادشاہ کے خلاف مدعی کو ڈگری دیدی اور بادشاہ نے فوراً ہی ڈگری کا مطالبہ ادا کر دیا

مندرجہ بالا واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سلطان محمد تغلق میں کیسی کیسی خوبیاں موجود تھیں۔ کیا دنیا کی تاریخ سے کسی ایک بادشاہ کی بھی ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ اُس نے شہریوں کو اسقدر حقوق دے ہوں کہ وہ بادشاہ تک کو عدالت کے کٹہرے میں لا کر کھڑا کر سکتے ہوں۔ سلطان محمد تغلق ہی کے زمانہ میں یورپ کے حکمرانوں کی حالت یہ تھی کہ وہ صرف عقائد کے اختلاف کی بنا پر ہزاروں بندگان خدا کو قتل کرا دیتے تھے۔ لیکن محمد تغلق تھا کہ اگر اُس سے کوئی غلطی سرزد ہوتی تھی تو عام شہری کی طرح بڑے سے بڑی سزا کے برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا تھا۔ لیکن اسکے باوجود بھی آج محمد تغلق بدنام ہے۔

اِس بادشاہ کی نظر میں ہندو مسلم کا کوئی سوال نہیں تھا۔ یہ جملہ مذاہب کا سچے دل سے احترام کرتا تھا۔ اسی نے شہنشاہ اکبر سے پہلے (ستی) کی ظالمانہ رسم کو بند کرانے کیلئے قدم اٹھایا تھا۔ اس نے ہندوؤں کو فوج میں بڑے بڑے منصب عطا کئے تھے۔ اس نے ملک میں ایسی فضا پیدا کر دی تھی کہ ہندو اور مسلمان بھائیوں جیسی زندگی گزارتے تھے۔ مگر پھر بھی اُسے بدنام کیا جاتا ہے۔

مفلسی، مصیبت، بیماری، اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنھوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اگر اعمال کو صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں۔ لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں ہندسوں کے مقررہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگالیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے چالیس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

(مرتبہ مولانا سید ظہور احمد صاحب جہانپوری)

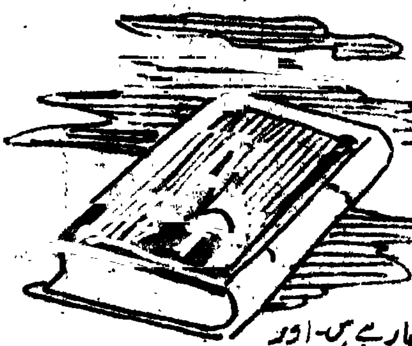
فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور ستاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ ستاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں۔ اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں۔ لاتعداد عداوت کے اعمال درج ہیں کشائش رزق تسخیر محبوب اور چور کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول :۔ ابتدائی معلومات :۔ اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار برجوں کے زائچے، ستاروں کی رفتار اور مقامات درج ہیں۔
باب دوم :۔ اعمال حسنہ :۔ اسمیں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی کے نقوش و اعمال درج ہیں۔
باب سوم :۔ اعمال محبت :۔ اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کے لئے اسم یا ودود کا عمل، عمل اسم الٰہی، سحر محبت، تسخیر محبوب کا عمل، قرآنی اعمال درج ہیں۔
باب چہارم :۔ عملیات عداوت :۔ اسمیں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب پنجم :۔ کشائش رزق :۔ اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور خوشحال بننے کیلئے بے حد تیر بہدف اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب ششم :۔ تسخیر خلائق :۔ اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کیلئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب ہفتم :۔ تسخیر حکام :۔ اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب ہشتم :۔ چور کی شناخت :۔ اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب نہم :۔ گمشدہ کی واپسی :۔ اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔ جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے۔
باب دہم :۔ مختلف امراض کیلئے :۔ اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنھیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں۔
باب یازدہم :۔ اولاد کیلئے :۔ اسمیں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔
باب دوازدہم :۔ حل مشکلات :۔ اس میں پریشانی اور مشکلات سے نجات پانے کے لئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب سیزدہم :۔ فالنامہ حضرت دانیال :۔ اس فالنامے کے ذریعہ بھی فال نکالی جاسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو زبان میں پہلی کتاب ہے۔ جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ قیمت مجلد مع خوشنما دست کور صرف (۳) روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

مغربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کیلئے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں کہ دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ کا واسطہ پڑتا رہتا ہے یہ مستند کتاب حال ہی میں

فلاح دین و دنیا
(جدید اضافہ شدہ اڈیشن)

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید اڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے اسمیں مسلمانوں کیلئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو۔ اس کتاب میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے اسمیں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے۔ غرضکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطہ نظر سے کھانے پینے اور رہائش و میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دئے گئے ہیں۔ جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیادار مشیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جسمیں پوری اسلامی لائبریری کے بہا بہا مواد موجود ہے

اس میں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

باب اول:- فضائل اسلام :- اسمیں اسلام کے فضائل (اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں)

باب دوم:- عقائد اہل سنت والجماعت :- اس میں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی، لوح و قلم فرشتے حضرت جبرئیل میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، کیرین، سجیین، علیین، قبر میں سوال منکرین، علامات قیامت، ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول، یاجوج ماجوج مغرب سے طلوع آفتاب قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکنے کا ذکر، میدان حشر حساب کتاب، پلصراط، دوزخ جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ پیران طریقت موت و حیات وغیرہ۔

باب سوم:- اسلامی عبادات :- اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً وضو غسل تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین نماز اشراق نماز چاشت۔ جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ کے مسائل درج ہیں۔

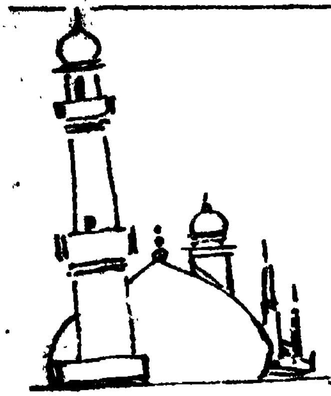
باب چہارم:- اعمال و وظائف :- اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن میں تاریخ وار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

باب پنجم:- حرام و حلال جانور اور ذبح و شکار :- اسمیں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم:- اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق :- اسمیں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہلبیت حقوق پیران طریقت والدین کے حقوق اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقربا کے حقوق۔ حقوق ملازم غرضکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں

دیگر ابواب:- باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً خورد و نوش اور لباس سے۔ الی پیدائش عقیقہ ارشادی بیاہ نکاح طلاق، تجہیز و تکفین، ماتم، ماہ تبرکی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں۔ ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح درج ہیں۔ اور آخری باب میں طبی نصائح اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں کتابی ہے ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ کتابت چھپائی عمدہ ٹائیٹل رنگین۔ قیمت مجلد بیس روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی



اسلام بڑی طاقت بنکر اُبھر رہا ہے

یورپ و امریکہ اسلام کی طاقت سے خوفزدہ ہیں

(از جے۔ ایس۔ چوہان برمنگھم)

نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ وامریکہ اور جاپان میں بھی اسلام اس صدی میں ایک بڑی طاقت بن کر کس طرح ابھر رہا ہے۔ اُس پر برطانیہ کے مشہور مقالہ نگار جے ایس چوہان نے مندرجہ ذیل الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔ جسے ہم ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

اسلام جس تیزی سے ساری دنیا میں پھیل رہا ہے اور اُس کی غیر معمولی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اِس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خلافت راشدہ کے بعد اس صدی میں اسلام کو جتنا فروغ حاصل ہوا ہے وہ تاریخ کے گذشتہ دور کے مقابلہ میں بے حد حیرت انگیز ہے چنانچہ ترقی پذیر ایشیائی اور افریقی ممالک کے علاوہ یورپ امریکہ اور اشتراکی ممالک میں بھی دین الٰہی بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔

یوں تو اسلام کی اشاعت اور فروغ ہر صدی میں ہوتی رہی ہے چنانچہ کئی سال ہوئے برطانوی دانشور برنارڈ شا نے اسلام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے۔ جو ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے۔ اگر دنیا میں کسی مذہب میں زندہ رہنے کی صلاحیت موجود ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اسلام کی ترقی پسندانہ ہدایات کی بنا پر میں نے ہمیشہ ہی حضرت محمد (صلعم) کے دین کا حددرجہ احترام کیا ہے۔ یہ وہ دین ہے جو ہر دور میں بدلتے ہوئے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ دنیا کے عظیم مفکر کارل مارکس۔ گبن اور گوئٹے جیسے بڑے فلسفیوں نے بھی اسلام سے استفادہ کیا ہے۔ اور آج ہمارے اس دور میں بھی بے شمار اہل یورپ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ ترقی یافتہ اقوام کے لئے اِس میں غیر معمولی کشش موجود ہے"۔

ایک اور مغربی مفکر ریورنڈ سمتھ کا کہنا ہے "اسلام کسی طبقہ یا فرقہ کا نہیں بلکہ پوری کائنات کا مذہب ہے یہ انسانیت کی منزل ہے بالآخر سب ہی لوگوں کو اسلام ہی کی طرف رجوع ہونا ہے۔ کیونکہ دنیا میں یہی واحد مذہب ہے۔ جو موجودہ زمانہ کے ترقی یافتہ انسان کو مطمئن کرسکتا ہے" اسی طرح اسلام کے بارے میں آرنلڈ ٹائن بی رقمطراز ہیں "آج کی دنیا کو پرسکون زندگی گزارنے کے لئے اسلامی تعلیمات پر انحصار کرنا ہوگا۔ یہ پاکیزہ معاشرت اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔ اور عالمگیر بھائی چارہ کا یہ مبلغ ہے موجودہ زمانہ میں اُس کی شدید ضرورت ہے آئیے اسلامی تعلیمات سے استفادہ کر کے ہم بنی نوع انسان کے لئے ایک پرامن خوشحال اور تابناک زندگی کا آغاز کریں"۔

آج مغربی مفکرین کا عام احساس یہ ہے کہ تحفظ انسانیت کیلئے اسلامی تعلیمات سے استفادہ نہایت ضروری ہے۔ لیکن بڑی دشواری یہ ہے کہ فروغ اسلام کے لئے جس اتحاد کی ضرورت ہے۔ وہ مسلمانان عالم میں پیدا نہیں ہوسکا ہے۔ اِس راہ میں استعماری طاقتیں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں۔ ورنہ اسلام اِس وقت تک پوری دنیا پر چھا چکا ہوتا لیکن پھر بھی اس ضمن میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ ایک اسلامی سیکریٹریٹ قائم ہو چکا ہے۔ اور ایسے کئی اسلامی ادارے قائم ہو چکے ہیں جو مسلمانانِ عالم کو ایک پلیٹ فارم پر یکجا کرنے کیلئے مستقبل قریب میں اہم کردار انجام دے سکیں گے۔ اسلام دنیا کے مختلف گوشوں میں اِس وقت جس طرح ایک منظم طاقت بن کر اُبھر رہا ہے اُس نے اسلام دشمن طاقتوں کو خوفزدہ کر دیا

اور یہ اندیشہ عام ہوگیا ہے کہ کہیں اسلام دنیا کے تمام مذاہب اور خصوصیت کے ساتھ عیسائیت کو ملیا میٹ نہ کردے۔ اور اسی خوف اور اندیشہ کے پیش نظر اریٹیریا، یوگنڈا، فلپائن، چین، برما اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کی نسل کشی جاری ہے مگر اسلام پھر بھی آگے بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ صرف افریقہ اور ایشیا ہی میں نہیں بلکہ یورپ، امریکہ، کناڈا اور دیگر ممالک میں اسلام کو ایک مکمل ضابطۂ حیات کی حیثیت سے تسلیم کیا جا رہا ہے۔ غرضکہ جہاں جہاں بھی اسلامی تبلیغ پہنچی ہے۔ اسلام کی طرف لوگ راغب ہو رہے ہیں۔ مگر اسلام کا یہ فروغ اہل مغرب کو پسند نہیں کیونکہ وہ اسلام کو پھولتا پھلتا دیکھ نہیں سکتے اور ہر طرح اس کے راستہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے رہتے ہیں

اس وقت مشرقی ممالک میں عیسائیت پوری طاقت کے ساتھ اسلام کے مقابلہ پر صف آرا ہے۔ بھوکے ننگے لوگوں کو لالچ دیکر عیسائی بنایا جا رہا ہے۔ انڈونیشیا میں سوکارنو کی وفات کے بعد عیسائی مشنری ادارے پورے ملک میں پھیل گئے ہیں۔ اس کے علاوہ افریقہ یورپ، امریکہ، کناڈا، آسٹریلیا اور کئی ممالک عیسائی یلغار کی زد میں ہیں۔ صیہونی اور اشتراکی طاقتیں بھی ان کی کارکردگی سے خوش ہیں کیونکہ وہ سمجھ رہی ہیں کہ اسلام ایک "سپر پاور" بن کر ابھر رہا ہے اگر اس کے فروغ کو نہ روکا گیا تو بہت جلد یہ تمام روئے ارض عالم اسلام میں بدل جائے گا اس لئے ضرورت اس کی ہے کہ اسلام مخالف طاقتوں پر گہری نظر رکھی جائے۔

مگر یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے مغربی اور ایشیائی ممالک بھی ہیں کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام اطمینان بخش طریقہ پر ہو رہا ہے۔ ایسے ملکوں میں جاپان کا نام سرفہرست ہے جہاں پر قائم شدہ اسلامی سینٹر اپنی سرگرمیاں بڑے زور دشور سے جاری رکھے ہوئے ہے۔ جاپان میں اسلامی سینٹر کو ۱۹۷۵ء میں از سر نو منظم کیا گیا ہے۔ یہ ایک آزاد غیر سیاسی ادارہ ہے جس کا مقصد صرف تبلیغ اور اشاعت اسلام ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی عوامی فلاح و بہبود کا کام بھی اس ادارہ کے اغراض و مقاصد میں شامل ہے۔ یہ ادارہ اشاعت اسلام کی خدمت بڑی سرگرمی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔ چنانچہ وہ جاپانی باشندے جو اسلام کی جانب راغب ہیں ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اس ادارہ کے قریبی مرکز سے رابطہ قائم کرکے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرلیں۔ اس ادارے نے جاپان میں جا بجا اسلامی سینٹر کی شاخیں قائم کر رکھی ہیں۔ جو جاپانیوں کو اسلامی تعلیمات سے واقفیت بہم پہنچاتی رہتی ہیں۔

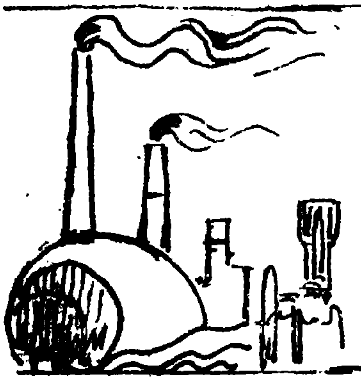
جاپان کا تمدن ساری دنیا سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ اور جاپانی قوم کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس کے سو فیصد لوگ پڑھے لکھے ہیں مگر وہ صرف اپنی ہی زبان سمجھتے ہیں۔ اسلامی سینٹر جاپان اس معاملہ میں خوش نصیب ہے کہ اس کے پاس ایسے لائق اور مخلص کارکن موجود ہیں جو نہ صرف یہ کہ جاپانی زبان میں مہارت رکھتے ہیں بلکہ وہ جاپانیوں کی انداز فکر سے بھی واقف ہیں۔ مختصر یہ کہ جاپان میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔

آسٹریلیا ایک ایسا براعظم ہے جہاں ڈیڑھ صدی قبل شاید ایک بھی مسلمان نہیں تھا۔ آسٹریلیا میں اسلام چند مسلم شتربانوں کے ذریعہ داخل ہوا تھا۔ اور اب وہاں بھی اسلام کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اگرچہ آسٹریلیا میں تبلیغ اسلام کیلئے کوئی خاص جدوجہد اور کوشش نہیں کی جا رہی ہے لیکن پھر بھی وہاں مسلمانوں کی تعداد میں اطمینان بخش اضافہ ہو رہا ہے۔

مختصر یہ کہ ایشیا پر تو اسلام پہلے ہی سے چھایا ہوا ہے اور براعظم افریقہ اسلامی براعظم بن چکا ہے لیکن اب آسٹریلیا، یورپ امریکہ اور کناڈا میں بھی اسلامی پیش رفت اس تیزی کے ساتھ ہو رہی ہے کہ اس پیش رفت سے یورپ و امریکہ کے باشندے فکرمند ہیں اور ان کو اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ اسلام ایک زبردست طاقت بن کر دنیا میں ایک بار پھر ابھر رہا ہے

کمیونسٹ ممالک میں اسلام کو جس طرح دبایا گیا ہے اس سے سب ہی واقف ہیں۔ لیکن اب وہاں کے مسلمانوں میں بھی بیداری پیدا ہو چکی ہے۔ روس کی اکثر ریاستیں مسلم ریاستیں بن چکی ہیں اور چین کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہاں آٹھ نو کروڑ مسلمان موجود ہیں۔ سرکاری ذرائع سے اگرچہ چین میں مسلمانوں کی تعداد چار اور پانچ کروڑ کے درمیان بتائی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ مختصر یہ کہ اس صدی میں اسلام ایک نئی طاقت بن کر ابھر رہا ہے۔

وسائل ترقی و کامیابی



موقع سے فائدہ اٹھاؤ

ایک جہاندیدہ انسان کے ذاتی مشاہدات

(ہمارے اقتصادی مبصر کے قلم سے)

وہ ایک جہاندیدہ انسان تھا لیکن اس کے باوجود اُس نے مواقع سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ چنانچہ جب اُس کا چراغ زندگی گل ہونے لگا تو اُسے محسوس ہوا کہ اُسکی ساری زندگی ضائع ہوگئی ہے۔ مذیل کے مضمون میں اسی جہاندیدہ انسان کے مشاہدات بیان کئے گئے ہیں۔ اِن مشاہدات میں کامیابی کے متلاشی انسانوں کے لئے بہت سی کام کی باتیں موجود ہیں۔

وہ بستر مرگ پر پڑا تھا۔ گذشتہ زندگی کی تصویریں ایک ایک کرکے اُس کی نگاہوں کے سامنے سے گزر رہی تھیں اور اُسے افسوس تھا کہ اُس نے وقت اور موقع سے کیوں نہیں فائدہ اٹھایا۔ یکا یک اُس کی زبان کو جنبش ہوئی اور اُس نے کہنا شروع کیا۔

افسوس میں نے اپنی زندگی میں کچھ نہ کیا۔ میری زندگی بڑے اچھے حالات میں شروع ہوئی تھی۔ اگر میں عقلمندی سے کام لیکر اُن حالات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا تو میری زندگی عروس کامیابی سے ہمکنار ہو جاتی۔ مگر میں غفلت کا شکار ہو گیا۔ میں نے یہ سمجھا کہ یہ حالات سدا یونہی موجود رہیں گے۔ اور میں اگر اِن سے فائدہ نہ اٹھاؤں تو بھی یہ ہمیشہ خود کو میرے لئے وسیلہ کامیابی بنانے چلے جائیں گے۔ مگر یہ میری بھول تھی۔

میں بستر مرگ پر ہوں۔ میری زندگی اِس وقت اپنے آخری سانس پورے کر رہی ہے۔ میں کامیابی کے متلاشی انسانوں سے کہتا ہوں، اس زرین اصول کو ہمیشہ یاد رکھو کہ جب حالات سازگار ہوں تو اُن سے ضرور فائدہ اٹھاؤ ورنہ وہ حالات تم کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں گے اور تم اُن کو اپنی ترقی کے لئے بطور زینہ استعمال کرنے کے موقع سے محروم ہو کر رہ جاؤ گے۔

میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ زندگی میں زریں مواقع بار بار نہیں آیا کرتے۔ اِس لئے جب تمہیں مواقع ملیں تو اُن کو غنیمت جانو اور اُن سے پورا پورا فائدہ اُٹھاؤ۔ اور ہمیشہ اِس بات کا خیال رکھو کہ زندگی کا ایک دور ہوتا ہے جسمیں انسان کی آمدنی خوب بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ اُس دور میں انسان کو مستقبل پر نظر رکھ کر خرچ کرنا چاہئے، ناکام انسانوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ زندگی کے اُس کامیاب دور میں جب سونے کی دھار اُن کے قدموں کو چھوتی ہوتی ہے مستقبل کی طرف سے غافل ہو جاتے ہیں اور اپنے اخراجات کو اس طرح زیادہ سے زیادہ بڑھا لیتے ہیں گویا زندگی بھر اُن کی آمدنی اتنی ہی کثیر اور فراواں رہیگی۔ ایسے انسان زندگی میں ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ میں بستر مرگ سے اعلان کرتا ہوں کہ دنیا میں کنجوس کہلانا بہتر ہے۔ بہ نسبت اِس کے کہ انسان فضول خرچ ہو اور اپنی اِس فضول خرچی کے پاداش میں افلاس کی زندگی بسر کرے اور افلاس کے نیچے دب کر کرہتا ہوا جان دے

پھر اُس نے کہا میری زندگی میں ایک وہ دور تھا جب میں ہزاروں کماتا تھا۔ اُس وقت میرے ہاتھ پاؤں میں دم تھا — رگوں میں خون تھا۔ دل میں ولولہ تھا۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتا تھا اُس کو پوری قوت سے انجام دیتا تھا۔ اور انتہا تک پہنچاتا تھا۔ میں کبھی کسی کام کو شروع کرکے قدم پیچھے ہٹانا نہ جانتا تھا۔ اُس کا نتیجہ یہ تھا

کہ ہر کام میں کامرانی میرے قدم چومتی تھی اور مجھے ہر کام میں بے حد منافع ہوتا تھا۔

دنیا یہ سن کر حیران رہ جائے گی کہ میں اس وقت ایک ناکام انسان ہوں لیکن جب میں نے زندگی شروع کی تھی اور میں اس زندگی کے راستے پر آگے بڑھا تو ہر ہر کام پر کامرانی نے آگے بڑھ کر میرے قدم چومے۔ میں نے جو کام کیا اس میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی لوگ اپنے بچوں کو میری کامیابی کے قصے سناتے تھے۔ مگر آج میں ناکام ہوں زندگی کی آخری منزل تک پہنچتے پہنچتے میں ایک ناکام انسان بن گیا ہوں اس ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ میں نے جو کچھ کمایا اُسے خرچ کرنا تو جانا مگر اس کو حفاظت سے رکھنا مجھے نہ آیا۔

اس کے بعد اُس نے کہا "میری ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں انسانوں سے ایسے معاملات نہ رکھ سکا جیسے معاملات قائم رکھ کر میں اپنی زندگی کو کامیاب اور بامراد بنا سکتا تھا۔ میں اپنے بستر مرگ سے دنیا کے انسانوں کو خطاب کرکے کہتا ہوں کہ کامیابی صرف اُن آدمیوں کے حصے میں آتی ہے جو کامیابی کے رموز و نکات کو سمجھتے ہیں اور تجربات کی روشنی میں ان رموز و نکات کے سرمائے میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔

نادان انسانوں کا خاصہ یہ ہے کہ وہ آنکھیں کھول کر دنیا کو کبھی نہیں دیکھتے اُن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اندھا انسان آنکھیں بند کرکے کسی ایسے راستے پر چلے جس پر جا بجا گڑھے اور رکاوٹیں ہوں کیا ایسا انسان ٹھوکریں کھائے بغیر رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں تو پھر ایک ایسا انسان جو زندگی کے راستوں کے گڑھوں اور رکاوٹوں سے بچنے کا خیال نہ رکھے کس طرح ٹھوکریں کھانے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اس کے برعکس عقلمند انسان آنکھیں کھول کر چلتا ہے۔ وہ زندگی اور دنیا کے حالات سے سبق لیتا ہے۔ جو تجربات حاصل ہوتے ہیں۔ اُن کی روشنی میں گذشتہ حالات اور واقعات کا تجزیہ کرکے نتیجے نکالتا ہے۔ اور نتیجوں کی بنیاد پر مستقبل کے لئے اپنا طریق کار وضع کرتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ زندگی میں ہر مرتبہ ایک سا تجربہ نہیں ہوتا۔ لیکن جو نکات کہ بار بار کے تجربے سے حاصل ہوتے ہیں وہ آئندہ زندگی میں کام دیتے ہیں۔ اور اگر انسان ان سے کام لے تو گذشتہ تجربات سے آئندہ تجربات کے سلسلے میں فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے

نادان اور عقلمند انسانوں کے درمیان اس فرق کو ہمیشہ ذہن میں رکھو اور آنکھیں بند کرکے چلنے کی بجائے فطرت انسانی اور دنیا کے حالات کا ہر وقت خیال رکھو جو انسان ان کا خیال رکھتے ہیں اُن کو دنیا میں بے پایاں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

ایسے انسانوں میں خود اعتمادی بڑھ جاتی ہے کیونکہ وہ انسانوں کی فطرت اور دُنیاوی حالات کے نتائج سے باخبر ہو جانے کے بعد صرف اپنے آپ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

پھر اُس نے بستر مرگ پر کروٹ بدلتے ہوئے کہا ——

"میں ان زرّیں اصولوں پر عمل نہ کر سکا۔ اس لئے میری زندگی ناکام ہو گئی کامیابی کے متلاشی انسانوں کو ان پر عمل کرنا چاہیئے میں اور بھی تجربات زندگی بیان کرتا۔ زندگی کے آخری لمحات میں میرے دماغ کی لوح پر گذشتہ زندگی کے نقوش ابھرتے چلے آرہے ہیں۔ مگر افسوس اب زندگی اپنے آخری سانس لے رہی ہے

افسانہ



ازبیلا

تاریخ اسپین سے متعلق ایک دلکش کہانی

(ہسپانیہ کی تاریخ سے ماخوذ)

اسپین میں تخت خلافت امیر المومنین حکم المستنصر باللہ کے قدم چوم رہا ہے یہ ۹۶۶ء کا وہ زمانہ ہے جبکہ دار الخلافہ قرطبہ ترقی کی منزلیں انتہائی سرعت کے ساتھ طے کر رہا تھا۔ سنگ مرمر کے عالیشان ایوانات آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ اور وادی الکبیر کے پہلو میں ہزاروں باغات لہرا رہے ہیں جن میں کہ صاف وشفاف پانی کی نہریں کسی محبوب کی زلفوں کی طرح بل کھاتی ہوئی بہہ رہی ہیں۔

بہار کا خوشگوار موسم ہے ہزاروں غیر ملکی سیاح اس عظیم الشان دار الخلافہ کی سیر کا لطف اُٹھانے کے لئے جوق در جوق اُمڈے چلے آرہے ہیں۔ آج قرطبہ کے بازاروں میں غیر معمولی چہل پہل ہے کیونکہ گریشیا کے وفد کی آمد نے اِس شہر میں اور بھی رونق پیدا کر دی ہے واقعہ یہ ہے کہ اولوالعزم امیر المومنین کو حال ہی میں کاؤنٹ گریشیا پر ایک زبردست فتح حاصل ہوئی ہے۔ اور مغلوب کاؤنٹ گریشیا کی جانب سے ایک وفد صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے آیا ہوا ہے۔

امیر المومنین نے مناسب شرائط پر صلح کی منظوری دیدی اور وفد کو شاہی مہمان کی حیثیت سے دو ہفتہ کے لئے ٹھہرا لیا گیا ہے اسی دوران وفد مذکور کو قصر شاہی میں دعوت دی گئی جسمیں کہ قرطبہ کے مسلمان معززین اور عمائدین کے علاوہ مسیحی امرا کی بھی ایک بہت بڑی تعداد شامل تھی۔

اِس دعوت میں امیر وفد ڈیوک فرڈی نینڈ کی حسین وجمیل لڑکی ازبیلا بھی شامل تھی۔ جس کے حسن وجمال کی سحر آفرینی نے سب ہی کو مبہوت بنا دیا تھا۔ ازبیلا اپنے باپ فرڈی نینڈ کی برابر والی کرسی پر جلوہ افروز تھی اور اُس کے بائیں جانب اسپینی فوجوں کا نوعمر سپہ سالار منصور بیٹھا تھا

عربوں کا حسن مشہور ہے۔ منصور بھی اُسی حشر خیز مردانہ جمال کا ایک ایسا مجسمہ تھا۔ جس نے کہ ازبیلا جیسی ساحرہ پر بھی جادو کر دیا تھا۔ ازبیلا اُس سے اِس طرح گھل مل کر گفتگو میں مصروف تھی جیسے وہ خود بخود اِس عرب سردار کی جانب کھنچی چلی جا رہی ہو۔ اُدھر منصور کی مخمور نگاہیں یہ بتا رہی تھیں کہ وہ دل وجان سے ازبیلا پر فدا ہے۔

محبت کے اِس پُر کیف نظارے کو ایک فرانسیسی نژاد نوجوان "ہنری" انتہائی رشک وحسد کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ "زمانہ" دراز سے ازبیلا کے امیدواروں میں تھا۔ ہنری کا باپ فرڈی نینڈ کے خاص دوستوں میں سے تھا۔ اسی لئے اُسے گریشیا کے وفد میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اس تعلق ہی کی بنا پر زرد رو اور چیچک زدہ فرانسیسی نوجوان کو کامل یقین تھا کہ ازبیلا ضرور کسی نہ کسی دن اُس کے پہلو کی زینت بن کر رہے گی۔

عشا کا وقت ہو چکا تھا۔ اللہ اکبر کی ایمان افروز صدا کے ساتھ یہ پُر لطف صحبت ختم ہو گئی اور ازبیلا بھی منصور سے کل کی ملاقات کا وعدہ لیکر شفیق باپ کے ہمراہ اپنی جائے قیام پر چلی گئی۔ ہنری دعوت سے رخصت ہو کر اپنے عظیم الشان محل میں جا پہنچا جو قرطبہ کے ایک خوشنما علاقے میں واقع تھا۔ ہنری قرطبہ کے رئیس التجار اور مسیحی سوداگر آزلون کا بیٹا تھا۔ جو باپ کے مرنے کے بعد اُسکی کروڑوں کی جائیداد کا اکیلا مالک بن گیا تھا۔ وہ دولت اور ثروت کے نشہ میں سرشار تھا۔ ازبیلا کی بے رخی نے اگرچہ اُس کے قلب کو آج بُری طرح مجروح کر دیا تھا۔ مگر اُس نے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لی کہ "فرڈی نینڈ میرے باپ کا دوست ہے۔ وہ میرے قول

اور دولتمندی سے بے حد متاثر ہے۔ ازبیلا خواہ پسند کرے یا نہ کرے لیکن وہ میری درخواست کو کبھی رد نہیں کر سکتا۔ باپ کے مقابلہ میں یہ بے حقیقت لڑکی میرا کیا بگاڑ سکتی ہے۔"

منصور تمام دن بے چینی کے ساتھ گزارتا رہا اُسے رہ رہ کر ازبیلا یاد آرہی تھی۔ وہ بے تابی کے ساتھ دن کے چھپنے کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ ازبیلا نے اُسی شب کو اُس سے ملنے کا وعدہ کیا تھا منصور ازبیلا سے اپنی ملاقات کو چونکہ پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا اس لئے وہ سیاہ لبادہ میں لپٹا ہوا ازبیلا کی قیام گاہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ راستہ میں اُس نے دیکھا کہ ازبیلا کے باپ فرڈی نینڈ کی گاڑی قصرِ خلافت کی جانب چلی جا رہی ہے۔ اُس کا کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ لیکن یہ دیکھ کر اُس کے قلب کا بوجھ ہلکا ہو گیا کہ فرڈی نینڈ اکیلا ہے۔ ازبیلا اُس کے ساتھ نہیں ہے قصر الخضر کے قریب پہنچکر اور اپنی گاڑی سے اتر کر قصر کی جانب وہ روانہ ہو گیا۔ کیونکہ اسی قصر میں امیر وفد اور اُس کی بیٹی ازبیلا مقیم تھے۔

منصور جب پائیں باغ کے دروازے میں داخل ہوا تو اُس نے ایک خلافِ اُمید نظارہ دیکھا کہ ازبیلا اور ہنری مرمریں حوض کے پاس دو کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہیں۔ اور دونوں گفتگو میں مصروف ہیں۔ وہ گنجان درختوں اور انگور کی بیلوں کی آڑ لیتا ہوا اُن کے قریب پہنچ گیا۔ نہ جانے کیوں اُس کا خون آتشِ سیال کی طرح اُس کی رگوں میں جوش کھانے لگا۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بجلی کی طرح زرد رُو فرانسیسی پر ٹوٹ پڑے مگر کسی خیال نے اُسے روک لیا اور وہ دبے پاؤں بڑی ہوشیاری کے ساتھ دونوں کے عقب میں پہنچکر اُن کی گفتگو سننے لگا۔

ہنری لجاجت آمیز لہجہ میں کہہ رہا تھا "ازبیلا مجھے مایوس نہ کرو ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"تم عورت کو دھمکا رہے ہو۔ میں ان عورتوں میں نہیں ہوں جو تمہاری دھمکیوں میں آجاؤں۔ اس بارے میں ایک لفظ بھی سننا نہیں چاہتی"۔ ازبیلا نے سختی سے جواب دیا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ تم بے دین منصور کی محبت کا شکار ہو چکی ہو چکی ہو اور تم اپنی آبرو اور عصمت سب اُس پر قربان کر دینا چاہتی ہو"۔ ہنری طعن آمیز لہجہ میں بولا۔

"ایک عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے لیکن آبرو پر حملہ اُس کے لئے ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ ازبیلا زخمی شیرنی کی طرح بپھر کر بولی "ذلیل کتے تیری یہ ہمت۔ میں حکم دیتی ہوں کہ اِسی وقت یہاں سے نکل جاؤ"۔

ہنری کا چہرہ بھی غصہ سے سرخ ہو گیا اور وہ بولا "میں منصور کی طرح کوئی ادنیٰ درجہ کا سپاہی نہیں ہوں۔ میں اِس شہر کا سب سے دولتمند شخص ہوں میں تجھے اِس توہین کا مزہ چکھا کر رہوں گا" اور یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک چمکدار خنجر نکال لیا۔ خنجر لئے ہوئے وہ ازبیلا کی جانب بڑھا اور چلا کر کہا "موت اور زندگی دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لے ورنہ ابھی تیری لاش اِسی جگہ تڑپتی ہوگی"۔

ہنری ہاتھ اٹھانا ہی چاہتا تھا کہ منصور بلائے ناگہانی کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑا۔ ہنری نے غیظ سے اپنے رقیب کو دیکھتے ہوئے کہا "گستاخ بے دین ہمارے درمیان سے ہٹ جا ورنہ تجھے اِس بیباکی کی سزا بھگتنی ہوگی"۔

منصور نے کوئی جواب دئے بغیر ہنری کو اٹھا کر مرمریں حوض کے پتھروں پر پٹک دیا۔ ہنری نے تڑپا تبھی اُس کا سر پتھروں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا اور ذرا سی دیر کے بعد اُس کا جسم بالکل سرد تھا۔

منصور اِس اچانک حادثہ پر کچھ سراسیمہ سا ہو گیا۔ لیکن وہ سپاہی تھا اُس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر باغ کے ایک دور دراز گوشہ میں گڑھا کھودنے کے بعد ہنری کو دفن کر دیا۔ اور مرمریں حوض کے خون آلود پتھروں کو پانی سے دھو ڈالا اور ازبیلا سے بولا "ازبیلا خدا نے بروقت تمہاری امداد کے لئے مجھے بھیج دیا ورنہ نہ جانے یہ گستاخ تمہارے ساتھ کس طرح پیش آتا"۔

ازبیلا کوئی جواب دئے بغیر جوشِ عقیدت اور محبت سے منصور کے سینہ سے لپٹ گئی۔ اور محبت بھری نظروں سے منصور کو دیکھتے ہوئے بولی "منصور میں ساری عمر تمہارا احسان نہیں بھول سکتی۔ تم نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر مجھے خرید لیا ہے آج سے میں تمہاری ہوں۔ اور صرف تمہاری مگر منصور میں چاہتی ہوں کہ تم جلدی واپس چلے جاؤ تاکہ ہنری کے تلاش کرنے والے اگر

اگر یہاں آئیں تو تمہیں دیکھ کر ان کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔"

"ازبیلا تم ٹھیک کہتی ہو۔ اس وقت میرا یہاں رہنا میرے اور تمہارے دونوں کے لئے خطرہ سے خالی نہیں۔" یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک بار پھر پوری گرمجوشی کے ساتھ ازبیلا کو سینہ سے لگایا اور تیزی کے ساتھ قصر الخضر سے نکل گیا۔

دو تین روز تک ہنری کی تلاش بڑی ہجاری رہی۔ لیکن ہنری کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی کو اطلاع دئے بغیر اکثر اوقات باہر چلا جاتا تھا۔ اس لئے ہنری کے عزیزوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ کسی دوسرے شہر یا کسی دوسرے ملک میں پہنچ گیا ہے۔

اُدھر منصور کئی مرتبہ ازبیلا سے مل چکا تھا۔ اِن کی محبت کی پینگیں برابر بڑھتی چلی جارہی تھیں۔ آج منصور بے حد افسردہ تھا کیونکہ ازبیلا جانے کی تیاری میں مصروف تھی۔

منصور نے محبت بھری نظروں سے ازبیلا کو دیکھتے ہوئے کہا "ازبیلا تم جارہی ہو لیکن کہیں مجھے بھلا نہ دینا۔"

ازبیلا نے محبت کے ساتھ منصور کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "ازبیلا بھلا کیونکر تمہیں بھول سکتی ہے۔ اُس کی جان تمہاری بخشی ہوئی ہے۔ وہ تمہاری کنیز بن چکی ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے تم جیسا محبت کرنیوالا مل گیا۔ آج میں خدائے واحد کی روبرو اقرار کرتی ہوں کہ صرف تمہاری بلکہ رہوں گی۔"

منصور نے حیرت سے ازبیلا کو دیکھتے ہوئے پوچھا "خدائے واحد کیا تم تثلیث کی نہیں بلکہ توحید کی قائل ہو؟"

"ہاں منصور میں در پردہ اسلام کی قائل ہو چکی ہوں میں زمانہ دراز سے اسلام پر کتابیں پڑھتی رہی ہوں۔ اور اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ اسلام دنیا کے تمام مذاہب میں سب سے سیدھا اور سچا مذہب ہے۔"

منصور یہ سن کر خوشی سے اچھل پڑا اور بے اختیارانہ لہجہ میں بولا "تو پیاری تمہیں اس پاک مذہب کے قبول کرنے میں کیا تامل ہے؟"

"منصور میں تو پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ اسلام میرے دل میں گھر کر چکا ہے صرف کلمہ پڑھنا باقی ہے۔ بڑھاؤ اپنا ہاتھ میں تمہارے ہاتھ پر اسلام قبول کرتی ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه۔ لو آج میں صحیح معنوں میں مسلمان ہو گئی اور اب میرے ایمان اور اسلام کی لاج تمہیں رکھنی ہے۔" یہ کہتے ہوئے ازبیلا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

منصور نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا "ازبیلا گھبراؤ نہیں میں عنقریب امیرالمومنین کی اجازت کے بعد گریشیا آؤں گا تاکہ تمہیں ہمیشہ کیلئے اپنے پہلو کی زینت بنا سکوں۔" رات زیادہ گزر چکی تھی۔ منصور نے فرط محبت سے ازبیلا کے ہاتھوں کو چوما اور رخصت ہو گیا۔

پھر ایک ہفتہ کے بعد منصور کو ازبیلا کا خط ملا۔

"پیارے منصور! ازبیلا تم سے رخصت ہو گئی مگر اُس کا دل تمہارے پاس ہے منصور اپنی ازبیلا کو فراموش نہ کر دینا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ ہم نے اپنے عہد محبت کی تجدید خدائے واحد کو گواہ بنا کر کی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اُس کے پاک دربار میں شرمسار ہو کر جائیں۔ میں قرطبہ کی زریں یادگاروں میں سے صرف تمہاری یادگار لیکر چلی آئی ہوں امید ہے کہ تم ازبیلا کو کبھی نہ بھولو گے۔ ازبیلا ہمیشہ تمہاری منتظر رہے گی۔"

ازبیلا اور منصور میں خط و کتابت کا سلسلہ برابر جاری تھا کہ اچانک منصور کو ازبیلا کا ایک تشویشناک خط ملا۔

"منصور پیارے منصور تم نے بہت دیر کر دی، مجھے گریشیا کے ایک نائٹ الفانسو سے منسوب کیا جارہا ہے۔ تم اگر فوراً نہ آگئے تو ازبیلا کو کبھی زندہ نہ دیکھ سکو گے۔"

اس خط کے پڑھنے کے بعد منصور کو نہ صرف اپنا محل بلکہ ساری کائنات ہی تاریکی میں ڈوبی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ وہ دوڑا ہوا امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوا پورے واقعات سے آگاہ کرنے کے بعد امیرالمومنین سے شادی کی اجازت اور فرڈی نینڈ کے نام سفارشی خط حاصل کر لیا۔ اور ایک منٹ ضائع کئے بغیر ازبیلا کو حاصل کرنے کے لئے گریشیا جا پہنچا۔

فرڈی نینڈ نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ منصور کا استقبال کیا منصور جب ازبیلا سے ملنے کے لئے اُس کے کمرہ میں گیا تو دیکھا کہ وہی ازبیلا جو گلاب کے پھول کی طرح شگفتہ تھی۔ اُس کی رنگت بالکل سفید پڑ چکی تھی۔ منصور کو دیکھتے ہی وہ بے اختیار پھوٹ

کی طرح رونے لگی اور اُس نے روتے ہوئے کہا "منصور تم نے موقعہ کھو دیا تمہاری ازبیلا کو دوسرے کے حوالے کیے جانے کا آخری فیصلہ ہو چکا ہے"

منصور ازبیلا کو تسلی دینے کے بعد فرڈی نینڈ کے کمرہ میں پہنچا۔ اور امیر المومنین کا سفارشی خط دیتے ہوئے اپنی جانب سے ازبیلا کا پیام پیش کر دیا۔

فرڈی نینڈ خود منصور کا دلدادہ تھا۔ وہ اِس رشتہ کو اس لئے بھی پسند کرتا تھا کہ اسکے ذریعہ گریشیا اور اسپین کے تعلقات اور بھی خوشگوار ہو جائیں گے لیکن اب معاملہ فرڈی نینڈ کے قابو سے باہر تھا۔ کیونکہ قانونی طور پر نائٹ الفانسو اور ازبیلا کی منگنی ہو چکی تھی۔ جو گریشیا کے دستور کے مطابق شادی کے ہم معنی تھی۔ فرڈی نینڈ افسردگی کے انداز میں بولا "منصور مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری درخواست قبول کرنے سے معذور ہوں۔ ازبیلا کی نائٹ الفانسو سے باقاعدہ منگنی ہو چکی ہے اور ہمارے ملک کے قانون کے مطابق منگنی شادی ہی کا ایک جزو ہے اسے کوئی توڑ نہیں سکتا"

فرڈی نینڈ کے اس جواب کو سنکر منصور کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اُسے کمرہ کے در و دیوار گھومتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ اُس نے لجاجت آمیز انداز میں کہا "یہ میری اور ازبیلا کی موت اور زندگی کا سوال ہے جس طرح ممکن ہو ہم دونوں کو تباہی سے بچا لیجئے"

"منصور ہمارے ملک کے قانون کے مطابق ڈوئل لڑے بغیر کوئی شخص منگنی شدہ لڑکی کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تم یہ خطرناک راستہ اختیار کرو" فرڈی نینڈ نے کہا

"خطرناک ایک ایسے سپاہی کیلئے جو ہوش سنبھالنے کے بعد روزانہ موت سے لڑتا رہا ہو۔ ڈوئل (شمشیر زنی کا مقابلہ) ہو رہا ہے اور ازبیلا کیلئے تو میں اپنی جان تک قربان کرنے کیلئے تیار ہوں"

فرڈی نینڈ نے منصور کو ہر چند سمجھایا مگر وہ جان دینے کے لئے تلا ہوا تھا۔ سارا معاملہ کاؤنٹ گریشیا کے روبرو رکھ دیا گیا۔ کاؤنٹ نے الفانسو کو طلب کرنے کے بعد ڈوئل کی تاریخ مقرر کر دی۔

آخر وہ دن آگیا جب منصور کو ازبیلا کیلئے زندگی کی آخری بازی لگانی تھی۔ کاؤنٹ گریشیا اور تمام امرائے سلطنت جمع تھے۔ ایک طرف مسیحی عورتوں کے جھرمٹ میں ازبیلا بھی اپنی قسمت کا آخری فیصلہ سننے کے لئے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ موجود تھی

ڈوئل کی کاروائی شروع ہوئی۔ الفانسو پورے جوش کے ساتھ منصور پر پل پڑا۔ تجربہ کار منصور نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ وہ الفانسو کی تلوار کے وار روکتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ الفانسو دو گھنٹے کے بیکار شمشیر زنی کے بعد تھکن سے ہانپنے لگا منصور نے جب دیکھا کہ اس کا حریف کمزور ہو چکا ہے تو اس نے طعن آمیز انداز میں کہا "بہادر الفانسو اب آپ بہت تھک گئے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو آرام فرما سکتے ہیں۔

الفانسو جھنجلا گیا۔ یہی منصور کا مقصد تھا۔ وہ غصہ میں الٹے سیدھے ہاتھ مار رہا تھا۔ مگر اوچھے ہاتھوں نے الفانسو کے ساتھ وفا نہ کی جب منصور نے دیکھا کہ اب حملہ کا وقت آگیا ہے تو اُس نے اللہ اکبر کے پر جوش نعرہ کے ساتھ ایسا بھرپور ہاتھ الفانسو کی گردن پر مارا کہ اس کا سر تن سے جدا ہو گیا۔

ملک کے دستور کے مطابق ازبیلا کے باپ فرڈی نینڈ نے آگے بڑھ کر منصور کو سینہ سے لگا لیا اور اُسی وقت ازبیلا کا ہاتھ منصور کے ہاتھ میں دے دیا۔ ازبیلا سہمی سہمی اور ڈری ڈری منصور کے پہلو میں کھڑی تھی۔ اور دل ہی دل میں کہہ رہی تھی "منصور تم واقعی سچے ہو تم نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر میری لاج رکھ لی"

اور دوسرے ہی ہفتہ پورے شاہانہ اہتمام کے ساتھ ازبیلا کی منصور کے ساتھ شادی کر دی گئی جس میں امیر المومنین نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی اور اسطرح دو ٹوٹے ہوئے دل دوبارہ مل گئے

عورتوں کیلئے



بڑھتی ہوئی بے حیائی

عورتوں میں حیا نہ رہی تو کچھ بھی باقی نہیں رہا

(از زبیدہ سلطانہ صاحبہ دہلی)

محترمہ زبیدہ بہن کا ذیل کا مضمون ہمارے لئے خاص طور پر توجہ طلب ہے جس میں کہ اُنھوں نے ہماری ایک بہت بڑی معاشرتی کمزوری پر روشنی ڈالی ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون اصلاح پسند حلقوں میں پسند کیا جائے گا۔

کبھی کبھار نئی دہلی کی طرف اگر میرا جانا ہو جاتا ہے تو میں آجکل کی عورتوں کو ایسے ایسے لباسوں میں دیکھتی ہوں تو حیران رہ جاتی ہوں۔ اور یہ سوچنے لگتی ہوں کہ کیا اس زمانہ کی عورتوں میں سے شرم و حیا بالکل اُٹھ چکی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہندوستان ہو یا پاکستان عام طور پر مشرقی ممالک پر مغرب کا اثر غالب آتا چلا جا رہا ہے۔ اور ہماری بدنصیبی ہے مشرق کی عورتوں نے مغرب کی تقلید ہی کو زندگی کی معراج سمجھ لیا ہے لیکن شاید اُنہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ خود مغرب بھی آجکل اپنی بگڑی ہوئی تہذیب سے نالاں ہے۔ چنانچہ لندن کے مشہور ماہنامہ "لیڈیز میگزین" میں ایک انگریز اصلاح پسند خاتون کا مضمون شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں یہ خاتون لکھتی ہیں۔

"ہم بظاہر کتنے ہی خوش اور بشاش کیوں نہ دکھائی دیں لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ ہماری خانگی زندگیاں نہایت ہی خراب ہیں۔ یعنی انگلستان میں سو میں سے نوے شادی شدہ جوڑوں میں کشیدگی پائی جاتی ہے۔ اس کشیدگی کی ذمہ داری سے اگرچہ مردوں کو بھی بے تعلق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مگر بڑی وجہ یہ ہے کہ انگلستان کی عورتیں بے راہ روی اور آزادی کے معاملہ میں ضرورت سے زیادہ آگے بڑھ چکی ہیں۔ اُن کو نہ شوہروں کی پرواہ ہے نہ بچوں کی اور اُن کی اِس غیر ذمہ دارانہ روش نے ہمارے گھروں کے سکون کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہماری معاشرتی زندگی اُس وقت تک پرسکون نہیں بن سکتی جب تک کہ عورتوں کی بے راہ روی پر کسی قسم کی روک نہیں لگائی جائے گی۔"

یہ کسی مشرق عورت کے خیالات نہیں ہیں بلکہ ایک ایسی مغربی خاتون کے محسوسات ہیں جو مغرب کی فضا میں پلی بڑھی ہے اور اُس نے اپنی ساری زندگی اسی فضا میں گزاری ہے۔ اس مغربی خاتون کو احساس ہے کہ ہم کو عورتوں کی بے راہ روی پر روک لگانی چاہئے۔ لیکن ہماری مشرقی عورتیں مغرب کی اندھی آزادی کی چمک دمک سے متاثر ہو کر اس دلدل میں دھنستی چلی جا رہی ہیں۔ اور انھوں نے وہ قابل اعتراض روش اختیار کر لی ہے جو در اصل نسوانیت کی کھلی توہین ہے۔

ہندوستان ہو یا پاکستان ان دونوں ملکوں کے خوشحال طبقہ کی عورتوں کی حالت بڑی قابل رحم ہے۔ پردہ اٹھ چکا ہے۔ حیا کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ عورتوں کا غیر مردوں سے میل جول دونوں معاشرہ میں عام ہے۔ کلبوں اور پارکوں میں غیر مردوں کے ساتھ تفریح کرنا معمولی بات بن چکی ہے یہاں تک کہ غیر مردوں سے میل جول کے خراب نتائج بھی برآمد ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ جن کی تفصیلات آئے دن اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہے۔

صحیح تو یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کے لئے جو حدود مقرر کردی ہیں اُس سے عورتوں کا آگے بڑھنا بے حد خطرناک ہے۔ اسلام نے غیر مردوں کے ساتھ عورتوں کے میل جول کی شدید مخالفت کی ہے اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ کسی تنہا مقام پر غیر مرد اور عورت ایک جگہ ملیں۔ یہاں تک کہ اسلام نے اُس کی بھی اجازت نہیں دی کہ کوئی عورت کسی غیر محرم کے ساتھ فریضہ حج بھی ادا کرے اس لئے کہ اسلام اِس چیز سے واقف ہے کہ عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے کیسے کیسے فتنے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہمیں اپنی معاشرت اور خانگی زندگی کو تباہی سے بچانا ہے تو ہمیں اسلام ہی کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا ہوگا۔

اسلامی پردہ کا آجکل مہذب سوسائٹی میں مذاق اڑایا جاتا ہے یہ درست ہے کہ پردہ کے کچھ نقصانات بھی ہیں۔ لیکن وہ نقصانات بے پردگی اور عورتوں کی بے راہ روی کے مقابلہ میں بہت ہی حقیر ہیں۔ اِس موقع پر یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ اسلامی پردہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورتوں کو چہار دیواری کے اندر مقید کر دیا جائے۔ بلکہ اسلامی پردہ کا بڑا مقتضا یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کو روکا جائے۔ چنانچہ ایک پردہ دار عورت جسم کے ضروری حصہ کو ڈھک کر جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ اور پوری طرح زندگی کی جد و جہد میں حصہ لے سکتی ہے — یہاں تک کہ صحابیات نے میدان کارزار میں بھی اسلامی پردہ کے باوجود بڑے بڑے کارنامے انجام دئے ہیں

مغربی اقوام کو تو اختیار ہے کہ وہ جو چاہے روش اختیار کریں مگر ہندوستان اور مشرقی ممالک کی مسلمان عورتوں کو تو اپنے اسلاف کی شریفانہ روش پر چلنا چاہیئے اور اُنہیں اس اندھی آزادی سے بچنا چاہیئے۔ جس سے کہ آج مغرب بھی نالاں ہے۔ عورت دنیا کی نہایت ہی مقدس مخلوق ہے۔ اُسی کے بطن سے پیغمبروں نے اولیاء کرام نے اور رہنمایان قوم نے جنم لیا ہے۔ اُسے ہر حال میں اپنے تقدس کو برقرار رکھنا چاہیئے۔

اس زمانہ میں عورتوں کے نئے نئے لباس نکل آئے ہیں ان میں اکثر لباس ایسے بھی ہیں جن کا پہننا اور نہ پہننا دونوں ہی میرے نزدیک برابر ہے۔ کیونکہ وہ لباس ہی کیا جس میں سے عورتوں کے پوشیدہ رکھنے والے حصے ابھر کر اور نمایاں ہو کر سامنے آجائیں ایسا لباس کھلی ہوئی بے حیائی ہے۔ اور جب عورت میں حیا ہی باقی نہ رہی ہو تو پھر کیا چیز باقی رہ جاتی ہے۔

شاہجہاں کے دور کی نئی دلّی

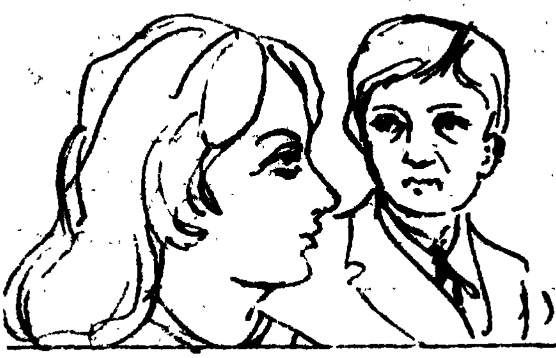
(باقی صفحہ ۲)

دریائی راستہ سے شاہی کشتیوں کے ذریعہ روانہ ہوگیا اور پروگرام کے مطابق ۲۴ ربیع الاول کو قلعہ میں بڑے تزک و شان کے ساتھ پہلی مرتبہ اجلاس کیا۔ بیگمات اور شہزادے بادشاہ کے ہمراہ تھے۔ اِس مبارک موقع پر دل کھول کر ہندو مسلم امرا کو نوازا گیا۔ اور شاہجہاں آباد پہنچنے کے بعد اِس قدر دولت لٹائی گئی کہ اِس شہر کا کوئی گھر بھی شاہی عنایات سے محروم نہیں رہا۔ بلکہ بعض گھرانے تو مالامال ہو گئے تھے۔

دہلی کو دارالسلطنت بنانے کے بعد شاہجہاں کو خیال آیا کہ اِس عظیم الشان شہر میں اُس کے شایان شان ایک جامع مسجد بھی تعمیر ہونی چاہیئے چنانچہ ۱۰ شوال ۱۰۶۰ ہجری کو سعد اللہ خاں دیوان نے ماہرین تعمیر کے مشورہ کے مطابق شاہی قلعہ سے متصل ایک پہاڑی پر دہلی کی عالیشان جامع مسجد کی بنیاد رکھی جس روز سے اِس مسجد کی تعمیر شروع ہوئی روزانہ پانچ ہزار کاریگر اس پر کام کرتے رہے یہ کاریگر صرف دہلی ہی کے نہیں تھے بلکہ دور دراز مقامات سے بادشاہ کے حکم سے لائے گئے تھے۔ غرضکہ دیوان سعد اللہ خاں اور خلیل اللہ خاں کے زیر اہتمام چھ سال کی مختصر سی مدت میں یہ نادر روزگار دہلی کی جامع مسجد تیار ہو گئی۔ یہ جامع مسجد اپنی عظمت۔ فن کاری، اور خوبصورتی کے لحاظ سے نادر روزگار ہے۔

اسی دوران قلعہ کے قریب امرا کی حویلیاں بھی سینکڑوں کی تعداد میں تعمیر ہو گئیں جو اب مسمار ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ شہر میں جا بجا تاجروں اور دولتمندوں نے اپنے لئے ایسی خوشنما اور عظیم الشان عمارتیں بنوائیں جن کی وجہ سے "شاہجہاں آباد" کی رونق اس قدر بڑھ گئی کہ اُس عہد میں دنیا کا کوئی شہر بھی حسن و خوبصورتی کے اعتبار سے "شاہجہاں آباد" کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ہے تاریخی شہر "شاہجہاں آباد" کی تعمیر کی مختصر تاریخ

افسانہ



ندامت

جذبات میں ڈوبی ہوئی معاشرتی کہانی

(از جناب حسن اجمل مسرت، ایم اے)

خفت ندامت ملال اور کئی جذبے تھے جو باری باری کوندے کی طرح لپکے اور اختر نے محسوس کیا جیسے اُسکے پیر کی ٹوٹی ہڈی کی کرچیں اُس کے لہو میں تیر آئی ہوں۔

آج جو کچھ ہوا وہ محض اتفاق تھا۔ ایسا اتفاق جس کی اذیت ہڈی ٹوٹنے اور دائمی لنگڑے پن کے احساس سے بھی زیادہ شدید تھی۔ کوئی تین مہینے پہلے کار کے حادثے میں اُس کا پیر ٹوٹ گیا تھا۔ اور آج تین مہینوں کے بعد جب ساری اذیتوں کو جھٹک کر وہ بیساکھی کے سہارے اسپتال سے نکلا تو ایک اور حادثہ اُس کا منتظر تھا۔

وہ ٹیکسی کے انتظار میں تھا۔ لیکن اس وقت اتفاق سے پوری سڑک سنسان پڑی تھی کبھی کبھار کوئی کار زن سے گزر جاتی اور جب جلے ہوئے پٹرول کی بو اُس کے نتھنوں تک آتی تو وہ دل مسوس کر رہ جاتا — پتہ نہیں اب وہ کبھی کار چلانے کے قابل ہو سکے گا کہ نہیں! پھر ایسی ہی ایک کار زن سے گزر رہی اور اُس ایک لمحے میں اُس نے دیکھا، جو لڑکی کار ڈرائیو کر رہی تھی اُس کا چہرہ کچھ جانا پہچانا سا تھا۔ چند گز آگے چل کر وہ کار آہستہ ہوئی۔ کسی نے گھوم کر اُس کی طرف دیکھا کار کو بیک کیا اور اُتر کر ایسے قدموں سے اُس کی طرف بڑھی جن سے بیقراری عیاں تھی۔ اختر نے چور نظروں سے دیکھا — یہ چال سلمٰی کی تھی ہو بہو سلمٰی کی! بشرطیکہ اُس میں تھوڑا سا لنگ بھی ہو — سلمٰی کے پیر کے لنگ سے ایک پوری کہانی وابستہ تھی۔ اُس کی ایک ٹانگ بھی بیکار ہو گئی تھی۔

اور اختر نے دیکھا یہ کہانی تو اُس کے سامنے تھی، مجسم کہانی! اُس نے سلمٰی کے نیچے تلے قدموں کو جانچا۔ پھر اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ بیساکھی اور رہی سہی گداگری کا خیال کیا اور اُسے ٹھنڈے ٹھنڈے پسینے چھوٹ پڑے — یا خدا، ایسے میں سلمٰی ہی کو آنا رہ گیا تھا

”یہاں کیسے کھڑے ہو؟“ سلمٰی نے پوچھا لیکن اس اندازِ تخاطب میں ذرا بھی اجنبیت نہ تھی، ذرا بھی تحیر نہ تھا، وہ اُس سے اس طرح مخاطب ہوئی تھی جیسے وہ کل ہی ملے تھے۔ جیسے جدائی کے تین برس آئے ہی نہیں تھے اور پہر گذر رہے تھے، جیسے پیر کی ہڈی کسی اور کی ٹوٹی تھی — اور جیسے وہ اِس وقت بھی ہمیشہ کی طرح تندرست وتوانا تھا۔

”سواری کا انتظار کر رہا تھا“ اُس نے کہا اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ یہ اقرار کر رہا ہو کہ وہ سڑک پر بھیک مانگنے کے لئے کھڑا تھا۔

اور یہی وہ لمحہ تھا جب خفت ندامت اور ملال کے جذبے باری باری کوندے کی طرح لپکے اور اختر نے محسوس کیا۔ جیسے پیر کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کی کرچیں اُس کے لہو میں تیر رہی ہوں اور یہ کرچیں اُس کے لہو میں ابھی تک تیر رہی تھیں کچھ نہ ٹیکسی کا دور دور تک پتہ نہ تھا سلمٰی نے اُس سے دوبارہ کہا

”میں جانتی ہوں تمہیں اِس وقت ٹیکسی نہ ملے گی — آؤ اب چلیں“

وہ بت بنا کھڑا رہا [illegible] پیدل جانے میں اُسے اتنی اذیت نہ ہوتی جتنی اِس خیال سے [illegible] کہ اُسے سلمٰی کا سہارا [illegible]

”میں نے کہا سر کا اب چلیے“ سلمٰی نے آگے بڑھ کر اُس کا بازو تھام لیا۔ اختر سمجھ گیا کہ اب اِنکار کا کوئی بس نہ چلے گا۔ سلمٰی نے اُسے اپنے برابر ہی بٹھا لیا۔ پھر کار اسٹارٹ کی لیکن چلانے کے بجائے اسٹیرنگ پر جھک کر اُس نے اُس کے سراپا پر

ایک طائرانہ نگاہ ڈالی "اب بتاؤ، یہ سب کیسے ہوا؟"

اختر نے ایک طویل سانس لی اور سر کو چھت کی طرف اٹھا کر آنکھیں بند کر لیں۔

"بس ہونے والی بات تھی" اُس نے اتنا ہی کہا

پھر سلمیٰ نے کچھ پوچھا نا اُس نے کچھ بتایا، بس کمرے کا ماحول سسکیوں سے بھرتا رہا اور اُس کی ہر سسکی کے ساتھ اختر کو اپنی کہانی یاد آتی گئی۔ یہ کہانی بنیادی طور پر سلمیٰ کی کہانی تھی۔ اور وہ خود اِس کہانی کا ولین تھا۔

یونیورسٹی میں سب پڑھنے کے لیے داخلہ لیتے ہیں۔ وہ محض تفریحاً داخل ہوا تھا۔ پھر اُسے پتہ چلا کہ اُس جیسے بے فکرے وہاں زیادہ ہیں اور اُن کا شغل تھا کہ وہ خالی گھنٹوں میں ٹولیاں بنا کر مختلف شعبوں کے اچھے چہروں کو تکتے پھرتے اور جس چہرے کو زیادہ "دل فریب" پاتے وہیں کے ہو رہتے۔ ایسے بے فکروں کے لیے سنجیدگی سے پیار کرنے کا تصور ہی مضحکہ خیز ہے چہ جائے کہ ایک نظر میں دل ہار بیٹھنا ——— لیکن سلمیٰ کے سلسلہ میں بالکل یہی ہوا۔ سلمیٰ سراپا حسن تھی۔ وہ حسن و رعنائی کی مسکراتی شفق تھی۔ اُس کے جسم کا ہر زاویہ دلکش، ہر ادا قیامت شکن، ہر انداز دلفریب تھا۔ وہ مجسم شعر و نغمہ تھی۔ وہ اُن لڑکیوں میں سے تھی جو اپنے حسن سے اتنی بے پروا ہوتی ہیں کہ اُن کی یہ بے نیازی بھی حسن بن جاتی ہے۔ اُس روز کے بعد سے اختر نے اچھے چہروں کی تلاش چھوڑ دی ——— پھر ملاقاتوں کے سلسلے بڑھے اور اتنا بڑھے کہ وہ سلمیٰ کو اپنے ساتھ کار کی سیر کو لیجانے لگا اور رفتہ رفتہ سلمیٰ نے گھر کا ایک فرد بن گیا۔ لیکن سلمیٰ اپنے حسن کے ساتھ اپنی زندگی کی طرف سے بھی بے پروا تھی، اُس نے اِس تمام عرصے میں اختر کو کبھی اظہارِ محبت کا موقعہ نہ دیا۔ اُس سے کبھی کوئی وعدہ نہ لیا۔ لیکن وہ اختر کی جانب کھنچی چلی گئی۔

[illegible] ایک خط اور پتہ نہیں کس کس طرح [illegible] گزرتے

جب سلمیٰ دو مہینے کی غیر حاضری کے بعد یونیورسٹی [illegible] آئی تو اختر نے دیکھا کہ اُس کا دایاں پیر بے جان ہو گیا ہے [illegible] کے بل لنگڑا کر چلنے لگی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ قسمت کی اس ستم ظریفی کے بعد [illegible] وہ مسکرا نہیں سکے گی لیکن اُس کا [illegible] جلا رہا تھا۔ وہ اپنے اِس نقص سے بچاؤ کے لئے چھڑی کا سہارا [illegible] حسن سے جب وہ چلتی تو سلمیٰ کئی جگہ رک رک کر آگے سے دو چار اِس انداز سے چلا کرتی جیسے تتلی پھولوں میں جھومتی رہی ہو۔

"تم نے میرا حال دیکھا؟" اُس نے ہمیشہ کی طرح بے پروائی کے ساتھ یوں پوچھا جیسے وہ اپنے رنگ کی نئی لباس کے لئے ٹشو کی تلاش کر رہی ہو۔ "ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ یہ اعصابی مرض ہے کچھ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہو جاؤں گی۔ کچھ کا خیال ہے شاید ساری زندگی یوں ہی رہوں گی"

اختر کے ذہن کو ایک دھچکا سا لگا۔ لیکن سلمیٰ کا دل رکھنے کے خیال سے اُس نے کہا "مجھے تو کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ یہ صرف فکر و تردد کا نتیجہ ہے۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گی"

"سوچتی ہوں کل سے بیساکھی لے کر آیا کروں گی، لیکن اِس حلیہ میں تم مجھے ساتھ رکھنے کو بھی تیار ہو کہ نہیں؟"

اختر پھیکی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ آج نہیں تو کل سلمیٰ کو بیساکھی کا سہارا لینا پڑے گا اور یہی وہ لمحہ تھا جس کے بعد اِس کہانی میں اُس کا کردار ولین کا ہوتا گیا یہاں تک کہ ایک دن دوپہر میں جب وہ حسبِ معمول یونیورسٹی کے ایک علیحدہ گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اختر اصل موضوع پر آ گیا ———

"دیکھو سلمیٰ بات یہ ہے کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میرے لئے تم اب بھی وہی ہو جو تھیں۔ لیکن دنیا دو آدمیوں پر مشتمل نہیں ہوتی۔ میرے گھر والے ہیں۔ میرا خاندان ہے۔ میرے احباب ہیں"

"آخر اتنے سنجیدہ بن کر تم کہنا کیا چاہ رہے ہو؟"

"صرف اتنی سی بات کہ اگر تمہیں مجھ سے کوئی توقعات ہوں تو انہیں ذہن سے جھٹک دو" اُس نے بہت سوچ سوچ کر کہا۔ "تم خود اندازہ لگا سکتی ہو کہ شادی خاندان والوں کی نظر میں ایک تنقیدی معاملہ کا درجہ رکھتی ہے جس میں آنے والی پر تنقید ہوتی ہے۔ اور لانے والے کو ہر اعتراض کے لئے جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔"

"میں سمجھ گئی تم یہی کہنا چاہ رہے ہو نا کہ میرا لنگڑا پن تمہارے لئے شرمندگی کا باعث ہو گا؟"

"میرے لئے نہیں اوروں کے لئے۔ دیکھو اپنی کا معاملہ نہیں ہے۔ تمہارا نقص میرے حق میں ایک [illegible] مسئلہ بن سکتا ہے۔"

"بس صرف یہی کہنا تھا؟" سلمیٰ نے اس طرح پوچھا جیسے اُس نے ابھی جو کچھ سنا تھا اُس کی کوئی اہمیت ہی نہ تھی۔ وہ تو آنسو، گلے شکوے اور پتہ نہیں کس کس ہنگامے کی توقع کر رہا تھا۔

"ہاں ابھی ابھی"

"تو اس میں اتنا سنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت تھی، میں تو ڈر ہی گئی تھی" اُس کی خوش دلی کا اب بھی وہی عالم تھا۔

"یہ ساری باتیں تو میں خود سمجھتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ ایک اپاہج لڑکی کو اپنانا ایک سماجی مسئلے کو دعوت دینا ہے۔ اور تم سے تو میری اس طرح کی کوئی انڈر اسٹینڈنگ بھی نہ تھی پھر تم ناحق کیوں پریشان ہو گئے۔ چھوڑو اور کوئی بات کریں" اور پھر وہ جو بچھڑے تو تین برس بعد آج اس عالم میں ملے تھے۔

اختر نے آنکھیں کھولیں۔ سلمیٰ کا سر اسٹیرنگ پر تھا اور اُس کے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بھی اپنی کہانی کے بہاؤ میں بہتی رہی تھی۔ اختر نے بھرپور نظر بھر کر اُس کے چہرے کو دیکھا۔ وہ اب بھی اُتنی ہی حسین تھی اور گزرنے والے تین برسوں نے اُس کے حسن کو ماند کرنے کے بجائے اُس میں وقار کا اضافہ کر دیا تھا۔ شگفتہ ہونٹوں کے گلاب اور آتشیں رخساروں کے کنول ابھی مرجھائے نہ تھے۔ گاڑی کا انجن ابتک سسکیاں بھر رہا تھا۔ اختر نے ہاتھ بڑھا کر گاڑی کا سوئچ بند کر دیا۔ سلمیٰ نے چونک کر سر اٹھایا اور تب اختر نے دیکھا کہ اُس کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔

اُس نے گاڑی پھر اسٹارٹ کی اور جب وہ بڑی سڑک پر آئے تو سلمیٰ نے خاموشی کو توڑا "ہاں اب بتاؤ تم اس حال کو کس طرح پہنچے"

"بس ایک صبح دفتر جا رہا تھا راستے میں ٹکر ہو گئی پھر جانے کا انکار ہو گیا اور گاڑی ملازمین اور پولیس والوں کے نذرانے میں بک گئی۔ اب میں بالکل معذور ہوں"

سلمیٰ نے کچھ نہیں کہا۔ وہ سڑک پر نظریں جمائے رہی۔ پھر چند لمحوں بعد بولی "اب تو تم ٹھیک ہو؟"

"ہاں مگر دائمی لنگڑے پن کے ساتھ!"

"اور تمہارے اس سماجی مسئلے کا کیا رہا؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

اختر چونکا۔ "تمہارا مطلب ہے شادی؟" سلمیٰ نے بات دہرایا

"وہ ابھی نہیں ہوئی" اُس نے کہا "اچھا ہے کہ نہیں ہوئی ورنہ اب تم اپنی بیوی کے لئے ایک سماجی مسئلہ بن چکے ہوتے"

اختر پھر چونکا "تم اس لفظ کو بار بار کیوں دہرا رہی ہو؟"

"بس یونہی" سلمیٰ نے اسے کنکھیوں سے دیکھا اور اختر سمجھ گیا کہ وہ اُسے کچھ یاد دلانا چاہتی ہے۔

"اور تم نے کر لی شادی؟" اختر نے رک رک کر پوچھا۔

"میرے وزیرِ اعظم" وہ قہقہہ مار کر ہنسی۔ "ایک اپاہج لڑکی سے بھلا کون شادی کرتا ہے؟"

"لیکن اب تو تم اپاہج نہیں ہو!"

"ہاں تو اب کر لوں گی"

چند لمحے خاموشی سے گزرے پھر سلمیٰ نے پوچھا "کیا تم اب کبھی بیساکھی کے بغیر چل سکو گے؟"

"ہاں ـــ ڈاکٹر یہی کہتے ہیں" اُس نے ایک سانس لی اور وہ دونوں پھر خاموش ہو گئے ـــ کار فراٹے بھرتی رہی۔

"اب ایک لمحے کے لئے تم لڑکی بن کر سوچو" اُسے سلمیٰ کی آواز سنائی دی۔

"اگر محض اس نقص کی وجہ سے کوئی تمہیں اپنانے سے انکار کر دے تو تم پر کیا گزرے گی؟"

اختر کو ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ آ گیا۔ اُس نے چور نظروں سے سلمیٰ کی طرف دیکھا جس کے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے کے اوپر بھنچے ہوئے تھے۔ اور نگاہیں ونڈ اسکرین کے اُس پار سڑک کو دیکھ رہی تھیں۔

میں جانتا ہوں سلمیٰ تم کیا کہنا چاہ رہی ہو" اُس نے سوچا "مجھے معلوم ہے تم میرا مضحکہ اڑانے کے لئے مجھے ساتھ لائی ہو لیکن تم اس انتقامی جذبے کی تسکین بعد میں بھی کر سکتی تھیں ـــ ابھی تو مجھے اسپتال چھوڑے ہوئے آدھ گھنٹہ بھی نہیں ہوا"

"تم غلط سمجھے اختر" سلمیٰ پھر بولی "میں تمہارا مضحکہ اڑانا نہیں چاہتی ہوں تم مردوں کی عقل کا ماتم کر رہی تھی۔ تم اپنے کمپیوٹر دل سے جانے کے دل کی دھڑکنیں تو گن سکتے ہو لیکن عورت کا دل تمہارے لئے آج بھی ایک تاریک براعظم ہے ـــ اُس دن کتنی آسانی سے تم نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ کیا تمہیں کبھی یہ خیال آیا کہ

تمہاری بے رحمی مجھے خودکشی کی طرف بھی لے جا سکتی تھی۔
لیکن تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ تم جس نقص کی وجہ سے مجھے اپنانے سے انکار کر رہے ہو وہ خود اختیاری نہ تھا ــــ وہ ایک حادثہ تھا۔ جو کسی پر بھی گزر سکتا تھا "

"جس طرح آج مجھ پر گزر گیا" اختر نے کہا۔
میں نے یہ نہیں کہا" اور نہ مجھے علم تھا کہ تم سے اس عالم میں ملاقات ہوگی" سلمیٰ کی آواز پھر آئی "البتہ میں تمہاری تلاش میں ضرور تھی۔ میں تمہیں بتانا چاہتی تھی کہ دیکھو میرا پیر ٹھیک ہوگیا ہے میں اب پہلے کی طرح چل پھر سکتی ہوں ــــ اور مجھے تم سے یہ بھی کہنا تھا کہ اب اگر تم میرے قدموں پر سر بھی رکھ دو تو میں تم سے شادی نہ کروں گی!"

"مجھے احساس ہے سلمیٰ کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو" اختر نے کہا "لیکن ان ساری باتوں کا دہرانا اتنا ضروری کیوں ہے؟"

"اس لئے کہ میں تمہیں اس اذیت میں مبتلا کرنا چاہتی ہوں جس سے میں گزر چکی ہوں۔ تم اس بات کو کیا جانو کہ جب کسی کو قبول کیا جاتا ہے تو تمام خوبیاں اور خامیاں سمیت قبول کیا جاتا ہے۔ اور جو لوگ تمہاری طرح صرف خوبیوں کے متلاشی ہوتے ہیں وہ محبت نہیں کرتے جذباتی سودے بازی کرتے ہیں"

یہ غلط تھا کہ اس نے سلمیٰ سے جذباتی سودے بازی کی تھی اسے سلمیٰ سے محبت تھی۔ لیکن شادی کے بعد صرف محبت ہی سے تو کام نہیں چلتا، لیکن سلمیٰ سے کیا کہتا۔ اگر اس نے یہ سوال براہ راست کیا ہوتا تو وہ اس پر پوری تقریر کر سکتا تھا۔ لیکن سلمیٰ اس کی سوچوں سے بے نیاز خاموشی سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ البتہ اسکے چہرے پر متضاد جذبوں کی پرچھائیاں رقص کرتی نظر آ رہی تھیں اور وہ خاموشی کے ساتھ سہم سہم کر اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگوں کو دیکھ رہا تھا۔

پھر سلمیٰ نے گاڑی کو ایک ایسے مکان کے سامنے روک دی جو اس کے لئے نیا تھا۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئی ہو؟" اختر نے پوچھا
"یہ میرا اپنا مکان ہے۔ آؤ دکھاؤں"
"نہیں شکریہ ــــ اب میں جانا چاہتا ہوں"

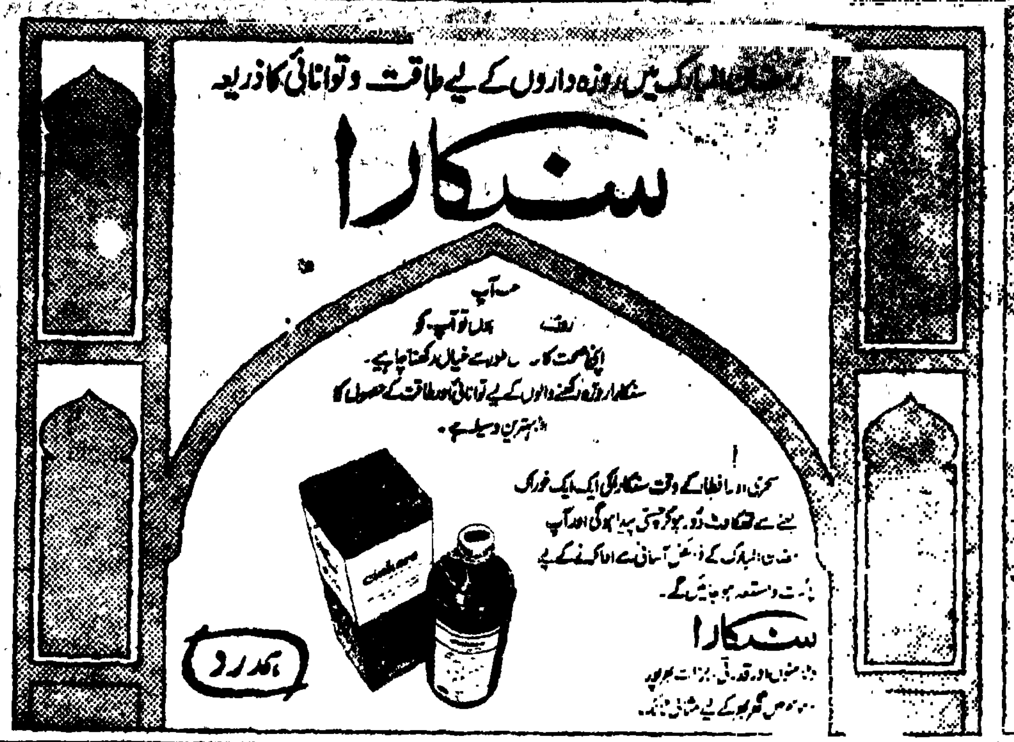
"اس طرح کیسے جا سکتے ہو۔ ابھی تو میں تمہیں امی کے سامنے پیش کروں گی"

"سلمیٰ مجھ میں اس کی ہمت نہیں ہے" اس نے کہا "تم مجھے پہلے ہی کافی ذلیل کر چکی ہو"۔

"اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے؟" اس کے برابر بیٹھی ہوئی سلمیٰ نے کہا "یہ تمہاری سزا کا آخری مرحلہ ہے۔ امی کم سے کم اس مغرور شخص کا انجام تو دیکھ لیں جس نے مجھے اتنی بیدردی سے ٹھکرا دیا تھا"

"سلمیٰ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو" اس نے سیٹ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اس کا جی چاہا وہ کود کر بھاگ نکلے لیکن اچانک اسے اپنے اپاہج ہونے کا خیال آ گیا اور وہ رحم طلب نظروں سے سلمیٰ کو دیکھ کر رہ گیا، جیسے سلمیٰ اسے اپنا گھر نہیں مقتل میں لے جانے والی تھی۔ لیکن سلمیٰ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی وہ گاڑی سے اتر کر بے نیازی سے چلتی ہوئی اس کی طرف آئی۔ دروازہ کھول کر اسے اپنے سہارے سے نیچے اتارا اور کال بیل پر انگلی رکھ دی دور گھنٹی بجی اور تب اس نے اس کی طرف شرارت آمیز نظروں سے دیکھا اور بولی "اب تم نہ بھاگ سکو گے کیونکہ میں تمہیں اپنا ہمراہی مستقل بنانے کا فیصلہ کر چکی ہوں"

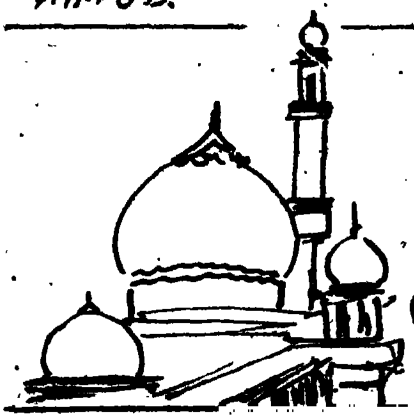
اس کے عارض شفق گوں ہو گئے اور اختر کو ایسا محسوس ہوا جیسے گھنٹی کی آواز میں فرشتوں کی گنگناہٹیں بھی شامل ہو گئی ہوں ــــ فضا رنگ و نکہت میں ڈوب گئی ہو اور وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ سلمیٰ کتنی عظیم ہے اور اس کی محبت کتنی پرخلوص اور عظیم ہے ندامت سے اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں


میں روزہ داروں کے لیے طاقت و توانائی کا ذریعہ
سنکارا
اپنی صحت کا ... خیال رکھنا چاہیے۔
سنکارا روزہ رکھنے والوں کے لیے توانائی اور طاقت کے حصول کا
بہترین وسیلہ ہے۔
سحری اور افطار کے وقت سنکارا کی ایک ایک خوراک
لینے سے ... ہوگی اور آپ
سنکارا
ہمدرد

دنیائے اسلام پر ایک نظر

مجاہدین فلسطین زندہ باد

سعودی عرب کے نئے حکمراں شاہ فہد تیل کے ہتھیار کا استعمال



(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

مجاہدین فلسطین زندہ باد

ہم نے قرون اولیٰ کے مجاہدین اسلام کے ایمان افروز واقعات تاریخوں میں پڑھے تھے لیکن آج لبنان میں مجاہدین فلسطین کی سرفروشی کے واقعات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت پوری طاقت کے ساتھ دو اسرائیل؟ اسرائیل نہیں بلکہ امریکہ مجاہدین فلسطین کے خلاف صف آرا ہے۔ اسرائیل جو امریکہ کا پٹھو ہے پوری طاقت کے ساتھ سمندر کے ذریعہ۔ فضا کے ذریعہ اور میدانی علاقوں سے لبنان میں مجاہدین فلسطین کے خلاف تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے۔ تاکہ ان مجاہدین فلسطین کو مٹا کر رکھ دے جن کی سرزمین پر آج اسرائیل قائم ہے۔ لیکن مجاہدین فلسطین ہیں کہ وہ ایک فولادی دیوار بن کر امریکہ اور اسرائیل کی متحدہ طاقت کے مقابلہ پر صف آرا ہیں۔

امریکہ کی شہ پر اسرائیل نے محض اس ارادہ سے جنوبی لبنان پر حملہ کیا تھا کہ وہ پی ایل او کے مجاہدین کو ختم کرکے ہی دم لے گا اور اگر ایسا نہ کر سکا تو کم از کم اس مقصد میں ضرور کامیاب ہو جائیگا کہ وہ مجاہدین فلسطین کو غیر مسلح کردے مگر ان دونوں ہی ناپاک مقاصد میں امریکہ کے پٹھو اسرائیل کو ناکامی ہوئی ہے۔ چنانچہ مجاہدین فلسطین سخت جانی نقصان کے باوجود بے پناہ دلیری کے ساتھ اسرائیلی شیطانوں سے مقابلہ کر رہے ہیں فلسطین کے مجاہدین کی جانب سے اسرائیلی فوج پر جا بجا چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جنوبی لبنان کی گلی کوچوں میں بھی فلسطینی مجاہدین نبرد آزما ہیں۔

مجاہدین فلسطین کے رہنما یاسر عرفات نے اعلان کیا ہے کہ جب تک ایک فلسطینی بھی زندہ ہے اسرائیلی اور امریکہ کی جارحیت کا مقابلہ کیا جائے گا۔ فلسطینیوں کا جس قدر خون بہے گا ان میں اتنی ہی نئی زندگی پیدا ہوگی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ مجاہدین فلسطین نے محض اپنی حوصلہ مندی سے لبنان کے مورچہ پر جس جرأت اور بے جگری کے ساتھ شیطانی طاقت کا مقابلہ کیا ہے وہ بے حد قابل تعریف ہے۔ زندہ باد مجاہدین فلسطین۔ زندہ باد مجاہدین حق۔

سعودی عرب کے نئے حکمراں شاہ فہد

۱۳ر جون کو اچانک اعلیٰحضرت شاہ خالد کی وفات کے بعد۔ سعودی عرب کے ولیعہد شاہزادہ فہد حکمراں بن گئے ہیں عرب قبائل نے سعودی شہریوں نے اور شاہی خاندان کے افراد نے باقاعدہ طور پر نئے حکمراں شاہ فہد کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے ریاض ٹی۔ وی پر سعودی عوام کے بیعت کا جو منظر ۱۴ جون کو دکھایا گیا اسمیں شاہ فہد شاہی محل میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے قریب ہی نئے ولیعہد شہزادہ عبداللہ کھڑے ہیں۔ اور سعودی عوام شاہی خاندان کے افراد۔ اور قبائلی سردار عقیدت کے ساتھ شاہ فہد کے ہاتھ پر بیعت کررہے ہیں۔

سعودی عرب کے نئے بادشاہ شاہ فہد ایک نہایت ہی ہوشمند مدبر ہیں۔ یہ روز اول ہی سے شاہ خالد مرحوم کے دست راست رہے ہیں یہ ولیعہد کے زمانہ ہی سے مملکت سعودیہ کی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کے مرتب کرنے اور چلانے میں نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں۔ اور بطور نائب وزیر اعظم نہایت ہی اہم کارنامے انجام دیتے رہے ہیں۔ شاہ فہد مسند حکومت سنبھالنے سے قبل مغربی ایشیا کے بحران کو دور کرنے میں نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس بحران

کو حل کرنے کے لئے انھوں نے جو آٹھ نکاتی منصوبہ پیش کیا ہے اُسے حالانکہ اسرائیل نے منظور نہیں کیا ہے تاہم ابھی تک اس بحران کو دور کرنے کا اس سے بہتر اور اس سے زیادہ قابلِ اطمینان حل پیش نہیں کیا جاسکا ہے لبنان کی حالیہ جنگ کو ختم کرانے کے معاملہ میں بھی شاہ فہد اہم رول ادا کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے سعودی حکومت کا سربراہ بنتے ہی اسرائیل کو وارننگ دیدی ہے کہ اگر وہ ایک قدم بھی بیروت میں آگے بڑھا تو اُسے اس کا سخت خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

شاہ فہد کے بارے میں دنیائے اسلام کی رائے یہ ہے کہ وہ مرحوم شاہ فیصل کی طرح ایک نہایت ہی مضبوط حکمراں ثابت ہوں گے۔ وہ اپنے پیشرو حکمرانوں کی طرح امریکہ اور مغربی ممالک سے دوستانہ تعلقات برقرار رکھنے کی پوری کوشش کریں گے لیکن اگر یہ تعلقات عرب مفاد کے خلاف ہوں گے تو وہ سخت سے سخت قدم اٹھانے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ عام خیال یہ ہے کہ اُن کا دورِ حکومت دنیائے اسلام کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔

تیل کے ہتھیار کا استعمال زیرِ غور

لبنان میں اسرائیل کی جارحیت نے شدید ہیجان اور اضطراب برپا کردیا ہے اور حالات اس حد تک بگڑ گئے ہیں کہ عرب ممالک ایک بار پھر تیل کو اسرائیل اور امریکہ کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کرنے پر غور کر رہے ہیں۔

تیونس سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق تیل برآمد کرنے والے دس عرب ممالک کے اجلاس میں ان ممالک کے وزرائے تیل نے لبنان کے بحران کو ختم کرنے کے لئے وزرائے خارجہ کی کانفرنس یا چوٹی کانفرنس بلانے کا فیصلہ کیا ہے اس کانفرنس میں تیل کو اسرائیل اور امریکہ کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے پر غور کیا جائے گا۔ اسی کے ساتھ ہی سعودی عرب کے وزیرِ خارجہ سعود الفیصل نے لبنان سے اسرائیلی فوجوں کی واپسی کے لئے ضروری اقدامات کرنے کی دھمکی دی ہے۔

عرب ممالک خواہ تیل کا ہتھیار استعمال کریں یا اپنا کوئی متحدہ محاذ قائم کریں۔ انہیں یہ بات سوچنی چاہئے کہ اب انہیں اسرائیل سے نہیں بلکہ امریکہ سے جنگ کرنی ہے۔ کیونکہ لبنان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ امریکہ کی شہ پر ہو رہا ہے۔ اور اسرائیل کی تمام تر فوجی سرگرمیاں امریکہ کے اشارہ پر ہو رہی ہیں۔ ابتک عرب ممالک کا رویہ یہ رہا ہے کہ انھوں نے امریکہ سے تعلقات بگاڑنے سے اجتناب کیا ہے۔ لیکن موجودہ حالات نے عربوں کو متنبہ کردیا ہے کہ اب انہیں امریکہ کے معاملہ میں بھی اپنی پالیسی پر دوبارہ غور کرنا ہوگا۔

صرف اسرائیل ہی کا نہیں بلکہ امریکہ کا منصوبہ یہ ہے کہ ایک ایک کرکے عرب ممالک کو ختم کردیا جائے۔ اور اسی منصوبہ کے تحت لبنان میں امریکہ اور اسرائیل نے تباہی مچا رکھی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ عرب ممالک کیا قدم اٹھاتے ہیں۔ وہ تیل کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں یا امریکہ کے خلاف کوئی متحدہ محاذ قائم کرتے ہیں۔ اگر وہ حالات سے سبق نہیں لیں گے تو نہیں کہا جاسکتا کہ عرب ممالک کا حشر کیا ہوگا۔

مصری عوام بھی اسرائیل و امریکہ سے بیزار

قاہرہ کی اطلاع ہے کہ مصر کے بائیں بازو کے سیاست دانوں نے "کیمپ ڈیوڈ معاہدہ مردہ باد اور امریکہ مردہ باد" کے نعروں کے ساتھ حکومت مصر سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ لبنان پر اسرائیلی حملے کے پیش نظر اسرائیل سے سفارتی تعلقات ختم کردے اور امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ شروع کرے یہ نعرے ترقی پسند کمیونسٹ اور سوشلسٹ لیبر پارٹی کے ایک جلوس میں سنائی دئے۔

اس جلوس نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ ہم جامع ازہر سے اسرائیل اور امریکہ کے خلاف ایک عظیم الشان جلوس نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ اخبار الاہرام نے مصریوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اسرائیل کا بائیکاٹ کریں کیونکہ اُس نے سب ہی عربوں کے خلاف جنگ شروع کردی ہے جو عربوں کے قتلِ عام کے ہم معنی ہے۔

جہاں تک مصر کے صدر حسنی مبارک کا تعلق ہے وہ اس ضمن میں ابھی تک خاموش ہیں لیکن شاہ خالد کے انتقال کے موقعہ پر شاہ فہد

سے حسنی مبارک کی ملاقات کو سیاسی حلقوں میں بہت بڑی اہمیت دی جا رہی ہے۔ اور عام خیال ہے کہ اسرائیل کی تازہ جارحیت سے حسنی مبارک بھی بے حد پریشان ہیں۔ اور ان کے بھی وہی احساسات ہیں جو دوسرے عربوں کے ہیں

مصر کی ان تازہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ مصر جو کہ ان دنوں اسرائیل اور امریکہ کے کیمپ میں شامل ہے وہاں کے باشندوں میں بھی اسرائیل و امریکہ کے خلاف سخت ناگواری پھیلی ہوئی ہے اور اس ناگواری کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ امریکہ اور مصر کے تعلقات پر ضرور اثر پڑے گا۔

یاسر عرفات کی اقوام متحدہ سے اپیل

اقوام متحدہ کی ایک تازہ اطلاع سے پتہ چلا ہے کہ تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ مسٹر یاسر عرفات نے اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل مسٹر کوئلرٹ کو ایک مراسلہ بھیجا ہے جس کے ذریعہ اُن سے درخواست کی گئی ہے کہ لبنان میں اسرائیل کے حملے اور اسرائیلی فوج کے جرائم کی تحقیقات کے لیے اقوام متحدہ کا ایک اعلیٰ سطحی کمیشن بھیجا جائے

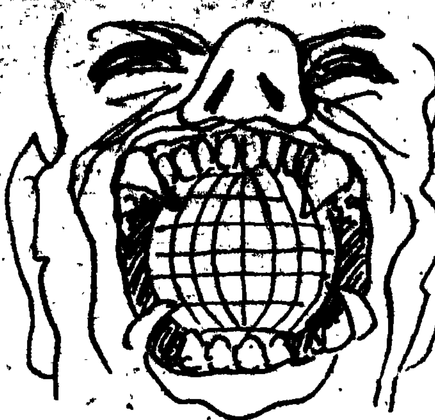
مسٹر یاسر عرفات نے اسرائیلی حملہ اور فوج کے جرائم کی نہایت سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے اپنے مراسلہ میں لکھا ہے کہ حملہ آور اسرائیلی فوج نے لبنان کے شہروں گاؤں اور فلسطینیوں کے پناہ گزیں کیمپوں کو تباہ کر دیا ہے۔ نیز انھوں نے لکھا ہے کہ امریکہ کی مالی فوجی۔ سیاسی اور سفارتی حمایت کی بدولت اسرائیلی فوج کے حملے سے تیس ہزار افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ دس ہزار لاپتہ ہیں۔ اور اٹھ لاکھ افراد بے گھر ہو گئے ہیں۔ اور نام نہاد جنگ بندی کے باوجود اسرائیلی حملے بدستور جاری ہیں۔ اس کے علاوہ اسرائیلی جنگی جہازوں اور ٹینکوں سے بھی گولہ باری کی جا رہی ہے۔

اور یہ سب کچھ ایسی حالت میں ہو رہا ہے جبکہ اقوام متحدہ کے حفاظتی دستے بھی لبنان میں پڑے ہوئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اقوام متحدہ ایک ناکارہ اور بے اثر جماعت بن کر رہ گئی ہے اور اسرائیل نے بار بار اس کے ریزولیشنوں کو ٹھکرا کر اسے ساری دنیا میں ذلیل کر کے رکھ دیا ہے

اقوام متحدہ کی اس کمزوری سے خود یاسر عرفات بھی بخوبی واقف ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے نزدیک اقوام متحدہ سے کسی قسم کی اپیل قطعی بے معنی اور بے سود ہے۔ ضرورت ہے کہ عرب اور دوسرے تمام اسلامی ممالک اقوام متحدہ سے الگ ہو کر خود اپنی نئی بین الاقوامی تنظیم قائم کریں۔ کیونکہ اقوام متحدہ ایک ایسی ناکارہ انجمن بن چکی ہے جو امریکہ کے ہاتھوں میں ایک کھلونا بنی ہوئی ہے۔

کوریا میں اسلامی یونیورسٹی

جاپان کے قریب کوریا ایک ایسا ملک ہے جہاں گزشتہ ایک مدت کے اندر اسلام کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ کوریا میں اسلامی یونیورسٹی قائم کی جا رہی ہے اس یونیورسٹی کے بارے میں توقع ہے کہ یہ مشرق میں سب سے بڑی یونیورسٹی ہوگی یہ یونیورسٹی یونگن صوبہ میں چار لاکھ بتیس ہزار میٹر مربع اراضی پر بنائی جا رہی ہے اس یونیورسٹی میں سوا تین ہزار طلبا کو مفت تعلیم اور رہائش کی سہولت ہوگی



دلچسپ معلومات
حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات
(از ادارہ دین دنیا)

چاند پر عمارتیں بنانے کا منصوبہ

اب پھر چاند پر آباد ہونے اور وہاں عمارتیں بنانے کے منصوبے نئے سرے سے بنائے جا رہے ہیں۔ پچھلے دنوں جو خلاباز چاند پر اُترے تھے انھوں نے اگرچہ چاند پر اترنے کے بعد یہ رائے دی تھی کہ چاند کی سرزمین رہائش کے قابل نہیں ہے اُس کی سطح نہایت بھدی اور کھردری ہے۔ جس میں کہ جا بجا غار اور دراڑیں پڑی ہوئی ہیں لیکن اس کے باوجود ہماری دنیا میں ایسے من چلے موجود ہیں جو چاند پر جا کر آباد ہونا چاہتے ہیں۔

اب یہ من چلے چاند پر آباد ہونے کے نئے نئے منصوبے بنا رہے ہیں چنانچہ امریکہ کی ایک عمارت ساز فرم نے اعلان کیا ہے کہ وہ جلد ہی چاند پر عمارتیں بنانے کی ایک ایسی اسکیم پیش کرے گی جو میں چاند کی کھردری زمین کے مطابق ہوگی اور اِس اسکیم کے مطابق چاند پر جو عمارتیں بنائی جائیں گی وہ لوگوں کو چاند کی غیر معمولی گرمی اور سردی سے بچا سکیں گی لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان عمارتوں کو بنانے کے لئے جو میٹیریل درکار ہوگا وہ چاند پر کیونکر پہنچایا جا سکتا ہے

مادہ تولید کے بھی بینک

اب امریکہ میں "مادہ تولید" کے ایسے بینک بھی قائم ہو گئے ہیں جہاں خون کی طرح۔ مردوں کا مادہ تولید بھی محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ جو عورتیں نلکی کے ذریعہ حاملہ ہونا چاہتی ہیں وہ بینک سے مادہ تولید حاصل کر کے اپنا مقصد پورا کر لیں۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان بینکوں میں ایسی فہرست بھی موجود رہتی ہے جس سے کہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ مادہ تولید کس قسم کے لوگوں کا ہے۔ اور وہ کس قد اور جسامت کے اور رنگ کے لوگ ہیں۔ اور مادہ تولید کی قیمت اُس کی خصوصیات پر موقوف ہے جو پچاس ڈالر سے لے کر پانچ سو ڈالر تک ہے۔

اس محفوظ شدہ مادہ تولید سے اب تک امریکہ اور یورپ میں سینکڑوں عورتوں کو حاملہ کیا جا چکا ہے۔ اور اُس کے ذریعہ جو بچے پیدا ہوئے ہیں وہ زندہ اور تندرست ہیں امید ہے کہ آگے چل کر مادہ تولید کی تجارت کو خوب فروغ حاصل ہوگا۔ اور بے اولاد عورتیں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں گی

انسان آج بھی غاروں میں رہتے ہیں

سنا ہے کہ قدیم زمانہ میں لوگ غاروں میں رہتے تھے لیکن آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ جزیرہ کریٹ کے غاروں میں اِس زمانہ میں بھی ایسے سینکڑوں انسان رہتے ہیں جو برائے نام لباس پہنتے ہیں۔ جانوروں جیسی زندگی گزارتے ہیں۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی ہیں۔

غاروں میں رہنے والے یہ انسان جنگلی یا وحشی نہیں ہیں۔ بلکہ مہذب اور تعلیم یافتہ انسان ہیں جو دنیا کے ہنگاموں سے گھبرا گئے ہیں اور انھوں نے دنیا سے الگ تھلگ غاروں میں آباد ہو کر ایک نئی زندگی شروع



Telephone : 263450 JULY-1982 Regd. No. D(D-N.)
Registered with the Registrar of Newspapers at R.N. No. 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ

صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اُردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اب تک کوئی ایسی اردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے۔ خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہو گئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہ اردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہاسال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجۂ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا. صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵. حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱. اسلامی تمدن اور معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶. موت اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب. علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶. اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲. والدین عزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷. انبیاء اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱. ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷. تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳. زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸. جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲. عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸. جسم علم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث	۱۴. عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	۱۹. رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳. ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹. محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۵. تجارت معاملات اور رشوت کے بارے میں احادیث	۲۰. نہایت مفید اور کارآمد متفرق احادیث
۴. پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰. غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث		

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت تقریباً پانچسو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ ٹائیٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف، Rs. 15-00

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH

Title & Pictures printed at "KHOWAJA PRESS" Jama MasJid, Delhi-110006.

دین دنیا دہلی



فاتح بیت المقدس

غازی صلاح الدین ایوبی

یہ اسلام کا وہ جانباز اور مرد مجاہد ہے جسنے کہ ۵۸۳ھ میں
بیت المقدس کو اکیانوے سال کے بعد اُن دشمنانِ اسلام کے
قبضہ سے نکالا تھا جو اسرائیل کی طرح ۴۹۲ھ میں مسلمانوں کے
اِس قبلۂ اوّل پر قابض ہوگئے تھے

ایڈیٹر: شوکت علی فہمی



"علامہ خمینی" نے فرمادیا ہے کہ خواہ ایران تباہ ہو جائے۔ جنگ بدستور جاری رہے گی
اس تصویر میں خمینی جنگ باز ملاؤں کے ہمراہ ہیں



"فلسطین کو آزاد کرانے کے لئے" (دائیں سے بائیں جانب لبنان میں فلسطینی [illegible]
یاسر عرفات۔ اور [illegible]



متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ زاید بن سلطان کا عرب شیوخ کی جانب سے خیر مقدم
صدر موصوف (دائیں طرف) شیوخ سے مصافحہ کر رہے ہیں



شری راجیو گاندھی، مسز سونیا گاندھی۔ غیر ملکی سفر کے موقع پر مسز گاندھی کو رخصت کر رہے ہیں



اب ایران میں کوئی عورت بغیر برقعہ کے گھر سے نہیں نکل سکتی



رنگون میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے رہنما بہادر شاہ ظفر کی یاد منائی جا رہی ہے ۔

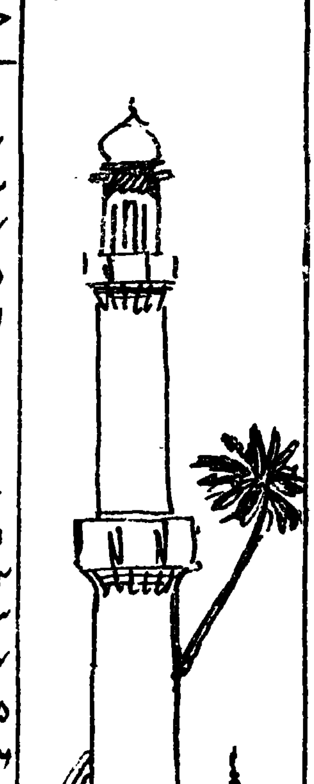
ٹیلیفون نمبر ۲۶۳۴۵۰ — اشاعت کا باسٹھواں سال

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماھنامہ دین دنیا دھلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۲ — اگست ۱۹۸۲ء — نمبر ۸



سالانہ
پچیس روپے
ششماہی
چودہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس .... متصل جامع مسجد دہلی
وی پی میں چار روپیہ زائد کا خرچ ہے اسلئے منی آرڈر بھیجئے

فی پرچہ
دو روپے پچاس پیسے
پاکستان اور بنگلہ دیش سے ساٹھ روپے
غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ

مطبع شوکت علی فہمی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر نے انجم خواجہ پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

رفتار زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

ناقابل برداشت دل آزاری

تاریخ کو مسخ کرنے کی اور مشاہیر اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش

پانی سر سے گزر چکا ہے ہمیں افسوس ہے کہ مشاہیر اسلام کے خلاف اب ایسے رکیک الزامات لگائے جانے لگے ہیں جنہیں شائد مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے ہندوستان کے کسی معقولیت پسند طبقہ میں بھی انہیں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً اخبار پرتاپ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۸۲ء میں جہاں شہنشاہ شاہجہاں پر دوسرے درجنوں بے بنیاد الزام لگائے گئے ہیں وہاں اس تہجد گزار اور عابد بادشاہ پر یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ اسکا اپنی بیٹی "جہاں آرا" سے ناجائز تعلق تھا۔ چنانچہ یہ اخبار لکھتا ہے

"وہ جہانگیر کی موت کے بعد شاہجہاں اپنے بھائیوں اور بھتیجوں کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا۔ جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ متعصب ثابت ہوا اُس نے اپنے عہد میں کئی مندر اور مورتیاں مسمار کیں اور اُن کی جگہ مسجدیں بنوائیں۔"

اِس کے بعد اس عابد و زاہد بادشاہ کے ذاتی کیرکٹر پر حملہ کرتے ہوئے یہ اخبار لکھتا ہے "شاہجہاں بہت بڑا نفس پرست حکمران تھا۔ اُس کے حرم میں ہزاروں عورتیں تھیں۔ اُس پر کئی مورخوں نے یہ الزام بھی لگایا ہے کہ اُس نے اپنی ہی لڑکی جہاں آرا سے مباشرت کی تھی۔ اس ذلیل نفرت فعل کے بارے میں شاہجہاں کی دلیل یہ تھی کہ مالی کو اپنے لگائے ہوئے باغ کا پھل خود ہی کھانا چاہیئے" (نعوذ باللہ)۔

آگے چل کر شاہجہاں کی حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ اخبار لکھتا ہے "اُس کی حکومت میں امن چین مطلق نہیں تھا۔ اُسے سنہری دور کہنا غلط ہوگا۔ بندھیلہ کے راجہ کے خلاف فوج کشی میں شاہجہاں نے جس مذہبی جنون کا مظاہرہ کیا وہ بدترین ہے۔ اُس نے اورچھا میں داخل ہونے کی خوشی میں بیر سنگھ کا شاندار مندر مسمار کر دیا مورتیوں کو توڑا گیا۔ اور مندر کی جگہ مسجد بنا دی جیجار سنگھ کا لڑکا اودے بھان اور اُس کا چھوٹا بھائی شام دیو گولکنڈہ بھاگ گئے تھے انہیں قیدی بنا کر بادشاہ کے پاس بھیج دیا گیا تو اُس پر مسلمان ہونے کیلئے زور دیا گیا۔ مگر مسلمان بننے کی بجائے اُنھوں نے موت کو ترجیح دی۔"

شاہجہاں پر مندر شکنی کا الزام لگاتے ہوئے یہ اخبار لکھتا ہے کہ "شاہجہاں نے اپنی سلطنت میں کئی مندر مسمار کیے اور مندر گرانے کے باقاعدہ احکامات جاری کئے گئے بادشاہ نے حکم دیا کہ بنارس اور اُس کی سلطنت میں ہر جگہ تمام مندروں کو جن کی تعمیر شروع ہو چکی تھی گرا دیا جائے چنانچہ صرف بنارس میں ۷۶ مندر گرائے گئے۔ شاہجہاں کے دو ظالم کمانڈروں قاسم خاں اور

کمیع خاں نے ۵۵ عیسائیوں کو گھیر لیا اور شاہجہاں نے انہیں اسلام قبول کرنے کے لئے کہا جب ان میں سے بیشتر نے انکار کر دیا تو جیلوں میں ڈال دیا گیا اُن کی عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور عیسائیوں کی مورتیاں جمنا بُرد کر دی گئیں۔ یعنی شاہجہاں صرف ہندو دھرم ہی کا نہیں بلکہ عیسائیت کا بھی دشمن تھا۔

یہ بات یاد رہے کہ اخبار پرتاپ اس سے قبل بھی شاہجہاں کے ذاتی کیرکٹر پر حملہ کر چکا ہے۔ جس پر ہم نے شدید احتجاج کیا تھا چنانچہ اِس بدنام زمانہ اخبار نے اپنی ۲۲ مئی ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں شاہجہاں کو ایک عیاش اور بدچلن ظاہر کرتے ہوئے لکھا تھا۔

”شاہجہاں کو زندگی میں ایک ہی بات سے دلچسپی تھی۔ اور وہ یہ کہ وہ کیسے جنسی بہبودگیوں میں کمال حاصل کرے اُس کے محل میں اکثر مینا بازار لگا کرتے تھے۔ سرکاری خرچ پر بھاری تعداد میں لڑکیوں کو رکھا جاتا تھا۔ جو شاہجہاں کی ہوس پوری کرنے کا طریقہ تھا۔ شاہجہاں کو بس ایک ہی فکر رہتی تھی کہ کیسے وہ اپنی جنسی ہوس پوری کرے۔ جعفر خاں اور خلیل اللہ خاں کی بیویوں سے اُس کے تعلقات تھے۔ شاہجہاں نے اپنی بیٹی کی مدد سے شائستہ خاں کی بیگم کی عزت لوٹی تھی۔ اور سب سے زیادہ شاک دینے والی بات برنیر نے لکھی ہے کہ شاہجہاں کے اپنی بیٹی جہاں آرا سے ناجائز تعلقات تھے۔ اور اُس کی بڑی وجہ ملاؤں (مولاناؤں) کا یہ فتویٰ تھا کہ بادشاہ سلامت کو اُس پیڑ کا پھل کھانے سے کیسے محروم کیا جا سکتا ہے جسے اُس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔“
(پرتاپ ۲۲ مئی ۱۹۷۵ء)

اور اِس تمام خرافات کا مطلب یہ ہے کہ شاہجہاں ہندو کش اور پرلے درجے کا صرف بدچلن ہی نہیں تھا۔ بلکہ اُس کے زمانہ کے علمائے اسلام بھی بدچلنی کے اتنے بڑے معاون اور مددگار تھے کہ انھوں نے باپ کو بیٹی کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے کا بھی شرعی فتویٰ دیدیا تھا۔ اِس اخبار میں شائع ہونے والی یہ لغویات صرف مسلم مشاہیر کے کردار پر ہی بدترین حملہ نہیں ہے۔ بلکہ اسلام پر بھی براہ راست ایک ایسا حملہ ہے جو مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ ذرا غور فرمایئے کہ جن علمائے اسلام نے ہمیشہ ہی شاتم رسول کے ملزموں کو شریعت اسلامیہ کی رو سے سزائے موت دی ہو۔ انہیں دیدہ و دانستہ دیوث ظاہر کرنا اسلام کو رسوا کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ہمارے ملک کی حکومت اسلام اور مشاہیر اسلام کے خلاف اِس گندی الزام تراشی کو کیونکر برداشت کرتی رہی ہے۔ اور پرتاپ جیسے بدلگام اخبارات ابھی تک قانونی شکنجے سے کیونکر آزاد ہیں۔

اخبار پرتاپ کی نظر عنایت صرف شاہجہاں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اُس نے سب ہی مغل بادشاہوں کو پرلے درجہ کا بدچلن اور ہندو کش ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ۲۷ جون ۱۹۸۲ء کی اشاعت میں شہنشاہ جہانگیر کے بارے میں لکھتا ہے۔

”جہانگیر پرلے سرے کا شرابی۔ ظالم اور متعصب حکمران تھا اُس کے باپ اکبر نے اپنی سلطنت کو مستحکم بنانے کے لئے حکمت عملی کے طور پر ہندوؤں کی حمایت حاصل کرنے کے جو اقدامات کئے تھے انہیں جہانگیر نے ختم کر دیا۔ اور تخت نشین ہوتے ہی ہندوؤں پر ظلم و ستم کا دور شروع کر دیا تھا۔ انگریز تاجر فنچ انہی دنوں ہندوستان آیا تھا۔ وہ آگرہ میں رہا اور جہانگیر سے بھی ملتا رہا اُس نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے۔ کہ جہانگیر اپنی رعایا میں مقبول نہیں ہے۔ وہ متعصب ہے اسی لئے اعلیٰ عہدوں پر راجپوتوں کی بجائے مسلمانوں کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ بادشاہ لوگوں کا سر قلم ہونے یا ہاتھیوں کے ذریعہ کسی انسان کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جانے پر بہت لطف محسوس کرتا ہے وہ ہفتہ میں پانچ دن ہاتھیوں کی خطرناک لڑائی کا کھیل دیکھتا ہے۔ وہ آدمیوں اور جانوروں کی لڑائی دیکھ کر بہت لطف اندوز ہوتا ہے۔ نہتے آدمی کو شیر کے سامنے ڈال دینا اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھ کر وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔“

اس طرح جہانگیر کو ایک درندہ صفت انسان ظاہر کرنے کے بعد یہ اخبار لکھتا ہے کہ ”جہانگیر نے ہندوؤں کے جذبات کو روندتے ہوئے انہیں اپنے دھرم پر چلانے کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ جہانگیر ہندوؤں کے ساتھ جنگ کے دوران ہمیشہ مندروں کو مسمار کرنے کا حکم دیتا تھا پرتگیزوں کے ساتھ لڑائی کے دوران اُس نے ساری سلطنت میں گرجا گھروں کو تباہ کرنے کا حکم دے رکھا تھا اسی طرح راجپوتوں کے ساتھ اجمیر کی

جنگ میں اُس نے متعدد مندروں کو مسمار کر دیا۔ اور مورتیاں تالاب میں پھنکوا دیں۔ سکھوں سے بھی جہانگیر کے تعلقات خراب رہے کیونکہ گورو ارجن دیو نے شہزادہ خسرو کو جس نے کہ جہانگیر کے خلاف بغاوت کی تھی۔ آشیرواد دیا تھا۔ جہانگیر کتنا ظالم اور جابر تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُس نے راوی کے کنارے نوکیلی سولیاں گڑوا کر اُن سات سو باغیوں کو سولی پر چڑھا دیا تھا جنھوں نے خسرو کے ساتھ مل کر جہانگیر سے بغاوت کی تھی۔ حیرت ہے کہ سنگ دلی کے اس قسم کے ثبوتوں کے باوجود مسلم مورخین عدل جہانگیری کی تعریف کرتے ہوئے نہیں تھکتے اور فرضی کہانیاں بنا دی گئی ہیں کہ جہانگیر اتنا انصاف پسند تھا کہ اُس نے ایک معمولی سے جرم میں اپنی ملکہ نورجہاں کو بھی سزا دیدی تھی۔ (پرتاپ ۲۷ رجون ۸۲ء)

شاہجہاں اور جہانگیر کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ایڈیٹر پرتاپ نے تو اُس شہنشاہ اکبر کو بھی نہیں بخشا جو اپنی ہندو نوازی کے لئے غیر معمولی شہرت رکھتا تھا۔ اور جس کے مداح مسلمانوں سے کہیں زیادہ خود ہندو ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی ۱۸ دسمبر ۸۰ء کی اشاعت میں شہنشاہ اکبر کو ہندوؤں کا سب سے بڑا قاتل اور دشمن ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اندرا گاندھی سے لیکر معمولی کانگریسی تک ہر کوئی اکبر کی تعریف کے پل باندھ رہا ہے۔ لیکن اکبر کیا تھا۔ یہ ہر وہ شخص جان سکتا ہے جو ریسرچ کر کے جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ چتوڑ کے محاصرہ میں اکبر کو سخت مزاحمت سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ جب اکبر تنگ آگیا اور ساتھ محل میں قدم رکھا تو اُس نے میان سے تلوار نکالی اور قتل عام کا حکم دیدیا جسکے بعد بے گناہ مردوں اور عورتوں کو اُن کے گھروں سے نکال نکال کر قتل کیا گیا۔ جوان لڑکیوں کی سرعام بے حرمتی کی گئی ماؤں کی گود میں جو بچے تھے۔ انہیں بھی آگ میں جھونک دیا گیا۔ اس جنگ میں کتنے مرے اُس کا اندازہ مردہ جسموں سے اتارے ہوئے جنیوؤں کے وزن سے کیا گیا۔ اتنی اسی من کے ساڑھے سات بنڈل (یعنی ۷۵ من جنیو کے تاگے) لے کر فاتح اکبر اپنے ساتھ آگرہ لے گیا چتوڑ کی یہ دردناک کہانی اگر رانا اودے سنگھ نے ایک خوبصورت راجپوت راجکماری اکبر کے محل میں داخل کردی ہوتی۔ (پرتاپ ۱۸ دسمبر ۱۹۸۰ء)

ایڈیٹر پرتاپ نے یہ تو ریسرچ فرمالی کہ جنیو کے تاگے چھ سو من وزنی تھے۔ لیکن مرنے والوں کی تعداد کچھ نہیں بتائی غالباً وہ بھی کروڑوں ہی ہو سکتے ہیں۔ گویا اکبر نے صرف چتوڑ کے مورچہ پر اُس زمانہ کے سب ہی ہندوؤں کو ختم کر دیا ہوگا۔ بس اُس وقت مسلمان ہی مسلمان رہ گئے ہوں گے۔ اور بعد میں کروڑوں ہندو جادو کے زور سے ہی اچانک پیدا ہو گئے ہونگے اور جادو کا یہ کرشمہ بھی ایڈیٹر پرتاپ ہی کے آباؤ اجداد نے دکھایا ہوگا۔ نیز یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اکبر کو ان ناکارہ تاگوں کے جمع کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔ اور اُن تاگوں کا اُس نے کیا کیا تھا۔ اسطرح تو ایڈیٹر پرتاپ کی یہ ریسرچ بالکل ادھوری ہی نہیں رہ گئی بلکہ لغویت کا پلندہ بن گئی ہے۔

کس قدر قابل رحم حالت ہے ایڈیٹر پرتاپ کی کہ اُسے جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا۔ جھوٹ بھی گھڑا تو اس قسم کا کہ اُس پر احمقوں کو بھی ہنسی آجائے۔ درباری بھاٹوں کی وضع کی ہوئی کہانیاں تو ہم نے سنی تھیں جن میں کہ شکست خوردہ ہندو راجاؤں کو بانس پر چڑھایا جاتا تھا۔ اور مغل حکمرانوں کو نیچا کر کے دکھایا جاتا تھا۔ لیکن ایڈیٹر پرتاپ نے تو اوٹ پٹانگ [illegible] درباری بھاٹوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ایڈیٹر [illegible] مضحکہ انگیز کہانی سے [illegible] اُنہوں نے شاہجہاں یا جہانگیر کے بارے [illegible] عجیب بات ہے کہ ہندوستان کے ہندو مورخین سبھاش رائے ڈاکٹر ایشوری پرشاد ڈاکٹر تارا چند اور صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد تو اپنی تصانیف میں مغل حکمرانوں کی بے تعصبی اور رواداری کے مداح ہیں لیکن یہ خانہ ساز مورخ ایڈیٹر پرتاپ اُن میں کیڑے ڈال رہا ہے اور اُن کے سر ایسے رکیک الزامات تھوپ رہا ہے جو شرمناک بھی ہیں اور مسلم آزار بھی۔

مغل تاریخ کا اگر سرسری نظر سے بھی مطالعہ کیا جائے تو یہ چیز صاف طور پر سامنے آجاتی ہے۔ کہ مغل حکمرانوں کو تعصب سے کبھی دور کا بھی تعلق نہیں رہا۔ چنانچہ اُنھوں نے جہاں ہندوستان کے ہندو راجاؤں کو خوب نوازا ہے اور انہیں اپنی وزارتوں میں شامل کیا ہے وہاں اس ملک کے مسلم حکمرانوں کے خلاف انھوں نے بے شمار لڑائیاں لڑی ہیں۔ چنانچہ شہنشاہ بابر کا پہلا معرکہ [illegible]

سے نہیں بلکہ لودھی پٹھانوں سے ہوا تھا۔ شہنشاہ ہمایوں کو بھی سوری پٹھانوں سے طویل جنگ کرنی پڑی تھی۔ پھر اودھ، بہار، بنگال اور گجرات کے مسلم حکمرانوں کے خلاف اکبر کو درجنوں لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں مغلوں نے نہ کشمیر کے مسلمان بادشاہوں کو بخشا اور نہ افغانستان کے آزاد قبائل کو۔ اور اورنگزیب نے تو اپنی ساری عمر ہی دکن میں مسلمان بادشاہوں کو کچلنے پر صرف کر دی۔ نہ عادل شاہی حکومت کو چھوڑا اور نہ قطب شاہی سلطنت کو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مغلوں نے ہندو راجپوتوں سے صرف چند لڑائیاں مذہبی تعصب کی بنا پر لڑی ہیں تو کیا انھوں نے ہندوستان کے مسلم حکمرانوں سے جو لڑائیاں لڑی تھیں وہ بھی کسی تعصب کی بنا پر تھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مغلوں کو مذہبی تعصب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ لیکن وہ ملک گیری کا بے پناہ جذبہ ضرور رکھتے تھے۔ اور اسی جذبہ کے تحت یہ تمام لڑائیاں لڑی گئی تھیں۔

مغلوں پر ہندوؤں کو بالجبر مسلمان بنانے کا الزام بھی سرتا پا بے بنیاد ہے۔ وہ بالجبر مسلمان تو کیا بناتے اُن کی حکومت میں کبھی اشاعت اسلام کا شعبہ تک قائم نہیں کیا گیا۔ اور اسی طرح مندر شکنی کا الزام بھی سراسر بہتان ہے۔ اور اس کے ثبوت میں ایلورا کے تاریخی مندروں کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ اورنگزیب ان ہی مندروں کے قریب ۲۶ سال تک دکن میں رہا لیکن اُس نے کبھی ان مندروں کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اسکے علاوہ مغلوں کے زمانہ کے آج بھی ہزاروں مندر ہندوستان میں موجود ہیں۔ جن میں سے ایک جینیوں کا مندر بھی ہے جو لال قلعہ دہلی سے صرف چند قدم پر ہے۔ اگر مغل مندروں کے دشمن ہوتے تو یہ مندر آخر کیسے باقی رہ جاتے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج مغلوں کی مندر شکنی کے افسانے گھڑ کر ملک کی یکجہتی کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ اور ہماری حکومت اِس افتراق انگیزی کو بڑے سکون سے برداشت کر رہی ہے۔

ایڈیٹر پرتاپ اور اسی قماش کے مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے والوں سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ اب جبکہ دنیا میں نہ مغل حکمراں موجود ہیں اور نہ اُن کی سلطنت بلکہ اِس ملک میں ایک ایسی سکولر حکومت قائم ہے جو ہندو، مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں، ہریجنوں، بودھوں اور سب ہی فرقوں کی مشترکہ حکومت ہے تو پھر مغل حکمرانوں یا مسلمان بادشاہوں کے ظلم و ستم کی فرضی داستانوں کی نشر و اشاعت کا آخر کیا مقصد ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف یہی مقصد ہے کہ اِس طرح تاریخ کو مسخ کر کے اِس ملک کی اکثریت کے دماغوں میں یہ تاثر پیدا کیا جائے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں ہندوؤں پر بے پناہ مظالم توڑے ہیں۔ اور اِس غلط تاثر کے ذریعہ ملک کی یکجہتی اور اتحاد پر کاری ضرب لگائی جائے۔ ہمارے ملک سے انگریز جا چکا ہے لیکن وہ اپنے پیچھے ایسے عناصر چھوڑ گیا ہے جو ہمارے ملک کے لئے انگریز کی طرح آج بھی خطرناک ہے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ پرتاپ کی اس زہر افشانی کے خلاف ہماری حکومت کونسا قدم اٹھاتی ہے یہ امر واقعہ ہے کہ اب مسلمانوں کے سر سے پانی گزر چکا ہے جبکہ مشاہیر اسلام پر ایسے رکیک حملے ہونے لگے ہیں۔ جو مسلمان قوم کے لئے کسی طرح بھی قابل برداشت نہیں۔

خان عبدالغفار خاں کا نیا مشغلہ

خان عبدالغفار خاں کا ہمارے دل میں بڑا احترام ہے۔ اُنھوں نے ہندوستان کی جنگ آزادی میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ اِس کے علاوہ اپنی حریت پسندی کی بدولت وہ سالہا سال تک پاکستان کے جیلوں میں بھی بند رہے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑھاپے کی کمزوری اور حالات کی مجبوری نے اُنہیں بالکل بدل کر رکھ دیا ہے۔ چنانچہ وہی خان عبدالغفار خاں جو زمانہ دراز تک مثالی حق گوئی اور جرأت کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ آج افغانستان کی اُس کارمل حکومت کے گن گا رہے ہیں جس نے کہ افغانستان کے مسلمانوں کی آزادی کو روسی بے دینوں کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ اور جس نے کہ ایک خالص اسلامی ملک پر لامذہبوں کا قبضہ کرا دیا ہے محض اِس لئے کہ افغانستان کی کارمل حکومت نے اُنہیں بڑھاپے میں پناہ دے رکھی ہے۔ اور آجکل وہ بے دین حکمرانوں کے زیر سایہ افغانستان میں اپنی زندگی کے آخری دن پورے کر رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی اُن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ حالات سے مجبور ہو کر اِس قدر پستی میں اتر آئیں گے کہ وہ غاصبوں اور افغانستان پر غاصبانہ قبضہ کرنے والوں تک کی کھلم کھلا حمایت کرنے لگیں گے۔

خان عبدالغفار خان کی اس بدلی ہوئی قابلِ اعتراض روش کو ہم کئی سال سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ افغانستان سے باہر جب بھی کہیں جاتے ہیں تو اپنی نمک حلالی کا ثبوت دیتے ہوئے ببرک کارمل حکومت کے حق میں ضرور پروپگنڈا کرتے ہیں چنانچہ حال ہی میں جب وہ پاکستان گئے تھے تو انھوں نے افغانستان کی کٹھ پتلی کارمل حکومت کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرمایا ”پاکستان کی حکومت کا یہ دعویٰ سراسر جھوٹا ہے کہ افغانستان میں افغان رفیوجی کوئی جہاد کر رہے ہیں۔ تو ہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ دو بڑی حکومتوں کی کشمکش کا نتیجہ ہے۔ افغانستان کی کارمل حکومت کا ملک پر کامل کنٹرول ہے افغان شہری اس کی وجارحانہ کارروائیوں سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اسکولوں اور رفاہی اداروں کا ملک میں جال بچھایا جا رہا ہے افغانی عوام کا معیارِ زندگی بلند ہو رہا ہے۔ جہاد کا نعرہ سراسر ایک فراڈ ہے۔ وہاں کوئی جہاد نہیں ہو رہا ہے۔ شروع شروع میں گوریلوں (مجاہدین نے نہیں) افغانستان کی سرحدوں پر کچھ چھاپے مارے تھے مگر یہ سلسلہ اب بالکل بند ہو چکا ہے“ گویا خان عبدالغفار خان کے نزدیک افغانستان میں بالکل امن و امان ہے۔ خان عبدالغفار خان جب پچھلے دنوں ہندوستان آئے تھے تو یہاں بھی انھوں نے ایسی ہی باتیں کہی تھیں۔ بلکہ یہاں تک فرما دیا تھا کہ ”میں نہیں سمجھتا سوویٹ روس نے افغانستان پر قبضہ کیا ہے سچائی تو یہ ہے کہ روس نے ہمیں ایک ظالم حکومت سے نجات دلائی ہے“ گویا خان عبدالغفار کے نزدیک افغانستان کے جو سابق مسلم حکمران تھے وہ تو سب ظالم اور جابر تھے لیکن روسی حکومت اُن کے نزدیک ایک رحمت ہے۔

واقعی اُس حکومت سے بڑھ کر اور کونسی حکومت افغانستان کے لئے رحمت ثابت ہو سکتی ہے جس نے کہ افغانستان کی آدھی سے زیادہ مسلم آبادی کو یا تو کاٹ کر رکھ دیا ہے یا جلا وطنی پر مجبور کر دیا ہے۔ اور اُس سے بہتر افغانستان کے لئے کوئی اور دوسری حکومت کیا ہو سکتی ہے جس نے کہ اسلامی نظریات کو کچل کر بے دینی کے نظریات افغانستان کے مسلمانوں کے۔ ماغوں میں ٹھونسنے شروع کر دئے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ ہمارے ملک کا ایک معتمد لیڈر اس طرح بھی بے دینوں کے ہاتھوں بک سکتا ہے۔ چنانچہ اُن کی تقریروں پر پاکستان میں شدید ہنگامہ برپا ہو گیا اور جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خان عبدالغفار خان پاکستان سے فرار ہونے پر مجبور ہو گئے اور اب حسبِ معمول کابل میں اپنے یار وفادار ببرک کارمل کی سرپرستی میں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اُدھر افغانستان میں مجاہدین کا جہاد بدستور جاری ہے اور روسی حکومت اتنی گھبرائی ہوئی ہے کہ اُس نے پہلے کے مقابلے میں دوگنی فوج متعین کر دی ہے۔ مگر پھر بھی افغانی عوام روسی حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں۔ روس بلاشبہ دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے لیکن اُس کے زعما کو اندازہ ہو چلا ہے کہ جس افغانستان کو اُس نے نوالہ تر سمجھ کر ہضم کرنے کی کوشش کی ہے وہ روس کے ترکستانی مسلمانوں کا علاقہ نہیں ہے جسے روس نے اپنے ڈپلومیسی سے دبا رکھا ہے۔ بلکہ افغانستان کی وہ سنگلاخ زمین ہے جس نے برطانیہ جیسی طاقت کے بھی دانت کھٹے کر دیے تھے۔

وہی مسلم پرسنل لا کا رونا

ہمارے ملک میں یہ ایک دستور بن گیا ہے کہ تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد مسلم پرسنل لا کا معاملہ ضرور کھڑا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں جنتا پارٹی کے ممبر مسٹر باپو صاحب نے لوک سبھا کے ممبروں سے اپیل کی ہے کہ وہ پورے دیش میں ایک جیسا سول کوڈ نافذ کرنے کی غرض سے قانون بنائے جانے پر سنجیدگی سے غور کریں۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یکساں سول کوڈ کی عدم موجودگی کی وجہ سے قومی یکجہتی میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے اور اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ جبکہ ہندو کوڈ بل کے پاس ہونے کے بعد دیش کی سرکاریں یکے بعد دیگرے ہندوؤں کے پرسنل لا میں منظم طریقہ پر تبدیلیاں کرتی رہی ہیں۔ تو دوسرے مذہبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے پرسنل لا میں تبدیلی کرنے سے کیوں گریز کیا جا رہا ہے۔ اور یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ اِن لوگوں کے پرسنل لا کو اُس وقت تک نہیں چھیڑا جائے گا جب تک کہ یہ لوگ خود ہی تبدیلی کا مطالبہ نہیں کریں گے۔

ہم حیران ہیں کہ ہمارے ملک کے بعض غیر مسلم زعما کو بار بار مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کا آخر دورا کیوں پڑتا رہتا ہے۔ جبکہ اس ملک کے علما اور مسلم زعما بار ہا یہ بتا چکے ہیں کہ مسلم پرسنل کوئی عام قانون نہیں ہے کہ اُس میں جب چاہے تبدیلی کر دی جائے بلکہ مسلم پرسنل لا

سرتا پا قرآن پاک اور احادیث نبوی پر مبنی ہے۔ جنہیں کہ ہمارے ملک کے علما بھی اگر کوئی تبدیلی کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ کوئی آئینی مسئلہ نہیں ہے بلکہ خالص دینی اور مذہبی مسئلہ ہے۔ لیکن یہ سب کچھ جاننے کے باوجود حیرت ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ہمارے ملک میں مسلم پرسنل لا کے مسئلہ کو مزدور اٹھایا جاتا ہے۔

مسلم پرسنل لا ایک بے ضرر قانون ہے۔ جو نہ سیکولرزم کے منافی ہے۔ اور نہ ملک کی یکجہتی پر اثر انداز ہوتا ہے لیکن ہمارے ملک کی بد قسمتی سے یہاں ایک ایسا مسلم معاشرہ سے ناواقف اور تنگ نظر طبقہ موجود ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اس ملک کا ہر مسلمان اپنی آبادی بڑھانے کی غرض سے ایک سے زیادہ شادیاں ضرور کرتا ہے۔ اور یہ طبقہ یہ غلط تاثر پیدا کر رہا ہے کہ اگر مسلمانوں کی تعدد ازدواج کی وجہ سے اس ملک میں مسلم آبادی برابر بڑھتی رہی تو ہندو اقلیت بن کر رہ جائیں گے

لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان شاذ و نادر ہی کسی خانگی مجبوری کی بنا پر دوسری شادی کرتا ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ نے ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے شادی کرنے پر ابھی سخت پابندیاں عائد کر رکھی ہیں کہ کوئی مسلمان مشکل ہی سے دوسری شادی کا تصور کر سکتا ہے۔ پھر عام طور پر آجکل کے اقتصادی حالات بھی مسلمانوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ بیک وقت کئی کئی بیویوں اور ان کے بچوں کے اخراجات برداشت کر سکیں۔

ہمیں کلکتہ کے ایک مقالہ نگار شری سی پی کپور کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انھوں نے اخبار اجالا کلکتہ کے ایک مقالہ کے ذریعہ اس بات کی کھلے الفاظ میں تردید کی ہے کہ مسلمان عام طور پر ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۹۷۵ء کے ہندو میرج ایکٹ میں ایک شادی کرنے پر زور دیا گیا ہے اور صرف مسلمانوں ہی کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی چھوٹ دی گئی ہے مگر اقتصادی وجوہات سے مسلمان ایک سے زیادہ شادی کرنے سے گریز کرتے ہیں جبکہ ابھی تک ہندوؤں میں سے یہ رواج پوری طرح ختم نہیں ہوا ہے سنہ ۱۹۶۱ء میں جو مردم شماری ہوئی تھی اس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہندوستان میں ابھی تک ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا رواج ہندوؤں میں موجود ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک لاکھ شادی شدہ لوگوں کا سروے کیا گیا تو ان میں سے پانچ ہزار نو سو گیارہ افراد نے ایک سے زیادہ عورتوں سے شادیاں کر رکھی تھیں۔ خاص طور پر آدی باسی لوگوں میں اس کا رواج زیادہ ہے یعنی ۲۵ ء ۱۰ فیصد۔ بودھوں میں ۱۷ ء ۷ فیصد ہندوؤں میں ۸ ء ۵ فیصد اور مسلمانوں میں ۶ ء ۵ فیصد یعنی سب سے کم۔

یہ بات یاد رہے کہ یہ پہلا انکشاف نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی مردم شماری کے کمشنر کی جو رپورٹ اخبارات میں شائع ہو چکی ہے اس سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مسلمان شاذ و نادر ہی ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمارے ملک میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو مسلم آبادی کے بڑھنے کے بے بنیاد خوف کی بنا پر آئے دن مسلم پرسنل لا کے خلاف آواز بلند کرتا رہتا ہے محض اس لئے کہ اکثریت کے دلوں میں مسلمانوں کی جانب سے خوف پیدا کر کے ملک کی فضا کو آسانی سے مکدر کیا جا سکے۔

لبنان کے خونی ڈرامہ کا ڈائرکٹر کون

امریکہ کے موجودہ صدر مسٹر ریگن امریکہ کے پرانے فلم ایکٹر ہیں۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ بطور ایک فلم ایکٹر کے گزرا ہے انھوں نے مختلف فلموں میں طرح طرح کے کردار ادا کئے ہیں۔ شاید اچھے کم اور برے زیادہ دنیا کی یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ یہ فلم ایکٹر اب امریکہ کے صدر بن گئے ہیں۔ اور صدر بننے کے بعد انھوں نے سیاسی ڈرامے کھیلنے شروع کر دئے ہیں ان ہی سیاسی ڈراموں میں سے لبنان کا وہ خونیں ڈرامہ ہے جو سرزمین عرب پر کھیلا جا رہا ہے۔ جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے وہ تو صدر ریگن کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہے۔ اصل ڈرامہ خود مسٹر ریگن کھیل رہے ہیں۔ اور انھوں نے امریکہ میں برسر اقتدار آتے ہی امریکہ کے ہفتہ وار اخبار نیو ٹائمز کو جو انٹرویو دیا تھا اس میں اس خونیں ڈرامہ کی پیشگوئی بھی کر دی تھی چنانچہ انھوں نے کہا تھا۔

"یہ کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حال ہی میں ہمیں ایک مذہبی جنگ لڑنی پڑیگی۔ کیونکہ مسلمان اس قدیم تصور کی طرف واپس لوٹ رہے ہیں کہ جنت کا راستہ یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے لڑتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دی جائیں"

گویا وہ برسر اقتدار آتے ہی مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کر دینا چاہتے تھے اور اب انھوں نے اپنے پٹھو اسرائیل کو آگے بڑھا کر یہ محاذ لبنان میں کھول دیا ہے۔ اور اس محاذ پر صرف فلسطینیوں ہی پر نہیں بلکہ لبنان کے بے گناہ مسلمانوں پر بھی اندھا دھند بم باری ہو رہی ہے۔ چنانچہ امریکہ کے ایف ۱۶ بم بار جہاز اور ٹینک عربوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے ہیں۔ اسرائیل کی لاتعداد فوج امریکہ کی شہ پہ ایک غیر ملک یعنی لبنان میں گھس گئی ہے اور کھلم کھلا عربوں کا قتل عام جاری ہے اور ایک ایسی بربریت اور درندگی کا مظاہرہ ہو رہا ہے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ناپید ہے۔ اور کہا یہ جا رہا ہے کہ "یہ ہماری ٹکر فلسطینیوں سے نہیں ہے بلکہ پورے عالم اسلام سے ہے" یہ بات اسرائیل کے ایک فوجی کمانڈر نے کہی ہے اور اس نے یہ بھی اعلان کر دیا ہے کہ "اگلے سال اسرائیل اہم کارروائی کر کے ساری دنیا کو حیرت میں ڈال دے گا"

گویا یہ جنگ صرف لبنان ہی تک محدود نہیں رہے گی بلکہ اس جنگ کا ایک لمبا پروگرام ہے لبنان پر حملہ تو اس پروگرام کی ابتدا ہے ریگن کے ان پٹھوؤں کے سامنے بہت بڑا اور رجبران کن پروگرام ہے اور یہ پروگرام اسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ریگن کی منشا کے مطابق ایک ایک تیل پیدا کرنے والے ملک کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ خواہ ساری دنیا لعنت ملامت کرتی رہے۔ مگر تیل کی اس دولت پر قبضہ جما لیا جائے جس کی چمک نے مدت سے امریکہ کی نگاہوں کو خیرہ کر رکھا ہے۔

ہم نے فرعون نمرود، اور شداد کے مظالم کے بہت سے قصے اپنے ہاں کی مذہبی کتابوں میں پڑھے تھے لیکن یہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ ایسا زمانہ بھی آجائے گا جب ہم زمانہ حاضرہ کے فرعونوں اور نمرودوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور نہیں کہا جا سکتا کہ ابھی ہمیں کیا کچھ دیکھنا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشنگوئی فرمائی تھی کہ "ایک زمانہ ایسا آئے گا جبکہ بدترین لوگ حکمران ہوں گے" ہم سمجھتے ہیں کہ وہ زمانہ آگیا ہے۔ جبکہ ایسے گھٹیا لوگ حکمراں بن گئے ہیں جنکا پیشہ ایکٹری اور بھانڈپن ہے خدا عالم اسلام کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

لبنان کا ایک دوسرا المیہ یہ ہے کہ لبنان کے مقبوضہ علاقوں میں عیسائیوں سے ساز باز کر کے ریگن کا پٹھو اسرائیل اپنی متوازی حکومت قائم کر رہا ہے یعنی اب عرب ممالک کو ایک کی بجائے دو اسرائیلی ملکوں سے ٹکر لینی ہوگی اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب سب ہی عرب ممالک متحد ہو کر فولادی دیوار بن جائیں۔ اور اس بات کو سوچ لیں کہ اب انہیں صرف اسرائیل ہی سے نہیں بلکہ امریکہ سے بھی مقابلہ کرنا ہے۔ خواہ تیل کا ہتھیار استعمال کر کے یا کسی طرح بھی بہرحال اگر عرب ممالک کو زندہ رہنا ہے تو انہیں اپنے اصلی دشمن کو پہچاننا چاہئے اور اس سے ہر قسم کے رابطے ختم کر دئے جائیں۔ تمام روپیہ امریکن بنکوں سے نکال لینا چاہئے۔ اور اپنے ملکوں سے سب ہی امریکنوں کو نکال دیں ورنہ ہر عرب ملک کا وہی حشر ہوگا جو آج لبنان کا ہوا ہے۔

دین دنیا کے ناظرین سے معذرت

دین دنیا کے معزز ناظرین سے ہم ایک بار پھر معذرت خواہ ہیں کہ ہمیں ملک کے دوسرے جرائد کی طرح اس اشاعت سے دین دنیا کی قیمت میں پچاس پیسے کا اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔ کیوں کہ ایک طرف تو حکومت نے جرائد کے محصول ڈاک میں تین گنا اضافہ کر دیا ہے اور دوسری جانب کاغذ کی قیمت اور طباعت کی لاگت اتنی بڑھ چکی ہے کہ اب مشکل ہی سے اس جریدہ کو زندہ رکھا جا سکتا ہے

ہمکو پورا یقین ہے کہ دین دنیا کی حق گوئی بیباکی اور ملت اسلامیہ کی ۶۲ سالہ خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس معمولی سے اضافہ کو دین دنیا سے محبت کرنے والے محسوس تک نہیں کریں گے دین دنیا کے ناظرین اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ دین دنیا کوئی تفریحی یا عام مذہبی جریدہ نہیں ہے بلکہ اس کا مشن یہ ہے کہ وہ اپنے تاریخی مضامین کے ذریعہ نہ صرف مسلمانوں کو انکے آباؤ اجداد کے کارنامے یاد دلائے بلکہ ان کے اندر اپنے بے مثال مضامین سے نیا حوصلہ بھی پیدا کرے اور خدا کا شکر ہے کہ اس مقصد میں دین دنیا کامیاب ہے۔

بہرحال دین دنیا کی دیرینہ خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں امید ہے کہ دین دنیا کے ناظرین اس معمولی سے اضافہ کو محسوس تک نہیں کریں گے بلکہ دین دنیا کی اشاعت بڑھا کر ہمارے دیرینہ مشن کو پورا کرنے میں پورا پورا تعاون دیں گے۔

قسم کھائی ہے

از جناب محمد احمد بیکس فیض آبادی

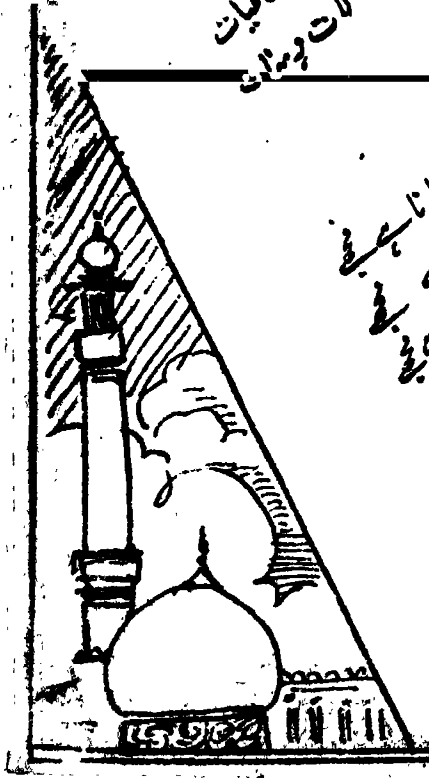
میں نے تفریق کے انگاروں سے بھری دنیا کو
رشکِ فردوس بنانے کی قسم کھائی ہے
اور ایوانِ فتنہ و کہرام کے طوفانوں میں
امن کی شمع جلانے کی قسم کھائی ہے
میں نے انسان کو انسان بنانے کی قسم کھائی ہے
قصرِ فرعون کو ڈھانے کی قسم کھائی ہے

قلبِ گمراہ میں پیوست مجھے کرنا ہیں
وحشیوں اور درندوں کو سکھانا ہے مجھے
حیدری سوز عطا کر کے مرے ساتھیوں کو
انقلاب آفریں قرآن کی سکون بخش آیات
خالدؓ و طارقؓ و فاروقؓ کا آئینِ حیات
پھر نکلتی ہے بخدا کفر کے لات و منات
میں نے انسان کو انسان بنانے کی قسم کھائی ہے
قصرِ فرعون کو ڈھانے کی قسم کھائی ہے

کفر بازوں کو رعونت کے پرستاروں کو
جن کے ذہنوں میں رواداری کی تنویر نہیں
دیکھ پھر حفظِ لِمّا کو حسینی رنگت

بو ذرؓ و سلمانؓ کا پیغام سنانا ہے مجھے
صفحۂ دہر سے وہ نام مٹانا ہے مجھے
اک نئے ڈھنگ سے مخلوق کو سجانا ہے مجھے
میں نے انسان کو انسان بنانے کی قسم کھائی ہے
قصرِ فرعون کو ڈھانے کی قسم کھائی ہے

توڑ کر ظلم و تشدد کا یہ تاریک فسوں
مجھ کو نفرت کو محبت سے بدلنا ہوگا
سوزِ الفت کے شراروں کو جگانے کیلئے
جگمگانا ہے مجھے عدل و صداقت کا ہلال
مجھ کو بھرنا ہے دلوں میں اخوت کا جمال
بخشدے نعرۂ بیکس کو وہی دردِ بلالؓ
میں نے انسان کو انسان بنانے کی قسم کھائی ہے
قصرِ فرعون کو ڈھانے کی قسم کھائی ہے





مایوسی ہی مایوسی

(جناب صادق انصاری)

چور بازاری کی ہر سمت دبا ہے قائم　　ابھی افلاس کی زنجیر میں جکڑے ہیں عوام
لب انساں پہ ابھی نغمۂ عشرت کے عوض　　بھوک اور پیاس کے افسانے مچلتے ہیں مدام

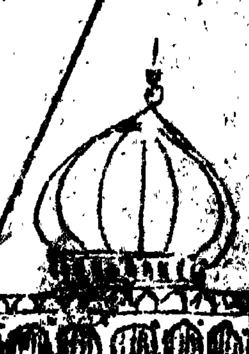
اہل زر بزم میں کچھ ایسے ہوئے ہیں اندھے　　ظلم و بیداد گری پر ہی کمر بستہ ہیں
اپنے محلوں میں سدا جشن مناتے ہیں امیر　　اور مجبور جگر سوختہ، دل خستہ ہیں

طالب امن و اماں لٹتے ہیں منزل کے قریب　　نہ رہا فرق کوئی راہبر و رہزن میں
کانٹے ہی کانٹے نظر آتے ہیں پھولوں کی جگہ　　آج تہذیب و تمدن کے حسیں گلشن میں

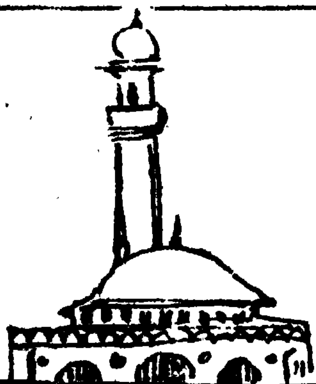
ایسے اشخاص سے خوش حال وطن کیا ہوگا　　جن کی فطرت میں ہے سرمایہ پرستی کا غرور
آج بھی دختر حوا سے وہی ہے برتاؤ　　صاحب علم سر راہ بنے ہیں مزدور

ہیں وہی جاری قوانین فرنگی اے دوست　　راج افلاس کے ماروں پہ کیا جاتا ہے
آدمیت کا دیا جاتا ہے اس طرح ثبوت　　کام حیوانوں کا انساں سے لیا جاتا ہے

آج مزدور بھی دہقان بھی جاگ اٹھے ہیں　　اب یہ آلام غلامی کے نہیں سہہ سکتے
جوشش غیرت سے لہو گرم ہوا ہے سب کا　　اب یہ زردار سے مرعوب نہیں ہو سکتے



گزشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرھواں پارہ "سبحان الذی" سورہ کہف

(از ادارہ دین دنیا)

ہم ذیل میں قرآن پاک کے پندرھویں پارہ کی تعلیمات کی آخری قسط پیش کر رہے ہیں۔ جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کی فتنہ پردازی اور گمراہی کے واقعات سے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا ہے اور ہدایت کی ہے کہ وہ ان فتنہ پردازی سے ہوشیار رہیں۔

انسان فتنہ پرداز واقع ہوا ہے

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا .... اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا

ترجمہ:۔ اور ہم نے قرآن میں لوگوں کے لئے ہر مضمون کو طرح طرح سے بیان کیا ہے (تا کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں) مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔ اور ایسی حالت میں کہ لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی ہے تو انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار طلب کرنے سے صرف اس بات نے روک رکھا ہے کہ اگلے لوگوں کا معاملہ (یعنی قہر الٰہی) ان کے ساتھ بھی پیش آ جائے یا ان کے سامنے عذاب الٰہی آن کھڑا ہو۔

تشریح:۔ قرآن جو ایمان والوں کے لئے شمع ہدایت ہے ہم نے اس میں لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے طرح طرح سے مضامین کی شکل میں نصیحتیں بیان کی ہیں لیکن انسان بڑا ہی جھگڑالو اور فتنہ پرداز واقع ہوا ہے اس لئے وہ سیدھی سادی نصیحت کی باتوں پر بھی جھگڑے کھڑے کر دیتا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ایسی حالت میں جبکہ لوگوں کے پاس قرآن پاک کی شکل میں کامل ہدایت پہنچ چکی ہے تو انہیں ایمان لے آنا چاہئے تھا۔ مگر انہوں نے اس معاملہ میں بھی جھگڑا کھڑا کر دیا ہے یعنی وہ ایمان لانے اور مغفرت طلب کرنے سے صرف اس بات پر رکے ہوئے ہیں کہ وہ عذاب الٰہی کے منتظر ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ گزشتہ امتوں اور قوموں جیسا معاملہ اُن کے ساتھ بھی پیش آ جائے اور عذاب الٰہی کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور تب ایمان لائیں۔

کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں تمہاری باتوں میں صداقت محسوس ہوتی ہے اس کے علاوہ جو کلام تم پر نازل ہوا ہے۔ وہ بھی انسانی کلام معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس سے بالاتر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ یقین ہے کہ ہم بھی راہ راست پر ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا اور ہم باطل پر ہوتے تو ہم پر بھی گزشتہ گمراہ امتوں کی طرح ضرور کوئی نہ کوئی عذاب الٰہی نازل ہو چکا ہوتا کفار مکہ کی اس خام خیالی کی بنا پر اس کی آیت نازل ہوئی تھی۔

یہ گمراہ ایمان نہیں لائیں گے

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ .... اِذًا اَبَدًا ۵

ترجمہ:۔ اور ہم رسولوں کو بشارت سنانے والا اور ڈرانے والا مقرر کر کے بھیجا کرتے ہیں۔ لیکن کافر بیکار کی باتیں نکال نکال کر جھگڑے کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ باطل کے ذریعہ حق کو دبا لیں اور

جنھوں نے ہماری اُن آیتوں کو اور اُن باتوں کو جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا مذاق بنا لیا ہے بھلا اُس سے بڑھکر (گمراہ اور) ظالم کون ہو گا جسے اُس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے لیکن وہ اُن سے روگردانی کرے اور اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال بد کو بھول جائے۔ ہم نے اِن کے دلوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے تاکہ قرآن کو سمجھ ہی نہ سکیں۔ اور اب اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ گے تو وہ کبھی ہدایت کو قبول نہیں کریں گے۔

تشریح:۔ اور ہم رسولوں کو جو دنیا میں بھیجتے ہیں تو اُس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندوں کو نجات کی خوشخبری سنائیں اور گمراہوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں لیکن کافروں کی یہ کیفیت ہے کہ وہ اِن سیدھی سادھی ناصحانہ باتوں پر بھی طرح طرح کی جھگڑے کھڑے کرتے رہتے ہیں۔ اور ان جھگڑوں سے اُن کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنے خیالات باطل کے ذریعہ حق کو کسی طرح دبا دیں۔ چنانچہ ان گمراہوں نے ہماری اُن آیتوں کو بھی جن کے ذریعہ انہیں بداعمالیوں سے ڈرایا گیا تھا۔ ایک مذاق سمجھ رکھا ہے۔ ذرا سوچو تو سہی اُس سے بڑھ کر ظالم اور گمراہ کون ہو گا جو اُن ہدایتوں اور آیتوں سے روگردانی کر جائے جن کے ذریعہ اُن کے پروردگار نے اُن کی بھلائی کے لئے انہیں نصیحت اور ہدایت کی تھی۔ اور اپنی اُن تمام بداعمالیوں کو بھول جائے جن کے ذریعہ وہ گناہ سمیٹتا رہا ہے۔

اور ان گمراہیوں کی پاداش میں اب ہم نے اُن کے دلوں پر غفلت کے پردے ڈال دئے ہیں۔ اور اُن کو بھلائی کی باتیں سننے کے معاملہ میں ناکارہ کر دیا ہے۔ تاکہ وہ قرآن کی حق بات کو سمجھ ہی نہ سکیں۔ اور اے رسول تم انہیں حق بات کی طرف کتنا ہی کیوں نہ بلاؤ۔ وہ کبھی بھی حق بات کو قبول نہیں کریں گے کیونکہ ان میں حق بات کے قبول کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی

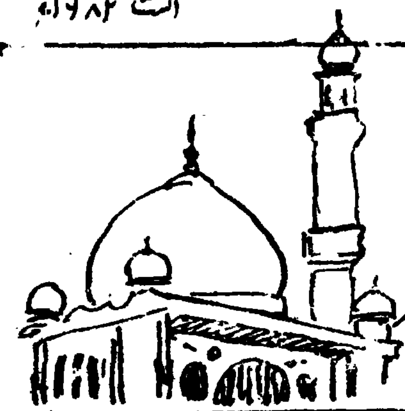
تمہارا رب بڑا ہی رحیم ہے

وربك الغفور .... وجعلنا لمهلكهم موعدا۵

ترجمہ:۔ اور تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ اگر وہ اُن سے اُن کے اعمال کے بارے میں مواخذہ کرتا تو فوراً ہی اُن پر کوئی عذاب نازل کر دیتا۔ حالانکہ اُن پر عذاب آنے کے لئے ایک میعاد مقرر ہے۔ یہ اُس سے کہیں بھی پناہ کی جگہ نہ پا سکیں گے اور یہ (ویران شدہ) بستیاں ہیں جنھیں ہم نے برباد کر دیا جبکہ وہ ظالم ہو گئی تھیں۔ اور ہم نے اُن کی ہلاکت کے لئے بھی وقت مقرر کر دیا تھا۔

تشریح:۔ اے نبی سچ تو یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی مغفرت کرنے والا ہے۔ اور بڑی رحمت والا ہے اس لئے وہ اِن کافروں اور مشرکوں کو فی الحال کسی عذاب میں مبتلا نہیں کر رہا۔ حالانکہ وہ اگر اُن کی بداعمالیوں کی بنا پر۔ اُن سے مواخذہ کرتا تو اُن کو فوراً ہی کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کر دیتا۔ مگر تمہارے رب نے ایسا نہیں کیا بلکہ اُس نے انہیں مہلت دے رکھی ہے تاکہ اگر ممکن ہو تو یہ راہ راست پر آجائیں۔ اور ان کے لیے سزا کا ایک وقت مقرر ہے جس سے کسی طرح بھی وہ بچ نہیں سکتے اُن کو اُن کی بداعمالیوں کی سزا ضرور ملے گی۔ کافر ہرگز اس مغالطہ میں مبتلا نہ رہیں کہ اگر آج انہیں دنیا میں امن اور چین میسر ہے تو وہ عذاب الٰہی سے بچ گئے۔ یاد رکھو انہیں وقت آنے پر پوری پوری سزا دی جائے گی۔

اور اے نبی! یہ قوم نوح۔ قوم لوط اور قوم عاد و ثمود کی تباہ شدہ بستیاں اِس بات کی ناقابل انکار شہادت ہیں کہ جب ان بستیوں کے باشندوں نے سرکشی اختیار کی اور گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ہم نے اِن بستیوں کو اجاڑ دیا۔ اور اِن کے باشندوں کو تباہ اور ہلاک کر دیا۔ ان کی ہلاکت کے لئے بھی ہم نے ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔ اور اسی طرح یہ کفار بھی جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ وقت مقررہ پر ضرور ہلاک اور برباد کئے جائیں گے۔ اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اگر آج گناہ اور معصیت کی زندگی گزارنے کے باوجود دنیا میں چین اور آرام سے ہیں۔ اور اُن پر سابقہ گنہگار امتوں کی طرح عذاب الٰہی نازل نہیں ہوا ہے تو یہ نہ سمجھ لیں کہ ان سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔



انسانیت دنیا سے اٹھ جائیگی

بدخلق کیلئے جنت کا دروازہ بند — سب سے بڑا مفتی انسان کا ضمیر

(رانا شوکت علی نیمی)

مسلمانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے ذیل میں احادیث کی مستند کتب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جن سے اگر مسلمان نصیحت حاصل کریں تو ان کی دنیا بھی درست ہو سکتی ہے اور عاقبت بھی۔ یہ جواہر پارے دین دنیا کی مراسلت پابندی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

انسانیت دنیا سے اٹھ جائے گی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جبکہ انسانیت دنیا سے اٹھ جائے گی چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے۔

"رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ تم آدمیوں کو دیکھو گے جیسے ایک سو اونٹ ہوں لیکن ان میں سے ایک بھی سواری کے قابل نہ ہو۔ ویسے ہی سو آدمیوں میں سے ایک بھی بہ وجوہ انسان کہلانے کے قابل نہ ہوگا" (ترمذی)

حضور کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم زمانہ حاضرہ کے لوگوں کے کردار پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضور کی پیشنگوئی کے مطابق اب وہ زمانہ آگیا ہے جبکہ مشکل ہی سے کوئی انسان صحیح معنوں میں انسان نظر آتا ہے۔ ورنہ ہزاروں انسانوں میں سے ایک انسان بھی ایسا دکھائی نہیں دیتا جسے انسان کہا جا سکے۔

قومی اور دینی رہنما تک انسانیت سے خالی نظر آتے ہیں تجارتی طبقہ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ سب ہی لٹیرے دکھائی دیتے ہیں۔ ذخیرہ اندوزی اور نفع باری عام ہے۔ ہر طرف لوٹ مار اور غارتگری کا بازار گرم ہے۔ پھر جب ہم عام انسانوں پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی ہمدردی بالکل ختم ہو چکی ہے۔ ہر شخص کو محض اپنی ذات سے تعلق ہے۔ کسی دوسرے سے اسے مطلق لگاؤ نہیں۔ دروغ گوئی بد دیانتی اور بدمعاملگی عام ہے۔

پھر جب ہم حکومتوں پر غور کرتے ہیں تو حکمران طبقہ انسان کشی میں سب سے آگے ہے۔ ملک کے ملک تباہ کر دئے جاتے ہیں اور کسی کو احساس تک نہیں ہوتا کہ کتنے بے گناہ مارے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ نیوٹرون بم۔ مائیڈروجن بم اور ایٹم بم جیسی تباہ کن چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں تاکہ ان کے ذریعہ بنی نوع انسان کو تباہی اور موت کے گڑھے میں آسانی سے دھکیلا جا سکے۔ سچ تو یہ ہے کہ حضور اکرم کے ارشاد کے مطابق موجودہ زمانہ میں کسی انسان کا ملنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے

بدخلق کیلئے جنت کا دروازہ بند

اسلام نے اپنے متبعین کو سختی سے ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے اخلاق اور کردار کو پوری دنیا کے لئے ایک نمونہ بنائیں۔ اور

بلا امتیاز مذہب و ملت ہر شخص کے ساتھ نرمی اور مروت کا برتاؤ کریں یہاں تک کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "بد اخلاقی اور بد کلامی ایک ایسا گناہ ہے جو انسان کو جہنم میں لے جاتا ہے" چنانچہ اس سلسلہ میں صحیح حدیث ہے

"حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کیا تم جانتے ہو کہ کونسی چیز اکثر داخل کرتی ہے آدمی کو بہشت میں؟ وہ تقویٰ اور خلق ہے اور کیا تم جانتے ہو کہ کیا چیز اکثر داخل کرتی ہے آدمی کو آگ میں؟ وہ زبان اور بدکاری ہے۔"
(ابن ماجہ)

یعنی حضور اکرم کے ارشاد کے مطابق اچھا اخلاق مسلمان کی وہ صفت ہے جس کی بنا پر اُس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ لیکن بد اخلاق انسان کے لئے جنت کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک دوسری حدیث ہے

"حضرت ابو ہریرہ رض راوی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ انسان کو جو چیزیں دی گئی ہیں اُن میں بہتر چیز کونسی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ خوش خلقی۔ اور ایک خطبہ میں حضور نے فرمایا جنت میں بد خلق۔ بد خو۔ اور بد کلام آدمی داخل نہیں ہوگا" (مشکوٰۃ)

خود رسول مقبول صلعم اور صحابہ کرام خوش خلقی اور انسانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ کبھی کسی شخص کو سخت بات نہیں کہتے تھے۔ کیا مجال کہ کسی کی دل آزاری ہو جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو ذر غفاری رض یمن کے گورنر تھے۔ مگر نہایت سادہ لباس میں رہتے تھے۔ ایک شخص نے جو انہیں پہچانتا نہ تھا انہیں ایک معمولی آدمی سمجھ کر بیگار میں پکڑ لیا اور اپنا سامان زبردستی اُن کے سر پر رکھ کر لے چلا تھوڑی ہی دور وہ گیا تھا کہ لوگوں نے اُسے بتایا کہ یہ تو ہمارے ملک کے گورنر ہیں۔ وہ خوف سے کانپنے لگا۔ آپ نے اُسے تسلی دی اور سامان اُس کے گھر تک پہنچا دیا۔ اور تیوری پر بل تک نہ آیا اور اُسے نصیحت کی کہ وہ اس قسم کی زیادتی سے پرہیز کرے کیونکہ خدا اسے ناپسند کرتا ہے۔ دوسرے صحابہ کے بھی اعلیٰ اخلاق اور کردار کا یہی عالم تھا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان احادیث سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں اور اس بد خلقی سے بچیں جو دنیا کو بھی برباد کر دیتی ہے اور عاقبت کو بھی۔

سب سے بڑا مفتی انسان کا ضمیر

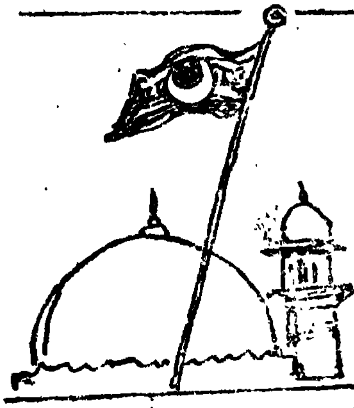
اللہ تعالیٰ نے سب ہی انسانوں کو برائی بھلائی کی تمیز عطا فرمائی ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے انسانی ضمیر کو سب سے بڑا مفتی قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ترمذی کی حدیث ہے

"وابصہ بن معبد رض بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا گناہ اور نیکی کی تعریف پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا پس اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو۔ جس بات کو دل ٹھیک بتائے تو وہ نیکی کی بات سمجھو اور جس سے کھٹک اور تردد باقی رہے وہ گناہ کی بات ہے اگرچہ لوگ تمہیں اُس کے حق میں کتنے ہی فتوے دیتے رہیں" (ترمذی۔ مسند احمد دارمی)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ "انسان کے جسم میں گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو گیا تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور اگر کہیں وہ بیمار ہو گیا تو تمام جسم بیمار ہو جاتا ہے اور اس کا نام دل ہے" انسان کا دل ایسی چیز ہے کہ اگر وہ صالح ہو جائے تو سب سے بڑا امین ہے اور اگر بگڑ جائے تو سب سے بڑا خائن ہے۔ اور جب یہ خائن بن جاتا ہے تو انسان کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ نیکی اور بدی میں تمیز کے لئے ضمیر سے بڑھکر اور کوئی انسان کا رہنما نہیں۔ یہ قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے لیکن ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب ایک سرے سے انسانی ضمیر ہی مردہ ہو جاتا ہے اور جب ایسا وقت آ جائے تو انسان کی تباہی کو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں روک سکتی۔

اسلامی افکار



حکمرانی کا سلیقہ مسلمانوں نے سکھایا

اسلام سے قبل کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ جمہوریت کیا ہے

(از علامہ عبدالرحمن ازہری)

علامہ عبدالرحمن۔ انڈونیشیا کے ایک مفکر ہیں جنہوں نے جامعہ ازہر مصر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے انہوں نے اپنے ذیل کے فاضلانہ مقالہ میں بتایا ہے کہ مسلمانوں نے کس طرح ساری دنیا کو حکمرانی اور جہاں بانی کا سبق دیا ہے۔

اسلام کا دنیا پر یہ بھی ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے جلوہ گر ہو کر صرف دینی معاملات ہی میں انسان کی رہنمائی نہیں کی ہے بلکہ اس نے اس بگڑی ہوئی دنیا کو بھی سنوار دیا ہے یعنی ملوکیت اور شہنشاہیت کے اس فرسودہ نظام کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ جو آفرینش عالم سے لے کر طلوع اسلام تک ساری دنیا کو غلام بنائے ہوئے تھا۔ اور نہ جانے کتنے فرعونوں اور نمرودوں کے شہنشاہی نظام کے تحت پوری نوع انسانی جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزار رہی تھی۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ طلوع اسلام سے قبل دنیا کا تقریباً ہر حکمراں شداد اور فرعون بنا ہوا تھا۔ عوام کی نہ جانیں محفوظ تھیں نہ مال و آبرو۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے سب سے پہلے فرعونوں اور نمرودوں کے خلاف اعلان بغاوت کیا اور ان کی خدائی کو مٹا کر رکھ دیا۔ اور صرف یہی نہیں کیا بلکہ ایک ایسا صاف ستھرا اور پاکیزہ نظام حکومت دنیا کو عطا کیا جس کی مثال آج بھی ناپید ہے۔

اسلامی نظام حکومت جو آج سے چودہ سو برس قبل مدون کیا گیا تھا۔ اپنے اندر وہ تمام خصوصیات رکھتا ہے جو ایک بہتر سے بہتر نظام حکومت میں ہو سکتی ہے۔ دنیا کے تقریباً سب ہی مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ کسی نظام حکومت کو خواہ کسی نام سے بھی موسوم کیوں نہ کیا جائے لیکن اسے قابل قبول نظام اسی صورت میں کہا جا سکتا ہے۔ جبکہ اس کے ذریعہ عوام کو ہر قسم کی آزادیاں میسر ہوں مذہبی اور معاشی میدان میں سب کو مساوات حاصل ہو۔ عوام پر محصولات کا بوجھ کم سے کم ڈالا جائے۔ اور کسی امتیاز کے بغیر معاملات میں سب کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے

دنیا کے مفکرین اور مدبرین نے اچھے اور قابل قبول نظام حکومت کا معیار موجودہ دور میں ماضی کی بہت سی حکومتوں کے نظاموں کو قبول اور رد کرکے بڑے تجربوں کے بعد قائم کیا ہے۔ لیکن اگر زمانہ حاضرہ کی حکومتوں کے جدید ترین نظام پر گہری نظر ڈالی جائے تو یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ اسلام آج سے چودہ سو برس قبل اس سے کہیں بہتر نظام حکومت پیش کر چکا ہے جبکہ مسلمانوں کے سامنے عوامی حکومت کی کوئی مثال نہ تھی۔ اور انھوں نے صرف اسلام کی ہدایات اور تعلیمات کی روشنی میں ایک ایسی حکومت قائم کی تھی جس کے نظم و نسق اور فلاحی کردار کو آج بھی بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

اسلام کا ظہور ریگستان عرب میں عربوں جیسی اس قوم کے درمیان ہوا تھا۔ جو قبائلی زندگی گزارنے کی عادی تھی اور وہ اس زندگی سے قطعی نا آشنا تھے۔ جو نظم و نسق کے اعتبار سے ترقی یافتہ کہلاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ غیر قبائلی منظم زندگی کی ضرورتوں کو بھی محسوس نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب اسلام [illegible]

کرنے کے بعد عربوں کو اپنے وطن سے نکل کر اس حصار کو توڑنا پڑا جو اسلام کے دشمنوں نے اُن کے گرد قائم کر رکھا تھا اور اُن کی مملکت کا دائرہ وسط ایشیا، شمالی افریقہ، بحیرۂ روم کے جزیروں اور یورپ کے بعض ملکوں تک وسیع ہو گیا تو انہیں ایک ایسے نظام حکومت کی تشکیل کی ضرورت محسوس ہوئی جو سب ہی کے لئے قابل قبول ہو۔ اور اس طرح عربوں پر حکومت اور جہانبانی کی وہ ذمہ داریاں آن پڑیں جو اُن کے لئے بالکل نئی تھیں۔ مگر چونکہ اسلام نے حکومت کا ایک مقصد اور طریق کار متعین کر دیا تھا اس لئے انہیں کسی قسم کی دشواری پیدا نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس معینہ طریق کار کے مطابق انہوں نے جو دستور حکومت تیار کیا اُس میں وہ تمام خصوصیات موجود تھیں۔ جو ایک اچھی حکومت میں ہونا چاہئے۔

اسلامی حکومت کا دائرہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں وسیع ہوا تھا۔ اور حدود مملکت کی توسیع کے نتیجہ میں بہت سی ایسی قومیں بھی مملکت اسلامیہ کے دائرہ میں آگئی تھیں جن کے مذہبی عقائد اور سماجی نظریات کے ساتھ مسلمانوں کا اتفاق رائے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے اپنی مملکت کے ہر باشندے کو مساوی شہری حقوق دیئے تھے۔ انہیں کاروبار کی مکمل آزادی حاصل تھی اور عام مسلمان ہی نہیں بلکہ خلفا اور امراء بھی اُن کے ساتھ لین دین کرنے میں کسی قسم کے تامل سے کام نہیں لیتے تھے اسی طرح کسب معاش کے میدانوں میں بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مسلم مملکت غیر مسلموں کے جملہ حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار بن گئی تھی۔

مملکت اسلامیہ کے سلسلہ میں بعض عیسائی معترضین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں غیر مسلموں کو ملازمتوں میں نہیں لیا جاتا تھا۔ مگر یہ اعتراض اس لحاظ سے بالکل بے بنیاد ہے کہ اول تو خلافت راشدہ ایک مذہبی نظام ریاست تھا اس لئے اسے چلانے کے لئے اکابر مسلمانوں کی ضرورت تھی۔ اور دوسرے اس نظام کو چلانے والوں کو اتنا کم معاوضہ دیا جاتا تھا کہ کوئی صلاحیت مند غیر مسلم معاوضہ کی کمی کی وجہ سے خلافت راشدہ کی ملازمتوں کے قبول کرنے پر تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن جہاں تک اس نظام حکومت میں غیر مسلموں کے اطمینان کا تعلق ہے اُس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ اگر کسی وجہ سے مسلمانوں کو کسی مفتوحہ علاقہ سے دست بردار ہونا پڑتا تھا تو غیر مسلم اُن کی واپسی کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

مغرب کے جن اصحاب قلم نے اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں بے شمار صفحات کالے کئے ہیں۔ اُن میں سے کسی ایک نے بھی مسلمانوں کے دور حکومت میں عوام پر محاصل کا بوجھ ڈالنے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلی بار آراضی کی پیمائش کرانے اور اس کی اقسام متعین کرنے کے بعد پیداوار کا بہت ہی معمولی حصہ بطور محصول وصول کرنا شروع کیا تھا لیکن اُن ہی کے زمانہ میں ملکی بندوبست، ملکی دفاع، نظم و نسق کی اصلاح و تنظیم اور فلاح عامہ کے تعمیری میدانوں میں جو ترقی اور پیش رفت ہوئی تھی اس کے مقابلہ میں یہ معمولی سا محصول کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔

حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں جو ترقی ہوئی ہے اُس پر اظہار حیرت کرتے ہوئے جارج اندرسن لکھتا ہے "اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ برائے نام محصول یا مالگذاری اُن عظیم تعمیری کاموں کے لئے کیسے کافی ہو سکتی تھی جو دور فاروقی میں انجام پائے تھے۔" لیکن غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اول تو مسلمان عمال اور کارکن ہی بہت کم حق الخدمت وصول کرتے تھے دوسرے مسلمانوں سے وصول ہوئے عشر کی رقوم اور غیر مسلموں سے حاصل شدہ جزیہ بڑی کفایت کے ساتھ صرف کیا جاتا تھا اور ان ہی سے حکومت کے سارے کام چلتے تھے۔

خلافت اسلامیہ کی اس خصوصیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خالص مذہبی حکومت ہونے کے باوجود خلافت اسلامیہ میں غیر مسلموں کے ساتھ ہر لحاظ سے برابری کا سلوک کیا جاتا تھا۔ کاروبار کے مواقع انہیں فراہم کرنے کے علاوہ اسلامی عدالتوں میں انصاف حاصل کرنے کی پوری سہولتیں انہیں حاصل تھیں۔ جزیہ کی رقوم وصول کرنے کے بعد خلافت اسلامیہ غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کو اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتی تھی۔ اُن کے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ (باقی صــ ۲۸)



تاریخ اسلام کا ایک ورق

غازی صلاح الدین ایوبی

وہ مرد مجاہد جس نے بیت المقدس کو مشرکوں کے قبضہ سے نکالا

(از شوکت علی فہمی)

جس طرح آج بیت المقدس پر دشمن اسلام اسرائیل کا قبضہ ہے بالکل اسی طرح آج سے تقریباً نو سو سال قبل ۴۹۲ھ ہجری میں فرنگیوں نے اس مقدس مقام پر قبضہ کر لیا تھا لیکن غازی صلاح الدین ایوبی نے [illegible] ہجری میں جان کی بازی لگا کر اسے دشمنان اسلام کے قبضے سے نکالا تھا۔ غازی صلاح الدین ایوبی اسلام کا وہ مایہ ناز فرزند ہے جس نے کہ اپنی زندگی دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کی غرض سے وقف کر دی تھی۔ چنانچہ ذیل میں اس یادگار تاریخی واقعہ پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

مسلمان روزِ اول ہی سے قبلۂ اول بیت المقدس کے امین و متولی رہے ہیں اور مسلمانوں کے اس جائز حق کو تسلیم کرتے ہوئے خود عیسائی راہبوں نے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی کی خدمت اقدس میں بیت المقدس کی کنجیاں پیش کی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق کے دور حکومت سے لے کر [illegible] بیت المقدس کی حفاظت اور تولیت کے فرائض انجام دیتے رہے لیکن خلفائے بنی عباس کے آخری دور میں [illegible] مسلمان [illegible] میں مبتلا ہوئے تو عیسائیوں نے مسلمانوں کے [illegible] افتراق سے فائدہ اٹھاتے [illegible] کے اکثر و بیشتر علاقوں پر اپنی حکومتیں قائم کر لیں بلکہ ۴۹۲ ہجری میں بیت المقدس پر اسی طرح قابض ہو گئے جس طرح آج اسرائیل قابض ہے۔

بیت المقدس پر قبضہ کے بعد عیسائیوں نے جیسی درندگی و بربریت کا ثبوت دیا ہے وہ تاریخ میں آپ اپنی مثال ہے بیت المقدس اور آس پاس کے گرد و نواح [illegible] مسلمانوں کا قتل عام ہوتا رہا۔ ان کے گھر لوٹے جاتے رہے۔ اور ان کی عورتوں کی بے آبروئی کیا غرضکہ بیت المقدس کی سرزمین کا کوئی ایسا حصہ نہ تھا جو مسلمانوں کے خون سے لالہ زار نہ بن گیا ہو۔ دوسرے علاقوں کا تو ذکر [illegible] خود مسجد اقصیٰ کے اندر [illegible] ستر ہزار مسلمانوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ جن میں سے بڑی تعداد گوشہ نشین اور عبادت گزار مسلمانوں کی تھی۔ غرضکہ عیسائیوں کے ظلم و ستم سے [illegible] گوشہ نشین عابد محفوظ رہے اور نہ عورتیں اور بچے انہیں دکھائی دیا اس کو قتل کر دیا۔

مسلمانوں پر عیسائیوں کا ظلم و ستم صرف بیت المقدس ہی [illegible] سلسلہ [illegible] سال تک مسلمان عیسائیوں کے ظلم و ستم کا شکار رہے۔ پھر ایک زمانہ ایسا آیا [illegible] بیت المقدس کی واپسی کے [illegible] ایسا مرد مجاہد پیدا ہوا جس [illegible] یورپ لرزنے لگا۔ یہ مرد مجاہد غازی صلاح الدین ایوبی [illegible] اقبال سلطان نور الدین زنگی کے عہد میں [illegible] ہو گیا تھا۔ اور [illegible] نور الدین زنگی [illegible] میں عیسائیوں کے خلاف بڑے عظیم الشان کارنامے [illegible]

صلاح الدین ایوبی ابتدا میں اتابکان شام [illegible] معمولی سپاہی [illegible] اپنی جنگی قابلیت کی بنا پر ترقی کر وزیر اعظم اور سپہ سالار بن گیا۔ پھر اس کے بعد مصر

[..]ں ہو گیا اور جب وہ مصر کے تاج و تخت کا مالک بنا تو اُس نے
[..]لدین زنگی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے عیسائیوں کے خلاف
[..]ور جہاد شروع کر دیا۔ مگر صلاح الدین کو ابتدا میں اس لئے
[..]ی نمایاں کامیابی حاصل نہ ہو سکی چونکہ شام کے مسلم زنگی شہزادے
[..]یائیوں سے ملے ہوئے تھے۔ اور وہ صلاح الدین کے راستہ میں
[..]ڑی رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ آخر صلاح الدین نے مصر کے
[..]شام پر بھی یورش کر دی اور اُس نے اپنے پہلے ہی حملہ میں
[..]کے زنگی شہزادوں اور شام کے عیسائیوں کے اقتدار کو ختم
[..]کے شام میں بھی اپنی حکومت قائم کر لی۔

شام کی فتح سے فارغ ہونے کے بعد غازی صلاح الدین ایوبی
[..]المقدس کی جانب متوجہ ہوا۔ اور اُس نے یہ طے کر لیا کہ خواہ
[..]ی کیوں نہ ہو جائے وہ بیت المقدس کو ضرور واپس لے گا۔
[..]ر اس مقصد کے لئے وہ ۵۸۳ھ ہجری میں مجاہدین اسلام کا ایک لشکر عظیم
[..]بیت المقدس کی فصیل کے قریب پہنچ گیا لیکن وہ چاہتا تھا کہ اس
[..] شہر میں خونریزی نہ ہو لہٰذا اُس نے عیسائیوں کو پیغام بھیجا
[..]بیت المقدس ہمارے لئے اُسی طرح باعثِ احترام ہے
مسلمانو! تمہارے لئے۔ اِس لئے مناسب یہی ہے کہ یہ مقدس
معقو[..]ی کے بغیر مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے تم اگر
[..] خانۂ خدا کو ہمارے حوالے کر دو گے تو تم
[..]ں کی امان دی جائے گی اور تمہیں اتنا علاقہ
[..]دیا جائیگا۔ جہاں تم آرام سے رہ سکو اس کے
[..]دکاری کے لئے حسب ضرورت نقد رقم
درمیان کوئی [..]
غیر مسلموں کے [..]
مملکت [..] اس کو ایک ناقابل تسخیر قلعہ تصور کرتے تھے
[..]المقدس میں بے پناہ فوج جمع کر رکھی تھی اس لئے
اعتراض کیا [..]الدین کی اس فیاضانہ پیشکش کو ٹھکرا دیا
میں نہیں لیا [..] صلاح الدین کو مجبوراً میان سے تلوار نکالنی
ہے کہ اول تو [..]ے اور عیسائیوں میں ایک خوفناک جنگ
اس لئے آسے [..]

دوسرے اس [..]
کہ کوئی صلاحیت [..] موقعہ پر شام کی تمام شکست خوردہ عیسائی
کی ملازمتوں کے [..] قریب تھی بیت المقدس میں موجود تھی

اور اس طرح بیت المقدس ایک بہت بڑی فوجی چھاؤنی بن گیا تھا
اس کے علاوہ یورپین ممالک سے رضاکاروں کی ایک بڑی تعداد
بے اندازہ سامان جنگ اور سیم و زر بیت المقدس کی حفاظت کے لئے
چلا آ رہا تھا۔ گویا پورا یورپ بیت المقدس کی عیسائی حکومت کے
لئے پشت پناہ بنا ہوا تھا۔ لیکن عیسائیوں کی اِن غیر معمولی تیاریوں
کے باوجود بھی غازی صلاح الدین کے بیس پچیس ہزار جانباز سپاہی
عیسائیوں پر بھاری پڑ رہے تھے۔ اور اُنہیں تقریباً ہر مورچہ پر مسلمانوں
کے مقابلہ میں شکستوں پر شکستیں ہو رہی تھیں۔ آخر کئی روز کی خوفناک
جنگ کے بعد جب مسلمانوں نے پوری طاقت سے یورش کر کے فصیل توڑ
دی تو عیسائی حواس باختہ ہو گئے اور مجبور ہو کر انھوں نے اطاعت کیلئے
پیغام بھیجنے شروع کئے اور بیت المقدس کو مسلمانوں کے حوالہ کرنے
پر آمادہ ہو گئے۔

اب جبکہ مجاہدین کے لئے بیت المقدس کا فتح کر لینا آسان تھا
تو عیسائیوں کی امان طلبی اور اطاعت اگرچہ بے معنی تھی لیکن پھر بھی
غازی صلاح الدین انہیں امان دینے کے لئے آمادہ ہو گیا کیونکہ
وہ نہیں چاہتا تھا کہ بیت المقدس کی گلیوں میں انسانی خون بہایا جائے
لہٰذا اُس نے عیسائیوں کی درخواست قبول کر لی اور اعلان کر دیا
کہ تمام عیسائی فی مرد دس دینار اور فی عورت پانچ دینار زرِ فدیہ
ادا کر کے مع اپنے مال و اسباب کے جہاں چاہے جا سکتے ہیں۔ لیکن
چالیس دن کے اندر اندر جن کا زرِ فدیہ ادا نہیں ہو گا وہ غلام سمجھے
جائیں گے۔ غرضیکہ ۲۵ رجب ۵۸۳ھ (۱۱۸۷ء) کو عیسائیوں نے
بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ اور اکیانوے سال کے بعد
یہ خانۂ خدا غازی صلاح الدین ایوبی کی بے پناہ قربانیوں کی بدولت
دوبارہ مسلمانوں کو مل گیا۔

وہ عیسائی جنھوں نے نوے سال قبل بیت المقدس پر قبضہ
جمانے کے بعد مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑے تھے دوبارہ بیت المقدس
پر مسلمانوں کے قبضہ کے وقت خوف سے لرزاں تھے اور ڈر رہے
تھے کہ اُن سے ضرور گزشتہ بے منوانیوں کا انتقام لیا جائے گا۔
لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مسلمانوں نے اُن کی تمام گزشتہ کوتاہیوں
کو نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ کسی ایک عیسائی سے بھی تعرض نہیں کیا گیا یہاں تک
کہ خود مسلمانوں نے عیسائی تارکین وطن کو اپنی (باقی صفحہ ۲۹)



مشاہیر اسلام

آتش پرستی کے بعد قبول اسلام

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا شمار معتقد صحابہ کرام میں کیا جاتا ہے

(از جناب مضطر اصلاحی)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ابتدا میں پکے آتش پرست تھے۔ ذیل میں اُن کے قبول اسلام کے واقعہ کو جناب مضطر اصلاحی نے نہایت ہی موثر انداز میں پیش کیا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا شمار معتقد صحابہ کرام میں کیا جاتا ہے اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک پکے آتش پرست تھے۔ یہ ملک فارس کے شہر اصفہان کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ان کے باپ آتش پرست تھے اور ان سے بے حد محبت رکھتے چنانچہ غلبہ محبت کی بنا پر انھوں نے اپنے معبود (آگ) کو ہر وقت روشن رکھنے کی خدمت حضرت سلمان ہی کے سپرد کر رکھی تھی۔ گویا حضرت سلمان کے باپ نے اپنے گھر کے اندر ایک آتش کدہ قائم کر رکھا تھا جسکے مہتمم حضرت سلمان فارسی تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی ایک گرجا کی طرف جا نکلے تو اُنھوں نے نصاریٰ کے طریق عبادت کو دیکھا تو وہ اُنہیں اپنی اور باپ کی آتش پرستی کے مقابلہ میں زیادہ پسند آیا۔ چنانچہ واپس آکر آپ نے اپنے باپ سے دین نصاریٰ اختیار کرنے کی اجازت چاہی باپ اگرچہ ان پر حد سے زیادہ مہربان تھا مگر بیٹے کے اس تبدیلی مذہب کے رجحان نے اُسے چراغ پا کر دیا۔ بھلا وہ کیسے گوارہ کر سکتا تھا کہ ایک پکے آتش پرست کا بیٹا اپنے آباؤ اجداد کے دین سے منحرف ہو کر بے دین بن جائے چنانچہ پہلے تو باپ نے بیٹے کو نرمی اور شفقت سے سمجھایا مگر جب اپنی نصیحتوں کا اثر سلمان رضی پر نہیں دیکھا تو غصہ میں اُنہیں گھر میں قید کر دیا مگر چونکہ سلمان کا دل آتش پرستی سے متنفر ہو چکا تھا وہ چھپ چھپا کر ایک روز قید سے نکل بھاگے۔ اور ملک شام میں جا پہنچے

سلمان فارسی رضی شام پہنچ کر ایک نصرانی بزرگ سے دین کی تعلیم حاصل کرنے لگے اور عیسائی ہو گئے۔ مگر چند ایام کے بعد ہی وہ نصرانی بزرگ وفات پا گئے مگر سلمان رضی نے پھر بھی ہمت نہیں ہاری اور اُن کی وفات کے بعد اُن کے جانشین اور خلیفہ سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد اپنی مذہبی تشنگی بجھانے کے شوق میں یکے بعد دیگرے، موصل، نصیبین، عموریہ کے پہنچے اور اپنی تعلیم جاری رکھی۔

اِسی زمانہ میں جبکہ وہ عموریہ کے ایک نصرانی بزرگ سے دین مسیحی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ تو اِن بزرگ نے اُنہیں نصیحت یہ فرمائی کہ اے میرے ہونہار شاگرد! میرا آخری وقت ہے مگر تمہیں مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں عنقریب ملک عرب میں ایک نبی آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں۔ تم ضرور اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کی تعلیمات سے بہرہ ور ہونا۔ میں تمہیں اُن کی چار ظاہری نشانیاں بتائے دیتا ہوں یاد رکھنا۔ پہلی نشانی تو یہ ہے کہ وہ جس شہر کی طرف اپنے دشمنوں کی زیادتی کی وجہ سے ہجرت کریں گے۔ اُس میں کھجور کے درخت بہت ہونگے دوسری بات یہ کہ کوئی شخص اگر اُنہیں صدقہ دے گا تو وہ خود نہیں کھائیں گے۔ تیسری پہچان یہ ہے کہ کوئی چیز اگر بطور ہدیہ پیش کی جائے گی تو اُسے قبول فرمالیں گے۔ چوتھی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اُن کے دونوں کندھوں کے بیچ

درمیان میں مہرِ نبوت جو مثل ماہ منیر کے درخشاں ہوگی۔ اگر ہو سکے تو اُن سے ضرور ملنا۔

اِس پادری کے انتقال کے بعد عرب تاجروں کا ایک قافلہ عموریہ سے گزرا حضرت سلمان رضؓ اس توقع پر اُن کے ساتھ ہو گئے کہ وہ اُنہیں عرب پہنچا دیں گے لیکن اِن تاجروں نے بدعہدی کی اور راستہ میں اُنہیں ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ حضرت سلمان رضؓ کے یہودی آقا کا ایک چچازاد بھائی مدینہ میں رہتا تھا۔ اتفاق سے وہ اُن کے آقا سے ملنے آیا اور اُن کے آقا نے انہیں اُس کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اور اسطرح حضرت سلمانؓ منشائے ایزدی سے مدینہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ رسول اللہ صلعم مکہ ہی میں تھے۔ لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد انحضرت صلعم مکہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ تشریف لائے اور حضور کی آمد کی شہرت پورے مدینہ میں ہوئی تو حضرت سلمانؓ حضور کی زیارت کے لئے بے چین ہو گئے۔ اور ایک روز موقع پاکر حضور کی خدمت اقدس میں جا پہنچے اور کھانے کی کچھ چیزیں حضور اقدس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا

یہ آپ اللہ کے برگزیدہ بندہ ہیں۔ اور کچھ غریب الوطن اور حاجت مند لوگ بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ میں نے صدقہ کے لئے کچھ چیزیں رکھی تھیں انہیں قبول فرمائیے۔ انحضرت نے وہ چیزیں لیکر دوسروں میں تقسیم کر دیں مگر خود نوش فرمانے سے انکار کر دیا۔ دوسرے دن جب حضرت سلمان رضؓ دوبارہ حاضر ہوئے تو کھانے کی کچھ مزید چیزیں بطور ہدیہ خدمت اقدس میں پیش کیں جو انحضرت صلعم نے خود بھی نوش فرمائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں اسکے بعد اُنہیں مہرِ نبوت دیکھنے کا بھی شرف حاصل ہو گیا اور جب وہ مطمئن ہو گئے تو انھوں نے انحضرت صلعم کو اپنی پوری داستان سنائی اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت سلمان فارسی رضؓ دولت ایمان سے مالا مال ہو چکے تھے لیکن ایک یہودی کی غلامی سے وہ مجبور تھے۔ اکثر اوقات اپنے مذہبی فرائض انجام دینے سے بھی معذور رہتے تھے۔ اس لئے خود انحضرت صلعم کی ہدایت پر انھوں نے یہودی کو معاوضہ ادا کر کے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی اور جب ان کا یہودی آقا کھجور کے تین سو پودوں اور سونے کی ایک مقدار کے بدلے میں اُنہیں آزاد کرنے پر رضامند ہو گیا تو رسول اللہ صلعم کی سفارش پر مسلمانوں نے کھجور کے تین سو پودے فراہم کر دئے۔ پھر اسی زمانہ میں کسی غزوہ کے بعد حضور کے پاس حسب ضرورت سونا آگیا تو آپ نے حضرت سلمان رضؓ کو دیدیا۔ اور اس طرح انہیں آزادی حاصل ہو گئی

بدر اور اُحد کے غزوات تو حضرت سلمان فارسی رضؓ کی غلامی کے زمانہ ہی میں ختم ہو چکے تھے اور وہ اُن میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اُن کی آزادی کے بعد حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوۂ خندق پیش آیا تھا۔ اور یہ معرکہ حضرت سلمان رضؓ کے حسن تدبیر کی بدولت سر ہوا تھا۔ اس عظیم معرکہ میں پورا ملک عرب مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلا ہوا تھا۔ مدینہ کے گرد کوئی فصیل نہیں تھی اور نہ شہر میں کوئی ایسی جگہ ہی تھی جہاں مسلمان محصور ہو کر بڑی دل دشمن کا مقابلہ کر سکتے۔ اِس صورت حال کے پیش نظر جب رسول اللہ صلعم نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسی رضؓ نے جو ایران کے معرکے دیکھ چکے تھے۔ مدینہ کے گرد خندقیں کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ اُن کا یہ مشورہ بارگاہ رسالت میں قبول ہوا۔ اور کفار مکہ چونکہ اس طریق جنگ سے ناواقف تھے اسلئے کثرت میں ہونے کے باوجود انہیں اس جنگ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں سخت ناکامی ہوئی تھی۔

غزوۂ خندق کے بعد کوئی غزوہ ایسا نہیں ہوا جس میں کہ حضرت سلمان رضؓ نے شریک ہو کر داد شجاعت نہ دی ہو۔ نبی کریم کی وفات کے بعد سے دورِ فاروقی کے آغاز تک حضرت سلمان فارسی رضؓ مدینہ ہی میں مقیم رہے لیکن بعد میں عراق میں سکونت اختیار کر لی تھی اور جب ایران پر لشکر کشی شروع ہوئی تو وہیں سے مجاہدین کے ساتھ شریک ہو کر تقریباً سب ہی ایران کے معرکوں میں حصہ لیتے رہے تھے۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق نے اُنھیں مدائن کا گورنر بھی مقرر کر دیا تھا۔ لیکن چونکہ حضرت سلمان رضؓ کو انحضرت صلعم کی قربت حاصل رہی تھی اور وہ دن کا بیشتر حصہ خدمت اقدس ہی میں گزارا کرتے تھے اس لئے اُنہیں دوسرے مشاغل کے مقابلہ (باقی صفحہ ۲۹)

تاریخ ہند



مسلم دورِ حکومت تاریخ کی روشنی میں

نامور مورخ ڈاکٹر تاراچند کے احساسات

(از ڈاکٹر تاراچند)

ایک سوچے سمجھے پروگرام کے تحت فرقہ پرستوں کی جانب سے ہندوستان کے مسلمانوں پر برابر الزام لگایا جا رہا ہے کہ انھوں نے اپنے دورِ حکومت میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا کہ وہ غیر مسلموں کو بالجبر مسلمان بناتے رہے ہیں۔ اور اسلامی تہذیب کو زبردستی اس ملک کے باشندوں پر ٹھونستے رہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلم دورِ حکومت تعصب اور ہر قسم کی فرقہ پرستی سے پاک رہا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے نامور مفکر اور مورخ ڈاکٹر تاراچند نے مسلم دورِ حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے ان فرقہ پرستوں کو دندان شکن جواب دیا ہے جو مسلم تاریخ کو مسخ کرکے ہندوستان کی یکجہتی کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کی ملکی فتوحات کے زمانہ کی ایک بہت بڑی اور نمایاں خصوصیت یہ رہی تھی کہ وہ جس ملک میں بھی جا کر اپنی حکومت قائم کرتے تھے وہاں کے باشندوں کی سماجی، معاشی اور تمدنی زندگی میں صحت مند تبدیلیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔ لیکن خود مسلمان حکمران مفتوح قوموں پر ان تبدیلیوں کو مسلط نہیں کرتے تھے۔

مفتوح قوموں پر فاتح قوموں کے اثرات پڑنا ایک قدرتی بات ہے لیکن جب ہم اسی زمانہ کی دوسری طاقتور قوموں کی تاریخ اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ تو اس سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ سب اپنی تہذیب، زبان اور اپنے خیالات کو مفتوح قوموں پر مسلط کرنے کی کوشش کیا کرتی تھیں لیکن ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے اس قسم کی کوئی کوشش نہ کئے جانے کے باوجود اس معاملہ میں ان کا دورِ حکومت سب سے زیادہ ممتاز نظر آتا ہے۔ اور اس سوال پر غور کرنے کے بعد ہم بہت سے قابلِ تقلید نتیجوں پر پہنچتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ہمیں اپنے ملک ہندوستان میں مسلمانوں کے دورِ حکومت اور ان تبدیلیوں کا جائزہ لینا چاہئے جو مسلمانوں کی بدولت اس ملک کی تہذیب، تمدن اور معاشرت میں رونما ہوئی تھیں لیکن ہندو اور مسلمانوں کے کردار کو متعین کرنے کے لئے یہ مطالعہ بہت زیادہ مددگار ثابت ہوسکے گا۔

ہندوستان میں آکر اپنی حکومت کی بنیاد رکھنے سے بہت پہلے مسلمان دنیا کے بہت بڑے حصہ میں پھیل چکے تھے۔ لیکن ہندوستان میں انہیں ایک ایسی قوم سے سابقہ پڑا جو دوسری تمام قوموں سے مختلف تھی اور جس کی کوئی بات بھی مسلمانوں کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ اس کے باوجود مسلمانوں کی بدولت یہاں کے باشندوں کی زندگی اور خیالات میں جو زبردست تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں ان کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی تہذیب، معاشرت اور تمدن میں ایسی کشش موجود تھی۔ جو خود بخود لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔

مثال کے طور پر اس بات کو سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا کی تمام طاقتور اور فاتح قوموں کا مقصد مفتوح قوموں کو ... سمجھنا ہی رہا ہے اور وہ سب مفتوح قوموں کو اپنی تہذیب اپنی زبان اور اپنے مذہب کو قبول کرنے پر مجبور کرتے ... اپنے خلاف انکی بیزاری اور

اور مزاحمت کے جذبہ کو کمزور کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔

لیکن مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر ایسا نہیں کیا

مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر اپنی تمام سرگرمیوں اور کامیابیوں کی بنیاد اس فیصلہ پر رکھی تھی کہ یہ ملک اُن کا وطن ہے۔ اس لئے انھیں ہندوستان کے لوٹنے کھسوٹنے کا کوئی جذبہ موجود نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ہی اُن کے روبرو اسلام کی وہ تعلیمات بھی تھیں جو لوگوں پر ظلم کرنے اور جبراً اُن کا مذہب تبدیل کرنے کی مخالفت کرتی ہیں۔ اس لئے اس ملک میں اپنی حکومت کی بنیاد رکھنے کے بعد ایک طرف تو وہ یہاں کے باشندوں کو اپنے تہذیبی اور مذہبی خیالات قبول کرنے پر مجبور کرنے کی بجائے ملک کی ترقی کے ایسے کاموں میں مصروف رہے ہیں جن میں یہاں کے باشندے بھی حصہ لیکر فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور دوسری طرف انہوں نے اپنے انصاف رواداری اور خدمت گزاری کی بدولت اس ملک کے باشندوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اور اپنی شائستہ ترقی یافتہ زندگی کو پیش کر کے مثال پیش کر کے لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش پیدا کر دی تھی کہ وہ بھی اپنی زندگی میں ایسی ہی تبدیلیاں پیدا کریں۔

ہندوستان کے باشندوں نے اپنی زندگی اور سماجی نظام میں یہ تبدیلیاں مسلمانوں کے اس طرز عمل سے متاثر ہوکر پیدا کی تھیں مثلاً اُنھوں نے یہ بات دیکھی تھی کہ مسلمان حکمراں ان کے مذہب اُن کی روایات اور ان کے سماجی نظام زندگی میں کوئی مداخلت نہیں کرتے حتیٰ کہ حکمراں ہونے کے باوجود وہ اس ملک کے باشندوں کی چھوت چھات کی روایات کی خلاف ورزی بھی نہیں کرتے اور انھوں نے ملک کے باشندوں اور مسلمانوں کے شہری اور قانونی حقوق میں بھی کوئی فرق اور امتیاز روا نہیں رکھا۔

ان باتوں کے پیش نظر اُن پر یہ حقیقت واضح ہو گئی تھی کہ اگرچہ اس دور کے عام حالات کے مطابق مسلمان ہندوستان میں اپنی سلطنت قائم کرنے کے لئے آئے ہیں۔ لیکن اُن کا مقصد اس ملک کے باشندوں پر کسی طرح بھی ظلم کرنا نہیں ہے۔ مسلمانوں کی اس روش نے جو صرف اسلامی تعلیمات پر مبنی تھی یہاں کے باشندوں پر بہت گہرا اثر کیا تھا اور انھوں نے کسی ترغیب اور تحریص کے بغیر مسلمانوں کی تہذیب اور معاشرت کی بہت سی خصوصیتوں کو اپنی زندگی میں داخل کر لیا تھا۔

مثال کے طور پر مسلمانوں نے یہاں آکر اس ملک کی زبان سنسکرت کو نہ صرف برقرار رکھا اور فروغ بھی دیا بلکہ اس ملک کے باشندوں کو اپنی زبان سیکھنے پر مجبور کرنے کی بجائے خود اُن کی زبان سیکھنے کی کوشش کی جس کے رد عمل کے طور پر ہندوؤں نے بھی فارسی پڑھی تھی۔ اور اس زبان میں انھوں نے زیادہ مہارت حاصل کر لی تھی۔

ہندوستان کے باشندوں کے برعکس جو بغیر سلا اور بغیر تراشا ہوا لباس پہنتے تھے مسلمان اپنے ساتھ سلا ہوا اور تراشا ہوا لباس لیکر آئے تھے۔ لیکن یہاں آنے کے بعد انھوں نے خود اپنے لباس میں چند ایسی تبدیلیاں کر لی تھیں جن میں بغیر سلے اور بغیر تراشے لباس کی جھلک بھی نظر آنے لگی تھی۔ اُن کے اس طرز عمل کا اثر یہاں کے لوگوں پر بھی پڑا تھا۔ اور انھوں نے بھی سلا اور تراشا ہوا لباس پہننا شروع کر دیا تھا۔ پرانے زمانے کا انگرکھا اور آج کی شیروانی ان ہی تبدیلیوں کی نشانیاں ہیں۔

مسلمانوں نے اس ملک میں آنے کے بعد اپنے درباری اور مجلسی آداب میں بھی یہاں کی بعض باتوں کو شامل کر لیا تھا۔ مثلاً قدیم ہندوستان میں راجاؤں اور بزرگوں کے روبرو زمین بوسی یا سجدہ کرنے کا رواج تھا۔ لیکن مسلمان اس طریقہ کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن وہ اس ملک کی قدیم روایات میں مداخلت بھی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اسلئے انھوں نے فرشی سلام کا طریقہ رائج کر کے ایک درمیانی راہ نکال لی تھی۔ اور یہاں کے باشندوں نے بھی اپنی رضامندی سے اسے قبول کر لیا تھا۔

حکمرانی کا سلیقہ مسلمانوں نے سکھایا

(باقی مضمون ص۲۲)

مختصر یہ کہ اسطرح اسلام نے ایک ایسے نظام حکومت کا عملی نمونہ پیش کر کے دکھا دیا تھا۔ جس میں ہر شہری کو زندگی کے ہر میدان میں کامل مساوات اور آزادی حاصل تھی۔ اور اسلامی نظام حکومت کے چلانے والے بلا امتیاز مذہب و ملت ان سب لوگوں کے تحفظ کے قانونی اور اخلاقی طور پر ذمہ دار تھے۔

غازی صلاح الدین ایوبی

(باقی مضمون صفحہ ۲۲)

اپنی حفاظت میں لے کر جائے پناہ تک پہنچایا۔ اور صرف یہی نہیں ہوا بلکہ غازی صلاح الدین، اُس کے بھائی مَلِکُ العادل اور دوسرے مسلمانوں نے اپنی جیب سے زرِ فدیہ دے کر اُن ہزاروں عیسائیوں کو آزاد کرایا جو زرِ فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔

غازی صلاح الدین اور فاتحین اسلام کی اس بے تعصبی اور وسیع نظری پر تبصرہ کرتے ہوئے عیسائی مورخ لین پول لکھتا ہے "جب ہم سلطان صلاح الدین اور مسلمانوں کے احسانات پر غور کرتے ہیں تو ہماری گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں اور ہمیں وہ وحشیانہ حرکتیں یاد آتی ہیں جو ہم نے فتح بیت المقدس کے وقت کی تھیں۔ بے رحم عیسائیوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں اُن پر رحم ہوا۔ حالانکہ وہ اس کے ہرگز مستحق نہ تھے" حقیقت یہ ہے کہ سلطان صلاح الدین بڑا ہی وسیع نظر حکمران تھا۔ اور اُس میں پوری طرح اسلامی خصوصیات موجود تھیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی جہاد کا بے حد شائق تھا۔ اُس پر پریشانی اور بیماری کے مختلف دور آتے رہے لیکن اُس کی مجاہدانہ سرگرمیوں میں مطلق فرق نہیں آیا۔ اُس کی ساری عمر میدان جنگ میں گزری اُسے جہاد سے اس قدر شغف اور انہماک تھا کہ ہر وقت اُس کے دل و دماغ پر جہاد ہی چھایا رہتا تھا۔ جہاد ہی اُس کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ اس کی خاطر اُس نے بیوی بچوں، وطن گھر بار اور راحت کے سارے سامان چھوڑ دئے تھے۔ اُس کی ہمت اور صبر و استقلال کا یہ عالم تھا کہ عکہ کے محاصرہ کے دوران بُری طرح زخمی ہونے کے علاوہ اُس کے پورے نچلے دھڑ میں اس کثرت سے پھوڑے نکل آئے تھے کہ وہ بیٹھ کر کھانا بھی نہیں کھا سکتا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی اُس کی مجاہدانہ سرگرمیوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ صبح سے شام تک گھوڑے پر سوار رہتا اور کہا کرتا تھا کہ جب تک گھوڑے کی پیٹھ پر رہتا ہوں ساری تکلیف جاتی رہتی ہے۔ اور گھوڑے سے اترتے ہی پھر عود کر آتی ہے۔ یہ صرف فضل خداوندی ہے۔

غازی صلاح الدین بلاشبہ ایک ایسا مجاہد تھا جسے تاریخ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اور کیا تعجب ہے کہ خدا اب پھر بیت المقدس کی آزادی کے لئے کوئی دوسرا صلاح الدین پیدا کر دے۔

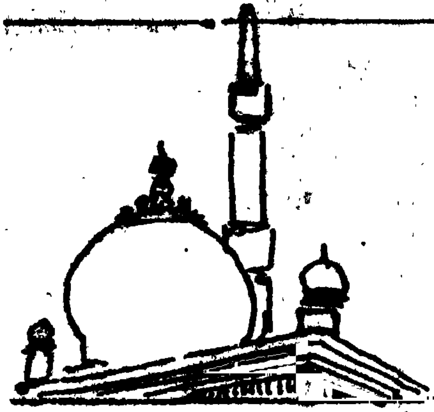
آتش پرستی کے بعد قبول اسلام

(باقی مضمون صفحہ ۲۷)

میں علوم و معارف سے زیادہ دلچسپی تھی۔ رسول اللہ صلعم نے انہیں اپنے اہل بیت میں شمار فرمایا ہے۔ اور باب العلم حضرت علی مرتضیٰ نے اُن کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضؓ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ کے عہد خلافت میں چند روز بیمار رہ کر وفات پائی۔

حضرت سلمان فارسی رضؓ کی زندگی درویشانہ زندگی تھی انھوں نے کبھی گھر نہیں بنایا۔ اُن کی زندگی درختوں اور دیواروں کے سائے میں بسر ہوتی رہی ہے۔ ایک شخص نے اُن کے لئے مکان بنوا دینے کی خواہش ظاہر کی تو انکار کر دیا مگر اُس کے اصرار سے مجبور ہو کر اُسے اپنے لئے ایک ایسا مکان بنانے کی اجازت دیدی جس میں کھڑے ہونے پر سر چھت سے جا لگے اور لیٹے وقت پاؤں دیواروں سے جا ملیں چنانچہ اُس نے ایک قبر نما جھونپڑی بنا دی تھی۔

وفات کے وقت ان کے گھر کا سامان بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہیں تھا۔ بستر بہت معمولی تھا۔ اور وہ تکیہ کی جگہ اینٹیں رکھ لیا کرتے تھے۔ مدائن کی گورنری کے زمانہ میں نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ صرف ایک عبا تھی اور ایک ہی چادر تھی جسکا آدھا حصہ اوڑھ کر اور آدھا حصہ بچھا کر سو رہتے تھے۔ اور انہیں بغیر زین کے گدھے پر سوار ہونے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں ہوتا تھا۔ گورنر کی حیثیت سے حضرت سلمان فارسی رضؓ کو جو تنخواہ ملتی تھی وہ اُسے غربا میں تقسیم کر دیتے تھے اور اپنی معاش چٹائی بن کر پیدا کرتے تھے مگر اس سادگی اور قناعت کے باوجود اپنے اہل و عیال کے حقوق کی پوری طرح نگہداشت کرتے تھے۔



یہ تھا خلفائے اسلام کا کردار

مسلم حکمرانوں کی زندگی کے چند واقعات

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کا ایک زندہ معجزہ یہ بھی ہے کہ اُس نے حکمرانوں کے اُس گمراہ طبقہ میں جن میں کہ دنیا بھر کی اخلاقی کمزوریاں ہوتی ہیں۔ ایسی خوبیاں پیدا کر دی تھیں جو دنیا کی دوسری حکمراں قوموں میں مشکل ہی سے پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں مسلم حکمرانوں کی زندگی سے متعلق چند واقعات درج کر رہے ہیں

حکومت ایک ایسی چیز ہے کہ یہ جب کسی کو حاصل ہو جاتی ہے تو اُس میں تکبر غرور و خود رائی۔ عیش پسندی۔ بے راہ روی ظلم و تعدی اور دوسری بے شمار اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں چنانچہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کسی زمانہ میں بھی حکمرانوں نے اچھے کردار کا ثبوت نہیں دیا۔ لیکن جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم نے اِس بد کردار طبقہ میں بھی کافی تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں۔ گو خامیاں اور کمزوریاں بہت سے مسلم حکمرانوں میں بھی تھیں۔ لیکن پھر بھی ان کے حالاتِ زندگی میں کردار کی ایسی مثالیں ملتی ہیں جو بے حد قابلِ قدر ہیں۔

امیر معاویہ رضہ۔ اموی حکومت کے بانی ہیں حصولِ اقتدار کے لئے اُنھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جو طریقے اختیار کئے وہ ہرگز پسندیدہ نہیں قرار دئے جا سکتے۔ اسلام میں یہ پہلے حکمراں ہیں جنھوں نے "خلافت" یعنی دینی جمہوریت کو ختم کر کے شہنشاہیت کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ جب ہم اُن کے حالاتِ زندگی پر غور کرتے ہیں تو اُن کی شخصیت بڑی عجیب دکھائی دیتی ہے ایک طرف تو اُن کی حالت یہ تھی کہ وہ حکومت کے معاملہ میں کسی سیاسی داؤ پیچ سے گریز نہیں کرتے تھے۔ اور دوسری جانب ان کے کردار میں بہت سی ایسی خوبیاں دکھائی دیتی ہیں جو حکمرانوں میں بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔

اِنھوں نے حکومت اور تاج و تخت ضرور حاصل کر لیا تھا اور اُس کی خاطر اُنھوں نے سب کچھ کیا تھا۔ لیکن وہ مرتے دم تک اپنی غلطیوں پر متاسف رہے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ کاش میں ایک بڑا حکمراں ہونے کی بجائے ایک معمولی انسان ہوتا۔ وہ عرب شام، ایران، عراق اور دنیا کے ایک بڑے خطہ کے با عظمت حکمراں تھے۔ لیکن درویشوں جیسا تحمل اُن میں موجود تھا۔ امیر معاویہ بہت بڑے بادشاہ ہونے کے باوجود چھوٹے سے چھوٹے آدمی کی بھی سخت سے سخت بات گوارہ کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت علی کی حامی عورتیں بھی انہیں دو بدو برا بھلا کہہ جاتی تھیں۔ لیکن یہ ان کی طعنہ زنی کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے تھے۔

فیاضی اور دریا دلی کے معاملہ میں بھی وہ بڑے وسیع قلب تھے دوستوں کا تو ذکر ہی کیا ہے وہ دشمنوں کے ساتھ بھی سلوک کرتے ہوئے نہیں جھکتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علی کے بھائی عقیل ابن ابی طالب کو چالیس ہزار کی ضرورت تھی۔ اُنھوں نے بھرے مجمع میں بڑی سختی کے ساتھ اس رقم کا مطالبہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی امیر معاویہ اور اُن کے باپ ابو سفیان کو جی بھر کر برا بھلا کہا۔ امیر معاویہ نے اِس کے جواب میں انتہائی تحمل کا ثبوت دیتے ہوئے اُسی وقت چالیس ہزار کی رقم اُن کی خدمت میں پیش کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ امیر معاویہ بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ اگر اُنھوں نے حضرت علی

کے ساتھ جنگ نہ کی ہوتی اور یزید جیسے نااہل اور بدچلن کو اپنا جانشین نامزد نہ کیا ہوتا تو دنیائے اسلام میں ان کا درجہ خلفائے راشدین کے بعد شمار کیا جاتا۔

قاتل حسین یزید کے کرتوتوں سے کون واقف نہیں لیکن اسی نااہل کے بیٹے معاویہ ثانی میں بڑی خوبیاں اور اخلاقی جرأت موجود تھی۔ چنانچہ یزید کی موت کے بعد خاندان بنی امیہ کے مقتدر حضرات نے اُسے تخت پہ بٹھانا چاہا تو اُس نے حکومت قبول کرنے سے انکار کردیا اور صاف الفاظ میں کہہ دیا "مجھے ایسی حکومت کی ضرورت نہیں جس کے دامن پہ آل رسول کے دھبے ہوں" لیکن امرائے سلطنت نے اُسے زبردستی تخت پر بیٹھا دیا۔ یہ بڑا صالح اللہ بندہ اور نوجوان تھا۔ اپنے باپ کے ظالمانہ دور حکومت کے واقعات نے اُس کے دل میں حکومت کی جانب سے نفرت پیدا کردی تھی۔ وہ چھ مہینے تک تو با دل ناخواستہ حکومت کرتا رہا لیکن چھ مہینے کے بعد اُس نے تخت سے دستبردار ہونے کا پکا ارادہ کرلیا۔

اسی معاویہ ثانی سے جب جانشین نامزد کرنے کے لئے کہا گیا تو اُس نے جواب دیا "میرے دادا معاویہ نے ایک ایسے شخص سے حکومت چھینی جو ہر لحاظ سے اُن سے بہتر تھے۔ اُن کے بعد میرا باپ یزید تخت نشین ہوا جو اس حکومت کے لائق نہ تھا اور خود میں بھی حکومت کے معاملہ میں قطعی نااہل ہوں ایسی حالت میں کس طرح میں جانشین نامزد کرسکتا ہوں" غرضکہ معاویہ بن یزید چھ مہینے حکومت کرنے کے بعد دستبردار ہوگیا۔ وہ ایک بدنام باپ کا بیٹا تھا لیکن اُس نے جس بلند کردار کا ثبوت دیا ہے وہ اسلامی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

عبدالملک بن مروان امیر معاویہ کے بعد خاندان بنی امیہ کا دوسرا قابل ذکر حکمراں ہوا ہے جس نے بنی امیہ کے اُس قصر حکومت کو جس کی بنیادیں یزید کے دور میں ہل گئی تھیں از سر نو تعمیر کیا تھا یہی وہ حکمراں ہے جس کے دور حکومت میں مکہ پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے خانہ کعبہ تک پر سنگ باری کی گئی تھی اور اسی حکمراں سے مقابلہ کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن زبیر جیسے بزرگ شہید ہوئے تھے عبدالملک بن مروان کو حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد بڑی عروج حاصل ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی جب تک یہ زندہ رہا حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت پر متاسف رہا۔ یہ اکثر کہا کرتا تھا کہ "میں نے عبداللہ بن زبیر کو قتل کرا کے اپنی عاقبت خراب کرلی ہے۔ آخری عمر میں یہ استسقا کے موذی مرض میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اُس کی حالت یہ تھی کہ وہ رات دن پانی پیتا تھا مگر اُس کے پیٹ کی آگ نہیں بجھتی تھی۔ جب کوئی شخص اُس کی مزاج پرسی کرتا تو اُس سے کہتا کہ "میں نے خود ہی اپنی بداعمالیوں سے اپنے پیٹ کے اندر جہنم پیدا کرلیا ہے۔ اِس جہنم کی آگ کو صرف قبر کی مٹی ہی بجھا سکتی ہے" چنانچہ اسی مرض میں اُس کا خاتمہ ہوا یہ حق گوئی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اور اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کو زبان پر لانے میں اُسے ذرا بھی باک نہیں تھا۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تخت نشین ہونے کے بعد جس بلندی کردار کا ثبوت دیا ہے اُس نے تو پھر ایک بار خلفائے راشدین کی یاد تازہ کردی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے باپ چونکہ بیس اکیس سال تک مصر کے گورنر رہے تھے اِس لئے انھوں نے بچپن ہی سے شہزادوں جیسی زندگی گزاری تھی۔ جب جوان ہوئے تو خلیفہ عبدالملک کی لڑکی سے اُن کی شادی ہوگئی۔ اور ان کے شاہانہ ٹھاٹ باٹ میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔

لیکن مسند خلافت پر بیٹھتے ہی اُن کی زندگی میں ایک انقلاب آگیا۔ اُنھوں نے یکلخت امیرانہ اور شاہانہ زندگی ترک کرکے فقیرانہ زندگی اختیار کرلی۔ کسی نے اس انقلاب کا سبب پوچھا تو کہا "میں اب اللہ کی حکومت کا امین بن گیا ہوں دنیا کی کسی چیز پر میرا کوئی حق باقی نہیں رہا۔ اب جو کچھ بھی ہے وہ خدا کا ہے یا اُس کے غریب بندوں کا"

مسند خلافت کے سنبھالتے ہی اُنھوں نے ساری جاگیر واپس کردی۔ اپنا اور اپنی بیوی کا کل مال و اسباب جو شہزادوں جیسا تھا بیت المال میں داخل کردیا۔ اور اپنے متعلقین کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا۔ صرف دو درہم روزانہ بیت المال سے لیتے تھے جس میں بمشکل اُن کا اور اُن کے بیوی بچوں کا گزارہ ہوتا تھا یہ ایک ایسا انقلاب ہے جسکی مثال پوری دنیا کی تاریخ میں ملنی ناممکن ہے حقیقت یہ ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جس طرح

(باقی ص۳۴ پر)



اورنگزیب اور بالاجی کا مندر

مغلوں کو بدنام کرنے والوں کیلئے ایک تاریخی واقعہ

(از جناب مبین الدین احمد صدیقی)

مغل بادشاہوں میں شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کو سب سے زیادہ بدنام کیا گیا ہے۔ اُس پر مندر شکنی کے الزامات زمانہ دراز سے لگائے جا رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ نہ مندر شکن تھا اور نہ مذہب کے معاملہ میں متعصب بلکہ وہ سابق مغل بادشاہوں کی طرح نہایت ہی وسیع نظر تھا چنانچہ اُس نے بالاجی کے مشہور مندر کی تعمیر اور امداد میں کیسی وسیع نظری سے حصہ لیا تھا اُس کا اندازہ جناب مبین الدین صدیقی کے ذیل کے ناقابل انکار تاریخی مقالہ سے ہو سکتا ہے۔

مغل بادشاہوں میں اگر کسی بادشاہ کو بری طرح تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو وہ ہے "اورنگزیب"۔ ہے حالانکہ تاریخی شواہد اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ اورنگزیب جہاں ایک بادشاہ تھا وہاں ایک فقیر منش انسان بھی تھا۔ وہ شاہی خزانہ سے ذاتی خرچ کے لئے کچھ نہیں لیتا تھا بلکہ حلال کمائی پر زندگی بسر کرتا تھا۔ اور شاہی خزانہ سے ایک پیسہ لینا بھی حرام سمجھتا تھا۔ وہ قرآن پاک کی کتابت کر کے اُس کے ہدیہ سے اپنا ذاتی خرچ چلاتا تھا۔ ذرا غور فرمایئے کہ جو بادشاہ اسقدر پاکباز اور محتاط ہو اُس سے یہ کیونکر توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف غیر مذاہب والوں کی دل آزاری کرے اور اُن کے عبادت خانوں کو مسمار کرے۔

بالاجی مندر کا ناقابل انکار تاریخی واقعہ اُن متعصب قلم کاروں کے لئے دندان شکن جواب ہے جو اس نیک دل حکمراں پر مندر شکنی کے الزام برابر لگاتے رہتے ہیں ضلع باندہ میں چترکوٹ ہندوؤں کا انتہائی متبرک مقام ہے۔ یہاں ہر سال رامائن کا میلہ منعقد ہوتا ہے۔ اِسی مقام پر بالاجی کا مندر ہے جو آج بھی مرجع خلائق اور عقیدت کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اِس بات کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں کہ اِس مندر کی تعمیر اور دیکھ ریکھ کا اہتمام مغل بادشاہ اورنگزیب کے زیر سایہ اور زیر نگرانی ہوا تھا اور اُسکی اس تعمیر کے سلسلہ میں ماہ رمضان المبارک کی ۱۹ ویں تاریخ سنہ ۱۰۸۲ھ کا وہ شاہی فرمان آج بھی موجود مہنت کے پاس دیکھا جا سکتا ہے اورنگزیب نے مذکورہ شاہی فرمان بالاجی مندر کے سنت مہنت بالک داس جی مہاراج کی عبادت اور ریاضت سے متاثر ہو کر جاری کیا تھا۔

بالاجی مندر کے سلسلہ میں شہنشاہ اورنگزیب کے اِس تاریخی فرمان سے یہ بات ثابت ہے کہ اورنگزیب ایک درویش صفت بادشاہ تھا۔ جو غیر مذاہب کو بھی عزت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اورنگزیب دوسرے مذاہب کے پھلنے پھولنے کی غرض سے مالی امداد بھی دیتا تھا۔ چنانچہ اُس نے سری ٹھاکر جی بالا جی کی پوجا اور دیگر دھارمک رسومات کی ادائیگی کے لیے ۳۳۰ بیگھہ قابل کاشت بلا لگان زمین بھی دی تھی۔ ساتھ ہی مندر کے دوسرے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ایک روپیہ یومیہ کا عطیہ بھی منظور کیا تھا۔ ایک روپیہ کی قیمت اُن دنوں کتنی زیادہ تھی اُس کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ "تاج محل" کو لافانی حسن عطا کرنے والے لائق کاریگروں کی یومیہ مزدوری

صرف دس پیسے تھی۔ جبکہ اُس زمانہ میں دس پیسہ کا ایک من گیہوں ملتا تھا۔

یہ سنہ [illegible] کا واقعہ ہے کہ اورنگزیب جب فتوحات حاصل کرتا ہوا چترکوٹ پہنچا تو ایک رات کو اُس کی فوج کے بیشتر سپاہیوں کو اچانک دردِ شکم کی سخت شکایت پیدا ہو گئی حکیم اور وید بلائے گئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر ایک شخص نے شری بالا جی سادھو کا نام بتایا اور بادشاہ سے کہا کہ وہ اُن کی دعا کے طالب ہوں اورنگزیب درویشوں اور فقیروں کی روحانیت کا بے حد قائل تھا۔ چنانچہ وہ فوراً بالاجی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض حال کیا۔ مذکورہ سادھو نے بادشاہ کو راکھ (بھبوت) دے کر ہدایت کی کہ سپاہیوں کے پیٹ پر مل دیں۔ چنانچہ اس راکھ کے ملتے ہی سب ہی سپاہی تندرست ہو گئے اور دردِ شکم جاتا رہا۔ شہنشاہ اورنگزیب نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر بالاجی مندر کی توسیع، حفاظت اور دیکھ بھال کا معقول انتظام فرمایا اور اس مندر کے لئے اُس نے فارسی میں فرمان جاری کیا جو آج بھی اپنی اصلی شکل میں مندر کے موجودہ مہنت شری رام اوتار داس جی کے پاس حفاظت سے موجود ہے ہر شخص وہاں جا کر بچشم خود دیکھ سکتا ہے انگریزوں کے دور میں اس فرمان کا انگریزی میں ترجمہ کر کے سپریم کورٹ سے اس کی تصدیق کرائی جا چکی ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی آزادی کے بعد بھی اورنگزیب کے مندر کو عطا کئے ہوئے گاؤں کا معاوضہ اب بھی اس مندر کو مل رہا ہے۔

اس شاہی فرمان میں لکھا ہے کہ "یہ فرمان عالمگیر بادشاہ کی حکومت کے ۲۵ ویں سال رمضان المبارک سنہ [illegible] ہجری کی انیسویں تاریخ کو جاری کیا گیا۔ اس کے تحریر کرنے والے نواب رفیع الشان سعادت خان وقائع نویس تھے۔ اس کی تصدیق اور مہر کا مہر اعلیٰ معتمد الدولہ رفیع الشان نے کی اور اسے کورٹ ریکارڈ میں جان الملک ... نے ۲۵ ویں رمضان المبارک ... [illegible] ..."

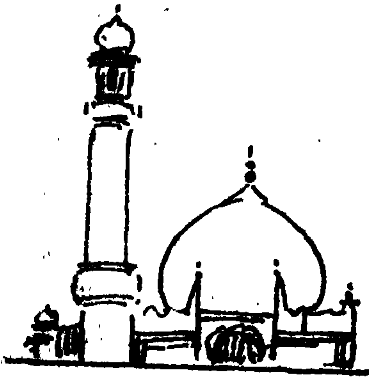
بادشاہ کا حکم ہے کہ الہ آباد صوبہ کا ... پرگنہ کے تحت چترکوٹ پوری کے مہنت شری بالک داس جی کو شری ٹھاکر بالاجی کے اخراجات پوجا پاٹ کے لئے بنیرگان معافی کے بطور آٹھ گاؤں دیوکھری، چترکوٹ، سینوتا، رودیرا، سرپا، جکیا، پڑی اور دسرپا بطور دان دئے گئے۔ ساتھ ہی ۳۳۰ بیگھہ قابل کاشت آراضی دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ رانہہ پرگنہ کے راجہ کھاٹ گاؤں کی ۸ بیگھہ زمین بھی عطا کی جاتی ہے اور ایک روپیہ یومیہ وظیفہ منظور کیا جاتا ہے۔ اور آگے چل کر اس فرمان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "یہ راجہ سب ہی موجودہ زمیندار، جاگیردار، اور صوبہ کے افسران آٹھوں گاؤں کی ساری آمدنی اور دان کی ہوئی ساری جائیداد۔ پشت در پشت بغیر لگان معافی کے مانتے رہیں گے۔"

بالک داس جی جن کو اورنگزیب نے یہ عطیہ دیا تھا اُن کی نویں پشت میں موجودہ مہنت شری رام جی داس جی سنہ ۱۹۲۱ء سے اس مندر میں رہ رہے ہیں۔ سنہ [illegible]ء میں ۷۶ برس کے روحانی گرو مہنت شری رام چرن داس کی وفات کے بعد سے بالاجی مندر کا سارا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں۔ وہ انتہا درجہ کے خلیق اور شریف انسان ہیں۔ شہنشاہ اورنگزیب کا یہ شاہی فرمان اُن کی تحویل اور حفاظت میں ہے۔ اور موجودہ مہنت جی بڑی عقیدت کے ساتھ شہنشاہ اورنگزیب کی رواداری کے واقعات لوگوں کو سناتے ہیں۔

کیسی عجیب بات ہے کہ شہنشاہ اورنگزیب کے بالاجی مندر کے فرمان کا نہ تو اسکولوں میں پڑھائی جانے والی تاریخی کتابوں میں ذکر ہے اور نہ اخبارات میں اس فرمان کا کبھی کوئی ذکر ہوتا ہے۔ البتہ اورنگزیب کی مندر شکنی اور بت شکنی کے بے بنیاد واقعات درج کر کے منافرت پھیلانے کی مذموم کوششیں صدیوں سے جاری ہیں۔ کاش مغل بادشاہوں کی وسیع النظری کے اس قسم کے واقعات بھی عوام کے سامنے لائے جائیں تاکہ ملک میں یکجہتی اور اتحاد پیدا ہو۔

اکبر، شاہجہاں اور عالمگیر کے ہندو امرا کی فہرست دیکھی جائے تو عالمگیر کے دورِ حکومت میں اکبر اور جہانگیر کے دور کے مقابلہ میں ہندو امرا کی تعداد تقریباً دگنی نظر آئے گی اور [illegible] یہ بات قابل غور ہے کہ اس کا تعصب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا لیکن پھر بھی اسی کو سب سے زیادہ بدنام کیا جا رہا ہے۔

اخلاقی شذرات



چشم حقیقت کے لئے باطنی اشارے

"آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں"

(از شوکت علی فہمی)

جذبات اور احساسات میں ڈوبے ہوئے چند اخلاقی اور اصلاحی شذرات ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں یہ شذرات اگرچہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ لیکن ان میں سے ہر ٹکڑا اپنی جگہ ایک مستقل اور معنی خیز مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ امید ہے کہ ان شذرات کو ہمارے ناظرین کے حلقہ میں پسند کیا جائے گا۔

طیاروں کے ذریعہ آسمان سے آگ برسائی جا رہی تھی اور زمین سے آرمرڈ کاریں اور ٹینک انگارے اگل رہے تھے اور ان بم بار طیاروں نے دنیا کی ایک آباد بستی کو ویرانہ میں بدل دیا تھا۔ پرامن شہر کی خاک اور خون میں تڑپ رہے تھے بے گناہ عورتیں اور معصوم بچے ملبہ کے ڈھیر میں دبے ہوئے دم توڑ رہے تھے۔ محض اسلئے کہ ایک طاقتور ملک ایک کمزور ملک کے باشندوں پر بالجبر اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتا ہے۔

اس درندگی اور بربریت کو دیکھ کر میرا دل بیقرار ہوگیا اور میرے دل سے آواز نکلی۔ خداوندا یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ یہ دنیا انسانوں کی بستی ہے یا درندوں کا مسکن۔ بھلا اس دنیا کو انسانوں کی بستی کون کہہ سکتا ہے جس کے باشندوں کی اخلاقی حالت اتنی گر گئی ہو کہ ایک قوم دوسری قوم کو شیطانی طاقت سے تباہ کرکے خوش ہو رہی ہے اور فخر کے ساتھ اپنی تباہ کاریوں کی تشہیر بھی کر رہی ہے۔

دنیا میں انسان کو اسلئے بھیجا گیا تھا کہ وہ امن اور سکون کی زندگی گزارے۔ معیت کے حارحوں کے کام آئے مظلوموں کی حمایت کرے لیکن آج میں دیکھ رہا ہوں کہ امن و سکون کو [illegible] خدمت میں شمار ہونے لگا ہے۔ کمزوروں پر ظلم کرنا باعث افتخار بن گیا ہے۔ اور بے بسوں کو ستا ڈالنا بھی ایک کارنامہ شمار کیا جانے لگا ہے۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ دنیا تہذیب اور ترقی کی جانب گامزن ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ انسانیت فنا ہو چکی ہے اور انسانیت کی جگہ درندگی نے لے لی ہے۔ آخر اس درندگی کا کوئی علاج بھی ہے۔ میرے کانوں میں آواز آئی۔

"اے حالات سے بے خبر انسان اس بات کو نہ بھول کہ ہر دور اور ہر زمانہ میں شداد، نمرود اور فرعون پیدا ہوتے رہے ہیں لیکن ان کا انجام بھی تیرے سامنے ہے یہی انجام زمانہ حاضرہ کے فرعونوں کا بھی ہوگا۔

شہر میں فساد برپا ہوگیا کیونکہ ایک فرقہ کے افراد دوسرے فرقہ کے لوگوں کی دل آزاری پر اتر آئے تھے۔ گاؤں میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ کیونکہ ایک فرقہ کی لڑکی دوسرے فرقہ کے نوجوان کے ساتھ فرار ہوگئی تھی۔ ملک میں جا بجا اضطراب برپا تھا کیونکہ مشتاق گروہوں سے تعلق رکھنے والے اپنے اپنے [illegible] کے لئے حکومت کے خلاف صف آرا ہوگئے تھے اور [illegible] کے حصوں میں آج کل قتل و خون کا بازار گرم ہے۔

بافتور قومیں طاقت کے زعم میں کمزور قوموں کو کچل رہی ہیں۔

جب قوم اور قوم پرستی کے نام پر میں نے دنیا میں یہ ہلچل دیکھی تو میرے دل سے نکلا کہ جسے دنیا قوم پرستی کہتی ہے وہ درحقیقت نوع انسانی کے لئے ایک مصیبت ہے۔ کیا ستم ہے کہ آج قوم پرستی کے نام پر دنیا میں قتل عام جاری ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو جسے دنیا "قوم پرستی" کہتی ہے۔ وہ بدترین کوتاہ نظری اور تنگ نظری ہے۔

زمانہ حاضرہ کی قوم پرستی دراصل ایک وبا اور مصیبت ہے شاید اسی لئے اسلام قوم پرستی کا قائل نہیں بلکہ وہ انسان دوستی کا حامی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کو اس وقت تک نہ آسودگی حاصل ہوگی اور نہ اطمینان جب تک کہ بنی نوع انسان انسانیت دوستی سے آشنا نہ ہوگا۔ کیونکہ انسان دوستی ہی وہ شے ہے جو رنگ، نسل اور قوموں کے امتیازات کو مٹا کر ساری دنیا کو ایک اور نیک بنا سکتی ہے۔

جوان بیٹے کی لاش ماں کے سامنے پلنگ پر پڑی ہوئی تھی بدنصیب بوڑھی ماں ماتم کر رہی تھی۔ اس کی زبان سے نکلے ہوئے اور درد میں ڈوبے ہوئے الفاظ سننے والوں کے کلیجے کو چھلنی کئے دیتے تھے۔ وہ بری طرح آہ و فغاں میں مبتلا تھی۔

زمین نے جب بوڑھی ماں کی آہ و زاری کو سنا تو کہا "اے ناسمجھ عورت کیوں روتی ہے۔ اس کی ماں تو نہیں بلکہ میں ہوں اس کا گوشت پوست مجھ ہی سے بنا ہے میں نے ہی اناج پیدا کر کے اور اپنے سینے کے چشموں سے اس کی پرورش کی ہے۔ اس کی تن پوشی کے لئے ہمیشہ کپاس فراہم کی ہے۔ اس کے علاوہ میں نے ہی اس کے لئے اینٹ، چونا، پتھر، لکڑی وغیرہ کا اہتمام کر کے اس کی رہائش کا انتظام کیا ہے۔ میں ہمیشہ اسے اپنی چھاتی سے لگا کر سلاتی رہی ہوں اور اپنی گود میں پرورش کرتی رہی ہوں۔ یہ تیرا نہیں بلکہ میرا فرزند ہے"

"یہ مدتوں مجھ سے جدا رہا ہے۔ اب یہ لوٹ کر پھر میرے پاس آ رہا ہے۔ اب جبکہ میرے لال کا مجھ سے ملنے کا وقت آیا ہے تو تو چلا رہی ہے۔ اور ماتم کر رہی ہے۔ اے نادان خاموش ہو جا یہ مدت دراز کے بعد میرے پاس آ رہا ہے۔ اب میں پھر اسے اپنے سینہ سے لگاؤں گی اور اسے اپنے ہی رنگ میں رنگ دوں گی۔ اور نہ صرف اسے ہی بلکہ ایک دن تجھے بھی اسی طرح اپنے سینے سے لگاؤں گی"

یہ دنیا کا ہر انسان میری اولاد ہے۔ مگر دنیا میں آنے کے بعد وہ مجھے بھول گئے ہیں۔ کوئی بڑا بن گیا ہے کوئی چھوٹا۔ اور کوئی غریب کہلانے لگا ہے۔ اور کوئی امیر مگر یہ سب میرے ہی بچے ہیں۔ جب میرے پاس آ جائیں گے تو سب ایک ہو جائیں گے نہ کوئی چھوٹا رہے گا نہ کوئی بڑا۔ میں پھر سب کو اپنے ہی رنگ رنگ لوں گی۔

پے در پے ناکامیوں نے اُسے اس قدر مایوس کر دیا تھا کہ وہ خودکشی پر آمادہ تھا۔ چنانچہ وہ دریا کے کنارے کھڑا ہوا کہہ رہا تھا "میں اس بدبختی کی زندگی سے تنگ ہو چکا ہوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید خدا کے ہاں بھی انصاف نہیں ہے"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر وہ بڑبڑایا "خداوندا میں تجھے اپنی وہ زندگی واپس کرنے آیا ہوں جو تو نے مجھے عطا کی تھی۔ اب میں دنیا کی پریشانیوں سے اکتا چکا ہوں۔ میری ہمت ٹوٹ چکی ہے اور میرے ارادے تھک گئے ہیں"۔

یہ کہہ کر وہ اپنے جسم کو دریا کی خوفناک لہروں کے سپرد کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے دیکھا کہ جنگل کے پرند نہایت مستعدی سے زندگی کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ان کے پاس نہ سرمایہ ہے اور نہ وسائل مگر پھر بھی وہ انسان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مسرور اور مستعد ہیں

ان پرندوں کی مستعدی اور اطمینان کو دیکھ کر وہ سوچنے لگا کہ شاید یہی کامیابی کا راز ہو۔ اس نے خودکشی کا ارادہ ترک کر دیا اور وہ شہر کی گنجان آبادی کی طرف چل دیا۔ اب وہ مایوس ہونے کی بجائے مستعد تھا اور ایک زمانہ تک نتیجہ کی پرواہ کئے بغیر وہ زندگی کی جدوجہد میں حصہ لیتا رہا۔ آخر اس کی کوششیں کامیاب ثابت ہوئیں۔ اور وہ مشکلات پر غالب ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اتنی بڑی حیثیت کا مالک بن گیا جو اس کے تصور سے بالاتر تھی وہ اکثر کہا کرتا تھا "نتیجہ کی پرواہ کئے بغیر مستعدی اور لگن سے کام کرنا ہی دنیاوی ترقی کا راز ہے۔ قدرت کسی کے لئے بھی [illegible]

یہ تھا خلفائے اسلام کا کردار

(باقی مضمون صـ ۳۲)

حکومت کو اللہ کی حکومت سمجھا ہے۔ اور جس بلند کردار کا ثبوت دیا ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔

خلافت عباسیہ کا بانی ابو العباس سفاح اپنے دور کا بڑا ہی ظالم اور جابر حکمراں ہوا ہے۔ بنی امیہ کی سلطنت کا تختہ الٹنے کے بعد اس نے بنی امیہ کی لاشیں تک قبروں سے نکلوا کر پھینکوا دی تھیں لیکن اس کے باوجود یہ حکمراں ایک خاص کردار کا مالک تھا۔ اگر کوئی شخص اس کے منہ پر حق بات کہتا تھا تو بڑے تحمل سے سن لیتا تھا سفاح کے مظالم جب حد سے زیادہ بڑھے تو اس زمانہ کے نامور بزرگ اسمعیل بن حنیف اس کے پاس گئے اور کہا "اے سفاح کیا خدا نے تجھے اس لئے حکومت دی ہے کہ تیری ذات اللہ کی مخلوق کے لئے ایک مصیبت بن جائے سابق جابر حکمرانوں کے انجام سے عبرت حاصل کر اور اس بات کو نہ بھول کہ کل تجھے خدا کے سامنے جوابدہ ہونا ہوگا" سفاح پر ان بزرگ کی نصیحت کا بہت اثر ہوا اور اس کے مظالم میں کمی واقع ہوگئی۔ سفاح جہاں بنی امیہ کے لئے بہت بڑا ظالم اور جابر تھا اتنا ہی دوسروں کے لئے رحمدل اور فیاض بھی تھا غریبوں کے لئے اس کی دولت وقف تھی کوئی شخص زندگی بھر اس کے دروازہ سے خالی ہاتھ نہیں گیا۔

خلیفہ منصور عباسی بھی بڑے اونچے کردار کا حکمراں ہوا ہے وہ عدل و انصاف کا بے حد دلدادہ تھا اس نے ایک مرتبہ بصرہ کے قاضی کا امتحان لینے کی غرض سے لکھا "آپ کی عدالت میں زمین کے متعلق سوداگر اور فوجی افسر کا جو مقدمہ ہے اس کا فیصلہ افسر کے حق میں کرنا کیونکہ وہ میرا آدمی ہے" قاضی نے جواب میں خلیفہ کو لکھا "میرے سامنے جو گواہ گزرے ہیں وہ سوداگر کی تائید میں ہیں اس لئے میں افسر کے خلاف فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں خلیفہ نے قاضی کو دوبارہ لکھا "آپ کو افسر ہی کے حق میں فیصلہ کرنا ہوگا" اس کے جواب میں قاضی نے لکھا "میں آپ کی خاطر انصاف کا خون نہیں کر سکتا میں سوداگر کے حق ہی میں فیصلہ کروں گا۔ کیونکہ یہی انصاف کا تقاضہ ہے" یہ جواب سنکر خلیفہ بے حد خوش ہوا اور اس نے کہا "خدا کی قسم میں نے زمین کو انصاف سے بھر دیا ہے۔ انصاف کے معاملہ میں میرے ہی قاضی میری سفارش کو رد کر دیتے ہیں۔



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کیلئے ہم نے اس اہم دینی فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ یہ مستند کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا
(جدید اضافہ شدہ ایڈیشن)

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کردیا گیا ہے اسمیں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو۔ اس کتاب میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے اسمیں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے۔ غرضیکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطہ نظر سے کھانے پینے اور رہائش، میل جول اور حفظان صحت [illegible] اصول درج کردیئے گئے ہیں جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کیلئے ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ کتاب [illegible] ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اس [illegible] ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول:- فضائل اسلام:- اسمیں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے تاثرات درج ہیں۔

باب دوم:- عقائد اہل سنت والجماعت:- اسمیں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی، لوح و قلم فرشتے حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، منکر نکیر، علیین، قبر تک سوال نکیرین، علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول یاجوج ماجوج مغرب سے طلوع آفتاب قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ صور پھونکے کا ذکر، میدان حشر حساب و کتاب، پل صراط، دوزخ جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ پیران طریقت موت وحوت وغیرہ

باب سوم:- اسلامی عبادات:- اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً وضو، غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین نماز اشراق، نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ کے مسائل درج ہیں

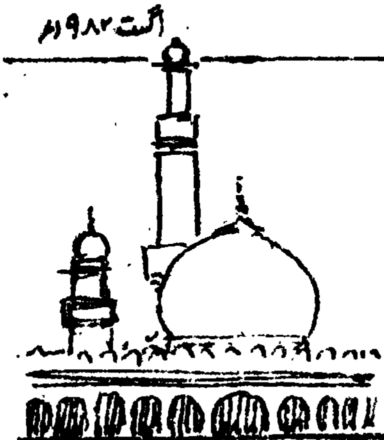
باب چہارم:- اعمال و وظائف:- اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن میں تاریخ وار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ سے منقول ہیں نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

باب پنجم:- حرام و حلال جانور اور ذبح و شکار:- اسمیں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں

باب ششم:- اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق:- اسمیں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ حقوق اہلبیت حقوق پیران طریقت والدین کے حقوق اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقرباء کے حقوق، حقوق ملازم غرضیکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب:- باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ خلا خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش عقیقہ اور شادی بیاہ، نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں۔ ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جوہر اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور دیگر اولیاء اللہ کی سوانح درج ہیں اور آخر باب میں مزید کی اضافے اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں۔ غرضیکہ اس کتاب میں سب کچھ موجود [illegible] ہو سکتا ہے۔ صفحات تقریباً نو سو کاغذ سفید نہایت اعلیٰ۔ لکھائی چھپائی عمدہ ٹائٹل۔ قیمت مجلد بیس روپے -/20

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶



آجکل کی جمہوریتیں ناقص

پھر دنیا کو اسلامی جمہوریت کی ضرورت ہے

(ہمارے سیاسی مفکر کے قلم سے)

دنیا میں امن اور سکون صرف اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ دنیا میں اسلامی طرز کی جمہوریتیں قائم کی جائیں کیونکہ زمانہ حاضرہ کی جمہوریتیں ناقص ثابت ہوئی ہیں۔ جن میں کہ جمہوریت کم ہے اور ڈکٹیٹر شپ زیادہ ہے۔ ذیل کے مقالہ میں اسی موضوع پر بحث کی گئی ہے۔

دنیا کے سامنے آج جمہوریت کے دو تصورات موجود ہیں ان میں سے ایک تصور تو مغربی جمہوریت کا ہے اور دوسرا تصور وہ ہے جسے اشتراکیت کے علم برداروں نے پیش کیا ہے مغربی تصور کے مطابق جو جمہوریت قائم ہوتی ہے اُسے عام طور پر ملک کے سرمایہ دار اور اُن کے پٹھو لوگ کی مدد سے قائم کرتے ہیں۔ جس میں کہ کمزور طبقوں کی کوئی آواز نہیں سنی جاتی اور سرمایہ دار طبقہ اُسے زیادہ سے زیادہ اپنے گروہ کے مفاد کے لئے استعمال کرتا ہے اور اشتراکی تصور کے ماتحت جو جمہوری حکومت قائم ہوتی ہے اگرچہ اُس کے بارے میں کہا یہ جاتا ہے کہ تمام اختیارات عوام کے ہاتھوں میں رہتے ہیں لیکن اصلیت یہ ہے کہ اس جمہوریت پر ایک خاص طبقہ چھایا رہتا ہے۔ جو کہ دوسرے طبقوں کی آزادی کو سلب کر لیتا ہے جیسا کہ روس میں اور چین میں ہوتا ہے۔ اس طرح جمہوریت کے یہ دونوں ہی تصور افراط اور تفریط میں مبتلا ہیں اور ان دونوں کے ماتحت جو جمہوری حکومتیں قائم ہوتی ہیں۔ اُن میں کمزور طبقوں کی حق تلفی ضرور ہوتی ہے۔ لیکن اسلام نے دنیا کے سامنے حکومتوں کا جو جمہوری نظام پیش کیا ہے وہ بڑی حد تک ان کمزوریوں سے پاک ہے۔

لفظ "جمہوریت" پر اگر غور کیا جائے تو یہ ایک ایسا نظام حکومت ہونا چاہئے جس میں کہ عوام کے تمام طبقوں کی حفاظت ہو سکے۔ شہری اور سماجی حقوق ہر ایک طبقہ اور گروہ کو دوسروں پر کسی قسم کی فوقیت اور برتری حاصل نہ ہو۔ اور ہر فرد کے لئے محنت اور معاش کے دروازے کھلے رہیں لیکن موجودہ دور کے ایک عظیم مفکر کی رائے ہے کہ یہ مغربی جمہوریت محض طاقتور لوگوں اور دولت مندوں کی خود مختاری کی آزادی ہے: درحقیقت غریبوں کی دوسرا نام ہے اور اشتراکی جمہوریت انسان کو سماج کا ایک حصہ بنا دیتی ہے۔ جو اپنی مرضی سے کوئی معمولی سی حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس "اسلامی جمہوریت" میں ہر فرد کی آزادی برقرار رہتی ہے۔ اور کوئی فرد یا گروہ دوسرے افراد یا گروہوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں اپنا تابع نہیں بنا سکتا۔ تاریخ نویسیوں نے اسلامی جمہوریت کا مفہوم ان الفاظ میں پیش کیا ہے

"یہ جمہوریت ہر فرد کو اس کے مذہب اور سماجی رسم و رواج پر کاربند رہنے کی کامل آزادی دیتی ہے۔ محنت اور اس کا معاوضہ حاصل کرنے پر کوئی پابندی نہیں لگاتی لیکن ساتھ ہی دولت مندوں کی زندگی کے ماحول کو ایسا بنا دیتی ہے کہ وہ اپنی دولت کو قوم ہی کی امانت سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح اُن میں وہ برائیاں پیدا نہیں ہوتیں جنھوں نے موجودہ دور میں سرمایہ داری کو ایک لعنت بنا دیا ہے" اس مغربی مفکر نے اسلامی جمہوریت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اُس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مغرب کے اہل فکر

بھی اسلامی جمہوریت کی برتری کے قائل ہوتے چلے رہے ہیں۔

مارٹن ہیمرل اپنے اسی مقالہ میں آگے چل کر لکھتا ہے کہ "اسلامی جمہوریت میں عوام کی رائے کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھا گیا ہے چنانچہ اسلامی ریاست کی تشکیل نیز اس کی اہم پالیسیاں طے کرنے میں صاحب الرائے حضرات کی مشورہ کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اسی لئے خود داعی اسلام اور ان کے جانشین تمام اہم معاملات میں باہم اور عوام کے ساتھ مشورہ کرتے رہتے تھے۔

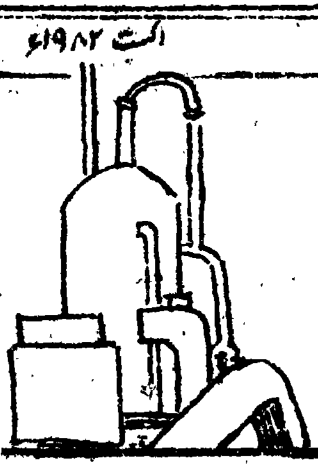
پھر اسلامی جمہوریت کی ممتاز ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ اول تو اسکی بنیاد خدائی قوانین پر رکھی گئی تھی۔ جن میں پیغمبر اسلام کو بھی ترمیم کا اختیار حاصل نہیں تھا اس کے علاوہ اسلامی جمہوریت میں افراد کے اعمال [illegible] کیا گیا ہے"

اس مفکر نے جو کچھ کہا ہے وہ درست کہا ہے۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ منشاء الٰہی یعنی قرآنی قوانین پر جمہوریت کا جو خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ہر فرد کو مذہبی آزادی دی گئی ہے۔ آزادی کے تحفظ کو حکومت کا فریضہ قرار دیا گیا ہے رنگ و نسل اور وطنیت کی بنیاد پر کسی فرد کے ساتھ امتیازی سلوک [illegible] کی مخالفت کی گئی ہے۔ سب کے لئے مساوات اور محنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔ محنت کا صلہ حاصل کرنے اور اس معاوضہ کو اپنا سمجھنے کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آمدنی اور دولت کو خرچ کرنے کے ایسے طریقے متعین [illegible] جن کی بدولت انسان اپنی پیدا کردہ دولت کو ناجائز طور پر صرف کرنے سے نہ صرف باز رہتا ہے بلکہ اس میں قرابتدار، رشتہ داروں، غریبوں اور صاحب احتیاج لوگوں کو بھی حصہ دار بنا لیتا ہے

اسلامی جمہوریت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ماتحت اکثریت اور اقلیت کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ بعض معاملات میں اقلیتیں اکثریت کے مقابلہ میں زیادہ فائدہ میں رہتی ہیں۔ ایک مغربی مفکر نارمن سیموں نے اسلامی جمہوریت میں اکثریت اور اقلیت کے سوال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام کے ظہور کے وقت آج کی طرح انسان کا سیاسی شعور بیدار نہیں ہوا تھا۔ بس اس کے شعور کا بیشتر حصہ صرف مذہب اور خاندانی، نسلی اور وطنی روایات ہی تک محدود تھی۔ اس لئے اس زمانہ میں یہودیوں اور عیسائیوں نیز عیسائیوں کے مختلف العقائد گروہوں کے درمیان شدید مخالفت اور منافرت پھیلی ہوئی تھی"

"لیکن جب اسلام کو فروغ حاصل ہوا اور مسلمان ملک عرب کی حدود سے نکل کر مشرق اور مغرب میں پھیلنے لگے تو یہودیوں کے علاوہ عیسائیوں کی اکثریت بھی اقلیت میں بدل گئی۔ اسلام نے چونکہ پسماندہ اور مظلوم کی امداد کو بمنزلہ فرض قرار دیا ہے اس لئے مسلم ممالک کی پسماندہ اقلیتوں کو بے حد فائدہ پہنچا چنانچہ مسلمانوں نے اپنے مفتوحہ ممالک میں نہ صرف مظلوم یہودیوں کو عیسائیوں کے ظلم سے نجات دلائی انہیں مساوی شہری اور مذہبی حقوق ہی دئے بلکہ انہوں نے اپنے حریف عیسائیوں کے کامل تحفظ کی ذمہ داری بھی قبول کی۔ اور ان کے مذہب اور رسم و رواج کے تحفظ کو اپنا حکومتی فریضہ قرار دے کر جمہوریت کی ایک ایسی روشن مثال قائم کر دی جسکے بغیر کوئی جمہوری حکومت اپنی تکمیل کا دعوی نہیں کر سکتی۔"

اسلامی حکومت میں جمہوریت کی جو اعلیٰ قدریں پائی جاتی ہیں وہ حکومت کو چلانے والوں کے اعلیٰ کردار کا نتیجہ ہیں۔ یہ درست ہے کہ اس حکومت کے بنیادی قوانین قرآنی ہدایات پر مبنی تھے۔ لیکن ان پر عمل درآمد اس وقت تک ناممکن تھا۔ جب تک کہ اس کے چلانے والے اسی کردار کے حامل نہ ہوں۔ چنانچہ خلفائے راشدین جو مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی پیشوا تھے نہایت پاکبازانہ اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ مخلوق خدا کی خدمت گزاری کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ان کی زندگی انسانی اور اسلامی مساوات کی آئینہ دار تھی۔ یہاں تک کہ ان کے درباروں میں آنے والے غیر ملکی سفیروں کو اکثر اوقات امیر المومنین اور عام مسلمانوں کے درمیان امتیاز کرنا بھی دشوار ہو جاتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی جمہوریت میں اتنی خوبیاں تھیں کہ زمانہ حاضرہ کی کوئی جمہوریت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور آج دنیا کو اسی قسم کی جمہوریت کی ضرورت ہے۔ جو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ کیونکہ اسلامی جمہوریت میں نہ تو سرمایہ داروں کا غلبہ ہوتا ہے اور نہ اشتراکیت کی قیود بلکہ یہ غریب عوام کی صحیح نمائندگی کرتی ہے



وسائل ترقی و کامیابی

قوتِ ارادی قسمت بدل دیتی ہے

ترقی اور کامیابی کے سلسلہ میں ایک کامیاب تاجر کے خیالات

(ہمارے اقتصادی مبصر کے قلم سے)

دین دنیا میں ترقی اور کامیابی کے وسائل بتانے والے مضامین کا جو سلسلہ جاری ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اُسے ہمارے ناظرین کے حلقہ میں بے حد پسند کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہم اسی سلسلہ میں ایک نہایت ہی مفید مضمون ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

امریکہ کے مشہور کروڑپتی مسٹر جے آرکین نے کامیابی اور ترقی کے سلسلہ میں اپنے ذاتی مشاہدات قلمبند کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ "انسان کو خدا نے ایک ایسی طاقت دی ہے جس کے ذریعہ وہ اگر چاہے تو اپنی قسمت کو بدل سکتا ہے۔ اور یہ طاقت انسان کی قوت ارادی ہے۔ جس انسان کی قوتِ ارادی جس قدر قوی ہوتی ہے وہ اُسی قدر آگے بڑھتا ہے۔ اور کبھی ناکامیوں اور پریشانیوں سے نہیں گھبراتا۔"

خود مسٹر جے آرکین نے جو غیر معمولی ترقی کی تھی وہ اُن کی قوتِ ارادی اور حوصلہ مندی ہی کا نتیجہ تھا۔ مسٹر جے آرکین ابتدا میں نہایت مفلس تھے۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ خدا نے انہیں اس قدر دولت دی کہ انھوں نے تیس پینتیس لاکھ ڈالر ایک دن میں خرچ کیے ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کا ابتدائی زمانہ کیلیفورنیا میں ایک مزدور بن کر گزارا ہے۔ پھر زمانہ دراز تک یہ گائیں چراتے رہے اس کے بعد اخبار کے رپورٹر بن گئے بعد ازاں کفایت شعاری سے کچھ سرمایہ جمع کرکے ایک اخبار کی ملکیت حاصل کرلی اسی زمانہ میں جب اُن کے پاس دو ہزار ڈالر جمع ہوگئے تو سین فرانسسکو پہنچے اور وہاں چند سودوں میں صرف دو ہفتہ کے اندر انھوں نے بیس ہزار ڈالر کما لئے لیکن بدقسمتی سے اُن کا سب سرمایہ بعض وجوہ کی بنا پر تلف ہوگیا لیکن وہ مایوس نہیں ہوئے اور مسلسل محنت کرکے انھوں نے چند سال کے اندر دس لاکھ ڈالر پھر کما لیے اور اس کے بعد نیویارک میں قیام پذیر ہوکر اناج کی تجارت شروع کی۔ لیکن اس تجارت میں انہیں اس قدر خسارہ ہوا کہ وہ پھر مفلس ہوگئے۔ تاہم انہیں اتنا تجربہ ہوگیا تھا کہ اب سرمایہ کے بغیر بھی کاروبار چلا سکتے تھے۔ چنانچہ اب انھوں نے ریلوے کی ٹھیکیداری کا کام شروع کیا۔ اور پھر وہ لاکھوں میں کھیلنے لگے اس کے بعد انہوں نے ایک اخبار بھی جاری کیا تھا جو بے حد کامیاب ثابت ہوا۔ غرضکہ وہ کاروباری میدان میں بار بار اُبھرے اور گرے لیکن قوت ارادی اور حوصلے نے ہمیشہ انہیں کھڑا کر دیا۔

مسٹر کین لکھتے ہیں کہ "انسان کی زندگی ایک جھولے کی طرح ہے جس میں بیٹھ کر انسان کبھی اُوپر جاتا ہے اور کبھی نیچے آتا ہے انسان کو ناکامی سے کبھی نہیں گھبرانا چاہئے۔ میں زندگی میں کامیاب ہونے کے باوجود بار بار ناکامی کی دلدل میں پھنس گیا ہوں۔ لیکن حوصلہ مندی اور قوت ارادی نے ہمیشہ مجھے اس دلدل سے نکال دیا ہے۔ کامیابی اگر چاہتے ہو تو ترقی کے میدان میں مردانہ وار آگے بڑھے چلو کبھی ہمت نہ ہارو ہمیشہ آنکھیں کھلی رکھو اور پھر عمر میں جتنی مرتبہ چاہو دولت کما لوگے"

مسٹر کین قوت ارادی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار

کرتے ہوئے لکھتے ہیں "قوتِ ارادی انسان کی کامیابی اور ترقی کی کنجی ہے دُنیا کے جتنے بھی کامیاب انسان ہوئے ہیں وہ محض قوتِ ارادی کی بدولت کامیاب ہوئے ہیں۔ قوتِ ارادی انسان کو ترقی کے لئے اُبھارتی ہے۔ اُسے ترقی کا راستہ بتاتی ہے۔ اور جب راستہ میں رکاوٹیں آتی ہیں تو یہی قوتِ ارادی اُن تمام رکاوٹوں کو راستہ سے ہٹا دیتی ہے اس لئے کامیابی کے ہر متلاشی انسان کا فرض ہے کہ وہ اس پوشیدہ طاقت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے۔

مسٹر جے آرلین کے نزدیک ایک کامیاب انسان کے لئے یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ کردار کے اعتبار سے بے حد بلند ہو شراب نوشی اور عیاشی سے اُسے نفرت ہو اور وہ وقت کی قدر کرنا جانتا ہو چنانچہ مسٹر آرلین لکھتے ہیں کہ "میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جن لوگوں کا کردار پست ہوتا ہے اُن کے خیالات بھی پست ہوتے ہیں۔ اور وہ زندگی کی جد و جہد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ میرے سامنے ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ بعض لوگ کامیابی کی بلند ترین منزل پر پہنچ گئے لیکن جب دولت کی زیادتی نے انہیں شراب نوشی عیاشی اور جوئے کا ترغیب دی تو یہی لوگ بالکل تباہ ہو گئے۔ یاد رکھئے انسان کا کردار جس قدر بلند ہو گا اُسی قدر اُسے کامیابی حاصل ہو گی اور یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیئے کہ شراب نوشی اور عشرت پسندی انسان کی قوتِ عمل کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اِس لئے کامیابی کے متلاشی انسان کو اِن بیماریوں سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے"

مسٹر جے آرلین اگرچہ امریکہ کے بہت بڑے دولتمند تھے اُنھوں نے مفلسی اور غریبی کے بعد دولت دیکھی تھی لیکن دولتمندی نے اُنہیں گمراہ نہیں کیا وہ نہایت سادہ اور زاہدانہ زندگی گزارتے تھے۔ امریکہ میں شراب نوشی اگرچہ عام ہے لیکن وہ شراب کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے۔ جب وہ غریب تھے اُس وقت نوشاید انھوں نے بعض موقعوں پر شراب پی بھی۔ لیکن دولتمند ہونے کے بعد انھوں نے اس زہر کو مرتے دم تک ہاتھ نہیں لگایا۔ لہٰذا جو حضرات کامیابی کے متلاشی ہیں انھیں مسٹر جے آرلین کی زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔



تاریخی افسانہ

فریادی

سلطان محمود غزنوی کے دور کی ایک کہانی

(از جناب رحمٰن حمیدی)

دین دنیا کے لائق اور پسندیدہ افسانہ نگار جناب رحمٰن حمیدی کا یہ افسانہ غزنوی دور کے ایک مشہور تاریخی واقعہ پر مبنی ہے جسے جناب رحمٰن حمیدی نے ایک دلکش افسانہ کے رنگ میں رنگ کر پیش کیا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین کے حلقہ میں اسے پسند کیا جائے گا۔

سترھویں تاریخ کا ماہتاب نیلگوں افلاک پر جگمگا رہا تھا۔ چاند کی دلفریب روشنی میں شاہی قلعے کے چھوٹے چھوٹے گنبد یوں نظر آرہے تھے جیسے سطح آب پر حباب سے موتی آویزاں ہوں۔ قلعہ کی دیواروں میں صاف وشفاف تراشیدہ پتھر ہیرے جواہرات کی طرح چمک رہے تھے۔ شاہی باغ کے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ شاہی محل کے پہریدار نہایت چاق و چوبند تھے اور گشتی ڈیوٹی نہایت مستعدی سے انجام دے رہے تھے۔

قلعہ کے داروغہ نے اونچے برج سے شب کے گیارہ کا گھنٹہ بجایا۔ سلطان محمود غزنوی شب خوابی کے لباس میں بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ نرم و گداز بستر پر وہ بہت دیر سے کروٹیں بدل رہا تھا۔ اس نے سونے کی کئی بار کوشش کی لیکن وہ ہر بار اپنے مقصد میں ناکام ہوا۔ اضطراری کیفیت ہر آن بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی۔ مرصع شمعدان میں شمعیں فروزاں تھیں۔

شمعدان کی رنگین روشنی میں سلطان محمود نے ملکۂ عالیہ کی جانب دیکھا جو صرف دو بالشت کے فاصلے پر محو خواب تھی۔ سانس کے زیر وبم سے اس کے سینے میں جو ہلکی سی جنبش ہو رہی تھی وہ ملکۂ عالیہ کے حسن میں مزید اضافہ کر رہی تھی وہ گہری نیند میں تھی سلطان محمود فرط محبت سے ملکۂ عالیہ کے حسن و جمال کا دیدار کرنے لگا۔ سرخی مائل رنگ، سیاہ ریشمیں زلفیں، صاف وشفاف پیشانی کمان کا ابرو، ستواں ناک، احمریں ہونٹ، گلابی عارض، جسمانیت سے بھرپور توبہ شکن جسم، وہ رفیقۂ حیات کے ملکوتی حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ بے اختیاری میں اس نے ملکہ عالیہ کی پیشانی چوم لی۔ ہونٹوں کے لمس سے ملکۂ عالیہ کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔

"آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں۔ نصیب دشمناں، کہیں حضور والا کی طبیعت تو ناساز نہیں ہے ——— !!؟"

"مابدولت کی صحت ٹھیک ہے لیکن ——— !" سلطان نے ملکہ عالیہ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیا ——— ؟" ملکۂ عالیہ چونک پڑی

"آج کی شب مابدولت پر بے خوابی کی کیفیت طاری ہے ——— !" سلطان نے کہا

"شاہی طبیب کو حاضری کا حکم دوں ——— ؟" ملکۂ عالیہ نے پوچھا

"نہیں، مابدولت کو طبیب کی حاجت نہیں۔ شاید کوئی فریادی محل کے دروازے پر استادہ ہے اسی لئے مابدولت کی آنکھ نہیں لگ رہی ہے ——— اکثر ایسا ہوتا ہے"

"آدھی رات کے وقت فریادی نہیں آتا۔ میرے سرتاج کو وہم ہے تاہم محل کے صدر دروازے پر غلام کو بھیجتی ہوں ——— !" ملکۂ عالیہ نے کہا۔

"جانِ من! انہیں فریادی کی بےبسی اور مجبوری کا اندازہ نہیں فریادی شہنشاہ کے دروازے پر شب کے آخری پہر بھی دستک دے سکتا ہے۔ شہنشاہ کو آواز دینا فریادی کا بنیادی حق ہے۔" سلطان نے مسکراتے کہا

ملکہ عالیہ نے بستر سے منسلک گھنٹی آہستہ سے بجائی۔ خواجہ سرا حاضر ہوا اور جھک کر کورنش بجا لایا اور ادب سے کھڑا ہو گیا

"محل کے داروغہ کو پیغام دو کہ اگر اس وقت کوئی فریادی محل کے دروازے پر موجود ہے تو اسے عالم پناہ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے۔" ملکہ عالیہ نے کہا

"ملکہ عالیہ کے حکم کی تعمیل کے لئے غلام حاضر ہے فریادی کو ابھی جہاں پناہ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا۔"

خواجہ سرا نے سر جھکا کر کہا اور آداب بجا کر چلا گیا۔ اور فریادی کی تلاش شروع ہو گئی

نصف گھنٹے کے بعد حفاظتی دستے کا سردار حاضر ہوا اس نے سلامی دینے کے بعد بنایت ادب سے کہا۔

"عالم پناہ! شاہی محل کے دروازے پر کوئی فریادی نہیں۔"

"کیا محل کے سبھی دروازوں پر تفتیش کی گئی ہے؟" سلطان محمود نے پوچھا۔

"جی ہاں عالم پناہ! تلاش و جستجو کے بعد شاہی برج سے بھی پہریداروں نے دیکھا اس وقت محل کے آس پاس کوئی شخص نہیں۔" سردار نے تفصیل سے جواب دیا۔

"ہماری سواری کے لئے گھوڑا حاضر کرو۔ ہم بدولت اس وقت شہر کا معائنہ کریں گے" سلطان نے حکم دیا۔ دراصل سلطان اپنے ذہنی و قلبی اضطراب کو مٹانا چاہتا تھا جس سے وہ بےچین تھا۔

"عالم پناہ کی سواری حاضر ہے۔" تھوڑی دیر میں سردار نے آکر اطلاع دی۔

سلطان محمود نے ملکہ عالیہ کی جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا "ہم جلد ہی [illegible] کے اندر حاضر ہوتے ہیں۔"

"خدا حافظ" ملکہ عالیہ نے سلطان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

سلطان محمود سردار کے ہمراہ شاہی محل کے عالیشان کمرے سے نکلا۔ پہریداروں کے دستے نے سلطان کو سلامی دی۔ سلطان نے حفاظتی دستے کو محل کے صدر دروازے پر روک دیا۔ صرف حفاظتی دستے کے سردار کو ساتھ چلنے کی اجازت دی۔ دونوں گھوڑوں پر سوار آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ چاندنی ہر سمت بکھری ہوئی تھی سہانی رات تھی۔ شاہراہ پر گہری خاموشی تھی۔ سلطان نے گزرتے ہوئے ہر سمت نگاہ دوڑائی لیکن کہیں کوئی نظر نہیں آیا خاموش و سنسان راہوں پر چاندنی کی سفید چادر پھیلی ہوئی تھی۔ حسین نظارے میں سلطان کو ملکہ عالیہ کی غیر حاضری شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اندر ہی اندر پچھتا رہا تھا۔ اگر ملکہ بھی ساتھ ہوتی تو یہ رات اور حسین ہو جاتی یہ مناظر اور دلکش ہو جاتے۔ اسے ملکہ کو ساتھ لینا چاہئے تھا۔ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اور اپنے ہی فیصلے پر پچھتا رہا تھا۔

اس کا عربی النسل گھوڑا خراماں خراماں چل رہا تھا۔ ایک مکان سے مغنی کی آواز آرہی تھی۔ ساز اور آواز میں بے پناہ درد تھا سلطان محمود کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی کا دل ساز کی شکل میں ڈھل گیا ہو درد والم کے نغمے ہر سمت بکھر رہے تھے۔ سلطان کچھ دیر کے لئے رک گیا۔ چند لمحے کے لئے وہ ساز کی دھنوں میں کھو گیا اور پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگادی رات آہستہ آہستہ ڈھل رہی تھی تہجد کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ ایک مسجد کے قریب سلطان نے گھوڑے کی لگام کھینچی۔ گھوڑا رک گیا۔ اس نے لگام گھوڑے کی پشت پر رکھ دی۔ سردار بھی اپنے گھوڑے سے نیچے آچکا تھا۔ سلطان نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہم بدولت مسجد سے تہجد کی نماز ادا کرکے ابھی آتے ہیں تم انتظار کرو اور اب شاہی محل کی طرف واپسی ہوگی۔"

سلطان محمود مسجد کی سیڑھیوں سے اندر داخل ہوا مسجد کے اندر گہرا سناٹا تھا۔ سلطان نے مسجد کے حوض پر وضو کیا وضو سے فارغ ہو کر مسجد کے صحن میں داخل ہوا تو اسے کسی کے رونے کی آواز سنائی دی سلطان نے چونک کر وسیع صحن کے چاروں طرف دیکھا کہیں کوئی نظر نہیں آیا وہ اندر داخل ہوا تو اس کی نگاہ ایک نمازی پر پڑی جو دونوں ہاتھ اٹھائے بارگاہ ایزدی میں دعا گو تھا۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا اور گڑگڑا کر کہہ رہا تھا۔

میں کمزور اور ناتواں ہوں تو میری مدد کر، مجھے اس مصیبت سے نجات دلا دے ورنہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا ——— یارب العزت! میری لاج تیرے ہاتھ ہے ——— !"

سلطان آہستہ آہستہ اس کے قریب گیا۔ نہایت آہستہ سے نمازی کی پشت کی جانب بیٹھ گیا۔ نمازی دعا سے فارغ ہو کر اٹھا تو سلطان نے اسے روک کر پوچھا۔

"تجھ پر کون سی مصیبت آن پڑی ہے۔ ماہدولت تمہاری تلاش میں بہت دیر سے بھٹک رہے ہیں ———!!"

نمازی نے سلطان محمود کو پہچان لیا اس نے ادب سے سلام کیا اور مصافحہ کے بعد عرض کیا۔

"عالم پناہ! ایک شخص روز میرے گھر میں گھس آتا ہے۔ بزور شمشیر مجھے گھر سے نکال دیتا ہے اور خود رات بھر میرے گھر میں رہتا ہے وہ میری بیوی کی آبروریزی پر آمادہ ہے۔ مجھے اور میری بیوی کو اس کے شر سے نجات دلائے۔ ورنہ میں کہیں کا نہ رہوں گا۔"

اتنا سن کر سلطان کا چہرہ فرط غضب سے سرخ ہو گیا اس نے فوراً پوچھا۔

"کیا وہ ملعون اس وقت بھی تمہارے گھر میں موجود ہے ——— ؟"

"عالم پناہ! اب رات زیادہ گزر چکی ہے اس لئے شاید وہ چلا گیا ہو گا لیکن وہ دوسری شب پھر آئے گا ——— !" اس نے کہا۔

"کل وہ جس وقت تمہارے مکان میں آئے، ماہدولت کو فوراً خبر کرو، تم ماہدولت کے ساتھ آؤ ———!" سلطان اسے اپنے ساتھ مسجد سے باہر لایا اور سردار سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اسے اچھی طرح پہچان لو، یہ شخص جس وقت بھی شاہی محل کے دروازے پر آئے، اسے ماہدولت کے سامنے حاضر کرو، خواہ ہم کسی حال میں بھی ہوں ——— !" اور وہ شخص آداب بجا کر چلا گیا۔

سلطان نے مسجد میں تہجد کی نماز ادا کی اور شاہی محل کی طرف لوٹ پڑا صبح کاذب کی سفیدی آہستہ آہستہ نمودار ہو رہی تھی کبھی کبھی کسی پرندے کی آواز فضا میں گونجتی۔ سلطان نے حرم سرا کے اندر قدم رکھا تو ملکۂ عالیہ کو محو انتظار دیکھ کر فرط محبت سے ملکہ کی جانب بڑھا بے خوابی اور گھوڑ سواری کے باعث اسے تکان محسوس ہو رہا تھا دونوں خوابگاہ کے اندر چلے گئے۔ دونوں ایک دوسرے کی باہوں میں تھے۔ باغ کے پھولوں کی خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ دونوں دنیا و مافیہا سے بے نیاز پیار و محبت میں کھوئے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد قلعے کی مسجد سے مؤذن نے صبح کی آذان دی۔ ملکۂ عالیہ نے آہستہ سے اپنی مرمریں بانہہ کھینچی جس پر ٹیک لگاتے ہی سلطان کو گہری نیند آ گئی تھی۔ وہ آہستہ سے اٹھی اس نے جھک کر سلطان محمود کے ہونٹوں کو چوم لیا۔ مدہوشی میں اس کا دوپٹہ سلطان محمود کے چہرے پر گر پڑا۔ اس نے نہایت احتیاط سے دوپٹہ اٹھایا۔ اور فرط محبت سے سلطان کی جانب دیکھتی ہوئی باہر چلی گئی۔

سلطان محمود دن بھر کھویا کھویا سا رہا۔ اس نے دربار عام ملتوی کر دیا حرم سرا کی کنیزوں نے دستخط کے لئے کاغذات پیش کئے تو اس نے ناسازی طبع کا بہانہ کر دیا۔ اسے اندرونی طور پر زبردست بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔

اسے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی غیر مرئی طاقت ہے جو اس کے تخت و تاج کا مذاق اڑا رہی ہے۔ اس کی نااہلی کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے۔ بانگ دہل کہہ رہی ہے ——— تمہاری امارت میں غریبوں اور رعایا کی کوئی قدر و قیمت نہیں تم اپنی رعایا کی حفاظت سے قاصر ہو تمہاری ملوکیت میں عورتوں کی عزت کوڑیوں کے مول ہو چکی ہے تمہیں صرف اپنے تخت و تاج کی فکر ہے۔ تمہارے اندر رعایا پروری نہیں۔

وہ رہ رہ کر شدت اضطراب سے بے چین ہو جاتا ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتا۔ ملکہ اس کا دل بہلانے کی کوشش کر رہی تھی اس کا ذہن دیگر امور کی جانب مائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی وہ سیر کے لئے دریائے جمنا کے ساحل کی طرف لے گئی شاہی کشتی بہت دیر تک پانی کی سطح پر رقص کرتی رہی لیکن سلطان محمود کے چہرے پر اداسی کی کیفیت بدستور پھیلی ہوئی تھی ملکۂ عالیہ نے تشویش آلود لہجے میں اصرار کیا۔

"میرے سرتاج! شاہی طبیب کو معائنے کی اجازت مرحمت فرمائیے آپ کی صحت ٹھیک نہیں ہے ——— !!"

"جان من میرے درد کا مداوا طبیب کے پاس نہیں ہے ——— !" سلطان محمود نے درد بھرے لہجے میں کہا

غروب آفتاب تک دریائے جمنا کی لہروں پر دونوں سیر کرتے

رہے۔ سلطان نے ساحل پر مغرب کی نماز ادا کی اور دونوں آبی راہ سے شاہی محل کے اندر آئے۔ عالیشان کمرے میں فانوس روشن تھے۔ کمرے کی فرش پر بیش قیمت قالین بچھے ہوئے تھے۔ سونے اور جواہرات سے مرصع مسہری طلوع ہوتے چاند کا سہانا منظر پیش کر رہی تھی کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ شاہی محل کے برج سے شب کے دس بجے کا گھنٹہ بجا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام نے باریابی کی اجازت طلب کی اور باادب حاضر ہو کر عرض کیا۔

”عالم پناہ! فرہادی شاہی دروازے پر ایستادہ ہے۔“

”اصطبل سے دو تیز رفتار گھوڑے فوراً لے آؤ ۔۔۔۔۔۔ !!“ سلطان نے حکم دیا

غلام آداب بجا لا کر تیزی سے باہر آیا۔ اصطبل کے نگران نے دو تیز رفتار گھوڑوں کو زین اور لگام سے آراستہ کر کے حاضر کر دیا اس اثنا میں سلطان محمود اپنی تلوار کمر میں ڈال کر تیزی سے آیا۔ اس نے فرہادی کو گھوڑے پر سوار ہونے کا اشارہ کیا اور دونوں نے گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ دیا کئی میل کی مسافت طے کرنے کے بعد فرہادی کا مکان آیا اور فرہادی کی مدد سے جب سلطان مکان میں چور دروازہ سے داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک قوی ہیکل اس کی بیوی کے ساتھ دست درازی میں مصروف ہے۔ اسے کسی کے آمد کی مطلق خبر نہیں ہوئی۔ سلطان نے گرج کر کہا ۔۔۔۔ ”ہوشیار رہ“ اور پھر سلطان کی تلوار نے پلک جھپکتے ہی اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد اس نے مکان کا دروازہ کھولا اور فرہادی سے کہا۔

”ماہدولت کو جا نماز کی حاجت ہے ۔۔۔۔۔ !!“

فرہادی کی بیوی نے فوراً جا نماز آنگن میں بچھا دی سلطان نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر سلطان نے فرہادی سے کہا۔

”کچھ کھانے کے لئے ہو تو میرے لئے لے آؤ ۔۔۔۔۔ !!“

”عالم پناہ! باسی روٹی ہے ۔۔۔۔۔ !!“ فرہادی کی بیوی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

”وہی حاضر کرو ۔۔۔۔۔ !!“ سلطان محمود نے حکم دیا

سلطان نے باسی روٹی کھائی ٹھنڈا پانی پیا۔ اور اطمینان سے بیٹھ کر فرہادی سے کہا۔

”ماہدولت نے کل سے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ماہدولت نے عہد کیا تھا کہ جب تک ملعون کا سر قلم نہیں کریں گے اس وقت تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگائیں گے اسی لئے ماہدولت نے تمہیں روٹی لانے کی تکلیف دی اور نماز شکرانہ اسلئے ادا کی کہ ماہدولت کو اندیشہ تھا کہ ایسی جرأت کوئی شاہی رشتہ دار یا بڑا حاکم ہی کر سکتا ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی نہ تھا اب تم دونوں سکون و آرام کی زندگی بسر کرو ماہدولت اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے کا انتظام کرتے ہیں۔ مجال ہے کہ ٹھکانے لگا دیں گے تمہاری عزت پر کوئی حرف نہیں آئے گا ۔۔۔۔۔ !!“

سلطان فرہادی کے مکان سے نکل کر شاہی محل کی طرف آیا۔ ملکہ عالیہ باغ میں چشم براہ تھی۔ سلطان نے ملکہ عالیہ کو بانہوں کی گرفت میں لے کر کہا۔

”اب ماہدولت کا اضطراب ختم ہو چکا ہے آؤ، آج کی رات ہم دونوں جشن منائیں۔ ہمارا سر تاج فرائض کی ادائیگی میں کامیاب ہو چکا ہے۔“

عورتوں کیلئے



"آخر مردوں کی غلامی کب تک؟"

ایک تعلیم یافتہ لڑکی کے عجیب و غریب خیالات

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

آجکل کے پڑھے لکھے لڑکوں اور لڑکیوں میں شادی نہ کرنے کا جو رجحان بڑھ رہا ہے۔ زبیدہ بہن نے ذیل کے مضمون میں اُسی پر بحث کی ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

یورپ و امریکہ میں شادی کو ایک وبال اور مصیبت سمجھا جانے لگا ہے۔ اِن ممالک میں کنواروں کی باقاعدہ انجمنیں قائم ہیں جن میں کہ بیس اکیس سال کے کنواروں سے لیکر ساٹھ ستر سال کے عمر تک کے کنوارے اور کنواریاں پائی جاتی ہیں۔ ان انجمنوں میں نہ صرف کنوارے اور کنواریاں آزادانہ مل جل کر زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ ان انجمنوں کا ایک کام یہ بھی ہے کہ یہ عوام کو کنوارا رہنے کی ترغیب دیں اور پروپگنڈے کے ذریعہ ازدواجی زندگی کے خلاف لوگوں کے جذبات کو ابھاریں۔ لیکن اب یورپ و امریکہ کے کنواروں کی تقلید کرتے ہوئے ہندوستان میں بھی کنوارا رہنے کی خطرناک تحریک پھیلنی شروع ہوگئی ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں مجھے ایک ایسی تعلیم یافتہ لڑکی کا خط ملا تھا۔ جس کے والدین اُس پر شادی کے لئے زور ڈال رہے ہیں۔ لیکن یہ لڑکی شادی سے متنفر ہے اور اپنے خط میں لکھتی ہے۔

"میری عمر ۲۱ سال ہے میں۔ بی۔ ایس۔ سی کے آخری سال میں ہوں۔ بی۔ ایس۔ سی کر کے میں میڈیکل لائن میں جانا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں مردوں کے سہارے زندگی نہیں گزارنا چاہتی [illegible]۔ اپنے لئے ڈاکٹری کا پیشہ منتخب کیا ہے۔ لیکن میرے والدین نے میری مرضی کے بغیر ایک جگہ میرا رشتہ طے کر دیا ہے۔ اب وہ شادی پر زور دے رہے ہیں۔ حالانکہ میں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ میں تمام عمر شادی نہیں کروں گی۔"

اس مضمون کو پڑھنے والی بہنیں اور بھائی سوچ رہے ہوں گے کہ آخر کوئی وجہ تو ہوگی کہ یہ لڑکی شادی سے اتنی بیزار ہے۔ لیجئے یہ وجہ بھی اسی سے سن لیجئے۔ اپنے خط میں یہ لکھتی ہے کہ

"میں شادی کو مردوں کی غلامی اور ایک مصیبت سمجھتی ہوں میری سہیلیوں اور خود میری دو بڑی بہنوں کی شادی کے نتائج میری آنکھوں کے سامنے ہیں میں دیکھتی ہوں کہ ان سب کو اپنے شوہروں کی اطاعت کرنی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ شادی کے بعد بچوں کی پیدائش نے ان سب کی زندگیاں خراب کر دی ہیں میں نہ تو اولاد کی الجھن میں پھنسنا چاہتی ہوں نہ مردوں کی غلامی برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے کوئی ایسی تدبیر بتائیے کہ والدین بھی ناراض نہ ہوں اور شادی کی مصیبت سے بھی بچ جاؤں۔ کیونکہ اگر والدین ناراض ہوگئے تو میرے لئے تعلیم کا مکمل کرنا ناممکن ہو جائے گا۔"

اب تو اس مضمون کو پڑھنے والے بھائیوں اور بہنوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ آخر یہ لڑکی کیوں شادی نہیں کرنا چاہتی۔ یہ لڑکی اگر محض تعلیم کو مکمل کرنے کی غرض سے شادی سے وقتی طور پر اجتناب کرتی تو اعتراض کی کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن یہاں تو تعلیم کے مکمل کرنے کے شوق سے زیادہ اُس مغربی آزادروی کا اثر غالب دکھائی دے رہا ہے جس سے کہ خود اہل مغرب آجکل نالاں اور پریشان ہیں۔

بیٹی! تم اگر اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتی ہو اور ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر کے خود روزی کمانے کی خواہشمند ہو تو یہ کوئی

ہر کا بات نہیں۔ اس زمانہ میں بہت سی عورتیں ایسا کر رہی ہیں لیکن تم نے تو شادی جیسے اہم مسئلہ سے جس طرح بیزاری کا اظہار کیا ہے وہ ایک ایسی غلط روش ہے جس پر خود تمہیں ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔

عورت خواہ لکھی پڑھی ہو یا کتنی ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور کماؤ کیوں نہ ہو پھر بھی اُسے زندگی میں کسی شریک حیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر زندگی کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی اور یہ گاڑی اگر چلتی بھی ہے تو ہر وقت دلدل میں پھنس جانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ تم کو یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہئے کہ لڑکیوں کی شادی محض اس لئے نہیں کی جاتی کہ انہیں کوئی اُن کے خرچ کا بار اٹھانے والا مل جائے بلکہ دوسرے بھی ایسے بہت سے اسباب ہیں کہ جن کی بنا پر ہر عورت اور ہر مرد کو شریک حیات کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس ملک میں ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں عورتیں ایسی ہیں جنکی لاکھوں روپے کی جائداد ہے۔ یا جو بڑی سے بڑی تعلیم یافتہ ہیں اور علمی یا ڈاکٹری کا پیشہ کر رہی ہیں۔ لیکن انہیں بھی شادی کرنے کی ضرورت پڑ گئی ہے محض اس لئے کیونکہ زندگی کی گاڑی نہ تو عورت مرد کے بغیر چلا سکتی ہے اور نہ مرد عورت کے بغیر ایسی حالت میں کیا یہ مناسب نہیں تھا کہ تم شادی سے انکار نہ کرتیں۔ بلکہ شادی کو اس وقت تک کے لئے ملتوی کرنے پر زور دیتیں جب تک کہ تمہاری تعلیم مکمل نہ ہو جاتی مگر اس کا کیا علاج کہ تم تو ایک سرے ہی سے شادی کی مخالف ہو۔

ماشاء اللہ تمہاری عمر اکیس سال ہے تم پڑھی لکھی ہو اور اس چیز سے بھی ناواقف نہیں کہ ہر مرد اور عورت میں کچھ فطری خواہشات بھی ہوتی ہے جن کا دبانا آسان نہیں انکو جتنا دبایا جاتا ہے وہ اور زیادہ ابھرتی ہیں اور بعض اوقات تو اس کی بنا پر بڑی بڑی لغزشیں ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے اسلام نے فطرت انسانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر بالغ عورت اور مرد پر شادی کے لئے زور دیا ہے۔ تم ایک اچھے مسلم گھرانے میں پیدا ہوئی ہو۔ اس لئے تمہیں سب سے پہلے اس شریعت حقہ کے سامنے گردن جھکانی چاہئے جس نے کہ تمہارے بھلے اور برے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ایک بہترین نظام حیات پیش کیا ہے۔ تم شادی سے انکار کر کے بھلا کیونکر اس نظام شرعی سے بغاوت کر سکتی ہو

جو عین فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم ٹھنڈے دل سے اس معاملہ پر دوبارہ غور کرو۔ اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھاؤ جس سے کہ تمہارے خاندان اور تمہارے والدین پر کوئی حرف نہ آئے۔

یہ درست ہے کہ شادی کے بعد ہر مرد اور عورت پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ اور تم ان ہی ذمہ داریوں سے گھبرا رہی ہو۔ لیکن خدا نے جنہیں حوصلہ دیا ہے وہ ان ذمہ داریوں سے گھبرایا نہیں کرتے بلکہ وہ ان ذمہ داریوں میں بھی ایک لذت اور کیف محسوس کرتے ہیں۔ اور بچوں کی پیدائش جسے تم سب سے بڑا وبال تصور کر رہی ہو قدرت کی بہت بڑی نعمت اور عطیہ ہے۔ جس کی قدر و قیمت تمہیں شادی کے بعد اور بڑھاپے کی منزل میں قدم رکھ کر ہی معلوم ہو سکے گی۔ میں چاہتی ہوں کہ تم سطحی باتوں سے ہٹ کر زندگی کے حقائق پر سنجیدگی سے غور کرو۔ اور اس غلط روش کو چھوڑ دو جس نے کہ ہزاروں اور لاکھوں گھروں کو تباہ کر دیا ہے۔

افسانہ



محبت دیوانی

جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک کہانی

(از طلعت آرا صاحبہ)

میں بھائی جان کے کمرے کے سامنے سے گزری تو دروازہ میں سے دیکھا میز پر اُن کی ڈاک رکھی ہے۔ میز دروازے کے پاس ہی تھی اخبار رسالے اور خط وغیرہ پڑے تھے۔ سب سے اُوپر جو خط تھا اُس کے پتے پر جو نظر پڑی تو میرے قدم رک سے گئے۔ جس کے ہاتھ کا یہ پتہ لکھا ہوا تھا اُس کا خیال کر کے میرے رگ و پے میں خوشی کے مارے سنسنی کی ایک لہر دوڑ گئی

دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی خط کے پتے کو غور سے دیکھا ہاں اُنہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ ضرور اُنہی کا خط ہے — بھائی جان کو بھیجا ہے۔ کیا لکھا ہے اُنھوں نے؟

میں نے چوکھٹ پہ آ کر چور کی طرح گردن باہر نکال کر دیکھا کوئی آ تو نہیں رہا! پھر لپک کر میز کے قریب پہنچی کھولنے کے ارادے سے خط کو اٹھایا ہی تھا کہ کمرے کے باہر پاؤں کی چاپ سنائی دی خبر نہیں کون آ ٹپکا کہیں سے بھابی دروازے کے سامنے کھڑی تھیں میں نے خط جلدی سے چھپا لیا اور میز پہ رکھی ہوئی کتابوں کو اس طرح الٹ پلٹ کرنے لگی۔ گویا کوئی کتاب ڈھونڈھ رہی ہوں مگر دل کی یہ حالت تھی کہ دھک دھک کر رہا تھا۔ کہ کہیں بھابی نے خط میرے ہاتھ میں دیکھ تو نہیں لیا۔

بھابی میرے قریب آ گئیں مسکراتی ہوئی۔ میں نے اپنی گھبراہٹ کو چھپاتے ہوئے غصہ دکھانے کے انداز سے کہا "خبر نہیں آپ کو کیا مزا آتا ہے مجھے پریشان کرنے میں"

"کیا ہو گیا"؟ بھابی نے میرے گلے میں باہیں ڈال کر پوچھا میں نے بگڑ کر کہا "کیا ضرورت تھی آپ کو یہ کہنے کی کہ میری بات ٹھیر رہی ہے"

بھابی اندازاً ہنسنے لگیں۔ بولیں "یہ میں نے کس سے کہا!"

میں نے تنک کر کہا "اچھا! آپ مجھے اڑا بھی رہی ہیں۔ کل جو آپ میری کلاس فیلو توصیف کے ہاں گئی تھیں تو آپ نے توصیف سے یہ بات نہیں کہی؟ آج صبح ہی توصیف نے کالج میں سب لڑکیوں میں اڑا دی اور وہ سب مجھے چھیڑنے لگیں"

بھابی سے کچھ جواب بن نہ پڑا وہ کھڑی میرا منہ تکتی رہ گئیں اور میں جلدی جلدی قدم اٹھاتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی آئی

اندر آ کر میں نے فوراً کواڑ بند کر لئے۔ اور آنسو جلدی سے پونچھ ڈالے۔ وہ تو بناوٹی آنسو تھے۔ ورنہ میرے دل میں تو خوشی کی موجیں اُمڈ رہی تھیں بھابی جان کو عزیز نے خط بھیجا ہے اُن کے خط کو میں نے اپنے سینے سے خوب بھینچ بھینچ کر چپٹا یا۔ خط میں کیا لکھا ہے یہ ابھی تک معلوم نہ تھا۔ مگر دل کہہ رہا تھا وہ آ رہے ہیں۔ اب میری برسوں کی تمنا پوری ہو گی۔ میں نے ایک مدت سے انہیں اپنے دل میں بٹھا رکھا تھا وہ بھائی جان کے دور پرے کے رشتہ دار تھے۔ اور بھائی جان سے بہت گھلے ملے ہوئے تھے۔ بھابی کہا کرتے تھے "رشمی عزیز بھی تیری طرح شرارت کا پتلا ہے" ایسے موقعوں پہ بھابی مجھے کچا کرنے کیلئے کہتیں "ان دونوں کی جوڑی خوب رہے گی؟" میں انہیں چھیڑنے کے لئے کہہ دیتی "جی ہاں تم کیوں نہ تعریف کرو گی صورت شکل میں بھائی جان سے ملتے جو ہیں"

عزیز کا خط کھول کر میں نے پڑھا لکھا تھا میں آ رہا ہوں۔ میں نے جلدی سے گوند سے خط کو پھر اُسی طرح بند کر دیا۔ اور چپکے سے بھائی جان کی میز پہ رکھ آئی۔ عزیز کا خط پڑھنے کے بعد میرا دل

خوشی سے پھولا نہ سمایا مگر خط جلدی میں پڑھنے کی وجہ سے مجھے یہ خیال نہ رہا کہ کس تاریخ کو آئیں گے اس لئے خوشی کے ساتھ ساتھ ایک قسم کی ڈگڈگ ابھی تھی کہ خبر نہیں کب آئیں خدا خدا کرکے کالج کا وقت ختم ہو اور میں گھر آئی۔ دل بیقرار تھا شاید اُن کا کوئی خط آیا ہو اپنے کمرے میں کتابیں پھینک کر میں فوراً اس توہ میں بھائی جان کے کمرے میں گھسی کہ شاید میز پر ان کا کوئی اور خط پڑا ہو۔ میں نے دیکھا بھائی جان آرام کرسی پر نیم دراز ہیں اور ایک رسالہ پڑھ رہے ہیں۔ میری اُن کی چھینا جھپٹی تو ہوتی ہی رہتی تھی۔ دبے پاؤں اُن کے پیچھے پہنچکر میں نے رسالہ اُن سے جھپٹ کر چھین لیا مگر ——— ارے !!! میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

جنہیں میں بھائی جان سمجھی وہ عزیز تھے۔ چند منٹ تک میں بھونچکا سی کھڑی رہی۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کروں۔ عزیز پہلے تو ایک دم اچھلکر کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر انھوں نے مسکراکر بڑے پیارے انداز سے مجھے سلام کیا اب میں سنبھلی اور سر پر پیر رکھ کر باہر کی طرف بھاگ شرم سے میں پانی پانی ہو رہی تھی اور چہرہ ایسا جل رہا تھا گویا آگ نکل رہی ہے۔ آئینہ میں چہرے پر نظر پڑی تو دیکھا منہ لال بھبوکا ہو رہا ہے میں نے اپنے دل میں سوچا اُنھوں نے کیا خیال کیا ہوگا کہتے ہوں گے بڑی ہی بے حیا لڑکی ہے۔ اگر انھوں نے بھائی جان سے یہ بات کہہ دی تو کیا ہوگا خدا کرے کہ اس بات کو وہ اپنے ہی تک رکھیں۔

شام کو مجھے بیڈ منٹن کے میچ میں کھیلنا تھا۔ چار بجے کے قریب میں جانے کے لئے تیار ہوئی اور ڈرائنگ روم میں بھائی جان سے کہنے گئی۔ دیکھا کہ وہ بھائی جان اور بھابی تینوں بیٹھے ہیں۔ میں الٹے پیروں واپس ہونے لگی مگر بھابی نے ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا اور عزیز سے مخاطب ہوکر کہا "یہ ہیں میری چھوٹی نند شمی۔ بی اے فائنل میں ہیں اور شمی یہ ہیں عزیز"

"آداب عرض بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر"

میں کانپ گئی۔ صبح کی حرکت یاد آگئی۔ بڑی مشکل سے منہ سے جواب کے الفاظ نکلے اور پھر گھٹی ساده کے بیٹھ گئی۔ بھابی نے عزیز سے کہا "بڑی سیدھی لڑکی ہے"

"جی ہاں۔ میں جانتا ہوں" کہہ کر عزیز ہنس پڑے۔ میں شرم کے مارے گڑی جا رہی تھی "میں جا رہی ہوں۔ بھائی جان" میں نے کہا اور آہستہ آہستہ نظریں اوپر اٹھائیں تو عزیز کی نظروں سے مل گئیں۔ وہ میری ہی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُن کی نظروں میں کچھ ایسی بات تھی کہ میرا دل زور سے دھڑکا۔ میں فوراً گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی بھائی جان نے پوچھا "کہاں؟" بھابی جان بول اٹھیں "آج انہیں میچ میں کھیلنا ہے نا" بھائی جان بولے۔ "میں بھی دیکھنے آؤں گا شمی" میں اُن کا مطلب سمجھ گئی یعنی عزیز دیکھنے آئیں گے۔

جب میں موٹر سے اتر کر کھیل کے میدان میں پہنچی تو ابھی تک میرا خیال عزیز ہی میں پڑا ہوا تھا۔ سڈول گٹھا ہوا بدن گورا گورا رنگ بڑی بڑی روشن آنکھیں، وہ دیکھنے آئیں گے۔ یہی خیال تھا جس نے مجھے کھیلنے پر آمادہ کیا۔ ورنہ مجھ سے نہ کھیلا جاتا۔ کھیل ختم ہونے کے بعد سب نے میرے کھیل کی تعریف کی مگر جب عزیز نے مسکراتے ہوئے کہا "خوب کھیلیں" تو جو خوشی مجھے اُن کے ان تین لفظوں سے ہوئی دوسروں کے لمبے چوڑے فقروں سے وہ خوشی نہیں ہوئی۔

میں ڈرائنگ روم میں بیٹھی ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔ کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ میں نے گردن موڑ کر دیکھا عزیز تھے۔ میں کھڑی ہو گئی عزیز نے بھائی جان کو پوچھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ "معلوم نہیں کہاں ہیں"

وہ بولے "آپ کھڑی کیوں ہیں۔ بیٹھئے نا"

اب مجھے خیال آیا کہ میں نے انھیں ابھی تک بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا۔ گھبرا کر بولی "اوہ!"

"کیا ہوا؟" اُنھوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں آپ سے بیٹھنے کے لئے کہنا بھول گئی"

وہ مسکرا کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر تک ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر انھوں نے پوچھا "آپ بندے نہیں پہنتیں؟"

میں نے حیران ہو کر اُن کی طرف دیکھا۔ آخر اس سوال کا مطلب؟

"دیکھئے میں یہ بندے لایا ہوں" یہ کہتے ہوئے انھوں نے بندے میری طرف بڑھائے میرا ہاتھ آپ ہی آپ آگے بڑھ گیا۔ وہ بولے "مگر آپ کو دینے کے لئے تھوڑا ہی لایا ہوں"

میں نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا اور شرم سے پانی پانی ہوگئی۔ وہ ہنسنے لگے۔ بولے "اچھا خیر لے لو"
میں نے انکار کے طور پر گردن ہلائی۔ وہ بولے "تو کیا مجھ ہی کو کانوں میں پہنانے پڑیں گے؟"
میں گھبرائی۔ سنا ہے سزارت کے پتلے ہیں کہیں سچ مچ پہنانے بیٹھ نہ جائیں۔ کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا۔ میں نے فوراً ہاتھ بڑھا کر بندے لے لئے۔

شام کو میں پائیں باغ میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی میری نظریں کتاب پر تھیں مگر میری نظروں میں اصل میں کل اور پرسوں اور اترسوں اور آج کے مناظر تھے۔ میں کئی دفعہ عزیز کے ساتھ سیر کو جا چکی تھی راستے میں انھوں نے کیسی کیسی مزیدار اور میٹھی باتیں کی تھیں۔ اُن کا انداز گفتگو، اُن کا پیرائیہ بیان اُن کے خیالات مجھے ان کی ہر بات سہانی اور ان کی ہر ادا امن بھائی معلوم ہوتی تھی۔
دفعتاً کسی نے پیچھے سے میری آنکھیں بھینچ لیں مجھے اپنے شیریں تصورات میں یہ دخل اندازی بہت بری معلوم ہوئی بگڑ کر میں نے پوچھا "کون ہے ہٹاؤ ہاتھ!"
عزیز ہنس پڑے میں نے اپنے غصے کے لہجے کو فوراً بدلتے ہوئے کہا "میں سمجھی خبر نہیں کون ہے!"
"کیا کتاب ہے" انھوں نے میرے برابر بنچ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا اب جو کتاب کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا میں نے کتاب الٹی طرف سے تھام رکھی تھی۔ انھوں نے بھی یہ بات دیکھ لی اور کھلکھلا کر ہنس پڑے میں شرما گئی اُن کی نگاہیں صاف کہہ رہی تھیں کہ ہم سمجھ گئے کتاب پڑھنے کے بہانے سے آپ باغ کی تنہائی میں بیٹھی کسی کا تصور کر رہی تھیں!
انھوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کوئی چیز میری ایک انگلی سے ہلکے سے چھو گئی۔ دیکھا تو اس انگلی میں انھوں نے انگوٹھی پہنائی تھی۔ بولے "بھئی سچ آپ کی انگلی میں یہ انگوٹھی بہت ہی پیاری لگتی ہے۔ مگر۔ مگر یہ انگلیاں اس انگوٹھی سے بھی زیادہ پیاری پیاری معلوم ہوتی ہیں"
میرا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں رکھا ہوا تھا۔ میں اپنا ہاتھ کھینچنے کی جرأت نہ کر سکی، وہ مجھے دیکھ رہے تھے اور میں انھیں دیکھ رہی تھی۔ وہ آنکھوں کے راستے میرے دل میں اترے چلے جا رہے تھے۔ اور مجھے اپنی آنکھوں سے اپنے دل میں کھینچے لئے جا رہے تھے
دفعتاً ہمارا دھیان ٹوٹا۔ بھابی آ رہی تھیں انھوں نے کہا۔ "عزیز تمہارے پاس کوئی آیا ہے"
وہ اٹھے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُن کا جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میری طرف جذبات میں ڈوبی نظروں سے دیکھ کر بولے "ابھی آتا ہوں"

میں ڈرائنگ روم میں سے گزر کر اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ باتوں کی آواز سنائی دی میں ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ بھابی کے کمرے میں سے عزیز کی آواز آ رہی تھی۔ دبے پاؤں میں بند کواڑوں کے نزدیک گئی اور درزوں میں سے دیکھا بھابی اور عزیز ایک ہی کوچ پر بیٹھے تھے اور خوب گھل مل کر باتیں کر رہے تھے۔ بھابی کہہ رہی تھیں "عزیز کسی کا پُر ارمان دل اب تمہارا ہو چکا ہے۔ اُسے اپنی بے رخی سے ٹھیس نہ لگا دینا"
میں آگے کچھ نہ سن سکی یہ معلوم ہوا گویا کسی نے میرے دل پر ہتھوڑا مار دیا" بھابی! بھابی عزیز کو دل دے بیٹھی ہیں!!!"
اپنے کمرے میں آ کر میں کھڑی نہ رہ سکی اگر کوشش نہ کرتی تو ضرور چکرا کر گر جاتی۔ پلنگ پر گر پڑی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ عزیز! اگر تم کسی اور کے پر ارمان دل کو اپنا بنا چکے تھے تو مجھ غریب کو محبت کے دھوکے میں کیوں مبتلا کیا؟ اُن کا خیال کر کے مجھے اپنا دل ٹوٹتا سا محسوس ہو رہا تھا اور ہر لمحہ کے بعد دل کراہ کر ان کا نام جپتا تھا۔
مگر میں نے اپنے دل کو سنبھالا اور میز پر آ کر خط لکھنے بیٹھ گئی میں عزیز سے اپنے دل کی بات کہہ دینا چاہتی تھی۔ دفعتاً کسی نے پیچھے سے آ کر اور جھپٹ کر وہ کاغذ اٹھا لیا۔ جس پر میں خط لکھ رہی تھی۔ میں نے گیلی آنکھوں سے دیکھا۔ عزیز کھڑے مسکرا رہے تھے۔ انھوں نے مذاحیہ انداز سے خط اپنے ہاتھ میں لے کر پڑھنا شروع کیا
"آپ نے میرا دل توڑ ڈالا ہے۔ مجھے آپ سے ایسی امید نہ تھی اگر آپ نے کسی اور کو پہلے سے اپنے دل میں جگہ

دے رکھی ہے تو مجھ غریب کو محبت کے فریب میں پھنسانے کی کیا ضرورت تھی آپ نے میرے دل کی دنیا اُجاڑ دی اب یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ آپ دل سے میرے نہیں ہیں میرے سامنے اس کے سوا اور کیا راستہ رہ جاتا ہے"

خط میں یہیں تک لکھا گیا تھا۔ ہنس کے بولے "خیریت گزری کہ میں نے آپ کو کواڑوں کی درزوں میں سے کن سوئیاں لیتے دیکھ لیا تھا اور میں یہ بھی تاڑ گیا تھا کہ آپ اپنی بھابی صاحبہ کی بات سن کر ضرور غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی ہونگی۔ اگر میں نے آپ کو دیکھ نہ لیا ہوتا اور یہ اندازہ نہ لگایا ہوتا کہ آپ پر کیا گزر رہی ہوگی اور نجانے میرا کیا انجام ہوتا۔ آپ ہیں بڑی ناسمجھ"

میں نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں اوپر اٹھائیں اور انکی طرف دیکھا کہ یہ عزیز کیا کہہ رہے ہیں۔

عزیز نے کہا "آپ کو یاد ہوگا آپ کی بھابی نے اس وقت کیا کہا تھا۔ انھوں نے کہا تھا کہ وہ عزیز کسی کا ہو ارمان دل اپنا تمہارا ہو چکا ہے" بھولی لڑکی تم نے یہ نہ سوچا کہ کسی کے ارمان دل سے اُن کا اشارہ اپنی طرف ہے یا تمہاری طرف بس لگیں رونے دھونے اور ———

میں نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ انکی آنکھوں میں سچائی جھلک رہی تھی۔ میں شرمندہ سی ہو گئی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی اور آنکھوں میں جو دو آنسو تھے وہ رخساروں پر ڈھلک پڑے عزیز نے ہنستے ہوئے کہا "اہا!! برستے ہوئے بادلوں میں سورج نکل رہا ہے !!!

آگے بڑھ کر وہ میرا ہاتھ پکڑنے لگے

میں شرما کر وہاں سے بھاگی۔ وہ کہتے رہ گئے "سنو تو سہی۔ ذرا سنو تو"

قرآن پاک کے تیسوں پاروں کے جملہ مضامین آپ کی مادری زبان میں

اردو زبان میں قرآن مجید

کلام پاک کے تمام مضامین اور احکامات ابجد وار سلیس اردو میں شائع کردئے گئے ہیں

یہ اردو زبان کا قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے جملہ مضامین کی ڈکشنری بھی۔ اس عجیب غریب تالیف کے بعد قرآن مجید کی ورق گردانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہر اردو داں ایک نظر میں پورے قرآن مجید کے جملہ مضامین پر عبور حاصل کر سکتا ہے اور ہر شخص بڑی آسانی سے جس مسئلہ اور جس موضوع کے بارے میں قرآن مجید کا ناطق فیصلہ معلوم کرنا چاہے وہ ایک منٹ میں معلوم کر سکتا ہے۔ اس بے نظیر تالیف نے قرآن مجید کی تعلیم کو آئینہ کی طرح پیش کر دیا ہے۔ یہ تالیف علامہ میں ڈکشنری مضامین القرآن کے نام سے شائع کی گئی ہے۔

ڈکشنری مضامین القرآن
(مرتبہ مفتی شوکت علی فہمی)

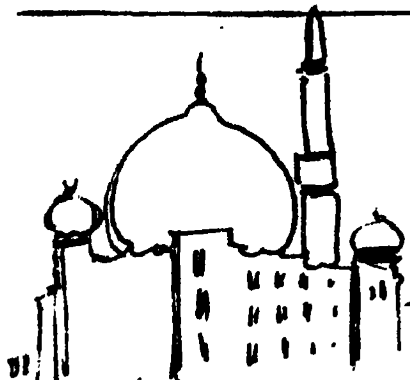
فی الحقیقت کتاب نہیں ہے بلکہ ایک عجوبہ ہے جس میں قرآن پاک کے تیسوں پاروں کے جملہ مضامین اور مکمل احکامات اسطرح اردو میں ابجد وار درج کئے گئے ہیں کہ ہر شخص قرآن پاک کی تعلیمات سے علما کی طرح پورا پورا استفادہ کر سکتا ہے اس لاجواب تالیف نے بڑی بڑی تفسیروں اور سمجھ میں نہ آنے والے قرآن مجید کے ترجموں سے مسلمانوں کو بے نیاز کر دیا ہے

اسمیں قرآن مجید کے جملہ مضامین ذیل کی ترتیب کے ساتھ درج ہیں

(الف) کے تحت قرآن مجید کے وہ تمام مضامین اور ارشادات درج ہیں جو الف سے شروع ہوتے ہیں مثلاً اللہ، ایثار، انسان، ابراہیم، اسمٰعیل اسحاق وغیرہ (ب) کے تحت قرآن مجید کے وہ تمام مضامین اور ارشادات درج ہیں جو ب سے شروع ہوتے ہیں مثلاً بردباری۔ بربادی۔ باطل۔ برق۔ بنی اسرائیل وغیرہ یعنی الف، ب، ت سے لیکر ی تک قرآن مجید کے تمام مضامین اور ارشادات ابجد وار اردو میں درج کئے گئے ہیں۔ اور قرآن مجید کے ہر پارہ رکوع اور آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو زبان میں قرآن مجید کے سلسلے میں یہ ایک ایسی مکمل اور مستند تالیف ہے جو اردو زبان میں تو کیا کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی۔ قیمت مجلد دس روپے

دینی دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶

غیر ممالک میں اسلام



امریکہ میں اسلام کی مقبولیت

دو ہزار سے زائد اسلامی تنظیمیں اور دو سو سے زائد مساجد

(از جناب صادق قریشی)

ذیل کا مضمون جناب صادق قریشی کے ایک طویل مقالہ کا خلاصہ ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دیگر ممالک کی طرح امریکہ میں بھی اسلام کی مقبولیت کس قدر سرعت سے بڑھ رہی ہے۔

سرکاری اور نیشنل کونسل نیز چرچز کا تخمینہ ہے کہ امریکہ میں بیس لاکھ کے لگ بھگ مسلمان ہیں۔ مگر امریکہ کے اسلامی سینٹر نے امریکی مسلمانوں کی تعداد ۳۲ لاکھ بتائی ہے۔ اور اُن کی تعداد میں اضافہ کی شرح کافی ہے۔ یہ اضافہ تین ذرائع سے ہو رہا ہے ایک تو مقامی مسلمانوں کی شرح پیدائش سے دوسرے غیر ممالک سے ہجرت کے ذریعہ اور تیسرے قبول اسلام کے ذریعہ۔

دس لاکھ کے قریب مسلمان چند بڑے بڑے شہروں یعنی نیویارک شکاگو۔ لاس اینجلز۔ ڈیٹرائیٹ۔ واشنگٹن۔ سان فرانسسکو۔ اور ہوسٹن میں رہتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ تعداد میں مسلمان نیویارک میں آباد ہیں جن کا تعلق دنیا کے ہر اسلامی ملک سے ہے شکاگو میں بھی بہت سے ملکوں کے مسلمان آباد ہیں۔ مگر ہندوستانی اور پاکستانی نسبتاً زیادہ ہیں۔ لاس انجیلز میں ایرانی اور عرب زیادہ ہیں

اگر بیرونی ممالک سے امریکہ آنے والے مسلمانوں کی تعداد کو لیا جائے تو اس میں سب سے زیادہ تعداد ایرانی مسلمانوں کی ہے۔ پھر شامی اور ترک مسلمانوں کا نمبر آتا ہے۔ اس کے بعد افریقی مصری۔ فلسطینی اور البانوی ہیں۔ یہ وہاں کے قدیم مسلمان آباد کاروں کا حال ہے۔ ۱۹۶۵ء کے بعد امریکہ میں جا کر آباد ہونے والے مسلمانوں میں پہلے نمبر پر مصری اور دوسرے نمبر پر پاکستانی ہیں۔ زبان ایک ہونے کی وجہ سے تمام عرب ممالک کے مسلمان آپس میں بہت قریب ہیں۔ عرب ممالک سے آکر امریکہ میں آباد ہونے والے مسلمان کل امریکی مسلم آبادی کا تیسرا حصہ ہیں۔ مشرق بعید یعنی ملائشیا، انڈونیشیا، فلپائنز سے امریکہ پہنچنے والے مسلمان زیادہ تر۔ ہونولولو، سان فرانسسکو وغیرہ شہروں میں آباد ہیں پاکستانی زیادہ تر نیویارک۔ شکاگو۔ لاس اینجلز۔ سان فرانسسکو واشنگٹن، بالٹی مور، فلاڈلفیا، فلوریڈا اور ٹکساس میں آباد ہیں

اس وقت امریکہ میں دو ہزار کے لگ بھگ اسلامی تنظیمیں قائم ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ فعال تنظیم "ایم۔ ایس۔ اے" یعنی مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن ہے جو ۱۹۶۲ء میں قائم ہوئی تھی ان کا صدر دفتر انڈیانا پلس کے قریب پلین فیلڈ میں ہے اس ایسوسی ایشن کا سالانہ اجلاس اعلیٰ تنظیم اور شان و شوکت کا آئینہ دار ہوتا ہے ان کا اپنا پبلشنگ ہاؤس۔ تعلیمی دفتر۔ ہاسٹل بنک اور دوسرے ادارے ہیں۔ اگرچہ اس تنظیم کے نام میں "اسٹوڈنٹس" کا لفظ موجود ہے۔ مگر اس میں مختلف ممالک سے آئے ہوئے سابق اسٹوڈنٹس بھی شامل ہیں جو اعلیٰ تعلیم کے بعد وہیں آباد ہو گئے ہیں اور اب بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ کچھ لوگ نہایت کامیاب کاروبار کے مالک ہیں امریکہ میں اسلامی تعلیم و تربیت کو اجاگر کرنے میں ان لوگوں نے بہت کام کیا ہے۔ مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے علاوہ دوسری اسلامی تنظیمیں بھی امریکہ میں اسلام کے فروغ کے لئے اپنے (باقی صفحہ ۵ پر



مفلسی، مصیبت، بیماری، اور پریشانی کا مجرب علاج

اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنہوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اگر اعمال کو صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں۔ بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں۔ اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں۔ لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے۔ لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگائیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات
(مرتبہ مولانا سید ظہور احمد صاحب ناگپوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے بروجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں لاتعداد عداوت کے اعمال درج ہیں کشائش رزق تسخیر محبوب اور چور کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

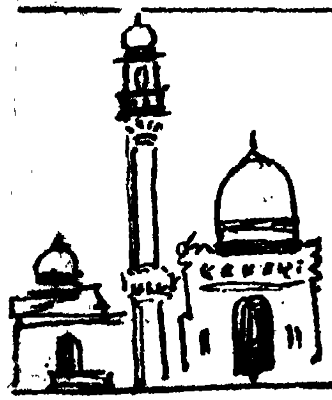
کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول :- ابتدائی معلومات :- اس میں حسب فن تحقیق کے اعداد و شمار بروجوں کے رنگ، برج، سیاروں کی رفتار اور مقامات درج ہیں۔
باب دوم :- اعمال حسنہ :- اسمیں اسمائے حسنیٰ کے نقش کالوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی نیز ان کے نقوش اور اعمال درج ہیں۔
باب سوم :- اعمال محبت :- اسمیں محبوب کو تابع کرنے کے لئے اسم ذات دو دو عمل اسم الٰہی سے محبت، تصور محبوب کا عمل، قرآنی اعمال درج ہیں
باب چہارم :- عملیات عداوت :- اسمیں دشمن کے شر اور نقصان سے بچنے کیلئے اور ظالم پر جو ادا حملہ کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب پنجم :- کشائش رزق :- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور دولت مند بننے کے لئے بہت سے اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب ششم :- تسخیر خلائق :- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کیلئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں
باب ہفتم :- تسخیر حکام :- اس میں حکام کی تسخیر کیلئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب ہشتم :- چور کی شناخت :- اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب نہم :- گمشدہ کی واپسی :- اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے۔
باب دہم :- مختلف امراض کے لئے :- اسمیں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنہیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں
باب یازدہم :- اولاد کیلئے :- اسمیں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں
باب دوازدہم :- حل مشکلات :- اسمیں پریشانی اور مشکلات سے نجات پانے کیلئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔
باب سیزدہم :- فالنامہ غوث الاعظم :- اس فالنامے کے ذریعہ ہی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف دس روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶

دنیائے اسلام پر ایک نظر



مجاہدین فلسطین کا عرب ممالک سے شکوہ

عرب ممالک فلسطینی فوج تیار کریں۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ پر نظر بد

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

مجاہدین فلسطین کا عرب ممالک سے شکوہ

گذشتہ ایک ہزار سال کی تاریخ میں امریکہ اور اسرائیل کے ہاتھوں جتنا بڑا ظلم مجاہدین فلسطین پر ہوا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں مفقود ہے۔ کیسا ظلم و ستم ہے کہ اسرائیل فلسطینیوں ہی کی سرزمین پر دندنا رہا ہے اور پھر اس سرزمین کے اصل مالکوں پر یلغار بھی کر رہا ہے جبکہ مظلوم فلسطینی جلاوطنی کے عالم میں لبنان میں اپنی زندگیاں نہایت تلخی کے ساتھ بسر کر رہے تھے۔

لبنان پر نہ امریکہ کا کوئی حق ہے۔ اور نہ اسرائیل کا یہ ایک جداگانہ آزاد ملک ہے۔ اس غیر ملک میں امریکہ کی شہ پر اسرائیل کا فوجیں چڑھا دینا اور بمباری سے پورے ملک کو برباد کر دینا ایک ایسی بربریت ہے جسکی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ ہم حیران ہیں کہ درجنوں عرب ممالک اس بربریت کو کس طرح برداشت کرتے رہے۔ اور انھوں نے یہ نہ سوچا کہ آج جو کچھ ایک عرب ملک لبنان میں ہو سکتا ہے۔ وہی کل دوسرے عرب ممالک میں بھی ہو سکتا ہے

یاسر عرفات نے بجا طور پر عرب ممالک کے لبنان کی جنگ میں حصہ نہ لینے پر اظہار افسوس کیا ہے حالانکہ سب ہی عرب ممالک کا یہ فرض تھا کہ وہ متحد ہو کر لبنان کی جانب بڑھتے اور اسرائیل کے مقابلہ پر ایک ایسی فولادی دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے کہ اسرائیل کو لبنان سے فلسطینیوں کو نکال باہر کرنے کی جرات ہی نہ ہوتی ہمکو اس بات کا اعتراف ہے سب ہی عرب ممالک کو فلسطینی مجاہدین سے ہمدردی ہے۔ لیکن ان کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اسرائیل درندوں کا مقابلہ محض زبانی ہمدردی [illegible] کے منعقد کرنے سے نہیں ہو سکتا۔

اسرائیلی درندوں نے غیر آئینی طور پر لبنان پر حملہ کیا ہے اس حملہ کا جواب عرب ممالک کو حملہ ہی سے دینا چاہیئے تھا۔ خواہ نتائج کچھ ہی کیوں نہ نکلتے بہر حال اب بھی عرب ممالک کے لئے موقع ہے کہ وہ اس سارے معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر آج اسرائیل ایک عرب ملک لبنان میں من مانی کر سکتا ہے تو کل اسی طرح کسی دوسرے عرب ملک کو بھی نشانہ بنا سکتا ہے۔

عرب ممالک فلسطینی فوج تیار کریں

جہاں تک امریکہ اور اسرائیل کا تعلق ہے یہ دونوں ہی یہ چاہتے ہیں کہ لبنان میں فلسطینی مجاہدین کے ٹھکانوں کو برباد کر کے مجاہدین فلسطین کو نہ صرف لبنان سے نکال دیں بلکہ انہیں صفحہ ہستی سے نابود کر دیں تاکہ دنیا میں ان کے خلاف محاذ آرائی کرنے والا کوئی باقی نہ رہے

اس کے جواب میں مجاہدین فلسطین ہی کا نہیں بلکہ سب ہی عرب ممالک کا فرض ہے کہ ایک طرف تو وہ مجاہدین فلسطین کو لبنان میں حسب معمول آباد رکھنے کے ذرائع فراہم کریں اور دوسری جانب سب ہی عرب ممالک اپنی فوجوں میں ایک مخصوص فلسطینی دستہ قائم کریں جو کم از کم دس ہزار مجاہدین پر مشتمل ہو اور اس دستہ کو ان تمام جدید ہتھیاروں کے استعمال کی تربیت دیں جو عرب ممالک امریکہ اور دوسرے اسلحہ سپلائی کرنے والے ممالک سے حاصل کر رہے ہیں۔

ہماری اس تجویز کے مطابق اگر دس عرب ممالک بھی دس دس

تب اگر فلسطینی مجاہدین کا دستہ اپنی فوج میں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو مجموعی طور پر مجاہدین فلسطین کی ایک لاکھ کی ایک ایسی مضبوط فوج تیار کی جا سکے گی جو وقت آنے پر اسرائیل اور اس کے حامیوں کے دانت آسانی سے کھٹے کر سکیں گے کیوں کہ لبنان کی حالیہ جنگ میں فلسطینیوں نے جس بے جگری اور دلیری کا ثبوت دیا ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ ظاہر ہے کہ جو مجاہدین فلسطین معمولی ہتھیاروں سے اسرائیلی درندوں کا اس جرأت کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر ان کے قبضہ میں بھاری آلات حرب ہوں گے تو وہ کیا کچھ نہیں کر سکتے۔

امریکہ اور اسرائیل چاہتے ہیں کہ مجاہدین فلسطین کو زندہ درگور کر دیا جائے کیونکہ وہ اُن کی بے مثال فوجی صلاحیت سے گھبرا گئے ہیں۔ اور اپنے مستقبل کے لئے انہیں زبردست خطرہ سمجھ رہے ہیں۔ اور عرب ممالک کا فرض ہے کہ وہ مجاہدین فلسطین کو ہر حال میں زندہ اور برقرار رکھیں اور ان کو زندہ اور برقرار رکھنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہر عرب ملک کی فوج میں ایک فلسطینی دستہ ضرور قائم کیا جائے کاش ہماری یہ آواز عرب ممالک تک پہنچ سکے

مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ پر نظر بد

یہ یاد رہے کہ لبنان پر اسرائیل کا حملہ صرف فلسطینی مجاہدین کی بربادی کی غرض سے نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ پوری دنیائے عرب اور دنیائے اسلام کے خلاف صیہونیت کا سوچا سمجھا حملہ ہے چنانچہ لندن کی اطلاع ہے کہ پی۔ ایل۔ او کے مقامی شاخ کے نمائندے مسٹر نبیل رملوی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ۔ اگر عرب ممالک صیہونیت کی توسیع پسندی کے عزائم پر روک نہیں لگائیں گے تو صیہونی حملہ جاری رہیگا جس کی وجہ سے حرمین شریفین اور عرب تیل کے ذخائر کو شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ مسٹر رملوی نے کہا کہ یہ آج فلسطینی اور لبنانی بھائی بیچارے مددگار ہیں۔ آج وہ عرب حکومتیں کہاں ہیں جنہوں نے فلسطینیوں کی حمایت میں بار بار اعلان کیا تھا۔ جبکہ یہ سوچنے کی بات ہے کہ اسرائیلی توسیع پسندی صرف فلسطینیوں کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کی زد میں پوری عرب دنیا آنے والی ہے "

مسٹر رملوی نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہے قبلۂ اول بیت المقدس پر تو وہ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں قبضہ کر چکا ہے اور اسرائیل کا تازہ منصوبہ یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو ڈھا کر ہیکل سلیمانی کو پھر سے تعمیر کیا جائے۔ پھر اس کے بعد اسرائیل کا منصوبہ یہ ہے کہ اس پورے عرب علاقہ پر قبضہ کر لیا جائے جسے اسرائیل اپنے آباؤ اجداد کی میراث تصور کرتا ہے۔ یہ علاقہ دریائے نیل سے لیکر فرات تک پھیلا ہوا ہے۔ یعنی مصر، اردن، پورا شام، پورا لبنان۔ عراق کا بڑا حصہ۔ ترکی کا جنوبی علاقہ اور مدینہ منورہ تک حجاز کا علاقہ شامل ہے۔ اور بعض ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ اور مکہ معظمہ پر بھی اسرائیل کی نظر بد ہے۔

اسرائیل کی جارحیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جن مزید عرب علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتا ہے اُن کا مکمل نقشہ اُس نے اسرائیل پارلیمنٹ کے صدر دروازہ پر آویزاں کر رکھا ہے۔ گویا اسرائیل ایک ایسا ڈاکو ہے جس نے ڈاکہ ڈالنے سے قبل یہ بات واضح کر دی ہے کہ وہ کن مزید عرب علاقوں پر ڈاکہ ڈالنے والا ہے۔ ان حقائق اور واقعات سے عرب ممالک کو عبرت اور نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور اگر انہوں نے اس وقت کوتاہی سے کام لیا تو شاید ساری عمر انہیں پچھتانا پڑے گا۔

ایران و عراق جنگ میں اسرائیل کا ہاتھ

پوری اسلامی دنیا اس بات پر حیران ہے کہ جبکہ عراق نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا تھا۔ اور اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا کہ وہ ایران کے ساتھ اپنے مسائل باہمی گفتگو کے ذریعے طے کرے گا تو پھر ایران کو از سر نو جنگ چھیڑنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔

لیکن حال ہی میں باوثوق ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ اُن سے پتہ چلا ہے کہ عراق کے خلاف ایران کی جنگ صرف اسرائیلی ہتھیاروں کے بل پر ہی نہیں لڑی جا رہی ہے بلکہ اسرائیل اور امریکہ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ اس جنگ کو زیادہ سے زیادہ طول دیا

جائے تاکہ عراق جو ایک بڑی عرب طاقت ہے وہ کمزور ہو جائے بلکہ اسرائیل کی کوشش یہ ہے کہ دوسرے عرب ممالک بھی اس جنگ میں شامل ہو جائیں۔ اور اس جنگ کو عرب اور عجم کی جنگ کا رنگ دیکر عربوں کی طاقت کو زبردست دھکا لگایا جا سکے۔

ایران کے بارے میں مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ شروع ہی سے اسرائیل کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔ چنانچہ اُس نے پچھلے دنوں فلسطینیوں کی امداد کے لئے ایرانی فوج بھیجنے کا جو اعلان کیا تھا وہ بھی محض پروپیگنڈا اسٹنٹ تھا ورنہ درحقیقت ایران درپردہ اسرائیل اور امریکہ سے ساز باز کئے ہوئے ہے۔ اور اور اس کے لئے ایران اسلئے مجبور ہے کیونکہ اس نے عراق کے خلاف پوری جنگ اسرائیل کے عطا کردہ ہتھیاروں سے لڑی ہے

ایران کا نام نہاد اسلامی انقلاب ایک طرف تو خود ایران کے لئے مصیبت ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ ایرانی ملاؤں نے ظلم و جبر اور زیادتی کے معاملہ میں ایرانی شہنشاہیت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اور دوسری جانب ایران نے درپردہ اسرائیل سے ساز باز کرکے اور عراق کے ساتھ جنگ کو طول دیکر دنیائے اسلام کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ ایران و عراق کی جنگ جب سے شروع ہوئی ہے دنیا کے سب ہی اسلامی ممالک اسے بند کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ لیکن یہ بند ہی نہیں ہو سکی۔ کیونکہ دراصل یہ جنگ ایران نہیں بلکہ اسرائیل لڑ رہا ہے۔

افغانی بچوں کو بے دینی کی تعلیم

تازہ اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ اب افغانستان میں بچوں کو بے دینی کی تعلیم کا بھی ایک نیا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ لندن کی ایک اطلاع ہے کہ افغانستان میں موجودہ روسی مشیروں کے ایما پر ایسے تعلیمی اداروں کے قیام کا سلسلہ بڑے پیمانے پر شروع کر دیا گیا ہے۔ جہاں بچوں کو آغاز ہی سے روسی زبان اور کمیونزم کی تعلیم دی جاتی ہے۔

روسیوں کے اس اقدام سے مجاہدین افغانستان میں شدید ناگواری پیدا ہو گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ کئی ایسے اسکولوں پر مجاہدین حملے کر چکے ہیں جن کے ذریعہ بچوں کو کمیونزم کی تعلیم دی جا رہی ہے مجاہدین کا کہنا ہے کہ روس اس کوشش میں ہے کہ وہ افغانستان جیسے مذہبی ملک کو بے دین بنا دے۔ مگر اس ناپاک مقصد میں اُسے کبھی کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی۔

امریکہ میں اسلام کی مقبولیت

(باقی مضمون ص۵۳)

اپنے علاقوں میں قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہیں۔

امریکہ کے اسلامی اداروں کو سعودی عرب لیبیا اور دوسرے تیل پیدا کرنے والے ممالک گرانقدر مالی امداد فراہم کرتے رہتے ہیں جمال عبدالناصر کے زمانہ میں مصر نے واشنگٹن اور ڈیٹرائٹ کے اسلامی مرکزوں کے لئے سرمایہ بھی دیا تھا۔ اور مختلف جگہ امامت کے لئے اور عربی زبان پڑھانے کے لئے الازہر سے ٹیچر بھی بھیجے تھے اب یہ کام پاکستانی زیادہ تعداد میں کر رہے ہیں اور "رابطہ عالم اسلام" کے ارکان مذہبی اور سیاسی نظریات کی اشاعت میں بڑی سرگرمی سے انجام دے رہے ہیں۔

اس وقت امریکہ میں مسلمانوں کے چار سو سے زیادہ سنڈے اسکول (اسلامی درسگاہیں) ہیں اور مسجدوں کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے۔ جو اسلامی تبلیغ کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ اچھی ملازمت پر کام کرنے والے یا کاروبار چلانے والے نوجوان مسلمان واپس اپنے وطن جا کر شادی کر لیتے ہیں اور بیوی کو اپنے ساتھ امریکہ لے آتے ہیں کچھ مسلم نوجوان امریکی عورتوں ہی سے شادی کر لیتے ہیں۔ شادی سے قبل اُن کی ہونے والی بیوی اسلام قبول کر لیتی ہے پھر جب بچے پیدا ہوتے ہیں تو اُن کی اسلامی تربیت وہ لوگ پوری توجہ سے کرتے ہیں۔ سنڈے اسکولوں یعنی اسلامی درسگاہوں میں انہیں قرآنی اور دینی تعلیم دلائی جاتی ہے۔ امریکہ کی مسلم عورتوں کی سرگرمیاں گھروں کی چہار دیواری کے اندر تک محدود رہتی تھیں یعنی وہ امریکہ میں رہتے ہوئے پوری پابندی کے ساتھ اسلامی شعائر پر کاربند رہتی ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلام کو امریکہ میں غیر معمولی فروغ حاصل ہو رہا ہے۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

سو سال بعد دنیا بڑی عجیب ہوگی

امریکہ کے سائنس دانوں نے ایک سلسلہ میں انکشاف کیا ہے کہ آیندہ سو سال بعد کی دنیا بڑی عجیب و غریب ہوگی اس زمانہ میں چاند مریخ اور دوسرے سیاروں میں ہماری دنیا کے لوگوں کی آمد و رفت معمولی بات سمجھی جائے گی۔ موسم کی تبدیلی خود انسان کے اختیار میں ہوگی وہ گرمی اور سردی پر کامل قابو حاصل کر لے گا۔ اسی طرح اولاد کی پیدائش پر کامل قدرت حاصل ہوگی انسان چاہے گا تو بچے پیدا کرے گا ورنہ نہیں۔ بچوں کی پیدائش کے لئے باپ کے مادہ تولید کی ضرورت نہیں ہوگی یہ مادہ تولید ہسپتالوں سے حاصل کیا جا سکیگا۔ خوراک کی ضرورت باقی نہیں رہیگی ایسے کیمیائی اجزا تیار کر لئے جائیں گے جو نہایت قلیل مقدار میں خوراک کی ضرورت کو پورا کر سکیں گے۔ صرف زبانی لذت کے لئے لوگ پسندیدہ چیزیں کھایا کریں گے۔ بیماریاں تقریباً ختم ہو جائیں گی۔ انسان کی عمر بڑھ جائے گی۔ سائنس دانوں کے یہ اندازے اور پیشنگوئیاں بجا اور درست لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیوٹرون بموں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بموں کے ہوتے ہوئے یہ دنیا باقی بھی رہ سکے گی

انسانی خون پینے کا شوق

نیویارک کے ریسرچ سنٹر کے ڈائرکٹر سٹیفن کپلان سفال نے حال ہی میں یہ سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ امریکہ میں درجنوں ایسے لوگ موجود ہیں جن میں کہ مرد اور عورتیں دونوں ہی شامل ہیں۔ انکو انسانی خون پینے کا شوق ہے اور ان انسانی خون پینے والے افراد میں سے اکثر کی عمریں تین سو سال کے قریب ہیں۔ لیکن وہ انسانی خون پینے کی وجہ سے ابھی تک جوان ہی معلوم ہوتے ہیں۔

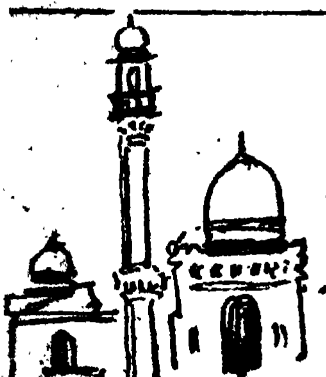
انسانی خون پینے کے یہ شوقین لوگوں کو بے ہوش کر کے ان کا خون نکال لیتے ہیں اور اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور اکثر اوقات یہ قتل کے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔ جب خون پینے کے ان شوقینوں کو انسانی خون نہیں ملتا تو یہ جانوروں کا خون پی کر اپنی خواہش کو پورا کرتے ہیں۔

بولنے والی گھڑی کی ایجاد

میونخ جرمنی کی ایک فرم نے حال ہی میں ایک ایسی ہاتھ کی چھوٹی سی گھڑی ایجاد کی ہے جو بول کر وقت بتاتی ہے۔ اس گھڑی میں ایک چھوٹا سا بٹن لگا ہوا ہے جسے دبانے کے بعد یہ گھڑی پہلے تو گھنٹہ بجاتی ہے اور اس کے بعد منٹ بتاتی ہے اور اس طرح رات کو اندھیرے میں اس گھڑی کے ذریعہ صحیح وقت معلوم ہو سکتا ہے۔

پھر لطف یہ ہے کہ اس گھڑی کی قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں ہے یعنی عام اعلیٰ قسم کی گھڑیوں کی برابر ہے۔ اس فرم کو امید ہے کہ اس کی یہ جدید ایجاد دنیا میں بے حد مقبول ہوگی۔

دنیائے اسلام پر ایک نظر



مجاہدین فلسطین کا عرب ممالک سے شکوہ

عرب ممالک فلسطینی فوج تیار کریں۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ پر نظر بد

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

مجاہدین فلسطین کا عرب ممالک سے شکوہ

گذشتہ ایک ہزار سال کی تاریخ میں امریکہ اور اسرائیل کے ہاتھوں جتنا بڑا ظلم مجاہدین فلسطین پر ہوا ہے اُس کی مثال تاریخ عالم میں مفقود ہے۔ کیسا ظلم و ستم ہے کہ اسرائیل فلسطینیوں ہی کی سرزمین پر دندنا رہا ہے اور پھر اس سرزمین کے اصل مالکوں پر یلغار بھی کر رہا ہے جبکہ مظلوم فلسطینی جلاوطنی کے عالم میں لبنان میں اپنی زندگیاں نہایت تلخی کے ساتھ بسر کر رہے تھے۔

لبنان پر نہ امریکہ کا کوئی حق ہے۔ اور نہ اسرائیل کا یہ ایک جداگانہ آزاد ملک ہے۔ اس غیر ملک میں امریکہ کی شہ پر اسرائیل کا فوجیں چڑھا دینا اور بم باری سے پورے ملک کو برباد کر دینا ایک ایسی بربریت ہے جسکی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ ہم حیران ہیں کہ درجنوں عرب ممالک اس بربریت کو کس طرح برداشت کرتے رہے۔ اور انھوں نے یہ نہ سوچا کہ آج جو کچھ ایک عرب ملک لبنان میں ہو سکتا ہے۔ وہی کل دوسرے عرب ممالک میں بھی ہوسکتا ہے

یاسر عرفات نے بجا طور پر عرب ممالک کے لبنان کی جنگ میں حصہ نہ لینے پر اظہار افسوس کیا ہے حالانکہ سب ہی عرب ممالک کا یہ فرض تھا کہ وہ متحد ہو کر لبنان کی جانب بڑھتے اور اسرائیل کے مقابلہ پر ایک ایسی فولادی دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے کہ اسرائیل کو لبنان سے فلسطینیوں کو نکال باہر کرنے کی جرأت ہی نہ ہوتی ہمکو اس بات کا اعتراف ہے سب ہی عرب ممالک کو فلسطینی مجاہدین سے ہمدردی ہے۔ لیکن ان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسرائیل درندوں کا مقابلہ محض زبانی ہمدردی [illegible] کے منتشر کرنے سے نہیں ہوسکتا۔

اسرائیلی درندوں نے غیر آئینی طور پر لبنان پر حملہ کیا ہے اِس حملہ کا جواب عرب ممالک کو حملے ہی سے دینا چاہیئے تھا۔ خواہ نتائج کچھ ہی کیوں نہ نکلتے بہر حال اب بھی عرب ممالک کے لئے موقع ہے کہ وہ اِس سارے معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر آج اسرائیل ایک عرب ملک لبنان میں من مانی کرسکتا ہے تو کل اسی طرح کسی دوسرے عرب ملک کو بھی نشانہ بنا سکتا ہے۔

عرب ممالک فلسطینی فوج تیار کریں

جہاں تک امریکہ اور اسرائیل کا تعلق ہے یہ دونوں ہی یہ چاہتے ہیں کہ لبنان میں فلسطینی مجاہدین کے ٹھکانوں کو برباد کرکے مجاہدین فلسطین کو نہ صرف لبنان سے نکال دیں بلکہ اُنہیں صفحۂ ہستی سے نیست نابود کردیں تاکہ دنیا میں اُن کے خلاف محاذ آرائی کرنے والا کوئی باقی نہ رہے

اس کے جواب میں مجاہدین فلسطین ہی کا نہیں بلکہ سب ہی عرب ممالک کا فرض ہے کہ ایک طرف تو وہ مجاہدین فلسطین کو لبنان میں حسب معمول آباد رکھنے کے ذرائع فراہم کریں اور دوسری جانب سب ہی عرب ممالک اپنی فوجوں میں ایک مخصوص فلسطینی دستہ قائم کریں جو کم از کم دس ہزار مجاہدین پر مشتمل ہو اور اس دستہ کو ان تمام جدید ہتھیاروں کے استعمال کی تربیت دیں جو عرب ممالک امریکہ اور دوسرے اسلحہ سپلائی کرنے والے ممالک سے حاصل کر رہے ہیں۔

ہماری اس تجویز کے مطابق اگر دس عرب ممالک بھی دس دس

[اگر] فلسطینی مجاہدین کا دستہ اپنی فوج میں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو مجموعی طور پر مجاہدین فلسطین کی ایک لاکھ کی ایک ایسی مضبوط فوج تیار کی جا سکے گی جو وقت آنے پر اسرائیل اور اس کے حامیوں کے دانت آسانی سے کھٹے کر سکیں گے کیوں کہ لبنان کی حالیہ جنگ میں فلسطینیوں نے جس بے جگری اور دلیری کا ثبوت دیا ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ ظاہر ہے کہ جو مجاہدین فلسطین معمولی ہتھیاروں سے اسرائیلی درندوں کا اس جرأت کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر ان کے قبضہ میں بھاری آلات حرب ہوں گے تو وہ کیا کچھ نہیں کر سکتے۔

امریکہ اور اسرائیل چاہتے ہیں کہ مجاہدین فلسطین کو زندہ در گور کر دیا جائے کیونکہ وہ اُن کی بے مثال فوجی صلاحیت سے گھبرا گئے ہیں۔ اور اپنے مستقبل کے لئے انہیں زبردست خطرہ سمجھ رہے ہیں۔ اور عرب ممالک کا فرض ہے کہ وہ مجاہدین فلسطین کو ہر حال میں زندہ اور برقرار رکھیں اور ان کو زندہ اور برقرار رکھنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہر عرب ملک کی فوج میں ایک فلسطینی دستہ ضرور قائم کیا جائے کاش ہماری یہ آواز عرب ممالک تک پہنچ سکے

مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ پر نظر بد

یہ یاد رہے کہ لبنان پر اسرائیل کا حملہ صرف فلسطینی مجاہدین کی بربادی کی غرض سے نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ پوری دنیائے عرب اور دنیائے اسلام کے خلاف صیہونیت کا سوچا سمجھا حملہ ہے چنانچہ لندن کی اطلاع ہے کہ۔ پی۔ ایل۔ او کے مقامی مفتاح کے نمائندے مسٹر نبیل رملوی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ۔ اگر عرب ممالک صیہونیت کی توسیع پسندی کے عزائم پر روک نہیں لگائیں گے تو صیہونی حملہ جاری رہیگا جس کی وجہ سے حرمین شریف اور عرب تیل کے ذخائر کو شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں" مسٹر رملوی نے کہا کہ " آج فلسطینی اور لبنانی بھائی بے یار و مددگار ہیں۔ آج وہ عرب حکومتیں کہاں ہیں جنہوں نے فلسطینیوں کی حمایت کے [illegible] اعلان کیا تھا۔ جبکہ یہ سوچنے کی بات ہے کہ اسرائیلی توسیع پسندی صرف فلسطینیوں کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کی زد میں پوری عرب دنیا آنے والی ہے "

مسٹر رملوی نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہے قبلہ اول بیت المقدس پر تو وہ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں قبضہ کر چکا ہے اور اسرائیل کا تازہ منصوبہ یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو ڈھا کر ہیکل سلیمانی کو پھر سے تعمیر کیا جائے۔ پھر اس کے بعد اسرائیل کا منصوبہ یہ ہے کہ اُس پورے عرب علاقہ پر قبضہ کر لیا جائے جسے اسرائیل اپنے آباؤ اجداد کی میراث تصور کرتا ہے۔ یہ علاقہ دریائے نیل سے لیکر فرات تک پھیلا ہوا ہے۔ یعنی مصر، اردن، پورا شام، پورا لبنان۔ عراق کا بڑا حصہ۔ ترکی کا جنوبی علاقہ اور مدینہ منورہ تک حجاز کا علاقہ شامل ہے۔ اور بعض ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ اور مکہ معظمہ پر بھی اسرائیل کی نظر بد ہے۔

اسرائیل کی جسارت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جن مزید عرب علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتا ہے اُن کا مکمل نقشہ اُس نے اسرائیل پارلیمنٹ کے صدر دروازہ پر آویزاں کر رکھا ہے۔ گویا اسرائیل ایک ایسا ڈاکو ہے جس نے ڈاکہ ڈالنے سے قبل یہ بات واضح کر دی ہے کہ وہ کن مزید عرب علاقوں پر ڈاکہ ڈالنے والا ہے۔ ان حقائق اور واقعات سے عرب ممالک کو عبرت اور نصیحت حاصل کرنی چاہیئے اور اگر انھوں نے اس وقت کوتاہی سے کام لیا تو شاید ساری عمر انہیں پچھتانا پڑے گا۔

ایران و عراق جنگ میں اسرائیل کا ہاتھ

پوری اسلامی دنیا اس بات پر حیران ہے کہ جبکہ عراق نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا تھا۔ اور اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا کہ وہ ایران کے ساتھ اپنے مسائل باہمی گفتگو کے ذریعے طے کرے گا تو پھر ایران کو از سر نو جنگ چھیڑنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔

لیکن حال ہی میں باوثوق ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ اُن سے پتہ چلا ہے کہ عراق کے خلاف ایران کی جنگ صرف اسرائیلی ہتھیاروں کے بل پر ہی نہیں لڑی جا رہی ہے بلکہ اسرائیل اور امریکہ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ اس جنگ کو زیادہ سے زیادہ طول دیا

جائے تاکہ عراق جو ایک بڑی عرب طاقت ہے وہ کمزور ہو جائے بلکہ اسرائیل کی کوشش یہ ہے کہ دوسرے عرب ممالک بھی اس جنگ میں شامل ہو جائیں۔ اور اس جنگ کو عرب اور عجم کی جنگ کا رنگ دیکر عربوں کی طاقت کو زبردست دھکا لگایا جا سکے۔

ایران کے بارے میں مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ شروع ہی سے اسرائیل کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔ چنانچہ اُس نے پچھلے دنوں فلسطینیوں کی امداد کے لئے ایرانی فوج بھیجنے کا جو اعلان کیا تھا وہ بھی محض پروپگنڈہ اسٹنٹ تھا ورنہ درحقیقت ایران درپردہ اسرائیل اور امریکہ سے ساز باز کئے ہوئے ہے۔ اور اور اِس کے لئے ایران اسلئے مجبور ہے کیونکہ اس نے عراق کے خلاف پوری جنگ اسرائیل کے عطا کردہ ہتھیاروں سے لڑی ہے

ایران کا نام نہاد اسلامی انقلاب ایک طرف تو خود ایران کے لئے مصیبت ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ ایرانی ملاؤں نے ظلم وجبر اور زیادتی کے معاملہ میں ایرانی شہنشاہیت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اور دوسری جانب ایران نے درپردہ اسرائیل سے ساز باز کرکے اور عراق کے ساتھ جنگ کو طول دیکر دنیائے اسلام کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ ایران وعراق کی جنگ جب سے شروع ہوئی ہے دنیا کے سب ہی اسلامی ممالک اسے بند کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ لیکن یہ بند ہی نہیں ہو سکی۔ کیونکہ دراصل یہ جنگ ایران نہیں بلکہ اسرائیل لڑ رہا ہے۔

افغانی بچوں کو بے دینی کی تعلیم

تازہ اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ اب افغانستان میں بچوں کو بے دینی کی تعلیم کا بھی ایک نیا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ لندن کی ایک اطلاع ہے کہ افغانستان میں موجودہ روسی مشیروں کے ایما پر ایسے تعلیمی اداروں کے قیام کا سلسلہ بڑے پیمانے پر شروع کر دیا گیا ہے۔ جہاں بچوں کو آغاز ہی سے روسی زبان اور کمیونزم کی تعلیم دی جاتی ہے۔

روسیوں کے اس اقدام سے مجاہدین افغانستان میں شدید ناگواری پیدا ہو گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ کئی ایسے اسکولوں پر مجاہدین حملے کر چکے ہیں جن کے ذریعہ بچوں کو کمیونزم کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ مجاہدین کا کہنا ہے کہ روس اس کوشش میں ہے کہ وہ افغانستان جیسے مذہبی ملک کو بے دین بنا دے۔ مگر اس ناپاک مقصد میں اُسے کبھی کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی۔

امریکہ میں اسلام کی مقبولیت

(باقی مضمون صفحہ ۵۳)

اپنے علاقوں میں قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہیں۔

امریکہ کے اسلامی اداروں کو سعودی عرب لیبیا اور دوسرے تیل پیدا کرنے والے ممالک گرانقدر مالی امداد فراہم کرتے رہتے ہیں جمال عبدالناصر کے زمانہ میں مصر نے واشنگٹن اور ڈیٹرائٹ کے اسلامی مرکزوں کے لئے سرمایہ بھی دیا تھا۔ اور مختلف جگہ امامت کے لئے اور عربی زبان پڑھانے کے لئے الازہر سے ٹیچر بھی بھیجے تھے اب یہ کام پاکستانی زیادہ تعداد میں کر رہے ہیں اور رابطہ عالم اسلام کے ارکان مذہبی اور سیاسی نظریات کی اشاعت میں بڑی سرگرمی سے انجام دے رہے ہیں۔

اس وقت امریکہ میں مسلمانوں کے چار سو سے زیادہ سنڈے اسکول (اسلامی درسگاہیں) ہیں اور مسجدوں کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے۔ جو اسلامی تبلیغ کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ اچھی ملازمت پر کام کرنے والے یا کاروبار چلانے والے نوجوان مسلمان واپس اپنے وطن جا کر شادی کر لیتے ہیں اور بیوی کو اپنے ساتھ امریکہ لے آتے ہیں کچھ مسلم نوجوان امریکی عورتوں ہی سے شادی کر لیتے ہیں۔ شادی سے قبل اُن کی ہونے والی بیوی اسلام قبول کر لیتی ہے پھر جب بچے پیدا ہوتے ہیں تو اُن کی اسلامی تربیت وہ لوگ پوری توجہ سے کرتے ہیں۔ سنڈے اسکولوں یعنی اسلامی درسگاہوں میں انہیں قرآنی اور دینی تعلیم دلائی جاتی ہے۔ امریکی مسلم عورتوں کی سرگرمیاں گھروں کی چہار دیواری کے اندر تک محدود رہتی ہیں یعنی وہ امریکہ میں رہتے ہوئے پوری پابندی کے ساتھ اسلامی شعائر پر کاربند رہتی ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلام کو امریکہ میں غیر معمولی فروغ حاصل ہو رہا ہے۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

سو سال بعد دنیا بڑی عجیب ہوگی

امریکہ کے سائنس دانوں نے ایک سلسلہ میں انکشاف کیا ہے کہ آیندہ سو سال بعد کی دنیا بڑی عجیب و غریب ہوگی اُس زمانہ میں چاند، مریخ اور دوسرے سیاروں میں ہماری دنیا کے لوگوں کی آمد و رفت معمولی بات سمجھی جائے گی۔ موسم کی تبدیلی خود انسان کے اختیار میں ہوگی وہ گرمی اور سردی پر کامل قابو حاصل کرلے گا اسی طرح اولاد کی پیدائش پر کامل قدرت حاصل ہوگی انسان چاہے گا تو بچے پیدا کرے گا ورنہ نہیں۔ بچوں کی پیدائش کے لئے باپ کے مادہ تولید کی ضرورت نہیں ہوگی یہ مادہ تولید ہسپتالوں سے حاصل کیا جاسکیگا۔ خوراک کی ضرورت باقی نہیں رہیگی ایسے کیمیائی اجزا تیار کرلئے جائیں گے جو نہایت قلیل مقدار میں خوراک کی ضرورت کو پورا کرسکیں گے۔ صرف زبانی لذت کے لئے لوگ پسندیدہ چیزیں کھایا کریں گے۔ بیماریاں تقریباً ختم ہوجائیں گی۔ انسان کی عمر بڑھ جائے گی۔ سائنس دانوں کے یہ اندازے اور پیشنگوئیاں بجا و درست لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیوٹرون بموں، ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں کے ہوتے ہوئے یہ دنیا باقی بھی رہ سکے گی

انسانی خون پینے کا شوق

نیویارک کے ریسرچ سنٹر کے ڈائرکٹر سٹیفن کپلان نے حال ہی میں یہ سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ امریکہ میں درجنوں ایسے لوگ موجود ہیں جن میں کہ مرد اور عورتیں دونوں ہی شامل ہیں۔ انکو انسانی خون پینے کا شوق ہے اور ان انسانی خون پینے والے افراد میں سے اکثر کی عمریں تین سو سال کے قریب ہیں۔ لیکن وہ انسانی خون پینے کی وجہ سے ابھی تک جوان ہی معلوم ہوتے ہیں۔

انسانی خون پینے کے یہ شوقین لوگوں کو بے ہوش کرکے ان کا خون نکال لیتے ہیں اور اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور اکثر اوقات یہ قتل کے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔ جب خون پینے کے ان شوقینوں کو انسانی خون نہیں ملتا تو یہ جانوروں کا خون پی کر اپنی خواہش کو پورا کرتے ہیں۔

بولنے والی گھڑی کی ایجاد

میونخ جرمنی کی ایک فرم نے حال ہی میں ایک ایسی ہاتھ کی چھوٹی سی گھڑی ایجاد کی ہے جو بول کر وقت بتاتی ہے۔ اس گھڑی میں ایک چھوٹا سا بٹن لگا ہوا ہے جسے دبانے کے بعد یہ گھڑی پہلے تو گھنٹہ بجاتی ہے اور اس کے بعد منٹ بتاتی ہے اور اس طرح رات کو اندھیرے میں اس گھڑی کے ذریعہ صحیح وقت معلوم ہوسکتا ہے۔

پھر لطف یہ ہے کہ اس گھڑی کی قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں ہے بلکہ عام اعلیٰ قسم کی گھڑیوں کی برابر ہے۔ اس فرم کو امید ہے کہ اس کی یہ جدید ایجاد دنیا میں بے حد مقبول ہوگی۔



صرف شادی شدہ حضرات منگائیں

یہ کتاب پڑھ کر بیوی سے محبوبہ کی طرح لطف اٹھایا جا سکتا ہے

شادی شدہ حضرات اگر اپنی بیویوں سے زندگی کا سچا لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اُن کو چاہیئے کتاب "دولہا دولہن" کا مطالعہ کریں۔ سالہا سال میں جن تجارب کا حاصل ہونا ممکن ہے وہ تجارب اس کتاب سے ایک ہفتہ میں حاصل ہو جاتے ہیں۔

دولہا دولہن وہ لاجواب کتاب ہے جو دو لاکھ سے بھی زیادہ فروخت ہو چکی ہے۔ اس میں زن و شوہر کے تعلقات پر یہ کتاب شادی شدہ حضرات کو اپنی بیویوں سے حقیقی لطف حاصل کرنا سکھائے گی۔ اس میں پوری آزادی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کا پڑھنے والا اپنی بیوی سے محبوبہ کی طرح لطف حاصل کر سکتا ہے۔

نئے اور پرانے شادی شدہ دونوں کے لئے یکساں مفید ہے

یہ کتاب صرف شادی شدہ حضرات کے لئے نہیں ہے بلکہ نئے اور پرانے شادی شدہ دونوں کیلئے یکساں مفید ہے اس کتاب میں وہ گر ہر شخص اپنی بیوی کو اپنا والہ و شیدا بنا سکتا ہے اس کتاب میں ازدواجی تعلق پر مکمل تعلیم ہے بغیر دواؤں کے بے نظیر کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے پہلے باب میں جوش جوانی پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جوانی پر کیسے قابو حاصل بڑھاپے تک کیونکر برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ دوسرے باب میں ازدواجی تعلق کا منشا بتایا گیا ہے اور ایسے رازوں کا انکشاف کیا گیا ہے جن سے بڑے بڑے تیسرے اور چوتھے باب میں اولاد کی پرورش اور بچوں کی نگہداشت پر بحث کی گئی ہے یہ کتاب مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں مفید ہے۔

یہ کتاب بے تکلف ... کیلئے لکھی گئی

میاں بیوی میں محبت پیدا کرنیوالی کتاب

ازدواجی زندگی کی بدمزگیوں کو دُور کرنے کے لئے اور ازدواجی ... بنانے کے لئے "میاں بیوی" ایک لاجواب کتاب ہے

میاں بیوی ایک ایسی ... لئے لکھی گئی ...

اس لئے عوام کے فائدے کے لئے شائع کر دیا گیا ہے ... تعلقات پر بحث کی گئی ہے یہاں تک کہ اُن خاص ... ہے جنہیں لوگ بیوقوفی سے خلاف تہذیب خیال کرتے ہیں۔ ... نے ہزاروں ایسے میاں بیویوں کو ایک ... ہے جو بُری طرح خانہ جنگی میں ... میاں بیوی کی ... نسخہ کا بے خطا عمل ہے۔ قیمت:

Rs. 5-00

ایک عجیب و غریب کتاب جو یہ بتائے گی کہ

عورتیں کیسے مردوں کو پسند کرتی ہیں

عورتوں کی فطرت کی ماہر ایک یوروپین خاتون نے عورتوں کے بارے میں اپنی ساری ... شائع کر دیئے ہیں اور یہ بتا دیا ہے کہ عورتیں کیسے مردوں کو پسند کرتی ... راز کی باتیں "مرد و عورت" میں درج کر دی گئی ہیں۔

مرد و عورت ... ایک نایاب اضافہ قرار دیا ... اس کتاب کے ذریعہ ہزاروں ایسے گھرانوں کی حالت درست ... کتاب میں مرد و عورت ... کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ عورت ... کے اسباب کیونکر ... عصمت کی فطرت ...

Rs. 5-00

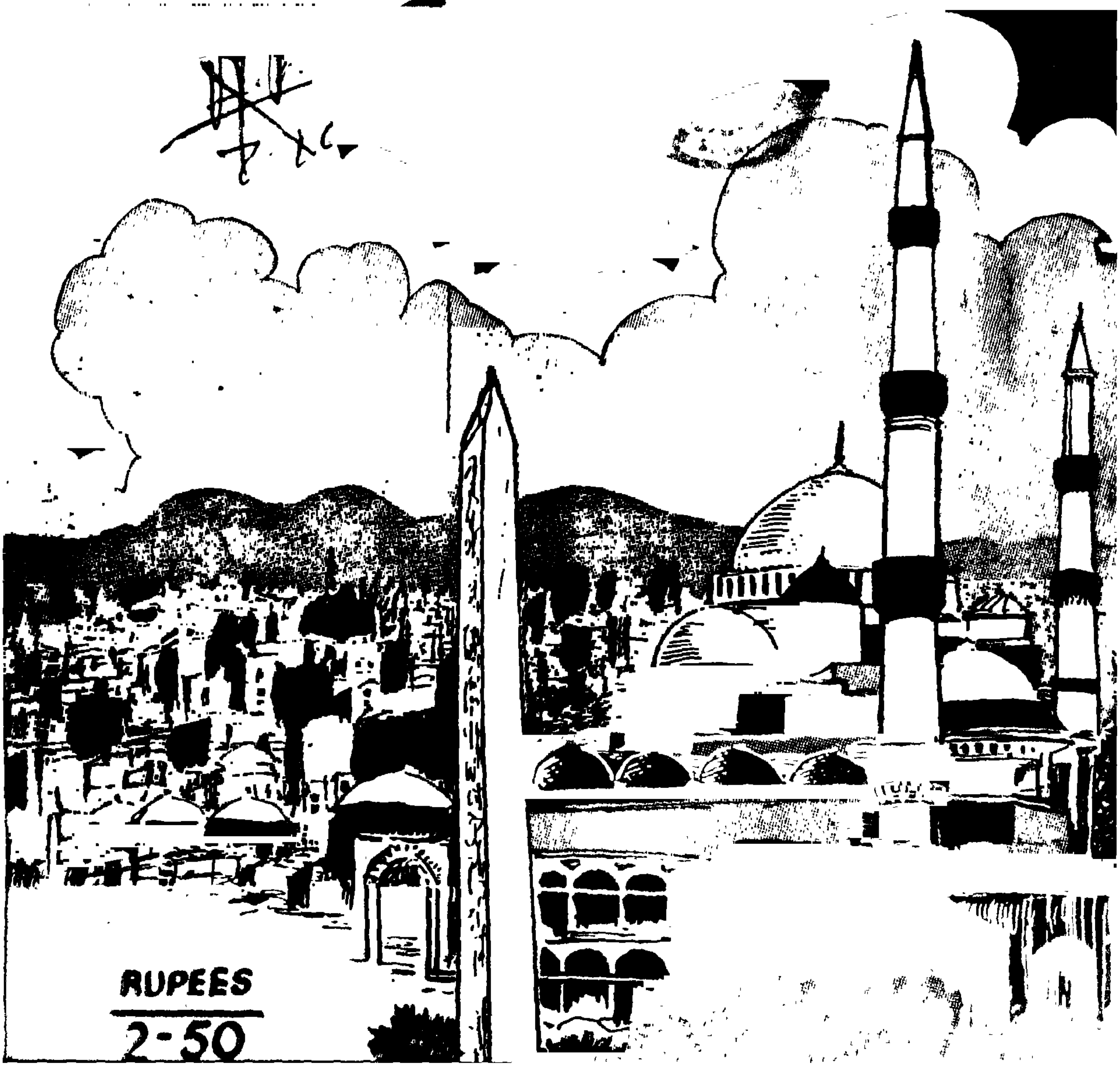
DIN DUNIA PUBLISHING Co., DELHI-6

Phone : 265450
Registered with the Registrar of Newspapers at R.N. No. 782/57

Title & Pictures printed at "KHOWAJA PRESS" Jama MasJid, Delhi-110006.

دین دنیا دہلی

ایڈیٹر: شوکت علی فہمی





کویت کے وزیر خارجہ "شیخ احمد" (بائیں جانب) ایک دوسرے عرب شیخ کے ساتھ



عالم عرب اور دنیائے اسلام کے دو سب سے بڑے دشمن "بیگن" وزیر اعظم اسرائیل (دائیں
جانب سے) اور امریکہ کے صدر ریگن جنہوں نے عربی دنیا کے اسلام کو برباد کرنے کی سازش کر رکھی ہے



سعودی عرب کے نئے بادشاہ "شاہ فہد" وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے ہمراہ یہ تصویر پچھلے دنوں
اندرا جی کے دورے کے موقعہ پر ریاض میں لی گئی تھی۔



کویت کے قومی اسمبلی کے خارجہ امور سے متعلق کمیٹی کے چیرمین مسٹر "یاسم عماد" نئی دہلی میں وزیر پارلیمانی
امور مسٹر بھیشم نرائن سنگھ کے ہمراہ



یہ ہیں جارڈن کے بادشاہ "شاہ حسین" عمان میں غیر ملکی ڈپلومیٹوں کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں



نئی ڈیموکریٹک سوشلسٹ پارٹی کے چیرمین "مسٹر بہوگنا اور مسز بہوگنا" شری کملا پتی ترپاٹھی کے ہمراہ



سکھوں کی نئی لیڈر "مسز مینکا گاندھی" سکھ رہنما ان کی خدمت میں "گولڈن ٹیمپل امرتسر" کا ماڈل
پیش کر رہے ہیں۔ یہ مذہباً سکھ دھرم سے تعلق رکھتی ہیں لیکن ابھی تک "خالصتان" کی داعی نہیں بنی ہیں



لندن میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی بکنگھم پیلس لندن میں "ملکہ الزبتھ" سے ایک ملاقات۔



وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی، کبھی کبھی ناچ سے بھی لطف اندوز ہوتی ہیں





مغل بادشاہوں کا بے مثال سیکولر دور حکمرانی
مغلیہ دور کی مکمل اور مستند تاریخ

ہندوستان پر مغلیہ حکومت

از شوکت علی فہمی

بابر۔ ہمایوں۔ اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں۔ اورنگزیب اور مغل بادشاہوں کی مکمل تاریخ

مغل دور کی اس عظیم الشان تاریخ میں بتایا گیا ہے کہ مغل بادشاہوں نے سیکڑوں برس تک مذہبی تنگ نظری سے بلند ہو کر کیسی فرض شناسی اور رواداری کے ساتھ حکومت کی ہے۔ اور ان کا سلوک سب ہی کے ساتھ بلا لحاظ مذہب و ملت کیسا منصفانہ تھا۔ یہ ایک ایسی مستند مغل تاریخ ہے جو اردو زبان میں نایاب تھی۔ یہ ان متعصب مورخوں کے لئے دندان شکن جواب ہے جن کو ہندستان کے مسلم حکمرانوں میں برائیوں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اس تاریخ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہندستان میں سیکولر حکومت کے بانی وہ مغل تھے جن کا دور موجودہ زمانہ کی اکثر و بیشتر جمہوری حکومتوں سے بھی بہتر تھا۔ اس تاریخ میں مغل سلطنت کے بانی شہنشاہ بابر سے لیکر آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر تک کے حالات بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں ضخامت تقریباً ساڑھے چار سو صفحات۔

قیمت مجلد مع خوشنما اور رنگین ڈسٹ کور 15-00

DIN DUNIA PUBLISHING Co., DELHI-6

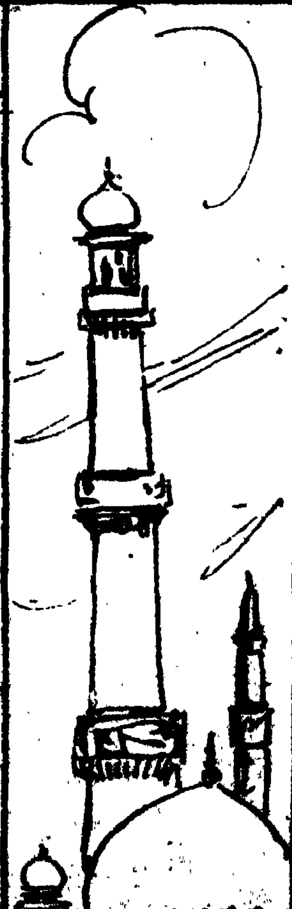
قائم شدہ ۱۹۱۲ء — اشاعت کا باسٹھواں سال — ٹیلیفون نمبر ۲۶۵۳۹۰

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۲ — ستمبر ۱۹۸۲ء — نمبر ۹



سالانہ
پچیس روپے
ششماہی
پندرہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا بازار متصل جامع مسجد دہلی

فی پرچہ
دو روپے پچاس پیسے
پاکستان اور بنگلہ دیش سے سالانہ زر ...
غیر ممالک سے ... سالانہ

رفتارِ زمانہ

(شوکت علی فہمی)

اسرائیل دفن ہو چکا تھا

عربوں کے عدم تدبر نے اُسے لبنان میں موت سے بچا لیا

لبنان کی حالیہ جنگ کے بارے میں دوسرے خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہیں لیکن ہماری قطعی رائے ہے کہ لبنان کے مورچہ پر اسرائیل دفن ہو چکا تھا۔ وہ خود ہی موت کے منہ میں آ گیا تھا۔ اس نے لبنان کے [illegible] سے معاہدہ بالا کر کے اور لبنان پر قبضہ کر کے دوسرا اسرائیل بنانے کا جو پلان امریکہ کے مشورہ سے تیار کیا تھا۔ اور فلسطینی مجاہدین کا صفایا کرنے کے لئے لبنان میں جو تباہی مچائی تھی۔ اس کا شدید [illegible] لبنان اسرائیل کو بھگتنا پڑتا۔ اگر اس نازک موقعہ پر عرب ممالک نے عدم تدبر کا ثبوت نہ دیا ہوتا اور صرف چند عرب ممالک فلسطینیوں کے پشت پناہ بن کر اسرائیل کے مقابلہ پر صف آرا ہو جاتے۔

واقعات جو اب سامنے آ رہے ہیں اُن سے ہماری اس رائے کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ خود اسرائیل کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس کے لبنان پر حملہ کرنے پر اگر عرب ممالک بھی اس کے مقابلہ پر آ گئے تو اس کا حشر کیا ہوگا۔ اسی لئے امریکہ اور اسرائیل نے باہمی مشورہ کے بعد پوری طاقت سے لبنان پر حملہ کیا تھا۔ اس کی ہوائی، بحری اور بری فوجیں ایک ساتھ حرکت میں آ گئیں۔ اسے اس حملہ کو چند فلسطینیوں کے مقابلہ پر توقع نہیں

نہیں تھی۔ اُسے عرب ممالک کا اندیشہ تھا۔ اسی لئے وہ اتنی بڑی تیاری کے بعد حملہ آور ہوا تھا۔

یہ اسرائیل کی خوش بختی اور فلسطینی مجاہدین کی بدقسمتی تھی کہ کوئی ایک عرب ملک بھی اُن کی مدد کے لئے نہیں آیا۔ لیکن پھر بھی فلسطینی مجاہدوں اور لبنان کے مسلم جانبازوں نے تن تنہا ایسی بہادری اور جرأت کے ساتھ نہتا ہونے کے باوجود امریکی اور اسرائیلی درندوں کا مقابلہ کیا ہے کہ ساری دنیا اُن کی جرأت مندی پر حیران رہ گئی۔

مجاہدین فلسطین جن کے پاس نہ تو بمبار ہوائی جہاز تھے اور نہ آگ برسانے والے فولادی ٹینک تھے۔ انہوں نے ہلکے پھلکے ہتھیاروں سے اسرائیلی درندوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ اور اسرائیل کو اتنا بڑا نقصان پہنچایا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اسرائیل اس سے قبل چار بڑی لڑائیاں عرب ممالک سے لڑ چکا ہے۔ جن میں سے ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء کی دو آخری لڑائیاں بہت اہم ہیں۔ ان دو بڑی لڑائیوں میں اسرائیل کو صرف ڈیڑھ ہزار سپاہیوں کا جانی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ لیکن مٹھی بھر مجاہدین فلسطین نے ۱۹۸۲ء کی لبنان کی اس جنگ میں اسرائیل کو جس [illegible] کر دیا تھا اس مختصر سی جنگ میں ڈھائی ہزار سے زیادہ اسرائیلی

ما رے گھروں سے بھی محروم ہو گئے - یعنی عرب حامی اسرائیل کی مدد گزشتہ بڑی لڑائیوں میں جن میں کہ متعدد عرب ممالک اسرائیل کے مقابلہ پر صف آرا تھے اسرائیل کو اتنا بڑا نقصان نہیں اٹھانا پڑا تھا جتنا بڑا نقصان کہ اسرائیل کو مٹھی بھر مجاہدین سے لڑ کر لبنان کے مورچہ پر اٹھانا پڑا ہے

مجاہدین فلسطین کے حوصلوں نے اسرائیلی فوج میں کس قدر گھبراہٹ پیدا کر دی تھی - اس کا اندازہ لبنان کے روزنامہ اخبار "الدستور" کے اس انکشاف سے ہوتا ہے کہ اسرائیلی فوج کے بہت سے افسر و سپاہی راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے - چنانچہ اس اخبار کا بیان ہے کہ "لبنان کی اس جنگ کے دوران ساڑھے چار ہزار افسر اور فوجی سپاہی مجاہدین فلسطین کے خوف کی وجہ سے اپنی یونٹوں سے فرار ہو گئے تھے - اور انھوں نے اس جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا" نیز اسی اخبار کا بیان ہے کہ "اسرائیلی فوج میں گھبراہٹ کے علاوہ ناگواری بھی پھیل گئی تھی چنانچہ ایک ہلاک شدہ فوجی افسر کی بیوہ نے برہم ہو کر اسرائیلی وزیر دفاع شیرون پر گولی چلا دی - وزیر دفاع ہلاک شدہ افسر کی موت پر جب اس کی بیوہ کو تعزیت پیش کرنے کے لیے گیا تو اس نے غصہ میں آکر گولی چلا دی جس سے وزیر دفاع زخمی ہو گیا"

ان حقائق اور واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ لبنان کی جنگ میں مٹھی بھر فلسطینیوں نے اپنی غیر معمولی حوصلہ مندی سے اسرائیل کو کس قدر حواس باختہ کر دیا تھا - سوچنے کی بات ہے کہ جب مٹھی بھر فلسطینی اسرائیل کو اس طرح بدحواس کر سکتے ہیں تو اگر صرف چند عرب ممالک کی فوجیں اُن کی مدد کے لئے لبنان میں داخل ہو جاتیں تو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اسرائیل کا لبنان میں ٹکنا محال ہو جاتا - اور لبنان کا یہ معرکہ اسرائیل کے لئے شاید قبرستان ثابت ہوتا - امریکہ بھی کھل کر اُن کی مدد کے لئے نہیں آ سکتا تھا - کیونکہ بغیر اعلان جنگ کے اسرائیل نے لبنان جیسے آزاد ملک میں اپنی فوجیں داخل کر دی تھیں اور اگر امریکہ میدان جنگ میں آتا تو پھر یہ جنگ عالمگیر جنگ بن جاتی جس کے لئے امریکہ اس وقت کسی طرح بھی تیار نہیں ہے - بہر حال اسرائیل سے انتقام لینے کے لئے عرب ممالک کے لئے یہ بہترین موقع تھا - مگر افسوس کہ عرب زعما نے اس موقعہ کو کوئی فائدہ نہیں اٹھایا - صرف چند عرب ممالک ہی اگر اس ڈاکو کو لبنان سے نکالنے کے لئے اور فلسطینیوں کی حمایت میں ایک ایک ڈویژن فوج بھیج دیتے تو یہ مجموعی طور پر کئی لاکھ بن جاتی اور اگر ایسا ہو جاتا تو امریکہ اور اسرائیل دونوں ہی کو دن کے تارے نظر آنے لگتے۔

یہ بات یاد رہے کہ آج کے عرب ممالک وہ نہیں ہیں جو آج سے دس سال قبل تھے - اُن کی فوجی طاقت میں کافی اضافہ ہو چکا ہے اور آج وہ جدید ترین اسلحہ سے بھی مسلح ہیں - ان ہتھیاروں پر انھوں نے کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپیہ صرف کیا ہے - آخر یہ ہتھیار کس روز کام آئیں گے - یہی ان ہتھیاروں کے استعمال کا وقت تھا جبکہ ایک ڈاکو بغیر اعلان جنگ کے غیر آئینی طور پر لبنان میں گھس کر بے گناہ اور نہتے فلسطینیوں پر پل پڑا تھا - ہمیں یقین کامل ہے کہ اگر اس ڈاکو کو لبنان سے نکالنے کے لئے دو چار عرب ممالک بھی میدان میں آجاتے تو اسرائیل کا کچل ڈالنا کچھ دشوار نہیں تھا -

یہ بات یاد رہے کہ لبنان کے مورچہ پر فلسطینی اور لبنانی مجاہدین نے جو جنگ لڑی ہے وہ صرف فلسطینیوں اور لبنانی مسلمانوں کی جنگ نہیں تھی - بلکہ یہ سب ہی عرب ملکوں کی جنگ تھی یعنی ان مجاہدین نے پورے عالم عرب کے تحفظ کے لئے اپنا خون بہایا ہے - سچ تو یہ ہے کہ فلسطینی عرب ممالک اور ان لالچی امریکنوں اور اسرائیلیوں کے درمیان ایک فولادی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے تھے - جو عرب ملکوں پر اپنی نظریں جمائے ہوئے ہیں اور عربوں کی تیل کی دولت پر قبضہ جمانے کا مدت سے خواب دیکھ رہے ہیں - اور جو لبنان کے بعد ایک ایک کر کے تمام عرب ممالک پر غاصبانہ قبضہ جمانے کی فکر میں ہیں - چنانچہ لبنان کے بعد اب انھوں نے شام اور جارڈن کو بھی دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں - اگر آج عرب ممالک نے متحد ہو کر لبنان کے مورچہ پر اُن کا غرور خاک میں ملا دیا ہوتا تو شاید ان کو اس قسم کی دھمکیاں دینے کی ہمت ہی نہ ہوتی -

جہاں تک فلسطینیوں کا تعلق ہے وہ تو زمانہ دراز سے جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں - اگر وہ عارضی طور پر عالم مجبوری میں لبنان میں بس گئے تھے - تو لبنان اُن کا وطن نہیں بن گیا تھا اور اگر وہ لبنان سے نکلنے کے بعد شام - جارڈن - عراق یا دوسرے عرب ممالک میں بھی جا کر جلاوطنی کی زندگی گزارنے لگتے ہیں تو اُن کے لئے کوئی خاص فرق نہیں پیدا ہوتا - لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر امریکہ اور

اسرائیل۔ لبنان کی طرح کسی دوسرے عرب ممالک میں بھی گھس کر من مانی کر سکتا ہے تو اس وقت کیا ہوگا۔ عرب ممالک جب لبنان میں اسرائیلی جارحیت کو نہ روک سکے تو دوسرے قتل پیدا کرنے والے علاقوں میں اسے لوٹ اور غارتگری سے کیونکر روک سکتے ہیں حالانکہ یہ سچ ہے کہ لبنان کے معاملہ میں عرب ممالک سے بڑی چوک ہو چکی ہے۔

لبنان کا سانحہ اور اس کا دردناک انجام فلسطینیوں کے لئے نہیں بلکہ عرب حکومتوں کے لئے ایک آخری وارننگ ہے۔ عرب ممالک کو دو راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنا ہوگا یعنی صلح یا جنگ۔ اب تک عرب ممالک ایک ہی ساتھ دونوں راستوں پر چل رہے ہیں۔ یعنی دشمن کے ایک بازو یعنی امریکہ کے ساتھ دوستی بڑھاتے رہے ہیں اور دوسرے بازو یعنی اسرائیل کے ساتھ برسرپیکار رہے ہیں۔ ان کو یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ امریکہ اور اسرائیل دو نہیں ہیں بلکہ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں اس لئے یا تو انہیں مصر کی طرح دونوں ہی سے دوستی اور صلح کرنی ہوگی اور کیمپ ڈیوڈ معاہدہ جیسی ذلت برداشت کرنی ہوگی یا عرب ممالک کو دشمن کے دونوں ہی بازوؤں سے ایک ساتھ نمٹنا ہوگا۔ ان دونوں سے ایک ساتھ جنگ میں تیل کا ہتھیار بھی استعمال کرنا ہوگا اور ان مغربی ملکوں سے اپنی ساری دولت نکال کر ان پر مالی ضرب بھی لگانی ہوگی۔

لبنان کی جنگ سے عرب ممالک کا گریز یہ ثابت کر رہا ہے کہ عرب ممالک امریکہ اور اسرائیل سے خوفزدہ ہیں۔ حالانکہ یہی عرب ممالک ۱۹۷۳ء میں امریکہ اور اسرائیل کی سپر سوپر سے متصل — بالخصوص ۷۳ء کی جنگ کر کے انہوں نے ایک مرتبہ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عرب ممالک ہمت اور جرأت سے کام لیں تو وہ امریکہ اور اسرائیل دونوں ہی کو شکست دے سکتے ہیں۔ پھر عرب ممالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشنگوئی بھی نہیں بھولنی چاہئے جو یہودیوں کی شکست کے بارے میں احادیث کی سب ہی مستند کتابوں میں درج ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے نہیں لڑیں گے۔ اور اس جنگ میں مسلمان یہودیوں کو مار دیں گے یہاں تک کہ یہودی پتھروں اور درختوں کے پیچھے چھپیں گے اور پتھر و درخت پکاریں گے کہ اے مسلمان اے خدا کے بندے ادھر آ۔ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے اسے مار ڈال۔" (بخاری ومسلم)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب عربوں اور یہودیوں میں ایک فیصلہ کن جنگ ہونے والی ہے۔ جس میں کہ یہودیوں کو یقینی طور پر کامل شکست ہو کر رہے گی۔ اور کیا تعجب ہے کہ وہ وقت اب قریب آگیا ہو۔ بہرحال لبنان کے سانحہ سے عربوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور اب ان کے لئے اس کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے کہ وہ متحد ہو کر دشمن پر ایک ایسی کاری ضرب لگائیں جو اس کے حوصلوں کو پست کر دے اور ہمیشہ کے لئے عربوں کو امریکہ اور اسرائیل کے فتنہ سے نجات مل جائے۔ ہمارے خیال میں تو لبنان کے معرکے نے اس قسم کا بہترین موقع عربوں کے لئے فراہم کر دیا تھا جسے انہوں نے ضائع کر دیا۔ ورنہ شاید لبنان کے مورچہ ہی پر اسرائیل دفن ہو جاتا۔

"اب اورنگزیب پر نظرِ عنایت"

صدر جمہوریہ گیانی ذیل سنگھ جس زمانہ میں کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے تو انہوں نے گورو تیغ بہادر کی برسی پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ "ایسی تمام تاریخوں کو جلا ڈالنا چاہئے جن سے کہ ہمارے ملک کے مختلف فرقوں میں منافرت بڑھتی ہے" لیکن ایسی تاریخوں کو جلانا تو در کنار ہمارے ملک میں نہایت منظم طریقہ پر باہمی منافرت کو بڑھانے کے لئے بعض فرقہ پرست اخبارات میں مسلسل من گھڑت "بھیانک" فرضی واقعات شاہان ہند کے خلاف نہایت پابندی کے ساتھ شائع کئے جا رہے ہیں۔ اور حکومت کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ اس نے ان زہر پھیلانے والوں کو کھلی ہوئی چھوٹ دے رکھی ہے۔

دین دنیا کی گزشتہ اشاعت میں ہم نے محض حکومت کو توجہ دلانے کی غرض سے مسلم حکمرانوں کے خلاف اس زہر افشانی کے بارے میں ایک طویل مقالہ لکھا تھا۔ جس میں کہ اخبار پرتاپ کے لگائے ہوئے ان دل آزار الزامات کی وضاحت کی گئی تھی اس

اخبار کے مختلف شماروں میں شہنشاہ اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان پر لگائے گئے تھے۔ تاکہ حکومت اس زہر افشانی پر روک لگائے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ اخبار پرتاپ کی یہ زہر افشانی بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ جسے مسلمانانِ ہند بری طرح محسوس کیا جا رہا ہے مثال کے طور پر اخبار پرتاپ نے بحوالہ ۱۱ر جولائی کی اشاعت میں ہندو مسلمانوں میں منافرت کی آگ بھڑکانے کے لئے بے بنیاد اور سرتاپا جھوٹے الزامات سے بھرا ہوا ایک مقالہ شائع کیا ہے جو یہ ہے۔

"اورنگزیب نے گدی پر بیٹھتے ہی ہندوؤں کے خلاف ایک طرح کا جہاد شروع کر دیا تھا۔ اس نے ہندو دھرم پر پہلے تو در پردہ خاص ڈھنگ سے وار کیا یعنی اس نے ہندوؤں پر مندر تعمیر کرنے پر پابندی لگادی۔ مگر اس کے بعد وہ پوری طرح ننگا ہو کر سامنے آگیا۔ اور اس نے، اڑیسہ، بنارس، گجرات، متھرا، جودھپور اودے پور، جے پور، گولکنڈہ میں مندر مسمار کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اس متعصب مسلمان بادشاہ نے ہندوؤں پر جزیہ دوبارہ نافذ کر دیا۔ جزیہ نافذ کرنے کا مقصد اسلام کا پھیلاؤ کرنا تھا۔ آگرہ میں ہندو بھاری تعداد میں محل کے پاس کھڑے ہو گئے تاکہ وہ اورنگزیب کو ٹیکس واپس لینے کی ترغیب دے سکیں۔ مگر اورنگزیب نے ان کی بات سننے سے انکار کر دیا۔ اور بات سننے کی بجائے حکم دیا کہ ان پر ہاتھیوں کو چھوڑ دیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی ہاتھیوں اور گھوڑوں کے پاؤں تلے کچلے گئے۔ اور اس طرح سینکڑوں ہندوؤں نے بلیدان دیا۔ اورنگزیب نے سرکاری ملازمتوں میں ہندوؤں کے داخلہ پر پابندی لگادی فوج میں ہندوؤں کو ملازم رکھنے کی ممانعت تھی۔ اورنگزیب نے ہندوؤں پر یاترا ٹیکس بھی لگادیا تھا۔ یہاں تک کہ ہندو تہواروں خاص کر ہولی اور دیوالی کے تہوار منانے پر ۱۶۶۵ء میں پابندی لگادی تھی۔ اور ۱۶۶۸ء میں احمد آباد میں سابرمتی دریا کے کنارے ہندوؤں کو اپنے مُردے جلانے سے روک دیا تھا۔ اور اسی طرح کی پابندی دہلی میں بھی جمنا کے کنارے مُردے جلانے پر ہندوؤں پر لگادی گئی تھی۔ ۱۶۹۴ء میں حکم جاری کیا گیا کہ سوائے راجپوتوں کے اور کوئی ہندو گھوڑے کی سواری نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی پالکی استعمال کر سکتا ہے۔ ہندوؤں پر ٹیکس بھی بڑھا دیئے گئے۔ اور ان پر ہتھیار رکھنے کی ممانعت کر دی گئی ان تمام اقدامات کا مقصد ہندوؤں کو ذلیل کرنا اور انہیں اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کرنا تھا۔" (پرتاپ ۱۱ جولائی ۱۹۸۲ء)

درجنوں تاریخی کتابوں کے مصنف اور تاریخ کے استاد ہونے کی حیثیت سے ہم پورے یقین اور وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ اوپر کے مقالے میں شہنشاہ اورنگزیب پر جتنے بھی الزامات لگائے گئے ہیں وہ ہندوستان کی کسی تاریخ میں بھی موجود نہیں ہیں۔ یہ سب کے سب الزام بد باطن مقالہ نگار نے اپنے کمرہ میں بیٹھ کر گھڑ لئے ہیں اور اس الزام تراشی کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کی دل آزاری کی جائے اور دوسری جانب فرضی الزامات کی تشہیر کر کے اس ملک کی ہندو اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر ملک کی فضا کو مکدر کیا جائے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ہندوستان کے نامور مورخین۔ سبحان رائے، ڈاکٹر ایشوری پرشاد، سر جادو ناتھ سرکار، ڈاکٹر راجندر پرشاد، ڈاکٹر تارا چند اور پنڈت سندر لال نے تو اپنی تاریخی کتب اور مقالوں میں شہنشاہ اورنگزیب کی رواداری کا تاریخی حوالوں کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔ مگر اخبار پرتاپ کے خانہ ساز مورخ نے اس نیک دل حکمران کو شیطان صفت ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ اور بے بنیاد الزامات گھڑ کر ملک کی فضا کو مکدر کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور ہماری حکومت ہے کہ وہ اس افتراق انگیزی کو بڑے اطمینان کے ساتھ برداشت کر رہی ہے۔

ہم کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اورنگزیب شہنشاہ اکبر کی طرح بے دین نہیں تھا۔ بلکہ شعائر اسلامی کا سختی کے ساتھ پابند تھا لیکن شعائرِ اسلامی کا پابند ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ غیر مسلموں کا دشمن بھی ہو۔ یہ امر واقعہ ہے کہ دوسرے مغل بادشاہوں کی طرح اورنگزیب نے بھی غیر مسلموں کے ساتھ رواداری برتنے کی پوری کوشش کی ہے چنانچہ اس کا سب سے بڑا سپہ سالار مہاراجہ جے سنگھ تھا۔ اور جب تک راجہ جے سنگھ زندہ رہا اس نے مغل مملکت میں اس ہندو جرنیل کے مقابلہ میں نہ کسی مسلم سپہ سالار کا اعتبار کیا اور نہ اپنی اولاد کا۔ دوسرا اس کا قابل اعتماد سپہ سالار [illegible]

[illegible] کا بھی جیسا کہ اس اہم صوبہ کا گورنر بنا دیا تھا۔ جہاں بیشتر غیر مسلم آباد تھے۔ اورنگزیب نے کٹر مسلمان ہونے کے باوجود اپنے بیٹے اعظم کی شادی راجہ روپ سنگھ کی بیٹی سے بڑی خوشی کے ساتھ کی تھی۔ اسکے علاوہ خود اس کے محل میں۔ ناچھوت راتی بائی اودے پوری موجود تھی۔

اب رہا اورنگزیب کی مندر شکنی کا معاملہ تو اس کی اصلیت اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی قیام گاہ لال قلعہ دہلی کے صدر دروازہ سے صرف چند قدم پر جینیوں کے کئی مندر تھے۔ جو آج بھی موجود ہیں مگر اورنگزیب نے کبھی ان مندروں کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اورنگزیب ۲۶ سال تک دکھن میں ایلورا کے ان مندروں کے قریب رہا جو آج بھی نوادرات میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر اس نے ایلورا کے ان تاریخی مندروں کو کبھی ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اسکے علاوہ آج بھی اورنگزیب کے زمانہ کے ایک نہیں سینکڑوں مندر ہندوستان میں موجود ہیں اگر وہ مندروں کا دشمن ہوتا۔ تو یہ مندر کیسے باقی رہ جاتے۔ بہرتاپ کے مقالہ نگار نے اپنے مقالہ میں یہ بھی کہا ہے کہ اورنگزیب نے جودھپور۔ اودے پور جے پور اور بنارس کے تمام مندروں کو مسمار کر دیا تھا۔ مگر یہ مقالہ نگار جھوٹ بولتے وقت یہ بات بالکل ہی بھول گیا کہ اورنگزیب کے عہد میں یہ سب ہندو ریاستیں تھیں اور ان ہندو ریاستوں کے راجاؤں کو اپنی ریاستوں میں کامل اقتدار حاصل تھا۔ اگر ان ہندو ریاستوں میں مندر توڑے گئے ہوں گے تو وہ ہندو راجاؤں نے توڑے ہوں گے اورنگزیب نے نہیں۔

اورنگزیب کی "مندر شکنی" کی اصل حقیقت کا اندازہ ہندوستان کے سب سے بڑے ہندو مورخ سر جادو ناتھ سرکار کی مغل تاریخ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ جس میں کہ اس لائق مورخ نے اورنگزیب کے وہ تمام فرامین درج کر دئے ہیں جن کی رو سے اورنگزیب نے مندروں کے لئے زمینیں اور جاگیریں عطا کی تھیں اس کے علاوہ ظہیر الدین فاروقی نے اپنی تاریخ میں اورنگزیب کے ایسے متعدد فرمان درج کئے ہیں جن کے ذریعہ مغل حکام کو مندروں کی حفاظت کے لئے تنبیہ کی گئی ہے "مسجد گیان واپی" بنارس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اورنگزیب نے مندر توڑ کر اسے بنوایا تھا۔ لیکن تاریخی حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ کبھی زمانہ میں بھی کوئی مندر نہ تھا بلکہ وہاں اکبر کے دین الٰہی کا ادارہ تھا جسے توڑ کر جہانگیر نے [illegible] میں مسجد بنوائی تھی۔ اور اس کا تاریخی نام "[illegible]" رکھا گیا تھا۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھلا کون انصاف پسند مورخ اورنگزیب پر مندر شکنی کا الزام لگا سکتا ہے۔

اب رہا اورنگزیب یا دوسرے مغل بادشاہوں پر ہولی اور دیوالی کے تہواروں پر پابندی لگانے کا الزام تو اس کی تردید خود جادو ناتھ سرکار کی مغل تاریخ سے ہو جاتی ہے جس میں کہ صاف الفاظ میں یہ تحریر ہے کہ مغل حکمران ان ہندو تہواروں کو عید اور بقرعید کے تہواروں کی طرح مناتے تھے۔ مگر وہاں تو تاریخ سے کیا تعلق ہے۔ مقصد تو یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو مغل حکمرانوں کو ظالم اور جابر ثابت کر کے ملک کے فرقہ وارانہ جذبات کو بھڑکایا جائے خواہ اس کے لئے فرضی افسانے ہی کیوں نہ گھڑنے پڑیں۔ ہماری حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ اس زہر افشانی کو بند کرے اور اُن لوگوں کو عدالت کے کٹہرے میں لا کر کھڑا کرے جو جان بوجھ کر ملک میں فرقہ پرستی کا زہر پھیلا رہے ہیں۔

اقلیتی کمیشن ابھی زندہ ہے

تیس سال کے مسلسل مطالبہ کے بعد جنتا دور حکومت میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے بڑی دشواری کے بعد ایک "اقلیتی کمیشن" قائم ہوا تھا۔ جسے خود جنتا حکومت ہی نے قائم کرنے کے بعد بے جان بنا کر رکھ دیا تھا۔ کیونکہ جنتا حکومت اس کمیشن کو کسی قسم کا آئینی اختیار دینے کے لئے تیار نہ ہوئی اور اس نے کمیشن کو وزارت داخلہ کی ایک لونڈی بنا کر رکھ دیا۔ پھر اس کے بعد جب کانگریس برسر اقتدار آئی تو اس نے جنتا حکومت کے قائم کردہ پورے اقلیتی کمیشن کو اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ اور اقلیتی کمیشن کے مقابلہ پر "ہائی پاور اقلیتی پینل" قائم کر کے اقلیتی کمیشن کو بالکل بے جان کر دیا۔ اور پینل کے سربراہ کو [illegible] کو وزیر کا درجہ دے دیا۔ اور [illegible] بنام "ہائی پاور اقلیتی کمیشن" [illegible] ہے پڑا ہوا عالم بیکسی میں دم توڑ رہا ہے۔

[illegible] اقلیتی کمیشن کے چیرمین آجکل سابق چیف جسٹس
حمید اللہ بیگ ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اقلیتی کمیشن کی چیرمینی سنبھالتے ہی ہندوستان ٹائمز کے نمائندہ کو جو انٹرویو دیا تھا اُسکے ذریعہ مسلم پرسنل لا کی بجائے مشترکہ سیول کوڈ کی وکالت کی تھی جسپر کہ مسلم حلقوں میں بری طرح لے دے ہوئی تھی۔ پھر اسکے بعد طویل زمانہ سے اقلیتی کمیشن کے بارے میں کامل خاموشی رہی اور یہ سمجھا جانے لگا کہ یہ اقلیتی کمیشن آپ ہی اپنی موت مر چکا ہے

لیکن ایک تازہ خبر سے ہمیں پتہ چلا کہ یہ اقلیتی کمیشن مرا نہیں ہے بلکہ ابھی تک کسی نہ کسی صورت میں زندہ ہے چنانچہ خبر یہ ہے کہ "اقلیتی کمیشن نے اپنی تیسری سالانہ رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش کر دی ہے۔ اور یہ مطالبہ کیا ہے کہ اس کو موثر بنانے کے لئے بمطابق "نسلی مساوات کمیشن" کی طرح اُسے اختیارات دئے جائیں تاکہ قانونی اختیارات حاصل ہونے کی صورت میں یہ اپنے فرائض منصبی کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے سکے اور اُسے پوری سرکاری حیثیت حاصل ہو جائے"

یہ کوئی نیا مطالبہ نہیں ہے بلکہ پرانا مطالبہ ہے جب اقلیتی کمیشن کے سابق چیرمین جسٹس انصاری بار بار یہ دہرا چکے ہیں اور جب اُنھوں نے کمیشن کو قانونی اختیارات دینے پر زیادہ زور دیا تھا تو اُن کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیے گئے کہ وہ کمیشن کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ اقلیتی کمیشن کے سلسلہ میں جسٹس انصاری نے کوئی اختیار حاصل نہ ہونے کے باوجود بہت کام کیا ہے۔ مگر پھر بھی اُنہیں اُن کے عہدہ سے سبکدوش کر دیا گیا اور ہم سمجھتے ہیں کہ اُن کے جانے کے بعد اقلیتی کمیشن بالکل مردہ ہو چکا ہے۔

اس کمیشن کو جس طرح سرد خانے میں ڈال دیا گیا ہے اُسے دیکھتے ہوئے ہماری شروع ہی سے یہ رائے ہے کہ حکومت کے قائم کردہ سب ہی "اقلیتی کمیشن" یا "اقلیتی سیل" قطعی بیکار اور نمائشی ہیں۔ یاد رکھئے کہ اقلیتوں کا کوئی بھی مسئلہ اُس وقت تک حل نہیں ہوگا جب تک کہ اس ملک کی تمام اقلیتیں متحد ہو کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر پوری طاقت سے اپنے مطالبات [illegible] سب سے بڑی اقلیت ہونے کی بنا پر سب [illegible] اور یہ [illegible] سرکاری

خود یہ اقلیتوں کے لئے جتنے بھی ادارے قائم ہو رہے ہیں وہ سیاسی بازیگری سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ اب اقلیتوں کو خود ہی متحد ہو کر اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا ہوگا۔

خالصتان کی تحریک خطرناک موڑ پر

پنجاب جب سے لسانی بنیاد پر دوبارہ تقسیم ہوا ہے پنجاب میں سکھوں کی اکثریت پیدا ہو گئی ہے۔ اسی سکھ اکثریت کی بنا پر پنجاب کو خودمختار صوبہ بنانے کی غرض سے انتہا پسند سکھوں نے "آزاد خالصتان" کی تحریک جاری کر رکھی ہے یہاں تک کہ انھوں نے خالصتان کے کرنسی نوٹ اور پاسپورٹ بھی چھاپ لئے ہیں اور صاف الفاظ میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ "ہمارا ہندوؤں سے کوئی تعلق نہیں ہے"

ملک کی یکجہتی اور سالمیت کو برباد کرنے والی اِس تحریک کی بدولت پنجاب اور ہندوستان کے بعض دوسرے علاقوں میں آئے دن جو ہنگامے برپا ہوتے رہتے ہیں اور تشدد کی تحریک چلائی جا رہی ہے اُس سے سب ہی واقف ہیں اِس تحریک کا سب سے زیادہ تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ انتہا پسند سکھوں کے ہاتھوں مندروں کی بے حرمتی برابر ہو رہی ہے گایوں کے کٹے سر اور دیگر اعضا مندروں کے اندر ڈالے جا رہے ہیں۔ یا مندروں کے باہر لٹکائے جا رہے ہیں۔

اور اب اِس تحریک نے نہایت ہی خطرناک موڑ اختیار کر لیا ہے۔ انتہا پسند سکھوں کے ذریعہ پے درپے ہوائی جہازوں کا اغوا ہو رہا ہے۔ اور پنجاب میں تشدد اِس حد تک بڑھ چکا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب سردار دربارہ سنگھ پر بھی قاتلانہ حملے شروع ہو گئے ہیں۔ اور اِن حملوں کے سلسلہ میں وزیر اعلیٰ نے کھل کر سکھوں کی انتہا پسند لیڈر سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالا پر اِس قاتلانہ سازش کی سربراہی کا الزام لگایا ہے۔ اِس کے علاوہ ملک کے باہر بھی انگلستان اور امریکہ میں اِس تحریک کی سرگرمیاں بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ انتہا پسند سکھوں کے ہاتھوں ہندوستان کے قومی جھنڈے کی بے حرمتی بھی شروع ہو گئی

اِس سلسلہ میں لندن کی ایک افسوسناک اطلاع ہے کہ لندن میں ۹ جولائی کو خالصتان کے نام نہاد صدر جگجیت سنگھ چوہان اور [illegible]

[illegible]

[illegible] ہندوستان

[illegible] کوشش [illegible]

[illegible] ان نے [illegible] انھوں نے [illegible]

[illegible]

[illegible] سکھوں نے

[illegible] ہو سکتے ہیں [illegible]

[illegible] کو مسترد کر دیا تھا جو سکھوں کا بہت

[illegible] سے ہندوستان

[illegible] تھے اور انھوں نے پاکستان

[illegible] کرنے کا کوئی پلان پیش کیا

[illegible] سکھوں کا تھا

[illegible] حکومت [illegible]

[illegible] تقسیم کے بعد سکھوں کو پنجاب [illegible]

[illegible] لیڈر [illegible]

[illegible] آزاد [illegible] ستان بنانے [illegible]

[illegible] ہر قسم کے تشدد پر اتر آئے

[illegible] حاصل ہے

[illegible] اب دیکھنا ہو گا کہ [illegible]

[illegible] تک جاتا ہے

[illegible] رہتی ہے۔

[illegible] مسز اندرا گاندھی

[illegible]

[illegible]

[illegible] کو [illegible] دو سرا [illegible]

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ [illegible] اکالی [illegible]

[illegible] پارلیمنٹ سیٹ [illegible]

[illegible] اس سیٹ سے پارلیمنٹ کے لئے [illegible]

[illegible] خیال ہے کہ مینکا گاندھی [illegible]

[illegible] گاندھی کا پارلیمنٹ کے بعد [illegible] سیٹ [illegible]

[illegible] وہ اس سیٹ پر [illegible] اٹھا چکی تھیں۔ لیکن یہ سیٹ

مسز [illegible] گاندھی کو دے دی گئی [illegible] مسز اندرا گاندھی [illegible]

مینکا گاندھی میں اختلافات شروع ہوا ہے۔ اس لئے اگر [illegible]

[illegible] کی سیٹ سے کھڑے ہونے کا [illegible] تھا تو وہ

[illegible] اسے ہاتھ سے نہیں جانے دیں گی اور اس سیٹ سے [illegible]

[illegible] کی پوری امید ہے۔ کیونکہ [illegible] سکھ [illegible] اور

مینکا گاندھی مذہبی اعتبار سے سکھ [illegible] سے تعلق رکھتی ہیں۔

اور سکھوں کو بھی ایک ایسے لیڈر کی تلاش ہے جو پارلیمنٹ میں

سکھوں [illegible] کو [illegible] سکے۔ چنانچہ ان دونوں [illegible] ایک طرف تو سکھ

[illegible] ڈالے ہوئے ہیں اور دوسری جانب [illegible]

[illegible] سکھوں نے انہیں [illegible] رکھا ہے۔

مسز مینکا گاندھی کی نئی [illegible] سیاسی پارٹی بنانے کے

فیصلہ پر [illegible] ردعمل ہوا ہے۔ [illegible] خیال ہے کہ

مسز مینکا گاندھی کمل کر [illegible]

[illegible] گاندھی کی لیڈر شپ کو [illegible]

[illegible] کہ وہ اپوزیشن کو مضبوط [illegible]

[illegible] مینکا گاندھی کو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نئے چراغ جلاؤ

(مقبول نصیرآبادی)

نئے چراغ جلاؤ تو بات ہے یارو ۔ جو سیلِ نور بہاؤ تو بات ہے یارو
خودی کی بزم سجاؤ تو بات ہے یارو ۔ سرِ غرور جھکاؤ تو بات ہے یارو
پڑے سسکتے ہیں بازارِ دہر میں جو، اُنہیں ۔ پیامِ زیست سناؤ تو بات ہے یارو
لرزتے ہونٹوں کو دے کر تبسموں کا پیام ۔ چمن دلوں کے کھلاؤ تو بات ہے یارو
نشیمنوں پہ نشیمن بنا بنا کر تم ۔ مذاقِ برق اڑاؤ تو بات ہے یارو
ہو جس سے ولولہ انگیز تارِ سازِ حیات ۔ وہ سوزِ نغمہ جگاؤ تو بات ہے یارو
کرو نہ یورشِ برق و شرر کی تم پرواہ ۔ چمن کو اپنے سجاؤ تو بات ہے یارو
جمودِ بے حسی کے مارے سونے والوں کو ۔ جھنجھوڑ کر جو اٹھاؤ تو بات ہے یارو
سکون و امن کا، ایثار و عدل و ایماں کا ۔ حسیں جہاں جو بساؤ تو بات ہے یارو
بزیرِ تیغ و سناں بھی بجوشِ عزم و عمل ۔ جو نعرہ حق کا لگاؤ تو بات ہے یارو
طلسمِ رہبرِ شاطر کو توڑنے کے لئے ۔ خود اپنی راہ بناؤ تو بات ہے یارو
اکھیڑ پھینکنے کو بابِ خیبرِ آفات ۔ علیؑ سا عزم دکھاؤ تو بات ہے یارو

یہ زندگی تو ہے مقبول مردِ عزم و عمل
ہے بے عمل کے لئے زندگی پیامِ اجل

غم گرفتہ کی دنیا

(ن۔م۔اشک)

دل تو پہلے ہی گرفتارِ غمِ دوراں ہے
میں ترے خواب کی تعبیر نہیں بن سکتا
میرے محبوب مجھے اور پریشان نہ کر
غم گرفتہ کے لئے موت کا ساماں نہ کر

شورشِ طوق و سلاسل ہی مری دنیا ہے
میری دنیا میں مسرت کا کہیں نام نہیں
میری دنیا ہے فقط دار و رسن کی دنیا
میری دنیا ہے فقط رنج و محن کی دنیا

پیکرِ صبحِ بہاراں کے حسیں ماتھے پر
میری دنیا میں حقیقت بھی فسانہ ہے ابھی
شدتِ دردِ فروزاں کا فسوں باقی ہے
میری دنیا میں تشدد کا جنوں باقی ہے

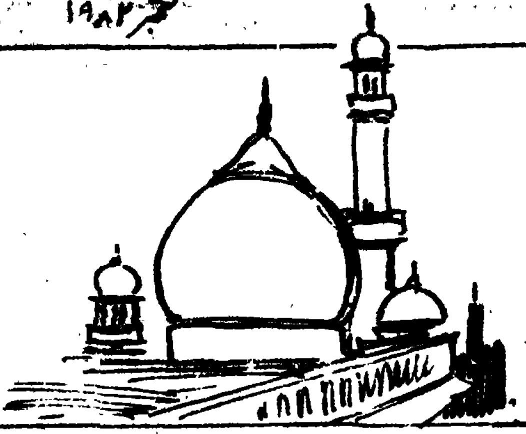
میری دنیا ہے غم و رنج کا تپتا صحرا
حسرت و آزار سے امید کا دم گھٹتا ہے
زندگی فرطِ مصائب سے ہے گھبرائی ہوئی
موت سی قلبِ حزیں پر ہے یہ چھائی ہوئی

میری دنیا میں ابھی بھوک کے مارے انساں
اپنے سینے میں لئے مردہ امنگوں کی گھٹن
آتشِ زر کی تمازت سے جلے جاتے ہیں
رنج و افلاس کے سانچے میں ڈھلے جاتے ہیں

زمزمے عشق و محبت کے سنا کر مجھ کو
سحرِ کیف دے مجھے غم کا مداوا کوئی
میرے جذبات و خیالات کی الجھن نہ بڑھا
میری راہوں میں نہ الفت کا ابھی دام بچھا

غم سلگتا ہے مری روح کی گہرائی میں
میں ترے خواب کی تعبیر نہیں بن سکتا
خانۂ دل میں مصائب کے اندھیرے ہیں ابھی
میری راہوں سے بہت دور سویرے ہیں ابھی

گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرہواں پارہ سبحان الذی۔ سورہ کہف

(از ادارہ دین دنیا دہلی)

ہم ذیل میں قرآن شریف کے پندرہویں پارہ کی آخری قسط کا باقی حصہ پیش کر رہے ہیں۔ جسمیں کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کی ملاقات کا نصیحت آموز واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اور اپنے بندوں کو متنبہ کیا ہے کہ اُن کو ہرگز اپنے علم و فضل پر غرور نہیں کرنا چاہئے خواہ وہ پیغمبروں کا درجہ ہی کیوں نہ رکھتے ہوں۔

حضرت موسیٰؑ کا ایک واقعہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی.......... لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۔ ۵

ترجمہ:۔ (وہ وقت یاد کرو) جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں برابر چلتا رہوں گا جب تک کہ مجمع البحرین پر نہ پہنچ جاؤں گا ــــ ورنہ برابر یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا۔ پھر جب یہ دونوں مجمع البحرین پر پہنچ گئے تو اپنی مچھلی (راستہ میں) بھول گئے اور اس مچھلی نے دریا میں راستہ بنا کر (فراسکی) راہ نکال لی۔ پھر جب دونوں آگے نکل گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ (یعنی تلی ہوئی مچھلی) ہم نے اس سفر میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے۔ خادم نے (اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا) ذرا دیکھئے تو جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی کی بابت بتانا بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا ورنہ میں اس کا ذکر ضرور کرتا کہ اس مچھلی نے عجیب طرح سے (زندہ ہوکر) اپنی راہ لی ــــ موسیٰ نے کہا یہی وہ جگہ ہے جس کی مجھے تلاش تھی ــــ پھر دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس لوٹے پھر دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک (نیک) بندے کو پالیا جسے ہم نے اپنی خاص رحمت سے نوازا تھا۔ اور ہم نے اُس کو ایک خاص علم سکھایا تھا (اور وہ حضرت خضرؑ تھے) موسیٰ نے اُن سے کہا کیا میں آپ کے پاس رہ سکتا ہوں۔ بشرطیکہ جو مفید علم آپکو سکھایا گیا ہے اُس میں سے آپ (کچھ) مجھے بھی سکھا دیں ان بزرگ نے کہا کہ تم کو میرے ساتھ رہکر صبر نہ ہو سکے گا۔ اور ایسے امور پہ جو تمہارے احاطۂ واقفیت سے باہر ہیں (بھلا) تم کیسے صبر کر سکو گے موسیٰ نے کہا انشاءاللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ اور میں آپ کے کسی حکم کی بھی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ان بزرگ نے کہا کہ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو مجھ سے کسی امر کے بارے میں سوال نہ کرنا جب تک کہ میں اُس کے بارے میں خود ہی کوئی ذکر نہ کروں۔

تشریح:۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور وہ حضرت خضر کی ملاقات کی غرض سے روانہ ہو گئے۔ اس آیت میں اسی واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے)

اور اے رسول۔ وہ وقت یاد کرو جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم (یوشع بن نون) سے کہا تھا کہ انہوں نے جس سفر کا ارادہ کیا ہے میں اُس سے اس وقت تک باز نہیں آؤں گا جب تک کہ میں اُس مقام پر نہ پہنچ جاؤں جہاں دو دریا ملتے ہیں۔ خواہ مجھے سالہا سال تک کیوں نہ سفر کرنا پڑے۔ چنانچہ جب یہ دونوں یعنی موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع اُس مقام پر پہنچے جہاں دونوں دریا آپس میں ملتے تھے تو وہ اپنی ناشتہ کی مچھلی کو بھول گئے۔ حالانکہ حضرت خضر کے ملنے کا وہی مقام تھا۔ اور اس مچھلی نے سرنگ بنا کر دریا میں اپنی راہ کر لی یعنی ناشتہ کی وہ مچھلی جو تلی ہوئی تھی قدرت الٰہی سے زندہ ہو کر دریا میں سرنگ بنا کر چلی گئی

غرضکہ جب یہ دونوں اس مقام سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم یوشع سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ۔ ہمیں اس سفر میں بڑی تکلیف ہوئی ہے۔ اب ہم ناشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر یوشع نے کہا کہ شاید آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم سفر کے دوران جس پتھر کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ مچھلی وہیں گم ہو گئی۔ اور تلی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ اور وہاں ایک راستہ سا بن گیا مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں آپ سے اس واقعہ کا ذکر کرنا بھول گیا۔ اور شاید شیطان نے مجھے بھول میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس مچھلی نے زندہ ہو کر دریا میں جانے کے لئے راستہ بنا لیا تھا۔

(اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ہدایت فرمائی تھی کہ جب وہ حضرت خضر کی تلاش میں جائیں تو اپنے ساتھ ایک مچھلی تل کر ساتھ لیتے جائیں۔ اور جس مقام پر وہ مچھلی غائب ہو جائے تو سمجھ لیں کہ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں حضرت خضر سے ملاقات ہو سکتی ہے)

حضرت موسیٰ نے جب حضرت یوشع سے مچھلی کے غائب ہونے کا حال سنا تو کہا کہ اسی بات کی تو ہم تلاش میں تھے۔ پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس لوٹے۔ اور واپسی پر انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک نیک بندہ کو پایا۔ یعنی حضرت خضر سے حضرت موسیٰ کی ملاقات ہو گئی۔ اور اس بندہ کو یعنی خضر کو ہم نے رحمت عطا کی تھی۔ اور اپنے پاس سے اُسے علم غیب بھی عطا کیا تھا۔

اس ملاقات کے بعد موسیٰ نے خضر سے کہا کہ "کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔ مگر اس شرط پر کہ جو علم آپ کو خدا کی طرف سے تعلیم کیا گیا ہے اس میں سے کچھ آپ مجھے بھی سکھا دیں"

خضر نے یہ سن کر کہا کہ "تم میرے ساتھ رہ کر صبر اور ضبط سے کام نہ لے سکو گے۔ کیونکہ جو چیزیں تم ایسی دیکھو گے جو تمہاری سمجھ اور عقل سے باہر ہوں گی۔ اُنہیں دیکھ کر تمہارا صبر کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اس پر موسیٰ نے کہا "ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ اور میں ہرگز آپ کی حکم عدولی نہیں کروں گا"

خضر بولے "اگر تم میرے ساتھ ہی رہنا چاہتے ہو تو اس بات کا خیال رکھنا کہ کبھی مجھ سے کسی امر کے بارے میں کوئی سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود ہی اس کے متعلق کوئی ذکر نہ کروں"

حضرت موسیٰؑ کی حضرت خضرؑ پر نکتہ چینی

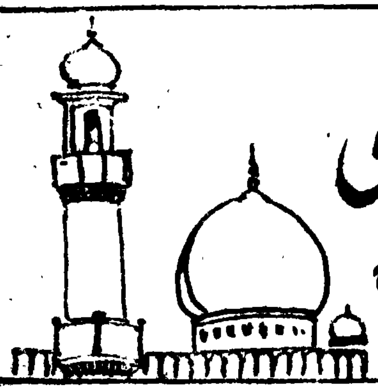
فَانْطَلَقَا حَتّٰى .... لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ۵

ترجمہ:- پھر دونوں چلے یہاں تک کہ دونوں ایک کشتی میں سوار ہو گئے تو اُن بزرگ نے کشتی میں روزن کر دیا۔ موسیٰ نے کہا کہ کیا آپ نے کشتی میں اس لئے روزن کر دیا ہے کہ اہل کشتی کو ڈبو دیں آپ نے یہ کام بڑا ہی عجیب کیا ہے۔ خضر بولے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہ کر سکو گے۔ موسیٰ نے جواب دیا میری بھول پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے۔ اور میری غلطی کے سبب میرے ساتھ سختی نہ کیجئے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکے سے ملے تو اُن بزرگ نے اُسے مار ڈالا تو موسیٰ نے کہا آپ نے ایک بے گناہ کو بغیر کسی قصاص کے کیا مار نہیں ڈالا یہ تو آپ نے بڑا ناپسندیدہ کام کیا ہے۔

تشریح:- پھر وہ دونوں آگے بڑھے۔ اتفاق سے ایک کشتی اُن کے سامنے سے گزری جس میں دونوں سوار ہو گئے۔ خضر نے موقعہ پاتے ہی کشتی کا تختہ اکھاڑ دیا اور اُس میں روزن کر دیا اُن کے اس فعل کو دیکھ کر موسیٰ نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس کشتی میں اس لئے روزن کر دیا ہے کہ تاکہ اس میں سب ہم سفر کرنے والے غرق ہو جائیں یہ آپ نے بہت ہی بُرا کیا۔ اس بات کو سن کر خضر نے کہا کیا میں پہلے ہی نہیں کہہ چکا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے۔ موسیٰ نے کہا معاف کیجئے اور میری اس فروگذاشت پر گرفت نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں سختی سے کام نہ لیجئے

پھر یہ دونوں کشتی سے اتر کر آگے روانہ ہوئے تو راستہ میں انہیں ایک لڑکا ملا جسے خضر نے موقعہ ملتے ہی ہلاک کر دیا۔ موسیٰ سے برداشت نہ ہو سکا اور بولے کہ یہ آپ نے کیا کیا کہ ایک بے گناہ کو کسی قصاص اور جرم کے بغیر مار ڈالا یہ تو آپ کی نہایت ہی ناپسندیدہ حرکت ہے۔ (پندرہویں پارے سبحان الذی کی تعلیمات ختم)

تعلیم الحدیث مسلسل



قیامت سے پہلے تباہی اور بربادی

سب سے بڑا جہاد کیا ہے۔ عیب جوئی بہت بڑا گناہ

(از شوکت علی فہمی)

مسلمانوں کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے ذیل میں احادیث کی مستند کتب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں۔ جن سے اگر مسلمان نصیحت حاصل کریں تو اُن کی دنیا بھی سدھر سکتی ہے اور عاقبت بھی۔

قیامت سے پہلے تباہی اور بربادی

احادیث کی مستند کتب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ایسی پیشینگوئیاں بھی موجود ہیں جن سے کہ پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے قریب بڑی تباہی اور بربادی ہوگی۔ اور سرزمین عرب میں۔ طرح طرح کے فتنے برپا ہوں گے چنانچہ ترمذی کی صحیح حدیث ہے

"حضرت حذیفہ رضہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم اپنے حکمرانوں کو قتل نہیں کرو گے۔ اور تم میں سے بدتر لوگ دنیا کے وارث نہیں بن جائیں گے" (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشینگوئی کی روشنی میں جب ہم حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہی مسلمان جو کبھی ایک فولادی دیوار کی طرح مستحکم اور متحد تھے آج اُن میں اور اُن کے حکمرانوں میں افتراق پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس افتراق کی بنا پر بدترین لوگ دنیا کے وارث اور ٹھیکیدار بن گئے ہیں۔ مثلاً بیگن اور ریگن جیسے لوگ۔ اور ایک دوسری حدیث میں حضور نے فرمایا ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی تو حجاز یعنی عرب ممالک میں ایک آگ سی لگ جائے گی چنانچہ کنز المعارف میں ذیل کی حدیث درج ہے۔

"حضرت ابوذر غفاری رضہ سے روایت ہے کہ ایک خطبہ میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں قائم ہوگی قیامت جب تک کہ ارض حجاز میں سے ایک آگ نکلے گی یہ آگ شدید اور ہولناک ہوگی جس پہاڑ کے قریب سے گزرے گی اُسے خاک کر دے گی اور مانند سیسے کے اُسے پگھلا دے گی۔ اور وہ آگ مانند دریا کی لہروں کے جوش زن ہوگی۔ جب یہ آگ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے گی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اُس آگ کا رُخ بدل جائے گا۔ اور سرحد عالم نے بُحرمت پیغمبر کو اللہ اس آفت سے بچا لے گا"

کوئی تعجب نہیں کہ اس وقت لبنان اور دنیائے عرب میں فلسطینیوں کے خلاف جنگ کی جو آگ بھڑک رہی ہے اُسی کے بارے میں یہ حدیث ہو اور عنقریب حجاز بھی اُس کی لپیٹ میں آجائے۔ اس کے علاوہ جس خوفناک آگ کا تذکرہ اوپر کی حدیث میں کیا گیا ہے وہ عام آگ تو ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ اس آگ کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ وہ خصوصیات ایٹم بموں اور نیوکلیر ہتھیاروں ہی میں ہو سکتی ہیں یعنی بہت ممکن ہے کہ دنیائے عرب کی یہ جنگ ایٹمک جنگ میں تبدیل ہو جائے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنائی گئی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی برکت سے یہ مصیبت نہ صرف سرزمین حجاز سے بلکہ حجاز کے پڑوسی ممالک پر سے بھی ٹل جائے گی۔ ہماری تو دعا ہے کہ خدا فلسطینیوں اور مسلمانوں کو تباہی اور بربادی سے محفوظ رکھے۔ اور جو تاریکی کے بادل لبنان اور دوسرے عرب ممالک پر چھائے ہوئے ہیں وہ جلد چھٹ جائیں۔

سب سے بڑا جہاد کیا ہے

اسلام دنیا میں اس لئے آیا ہے تاکہ وہ غریبوں کی مدد کرے مظلوموں کو سینہ سے لگائے۔ اور بیکسوں کو سہارا دے چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غریبوں پر رحم کرنے والا۔ بیوہ عورتوں اور مسکین کی خبرگیری کرنے والا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے۔ اور ایک خطبہ میں حضور نے فرمایا کہ بیوہ عورتوں اور مساکین کی امداد کرنے والا اُس شب بیدار شخص کے مانند ہے جو تاقوس کے ساتھ روزے بھی رکھتا ہے" (مسلم)

گویا اسلام نے غریبوں اور مساکین کی امداد کرنے والے کا درجہ مجاہدین اور شب بیدار بزرگوں۔ اور روزے رکھنے والوں کی برابر قرار دیا ہے۔

رسول مقبول صلعم کی سیرت مقدسہ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ غریبوں کی امداد مسکینوں کی اعانت اور مظلوموں کی حمایت میں صرف ہوا ہے اور رسول اللہ صلعم کے جانشین یعنی خلفائے راشدین کی بھی کیفیت یہ تھی کہ وہ اگرچہ ایک وسیع سلطنت کے حکمران تھے۔ لیکن پھر بھی غریبوں۔ مسکینوں۔ بیواؤں اور یتیموں کی امداد سے غافل نہیں رہتے تھے

حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے بڑھ کر کسی مذہب نے بھی بے سہارا اور غریب لوگوں کی امداد پر زور نہیں دیا ہے۔ اسلام کے نزدیک پریشان حال مخلوق خدا کی امداد اور اعانت عبادت اور ریاضت سے بھی کہیں زیادہ افضل ہے۔

عیب جوئی بہت بڑا گناہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے کردار کو بلند رکھیں اور دوسروں کی عیب جوئی کی بجائے اپنی خامیوں اور کمزوریوں پر نظر رکھیں چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا ــــ اے وہ لوگو! جو زبان سے اسلام لا چکے ہو اور دل میں ایمان کا اثر نہیں رکھتے انہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ تم دوسروں کو اذیت نہ دو ان کے عیوب کو نہ ڈھونڈو اس لئے کہ جو شخص کسی مسلمان کے عیب تلاش کرتا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ اُس کے عیب ڈھونڈتا ہے اور جس کے عیب کو اللہ تعالیٰ ڈھونڈتا ہے اُس کی رسوائی یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے ضرور رسوا کرے گا خواہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی چھپا بیٹھا رہے" (ترمذی)

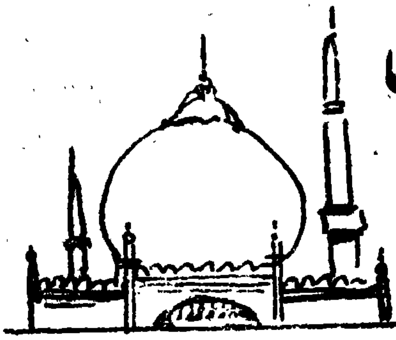
اس حدیث کے ذریعہ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دوسروں کی عیب جوئی میں نہ لگے رہیں۔ بلکہ انہیں چاہئے کہ اس قسم کی خامیاں نہ باتوں سے اپنے کردار کو بلند رکھیں۔ اور ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ اُن کی ذات سے کسی مسلمان کو بھی کسی قسم کا جسمانی یا روحانی نقصان نہ پہنچ پائے۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ دوسرے کے عیبوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کریں چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے۔

"عقبہ بن عامر رض بیان کرتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا "جس نے کسی کا عیب دیکھا اور پھر اُس پر پردہ ڈالا تو گویا اُس نے زندہ در گور کو قبر سے نکالا" (مسلم)

لیکن آج حالت یہ ہے کہ ہم اپنے عیبوں کی جانب سے تو آنکھیں بند کئے ہیں مگر دوسروں کے عیوب بیان کرنے میں ایک لذت سی محسوس کرتے ہیں کاش مسلمان ان پیاری احادیث سے نصیحت حاصل کر سکیں۔

اسلامی افکار



اسلام غیر مسلموں کیلئے بھی ایک نعمت

اسلامی تعلیمات نے ذہنی انقلاب برپا کردیا ہے

(از علامہ سعید الجمادی)

علامہ سعید الجمادی لبنان کے ایک نامور اہل قلم ہیں۔ انھوں نے ذیل کے فاضلانہ مقالہ میں یہ بتایا ہے کہ اسلام ہی دنیا کا واحد مذہب ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ غیر مسلموں کی بھی پوری پوری رہنمائی کرتا ہے۔ امید ہے کہ انکے فاضلانہ مقالہ کا یہ ترجمہ دین دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں پسند کیا جائے گا۔

اسلام صرف مذہب ہی نہیں ہے بلکہ ایک ایسی انقلابی اور اصلاحی تحریک ہے جس نے کہ انسان کے دل و دماغ کو بالکل بدل کر رکھ دیا ہے۔ اسلام کا معجزہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ دنیا کی وہ قومیں جو سورج چاند۔ دریاؤں اور ستاروں کی پرستش کرتی تھیں۔ آج چاند اور ستاروں پر کمند ڈال کر انھیں زیر کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئی ہیں۔ اور انھوں نے سمجھ لیا ہے کہ یہ ساری کائنات انسان ہی کے لئے ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اسلام نے خالص توحید پرستی کی دعوت دے کر انسان کے تخیل کو بلند نہ کیا ہوتا تو یہ دنیا بدستور پستی میں پڑی ہوئی بے حقیقت چیزوں کے سامنے گردن جھکاتی رہتی۔

اسلام نہ صرف دنیا کا آخری مذہب ہے بلکہ یہ ایک ترقی یافتہ تحریک بھی ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام کے بارے میں گزشتہ چودہ سو برس سے برابر غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام ایک جامد مذہب ہے جو انسان کو ترقی کے راستے سے روکتا ہے۔ اس کے ماننے والے ساری دنیا سے کٹ کر اپنی دنیا علیحدہ بنانا چاہتے ہیں۔ اور اسلام کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ یہ جنگ بازوں، درندوں اور وحشیوں کا مذہب ہے۔ لیکن اسلام کی صداقت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آج اس کے بدترین مخالف بھی اس کی حقانیت اور افادیت کے قائل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

یہ تحقیق اور ترقی کا زمانہ ہے چنانچہ اس زمانہ میں جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں پر تحقیق ہو رہی ہے وہاں مذاہب اور انسانی زندگی پر اُن کے اثرات کے مطالعہ نے بھی ایک علمی تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اور اسی تحریک کے ماتحت اسلام کے بارے میں جو تحقیقات کی جا رہی ہے اُس کے نتیجہ میں نہ صرف وہ تمام غلط فہمیاں ہی دور ہوتی چلی جا رہی ہیں جو اسلام کے دشمن صدیوں تک اس کے متعلق پیدا کرتے رہے تھے بلکہ اُس کے ایک مکمل دین ہونے کی بھی تصدیق ہو گئی ہے اور حیرت ہے کہ یہ کام اُن ہی لوگوں اور قوموں کے ہاتھوں انجام پا رہا ہے جو خود اسلام کو ایک مذہب کی حیثیت سے تسلیم کرنے سے گریز کرتے رہے ہیں۔

مثلاً آج سے چند سال پہلے مذاہب عالم کی چھان بین کرنے کی غرض سے مغربی مفکرین کے ایک گروہ نے ایک کانفرنس منعقد کر کے مختلف مذاہب کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا۔ اس کانفرنس میں اسلام کے مکمل دین ہونے کے دعوے پر جو مقالات پڑھے گئے تھے اُن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام اپنے ہمہ گیر محاسن کی بدولت غیر مسلموں میں بھی کتنی وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے چنانچہ ایک مقالہ میں کہا گیا ہے۔

"کسی مذہب کی خوبیوں اور برائیوں کا جائزہ لینے کے لئے یہ بات

جانا ضروری ہے کہ اس مذہب کو ایک اصلاحی تحریک کے طور پر دیکھ کر اس بات کو پرکھا جائے کہ یہ اصلاحی تحریک اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوئی ہے۔ اور اس سے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا ہے۔ اور ہمیں اسلام کے کردار کی تحقیقات کرتے ہوئے اسی اصول کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔"

یہی مقالہ نگار آگے چل کر اسلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ "اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کیلئے مجبور ہیں کہ ان میں سے بہت سے مذاہب آج تاریخ اور تذکروں کی زینت بن کر رہ گئے ہیں۔ آج اُن کا کوئی وجود نظر نہیں آتا اور جو مذاہب بھی آج موجود ہیں اُن کی ابتدائی اور اصلی صورت بڑی حد تک بدل چکی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ وہ انسان کے بڑھتے ہوئے شعور اور زمانہ کی ضرورتوں کا ساتھ دینے میں ناکام رہے ہیں۔"

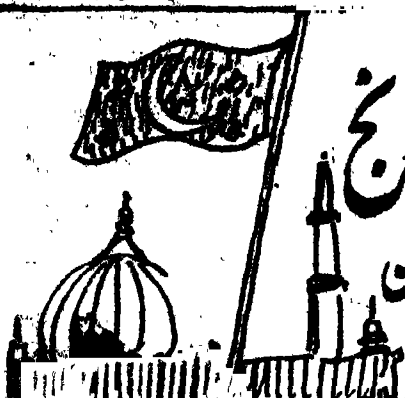
مگر اس کے برعکس اگرچہ اسلام کے ظہور پر پوری چودہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ لیکن اس کی شکل مطلق نہیں بدلی بلکہ جوں کی توں قائم ہے۔ حتیٰ کہ اس مذہب پر قدامت پسندی کا الزام لگایا جاتا رہا ہے مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے ماننے والوں کی تعداد برابر نہایت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اور اب تو حالت یہ ہے کہ دنیا کا کوئی گوشہ بھی مسلمانوں کے وجود سے خالی نظر نہیں آتا۔ اور یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ یہ مذہب انسان کے ترقی پذیر شعور کا ساتھ دے رہا ہے۔ اور زمانہ حاضرہ کی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔"

ایک دوسرے مقالہ نگار نے بھی اپنے مقالہ میں اسلام کے بارے میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام کی خصوصیات اس کے ماننے والوں کی عملی زندگی میں خاص طور پر نمایاں ہیں۔ اور اس زاویہ نگاہ سے اسلام دوسرے تمام مذاہب سے بالکل مختلف نظر آتا ہے کہ جہاں دوسرے مذاہب نے انسانی زندگی کے صرف روحانی پہلو کو مدنظر رکھا ہے وہاں اسلام مادی اور عملی زندگی میں قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جہاں دیگر مذاہب کی اصلاحی کوششیں صرف چند قبائل یا زیادہ سے زیادہ کسی ایک علاقہ تک محدود رہی ہیں۔ وہاں اسلام کی اصلاحی کوششیں پوری دنیا پر حاوی ہیں۔ پھر اسلام نے اپنے عالمگیر اور مکمل دین ہونے کا دعویٰ اس لئے بھی کیا ہے کہ اول تو اُس نے اپنی ہدایت اور رہنمائی کے لئے زندگی کے کسی ایک ہی پہلو کو منتخب نہیں کیا ہے بلکہ اُس کی رہنمائی کا دائرہ روحانی اور مادی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے۔"

اور یہی مقالہ نگار آگے چل کر لکھتا ہے کہ "اسلام نے صرف انسان کی روحانی ضرورتوں پر ہی زور نہیں دیا بلکہ وہ زندگی کا ایک ایسا مکمل نظام ہے جس میں انسان کی مادی ضرورتوں کے ساتھ روحانی ضرورت کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ یعنی اسلام کے قائم کردہ نظام میں روحانیت اور مادیت کو دو ایسے ستونوں کی حیثیت حاصل ہے جن پر اسلامی نظام کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔ اور ان میں سے اگر کسی ایک ستون کو بھی نکال دیا جائے تو عمارت برقرار نہیں رہ سکتی۔"

"پھر اسلام سے پہلے کے مذاہب نے چونکہ انسان کی مادی ضرورتوں کو نظر انداز کر کے محض روحانی تسکین کو اپنا مقصد قرار دے دیا تھا اس لئے انسان رفتہ رفتہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ آخر اُس کی پیدائش کا مقصد کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس پوری دنیا کو کس غرض سے پیدا کیا ہے۔ یہ سوال نہایت ہی اہم تھا۔ اور دوسرے مذاہب اس سوال کا جواب دینے سے قاصر رہے تھے بلکہ انھوں نے اس قسم کے سوالات کو بھی گناہ عظیم قرار دیا تھا لیکن اسلام نے اپنا نظام زندگی پیش کر کے نہ صرف انسان کے اس سوال ہی کا عملی جواب دیدیا تھا بلکہ اس نے انسانوں کو ہر معاملہ میں غور و فکر کرنے کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنے کی دعوت بھی دی ہے۔"

اسی طرح ایک دوسرا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ "اسلام نے اپنی تعلیمات اور نظام حیات کے فوائد کو صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں رکھا ہے۔ بلکہ اُس کے مخصوص دینی عقائد کے علاوہ اسلام کا پورا نظام حیات سب کے لئے عام ہے اور اُس کے بہت سے حصوں سے پوری نوع انسانی غیر شعوری طور پر فوائد حاصل کر رہی ہے۔ مثال کے طور پر اسلام نے انسانی سماج کو مساوات کی بنیاد پر قائم کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس کی یہ دعوت صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے بلکہ پوری نوع انسان کے لئے ہے۔ اور آج دنیا میں اس قسم کے سماج کے قیام کی ضرورت کو جس شدت کے ساتھ محسوس کیا جا رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح تمدنی اور معاشرتی (باقی صفحہ پر)



تاریخ اسلام کا ایک ورق

فرعونوں کے ملک میں نعرۂ توحید کی گونج

مجاہدین اسلام کی سرفروشی اور حوصلہ مندی کی داستان

(از شوکت علی فہمی)

ایک زمانہ یہ بھی ہے کہ بڑی طاقتیں اسلامی ممالک پر چھاتی چلی جا رہی ہیں۔ اور ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ جبکہ مٹھی بھر مسلمان دنیا کی بڑی سے بڑی حکومت کا تختہ الٹ دیتے تھے۔ اور اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے پہاڑوں سے ٹکرا جاتے تھے یوں تو مسلمانوں کی حوصلہ مندی کی داستانوں سے پوری تاریخ اسلام بھری پڑی ہے لیکن ہم ذیل میں مسلمانوں کا وہ اہم تاریخی واقعہ درج کر رہے جبکہ مٹھی بھر مسلمانوں نے فرعونوں کی سرزمین یعنی مصر پر پہلی مرتبہ اسلام کا پرچم لہرا دیا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمان عراق۔ شام اور ایران کے ایک بڑے حصہ کو فتح کر چکے تھے اور اُن کی فاتحانہ پیش قدمی سے مصر میں شدید اضطراب پھیلا ہوا تھا۔ اور یہ اندیشہ کیا جانے لگا تھا کہ اب مصر کی بھی خیر نہیں۔ اِس زمانہ میں مصر پر سے فرعونوں کا اقتدار ختم ہو چکا تھا۔ اور مصر میں رومی عیسائیوں اور قبطیوں کی ملی جلی حکومت قائم تھی یعنی مصر کا برائے نام بادشاہ تو شاہ مقوقس تھا۔ جو مذہبًا قبطی یعنی بت پرست تھا۔ لیکن خوجی اعتبار سے مصر پر قیصر روم کو اقتدار حاصل تھا۔ گویا قبطی اور رومی مل جل کر حکومت کر رہے تھے۔

رومی عیسائیوں کو چونکہ شام کے علاقہ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں بری طرح شکست اٹھانی پڑی تھی اِس لئے قیصر روم مسلمانوں سے انتقام لینے کے درپے تھا۔ اُدھر قبطی بھی مسلمانوں کی فتوحات سے خوفزدہ تھے۔ لہٰذا دونوں نے متحد ہو کر یہ طے کیا کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت پر ضرب لگائی جائے۔ ایک طرف تو مصر سے حملہ کر کے شام کو مسلمانوں سے واپس لیا جائے اور دوسری جانب ملک عرب اور عراق کو بھی پامال کر ڈالا جائے۔ لہٰذا اس مقصد کے لئے مصر میں نہایت وسیع پیمانہ پر جنگی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

رومیوں اور شاہ مصر مقوقس کے اِن خطرناک منصوبوں کا جب حضرت عمرو بن عاص رضؓ کو علم ہوا تو اُنھوں نے سپہ سالار اسلام حضرت ابو عبیدہ جراح سے خواہش کی کہ انہیں فوراً مصر پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن شام کا معرکہ چونکہ ابھی گرم تھا اِس لئے حضرت ابو عبیدہ کو تامل ہوا اور اُنھوں نے کہا کہ "ایسی حالت میں جبکہ ہماری فوج شام اور ایران کے محاذوں پر مصروف ہے تیسرا محاذ کھولنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ شام و ایران کی کامل فتح تک آپ یہ ارادہ ملتوی کر دیں"

حضرت عمرو بن عاص جو شاید مصر کی فتح کا تہیہ کئے ہوئے تھے اُنھوں نے جواب دیا کہ "ہم نے جتنے ملک بھی فتح کئے ہیں اُن کی فتح میں ہمیں فوجوں سے کہیں زیادہ تائید غیبی حاصل رہی ہے جو لوگ کہ اللہ کا نام بلند کرنا چاہتے ہیں انہیں ہتھیاروں سے کہیں زیادہ خدمت اسلام کے جذبے کی ضرورت ہے۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ جذبہ ہمارے ایک ایک سپاہی کے قلب میں موجود ہے۔ مجھے تھوڑے سے سپاہی دیجئے اللہ کو منظور ہے تو میں گنے چنے سپاہیوں کے ذریعہ پورا مصر فتح کر دوں گا"

حضرت ابو عبیدہ کو اب بھی تامل تھا۔ لیکن عمرو بن عاص اپنے ارادہ پر جمے رہے اور اُنھوں نے کہا کہ "آپ کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے خلاف مصر میں زبردست تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہاں تک کہ رومیوں اور قبطیوں

نے اسلام کے سب سے بڑے مرکز مدینہ اور مکہ کو بھی تباہ کرنے کے منصوبے بنا رکھے تھے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ہم نے فوراً ہی مصر پر حملہ نہ کر دیا تو آگے چل کر ہمارے لئے شدید دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔ اور کوئی عجب نہیں کہ ہمارے شام اور ایران کی فتوحات بھی خطرہ میں پڑ جائیں۔ اس کے علاوہ خود خلیفۂ اسلام حضرت عمر فاروق رضؓ کی بھی خواہش یہی ہے کہ ہم جلد سے جلد مصر پر حملہ کر دیں اور آپ کو معلوم ہے کہ اس خدمت کے لئے خلیفۂ اسلام نے مجھے پہلے ہی سے نامزد کر رکھا ہے۔"

کافی بحث و مباحثہ کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضؓ نے آخر حضرت ابو عبیدہ کو مصر پر حملہ کیلئے آمادہ ہی کر لیا۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس عظیم معرکہ کے لئے حضرت عمرو بن عاص کو پانچ ہزار سے زیادہ سپاہی نہیں دئے جائیں گے۔ اور حضرت عمرو بن عاص پانچ ہزار سپاہیوں پر ہی مطمئن ہو گئے۔ اللہ اللہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا کیا حوصلہ تھا کہ وہ ایک ایسے عظیم ملک کی فتح کے لئے جا رہے تھے۔ جس کا چپہ چپہ محفوظ تھا۔ اور جو پورا ملک فوجی چھاؤنی بنا ہوا تھا۔ ایک ایسے ملک پر حملہ کیلئے بھلا پانچ ہزار سپاہیوں کی کیا حقیقت تھی۔ لیکن حضرت عمرو بن عاص کو پھر بھی اللہ کی ذات پر کامل یقین اور بھروسہ تھا کہ وہ مٹھی بھر سپاہیوں کے ذریعہ مصر جیسی عظیم سلطنت کا تختہ الٹ دینگے۔

اُس زمانہ کے مسلمانوں کی حوصلہ مندی کا راز یہ تھا کہ انھوں نے فتوحاتِ اسلامیہ کو بھی عبادت کا درجہ دیدیا تھا۔ ان کو نہ کسی ملک کی ضرورت تھی۔ اور نہ دولت کی اور نہ وہ اقتدار کے خواہاں تھے بس ان کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ جس ملک میں بھی جائیں اُس ملک کے باشندوں کو کفر و جہالت کی تاریکی سے نکالیں اور وہاں جا کر اللہ کا نام بلند کریں۔ یہی وجہ تھی کہ جب وہ کسی ملک کو فتح کرتے تھے تو وہاں کے باشندوں کی املاک و جائداد پر ہاتھ ڈالنا گناہ عظیم سمجھتے تھے۔ ملک کی فتح کے بعد وہاں کے باشندوں کو بڑی نرمی اور محبت کے ساتھ اسلام کی جانب بلاتے تھے۔ خواہ وہ اسلام قبول کریں یا نہ کریں اُن کے ساتھ انتہائی محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ اور یہی پاک اور مقدس جذبہ حضرت عمرو بن عاص کو مصر کی جانب کھینچ رہا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس سرزمین کو جس پر کفر کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں پھر نعرہ حق کا مرکز بنا دینا چاہتے تھے۔ [illegible] ایک دن [illegible]

ہوئے حضرت عمرو بن عاص تیزی سے مصر کی جانب بڑھ رہے تھے یہاں تک کہ اُن کی مختصر سی فوج مصر کے قریب پہنچ گئی۔

مصر کی سرحد سے بالکل متصل حضرت عمرو بن عاص اور اُن کی پوری فوج نے ایک ساتھ نماز ادا کی اور نماز کے بعد عمرو بن عاص نے بلند آواز سے گڑگڑا کر بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ "خدایا تیرے چند کمزور بندے مصر کے کفرستان میں بھٹکے ہوئے سرکشوں میں تیرا نام بلند کرنے کے لئے آئے ہیں۔ انہیں دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کی طاقت عطا فرما۔ اُن کے دلوں میں خدمت اسلام کا جذبہ ہے۔ اے اللہ اُنہیں توفیق دے کہ وہ دنیا کے لئے نہیں بلکہ دین کے لئے اس عظیم ملک کو تیرے نام پہ فتح کر سکیں۔"

حضرت عمرو بن عاص بڑی دیر تک اسی طرح بارگاہ الٰہی میں گریہ و زاری کرتے رہے۔ اور پھر اس کے بعد حملہ آور ہوئے تو کس میں اتنی طاقت تھی کہ جو اللہ کی فوج کے ان سپاہیوں کے سیلاب کو روک سکتا۔ سب سے پہلے حضرت عمرو بن عاص نے فرما کو فتح کیا۔ فرما وہ مقام تھا جو پورے مصر میں کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔ اسے مصر کا دروازہ سمجھا جاتا تھا۔ رومیوں اور قبطیوں نے بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مگر جوشِ اسلامی کے مقابلہ میں کون ٹھہر سکتا تھا۔ مگر پھر بھی مسلمانوں کے لئے یہ دشواری پیدا ہو گئی تھی کہ اُن کے آدھے سے زیادہ سپاہی کام آ چکے تھے۔ اُدھر دشمن کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ ہر طرف فوجی سپاہیوں کا ایک سمندر لہرا رہا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص نے یہ کیفیت دیکھی تو تمام حالات سے سپہ سالار اسلام کو مطلع کر دیا۔ سپہ سالار اسلام نے فوراً ہی چار ہزار کی مزید تازہ دم فوج بھیج دی۔ اور اس طرح مسلمانوں کا جو جانی نقصان ہوا تھا اُس کی بڑی حد تک تلافی ہو گئی۔

مسلمانوں کی تازہ دم فوج کے آنے کے بعد بھی مسلمانوں کی تعداد دشمنوں کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ ستر اسی ہزار سے زیادہ رومی اور قبطی مسلمانوں کے مقابلہ پر صف آرا تھے۔ لیکن مسلمانوں کی خوش قسمتی سے رومی اور قبطی فوجوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ جو اتنی بڑھی کہ مصر کے بادشاہ مقوقس نے خود مسلمانوں سے صلح کی بات چیت شروع کر دی۔ مقوقس اس لئے بھی مسلمانوں سے صلح کرنا چاہتا تھا کہ وہ قبطی تھا۔ اور قبطیوں کے [illegible]

تاریخ ہند



کیا شاہانِ ہند غیر مسلموں کے دشمن تھے

ہندوستان کا "مسلم دورِ حکومت" تاریخ کی روشنی میں

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

ہندوستان کی اکثریت کے فرقہ وارانہ جذبات کو ابھارنے کے لئے آج ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں میں کیڑے ڈالے جا رہے ہیں اور انھیں غیر مسلموں کا دشمن نمبر اوّل ظاہر کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک ہزار سالہ طویل دورِ حکومت اول سے لیکر آخر تک مذہبی تعصب سے بالکل پاک رہا ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں ایک مقالہ پیش کر رہے ہیں جو ان فرقہ پرستوں کے پروپگنڈے کا دندان شکن جواب ہے جو مسلمان حکمرانوں کو غیر مسلموں کا دشمن ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت کی خوبی اور برائی کو جانچنے کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کوئی معیار مقرر کیا جائے اور اس معیار کے تحت نظریہ جائزہ لیا جائے کہ مسلم دورِ حکومت میں خوبیاں تھیں یا برائیاں اور اس مقصد کے لئے ہمارے نزدیک بہترین کسوٹی یہ ہے کہ تاریخ کی روشنی میں یہ دیکھا جائے کہ اس دور میں لوگوں کے ساتھ انصاف کیا جاتا تھا یا نہیں۔ اور یہ کہ اس دور میں عوام کو مذہبی اور سماجی آزادی حاصل تھی یا نہیں۔

مسلمان مختلف صورتوں میں کم و بیش ایک ہزار سال تک ہندوستان پر حکومت کرتے رہے تھے۔ انھوں نے بہت تھوڑی تعداد میں ہندوستان آکر اسے فتح کیا تھا۔ اور آہستہ آہستہ شمال سے جنوب تک پورے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ اور اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ان کی حکومت میں کوئی بنیادی خوبی نہ ہوتی تو وہ نہایت قلیل اقلیت میں ہونے کے باوجود ایک ہزار سال تک اس ملک میں اپنی حکومت کو قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ لیکن یہ ایک منطقی نتیجہ ہے اور اس نتیجہ کی صحت کی تصدیق یا تردید کے لئے ہمیں تاریخ سے مدد لینا چاہئے۔

مسلمان سب سے پہلے سندھ میں آئے تھے۔ اور اگرچہ ان کی حکومت کا وہ زمانہ بہت ہی مختصر ثابت ہوا تھا۔ لیکن تاریخ آج بھی اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ انھوں نے انصاف رواداری اور آزادی کا جو معیار قائم کیا ہے اس کی نظیر مسلمانوں کے عہدِ حکومت کے علاوہ کسی اور حکومت میں نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے اس مختصر سے دورِ حکومت میں انصاف و عدل کا معیار اس قدر بلند تھا کہ سندھ کے فاتح محمد بن قاسم کو بقول ہندو مورخین اس زمانے کے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے صرف اس وجہ سے موت کی سزا دی تھی کہ اس کے خلاف ایک ہندو عورت نے چند جھوٹے الزام لگائے تھے۔ اور محمد بن قاسم ان الزامات کی تردید کرنے سے قاصر رہا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی منظم حکومت کا طویل زمانہ مغلوں کی حکومت کا زمانہ تھا۔ اس خاندان میں جہانگیر کے عدل اور انصاف کے واقعات سے ہر پڑھا لکھا شخص اچھی طرح واقف ہے چنانچہ ہندوستان کے اسی جلیل القدر شہنشاہ نے اپنی ملکہ نورجہاں کو جس کے ساتھ اسے عشق کے درجہ تک محبت تھی۔ اس لئے موت کی سزا کا حکم دیا تھا کہ اس کے ہاتھ سے ایک شہری بلا وجہ مارا گیا تھا۔ شہنشاہ جہانگیر کے علاوہ بھی اس خاندان کا کوئی حکمران ایسا نہیں گزرا جسے عدل اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ اور اس نے

آئینی جواز کہنے سے گریز کیا ہو۔

عہد اکبری کا تاریخی واقعہ ہے کہ ہندوستان کے اس عظیم الشان حکمراں نے جو اپنی علم دوستی اور وسعت قلب کے لئے مشہور تھا، ایک عالم دین کو صرف اس وجہ سے موت کے گھاٹ اتروا دیا کیونکہ اس نے ایک برہمن کو قتل کر دیا تھا۔

جہانگیر کے زمانے میں خان عالم کو بہت زیادہ اقتدار حاصل تھا اس امیر کے بھتیجے نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا جہانگیر کو معلوم ہوا تو اس نے خود معاملہ کی تحقیقات کی اور اگرچہ خان عالم ہر ممکن طریقہ سے اپنے بھتیجے کو سزا سے بچانے کی کوشش کرتا رہا لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی اور بادشاہ نے مجرم کو موت کی سزا دی۔

اسی طرح جہانگیر ہی کے دور حکومت میں ایک مرتبہ سیدوں اور راجپوتوں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ اس جھگڑے کی بدولت فریقین نے تلواریں سونت لیں اور فریقین میں سے کئی افراد ہلاک ہوئے اس جھگڑے میں ایک بزرگ سید کبیر نے بھی حصہ لیا تھا شاہی حکم کے مطابق جب اس کی تحقیقات کرائی گئی تو معلوم ہوا کہ زیادتی سیدوں کی تھی۔ چنانچہ سید کبیر کو پھانسی کی سزا دی گئی اور سب کے بعد اورنگزیب کے عہد حکومت کے اس واقعہ کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اپنے حقیقی بھانجے کو محض اس وجہ سے سزائے قید دی تھی کہ اس نے ایک ہندو کے ساتھ زیادتی کی تھی اور جب اورنگزیب کی بہن نے فرزند کی محبت سے مجبور ہو کر شہنشاہ سے کہا کہ میں اپنے بیٹے سے علیحدہ رہ کر زندہ نہیں رہ سکتی تو اس نے بہن کو بھی بھانجے کے ساتھ قیدخانہ میں رکھے جانے کا حکم دے دیا تھا۔

عدل اور انصاف کی ان روشن مثالوں کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ مذہبی معاملات میں ہندوستان کی مسلم حکومتوں کا طرز عمل کیا رہا ہے۔ اور جب ہم اس زاویۂ نظر سے تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے دور حکومت میں اس ملک کے باشندوں کو جتنی مذہبی آزادی حاصل تھی وہ آج کا جمہوری اور سیکولر حکومت میں بھی مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے۔

مسلمانوں کے دور حکومت میں مندروں کی تعمیر پر نہ تو حکومت کی طرف سے کوئی پابندی تھی اور نہ مسلمان ان کی تعمیر میں کوئی رکاوٹ پیدا کرتے تھے۔ انہیں ان کے مذہبی فرائض کی ادائیگی میں کامل آزادی حاصل تھی اور مسلمان بھی مندروں اور عبادت گاہوں میں ہندوؤں کی آمد و رفت میں کسی قسم کا کوئی احتجاج نہیں کرتے تھے

مسلمان بادشاہ جہاں مسجدوں اور اسلامی مدرسوں کیلئے بڑی بڑی جاگیر وقف کرتے تھے وہاں مندروں کیلئے جاگیر دینے میں بھی بے حد کشادہ دل واقع ہوئے تھے حتیٰ کہ آج بھی نیشنل آرکائیوز میں ایسے بہت سے دستاویزات کو دیکھا جا سکتا ہے جن کے ذریعہ سے مسلمان بادشاہوں نے مندروں وغیرہ کے لئے بڑی بڑی جاگیریں وقف کی تھیں اور یہ دستاویزات اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہیں کہ مسلمانوں نے ہمیشہ ہی تعصب سے بلند ہو کر اس ملک میں حکومت کی ہے۔ اورنگزیب کو بہت بڑا متعصب کہا جاتا ہے لیکن ان دستاویزات میں اورنگزیب کے کئی فرمان بھی موجود ہیں ہر حکومت کو اسی عہد کے پیمانوں سے ناپا جا سکتا ہے لیکن جب ہم ہندوستان کی مسلمان حکومتوں کو اس پیمانہ سے ناپتے ہیں تو ہم کسی تردید کے اندیشہ کے بغیر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی ہم عصر حکومتوں ہی میں بہتر نہیں تھیں بلکہ مسلمانوں کی حکومت آج کی حکومتوں سے بھی بہت سی باتوں میں بدرجہا بہتر تھی۔

اسلام غیر مسلموں کیلئے بھی ایک نعمت

(باقی مضمون صفحہ ۲۲)

میدان میں اسلام نے جو اصلاحات پیش کی ہیں آج کا انسان غیر شعوری طور پر ان اصلاحات سے فائدہ حاصل کر رہا ہے۔

یہ ہے ان طویل مقالات کا خلاصہ جو مذاہب کی کانفرنس میں پڑھے گئے تھے اور ان مقالات سے یہ چیز صاف طور پر واضح ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو کل بنی نوع انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ مذہب سے کہیں زیادہ ایک بہترین نظام حیات ہے۔ جو تمام اقوام و ملت سب ہی کے لئے مفید ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس میں کہ اسلام نے انسان کی رہنمائی نہ کی ہو۔ اسلام گوشہ نشینوں اور عبادت گزاروں کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ انسان کو مادی ترقی کے میدان میں بھی آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے اور دنیا میں ایک ایسا ماحول پیدا کر دینا چاہتا ہے جس میں کہ کل بنی نوع انسان ایک خاندان کی طرح مل جل کر رہ سکیں۔



اسلام آئیرلینڈ کے مفکر کی نظر میں

"ڈاکٹر اوبرائن جیمز" کے اسلام کے بارے میں احساسات

(ڈاکٹر جیمز کے اسلام کے بارے میں احساسات)

اسلام کی حقانیت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ مسیحی قومیں جو مسلسل کئی صدی تک اسلام کے مقابلہ میں شمشیر بکف رہی ہیں۔ آج وہی اپنی زبان سے اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کر رہی ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں آئرلینڈ کے ایک مفکر ڈاکٹر اوبرائن جیمز کے ایک طویل مقالے کے بعض حصے پیش کر رہے ہیں۔ جس میں کہ اس مفکر نے کھلے دل کے ساتھ اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔

میں سالہا سال تک دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتا رہا ہوں اور اس مطالعہ سے میرا مقصد صرف یہ رہا ہے کہ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ دُنیا کے مختلف مذاہب نے سوشل اعتبار سے نوعِ انسانی کی اصلاح میں کہاں تک حصہ لیا ہے۔ اور اِن مذاہب سے واقعی دُنیا کو کوئی فائدہ پہنچا ہے یا اِن کا مقصد اس سے زیادہ کچھ نہیں رہا کہ وہ مذہب پرستوں کو تھوڑا بہت روحانی سکون عطا کر دیں۔

تاریخ کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ انسان کو اُس کی ابتدائی وحشیانہ اور غیر متمدّن زندگی سے شائستہ زندگی کی طرف لانے میں مذہب نے سب سے زیادہ کام کیا ہے چنانچہ مختلف مذاہب کے ماننے والے البتہ افراد جو اپنے مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کو برحق نہیں مانتے۔ جب بے تعصبی کی نظر سے تاریخ کے اُس کردار کا مطالعہ کرتے ہیں جو اُنھوں نے انسان کو انسان بنانے میں ادا کیا ہے تو اُنھیں دُنیا کے تمام مذاہب میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ملتی ہیں۔ لیکن میرے ذاتی مطالعہ کا نچوڑ یہ ہے کہ اسلام نے اِس سلسلہ میں جو عظیم کارنامہ انجام دیا ہے اُس کی مثال دوسرے مذاہب کے مجموعی کارناموں میں بھی نہیں ملتی۔

مثلاً اسلام کی ایک بڑی خصوصیت جو دنیا کی کسی مذہبی یا غیر مذہبی تحریک میں نہیں ملتی یہ ہے کہ اُس نے اپنے مذہبی احکام کی پابندی تو صرف اپنے ماننے والوں تک محدود رکھی ہے۔ لیکن مادّی فائدوں کو سب کے لئے عام کر دیا ہے۔ اسلام سے پہلے کے مذہبوں یا پھر اُن کے ماننے والوں نے اپنے اپنے دور کی تمام ترقیوں کو صرف اپنے ہی لیے محدود اور مخصوص کر رکھا تھا۔ لیکن اسلام نے ایسا نہیں کیا۔ اِسی لئے عہدِ وسطیٰ کے مسلمانوں نے علوم و فنون میں جو ترقیاں کی تھیں۔ اُنھوں نے اِن ترقیوں میں دُنیا کی تمام قوموں کو اپنا شریک اور حصہ دار بنایا تھا۔ اور یہ بات کسی دلیل اور ثبوت کی محتاج نہیں کہ اگر اسلام اپنے ماننے والوں کو فراخ دلی اور وسعتِ نظر کی تعلیم نہ دیتا تو آج مغربی دُنیا اُس ترقی یافتہ تمدّن کی مالک نہیں بن سکتی تھی جس پر اسے ناز ہے۔

مسلمانوں نے پہلی بار خود دُنیا کی وسعتوں میں پھیل کر مختلف ملکوں اور قوموں کے علوم و فنون اور تہذیبوں سے کامل واقفیت حاصل کی تھی اور پھر اُن میں اپنی معلومات اور تحقیقات کے نتائج کو شامل کر کے انھوں نے اِن علوم و فنون کو دُنیا کا مشترک سرمایہ بنا کر اِس طرح سب کے رُوبرو رکھ دیا تھا۔ کہ یورپ کی وہ قومیں بھی جنھیں اُس زمانہ میں اپنے شہروں کو صاف رکھنے نیز اپنے راستوں کو روشن اور اپنے بیماروں کا علاج کرنے کی توفیق بھی حاصل نہیں تھی۔ مسلمانوں کے اِس طرزِ عمل سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اسپین جو اس زمانہ میں مغرب میں اسلامی شوکت وعظمت کا مرکز اور علوم وفنون کا منبع تھا، یورپ کے مختلف شہروں کے باشندے وہاں حصولِ علم کیلئے آیا کرتے تھے۔ اور یورپ میں مسلمانوں کے انہی مغربی شاگردوں اور خوشہ چینوں کی بدولت علم کی روشنی پھیلی تھی۔ اس طرح اسلام کا یہ کارنامہ بے مثال ہی نہیں بلکہ دنیا کے موجودہ تمدن کا سنگِ بنیاد بھی ہے۔

میں اپنی جگہ اس بات کو بھی اسلام کا ایک اعجاز سمجھتا ہوں کہ اس نے تقریباً چودہ سو سال پہلے بنی نوعِ انسان کے لئے جو نظامِ زندگی مرتب کیا تھا۔ زمانہ کے بے شمار تغیرات کے باوجود وہ آج بھی اسی طرح برقرار اور قابلِ عمل ہے۔ اور اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ اس میں انسانی ضرورتوں اور اس کے شعور کی ترقی کی بدولت سامنے آنے والے نئے نئے تقاضوں کو پوری طرح مدِنظر رکھا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو دنیا کی کسی تحریک میں بھی نہیں ملتی۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان تمام تحریکات میں بڑی تبدیلیاں کرنی پڑی ہیں۔ یا پھر ان کا وجود ہی باقی نہیں رہا۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دنیا کی مجموعی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد نسبتاً کم ہے لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے دنیا کے تمام مذہبی طبقوں میں اس کا احترام اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کا مرتب کیا ہوا نظامِ زندگی اس درجہ ہمہ گیر ہے کہ اس سے پوری دنیا مساوی طور پر فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اور اس کے اس نظامِ زندگی کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر انسان کو دوسرے کی دل آزاری اور نقصان رسانی سے روکتا ہے۔ پھر اس کے احکامات اور تعلیمات میں اتنی لچک بھی موجود ہے کہ اس کے ماننے والے دنیا کے ہر ملک اور ہر ماحول میں رہنے کے باوجود وہاں کی تہذیب اور تمدن کا پوری طرح ساتھ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے اپنے عقائد کے علاوہ جن میں اس نے کسی حال میں بھی تبدیلی کی اجازت نہیں دی باقی ماندہ کسی معاملہ میں کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ اسلام کا یہ طریقِ کار اس کی ہمہ گیری اور وسعتِ نظر کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے۔ اور اس کے اس طریقِ کار نے گزشتہ چودہ سو سال میں انسانی عصبیت اور تنگ دلی کو دور کرنے میں بہت زیادہ کام کیا ہے۔

اس بات سے قطع نظر کر لینے کے باوجود کہ اسلام دنیا کا ایک عظیم مذہب سمجھا جاتا ہے۔ اگر اسے ایک اصلاحی تحریک کے زاویۂ نظر سے دیکھا جائے تو بھی اس بات کو ماننا پڑیگا کہ اس تحریک نے دنیا کو جس قدر فائدہ پہنچایا ہے کوئی دوسری اصلاحی تحریک اس قدر فائدہ نہیں پہنچا سکی ہے۔ پھر اس کی اصلاحی قوت اور فائدہ رسانی کی صلاحیت ختم نہیں ہوئی بلکہ چودہ سو سال پہلے کی طرح آج بھی برقرار ہے اور اس کی ان ہی خصوصیات کی وجہ سے دنیا کے سنجیدہ حقیقت پسند اور غیر متعصب طبقے اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرتے چلے آئے ہیں۔

اسلام کا ایک ناقابلِ فراموش کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے انسانی کردار کی پختگی اور بلندی پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اصلاح پسندوں کی ایک ایسی جماعت بنا دینا چاہتا ہے جو بذاتِ خود اچھے کردار کا نمونہ ہوں۔ اور ان کے بلند کردار سے ساری دنیا سبق حاصل کرے۔ اسلام کا یہ نظریہ صرف کتابوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے لوگ پیدا کر دئے ہیں جن کا کردار آج بھی مشعلِ راہ بن سکتا ہے۔ میری مراد صحابہ سے اور صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے والوں سے ہے۔ ان کے حالاتِ زندگی کا جب میں نے مطالعہ کیا تو مجھے ان کے حالات میں پیغمبروں کے کردار کی جھلک دکھائی دی۔

واقعہ یہ ہے کہ انسانی سوسائٹی کی اصلاح میں اسلام نے بڑا ہی اہم پارٹ ادا کیا ہے۔ اور اسی لئے مجھے اس مذہب کے ساتھ ایک گہری عقیدت پیدا ہو گئی ہے۔ اور میری پختہ رائے یہ ہے کہ دنیا کے الجھے ہوئے مسائل کو صرف اسلام ہی سلجھا سکتا ہے۔

اب دنیا کے تقریباً سب ہی مفکر اس بات کے اعتراف پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اسلام نے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ غیر مسلموں کو بھی ایسے شریفانہ اور منصفانہ تمدن سے آشنا کیا ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔ یہاں تک کہ اسلام نے حکومتوں کے نظام کو بھی بدل دیا ہے۔ چنانچہ آج مغربی دنیا کو اپنے جس جمہوری نظام پر فخر ہے اس کی بنیاد اسلام ہی نے رکھی تھی۔ یہ ہیں وہ بنیادی اسباب جن کی بنا پر میری نظر میں اسلام کی بے حد عظمت ہے۔

فرعونوں کے ملک میں نعرہ توحید

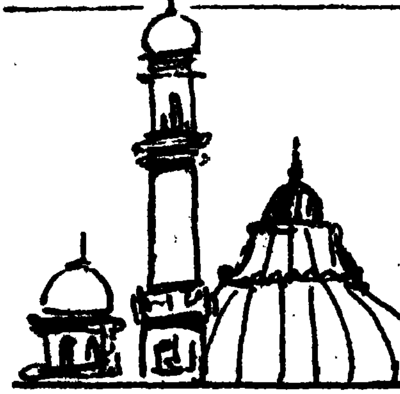
(باقی مضمون صفحہ ۲)

سے دیرینہ بد سلوکی کی بنا پر سخت نفرت تھی۔ چنانچہ رومیوں اور قبطیوں کے درمیان خانہ جنگی برپا رہتی تھی۔

اسی باہمی نفرت کی بنا پر مقوقس نے حضرت عمرو بن عاص کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر مسلمان یہ وعدہ کریں کہ وہ مصر کے خزانہ کو ہاتھ نہیں لگائیں گے اور خزانہ میرے حوالے کر دیں گے اس کے علاوہ یہ یقین دلائیں کہ رومی عیسائیوں کے مقابلہ میں مصری قبطیوں کی مدد کریں گے تو میں اس کے لئے تیار ہوں کہ بغیر لڑے مصر مسلمانوں کے حوالے کر دوں گا۔ حضرت عمرو بن عاص کو نہ خزانہ کی ضرورت تھی اور نہ مصر کی دولت کی وہ تو اس ملک میں فقط اللہ کا نام بلند کرنا چاہتے تھے لہٰذا انھوں نے شاہ مقوقس کی شرائط منظور کر لیں جس کا رومیوں کو علم تک نہ ہوا اور اسلامی فوجیں شہر میں داخل ہو گئیں۔

اسلامی فوج جب شہر میں داخل ہوئی تو شہر اور قلعہ کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اور جب وعدہ قبطیوں نے مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ جب عیسائیوں کو اس کا علم ہوا تو وہ حیران رہ گئے۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ پر آ گئے اور اب مسلمانوں اور قبطیوں نے ملکر سب ہی عیسائیوں کو یا تو تہ تیغ کر دیا یا گرفتار کر لیا۔ اور اس طرح کسی دشواری کے بغیر شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور انیسویں ہجری میں مصر کے قلعہ پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ پھر اس کے بعد اسکندریہ اور مصر کے دوسرے بڑے بڑے شہروں کو حضرت عمرو بن عاص نے فتح کر کے مٹھی بھر سپاہیوں کے ذریعہ فرعونوں کے اس ملک میں پہلی مرتبہ ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت قائم کر دی جو آج تک موجود ہے۔

مصر پر قبضہ کے بعد حضرت عمرو بن عاص نے اس ملک کے باشندوں کے ساتھ بڑی نرمی اور محبت کا سلوک کیا۔ فتح کے بعد شہروں کو بالکل نہیں لوٹا گیا یہاں تک کہ اسلامی فوج کے لئے جو جنس لی جاتی تھی اس کے لئے بھی قیمت ادا کی جاتی تھی۔



قرآن مجید کے نایاب قلمی نسخے

صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی محفوظ ہیں

(از جناب قاضی ظہور الحسن سیوہاروی)

قرآن مجید کا صرف یہی ایک معجزہ نہیں ہے کہ وہ چودہ سو برس کے بعد آج بھی جوں کا توں محفوظ ہے۔ بلکہ یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ اُس کے صحابہ کرام کے ہاتھ کے لکھے ہوئے یا لکھوائے ہوئے نسخے آج بھی محفوظ ہیں۔ قاضی ظہور الحسن نے ذیل کے محققانہ مضمون میں قرآن پاک کے نادر و نایاب نسخوں کے بارے میں نہایت ہی پراز معلومات نشاندہی کی ہے۔

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں دنیا میں کہیں کوئی پریس یا مطبع نہیں تھا۔ بس اُس زمانہ میں صرف ہاتھ سے لکھنے کا دستور تھا اسلئے ذیل میں ہاتھ سے لکھے ہوئے یا لکھوائے ہوئے قرآن مجید کے نادر و نایاب نسخوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد حکومت کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ ہی کے زمانہ میں قرآن مجید کے منتشر مضامین کو کتابی صورت دی گئی تھی۔ رسول اللہ صلعم کے زمانۂ حیات میں تو صحابہ کرام نے قرآن مجید کو یکجا طور پر جمع کرنے کی اسلئے ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ اُن کے پاس خود ہادی قرآن موجود تھا۔ لیکن رسول اللہ صلعم کی وفات کے فوراً ہی بعد یہ محسوس کیا جانے لگا کہ قرآن مجید کے منتشر ذخیرہ کو یکجا کر لیا جائے تاکہ کوئی حصہ ضائع نہ ہونے پائے اس تجویز پر پہلے تو حضرت ابوبکر صدیق کو اعتراض ہوا اور آپ نے فرمایا: "جب رسول اللہ صلعم نے اپنی زندگی میں ایسا نہیں کیا تو میں کیوں کروں"۔ لیکن بعد میں جب حضرت ابوبکر صدیق نے اس اہم ضرورت کو محسوس کیا تو آپ اِس کے لئے آمادہ ہو گئے اور آپ نے رسول اللہ صلعم کے کاتب وحی۔ حضرت زید بن ثابت کو بلوا کر سارا قرآن مجید یکجا کرکے ایک جگہ لکھنے کا حکم دے دیا۔

حضرت زید بن ثابت رضؓ نے پتھر کے ٹکڑوں۔ اونٹ کی ہڈیوں ہرن کی جھلیوں اور کھجور کے پتوں پر لکھی ہوئی تمام آیات قرآنی کو جمع کیا۔ اِس کے علاوہ حافظوں کے سینوں میں جو آیتیں محفوظ تھیں اُن کو بھی سپرد قلم کیا۔ اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ ترتیب کے مطابق قرآن مجید کی کتابت شروع کر دی۔ جہاں تک قرآن مجید کی ترتیب کا تعلق ہے رسول اللہ صلعم خود اپنی زندگی ہی میں اُسے پایۂ تکمیل کو پہنچا چکے تھے۔ چنانچہ جب کوئی وحی نازل ہوتی تھی تو آپ فرما دیا کرتے تھے "اِس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھ لو"۔ اور آپ نے سورتوں کے نام تک تجویز کر دیے تھے۔ اِس لئے کاتب وحی حضرت زید بن ثابت کو قرآن مجید کی ترتیب قائم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اور جب پورا قرآن مجید ضبط تحریر میں آگیا تو یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو دیدیا گیا۔ اُن کی وفات کے بعد یہ گنج گراں مایہ حضرت عمر فاروق رضؓ کی تحویل میں رہا۔ اور اُن کے بعد ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضؓ کے پاس رہا۔

اِس کے علاوہ قرآن مجید کا ایک نادر نسخہ ـــــ مصحف عثمانی کے نام سے مشہور ہے۔ جسے حضرت عثمان غنی نے لکھا تھا۔ یہ نسخہ بھی حضرت ابوبکر صدیق کے مرتب کئے ہوئے قرآن مجید کا حرف بحرف صحیح نقل تھا۔ جس وقت باغیوں نے حضرت عثمان رضؓ کو شہید کیا ہے تو آپ اپنے

لکھے ہوئے اسی قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی کے بعد یہ خلفائے بنو امیہ کے پاس رہا۔ نافع بن نعیم نے ۱۶۹ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ احمد ابن بطوطہ سیاح نے آٹھویں صدی ہجری میں بصرہ میں دیکھا تھا۔ امیر تیمور کے عہد میں (دسویں ہجری میں) ابوبکر الشاشی نے حضرت عبداللہ کے مزار پر اسے رکھ دیا تھا۔ اور جنگ عظیم ۱۹۱۴ء کے بعد جب روس میں بالشویک حکومت قائم ہوئی تو یہ نسخہ کسی طرح بالشویکوں کے ہاتھ لگ گیا۔ جواب بھی ماسکو میں موجود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کئی قرآن مجید اپنے دست مبارک سے لکھے تھے۔ ان میں سے ایک نسخہ مشہد میں اس وقت تک موجود ہے دوسرا نسخہ جامع ایاصوفیہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں محفوظ کرا دیا تھا تیسرا نسخہ جو حضرت علی رض نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے زمانہ میں تحریر فرمایا تھا اُسے ۳۷۸ھ میں ابن ندیم نے ابی یعلی حمزہ الحسینی کے پاس دیکھا تھا۔ چوتھا نسخہ مدینہ منورہ میں امانات مقدسہ میں تھا۔ جسے ۱۹۱۸ء میں امانات مقدسہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ منتقل کر دیا گیا تھا اور وہاں اب تک موجود ہے اور پانچواں نسخہ جامع سیدنا حسین قاہرہ میں ہے

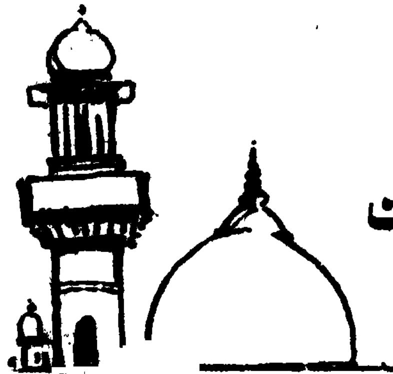
اسی طرح حضرت امام حسن رض کا لکھا ہوا ایک نسخہ انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ایک نسخہ جامع مسجد دہلی کے تبرکات میں موجود ہے۔ اور ایک کابل میں ہے جس کے ایک ورق کا فوٹو ۱۳۱۱ ہجری میں مجلہ کابل میں شائع ہوا تھا۔ حضرت امام حسین رض کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ایک قرآن مجید کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی تبرکات جامع مسجد دہلی میں موجود ہے

حضرت عثمان غنی نے ۲۵ ہجری میں مصحف (م) کو حضرت ام المومنین حفصہ رض کے پاس سے منگا کر اس کی سات نقلیں کرائیں ان میں سے ایک کو اپنے پاس رکھا یہ تاحیات حضرت عثمان غنی کے پاس رہا۔ پھر حضرت علی رض کے پاس رہا پھر حضرت امام حسن رض کی تحویل میں رہا اور پھر خلافت کے ساتھ امیر معاویہ کے سپرد ہوا پھر کسی طرح اندلس چلا گیا۔ وہاں سے مراکش چلا گیا پھر کسی طرح مدینہ منورہ آ گیا۔ جنگ عظیم کے بعد ترکی گورنر فخری پاشا اُسے دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گئے اور وہاں ابتک موجود ہے۔ حضرت عثمان غنی کے شہید کرائے ہوئے باقی قرآن مجید اس طرح تقسیم ہوئے۔

ان میں سے ایک نسخہ عبداللہ بن سائب کے ہاتھ مکہ معظمہ بھیجا گیا محمد بن جبیر اندلسی سیاح نے ۵۷۸ ہجری میں مکہ میں اسے دیکھا تھا۔ پھر یہ کسی طرح دمشق چلا گیا۔ علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ انھوں نے یہ نسخہ جامع مسجد دمشق میں دیکھا تھا۔ مولانا شبلی نے غالباً ۱۸۹۶ء میں سلطان عبدالحمید خان کے عہد میں سیاحت کی تھی۔ اور شاید اسی سیاحت کے دوران اس نسخہ کی سیاحت دمشق میں زیارت کی تھی پھر اس کے بعد دمشق کی مسجد میں آگ لگ گئی تھی۔ اور غالباً اس آگ میں یہ نادر نسخہ بھی ضائع ہو گیا۔

ایک نسخہ مغیرہ بن شہاب کے ہاتھ شام بھیجا گیا تھا اس لئے یہ مصحف شامی کے نام سے مشہور ہے۔ مورخ احمد مقری نے (۱۰۴۱ھ) میں اس کی زیارت کی تھی پھر یہ نسخہ کوفہ میں آ گیا۔ وہاں سے سلاطین اندلس اور پھر سلاطین موحدین کے قبضہ میں آ گیا۔ اور مدتوں جامع قرطبہ میں رہا۔ پھر دار السلطنت مراکش میں جا پہنچا پھر کسی طرح تلمسان پہنچ گیا وہاں سے ایک تاجر اسے خرید کر فاس لے گیا جہاں یہ ابتک موجود ہے ایک نسخہ عامر بن قیس کے ہاتھ بصرہ بھیجا گیا تھا۔ اسے مصحف بصری کہتے ہیں۔ اس کو کسی شخص سے سلطان صلاح الدین کے وزیر نے تیس ہزار اشرفی میں خریدا تھا۔ اور اب یہ کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے ایک نسخہ عبدالرحمٰن اسلمی کے ہاتھ کوفہ بھیجا گیا تھا۔ جو مصحف کوفی کے نام سے مشہور ہے۔ اور ایک نسخہ یمن بھیجا گیا تھا جو آجکل کتب خانہ جامع ازہر مصر میں موجود ہے۔ اس کو مصحف یمنی کہتے ہیں۔ ایک نسخہ بحرین کے کسی صحابی کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ جو کتب خانہ فرانس میں موجود ہے۔ اور مصحف عثمانی چہارم شاہان مغلیہ کے پاس تھا۔ اس پر شہنشاہ اکبر کی مہر لگی ہوئی ہے۔ ۱۸۵۷ء میں یہ نسخہ میجر لارنس کو ملا اُس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو دیدیا اور اب تک لندن میں موجود ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید کے وہ نایاب اور نادر نسخے جو مشاہیر اسلام کے لکھے ہوئے ہیں۔ وہ بالکل اپنی ابتدائی شکل میں دنیا کے مختلف حصوں میں جوں کے توں موجود ہیں۔ اور ان قلمی نسخوں کا ڈیڑھ ہزار سال تک مامون و محفوظ رہنا بھی بجائے خود قرآن پاک کا ایک ناقابل انکار معجزہ ہے۔



ہندوستان میں اسلام کا پہلا قدم

زمانہ قدیم میں ہندوستان اور عرب کے تعلقات

(از قاضی سجاد حسین پرنسپل مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی)

قاضی سجاد حسین کا یہ فاضلانہ اور محققانہ مضمون اُن متعصب قلم کاروں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جو یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ حالانکہ اسلام اس ملک میں مسلمانوں کے فاتحانہ داخلے سے بہت قبل پھیل چکا تھا۔

اسلام کے اولین علم بردار عرب تھے۔ جو ہندوستان کو اسلام سے صدیوں پہلے جانتے تھے۔ اس لئے عرب مسلمانوں کیلئے ہندوستان اجنبی ملک نہ تھا۔ انھوں نے ہجرت نبوی کے بیس بائیس سال بعد ہی ہندوستان آنا شروع کردیا تھا۔ چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے اور ایلیٹ نے بھی اپنی "ہسٹری آف انڈیا" میں تسلیم کیا ہے کہ ۱۵ھ یعنی خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کے عہد حکومت میں پہلا اسلامی بیڑا بحر ہند میں نمودار ہوا اس بیڑے کی منزل مقصود بندرگاہ تھانہ تھی اس زمانہ میں دو بحری مہمیں بھی بھروچ اور دیبل آئی تھیں۔

محمد بن قاسم نے سندھ کو آٹھویں صدی عیسوی میں فتح کیا تھا۔ لیکن مسلمان تاجر سندھ کی فتح سے بہت پہلے ساتویں صدی کے اواخر ہی میں جنوبی ہند جا پہنچے تھے۔ اور یہاں اپنی آبادیاں قائم کرچکے تھے۔ ملیبار میں موپلا انہی مسلمان عربوں کی یادگار اب تک موجود ہے۔ اسی طرح کوکن کنارے میں "نیوایتی" اور راس کماری میں "لبین" بھی قدیم عرب مسلمانوں کی اولاد سمجھے جاتے ہیں۔ خود اُن لوگوں کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ اموی خلافت کا مشہور گورنر حجاج بن یوسف، جو ۹۵ھ میں فوت ہوا ہے بڑا ہی سفاک تھا۔ اسی کے مظالم سے بنو ہاشم کے کچھ لوگ، عرب سے بھاگ کر اور جنوبی ہند میں آکر یہاں آباد ہوگئے تھے۔ انھیں کی نسل سے "نیوایتی" اور "لبین" وجود میں آئے تھے۔

ہندوستان کے جنوبی جزائر مالدیپ اور سنگلدیپ وغیرہ میں اور بھی پہلے سے عرب مسلمانوں کی آمد و رفت تھی ان میں بہتیرے مقامی عورتوں سے شادی بیاہ کرکے آباد بھی ہوگئے تھے دراصل یہی تاجر سندھ پر مسلمانوں کے حملے کا بالواسطہ سبب بنے بلاذری نے "فتوح البلدان" میں تصریح کی ہے کہ لنکا میں آباد مسلمان تاجروں کی کچھ یتیم لڑکیاں وہاں کے راجہ نے حجاج بن یوسف کے پاس بھیجیں، لیکن کچھ بحری قزاقوں نے لڑکیوں پر قبضہ کرلیا۔ حجاج نے سندھ کے راجہ سے لڑکیوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ راجہ نے قزاقوں کے مقابلہ میں اپنی بے بسی ظاہر کی، اس پر حجاج نے اپنے رشتہ دار محمد بن قاسم کو سندھ کی مہم پر روانہ کردیا۔

جنوبی ہند میں اسلام کو اسقدر فروغ حاصل ہوگیا تھا کہ نویں صدی کے اوائل میں ملیبار کے "چیرامن پیرومل" خاندان کا آخری راجہ مسلمان ہوگیا تھا۔ اُس کا نام عبدالرحمن سامری رکھا گیا تھا۔ اور وہ تخت و تاج چھوڑ کر عرب ہجرت کرگیا تھا۔ کالی کٹ کے سامری راجہ کو اسی مسلمان ہونے والے راجہ کا نائب سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کی تاج پوشی موپلا مسلمان کے ہاتھ سے ہوتی تھی۔

اسی قدر نہیں بلکہ یہ رواج بھی برابر رہا کہ ٹراونکور کے راجہ تخت نشینی کے وقت جب تلوار ہاتھ میں لیتے تو کہتے میں اِس تلوار کی اُس وقت تک حفاظت کروں گا جب تک چچا واپس نہ آجائیں۔

جو کے چلے گئے ہیں یہ واقعات ڈاکٹر تارا چند نے تاریخی حوالوں کے ساتھ اپنی کتاب "دی ایڈونٹ آف مسلمس اِن انڈیا" میں بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی تمدن مسلمان تاجروں کے ساتھ سب سے پہلے ہندوستان کے جزائر مالدیپ، سنگلدیپ وغیرہ میں اور جنوبی ہند کے دوسرے ساحلی علاقوں میں پھیل گیا اجنبی عرب کے سیاح سلیمان تاجر (۲۳۷ھ) ابوزید حسن سیرافی (۲۶۴ھ) بزرگ بن شہریار (۳۰۰ھ) مسعودی (۳۰۳ھ) ابن حوقل (۳۳۱ھ) اصطخری (۳۴۰ھ) ابن بطوطہ (۷۷۹ھ) نے ہندوستان کا دورہ کیا تو جنوبی ہند کے ساحلوں پر مسلمانوں کو نہایت خوشحال اور معزز و محترم پایا۔

سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ، آٹھویں صدی عیسوی میں ہوا اور اس طرح اسلامی تمدن ہندوستان میں ایک طرف شمال سے داخل ہوا اور دوسری طرف جنوب سے شمال میں سپاہی پہنچے اور جنوب میں مسلمان تاجر، مگر ان دونوں کے ساتھ ساتھ وہ نفوس قدسیہ بھی وارد ہوئے جن کے ہاتھوں میں للہیت، قدسیت، محاسن اخلاق، اور عالمگیر محبت کے جھنڈے تھے۔ سپاہی ملک فتح کر سکتے ہیں سوداگر دولت کے انبار لگا سکتے ہیں۔ مگر دلوں اور روحوں پر حکمرانی روحانیت ہی حاصل کر سکتی ہے۔ درحقیقت وہ مسلمان صوفی اور اولیاء اللہ ہی تھے جنھوں نے ہندوستان میں اسلام کو پھیلایا۔

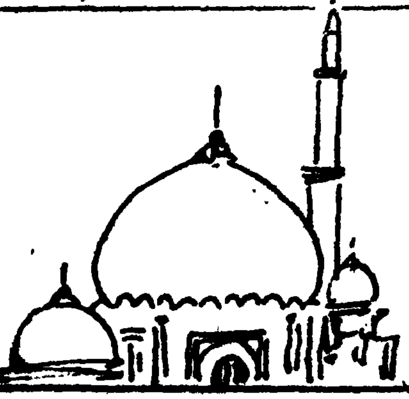
ہندوستان کے دو آخری کناروں جنوبی اور شمالی میں اسلامی تمدن نے پاؤں جما کر قلب ہندوستان پر کیا اثر ڈالا؟ یہ سوال تاریخ کے ہر طالب علم کے لئے نہایت دلچسپ ہے۔ سب جانتے ہیں کہ بارہویں صدی تک ہندوستان کے اندرونی علاقے اسلامی حملوں سے محفوظ تھے محمود غزنوی ایک طوفان سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ جو امنڈ کر آیا اور گرج چمک کر نکل گیا۔ اسے صرف پنجاب لینا تھا۔ اور اس نے لے لیا۔ مگر دہلی اور باقی ہندوستان اس سے غیر متاثر رہے۔

محمد غوری نے ۱۱۹۲ء میں راے پتھورا کو شکست دی اور دہلی و اجمیر پر قبضہ کر کے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی اسی زمانہ میں ایک بڑے ہندی شاعر چندر کوی نے اپنا مشہور منظومہ "پرتھوی راج راسا" لکھا۔ اس منظومے کی زبان ہندوستا

پر اسلامی تمدن کے اثرات کی سب سے زیادہ مستند تاریخی شہادت ہے مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے اس نظم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نقل کیا ہے۔ جو آب حیات کی دس سطروں میں آیا ہے لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان دس سطروں میں تیرہ عربی اور فارسی لفظ استعمال ہوئے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اسلامی تمدن ہندوستان پر غلبہ حاصل کر چکا تھا۔

مختصر یہ کہ محمد بن قاسم کے ہندوستان پر حملے سے بہت قبل اس ملک میں اسلامی تمدن پھیل چکا تھا اور ہندو و مسلمانوں میں کافی میل جول ہو چکا تھا یہاں تک کہ بعض ہندو راجاؤں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور پہلی سطور میں ملیبار کے راجہ چیرامن پیرومل کے قبول اسلام کا ذکر آیا ہے لیکن یہ واحد راجہ نہیں تھا جس نے کہ اسلام قبول کیا تھا بلکہ قدیم تاریخوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ "درمہ پٹن" کے راجہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اس راجہ کو اسلام کے ساتھ بڑی عقیدت تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے عہد میں "درمہ پٹن" میں نہایت عالیشان مسجدیں تعمیر کرائی تھیں اور تبلیغ اسلام کے کاموں میں وہ راجہ بڑی سرگرمی سے حصہ لیتا تھا۔ غرضکہ محمد بن قاسم کے حملے سے بہت قبل اسلام عوام سے گزر کر ہندوستان کے شاہی محلوں تک میں اپنی روشنی پھیلا چکا تھا۔

بزرگ بن شہریار۔ مسعودی۔ اور فرشتہ جیسے نامور سیاحوں نے اپنے روزنامچوں میں لکھا ہے کہ جب وہ ہندوستان آئے تو انھوں نے جا بجا بے شمار مسجدیں دیکھیں۔ چنانچہ کالی کٹ سرکا کند اپورم — درمہ پٹن۔ پند ارانی۔ بدپٹن۔ چالیات اور کارومنڈل وغیرہ میں بے شمار مسجدیں انھوں نے دیکھیں جنکا بڑی تفصیل سے انھوں نے ذکر کیا ہے۔ اور ان حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمانوں کے فاتحانہ حملوں سے بہت قبل اس ملک میں اسلام پھیل چکا تھا۔ اور وہ رفتہ رفتہ عوام اور خواص میں مقبولیت حاصل کرتا چلا جا رہا تھا۔ جس کا کہ تلوار سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔



یہ خدا رسیدہ بندے

جو کچھ زبان سے کہہ دیتے تھے وہی ہو جاتا تھا

(از ادارہ دین دنیا)

جب کوئی نیک دل انسان سچے دل سے اللہ کی اطاعت قبول کر لیتا ہے اور اس دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو دنیا کی ہر چیز اُن کی مطیع اور فرمانبردار بن جاتی ہے چنانچہ ہم ذیل میں اللہ کے چند پاکباز بندوں کے عجیب غریب اور ناقابل فہم واقعات سوانح کی مستند کتابوں سے درج کر رہے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس گناہوں بھری دنیا میں کیسے کیسے برگزیدہ انسان پیدا ہوئے ہیں۔

آج سے چند صدی قبل یہ دنیا کچھ ایسے اہل دل اور برگزیدہ انسانوں کا مسکن تھی جن کے پراسرار واقعات آج بھی اسی طرح سربستہ ہیں جس طرح کہ آج سے صدیوں قبل تھے۔ اِن مقدس بزرگوں کا پیٹ خالی تھا۔ بدن پہ پھٹے ہوئے کپڑے تھے لیکن اِن کے سینہ میں ایک ایسی قوت پوشیدہ تھی جس سے وہ دنیا کا نقشہ بدل دیا کرتے تھے۔ سائنس اگرچہ ترقی کی انتہائی بلندی پر پہنچ چکی ہے لیکن وہ بھی آج تک ان مقدس انسانوں کے کمالات سے ناآشنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج کل زمانہ کا ترقی یافتہ انسان جب اِن مقدس بزرگوں کے حیرت انگیز واقعات پڑھتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں اللہ کے پاکباز بندوں کے چند واقعات پیش کر رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں اُن کی ساری زندگی عبادت و ریاضت میں بسر ہوئی ہے اور اُن کا شمار اللہ کے برگزیدہ بندوں میں کیا جاتا ہے۔ آپ اپنی زندگی کے مشاہدات بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ایک مرتبہ میں بستی سے بہت دور ایک بے آب وگیاہ علاقہ میں بے حد پیاسا تھا۔ پانی بہت تلاش کیا۔ مگر دور دور تک پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ جب پانی کی تلاش میں سرگرداں پھرتے پھرتے تنگ آ گیا تو ایک چرواہا مجھے نظر آیا۔ میں نے سوچا کہ بکری کا دودھ پی کر ہی اپنی پیاس بجھا لوں۔ چنانچہ میں نے اُس سے کہا کہ "تمہارے پاس پانی یا دودھ جو بھی ہو مجھے دے دو میں پیاس سے بے چین ہوں"۔

اُس نے کہا "اللہ کے فضل سے دونوں چیزیں میرے پاس موجود ہیں جو بھی تمہیں زیادہ مرغوب ہو بتا دو"۔ میں نے کہا "مجھے پانی پلا دو"۔ چرواہے نے نہایت لاپرواہی کے ساتھ قریب کے پتھر پر اپنی لاٹھی ماری۔ لاٹھی کے مارتے ہی فوراً پتھر سے پانی کا چشمہ ابل پڑا میں نے پانی پیا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور نہایت شیریں تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ چرواہے نے کہا کہ "تعجب نہ کرو کیونکہ جب کوئی بندہ سچے دل سے اپنے مولا کی اطاعت کرتا ہے تو دنیا کی ہر چیز اُس کی مطیع ہو جاتی ہے"۔

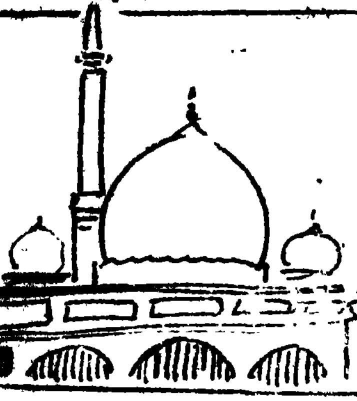
حضرت ذوالنون مصریؒ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں اُن کی حالت مجذوبوں جیسی تھی۔ بال بکھرے رہتے تھے۔ اور کپڑے پھٹے ہوئے۔ ایک مرتبہ یہ ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ اور بھی بہت سے مسافر کشتی میں سوار تھے۔ راستہ میں کسی مسافر سوداگر کا ایک بیش قیمت موتی گم ہو گیا۔ جب موتی نہ ملا تو خیال ہوا کہ یہ کشتی میں گر گیا ہے اور کسی نے اٹھا لیا ہے۔ چونکہ سب مسافروں میں حضرت ذوالنون

مصری کی ظاہری حالت نہایت خستہ تھی۔ اس لیے شبہ ہوا کہ اس مفلس اور قلاش نے موتی چھپا رکھا ہے۔ سوداگر نے اور سب لوگوں نے آپ کو ستانا شروع کیا مگر آپ خاموش رہے۔ آپ کی خاموشی سے لوگوں کو شبہ اور زیادہ بڑھ گیا اور لوگوں نے آپ کے ساتھ سختی شروع کر دی جب آپ ان سے تنگ آ گئے تو آپ نے بآواز بلند کہا "اے پروردگار تو بہتر جانتا ہے کہ موتی کہاں گم ہوا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایک موتی عطا کر دے تاکہ ان لوگوں کی زیادتی سے مجھے چھٹکارا ملے" یہ کہنا تھا کہ سیکڑوں مچھلیاں منہ میں ایک ایک موتی لئے سطح آب پر آ گئیں۔ آپ نے ایک مچھلی سے موتی لے کر سوداگر کو دے دیا۔ جب لوگوں نے حضرت کی یہ کرامت دیکھی تو سب قدموں پر گر پڑے اور معذرت کرنے لگے۔

عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اور ابو عتیانی رح دونوں سفر کے لیے روانہ ہوئے جب ہم شام کے علاقہ میں پہنچے تو ہم نے ایک حبشی کو دیکھا کہ لکڑیوں کا بوجھ اس کے سر پر تھا اور چلا آ رہا ہے۔ مجھے اس حبشی کے چہرہ پر چونکہ ایمان کا نور دکھائی دیا اس لئے میں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ وہ کون ہے میں نے اس کا امتحان لینے کی غرض سے پوچھا کہ "اے حبشی تیرا رب کون ہے"۔ یہ بات سن کر یکایک حبشی کے تیور بدل گئے اور اس نے کہا "تم مجھے پہچاننے کے باوجود میرا امتحان لینا چاہتے ہو"۔ یہ کہہ کر اس نے لکڑیوں کے بوجھ کو زمین پر رکھ کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا "اے پروردگار انہیں بتا دے کہ میرا رب کون ہے اور ان لکڑیوں کو سونے میں تبدیل کر دے" حبشی کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ تمام لکڑیاں سونے کی بن گئیں۔ اس کے بعد حبشی نے ہماری طرف دیکھ کر کہا کہ "تم صاحب دل ہونے کے باوجود لوگوں کا امتحان لیتے ہو۔ اب تم نے دیکھ لیا کہ میرا رب کون ہے۔ اور کیا طاقت رکھتا ہے" ہم نے اس سے معذرت چاہتے ہوئے کہا "بے شک تمہارا رب سچا ہے اور تم اپنے رب کے سچے اطاعت گزار بندے ہو" اس کے بعد حبشی نے پھر دعا مانگی کہ "پروردگار لکڑیوں کو اصلی حالت میں بدل دے" فوراً لکڑیاں اصلی صورت میں آ گئیں حضرت عبدالواحد زید رح فرماتے ہیں کہ میں اس حبشی غلام کی کرامت دیکھ کر حیرت میں رہ گیا اور تمام عمر اس واقعہ کو نہیں بھول سکا۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رح مدائن تھے۔ آپ کے ساتھ ایک مہمان بھی تھا آپ چاہتے تھے مہمان کی تواضع کریں مگر ایک بیابان سے گزر رہے جہاں کھانے پینے کا کوئی سامان ممکن نہ تھا جنگل میں آپ نے دیکھا کہ ہرن دوڑتے پھر رہے ہیں اور پرندے پرواز کر رہے ہیں۔ آپ نے ہرنوں اور پرندوں کی طرف دیکھ کر بآواز بلند کہا "تم میں سے ایک ہرن اور ایک پرندے راہ خدا میں میرے پاس آ جائیں" آپ کے فرماتے ہی ایک ہرن اور ایک پرندہ حاضر ہو گئے۔ مہمان نے متحیر ہو کر پوچھا کہ "کیا چرندے اور پرندے بھی آپ کی حکومت میں ہیں"۔ حضرت سلمان نے فرمایا "تعجب نہ کرو۔ جب کوئی بندہ خدا کی فرمانبرداری اختیار کر لیتا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ دنیا کی کوئی چیز بھی اس کی نافرمانی کر سکے۔"

حضرت شعبی رح بیان فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ ان میں سے ایک خدا رسیدہ شخص کا گدھا راستہ میں مر گیا جب اور لوگ آگے روانہ ہوئے تو یہ سواری نہ ہونے کی وجہ سے ساتھ نہ جا سکے۔ اور انھوں نے اپنے ساتھیوں کے جانے کے بعد وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا "خداوندا میں تیرے راستہ میں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں مگر تیری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو اگر چاہے تو مردہ میں بھی جان ڈال سکتا ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ کر دے" یہ کہنے کے بعد وہ مردہ گدھے کے پاس گئے اور اللہ کا نام لے کر اسے ٹھوکر ماری تو گدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے گدھے پر زین کسی اور میدان جہاد میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ ساتھیوں نے جب واقعہ سنا تو بہت زیادہ حیرت زدہ ہوئے۔ انھوں نے ساتھیوں سے کہا "جو خدا کے سامنے گردن جھکا دیتا ہے اس کے روبرو کائنات کی ہر شے سرنگوں ہو جاتی ہے" یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس نے سچے دل کے ساتھ اپنے مولا کے سامنے گردن جھکا دی پوری دنیا اس کے قدموں پر جھک جاتی ہے۔



اسرائیلی درندوں کے عقائد

انکے نزدیک ہر غیر یہودی کافر اور قابل گردن زدنی

(شیخ محمد عزالخطیب کے عربی مقالہ سے ماخوذ)

آج اگر اسرائیلی درندوں کے ہاتھوں لبنان میں فلسطینیوں اور مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم ہو رہے ہیں تو اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اُن کا خانہ ساز مذہبی عقیدہ ہی یہ ہے کہ ہر غیر یہودی پر ظلم کرنا کار ثواب ہے۔ ان اسرائیلی درندوں کے مذہبی عقائد کیسے عجیب و غریب ہیں۔ اُس کا اندازہ مشہور عرب مقالہ نگار شیخ محمد عزالخطیب ؒ کے ذیل کے مقالہ سے ہو سکتا ہے جسے عربی سے ترجمہ کر کے ناظرین دین دنیا کی معلومات کے لئے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اسرائیلیوں نے عربوں کے خلاف جس درندگی اور بربریت کا مظاہرہ کر رکھا ہے وہ ظلم و تعدی کا ایک ایسا نمونہ ہے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ اُن کے ظلم و تعدی کے پس پشت کون سے جذبات اور معتقدات کارفرما ہیں اُن کا اندازہ شیخ محمد عزالخطیب کے اُن انکشافات سے ہو سکتا ہے جو انھوں نے اپنے ایک مقالہ کے ذریعہ کئے ہیں۔

یہ مقالہ نگار اُن کی دینی کتاب "تلمود" کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ۔ تلمود کے مصنفین تمام انسانوں کے مقابلہ میں یہود کی فضیلت پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں انکا دعویٰ ہے کہ "یہود کی روحیں باقی ارواح سے ممتاز ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کا ایک جزو ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہے۔ اسی لئے یہود کی روحیں دیگر ارواح کے مقابلہ میں اللہ کو زیادہ عزیز ہیں۔ دیگر ارواح شیطانی روحیں ہیں۔ جنت میں صرف یہود داخل ہونگے اور تمام کفار (یعنی غیر یہود) کا ٹھکانہ جہنم ہے"

یہ تلمود کے فتوے کے مطابق دنیا کے تمام غیر یہودی انسان کی صورت میں حیوان ہیں یعنی گدھے، کتے اور خنزیر بلکہ کتے بھی غیر یہودی انسانوں سے بہتر ہیں۔ کیونکہ عید کے دنوں میں یہودیوں کو اس کی اجازت ہے کہ وہ کتے کو کھانا کھلا سکتے ہیں لیکن کسی غیر یہودی کے سامنے لقمہ ڈالنے کی اجازت نہیں۔ اسے یہ بدترین گناہ خیال کرتے ہیں

تلمود میں لکھا ہے کہ "کوئی یہودی اگر کسی غیر یہودی کا گمشدہ سامان اُس تک پہنچا دے تو اللہ اُس کا کوئی گناہ معاف نہیں کرے گا کسی یہودی کے لئے قطعی جائز نہیں کہ کسی غیر یہودی کو بغیر سود کے قرض دے" تلمود کی تاکید ہے کہ ـــــ غیر اسرائیلی اقوام کے بہترین افراد کو قتل کر دو اور یہود کے لئے حرام ہے کہ غیر قوم کے کسی فرد کو ہلاکت سے بچائے یا کسی گڑھے میں گر گیا ہو تو اُس سے کسی غیر کو نکالے۔ کوئی غیر گڑھے میں گر جائے تو تمہارا فرض ہے کہ نکلنے کا راستہ بھی بند کر دو۔ یہی وجہ ہے کہ افراد یا پوری قوم جو یہود کا شکار ہو قتل میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے۔

یہود کو یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ غیر یہودیوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچائیں۔ چنانچہ عیسائیوں کے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کی باہمی خونریزی اور تباہ کن جنگوں کو بھی ان ہی یہود کے کارناموں میں شامل سمجھنا چاہیئے۔ یہ دونوں فرقوں کی بیخ کنی کرتے تھے۔ اور آپس میں گردنیں کاٹنے پر ابھارتے تھے۔ ان کی کتابوں میں اس قسم کی بہت سی جامع ہدایتیں ملتی ہیں جو یہ ہیں۔

۳۔ اگر کسی یہودی کو ایک پیسہ کے فائدہ کی بھی امید ہو تو اُس فائدے کی بنیاد کو منہدم کر دو۔ بڑے بڑے باغات اور کھیتوں کو نذرِ آتش کر دو۔ انسانی بستیوں کے ہر مرد عورت اور بچے کو قتل کر دو یہاں تک کہ گایوں بکریوں اور گدھوں کو بھی تہ تیغ کر دو دیگر اقوام کے بہترین انسانوں پر قابو حاصل ہو جائے تو قتل کر دو۔ تمام غیر یہود مذہبی پیشواؤں پر دن میں تین مرتبہ لعنت ضرور بھیجو"

یہودیوں کی اِن ہی کتابوں کا بیان ہے کہ "اسرائیل نے اللہ سے سوال کیا کہ تو نے اپنی محبوب قوم یہود کے علاوہ دوسری قوموں کو کیوں پیدا کیا۔ تو اللہ نے جواب دیا صرف اس غرض سے تاکہ تم اُن دوسری قوموں کی پشت پر سوار رہو۔ اُن کا خون چوسو اور ان کی آبادیوں کو منہدم کر ڈالو" اور اُن کی مقدس کتابیں اُن کی فرائض منصبی کو اس طرح بیان کرتی ہیں۔

"تم تمام اقوام اور ملتوں کو اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بناؤ، انہیں سزائیں دیتے رہو۔ اُن کے امرا اور سلاطین کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑتے رہو۔ اور اُن پر اپنے مقررہ احکام نافذ کرو"

یہ ہیں علمائے یہود کی گمراہ کن ہدایتیں۔ چنانچہ ان ہدایات کی بدولت بری عادتیں اِن کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہیں۔ ماہرین نفسیات کے خیال میں اسی پست ذہنیت اور خصلت کی وجہ سے ہمیشہ ان میں علیحدگی پسندی کا رجحان غالب رہا۔ ہر شہر میں ان کے محلے اور بازار الگ رہے اور ان کے کاروبار ان کے مشاغل لوگوں سے منفرد رہے اور ان کی قومی خصوصیات ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی رہیں اور یہودیوں نے اگر کبھی ان عیوب سے بچنے کی کوشش بھی کی تو کبھی کامیاب نہیں ہوئے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے لیکن فطرت نہیں بدلا کرتی۔

قوم یہود نے اپنے آپ کو خدا کی محبوب قوم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ قوم محبوب نہیں ہے بلکہ مردود قوم ہے۔ قرآن اور انجیل دونوں آسمانی کتابوں میں اِن کے مردود ہونے کی تفصیل موجود ہے۔ انجیل کے موجودہ نسخے یہود کی شکایتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ سیدنا مسیح علیہ السلام جن کا جینا انھوں نے دوبھر کر دیا تھا۔ ان مردودوں سے [illegible] کرتے ہوئے [illegible] تے ہیں۔

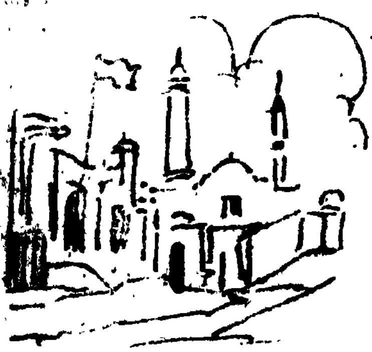
[illegible] — [illegible]

سکتے ہو؟" غرضیکہ حضرت مسیح نے اِن کی اصلاح کی ہر امکانی کوشش کی لیکن جب آپ قطعی مایوس ہو گئے تو بہت تلخی کے ساتھ فرمایا۔ "تم ابلیس کی اولاد ہو اور اپنے باپ کی خواہش پوری کرنا چاہتے ہو" ——— اور واقعی اِن کو جو تعلیم دی گئی ہے وہ ایسی ہی تعلیم ہے جو ابلیس ہی دے سکتا ہے ہم مسلمانوں پر اللہ کا خاص کرم یہ ہے کہ قرآن پاک نے یہود کی حقیقت بالکل واضح کر دی ہے اور ان کے عروج و زوال کی پوری کہانی دہرا دی ہے۔ اُس وقت کی بھی جب اِن کو پوری دنیا پر فضیلت دی گئی تھی اور اُس وقت کی بھی جب ان کو اسفل السافلین میں پہنچا دیا گیا۔ اور اُن کی صورتوں کو مسخ کر کے انھیں خنزیر اور بندر بنا دیا گیا تھا۔

تاریخ میں جس طرح اِن کے کالے کرتوتوں کا تذکرہ ملتا ہے اُسی طرح مختلف اقوام نے اُن کے ساتھ اُن کی خباثتوں کی بنا پر جو برا سلوک کیا ہے اُس کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ بابلی اور رومی شہنشاہ جب اُن کی بے عنوانیوں سے تنگ آ گئے تو انھوں نے اُن کو مٹا کر رکھ دیا۔ رسول اللہ صلعم کے ساتھ انھوں نے جو پے در پے غداریاں کیں اُس کی بنا پر انہیں جزیرہ نمائے عرب سے جلا وطن ہونا پڑا۔ ان کی بداعمالیوں کی بنا پر سترھویں صدی عیسوی کے ابتدائی سالوں میں برطانیہ نے یہود کو نکال باہر کیا۔ اور ان کا داخلہ برطانیہ میں ممنوع قرار دے دیا۔ اور تین صدی تک یہ برطانیہ میں قدم نہ رکھ سکے فرانس نے فرانسیسی قوم کے خلاف ان کی غداریوں سے واقف ہونے کے بعد یہی کیا۔ چنانچہ لوئیس سیزدہم نے اِن کو حدود مملکت سے نکال دیا اور تلمود کو نذرِ آتش کر دیا۔ اور ۱۴۹۲ء میں شاہ فرڈی نینڈ اور ملکہ ازبیلا نے انھیں اپنی حدود سلطنت سے نکال دیا اور پانچسو سال تک یہ وہاں داخل نہ ہو سکے اور پچھلے دنوں یہودیوں کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر نے انہیں جس ذلت سے جرمنی سے نکالا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ جس کی بدولت آج اسرائیل زندہ ہے وہاں کے مفکرین بھی یہودیوں کو اپنے لئے ایک زبردست خطرہ تصور کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ بنجمن فرینکلن اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے لکھتا ہے

"ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو ایک زبردست خطرہ کا سامنا ہے۔ اور وہ خطرہ ہے یہودیت۔ کیونکہ جس جگہ بھی یہودی (باقی ص[illegible])

وسائل ترقی و کامیابی



دماغ میں روشنی پیدا کرو

یہی روشنی تمہیں کامیابی کا راستہ دکھائے گی

(ہمارے اقتصادی مبصر کے قلم سے)

ہم کو خوشی ہے کہ "دین دنیا" میں کامیابی کی راہیں بتانے والے مضامین کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے اُسے بے حد پسند کیا جا رہا ہے اب ہم اس سلسلہ کا ایک اور مضمون پیش کر رہے ہیں۔

ایک مغربی مفکر کی رائے ہے کہ "دنیا میں کوئی شخص بھی اُس وقت تک کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اُس کے دماغ میں علم اور تجربہ کی روشنی پیدا نہ ہو جائے۔ کامیابی کے لئے سرمایہ محنت اور استقلال اگرچہ بنیادی چیزیں ہیں۔ لیکن ان سے بھی پورا فائدہ اٹھانے کے لئے دماغ میں علم اور تجربہ کی روشنی پیدا کرنے کی ضرورت ہے"

علم سے ہمارا مقصد صرف اُس علم سے نہیں ہے جو اسکولوں اور کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جنہوں نے اگرچہ کسی کالج میں تعلیم حاصل نہیں کی ہے لیکن انھوں نے اپنی قوت مشاہدہ اور ذاتی مطالعہ کے ذریعہ بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ دماغ میں روشنی پیدا کرنے کے لئے اس کی بھی ضرورت ہے کہ کاروباری تجربہ رکھنے والے لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کی جائے۔ ایسے لوگوں کی قربت سے ترقی اور کامیابی کی راہیں متعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

یاد رکھئے کہ یہ دنیا ایک بہت بڑی یونیورسٹی کی مانند ہے۔ اور پیدائش سے لیکر موت تک ہم ایک ایسی درسگاہ میں رہتے ہیں جہاں ہر شے ہمیں کچھ نہ کچھ سکھا سکتی ہے۔ مگر اس درسگاہ سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو چشم بینا رکھتے ہیں اور فائدہ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

اگر ہم اپنی زندگی اس طرح بسر کریں کہ ہر چیز کا گہری نظر سے مشاہدہ کریں۔ اپنے دماغ کو ہر قدم پر کھلا ہوا رکھیں اور زیادہ سے زیادہ معلومات اپنے دماغ میں بھر لیں تو ہم اپنے دماغ کو علم و دانش کی دولت سے مالا مال کر سکتے ہیں۔ امریکہ کے ایک کروڑپتی تاجر سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ دولت کیسے پیدا کی ؟" تو اُس نے جواب دیا کہ "محض تجربہ اور دانش اور محنت سے" اور اُس نے اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے کہا کہ "میں ابتدا میں پھیری لگاتا تھا۔ لیکن اُن بڑے بڑے تاجروں کے معمولات پر گہری نظر رکھتا تھا۔ جو کامیابی کی بلندی پر تھے۔ میں نے ان کے طور طریقے اختیار کئے۔ اور پھر میں بھی اُن ہی کی طرح کروڑپتی بن گیا"

انگلستان کے نامور پروفیسر ہارورڈ بارہ برس کی عمر میں سڑکوں پر بھاگ بھاگ کر اخبار بیچا کرتے تھے۔ لیکن اپنے زمانہ کے علما اور فضلا پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اور انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مسلسل مطالعہ اور محنت سے انسان بہت کچھ سیکھ سکتا ہے چنانچہ پروفیسر مذکور دن کو تو اخبار بیچتے تھے اور رات کو شبینہ مدارس میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آخر اس تعلیم کی بدولت پہلے تو وہ اسکول ماسٹر بنے اور اس کے بعد لکچرار اور پروفیسر اور ان کا درجہ اسقدر بلند ہوا کہ انھوں نے اپنے دور کے تمام اساتذہ اور پروفیسروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔

امریکہ کے [illegible] کروڑپتی مسٹر کلارک جن کو تانبے کا بادشاہ تسلیم کیا گیا ہے ایک غریب کاشتکار کے بیٹے تھے کلارک ابتدا میں تانبے کا ایک کارخانہ میں مزدور کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ وہ

اپنے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اگر میرے اندر ہر چیز کا غور سے مطالعہ کرنے کی عادت نہ ہوتی تو شاید میں مزدور کا مزدور رہ جاتا۔ میری عادت تھی کہ میں اپنے کارخانہ کے جملہ پہلوؤں پر گہری نظر رکھتا تھا۔ چند ہی روز میں مجھے معلوم ہو گیا کہ تانبا کہاں سے لایا جاتا ہے اسے حاصل کرنے کے ذرائع کیا ہیں اور پھر اسے صاف کر کے اس سے کس طرح کی اشیا کیسے تیار کی جاتی ہیں۔ چنانچہ چار پانچ سال کے اندر ہی میری معلومات اتنی بڑھ گئی کہ میں اس کارخانہ کے جملہ پہلوؤں پر حاوی ہو گیا۔ مجھے مزدور سے فیلڈ ورکر اور اس کے بعد فیلڈ انسپکٹر بنا دیا گیا۔ اور ترقی کرتے کرتے میں اپنے ہی کارخانہ کا اسسٹنٹ منیجر بن گیا۔ پھر اس کے بعد میں نے چند سرمایہ داروں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اپنا کارخانہ قائم کیا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا کارخانہ قائم کرتا چلا گیا۔ یہ سب کچھ میری قوتِ مشاہدہ اور انتھک محنت کا نتیجہ ہے"

ہر وہ شخص جو کسی خاص کاروبار کو اختیار کرنا چاہتا ہے۔ اُسے چاہئے کہ وہ اُس کام کے کرنے والوں ہی میں رہے۔ اور گہری نظر سے کام کا مطالعہ کرتا رہے۔ اور پھر اس مطالعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھائے کیونکہ دیانت اور تجارت کے لئے سرمایہ سے بھی زیادہ اُس کاروبار کا تجربہ اور معلومات کی ضرورت ہے۔ چنانچہ دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے صناع یا کامیاب تاجر ہیں۔ انھوں نے یا ان کے آبا و اجداد نے بہت معمولی درجہ سے ترقی حاصل کی ہے۔ ان لوگوں نے سب سے پہلے عملی تجربات حاصل کئے ہیں اور اس کے بعد کام شروع کیا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ان لوگوں نے کام شروع کرنے سے پہلے اپنے دماغ میں اُس کام کا علم اور تجربہ کی روشنی پہنچائی نہ ہوتی تو یہ ترقی کے میدان میں دو قدم بھی نہیں چل سکتے تھے۔ ہمارے سامنے ایسی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ بعض لوگوں نے تجربہ کے بغیر کسی کاروبار میں سرمایہ لگا دیا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ سرمایہ ہی سب کچھ ہے۔ اور وہ تمام سرمایہ ناتجربہ کاری کی بنا پر ضائع ہو گیا۔ لہٰذا ہر کامیابی کے متلاشی شخص کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اُس کا دماغ علم اور تجربہ کی روشنی سے منور ہو۔

۲ افسانہ



انار کلی

مغلیہ دور سے متعلق ایک دردناک کہانی

(مسٹر سریندر ناتھ گپتا کے ہندی افسانہ کا ترجمہ)

شہزادہ سلیم جو بعد کو ہندوستان کے تخت پر شہنشاہ جہانگیر کے لقب کے ساتھ حکمراں ہوا اُسکی ابتدائی زندگی زندگی سے متعلق یہ افسانہ اُردو لٹریچر میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اُمید ہے کہ اس افسانہ کو ہمارے ناظرین کے حلقہ میں دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

مغل دربار کی نوعمر رقاصہ انارکلی کے حسن میں غضب کی کشش تھی جو اُسے ایک بار دیکھ لیتا تھا دل وجان سے فریفتہ ہو جاتا آخر اُس کے حسن نے سلیم پر بھی اپنا اثر ڈالنا شروع کیا۔ اور سلیم بھی انارکلی کے لئے مضطرب سا رہنے لگا۔

شام کا وقت تھا چاندنی نکھری ہوئی تھی۔ بارش کے زبردست چھینٹوں نے باغ کے پتّوں کو دھو دیا تھا۔ موتیا کی بھینی بھینی خوشبو سے اردگرد کی تمام فضا معطر ہو رہی تھی۔ انارکلی سنگ مرمر کے بھیگے ہوئے فرش پر ٹہل رہی تھی۔ اپنی چھوٹی سی ہرنی کی منتظر ـــــ

"آرا! آرا!"

یہ الفاظ ایک موسیقی کی طرح ہوا میں گونج رہے تھے۔ اور شام کی خاموشی میں خوش آئیند معلوم ہو رہے تھے۔

"آرا کہاں گئی کمبخت؟"

ہرنی فوراً ایک درخت کے نیچے سے چھلانگ مارتی ہوئی آموجود ہوئی۔

انارکلی نے جھک کر اپنی گداز باہیں اُس کے گلے میں ڈالدیں اور پیار کے لہجہ میں بولی "کیوں ری ساحرہ اب تک تو کہاں تھی اور تجھے کس نے روک رکھا تھا؟"

"میں نے"

انارکلی چونک پڑی اور پیچھے مڑ کر دیکھنے لگی۔ جب اُسنے دیکھا کہ سلیم اُس کے پیچھے کھڑا اُس کی باتیں سن رہا ہے تو وہ گھبرا سی گئی۔

سلیم نے ہنستے ہوئے کہا "میں نے تمہاری ہرنی کو روک رکھا تھا۔ میں قصوروار ہوں"

انارکلی کے چہرہ پر شرم کی سرخی دوڑ پڑی۔ اُس نے جلدی سے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور تعظیم کے لئے جھک گئی۔ اور پھر رکتے ہوئے کہا "حضور میرا قصور معاف کریں مجھے معلوم نہ تھا"

سلیم بولا "تم کو معلوم ہے کہ میں نے اسے کیوں روک رکھا تھا" یہ کہتے ہوئے وہ ذرا آگے بڑھا۔ انارکلی کے کان میں آہستہ سے کہا "اس لئے کہ اِس کی آنکھیں تمہاری آنکھوں کے مشابہ ہیں"

انارکلی کو عرصہ سے احساس تھا کہ شہزادہ اُس سے محبت کرتا ہے۔ آج اُس کو اِس بات کا یقین ہوگیا۔ اُس کا دل خوشی سے معمور تھا۔ مگر اس کے لب کلمہ محبت سے ناآشنا تھے وہ کوئی جواب نہ دے سکی

اُس رات انارکلی کو مارے خوشی کے نیند نہ آئی۔ اُسے رہ رہ کر شام کے واقعات یاد آرہے تھے۔ جو اُسے سونے نہ دیتے تھے۔ سلیم کی زبان سے اچانک محبت کے الفاظ سن کر اُسے بے انتہا مسرت ہو رہی تھی وہ آنکھیں بند کئے اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ مگر سو نہ سکی تھی۔ اور اس نیم خوابی کی حالت میں اُس لطف خاص کا مزہ لے رہی تھی۔ جو اُس کی رگ رگ میں پیدا ہو گیا تھا۔

پھر دن بعد زنانخانہ میں رقص وسرود کی ایک محفل کا انعقاد ہوا اکبر اس فن کا دلدادہ اور سرپرست تھا۔ شام کا وقت اکثر ایسی ہی محفلوں میں گزارا کرتا تھا۔ ان محفلوں میں انارکلی ہی گلِ سرسبد تھی اُس نے اپنی دلکش آواز سے بادشاہ کے دل میں جگہ پالی تھی۔ کوئی محفل انارکلی کے بغیر پر لطف نہ ہوتی تھی۔

محل روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ فرش پر قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے اور صدر میں بادشاہ مسندِ زریں پر رونق افروز تھے۔ بیگمات ملائم گدے اور تکئے لگائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ گانا شروع ہو چکا تھا۔ کئی خواصیں اپنا گانا ختم کر چکی تھیں۔ مگر انارکلی ابھی تک نہیں آئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اُس کی باری آئی تو وہ حاضر ہو گئی۔ اور جھک کر تعظیم بجا لائی پھر چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔ وہ ارغوانی رنگ کے لباس میں ملبوس تھی جس پر زردوزی کا کام کیا ہوا تھا۔ اور چند ہی لمحوں کے بعد اُس کے دلکش نغمے محل میں گونجنے لگے۔

آج انارکلی گانے میں ایک خاص قسم کی خوشی محسوس کر رہی تھی۔ اُسے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے وہ کوئی خوشگوار خواب دیکھ رہی ہو جس میں سوائے سلیم کی محبت کے اور کوئی چیز دیرپا نہ تھی۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اور اُس کی آنکھیں سلیم کی آنکھوں سے چار ہو گئیں۔ وہ بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں ایک دلفریب محویت جھلک رہی تھی۔ انارکلی کے دل میں گزشتہ دنوں کی یاد دفعتہً تازہ ہو گئی۔ کیونکہ اُس شام کے بعد وہ کئی بار مل چکے تھے۔ انارکلی بے حد خوش تھی۔ اور اُس کی آنکھیں جوشِ مسرت سے چمک رہی تھیں۔

انارکلی آج حسن کی دیوی بنی ہوئی تھی۔ سلیم نے دل میں کہا "کتنی پیاری صورت اور کتنی دلکش ادائیں ہیں"۔ اُس کی نگاہیں برابر سلیم کے دل پر اپنا اثر کر رہی تھیں۔ اُس نے بلند آواز میں گانا شروع کیا

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

غزل کے الفاظ نے اس کے دل میں ایسے خیالات پیدا کر دئے۔ جو آج تک اُس کے خواب و خیال میں بھی نہ آئے تھے۔ اپنے عاشق کے سامنے گانا اور اپنے پوشیدہ جذبات کا اظہار کرنا اس سے اچھا موقع اور اور کونسا ہو سکتا تھا۔ وہ دیوان خانے کو اور دیوان خانے کی ہر ایک چیز کو بھول گئی۔ یہاں تک کہ اُسے یہ بھی خیال نہ رہا کہ وہ بادشاہ کے حضور میں کھڑی گا رہی ہے۔ اُس کے دماغ میں اس وقت ایک ہی خیال تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس وقت ایک ایسی محفل میں سمجھ رہی تھی جس میں وہ اور اُسکے عاشق سلیم کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ اُس نے دزدیدہ نگاہوں سے سلیم کی طرف دیکھا۔ مسرت اُس کی آنکھوں میں نمایاں تھی۔ اُس کے ہونٹوں سے ایک عجیب مسکراہٹ پیدا ہوئی اور آنکھیں سلیم کے چہرے پر جم گئیں یکایک ایک غصہ سے بھری ہوئی آواز نکلی یہ بادشاہ کی آواز تھی "یہ گانا بند کرو"۔ گانا فوراً بند ہو گیا اور ایک مکمل خاموشی چھا گئی۔

بادشاہ غصہ سے کانپ رہا تھا۔ اس کی بھویں تن گئیں اور اُسکی آنکھیں لال ہو گئیں۔

اُس نے سامنے والے آئینے میں راز و نیاز کی باتیں جو سلیم اور انارکلی کے درمیان اشاروں میں ہو رہی تھیں، دیکھ لی تھیں۔ بادشاہ کو یقین ہو گیا تھا کہ انارکلی شہزادے کو مسحور کرنے کی کوشش کر رہی ہے

بادشاہ اگرچہ بہت نیک اور متحمل مزاج واقع ہوا تھا مگر آج وہ نہایت غضبناک بن گیا تھا۔ کیا شہزادہ ایک غلام زادی کے جال میں پھنس کر خراب ہو جائے گا؟ اُس نے خواجہ سراؤں کے افسر کو بلایا اور غصہ سے کانپتی ہوئی انگلی سے انارکلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بادشاہ نے کہا "اس عورت کو لیجاؤ اور کال کوٹھری میں بند کر دو کل اُس کی زندہ کھال کھنچوائی جائے گی۔ یہ اُن کم ظرف عورتوں کی سزا ہے جو بلا امتیاز اپنی اداؤں کے جال بچھانا چاہتی ہیں۔ اِن کا وجود حکومت کے مستقبل کے لئے خطرہ ہے" بادشاہ کے الفاظ کمرے کی خاموشی میں گونج اُٹھے۔ اور ہر شخص اپنی جگہ دم بخود ہو گیا۔

فضا پر خاموشی اور تاریکی مسلط تھی۔ انارکلی چاروں طرف حیرت زدہ ہو کر دیکھ رہی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ کچھ دیر تک وہ کچھ نہ سمجھ سکی وہ ایک گرفتار یا قیدی کی مانند تھی۔ اُس کا دل آنیوالی موت کے خوف سے بیٹھا جا رہا تھا۔ صرف چند گھنٹے باقی تھے اور اُس کی روح ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جانے والی تھی۔ موت! بے رحم موت جو ہر ایک چیز کا خاتمہ کر دینے والی ہے۔ آہستہ آہستہ اُس کے نزدیک پہنچ رہی تھی۔ اور اُسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بھیڑیا۔ اپنی چمکدار آنکھوں سے ایک دبلی بے بس بکری کے بچے کو محسوس

کر رہا ہو۔

وہ انہیں خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی کہ کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی قیدخانہ کا دروازہ کھلا اور ایک سنتری مشعل لئے ہوئے داخل ہوا اسکے پیچھے ایک اور شخص تھا۔ یہ سلیم تھا۔ انارکلی نے آنکھ اٹھائی اور سلیم کو دیکھتے ہی اُس کی چیخ نکل گئی۔ فوراً وہ ایک دوسرے کی آغوش میں تھے۔ سنتری مشعل کو ایک کونے میں کھڑا کر کے چلا گیا۔

انارکلی اور سلیم بہت دیر تک خون کے آنسو رویا کئے جب وہ ذرا بولنے کے قابل ہوئے تو سلیم نے کہا "میری جان دل مضبوط کرو میں تمہیں اب بھی بچا سکتا ہوں"

انارکلی نے متعجب ہو کر سلیم کی طرف دیکھا۔

"میں نے یہاں سے نکل جانے کا مکمل انتظام کر رکھا ہے" سلیم نے کہا "جلدی کرو وقت گزر رہا ہے گھوڑے تیار ہیں صبح ہونے سے پہلے ہی ہم کوسوں دور نکل جائیں گے۔ ہم بھیس بدل لیں گے تاکہ کوئی پہچان نہ سکے"

انارکلی بولی "ہم بچ کر نہیں جا سکتے۔ لوگ ضرور ہمارا تعاقب کریں گے اور پکڑے جائیں گے۔ آپ میری خاطر اپنی جان خطرے میں نہ ڈالیں"

"انارکلی! ڈرو نہیں۔ میرے بہت سے دوست ایسے ہیں جو تعاقب کرنے والوں کو غلط راستہ پر لگا دیں گے" سلیم نے کہا "ہمارے گھوڑے کے سم ربڑ سے منڈھے ہوئے ہیں۔ اُن کی آواز کوئی بھی نہ سن سکے گا۔ اٹھو جلدی اٹھو۔ وقت قیمتی ہے۔ اور گزرا جا رہا ہے"

انارکلی بولی "سلیم قسمت کا لکھا نہیں ٹلتا۔ خدا اور جہاں پناہ کی مرضی یہی ہے کہ میں زندہ نہ رہوں میرے لئے یہی اچھا ہے کہ میں قیدخانہ میں بند رہوں اور موت کی گھڑی کا خاموشی سے انتظار کروں"

سلیم نے پریشان ہو کر کہا "وقت کو ضائع نہ کرو۔ تم دیدہ ودانستہ اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈال رہی ہو"

انارکلی مدہم اور کانپتی ہوئی آواز میں بولی "میری جان کے مالک! میری زندگی کے دن ختم ہو گئے ہیں موت سے کوئی انسان نہیں بچ سکتا۔ یہ میری غلطی ہوگی۔ اگر میں یہاں سے بھاگ جانے کی کوشش کروں شہنشاہ کے انصاف قانون کا حکم رکھتے ہیں"

سلیم جوشِ محبت سے چلا اٹھا "انارکلی آخر تم کیوں انکار کر رہی ہو۔ میری زندگی میری مسرتیں۔ میری آرزوئیں۔ اور اُن کا سارا شیرازہ صرف تمہارے ہی دامنِ حیات سے وابستہ ہے۔ اگر تم نہ ہوگی تو میں دنیا میں رہ کر کیا کروں گا۔ اگر تم نہ چلوگی تو میں بھی قیدخانہ کے باہر نہ جاؤں گا"

چشم زدن میں دروازہ کھلا اور جیل خانہ کا داروغہ رحیم خاں گھبرایا ہوا کوٹھری میں داخل ہوا۔ اور دم لینے کے بعد کہنے لگا "حضور جہاں پناہ ادھر تشریف لا رہے ہیں"

سلیم چونک پڑا اور پوچھنے لگا "پھر اب کیا کرنا چاہئے"

"حضور فوراً کوٹھری سے باہر تشریف لے جائیں۔ اور جب بادشاہ سلامت چلے جائیں تو آپ تشریف لے آئیں"

سلیم نے حسرت بھری نگاہوں سے انارکلی کی طرف دیکھا۔ جھک کر انارکلی کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ اور وہاں سے چلا گیا۔

انارکلی کی کوٹھری میں کوئی نہ آیا۔ رحیم خاں نے جھوٹ بولا تھا۔ نہ بادشاہ تھا نہ کوئی اور رحیم خاں [illegible] جیل خانہ کا داروغہ تھا اُس کا خیال تھا کہ سلیم انارکلی سے آخری بار ملنے اور اُسے الوداع کہنے آیا ہے۔ اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اُسے نکال کر لیجانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ شہزادہ اُسے وہاں سے لیجانے کے درپے ہے تو اُس نے انتہائی عیاری کے ساتھ ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا۔ اس کے سوا وہ اور کیا کر سکتا تھا۔ اگر قیدی فرار ہو جاتا تو اُس کی جان خطرے میں رہتی۔ مگر ساتھ ہی وہ شہزادے کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بادشاہ ضعیف العمر ہے۔ اور سلیم تخت نشین ہونے والا ہے۔

انارکلی نے اگر سلیم کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں وہ اُس کا انتظار کرتی رہی رات گزرتی چلی جا رہی تھی اور انارکلی بدستور کسی کا انتظار کر رہی تھی۔ مگر سلیم نہ آیا۔ صبح ہونے کو آ رہی تھی۔ اور قیدخانے کی تاریکی سپیدیٔ صبح کی روشنی میں غائب ہوتی جاتی تھی۔ اچانک اسکو قریب ہی کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر پڑی یہ وہی انگوٹھی جس میں ایک چمکتا ہوا ہیرا جڑا ہوا تھا۔ اور جو انارکلی کی ماں نے اُسے مرتے دم دی تھی۔ اور کہا تھا۔

"بیٹی خدا نہ کرے تجھے اسکی ضرورت پڑے مگر انتہائی مصیبت

کے وقت جب اور کوئی صورت رہائی کی نہ ہو تو اس کو چاٹ لینا۔"

انارکلی کو اپنی ماں کے وہ الفاظ یاد آ گئے۔ اس نے ہیرا نکال کر اپنے منہ میں رکھ لیا۔ اور زندگی کے گزشتہ واقعات اُسے یاد آنے لگے۔ ماں کی تصویر سلیم کی محبت سب اس کی آنکھوں میں پھرنے لگے۔ اس کے بعد بدن میں رعشہ شروع ہو گیا وہ رعشہ جو موت سے پہلے انسان میں پایا جاتا ہے۔ اپنا سر ہاتھ پر رکھے انارکلی ٹھنڈے فرش پر لیٹ گئی۔ اس کے ہونٹ مسکرا رہے تھے اور آنکھیں نیم وا تھیں۔"

جب بادشاہ کے آدمی موت کا پروانہ لئے ہوئے اُسے لیجانے کے لئے آئے تو انھوں نے دیکھا انارکلی دنیا سے رخصت ہو چکی ہے دروازہ کھلا تو آفتاب عالمتاب کی سنہری کرنیں اُسکے چہرے کے اردگرد حلقہ کئے ہوئے تھیں

اسرائیلی درندوں کے عقائد

(باقی مضمون صفحہ)

پہنچے ہیں یہ اخلاقی قدروں کی تباہی اور معاملاتی ایمانداری کے اخلا

کا سبب بنے ہیں اگر اپنے آئین اور دستور کی وجہ سے امریکہ میں ان کے داخلہ کو روکا نہیں جا سکتا تو ایک صدی سے بھی کم مدت میں یہ ابل پڑیں گے اور یہی حاکم بن جائیں گے۔" بنجمن فرنکلن نے جو کچھ کہا تھا وہی ہو رہا ہے آج یہودی امریکہ کی معیشت اور حکومت پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور امریکہ پر دن بدن ان کی گرفت مضبوط ہوتی چلی جا رہی ہے

زمانہ قدیم ہی سے یہودیوں کو خونخوار قوم کہا جاتا ہے کیا وہ حقیقتاً انسانوں کا خون پیتے ہیں۔ یا اس لفظ کو مجازی معنی میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ مگر اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ قوم حقیقی اور مجازی دونوں معنوں میں خونخوار ہے یہ حقیقتاً انسانوں کا خون پیتے ہیں اور یہ چیز بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ انسانوں کا خون پینا ان کے مذہبی رسوم میں داخل ہے۔ ان کے خیال میں انکی "عید" کا تہوار پورا ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ کسی غیر یہودی کا خون حاصل کر کے عید کے دن کے کھانوں میں نہ ملایا جائے۔ پھر انسانی قربانیوں کا تذکرہ یہودیوں کی متعدد کتابوں میں ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جن اسرائیلیوں یا یہودیوں کے اس قسم کے وحشیانہ مذہبی عقائد ہوں وہ جو کچھ بھی کر گزریں کم ہے

عورتوں کیلئے



میں اُنکا دل نہ جیت سکی

ایک نئی شادی شدہ لڑکی کی مایوسی

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن کے مضامین کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت ہی دلکش اور موثر انداز میں ہماری معاشرتی خامیوں پر روشنی ڈالتی ہیں - چنانچہ ذیل کے مضمون میں بھی انھوں نے بہت سی کام کی باتیں بتائی ہیں -

ایک نئی شادی شدہ لڑکی کا خط مجھے ملا ہے - جس میں کہ اُس نے یہ شکایت کی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے دل میں جگہ نہیں پیدا کر سکی ہے ایک ایسی لڑکی پر کیا موقوف ہے - ہر شادی شدہ لڑکی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو وہ اپنے شوہر کے دل میں گھر کرلے اور جب اِس مقصد میں ناکامی ہوتی ہے تو اُسے بڑی مایوسی ہوتی ہے - چنانچہ یہ لڑکی لکھتی ہے -

"میری شادی کو ایک سال سے زیادہ ہو چکا ہے - لیکن میں کچھ ایسا محسوس کر رہی ہوں کہ میرے شوہر کو مجھ سے لگاؤ پیدا نہیں ہو سکا ہے - اِس کا سبب کیا ہے یہ میں کچھ نہیں بتا سکتی - میں پڑھی لکھی بھی ہوں شکل و صورت کی بھی بری نہیں ہوں سنگھار اور زیبائش کے فن سے بھی واقف ہوں لیکن پھر بھی میں ایسا محسوس کرتی ہوں کہ وہ مجھ سے کھنچے کھنچے رہتے ہیں - کوئی ایسا طریقہ بتائیے کہ وہ میری جانب پوری طرح راغب ہو سکیں"

اس لڑکی کے خط کا جواب دینے سے پہلے میں لندن کے ایک ماہنامہ کے اقتباسات دے دینا چاہتی ہوں یہ ماہنامہ "سوشل میگزین" کے نام سے شائع ہوتا ہے - اِس ماہنامہ کے ایڈیٹر نے اپنے ناظرین سے یہ پوچھا تھا - کہ وہ کیسی بیویوں کو پسند کرتے ہیں - ناظرین نے جو جوابات دئے ہیں ان میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے

اس ماہنامہ کے ایک پڑھنے والے نے لکھا ہے "مجھے زیادہ پڑھی لکھی یا تو تی لڑکی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے - میں ایسی بیوی کو پسند کرتا ہوں جو معمولی پڑھی لکھی ہو - کم گو ہو میرے معاملات میں بے ضرورت دخل نہ دے ہر وقت اپنی قابلیت نہ بگھارے جب میں تھکا ماندہ گھر میں آؤں تو خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے تند مزاج خوبصورت بیوی کے مقابلہ میں مجھے معمولی شکل و صورت کی خوش مزاج بیوی زیادہ پسند ہے"

ایک دوسرے شخص نے ایڈیٹر کو لکھا ہے "میرے نزدیک سب سے اچھی بیوی وہ ہے جس کی تمام تر سرگرمیاں اُس کے گھر اس کے بچوں اور اُس کے شوہر تک محدود ہوں - وہ گھر کو جنت کا نمونہ بنانا چاہتی ہو - اور اُس تنگ مزاجی اور نکتہ چینی سے پاک ہو جس سے گھریلو زندگی جہنم بن جاتی ہے جس کی توجہ اپنے سنگھار پر نہیں بلکہ اپنے بچوں کی تعلیم اور تربیت پر صرف ہو اور جو شوہر کے جذبات و احساسات کو خوب سمجھتی ہو"

اِسی ماہنامہ کے ایک اور پڑھنے والے نے لکھا ہے "مجھے ایسی بیویاں سخت ناپسند ہیں جو سرتا پا بناوٹ کی قائل ہوں - اِن کی باتوں میں بھی بناوٹ ہوتی ہے اور اِن کی محبت میں بھی اور اِن کا حسن تو سرتا پا بناوٹ ہی ہوتا ہے - جسے طرح طرح کے مصنوعی طریقوں سے نکھارا جاتا ہے - مجھے سیدھی سادھی اور بھولی عورتیں زیادہ پسند ہیں - لیکن موجودہ دور میں ایسی عورتوں کا ملنا بہت ہی دشوار ہے"

غرضکہ اس جریدہ کے ناظرین نے جو بھی جوابات دئے ہیں- وہ سب اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں جن میں سے صرف چند جوابات ہم نے شادی شدہ لڑکیوں کی رہنمائی کے لیے اِس مضمون میں درج کر دئے ہیں- تاکہ اُن سے لڑکیاں اندازہ لگا سکیں کہ مرد عورتوں میں کیا خصوصیات تلاش کرتے ہیں- اور اگر ممکن ہو تو وہ اِن جوابات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اندر وہ خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں جو کہ مردوں کے لئے پسندیدہ ہیں -

عام طور پر لڑکیاں اپنی سب سے بڑی خوبی اچھی شکل و صورت ہی کو سمجھتی ہیں - اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اچھی شکل و صورت اور حسن بھی خدا کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے- لیکن حسنِ صورت کے ساتھ جب تک حسنِ سیرت نہ ہو تو سارا حسن پھیکا پھیکا اور بے مزہ معلوم ہوتا ہے ہوتا ہے - اِس لئے لڑکیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر باطنی خوبیاں پیدا کرنے کی پوری کوشش کریں کیونکہ یہی وہ خوبی ہے جو دوسروں کے دلوں کو موہ لیتی ہے- تعلیم بڑی اچھی چیز ہے- تعلیم یافتہ لڑکیوں کو ہر طبقہ اور ہر سوسائٹی میں پسند کیا جاتا ہے - لیکن ایسی تعلیم یافتہ لڑکیاں شوہر اور سسرال والوں کے لئے مصیبت بن جاتی ہیں جو تعلیمی غرور میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور اپنی قابلیت بگھارنے کے لیے ہر جا و بے جا ناجائز بات پر نکتہ چینی کرنے کی عادی ہیں - اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں لڑکے اور لڑکیوں کو جو تعلیم دی جا رہی ہے وہ اپنی جگہ بالکل ناقص ہے- اِس تعلیم میں اخلاقیات کے اجزا شامل نہیں ہیں- جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کالج سے نکلے ہوئے طلبا عموماً اخلاقی اعتبار سے بالکل کورے ہوتے ہیں- اس لئے ضرورت ہے کہ جہاں لڑکیاں کالجوں اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کریں- وہاں گھروں میں انھیں اخلاقی اور مذہبی تعلیم مزید دی جائے تاکہ اُن میں اخلاقی جوہر پیدا ہو سکیں - یاد رکھئے کہ جو تعلیم اخلاق سے بیگانہ کر دیتی ہے وہ بے کار ہے -

اخلاقی جوہر بہت بڑی خوبی ہے اور یہ لڑکیوں کے لیے تو تسخیر کا ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ وہ نہ صرف اپنے شوہروں کو بلکہ اپنے سسرال والوں کو بھی آسانی سے اپنا گرویدہ بنا سکتی ہیں - لہٰذا جو لڑکیاں اپنے شوہروں کا دل جیتنا چاہتی ہیں اُن کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر زیادہ سے زیادہ اخلاقی محاسن پیدا کریں - عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ نئی شادی شدہ لڑکیاں ظاہری بناؤ سنگار کی جانب تو غیر معمولی توجہ کرتی ہیں- لیکن باطنی خوبیوں کو اجاگر کرنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کرتیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے دلوں میں جگہ نہیں پیدا کر سکتیں -

آج سے پچاس سال پہلے کی شادیوں میں اور موجودہ زمانہ کی شادیوں میں مجھے بہت بڑا فرق دکھائی دیتا ہے - میں نے پرانے زمانے کے میاں بیویوں میں جیسی محبت دیکھی ہے وہ اِس زمانہ میں تقریباً ناپید ہے- اس کی وجہ یہ ہے کہ پرانے زمانہ کی بیویاں زمانۂ حاضرہ کی لڑکیوں کے مقابلہ میں اخلاقی خوبیوں سے زیادہ آراستہ ہوتی تھیں شوہروں کے احساسات اور جذبات کا بے حد خیال رکھتی تھیں اور اپنی زندگیوں کو شوہروں کے لئے وقف کر دیتی تھیں- اور اپنی باطنی خوبیوں کی بنا پر نہ صرف شوہروں کے دل میں بلکہ سسرال والوں کے دل میں بھی گھر کر لیتی تھیں-

میں خط لکھنے والی اس لڑکی کو اور دوسری شادی شدہ لڑکیوں کو اپنے دیرینہ تجربہ کی بنا پر یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ مرد ظاہری حسن سے زیادہ عورتوں کی باطنی خوبیوں کے متلاشی رہتے ہیں - ظاہری حسن کی کشش تو صرف چند روز کا کھیل ہے - اگر انہیں اپنے شوہروں کے دلوں پر نہ مٹنے والے محبت کے نقوش قائم کرنے ہیں تو زیادہ سے زیادہ اپنے اندر باطنی خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں -

دین دنیا

کی قیمت میں مجبوراً پچاس پیسے کا اضافہ

حکومت نے اخبارات اور رسائل کے محصول ڈاک میں تین گنا اضافہ کر دیا ہے- اسکے علاوہ کاغذ و سامان طباعت کی قیمتیں بھی تیزی سے بڑھ رہی ہیں- اس لئے دیگر اخبارات و رسائل کی طرح ہمیں بھی دین دنیا کی قیمت میں مجبوراً پچاس پیسے کا اضافہ کرنا پڑا ہے- اب سالانہ قیمت بھی ۲۵ روپے کر دی گئی ہے-

افسانہ



یادوں کی چادر

ایک نہایت ہی دلچسپ معاشرتی کہانی

(از پروین صبا - بی - اے)

وہ موسم کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں کھوئی بارش کے موتی جیسے قطروں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر پہلی رات کی دلہنوں کا نکھار تھا۔ بینگنی رنگ کی جارجٹ کی ساڑی میں اُس کے جوان جسم کا ہر ہر خم بےحد دلکش اور پرکشش معلوم ہو رہا تھا۔ رخساروں پر گلاب کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ریشمی بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔

بالی ہوٹل میں طرح طرح کے سینٹوں کی تیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ فضا بےحد رومان پرور ہو گئی تھی۔ لوگ بھاگ بھاگ کر دکانوں اور دوکانوں کے برآمدے میں پناہ ڈھونڈ رہے تھے۔ بارش سے بچنے کے لیے وہ بھی خوشبو کے جھونکے کی طرح بالی ہوٹل میں آ گئی۔ بالی میں بیٹھے لوگوں کی نگاہیں اُس کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ سر سے پاؤں تک بھیگی ہوئی عجیب مضحکہ خیز معلوم ہو رہی تھی۔

”آپ تو بالکل بھیگ گئی ہیں!“ میں نے کہا

”اتنی بارش میں بھیگ نہ جاتی تو کیا کرتی۔“

”کسی رکشا میں بیٹھ جائیں۔“

”بارش میں رکشا کہاں ملتی ہے۔“

”آپ کا انتظار کیا جائے؟“

”کافی“ وہ بے تکلفی سے بولی

وہ گرم گرم گھونٹ حلق سے اتارنے لگی اور میں ساری باتوں کو بھول کر اُس کی مخمور آنکھوں میں کھو گیا۔ اُس کے ریشمی بالوں کی لہروں میں اماوس کی رات جیسی سیاہی تھی۔ میں اُس کے دلآویز حسن کو پرشوق نظروں سے دیکھنے لگا۔ میری نس نس میں نشہ سا جاگنے لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس لڑکی سے بہت دنوں کی جان پہچان ہے۔ اِس کے ساتھ بیٹھے ایک جگ بیت گیا ہے۔

بہت دیر تک بارش ہوتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ دھیمی ہونے لگی۔ جھیل میں برقی قمقمے جگمگا اٹھے اور لوگ بالی سے نکل کر باہر آنے لگے۔ اُس نے اپنی خوبصورت آنکھیں اٹھا کر آسمان کا جائزہ لیا۔ ”اب چلنا چاہئے..... میری بہن میرا انتظار کر رہی ہوگی۔“

”اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو چلئے میں اپنی گاڑی سے آپکو گھر چھوڑ دوں۔“

”او، بڑی مہربانی ہوگی!“ جیسے جلترنگ بج اٹھی ہو۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں کار اُس کے گھر کی طرف چل پڑی وہ راستہ بتاتی جا رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر اطمینان اور آنکھوں میں پیار جھلک رہا تھا۔ ایک بار پھر بارش تیز ہو گئی۔ اس طرح جھم جھم پانی برس رہا تھا جیسے ساز بج رہا ہو۔ کبھی کبھی کوئی انسانی صورت پانی میں سر سے پاؤں تک بھیگی ہوئی نظر آ جاتی۔ اپنے گھر پہونچ کر اُس نے دروازے پر دستک دی۔

”کون ہے؟“ اندر سے ایک باریک آواز آئی۔

”چور!“ وہ شوخی سے بولی

دروازہ کھل گیا۔ اپنے دلنواز تبسم کی چاندنی میں نہائی ہوئی پندرہ سولہ سال کی ایک لڑکی آ کر اُس سے لپٹ گئی۔

”یہ میری چھوٹی بہن نسرین ہے اور یہ......“

”میں رشید ہوں ایک کپڑے کی مل کا مالک۔“

میں نے اپنا تعارف خود ہی کرا دیا۔ دو گھنٹے ساتھ گزارنے کے باوجود ہم دونوں نے اپنا تعارف نہیں کرایا تھا۔

”اور میں ہوں نشاط یہاں کے مقامی کالج میں لکچرار۔“ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

"اندر آئیے!" وہ میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے اس طرح بولی جیسے پھولوں کی نرم و نازک پنکھڑیوں کو ہوا کے سُر پر جھونکے نے چھیڑ دیا ہو۔

"آپ بڑی دلیر ہیں!"

"وہ کیسے؟"

"ایک اجنبی کے ساتھ اتنی دیر رہیں اور میری گاڑی میں آنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ آپ کو مجھ سے ڈر نہ لگا؟"

"میں انسان کو پرکھنا جانتی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔

ہم آتش دان کے قریب بیٹھ گئے اور نشاط اوپر کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی۔ میں نے سر تا پا کو غور سے دیکھا۔ اکہرے بدن کی بے حد نازک اور دلکش سی لڑکی ہے۔ اس کے چہرے پر شگفتگی تو حالانکہ ہے لیکن ہلکا ہلکا حزن بھی ہے۔ ہونٹوں پر حیا پرور دلاویزی ——— اس کی آنکھیں ہر وقت نم آلود معلوم ہوتی ہیں جیسے ابھی سو کر اٹھی ہے۔

نشاط جب نیچے آئی۔ تو میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا! شب خوابی کے لباس میں وہ شوررنگ سے اتری ہوئی کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔ میری نگاہوں کے سامنے پھول ہی پھول بکھر گئے۔ اس کا خوبصورت چہرہ اوس میں بھیگے ہوئے گلاب کی طرح عرق آلود تھا۔ اس کے ریشمیں بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں ابھی تک نمی تھی۔ اس کے جذبات میں تلاطم سا برپا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہو گئیں۔ ہمارے ہونٹوں پر ایک عجیب سی پر اسرار مسکراہٹ دوڑ رہی ہے۔ لیکن لب خاموش ہیں۔ آنکھیں کسی گہری سوچ میں کھوئی ہیں۔

"آپ چائے پئیں گے یا کافی؟" نقرئی گھنٹیاں سی بج اٹھیں۔ یکایک میرے خیالوں کا شیش محل چھناک سے ٹوٹ گیا اور آواز تک نہ ہوئی۔

"آپ قرض اتار رہی ہیں۔ آپ پر میری ایک کافی ڈیو ہے! اب رات کافی ہو گئی ہے۔ اب میں چلوں گا۔ پھر کبھی آپ کی کافی کی کشش یہاں مجھے ضرور لائے گی!"

"گھر پہ کوئی میرا انتظار کر رہا ہو گا؟"

"میرا نوکر۔"

"گھر پر اور کوئی نہیں ہے؟" وہ چونکی

"جی ہے! تنہائی، مایوسی، مجبوری میں بے شمار دکھ اور یادوں کی ایک میلی سی چادر جسے اوڑھ کر میں سو جاتا ہوں!"

نشاط نے میری طرف اس طرح دیکھا جیسے اس کی آنکھوں میں زندگی کے چشمے خشک ہو گئے ہوں۔ ہم اٹھ کر پھر باہر برآمدے میں آ گئے۔ میری سفید فیئٹ بارش میں بھیگ رہی تھی۔ چاند گہرے گہرے بادلوں میں چھپا جا رہا تھا۔ چاندنی کی ندیاں خشک ہو رہی تھیں۔ رات کی رانی اور چنبیلی کی جھاڑیوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا

"کھانا کھاؤ گی آپا؟"

"ہاں"

"کہاں کھاؤ گی؟"

"اپنے کمرے میں نہیں آج سب مل کر ڈائننگ ہال میں کھانا کھائیں گے۔ نہ جانے کب سے ٹیبل سونا پڑا ہے۔"

"میں کھانا لگاتی ہوں۔" نسرین خوش ہو کر بولی۔

نشاط کو اچانک زندگی کے گنگناتے چشمے کا خیال آ گیا اور وہ رات کی رانی اور چنبیلی کی جھاڑیوں کو دیکھنے لگی۔

"آپ وہاں کیا دیکھ رہی ہیں؟ معلوم ہوتا ہے ان جھاڑیوں میں آپکا کچھ کھو گیا ہے؟" میں بولا۔

"بہت کچھ کھو گیا ہے!" وہ خواب کے عالم میں بولی

"کیا کچھ کھویا ہے؟"

"زندگی کی رعنائیاں!"

"وہ کیسے؟"

"بس یہ نہ پوچھئے۔ آپ ہی والی بات ہے۔ یادوں کی ایک چادر ہے جسے اوڑھ کر میں سو جاتی ہوں اور اب تو وہ بھی میلی ہو چکی ہے۔"

بارش ختم ہو گئی تھی۔ باہر چمنوں پر زرد چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ گہرے گہرے بادل چھٹ چکے تھے۔ وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گئی۔ کمرے میں گہری خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ہر شے سے ویرانی برس رہی تھی۔ سامنے دیوار کے پاس ایک چھوٹی سی میز رکھی ہوئی تھی جس پہ سنگ مرمر کا ایک انسانی مجسمہ تھا جس کی گردن انگلیوں میں پکڑی ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پشت پر کھڑا کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ وہ کسی عورت کا مجسمہ تھا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں جس کی وحشت ناکی کو سنگ تراش نے بڑی چابکدستی سے اجاگر کیا تھا

"نشاط اب صرف نام کی نشاط رہ گئی ہے" وہ نہ جانے کیوں اپنی داستان بیان کرنے لگی جیسے وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہو۔ وہ کہہ رہی تھی "مرحوم یوسف خاں کی لاڈلی بیٹی۔ نشاط جمال نہ بن سکی اپنی پرستش نہ کرا سکی۔ وہ جمال کے تاریک شبستانوں کو منور نہ کر سکی" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اُس کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور میرے دل میں اُس کے لئے محبت کے جذبات گہرے ہوگئے۔ میں نے اُس کے اندر اپنائیت سی محسوس کی اور یہ اپنائیت ہی تو تھی کہ وہ درد دل کے اظہار پر مجبور ہوگئی — کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو اجنبی ملتے ہیں۔ اور ان کے حالات کی یکسانیت اجنبیت کی دیواروں کو گرا دیتی ہے۔ اور میں نشاط سے ملنے کے بعد کچھ ایسا ہی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے نشاط کو تسلی دینے کے لئے کہا —

"نشاط! خواب چاہے کتنے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں۔ خواب ہی ہوتے ہیں۔ خواب کو حقیقت بنانے کے لئے راستوں کے اندھیروں سے نہ ڈرنا چاہئے۔ جو لوگ راستوں کے اندھیروں سے ڈر جاتے ہیں انہیں منزل نہیں ملتی"

"در راستے کے اندھیروں سے نہیں ناکامی سے ڈر گئی۔ بعد وہ مجھ سے منہ موڑ کر چلا گیا۔ کیریر بنانے کیلئے مصیبت تو اٹھانی ہی پڑتی ہے لیکن یہ مصیبت زیادہ دنوں تک نہیں رہتی۔ مجھے امید تھی کہ وہ ایک نہ ایک دن آئے گا ضرور آئے گا! اُس کی جدائی کے دن اور راتیں کتنی طویل اور صبر آزما تھیں۔ پھر میں خود تنہائی کے خول میں قید ہوگئی۔ اور باہر کی دنیا سے بالکل بے نیاز ہوگئی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے۔ ہم پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ دولت میں گھن لگ گیا۔ جائداد نیلام ہوگئی مجبور ہوکر مجھے نوکری کا سہارا لینا پڑا جس دن مجھے کالج سے اپوائنٹمنٹ لیٹر ملا، میں چونک پڑی۔ اُس پر جمال کے دستخط تھا ہو بہو وہی دستخط جو ہم دونوں نے مل کر کبھی بنائے تھے اور اُس نے کہا تھا میں جب ایک کالج تعمیر کراؤں گا تو اُس کالج میں غریب بچوں کو مفت تعلیم دلواؤں گا اور پھر نشاط! تمہارے بنائے ہوئے یہ دستخط کیا کروں گا"

اور مجھے محسوس ہوا ایک زبردست طوفان آیا ہے اور میرا سب کچھ بہا کر لے گیا۔ میرے سینے میں ایک عجیب سی دم گھٹنے والی کیفیت پیدا ہوتی اور میں تڑپ کر رہ جاتی۔ ایک دن وہ مجھے کالج میں مل گیا۔ اُس کی بغل میں ایک خوبصورت سی لڑکی بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُس نے کار روک دی

"ہیلو نشاط کیسی ہو؟"

"اچھی ہوں"

"ان سے ملو، میری بیگم مسز رعنا جمال!"

اور میرے خوابوں کا گھروندا ٹوٹ گیا۔ میری چھوٹی سی بھول کی اس نے مجھے اتنی بڑی سزا دی! میرا سکون، میرا قرار، میری نیند چھین لی۔ مجھے اپنے کالج میں نوکری دی اور پھر ایک لڑکی سے شادی کر لی یہ سب کچھ مجھے جلانے کے لئے اُس نے کیا ہے۔ صرف مجھے تڑپانے کے لئے" نشاط بولتی جا رہی تھی۔ میں ہمہ تن گوش تھا۔

مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے نشاط خود میری ہی کہانی سنا رہی ہو کیونکہ مجھ سے بھی کسی نے بالکل اسی طرح بے وفائی کی تھی۔ کیوں اور کس لئے یہ میں آج تک نہ معلوم کر سکا۔ شاید دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو دوسرے کے دلوں کو توڑنے میں ایک کیف محسوس ہوتا ہے۔

رات زیادہ ہو چکی تھی۔ میں نے نشاط سے کہا "نشاط اب میں چلوں گا۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں تم سے کبھی کبھی ملتا رہوں اور تمہاری پرکیف صحبت سے اپنی تنہائی اور بے کیف زندگی میں رنگ بھرتا رہوں"

"اسے میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی"

اور شائد نشاط خود بھی تنہائی کی زندگی سے گھبرا چکی تھی۔ اور ہم برابر ملتے رہے۔ اور اتنے قریب ہوتے چلے گئے کہ ہم ایک دوسرے کے دلوں کی دھڑکنوں تک کو سننے لگے۔ اور آخر میں دل کی بات زبان پہ لانے کے لئے مجبور ہوگیا۔ میں نے نشاط سے ایک روز کہہ ہی دیا کہ

"نشاط میں تمہارے اندر شروع ہی سے اپنائیت محسوس کر رہا ہوں کیا یہ ممکن ہے کہ ہم تم مل کر ایک نئی زندگی کا آغاز کریں کیا نشاط میرا ساتھ دوگی"

وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی اُس کے چہرے سے حیرت اور مسرت کے ملے جلے جذبات ظاہر ہو رہے تھے۔ اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور وہ عالم بے خودی میں میرے سینہ سے لگ گئی

پھر ایک دن ایسا بھی آیا کہ رشید کی کار فراٹے بھرتی ہوئی اڑی چلی جا رہی تھی۔ جس میں مسرت اور شادمانی کی ایک نئی دنیا تھی۔ نشاط کی رعنائیاں تھیں۔ نسرین کی معصومیت تھی اور رشید کی کامرانیاں تھیں

"پلیز رشید! گاڑی روکو میں ایک چیز گھر چھوڑ آئی ہوں" اس کے چہرے پر شرارت اور شوخی ناچ رہی تھی۔

"کون سی چیز؟" وہ حیران ہو کر بولا

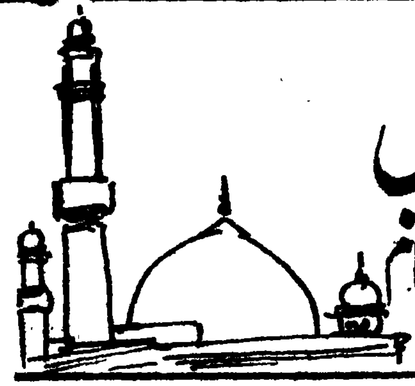
"یادوں کی میلی سی چادر" نشاط نے مسکرا کر کہا۔

"میں نے بھی یادوں کی پرانی سی چادر کو جلا دیا ہے اور اب تم بھی بھول جاؤ اب حسین یادیں ہوں گی اور پر کیف زندگیاں" رشید نے کہا۔

اب پھر کار میں قہقہوں کے پر کیف جام ٹوٹ کر بکھر گئے۔ کار ہوا کے دوش پر اڑنے لگی۔ نشاط نے اپنا سر رشید کے شانہ پر رکھ دیا ——— یہ دیکھ کر معصوم نسرین کچھ نہ سمجھنے کے باوجود سب کچھ سمجھ رہی تھی اور دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی۔

———•———

غیر ممالک میں اسلام



کیا چین میں دس کروڑ مسلمان ہیں

چین کے بے دینوں کی اسلام کو دبانے کی کوشش ناکام

(از ادارہ دینی دنیا)

چین میں فروغ اسلام کے بارے میں جو تازہ اطلاعات موصول ہو رہی ہیں اُن سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام وہ دین حق ہے جسے جتنا ہی دبایا جاتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ ابھرتا ہے ۔

اس دین میں خالق نے کچھ ایسی لچک رکھی ہے
جتنا بھی دباتے ہیں یہ اور ابھرتا ہے

چین میں اسلام کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ تک ۱۹۴۹ء میں چین کے کمیونسٹ انقلاب سے قبل مسلمانوں کی آبادی کسی طرح بھی چھ سات کروڑ سے کم نہ تھی اور پورے چین میں مسجدوں کی تعداد چالیس ہزار کے قریب پہنچ گئی تھی ۔ اور بے شمار دینی مدارس تھے لیکن کمیونزم کی آمد کے بعد سے مسلمانان چین کے لئے ایک نیا آزمائشی دور شروع ہوا ۔ اسلام کو چین سے مٹانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی اور مسلمانان چین کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ لیکن اس اسلام دشمنی کے باوجود یہ معلوم کر کے اطمینان ہوتا ہے کہ سخت ترین حالات سے گزرنے کے باوجود آج بھی کروڑوں کی تعداد میں چین میں مسلمان موجود ہیں جن میں کہ دن بدن اضافہ ہو رہا ہے ۔

ان سخت ترین حالات میں چین میں اسلام کا زندہ اور برقرار رہنا اگر ایک معجزہ نہیں ہے تو اور کیا ہے ۔ چین میں ان دنوں چونکہ ایک لادینی حکومت قائم ہے اس لئے وہ سب ہی مذاہب کی مخالف ہے اور خصوصیت کے ساتھ وہ مسلمانوں کو تو برداشت کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھی ۔ لیکن انتہائی کوشش اور جد وجہد کے باوجود جب موجودہ چینی حکومت اسلام کے مٹانے میں ناکام رہی تو اُسے بھی مجبوراً روس کی طرح کسیقدر نرم رویہ اختیار کرنا پڑا ۔ کیونکہ اسلام کو دبانے کے سلسلہ میں موجودہ چینی حکومت کے لئے نئے نئے مسائل کھڑے ہو گئے تھے ۔ اور اُسے مجبوراً اسلام کو مٹانے کی اپنی پالیسی میں نرمی پیدا کرنی پڑی ۔

چین میں چونکہ مردم شماری کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں ہے دوسرے چین کے اندرونی معاملات پر ایک دبیز پردہ پڑا ہوا ہے اس لئے گزشتہ تیس سال کے اندر یہ معلوم ہی نہیں ہو سکا کہ اب چین میں کس قدر مسلمان باقی رہ گئے ہیں ۔ عام خیال یہ تھا کہ اس ظلم اور استبداد کے دور میں مشکل سے دو ڈھائی کروڑ مسلمان باقی رہ گئے ہوں گے ۔ اور وہ بھی اس طرح کہ وہ اپنے دین کو چھپائے رکھتے ہوں گے ۔ لیکن گزشتہ چند سال کے اندر مختلف ذرائع سے جو اعداد وشمار موصول ہوئے ہیں ۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سخت ترین حالات میں بھی خاموشی کے ساتھ چین میں اسلام کا فروغ ہوتا رہا ہے ۔ اور مسلمانان چین کی تعداد دس کروڑ تک پہنچ گئی ہے اور بعض ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں اُن سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانان چین کی آبادی دس کروڑ سے بھی متجاوز ہو چکی ہے ۔

جناب عکاس بلگرامی کا چین کے بارے میں ایک مقالہ حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوا ہے ۔ جس سے کہ یہ حیران کن انکشاف ہوا ہے کہ چین جیسے بڑے ملک میں مردم شماری نہیں کرائی جاتی لیکن پھر بھی کسی نہ کسی طرح آبادی کے اعداد وشمار برابر شائع ہوتے رہتے ہیں اور ان تازہ اعداد وشمار کی رو سے ۱۹۸۰ء میں مسلمانوں کی تعداد دس کروڑ بتائی گئی ہے ۔ جبکہ ۱۹۷۹ء میں ایک دوسرے سرکاری گزٹ میں ۱۳ کروڑ ۳ لاکھ مسلم آبادی بتائی گئی ہے یعنی خود چینی ذرائع سے جو اعداد وشمار شائع ہو رہے ہیں اُن میں یکسانیت نہیں ہے لیکن

لیکن اب جبکہ چینی قیادت نے یہ محسوس کرلیا ہے کہ مسلمانوں جیسے اہم فرقہ کو دبانا مستقبل کی سیاست میں اچھے اثرات مرتب نہیں کرے گا تو اس بات کی بجا طور پر توقع کی جاسکتی ہے کہ جلد ہی چین میں آباد مسلمانوں کی صحیح اعداد و شمار شائع کر دیے جائیں گے۔

حال ہی میں غیر چینی ذرائع سے چینی مسلمانوں کے بارے میں جو اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں اُن سے بھی اِس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ چین میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ "ٹائمز ائیلس آف دی ورلڈ سنہ ۱۹۷۲ء" کے ایڈیشن میں چین میں مسلمانوں کی آبادی ۹ کروڑ بتائی گئی ہے۔ اسی طرح "دی ورلڈ فیکٹ بک آف سنہ ۱۹۷۲ء" میں ۸ کروڑ اسی لاکھ تسلیم کی گئی ہے" دی نیشنل جوگرفک ائیلس سنہ ۱۹۷۵ء" کے ایڈیشن میں نو کروڑ نوے لاکھ" ورلڈ مسلم گزیٹر سنہ ۱۹۷۶ء" میں دس کروڑ دس لاکھ اور" ٹائم میگزین ۱۶ / اپریل سنہ ۱۹۷۹ء" کے شمارے میں دس کروڑ پندرہ لاکھ ظاہر کی گئی ہے اِن اعداد و شمار کی روشنی میں مسلمانوں کی تعداد کسی طرح بھی دس کروڑ سے کم ثابت نہیں ہوتی چنانچہ چین سے باہر تقریباً سب ہی ممالک میں چینی مسلمانوں کی آبادی دس کروڑ ہی تسلیم کی جاتی ہے

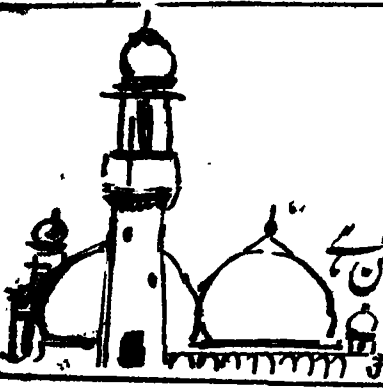
یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ چین میں مسلمانوں کو اور اُن کی ثقافت کو سرخ انقلاب بھی ختم نہیں کرسکا۔ وہ ہر دور میں اپنی مذہبی آزادی کے لیے جد و جہد کرتے رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اُن پر شدید مظالم توڑے گئے جائیدادیں ضبط کی گئیں۔ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں نے جانی قربانیاں دیں مگر پھر بھی اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم رہے۔ چین میں مذہبی گروہوں کے لئے کسی قسم کا مواد شائع کرنے پر سخت پابندی تھی۔ لیکن مسلمان ان پابندیوں کے باوجود برابر اسلامی لٹریچر چھاپتے رہے اور اُسے تقسیم کرتے رہے چنانچہ قرآن و احادیث کے تراجم اور اسلامی کتب کثرت سے شائع ہوتی رہیں۔ ماؤزے تنگ کی موت کے بعد چونکہ چین کی مذہب دشمن پالیسی میں نرمی پیدا ہوگئی ہے۔ اِس لئے اب یہ کتابیں منظر عام پر آرہی ہیں۔ اور ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ نازک ترین دور میں بھی اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے معاملہ میں مسلمانان چین نے بہت بڑا کام کیا ہے بہت سے اسلامی کتب کا چینی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

چین کے سرخ انقلاب کے بعد دس برس تک مسلمان چھپ چھپ کر دینی کتب لکھتے رہے اور شائع کرتے رہے چین میں احادیث کا ایک مجموعہ حال ہی میں شائع ہوا ہے جسے استاد محمد الامین نے ترتیب دیا ہے جب انقلابیوں کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے استاد محمد الامین کو قید میں ڈال دیا۔ اور ان کا مکان مسمار کر دیا۔ جس میں کہ ان کی متعدد اسلامی تالیفات ضائع ہوگئیں مگر احادیث کے مجموعہ کے دو قلمی نسخے تھے اسلئے یہ مجموعہ ضائع ہونے سے بچ گیا۔ اس زمانہ میں عام قاعدہ یہ تھا کہ مولفین ہر کتاب کی دو دو جلدیں تیار کرتے تھے تاکہ اگر ایک ضائع ہو جائے تو دوسری بچ جائے۔ لیکن اب چین میں دینی کتب کے بارے میں پہلی سی سختی نہیں رہی۔

ایک زمانہ تو وہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے بے حد دشواریاں تھیں لیکن ماؤ کی موت کے بعد حالات رفتہ رفتہ تبدیل ہورہے ہیں۔ حکومت چین کی پالیسی میں مسلمانوں کی بغاوتوں نے بھی تبدیلی پیدا کی ہے۔ اور اب یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ چین کے لیے مسلم آبادی کو دبانا ملکی مصالح کے خلاف ہے۔

مختصر یہ کہ سخت ترین دور سے گزرنے کے باوجود اسلام کو چین میں فروغ حاصل ہو رہا ہے

دنیائے اسلام پر ایک نظر



فلسطین کی جلاوطن حکومت کا قیام

افغانستان کے حکمراں ٹولے میں خانہ جنگی۔ فلسطینیوں کا مٹانا ناممکن ہے

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

فلسطین کی جلاوطن حکومت کا قیام

اب جبکہ فلسطینیوں کو لبنان سے اکھاڑ دیا گیا ہے نہایت یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جلد سے جلد فلسطین کے جلاوطن حکومت کے قیام کے منصوبے کو عملی جامہ پہنا دیا جائے۔ چنانچہ قاہرہ کی ایک اطلاع ہے کہ سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ قاہرہ میں فلسطین کی جلاوطن حکومت کے قیام کے امکانات زیادہ قوی ہیں۔ اور اب یہ بات بھی یقینی ہو گئی ہے کہ پی ایل او کے بچے ہزار فدائیں جو مغربی بیروت میں محصور ہیں مصر میں پناہ گزیں ہو جائیں گے۔

مغربی بیروت سے فدائین کے انخلا کا کام پندرہ دن کے اندر اندر مکمل ہو جانے کی توقع ہے۔ مصر کے وزیر مملکت ڈاکٹر بطروس غالی نے مغربی بیروت سے نکلنے والے فدائین کی سلامتی کے لئے۔ امریکہ اور اسرائیل سے گارنٹی دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ مصر کے علاوہ سعودی عرب اردن، شام، مراکش، سوڈان اور تقریباً سب ہی عرب ممالک نے فلسطینی فدائین کو پناہ دینے کی پیشکش کی ہے اب یہ کام فلسطینی فدائین کا ہے کہ وہ کس ملک میں پناہ لینا پسند کریں گے

فلسطینی فدائین خواہ کسی ملک میں بھی کیوں نہ رہیں لیکن یہ بات اب ضروری ہے کہ جلد سے جلد فلسطین کی آزاد عارضی حکومت قائم کر دی جائے، خواہ یہ قاہرہ میں قائم کی جائے یا کسی دوسری ملک میں تاکہ اس جلاوطن حکومت کے ذریعہ اسرائیل اور امریکہ کے خلاف ایک نہایت ہی مضبوط محاذ قائم کیا جا سکے۔ اور اس جلاوطن عارضی حکومت کے ذریعہ فدائین فلسطین کو زیادہ سے زیادہ ہتھیار فراہم کئے جا سکیں۔

فدائین فلسطین نے جس جرأت کے ساتھ لبنان کے محاذ پر امریکی طاقت کا مقابلہ کیا ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ ہم کو توقع رکھنی چاہئے کہ فلسطین کی جلاوطن حکومت دوسرے عرب ممالک کی مدد سے اسرائیل سے ٹکر لینے کے لئے جو فوج تیار کرے گی وہ بے مثال ہوگی اور وہ عرب و اسرائیل میں ہونے والی جنگ میں اہم کردار ادا کرے گی۔

افغانستان کے حکمراں ٹولے میں خانہ جنگی

مجاہدین افغانستان کے ذرائع سے موصولہ خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ روس نے افغانستان میں جو نام نہاد حکمراں پارٹی قائم کر رکھی ہے یعنی "پیوپلز ڈیموکریٹک پارٹی" اب اس میں بھی خانہ جنگی شروع ہو گئی ہے۔ اور یہ خانہ جنگی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ آپس میں خونریزی تک کی نوبت آ گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس پارٹی کے دو حریف گروہوں میں ایک جلسہ کے دوران گولیاں تک چل گئی ہیں اور اس جھگڑے میں کئی افغان کمونسٹ لیڈر ہلاک ہو گئے ہیں۔

مغربی سفارتی ذرائع کے مطابق افغانستان میں دو کمونسٹ گروپ ان دونوں آپس میں برسرپیکار ہیں ان میں سے ایک صدر ببرک کارمل کا گروپ ہے جسکا تعلق "پرچم پارٹی" سے ہے اور دوسرا حریف گروپ "خلق پارٹی" سے تعلق رکھتا ہے جس کی قیادت وزیر داخلہ سید محمد گلاب زئی کر رہے ہیں۔ پرچم پارٹی۔ اور خلق پارٹی دونوں ہی روس نواز ہیں اور دونوں ہی پارٹیوں کے افراد روس کے قائم کردہ کارمل حکومت میں شامل ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ان دونوں ہی پارٹیوں کے گروہوں میں اس حد تک اختلافات پیدا ہو گئے

ہیں کہ ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار اٹھانے تک کی نوبت آگئی ہے اور اگر ایسا ہوتا ہے تو کوئی تعجب بھی نہیں کیونکہ عموماً ڈاکوؤں کے گروہ میں لوٹ کے مال کی تقسیم پر جھگڑا ہو ہی جاتا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ یہ جھگڑا عہدوں کی تقسیم پر ہوا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ "پرچم پارٹی" اور "خلق پارٹی" کے درمیان تشدد کا جو واقعہ ہوا ہے وہ کافی سنگین تھا۔ کیونکہ اس تصادم کے فوراً ہی بعد "ہیڈ کوارٹرز" سے کئی ایمبولینس گاڑیوں کو ہلاک ہونے والے اور زخمیوں کو محل سے لیجاتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ افغانستان کی موجودہ روس نواز کارمل حکومت کی حالت ان دنوں بڑی نازک ہے۔ افغانی عوام اس کے دشمن ہیں۔ روس بھی خوش نہیں ہے۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ جلد ہی "کارمل حکومت" کا خاتمہ ہوجائے اور افغانستان میں کوئی دوسرا روس نواز لیڈر برسر اقتدار آجائے۔

فلسطینیوں کو مٹانا ناممکن ہے

"جن بہادر فلسطینیوں کا جنم ہی جلا وطنی اور گولیوں کی بوچھاڑ میں ہوا ہے دنیا کی کوئی طاقت بھی انہیں نہیں مٹا سکتی۔ آج دشمن بھی ان کی جرأت اور بہادری کے گن گا رہا ہے"۔ یہ الفاظ ہیں فلسطینی رہنما یاسر عرفات کے جو انھوں نے حال ہی میں بیروت میں مجاہدین فلسطین کے روبرو تقریر کرتے ہوئے کہے ہیں

بیروت کی اطلاع ہے کہ۔ پی۔ ایل۔ او کے چیرمین مسٹر یاسر عرفات نے ۲۰ راگست کو جمعہ کے دن لبنان اور فلسطین کی مشترکہ فوج کے روبرو تقریر کرتے ہوئے کہا "امریکہ اور اسرائیل کی ریشہ دوانیوں کے پیش نظر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جنگ ختم ہوگئی ہے۔ امریکہ اور اسرائیل فلسطینیوں کو مٹا ڈالنا چاہتے ہیں یہ دونوں ہی فلسطینی انقلاب کو مٹا ڈالنے کے خواب دیکھ رہے ہیں"

یاسر عرفات نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ درست ہے کہ ہمارا کافی نقصان ہوا ہے۔ مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہم سے ٹکر لینے کے بعد دشمن کا اتنا بڑا نقصان ہوا ہے جو کبھی پچھلی لڑائیوں میں نہیں ہوا تھا۔ خواہ کچھ بھی ہوجائے ہم دشمن کو اس کا موقعہ نہیں دیں گے کہ وہ ہم پر اطاعت تھوپے ہم پورا پورا مقابلہ کریں گے اور ایک بھی فلسطینی سفید جھنڈا نہیں لہرائے گا"

امریکی ہتھیاروں سے نیز خطرناک جوہری ہتھیاروں سے اسرائیل نے جیسی درندگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ آپ ہی اپنی مثال ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فلسطینی فدائین نے بھی اس نازک موقعہ پر جیسی دلیری کے ساتھ اس درندگی کا مقابلہ کیا ہے اس نے پھر ایک بار قرون اولیٰ کے مجاہدین کے کارناموں کی یاد تازہ کردی ہے۔ اور ان کی اس جرأت کو دیکھتے ہوئے ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور اسرائیل اور امریکہ کے سارے منصوبے رکھے کے رکھے رہ جائیں گے۔

عربوں کے تیل کے علاقے خطرہ میں

عرب نسل سے تعلق رکھنے والے ایک امریکی سینیٹر مسٹر جیمز ابورزق نے وارننگ دی ہے کہ "بیروت کی ناکہ بندی کے شدید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اور یہ نتائج تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک کے لئے نہایت سنگین ثابت ہو سکتے ہیں"

کویت کے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے مسٹر ابو رزق نے کہا "جو لوگ مغربی بیروت میں قتل عام کو نہ رکوا سکے وہ اسرائیل کے وزیر اعظم بیگن کو عربوں کے تیل کے علاقوں پر قبضہ کرنے سے کس طرح روک سکتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدر ریگن اسرائیل پر دباؤ ڈالنے میں قطعی ناکام ہوگئے ہیں"

ابو رزق نے جو کچھ کہا ہے وہ عرب ممالک کے لئے واقعی قابل غور ہے عرب ممالک نے بیروت کی ناکہ بندی کے موقعہ پر جس کوتاہی کا اظہار کیا ہے وہ ان کے لئے بے حد گراں ثابت ہو سکتی ہے عرب ممالک کا فرض تھا کہ وہ لبنان پر اسرائیلی حملہ کے فوراً ہی بعد اپنی فوجیں لبنان میں جھونک دیتے اور اسرائیل کو بتا دیتے کہ اس نوعیت کی ڈاکہ زنی کے نتائج کس قدر خطرناک نکل سکتے ہیں۔

اب رہا صدر ریگن کا اسرائیل پر دباؤ ڈالنے کا معاملہ تو انکا دباؤ قطعی بے معنی تھا جبکہ لبنان میں جو کچھ ہوا ہے وہ صدر ریگن کے مشورہ سے ہوا ہے۔ اور لبنان میں بیروت کے مورچہ پر ہوائی جہاز

ٹینک اور دوسرے ہتھیار جتنے بھی استعمال ہوئے ہیں وہ سب امریکہ ہی کے عطا کردہ تھے۔ مسٹر ابورزق کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جہاں تک تیل پیدا کرنے والے عرب علاقوں کا تعلق ہے اسپر بیگن سے کہیں زیادہ ریگن کی للچائی ہوئی نظریں پڑ رہی ہیں۔ اسرائیل بذات خود کچھ نہیں ہے دراصل امریکہ کا پٹھو ہے۔ امریکہ جو کچھ خود نہیں کرنا چاہتا وہ اسرائیل سے کروا دیتا ہے۔ تاکہ کوئی اُسے جارح نہ کہہ سکے۔ مگر سب سمجھ رہے ہیں کہ بیروت میں جو کچھ ہوا وہ صدر ریگن کے ایما سے ہوا ہے اور اُس کا ردعمل جلد ہی اسرائیل کے علاوہ امریکہ کو بھی برداشت کرنا ہوگا۔

فلسطینیوں کا نیا ہیڈکوارٹر کہاں

اس سے قبل ایسوسی ایٹیڈ پریس نے اطلاع دی تھی کہ ـــــ

"پی ایل او کے لیڈر یاسر عرفات بیروت سے اپنے ایک ہزار مجاہدین کو لے کر تیونس چلے جائیں گے اور وہاں اپنا نیا ہیڈکوارٹر قائم کریں گے"۔ اس کے علاوہ تیونس کی خبر رساں ایجنسی "الصباح" نے بھی اِس خبر کی تصدیق کی تھی۔

مگر فلسطینی مجاہدوں کا "ریڈیکل گروپ" تیونس کے بجائے کسی دوسرے مقام کی تلاش میں ہے اور غالباً وہ ایسے مقام کو پسند کریں گے جہاں سے لبنان کی طرح آسانی سے اسرائیل پر چھاپے مار سکیں اور ایسا مقام صرف شام ہی ہوسکتا ہے۔

بعد کی غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ تیونس کی بجائے فلسطینی مجاہدین شام میں اپنا ہیڈکوارٹر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مناسب یہی تھا کہ فلسطینی مجاہدین کا ہیڈکوارٹر اسرائیل سے دور ہوتا تاکہ اسرائیل بیروت کی طرح اُس مقام کو نشانہ نہ بنا سکتا چنانچہ جب سے یہ اطلاع اخبارات میں شائع ہوئی ہے کہ شام کو فلسطینی مجاہدین کا ہیڈکوارٹر بنایا جارہا ہے۔ تو اسرائیل کے وزیر دفاع شیرون نے شام کو دھمکیاں دینی شروع کردی ہیں۔ اور یہ کہا جانے لگا ہے کہ اب لبنان کی طرح شام پر بھی حملہ کیا جائے گا۔ اور اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اسرائیل یہ چاہتا ہے کہ کوئی عرب ملک فلسطینی مجاہدین کو پناہ ہی نہ دے بلکہ ان مجاہدین کو سمندر میں دھکیل دیا جائے۔

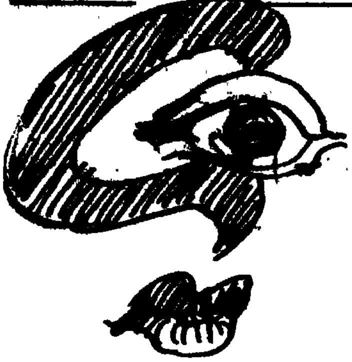
اسرائیلی درندوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جہاں تک فلسطینی مجاہدین کا تعلق ہے وہ خاموش بیٹھنے والے نہیں ہیں اُن کی اسرائیل کے خلاف سرگرمیاں نہ صرف جاری رہیں گی بلکہ بیروت کے سانحہ کے بعد اُن کی سرگرمیاں اور زیادہ بڑھ جائیں گی اور اُس وقت تک جاری رہیں گی جبتک کہ فلسطینیوں کو اُن کا جائز حق نہیں دیدیا جاتا۔ اور اُن کے لئے آزاد وطن کا منصوبہ پائیہ تکمیل کو نہیں پہنچ جاتا۔

اسرائیلی کابینہ میں پھوٹ

لبنان پر جارحانہ حملے کے بعد پوری دنیا میں اسرائیل کی مذمت کی جارہی ہے۔ اور یہ کہا جارہا ہے کہ اسرائیل نے لبنان میں جو کچھ کیا ہے وہ سرتاپا ایک وحشیانہ فعل ہے۔ غالباً اِسی عالمگیر نکتہ چینی کی بنا پر خود اسرائیل کے زعما وزیر دفاع شیرون سے بری طرح برافروختہ ہیں۔ چنانچہ خود اسرائیلی ریڈیو کی اطلاع ہے کہ اسرائیل کے ہنگامی اجلاس میں وزیر دفاع کے ساتھ وزیر داخلہ اور وزیر خارجہ کی لبنان پر فوجی کاروائی کے معاملہ پر شدید جھڑپ ہوگئی۔

وزیر خارجہ نے کہا کہ "لبنان پر حملہ کرکے وزیر دفاع نے اسرائیلی مفادات کو شدید نقصان پہنچایا ہے"۔ غالباً اُن کی مراد اُس رسوائی اور بدنامی سے ہے جو آج ساری دنیا میں اسرائیل کی ہورہی ہے لیکن یہ اسرائیل کا کوئی پہلا جارحانہ اقدام نہیں ہے۔ جب اُس نے بیت المقدس کو بالجبر اسرائیل کا حصہ بنایا تھا تو یہ کھلا ہوا جبر نہیں تھا تو اور کیا تھا۔ اور اسی طرح جب اُسنے گولان کی پہاڑیوں کو غصب کیا تھا تو یہ جارحیت نہیں تھی تو اور کیا تھا۔ اسرائیل تو شروع ہی سے ایک قزاق اور ڈاکو کا پارٹ ادا کرتا رہا ہے۔ اور اُس کو دنیا میں کبھی بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔

اسرائیل وزیر دفاع ہوں یا وزیر خارجہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو اُن کا وزیر دفاع سے یہ اختلاف بھی دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے ہے تاکہ اسرائیل کے خلاف دنیا میں جو نفرت پھیلی ہوئی ہے اُس میں کمی پیدا کی جاسکے۔ لیکن اسرائیل کے پست کردار کے پیش نظر کون یہ توقع کرسکتا ہے کہ اِس ڈاکو ملک کو کبھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

مرنے کے بعد بیوی کی مدد

ان دنوں لندن میں ایک "مرکز روحانیت" قائم ہے اُسکے ڈائرکٹر ہیں "ڈاکٹر رچرڈ کیلش" انکا کہنا ہے کہ مرنے کے بعد مرنے والوں کی روحوں کا تعلق اس دنیا سے باقی رہتا ہے۔ اور اکثر مرنے والوں کی روحوں نے اپنے عزیزوں اور دوستوں کی نازک ترین حالات میں مدد کی ہے۔

ڈاکٹر رچرڈ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے اکثر لوگوں نے روحوں سے ملاقات کے واقعات بیان کئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے بتایا کہ۔ مسز آر کلین جو ایک دستکار کی بیوہ ہے۔ اپنے شوہر آر کلین کی اچانک موت کی وجہ سے بے حد پریشان تھی۔ اُس کا بیان ہے کہ۔ "ایک رات کو میں نے نیم خوابی کی حالت میں اپنے شوہر کو دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ مطلق پریشان نہ ہو میں نے اپنے پیچھے ۵ ہزار پونڈ بینک میں چھوڑے ہیں۔ اور اُس نے بینک کی پاس بک کا بھی پتہ بتا دیا جو بالکل صحیح نکلا۔ میں نے اس پاس بک کے ذریعہ ۴ ہزار سات سو پونڈ بینک سے نکلوا لئے ہیں"

ڈاکٹر رچرڈ نے "رسالہ انکوائرر" میں اسی قسم کے کئی واقعات شائع کئے ہیں اور اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی جا رہی ہے کہ مرنے والوں کی روحوں کا مرنے کے بعد اپنے لواحقین سے تعلق قائم رہتا ہے۔

گرجا گھر میں ننگی تصویریں

لزینی رسل ایک نہایت خوبصورت ماڈل گرل تھی۔ پیرس کا ایک مصور جولیس مارس اُس کی ننگی تصویریں بنایا کرتا تھا اور یہی اُس کا ذریعہ معاش تھا۔ اچانک لزینی نے اُس کے پاس آنا بند کر دیا۔ جب اسنے لزینی سے اُس کا سبب پوچھا تو اُس نے بتایا کہ "میں پیرس کے ایک سرکاری افسر سے شادی کر رہی ہوں اس لئے اب میں ماڈل گرل کا بدنام پیشہ اختیار نہیں کر سکتی" مصور جو اس ماڈل گرل سے خود شادی کرنا چاہتا تھا اُسے یہ معلوم کر کے بڑا رنج ہوا اور انتقام پر اتر آیا۔

مصور نے اس طرح انتقام لیا کہ جس روز گرجا گھر میں لزینی کی شادی ہونے والی تھی اسنے عین وقت پر اُس کی عریاں تصویریں گرجا گھر کی دیواروں پر لگا دیں۔ اور اُن کے نیچے لکھدیا "لزینی میری پہلو کی زینت رہچکی ہے۔ میں نے اُسے اسی رنگ میں دیکھا ہے"۔ دولہا کے دوست اور رشتہ دار جب گرجا پہنچے تو سب کو دلہن کی ننگی تصویریں دیکھ کر بڑا دکھ ہوا نتیجہ یہ نکلا کہ اُس نے شادی سے انکار کر دیا۔

کنواری ماؤں کی کثرت

یورپ و امریکہ میں کنواری ماؤں کی کثرت پریشان کن حد تک پہنچ چکی ہے۔ خاص طور پر برطانیہ کے اصلاح پسند طبقوں میں اس چیز کو بری طرح محسوس کیا جا رہا ہے کہ وہاں کنواری ماؤں میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اور سب سے زیادہ یہ بات قابل تشویش ہے کہ برطانیہ کے کالجوں اور سکولوں میں لڑکے اور لڑکیوں میں بے محابا [illegible] ہے۔ اصلاح پسند اس بڑھتی ہوئی وبا کو روکنے کے لئے تدابیر پر غور کر رہے ہیں۔



Telephone : 263450 SEPTEMBER-1982 Regd.No. D(D-N.) 134
Registered with the Registrar of Newspapers at R.N. No. 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ

صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ ابھی تک کوئی ایسی اردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہو گئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہ اردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اردو حدیث" مندرجہ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا. صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵. حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱. اسلامی تمدن اور معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶. موت اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب. علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶. اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲. والدین عزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷. قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱. ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷. تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳. زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸. جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲. عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸. حسد ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث	۱۴. عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	۱۹. رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳. ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹. محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۵. تجارت معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث	۲۰. نہایت مفید اور کارآمد متفرق احادیث
۴. پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰. غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث		

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ ٹائیٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

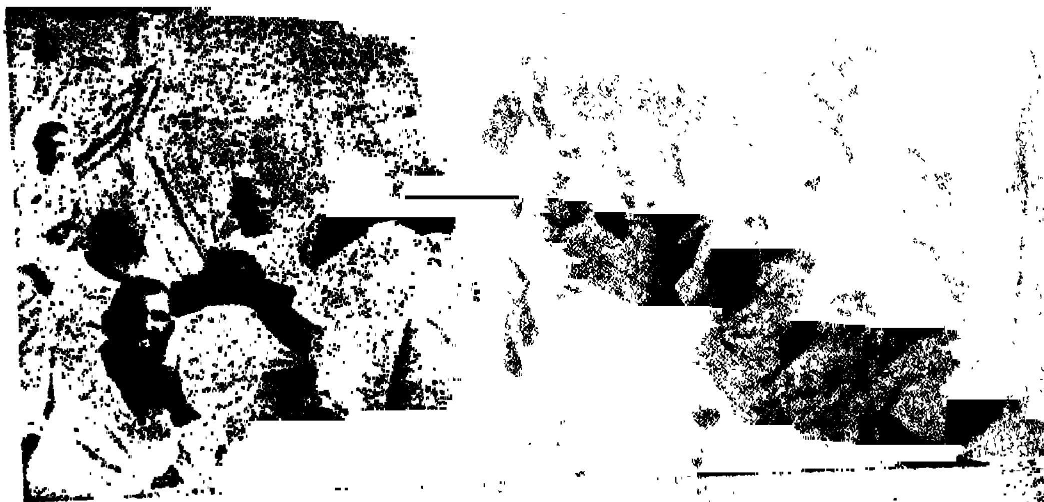
پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف Rs. 15-00

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELHI

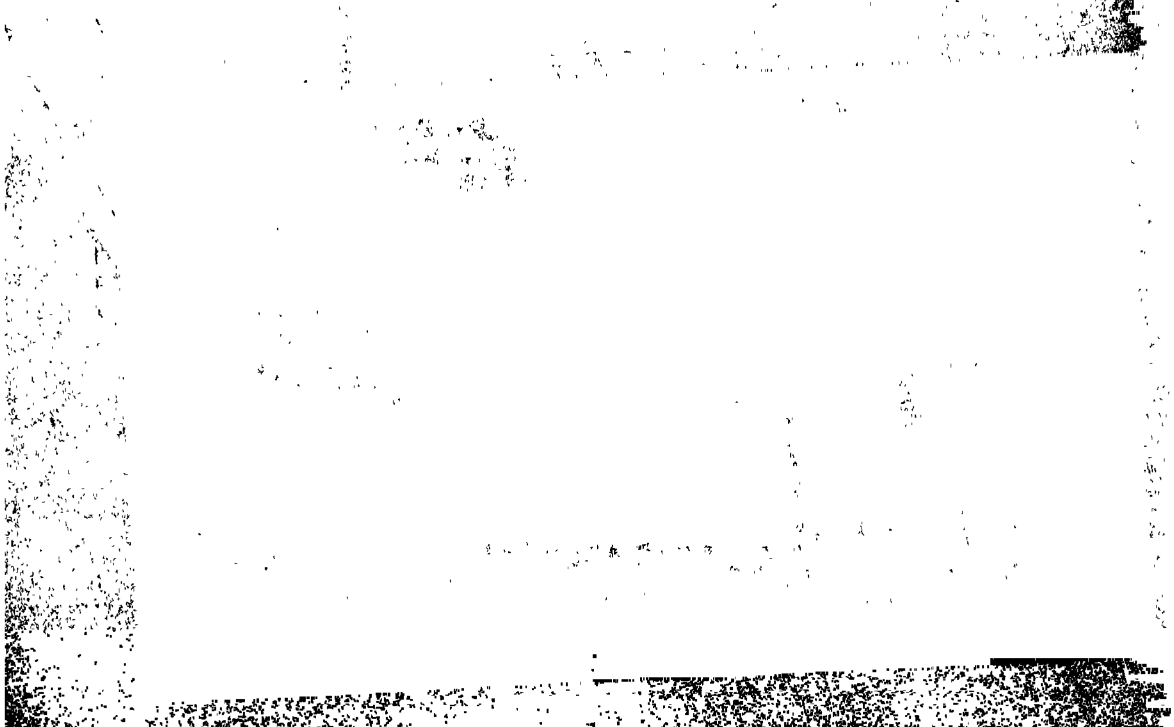
Title & Pictures printed at "KHOWAJA PRESS" Jama Masjid, Delhi-110006.



ایڈیٹر: شوکت علی فہمی



یہ منا" کے مقام پر احرام باندھے ہوئے حاجیوں کا اجتماع



[illegible] کر رہے ہیں



فلسطین کے رہنما یاسر عرفات [illegible] میں خیر مقدم ریاض کے گورنر
مجاہد اعظم کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں



نئے مرکزی کیبنٹ کے نئے وزراء (دائیں سے بائیں جانب) مسٹر کے پی سالوے۔ مسٹر کے ایل بھگت
مسٹر ڈگ وجے سنگھ اور مسٹر اشوک گہلوت ۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی کے ہمراہ۔



[illegible] کو [illegible] کرنے کے لئے حال ہی میں کابل میں علما کی ایک [illegible]
[illegible] ایک عالم [illegible]



مرکزی وزیر جناب ضیاء الرحمٰن انصاری کو
[illegible] کا سربراہ مقرر کیا گیا ہے



[illegible]



شیخ محمد عبداللہ اپنے داماد "جی-ایم-شاہ" کے ہمراہ - شیخ مرحوم کی یہ تصویر انتقال سے دو ماہ قبل کی ہے



شیخ محمد عبداللہ کی دس سال قبل کی ایک تصویر



جموں و کشمیر کے نئے وزیر اعلیٰ "ڈاکٹر فاروق عبداللہ"



"مجاہد وطن" شیخ محمد عبداللہ کی ایک یادگار تصویر۔ بیگم عبداللہ اور آپ کی صاحبزادی بھی
اس تصویر میں آپ کے ساتھ ہیں



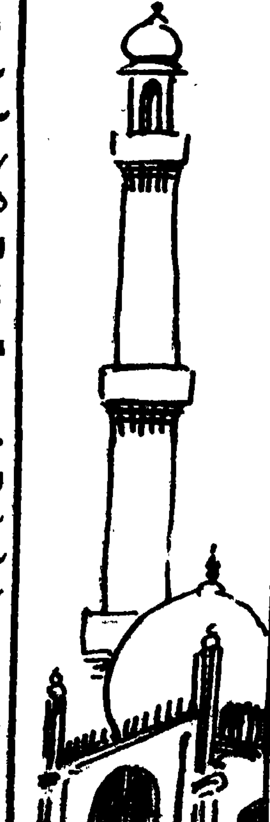

ٹیلیفون نمبر ۲۶۲۳۵۰ — اشاعت کا باسٹھواں سال

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۲ — اکتوبر ۱۹۸۲ء — نمبر ۱۰



سالانہ
پچیس روپے
ششماہی
چودہ روپے

ترسیلِ زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس۔ متصل جامع مسجد دہلی ۶
دہلی میں بارہ روپے سالانہ کا چندہ بھی اسی پتے پر منی آرڈر کیجئے۔

فی پرچہ
دو روپے پچاس پیسے
پاکستان اور بنگلہ دیش سے ساٹھ روپے
غیر ممالک سے ... روپے

مفتی شوکت علی فہمی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے جید پریس پیسہ اخبار میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی ...)

اسرائیل ملزموں کے کٹہرے میں

فلسطین کے مظلوموں کا خون رنگ لاکر رہے گا

قریب یار ہے روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا

یوں تو اسرائیل کا دامن روزِ اول ہی سے مظلوموں کے خون سے رنگا ہوا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ وقت قریب آگیا ہے جب اس ظالم اور جابر قوم کو اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنی پڑے گی اور [illegible] کا خون رنگ لاکر رہے گا چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بیروت کے خونیں حادثہ کی بنا پر پوری دنیا اس پر ہر طرح لعن طعن کر رہی ہے۔ یعنی ایک طرف تو اسرائیل کے حامی اور مددگار [illegible] لعن طعن کر رہے ہیں اور دوسری جانب خود اسرائیل میں اسرائیل کی حکومت کے خلاف لاوا پھٹ پڑا ہے کسی دوسرے ملک کی نہیں بلکہ اسرائیل کے دارالسلطنت تل ابیب کو ۲۳ ستمبر کی اطلاع ہے کہ بیروت میں فلسطینیوں کے قتل عام کے [illegible] خود اسرائیل کے اندر احتجاجات کی زبردست آگ بھڑک اٹھی ہے اس احتجاج اور مذمت میں اسرائیل کی تقریباً تمام ہی جماعتوں کے لوگ شامل ہیں [illegible] بیروت کے قتل عام کی تحقیق کرانے کی تجویز کے مسترد کئے جانے پر اسرائیلی وزیر اعظم بیگن کے خلاف اسرائیلی پارلیمنٹ میں زبردست احتجاجات ہوئے یہاں تک کہ [illegible] توانائی اسحاق برمان نے استعفیٰ تک دیدیا تھا۔ اور ایک دوسرے وزیر نے حکومت کے خلاف ووٹ دیا تھا اس کے علاوہ اسرائیلی حکومت میں شامل دو پارٹیوں یعنی قومی مذہبی پارٹی اور تامی پارٹی نے اس مسئلہ پر حکومت کے خلاف ووٹ ڈالنے تک کی دھمکی دے رکھی تھی لیکن وزیر اعظم نے انہیں سیدھے وعدے کرکے انکو حکومت کی حمایت کرنے پر دوبارہ راضی کرلیا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اسرائیل کی موجودہ حکومت کے خلاف احتجاجات اور مظاہرے بدستور جاری ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ ایک اعلیٰ اسرائیلی افسر [illegible] نے جو کہ اسرائیل کے [illegible] اور مغربی کنارے کا ایڈمنسٹریٹر [illegible] سے استعفیٰ دیدیا ہے اسی طرح ۲۳ ستمبر کی تل ابیب کی اطلاع ہے کہ اسرائیلی [illegible] کالج کے سربراہ بریگیڈیر جنرل نے بیروت کے قتل عام کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اسرائیلی حکومت سے درخواست کی ہے کہ انہیں ملازمت سے سبکدوش کردیا جائے چنانچہ بریگیڈیر جنرل نے اپنا استعفیٰ میجر جنرل [illegible] کو پیش کردیا ہے۔

ادھر اسرائیل کی بار ایسوسی ایشن نے بیروت کے معاملہ میں جوڈیشیل تحقیقات کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ خود اسرائیل کے صدر اسحاق نوان نے بھی تمام صدارتی پابندیوں کو بالائے طاق

رکھتے ہوئے تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ اِس کے علاوہ گلیلی کے علاقہ میں جہاں اسرائیل کے عرب شہری رہتے ہیں اسرائیلی حکومت کے خلاف زبردست مظاہرے ہوئے ہیں۔ اِن مظاہروں میں عربوں کے ساتھ کثیر تعداد میں علاقہ کے یہودی بھی شامل تھے اُدھر روم میں تمام دنیا کے لیجسلیٹروں نے لبنان پر اسرائیلی جارحیت کی شدید مذمت کی ہے۔ اور دنیا بھر کی پارلیمنٹری یونینوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اسرائیل کے ساتھ ڈپلومیٹک۔ تجارتی اور ثقافتی تعلقات ختم کر دیں۔ مختصر یہ کہ خود اسرائیل کے اندر اور اسرائیل کے باہر دنیا کے ہر حصہ میں اسرائیل کے خلاف ایک زبردست طوفان کھڑا ہو گیا ہے جو اسرائیل کی موت کا پیش خیمہ ہے۔

اِس کے علاوہ اقوام متحدہ کے ۳ دن اجلاس میں بھی بیروت کے بے دردانہ قتل عام کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ اقوام متحدہ کا یہ اجلاس ۲۱ ستمبر کو منگل کے روز بڑے ہی رنجیدہ ماحول میں شروع ہوا تھا۔ اقوام متحدہ کے ممبران بیروت کے مغربی علاقہ میں واقع دو فلسطینی کیمپوں میں ہزاروں عورتوں بچوں اور بوڑھوں کے قتل عام پر اظہار غم کی غرض سے کچھ دیر کے لئے خاموش کھڑے رہے۔ اِس کے بعد اس اجلاس میں اظہار غم کی تجویز اسمبلی سے سبکدوش ہونے والے عراقی نمائندے عصمت کتانی نے پیش کی جس کا مقصد یہ تھا کہ ۱۵۷ اقوام پر مشتمل اس ادارہ کو یہ بتا دیا جائے کہ بیروت میں معصوم فلسطینیوں کا کس طرح قتل عام ہوا ہے۔

اِس موقع پر مسٹر کتانی نے اپنی اختتامی تقریر میں کہا کہ۔ "مغربی بیروت کے فلسطینی کیمپوں میں ہزاروں عورتوں بچوں اور نہتے بوڑھوں کو جس بے دردی کے ساتھ قتل کیا گیا ہے وہ نہایت ہی ظالمانہ اور شرمناک فعل ہے۔ اور یہ واقعہ اس وقت بھی ہمارے ذہنوں کو متاثر کئے ہوئے ہے۔ اور اسی تاثر کا یہ نتیجہ ہے کہ آج کے اجلاس میں پوری بین الاقوامی برادری اِس مذموم فعل کی مذمت کر رہی ہے۔ اِس موقع پر میں معصوم اور مظلوم فلسطینی کنبوں کی خدمت میں اپنی جانب سے دلی رنج و غم اور ہمدردی کے جذبات کا اظہار کرتا ہوں"

اِس کے بعد نئے منتخب صدر ایمرے ہولائی (ہنگری) نے اعلان کیا ہے کہ "بیروت کے ظالمانہ واقعہ کے پیچھے جن لوگوں کا بھی ہاتھ ہے وہ اِس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اِس وحشیانہ حرکت کی جواب دہی سے کسی طرح بھی وہ نہیں بچ سکیں گے"

اور اسی اقوام متحدہ کے بارے میں ۲۵ ستمبر کی ایک اور اطلاع ہے کہ جنرل اسمبلی نے مغربی بیروت میں فلسطینیوں کے قتل عام کی شدید مذمت کرتے ہوئے اس شرمناک اور خوں چکاں واقعات کے خلاف ایک باقاعدہ مذمتی قرارداد منظور کی ہے جس میں کہ یہ مطالبہ بھی شامل ہے کہ بیروت کے کیمپوں میں عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کو جس سفاکی اور بے دردی سے اسرائیلی فوجوں اور لبنانی فلانجسٹوں نے قتل کیا ہے اُس کی تحقیقات کرائی جائے اور اِس سب کا مطلب یہ ہے کہ آج اسرائیل بین الاقوامی عدالت میں ایک بدترین مجرم کی حیثیت سے کھڑا ہوا ہے اور اب اُس کے ظالمانہ کرتوتوں کے بازپرس کا وقت قریب آگیا ہے۔

اُدھر اسرائیلی اخبارات میں بھی اسرائیلی حکومت کے خلاف بری طرح لے دے ہو رہی ہے۔ اسرائیلی اخبارات کا کہنا یہ ہے کہ اسرائیل کی بیگن حکومت نے اپنی وحشیانہ حرکتوں سے ساری دنیا میں اسرائیل کو ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔ اسرائیلی اخبارات کا مطالبہ ہے کہ بیگن حکومت مستعفی ہو اور وزیر دفاع شیرون فوراً استعفیٰ دیں۔ نیز اسرائیلی اخبارات کا کہنا ہے کہ بیگن حکومت کو فلانجسٹوں کے ذریعہ فلسطینیوں کے قتل عام کے منصوبے کی اطلاع ۳۶ گھنٹے پہلے مل گئی تھی۔ لیکن اسرائیلی حکومت نے اِس روک تھام کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ بیروت میں قتل عام کرنے والے فلانجسٹوں سے اسرائیلی حکومت کی ہم نوائی تھی۔

اسرائیلی اخبارات نے بیگن حکومت کے اِس دعوے کو بھی غلط بتایا ہے کہ وہ فلسطینیوں کے قتل عام کو [illegible] قتل عام کو روکنے کے لئے پہنچ گئی تھی۔ بلکہ اسرائیلی اخبارات کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ اسرائیلی فوجوں نے فلانجسٹوں کو فلسطینی کیمپوں پر حملہ کی ترغیب دی تھی اور اسرائیلی فوجوں

کے سربراہوں نے ایسا چرکا بیروت میں یہ قتل عام ہوا ہے گویا
خود اسرائیل کے اخبارات بھی نے ریگن حکومت کو بیروت کے
قتل عام کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اسرائیلی
اخبارات بیگن حکومت کے مستعفی ہونے کا بھی مطالبہ کر رہے
ہیں اور کوئی تعجب نہیں کہ آگے چل کر ایسے حالات پیدا ہو جائیں
کہ اسرائیل کی بیگن حکومت مستعفی ہونے پر مجبور ہو جائے۔

اس کے علاوہ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ امریکی عوام بھی
اسرائیل سے بدظن ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ امریکی اخبارات
کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے
کہ لبنان پر حملے کے بعد اسرائیل امریکیوں کی نظر میں بھی تیزی سے
گرتا چلا جا رہا ہے۔ اور امریکی عوام اس بات کو محسوس کرنے
لگے ہیں کہ اسرائیل کی اندھا دھند حمایت کی وجہ سے امریکہ کا وقار
بھی دنیا کی نظروں میں گرتا چلا جا رہا ہے۔ اب امریکی کو خطوط
بھیجنے لگے ہیں اس کا اندازہ اُس خط سے بخوبی ہو سکتا ہے
جو امریکی ایوان کے ایک ممبر مسٹر ڈیوڈ بونیر نے ایوان نمائندگان
کے اسپیکر او نیل کو بھیجا ہے۔

یہ یاد رہے کہ مسٹر بونیر اسرائیل کے زبردست حامی ہیں
انھوں نے ہمیشہ ہی اسرائیل کو فوجی امداد دینے کی حمایت کی
ہے یہ خیال ہی میں عرب ممالک کا دورہ کرنے کے بعد امریکہ واپس
آئے ہیں۔

اسرائیل کی وجہ سے امریکہ کی جو بدنامی ہو رہی ہے اُس کا
تذکرہ کرتے ہوئے یہ اسپیکر کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں۔
"یہ چیز ہم امریکیوں کے لئے بہت زیادہ قابل غور ہے کہ ہم اُنھیں
بتائیں کیونکہ ہمیں جو اسرائیل کی بے عنوانیوں سے امریکہ
کی بدنامی ہو رہی ہے۔ میں جن ممالک میں بھی گیا ہوں میں نے یہ محسوس
کیا ہے کہ عرب اور فلسطینی اپنی تباہی کا سب سے بڑا ذمہ دار
امریکہ کو قرار دے رہے ہیں۔ گویا اس وقت ساری دنیا
اور خصوصاً عرب ممالک میں جو رسوائی اسرائیل کی ہو رہی ہے
اسی طرح امریکہ بھی اسرائیل کے ساتھ بدنام ہو رہا ہے۔ جس سے
کہ آگے چل کر امریکی مفاد کو بہت بڑا دھکا لگ سکتا ہے۔ لبنان
کا سارا ہنگامہ پی ایل او کو ختم کرنے کے لئے بیگن اور شیرون

نے کھڑا کیا تھا۔ مگر وہ ختم تو کیا ہوتے اُن کی تنظیم میں اب پہلے
سے بھی زیادہ رضاکار شامل ہو رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ
اسرائیل کا لبنان پر حملہ اُسی طرح مہنگا پڑے گا جس طرح ویتنام میں
مداخلت امریکہ کو مہنگی پڑی تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ
امریکہ کو اُس ذلت اور رسوائی سے بچایا جائے جو اسرائیل کے
طفیل میں اٹھانی پڑ رہی ہے۔"

امریکی ایوان کے ایک ذمہ دار رکن کے مندرجہ بالا خط
سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ اب امریکی مدبرین بھی اسرائیل
کے بارے میں کس زاویہ نظر سے سوچنے لگے ہیں۔ جس کا مطلب
یہ ہے کہ اسرائیل کے لئے برا وقت آ چکا ہے۔ اُس کے پرانے
ساتھی بھی اُس سے کترانے لگے ہیں۔ اُدھر لبنان کے سانحہ نے
عربوں کو بھی جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔ ایک طرف تو اسرائیل
کا دوست ملک مصر اسرائیل سے سفارتی تعلقات توڑنے پر
غور کر رہا ہے اور دوسری جانب شاہ فہد جن کا جھکاؤ امریکہ
کی جانب رہا ہے کھلے الفاظ میں یہ اعلان کر رہے ہیں کہ "اسرائیل
نے فلسطینیوں کا جو قتل عام کیا ہے اُس کا بدلہ عنقریب لیا جائے
گا۔" شاہ فہد نے یہ اعلان حج کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے
کیا ہے اپنی اسی تقریر میں اُنھوں نے کہا ہے کہ "اسرائیل نے
جو جرم کیا ہے وہ ناقابل معافی ہے۔" اس کے علاوہ حال ہی
میں عرب سربراہوں کی ایک نمائندہ کانفرنس جو فیض کے مقام
پر ہوئی تھی۔ اُس کے نتائج بھی یقینی طور پر دوررس ثابت
ہوں گے۔

اسرائیل کے خلاف اس وقت جو عالمگیر نفرت پھیلی ہوئی
ہے اُس سے عرب سربراہوں کو پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔
بیروت کے مورچہ پر جب صرف ایک مٹھی بھر مجاہد اسرائیل اور امریکہ کو
شکست دے سکتا ہے تو اگر تمام عرب ممالک متحد ہو جائیں تو
وہ کیا کچھ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح مٹھی بھر فلسطینی اگر لبنان میں اسرائیل
کے دانت کھٹے کر سکتے ہیں تو عربوں کی متحدہ طاقت بڑی آسانی
سے اس کے غرور کو خاک میں ملا سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک وقت
آ گیا ہے کہ اسرائیل جو آجکل مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہے
سخت سے سخت سزا دی جائے۔ مگر اُس کی سزا کا فیصلہ میز پر

بھیک کر نہیں بلکہ میدان جنگ ہی میں ہو سکتا ہے ۔

لیجئے میرٹھ دوسرا مراد آباد بن گیا

میرٹھ کے امن دشمن عناصر کی جانب سے بار بار آواز بلند کی جاتی تھی کہ ”ہم میرٹھ کو دوسرا مراد آباد بنا کر رہیں گے“۔ لیجئے میرٹھ دوسرا مراد آباد بن گیا - چنانچہ جس طرح گزشتہ ۱۹۸۰ء میں مراد آباد میں پی۔ اے۔ سی کے ہاتھوں مسلم اقلیت پر ظلم ڈھائے گئے تھے ۔ بالکل اُسی طرح ٹھیک دو سال بعد ۱۹۸۲ء میں فساد برپا کر کے میرٹھ کی مسلم اقلیت کو پی۔ اے۔ سی کے درندوں کے حوالے کر دیا گیا - اور پی اے سی کی ناقابل برداشت درندگی کی بدولت جس طرح کہ مسلمانان مراد آباد نے ۱۹۸۰ء میں بطور احتجاج مراد آباد کی عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنے کا فیصلہ کیا تھا اُسی طرح ۱۹۸۲ء میں مسلمانان میرٹھ کی جانب سے متفقہ طور پر یہ اعلان ہوا ہے کہ ”مسلمانان میرٹھ اس سال عید الضحیٰ کے موقعہ پر احتجاج کے طور پر عید کی نماز عیدگاہ اور جامع مسجد میرٹھ میں ادا نہیں کریں گے بلکہ محلہ کی مساجد میں نماز ادا کی جائے گی یہ مساجد پر سیاہ جھنڈے لگائے جائیں گے اور عید کی کوئی خوشی نہیں منائیں گے “ حضرت مولانا قاضی زین العابدین صاحب قاضی شہر میرٹھ - جنکی سرکردگی میں یہ فیصلہ ہوا ہے اُنھوں نے اس ضمن میں اخبارات کو جو بیان دیا ہے وہ ہماری حکومت کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے - قاضی صاحب کے بیان کا متن یہ ہے ۔

”شہر کے مختلف محلوں کے ہزاروں مسلمانوں کے دستخط سے ۴۵ میمورنڈم مجھکو موصول ہوئے ہیں - جن کا مضمون یہ ہے کہ میرٹھ کے حالیہ فسادات میں پولیس اور پی - اے - سی اور مقامی انتظامیہ کی سرپرستی میں فرقہ پرستوں اور غنڈہ عناصر نے نہتے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ڈھائے ہیں میرٹھ کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی بڑی تعداد میں مسلمانوں کو شہید کیا گیا ہے - سیکڑوں بے گناہوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا ہے - اور اُن پر قتل کے مقدمات قائم کئے گئے ہیں - افسروں اور انتظامیہ کی موجودگی میں کوتوالی اور تھانوں میں مسلمانوں کو جرم ثابت کرنے سے پہلے وحشیانہ طریقہ پر مارا پیٹا گیا ہے - اور اُن کی ہڈیاں تک توڑ دی گئی ہیں سیکڑوں کی بے حرمتی کی گئی ہے - اور ایک مسجد کے امام کو شہید کر دیا گیا ہے شاہی جامع مسجد میرٹھ میں دو مرتبہ سور کا گوشت ڈالا گیا ہے - اور اُس کے قیمتی سامان کو کرفیو کے دوران لوٹ لیا گیا مسجد کے اُن نمازیوں کو جن کے مکانات مسجد سے متصل ہیں زخمی کیا گیا ہے ایک خاتون کو بھی شہید کیا گیا ہے - میرٹھ کی شاہی جامع مسجد ویران پڑی ہوئی ہے - ساڑھے چھ سو سال کی تاریخ میں پہلی بار یہاں دو جمعوں سے نماز نہیں ہو سکی - یہ سب کچھ میرٹھ کی انتظامیہ اور اُس کے اعلیٰ افسروں کی نااہلیت اور غفلت کی وجہ سے ہوا ہے - ایک پیاؤ کے معاملہ کو جو نہ کبھی مندر تھا اور نہ کبھی مزار اُسے یہ ڈھیل دیتے رہے یہاں تک کہ فرقہ پرستوں نے اُس کی آڑ لے کر شہر کے امن و امان کو برباد کر دیا - اور اِن افسوسناک حالات کی وجہ سے بہت سے بے گناہ عزیز جیلوں میں سڑ رہے ہیں - آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ بطور احتجاج اس سال عید کی نماز عیدگاہ اور جامع مسجد میں ادا نہ کریں بلکہ مسلمان نہایت سادہ طریقہ پر عید کی نماز اپنے اپنے محلوں میں ادا کریں “

جناب قاضی زین العابدین صاحب کا یہ بیان کسی تشریح کا محتاج نہیں اِس بیان سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے ملک میں کسطرح سیکولرزم کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں ذرا سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ جب میرٹھ کے اس سانحہ کی خبریں ہمارے دوست عرب ممالک اور دنیا کے دوسرے ملکوں میں چھپیں گی تو وہ ہندوستانیوں کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے حقیقت یہ ہے کہ میرٹھ کے متعصب ایڈمنسٹریشن اور یو پی کی بدنام زمانہ پی اے - سی پولیس نے پوری دنیا میں ہندوستان اور ہندوستان کی حکومت کو رسوا کر کے رکھدیا ہے -

ہندوستان کے مسلمان ہی نہیں بلکہ یہاں کے غیر متعصب معقولیت پسند طبقے مدت دراز سے اِس بات پر نالاں ہیں کہ ہمارے ملک کی ایڈمنسٹریشن - پولیس اور پی - اے - سی پر راشٹریہ سنگھی اور جن سنگھی عناصر کا غلبہ ہو چکا ہے اور جہاں تک پی - اے - سی کا تعلق ہے وہ زمانہ دراز سے فتنہ پردازوں کا ہاتھ کے تیشہ زن بنا ہوا ہے - چنانچہ مراد آباد - علیگڈھ اور میرٹھ میں

بھی اسے بھیجا گیا ہے۔ اس نے مسلم اقلیت کے ساتھ انتہائی بربریت اور درندگی کا ثبوت دیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ پی اے سی ایک ایسا حکومت کا ناکارہ بازو ہے جس کی وجہ سے ساری دنیا میں حکومت ہند کی رسوائی ہو رہی ہے۔ مگر ہم حیران ہیں کہ اس کے باوجود اس بدنام زمانہ پولیس فورس کو ختم کیوں نہیں کیا جاتا۔

حکومت ہند کے لئے اس سے بڑھ کر شرم کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ کہ اب اس ملک میں مسلم اقلیت کے لئے ایسے حالات پیدا کئے جا رہے ہیں کہ وہ عید کی نمازیں بھی عیدگاہ میں نہیں ادا کر سکتے اور اُن کی مسجدیں بھی فرقہ پرستوں کے دستبرد سے محفوظ نہیں ہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ملک میں "یکجہتی کونسل" بھی قائم ہے اور "اقلیتی کمیشن" بھی موجود ہے۔ لیکن یہ سب فرقہ پرستوں کے مقابلہ میں ناکارہ بن کر رہ گئے ہیں اور مسلم عوام کا اعتماد حکومت پر سے دن بدن اٹھتا چلا جا رہا ہے۔

آہ شیخ محمد عبداللہ

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کا سوگ صرف کشمیر ہی میں نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں جس وسیع پیمانہ پر منایا گیا ہے۔ وہ بجا طور پر اس کے مستحق تھے۔ اُن کی زندگی بھی شاندار تھی اور موت بھی شاندار اور وہ صرف کشمیر کے رہنما نہیں تھے بلکہ ہندوستان کی جنگ آزادی کے بھی بہت بڑے سپہ سالار تھے۔ اُنھوں نے گاندھی جی، خان عبدالغفار خاں، مولانا ابوالکلام آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو کے دوش بدوش ہندوستان کی جنگ آزادی میں نمایاں حصہ لیا ہے۔

ہندوستان کے دوسرے لیڈروں کو تو صرف ایک محاذ پر جنگ لڑنی پڑی ہے یعنی انگریز کے مقابلہ پر لیکن شیخ عبداللہ کو ایک ہی وقت میں دو محاذوں پر غلامی کے خلاف جنگ کرنی پڑی ہے۔ یعنی مہاراجہ کشمیر کے خلاف بھی اور انگریزوں کے خلاف بھی۔

ملک کی آزادی کی جنگ سے قبل شیخ عبداللہ کشمیر کے ڈوگرہ راجہ کے خلاف صف آرا رہے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ریاست کے باشندے دوہری غلامی میں مبتلا تھے۔ ایک انگریز کی غلامی اور دوسری والیان ریاست کی غلامی۔ شیخ عبداللہ اس ملک کے وہ عظیم رہنما ہیں جنھوں نے ایک ساتھ ان دوہری غلامی کے خلاف نعرہ جہاد بلند کیا۔ اور کشمیر کے اُن باشندوں کو جو زمانہ دراز سے مہاراجہ کی غلامی میں افلاس اور تنگ دستی کی زندگی گزار رہے تھے۔ آزادی کا راستہ دکھایا۔ اور اس راہ میں شیخ عبداللہ نے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کیں۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء میں جب ہندوستان آزاد ہوا تو وہ مہاراجہ کی جیل میں قید و بند کی زندگی گزار رہے تھے۔

جیل سے رہائی کے فوراً ہی بعد جب ہندوستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کا مسئلہ پیدا ہوا تو مہاراجہ کا جھکاؤ پاکستان کی طرف تھا۔ یہ شیخ عبداللہ ہی تھے جن کی بدولت کشمیر کا الحاق ہندوستان کے ساتھ ہوا۔ اسکے علاوہ پاکستانی قبیلوں کے حملہ سے جب پورا کشمیر خطرہ میں پڑ گیا تھا تو یہ شیخ عبداللہ ہی تھے جنھوں نے بڑی پامردی کے ساتھ قبائلی حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ آج کشمیر کا جو حصہ ہندوستان کے ساتھ ملحق ہے وہ شیخ عبداللہ ہی کی دین ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ملک کے مختلف حصوں میں فسادات کی زبردست لہر پھیلی ہوئی تھی لوگ اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارے جا رہے تھے۔ اور تباہ کئے جا رہے تھے یہاں تک کہ خود ریاست کشمیر کا ایک حصہ یعنی جموں علاقہ بھی فسادات کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ لیکن شیخ صاحب نے سینہ سپر ہو کر جموں اور کشمیر کو فسادات کی لہر سے بچا لیا جس سے متاثر ہو کر گاندھی جی نے کہا تھا "جموں اور کشمیر سیکولرزم کا ایک نمونہ ہے۔ اس روشن چراغ سے پورے ہندوستان کو روشنی حاصل کرنی چاہیئے"۔ چنانچہ آج تک خطہ کشمیر کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ وہ ہمیشہ ہی فرقہ وارانہ فسادات کی لعنت سے پاک رہا ہے۔ اور یہ شیخ عبداللہ کا اتنا بڑا کارنامہ ہے جسے کسی طرح بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

شیخ عبداللہ نے جس لگن کے ساتھ نہ صرف کشمیر بلکہ ہندوستان

کی خدمت کی ہے وہ آپ اپنی مثال ہے۔ لیکن ملک کی یہ انتہائی بدقسمتی تھی کہ ۱۹۵۳ء میں شیخ عبداللہ کے خلاف ایسی غلط فہمیاں پھیلائی گئیں۔ کہ انکو نہ صرف ریاست کشمیر کی وزارت اعلیٰ سے دستبردار ہونا پڑا بلکہ مسلسل اٹھارہ سال تک قید اور نظربندی کی مشکلات برداشت کرنی پڑیں۔

لیکن ان مشکلات میں مبتلا ہونے کے بعد شیخ عبداللہ اور بھی کندن بن گئے اور دوبارہ کشمیر اور جموں کے وزیراعلیٰ بن گئے اور مرتے دم تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔ شیخ عبداللہ سیکولرزم اور جمہوریت کا ایک مجسمہ تھے۔ انکا کردار ہمیشہ ہی ہندوستانیوں کے لئے شمع ہدایت بنا رہا ہے اور شائد آئندہ بھی بنا رہے۔ اور ہمکو توقع رکھنی چاہئے کہ اُن کے صاحبزادے ڈاکٹر فاروق عبداللہ اُن کے صحیح جانشین ثابت ہوں گے۔ اور اپنے اُس باپ کے نقش قدم پر چلنے کی پوری کوشش کریں گے جنھوں نے کہ ریاست جموں اور کشمیر ہی کو نہیں بلکہ پورے ہندوستان کو سیکولرزم اور جمہوریت کی روشنی دکھائی ہے۔

جنرل ضیا کا "اسلامی مشن"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب پاکستان میں جمہوریت کا مطالبہ کچھ زیادہ ہی زور پکڑتا چلا جارہا ہے۔ اسی لئے پاکستان کے فوجی ڈکٹیٹر جنرل ضیا صاحب نے جمہوریت کے خلاف پھر نئے سرے سے زہر افشانی شروع کر دی ہے اور اسے قطعی اسلام کے منافی قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا ہے کہ۔

"اسلامی حکومت کا تصور مغربی طرز جمہوریت سے بالکل مختلف ہے۔ اسلام اکثریت کی حکومت میں یقین نہیں رکھتا۔ اکثریت کی حکومت اسلامی اصول کے سراسر خلاف ہے۔ اسلامی حکومت کا مقصد یہ ہے کہ اُسمیں اکثریت اور اقلیت کا کوئی جھگڑا نہ ہو سب کو یکساں حقوق حاصل ہوں اور میری کوشش یہ ہے کہ پاکستان میں جلد سے جلد اسلامی تصور کی حکومت قائم ہوجائے۔ جس روز میرا یہ مشن پورا ہوجائیگا میں خود ہی اقتدار سے دستبردار ہوجاؤں گا۔"

پاکستان کی اس سے بڑھکر بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہاں اسلام کے فروغ کا بیڑا ایک ایسے فوجی نے اٹھا رکھا ہے جو قرآن مجید کی چند آیتوں تک کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا اور جو اول تا آخر فوجی ہے اور اُس نے ساری عمر اللہ کے بندوں پر گولیاں برسائی ہیں اور بے گناہوں کو اپنی گولیوں سے بھونا ہے۔ یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ جب پاکستان میں بھٹو کا دور تھا اور سرحدی علاقہ کے مسلمانوں نے اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کی تھی تو بھٹو نے ان ہی جنرل ضیا کو انھیں گولیوں کا نشانہ بنانے کے لئے بھیجا تھا۔ اور انھوں نے سیکڑوں بے گناہ سرحدیوں کا ڈھیر کر دیا تھا لیکن آج یہی مسلمانوں کا قاتل اپنی اقتدار کی کرسی کو برقرار رکھنے کے لئے "خادم اسلام" ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

پھر اس خادم اسلام سے یہ بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ نے ان دنوں جس اقتدار پر قبضہ جما رکھا ہے وہ کس حد تک اصول اسلام کے مطابق ہے۔ کیونکہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ تو ایک سرے ہی سے فوجی ڈکٹیٹرشپ کو حرام قرار دیتا ہے۔ سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام جمہوریت کا سب سے بڑا حامی ہے بلکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے کہ دنیا کو جمہوریت سے آشنا کیا ہے۔ لیکن آپ نے تو پاکستان میں ہمیشہ کے لئے جمہوریت کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ اور جمہوریت پرستوں کو جیلوں میں ٹھونس کر رکھ دیا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ جنرل ضیا کی حرکتیں تو چنگیز خاں، اور ہلاکو۔ اور ہٹلر جیسی ہیں۔ لیکن دعویٰ یہ ہے کہ "میں سب سے بڑا خادم اسلام ہوں"

جنرل ضیا کی اسلامی جمہوریت کا شاندار نمونہ یہ ہے کہ انھوں نے ایک خود ساختہ مجلس شوریٰ کی بنا رکھی ہے۔ جس کے تمام ممبر جنرل ضیا کے نامزد کردہ ہیں۔ اور اس مجلس شوریٰ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے ممبروں کو گولی سے اڑایا جارہا ہے۔ چنانچہ پاکستان ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ فوجی حکومت کے زبردست حامی اور جنرل ضیا کی خود ساختہ مجلس شوریٰ کے سرکردہ ممبر ظہور الحسن بھوپالی کو کراچی میں

نامعلوم حملہ آوروں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ اور مجلس شوریٰ کے کسی ممبر کا تو ذکر ہی کیا ہے جنرل ضیا کی کیبنٹ کے وزیروں تک پر قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں۔

بہر حال جنرل ضیا کا نام نہاد اسلامائزیشن خواہ پورا ہو یا نہ ہو لیکن جنرل ضیا فوجی طاقت کے بل پر پاکستان کی گدی پر جمے بیٹھے ہیں۔ لیکن وہ یہ بھولے ہوئے ہیں کہ ان جیسے ڈکٹیٹروں کا حشر کیا ہوا کرتا ہے۔

پنجاب آتش فشاں کے دہانہ پر

پنجاب ہندوستان کا نہایت اہم سرحدی صوبہ ہے اور اس صوبہ میں اگر لاقانونی اور انارکی بڑھتی ہے تو اس سے پورے ملک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ سب کچھ پنجاب میں ہو رہا ہے اور اس کی تہ میں "خالصتان" کا یعنی علیحدگی پسندی کا دہی اکائی تصور کام کر رہا ہے جو تقسیم ہند کے بعد ابھرا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ تقسیم ہند کے وقت خالصتان کے حامیوں نے "خالصتان" کی خاطر مسٹر محمد علی جناح سے بھی سودا کرنے کی کوشش کی تھی۔

پنجاب اس وقت کس طرح کوہ آتش فشاں کے دہانہ پر کھڑا ہوا ہے اس کا اندازہ پنجاب کے چیف منسٹر سردار دربارا سنگھ کے اس انٹرویو سے ہو سکتا ہے جو انھوں نے حال ہی میں امرتسر میں پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے نمائندہ کو دیا ہے۔ اپنے انٹرویو میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ ان پر ضلع جالندھر میں جو قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ اس میں استعمال کئے جانے والے بم حملہ آوروں کو سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالا نے سپلائی کئے تھے اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ ان ہی سنت جرنیل سنگھ نے نرنکاری بابا گوربچن سنگھ کے قاتلوں کو اسی ہزار روپیہ دئے تھے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ آجکل سنت جرنیل سنگھ اور ان کے ساتھی مسز اندرا گاندھی کو قتل کرانے کا تانا بانا بن رہے ہیں۔ اور ان تمام انکشافات سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ سرحدی ریاست پنجاب میں

لا اینڈ آرڈر کی حالت کس حد تک بگڑ چکی ہے۔ اور یہاں کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

اور ایک پنجاب ہی پر کیا موقوف ہے ہندوستان کی دوسری ریاستیں بھی تیزی کے ساتھ علیحدگی پسندی کی جانب بڑھ رہی ہیں چنانچہ آسام میں غیر ملکیوں کے نام پر جو طوفان کئی سال سے برپا ہے وہ بھی علیحدگی پسندی کی جانب ایک قدم ہے۔ تامل ناڈو اور مغربی بنگال میں بھی جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی علیحدگی پسندی کی ایک صورت ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہماری ملک کی مختلف ریاستیں اگر اس طرح علیحدگی پسندی کے دھارے میں بہتی رہیں تو پھر ہمارے ملک کا کیا حشر ہوگا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس علیحدگی پسندی کے رجحان پر روک نہیں لگائی گئی تو ایک وقت ایسا بھی آ سکتا ہے جبکہ ہمارا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

پنجاب میں علیحدگی پسندی کی یہ تحریک نئی نہیں ہے یہ وقتاً فوقتاً مختلف صورتوں میں ابھرتی رہی ہے۔ اور خالصتان کے نام نہاد صدر جگجیت سنگھ جو ان دنوں ہندوستان سے باہر ہیں برابر اس تحریک کو آگے بڑھاتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے خالصتان کے کرنسی نوٹ اور پاسپورٹ تک تیار کر لئے ہیں مگر ہماری حکومت یہ سب کچھ بڑے صبر اور اطمینان کے ساتھ برداشت کرتی رہی ہے اور اب اسے ہوش آیا ہے تو اس وقت جب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ یعنی ایک طرف تو پنجاب میں غیر سکھوں کا زندہ رہنا مشکل ہو گیا ہے اور دوسری جانب پنجاب میں مرکزی اور ریاستی وزیروں کے قتل کی بھی سازشیں شروع ہو گئی ہیں۔ مگر اس وقت بھی ہماری حکومت کی یہ کمزوری ہے کہ وہ گوردواروں میں پناہ لینے والے قاتلوں اور جرائم پیشہ افراد پر ہاتھ ڈالتے ہوئے کترا رہی ہے ایسی حالت میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ہماری اہم ترین اس سرحدی ریاست کا کیا حشر ہو کر رہے گا۔

پنجاب میں اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکومت ہند کے لئے ایک تازیانہ کی حیثیت رکھتا ہے اگر حکومت ہند ملک کی مختلف ریاستوں میں علیحدگی پسندی کے اس رجحان کو نہ روک سکی تو نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے ملک کے کتنے ٹکڑے ہو کر رہیں گے۔

فخرِ ملتِ اسلام

فلسطینی مجاہد کی خدمت میں خراجِ عقیدت

(از جناب توصیف علوی صاحب بی اے کیرانوی)

السلام اے عزمِ محکم کے نشاں
السلام اے حریت کی داستاں
السلام اے رمزِ حق کے رازداں
السلام اے دیں کی سطوت السلام
السلام اے فخرِ ملت السلام

انقلابِ نو کی ہے یہ ابتدا
انخلا تیرا نہیں یہ انخلا
عزتِ انساں کو ہے یہ اک ندا
السلام اے شانِ جرأت السلام
السلام اے فخرِ ملت السلام

تو ہے تاریخِ فلسطینی کا باب
تو ہے اک جہدِ مسلسل کی کتاب
تو ہے اس دنیا میں خود اپنا جواب
السلام اے روحِ سطوت السلام
السلام اے فخرِ ملت السلام

مصر اور لبناں کی تو شان ہے
تو عراق و شام کا ارمان ہے
تو کویت و عرب کی جان ہے
السلام اے نازِ فطرت السلام
السلام اے فخرِ ملت السلام

موت کا بیگن کی ہے تو ایک پیام
تو ہے ریگن کے لئے اک تلخ جام
سامراجی قوتوں کی تو ہے شام
السلام اے شانِ نصرت السلام
السلام اے فخرِ ملت السلام

تو ہے جانبازوں کی دنیا کا امام
سرفروشوں میں بلند تیرا مقام
زندگی کو تو نے بخشا احترام
السلام اے جانِ قدرت السلام
السلام اے فخرِ ملت السلام

سینۂ مشرق کا تو قلبِ جواں
تو عرب کے زورِ بازو کا نشاں
جوشِ ایمانی کا بحرِ بیکراں
السلام اے دیں کی عظمت السلام
السلام اے فخرِ ملت السلام

مرحبا یہ جرأتیں یہ حوصلے
مرحبا یہ ذوق اور یہ ولولے
مرحبا یہ ہر نظر میں زلزلے
السلام اے جانِ سطوت السلام
السلام اے فخرِ ملت السلام

"نعرۂ بیداری"

(جناب دانش بریلوی)

خوابِ غفلت سے زمانے کو جگانے اٹھو
انقلاب ایک نیا اور اٹھانے اٹھو

سر بکف دہر میں توحید کا پرچم لے کر
نقشِ باطل کا ہر اک دل سے مٹانے اٹھو

روک لو وقت کی یہ باگ، مفاسد بڑھ کر
عہدِ حاضر کو نئے موڑ پہ لانے اٹھو

جذبۂ سوز دروں سے جو جلا دے محفل
دل میں انسان کے وہ آگ لگانے اٹھو

عہدِ کہنہ کی روایات بدلنے نکلو
گرمیٔ نورِ صداقت کو دکھانے اٹھو

جن [illegible]ات کے سائے میں سسکتی ہے حیات
وہ عمارات فلک بوس گرانے اٹھو

ختم ہونے کو ہے ہنگامۂ عالم کی بہار
اپنا پیغام زمانے کو سنانے اٹھو

شراروں کو نہ دیکھ

(منظور محی الدین مینش میرٹھی)

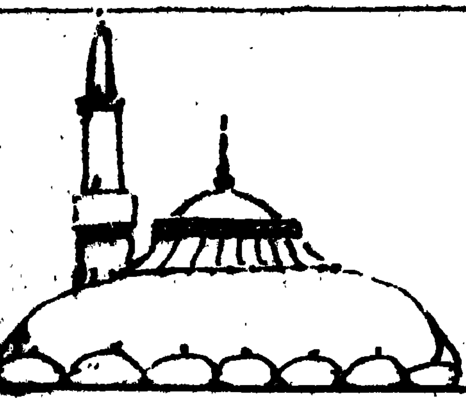
کھیل طوفان سے ذرا اور کناروں کو نہ دیکھ
زندگی چاہے تو موہوم سہاروں کو نہ دیکھ

جس طرف چاہے اُدھر پھیر دے رخ دریا کا
کام لے عزم سے بہتے ہوئے دھاروں کو نہ دیکھ

خوف دشواریٔ منزل کہیں زیبا ہے تجھے؟
گل کی چاہت ہے اگر دل میں تو خاروں کو نہ دیکھ

کود جا آگ میں نمرود سے ڈرتا کیا ہے
آتش انگیز، چمن سوز شراروں کو نہ دیکھ

منتِ خضر سے شرمندۂ احساں کب تک
رہگزر آپ بنا، راہگزاروں کو نہ دیکھ



گذشتہ سے پیوستہ

تعلیم القرآن

سولہواں پارہ۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ سورہ کہف

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت سے ہم قرآن پاک کے سولہویں پارہ کی تعلیمات شروع کر رہے ہیں جس میں اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کی ملاقات کا نصیحت آمیز قصہ بیان فرمایا ہے۔ اس قصہ کا ابتدائی حصہ ہم دین دنیا کے سابقہ شمارہ میں پیش کر چکے ہیں۔

حضرت موسیٰ کی معذرت

قَالَ اَلَمْ .... مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ۵

ترجمہ:۔ اُن بزرگ نے کہا۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکوگے۔ موسیٰ بولے: اگر میں آپ سے اس کے بعد کسی امر کے بارے میں کچھ پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ بے شک تم میری جانب بجا طور پر اعتراض کرنے کے حق کو پہنچ چکے ہو۔

تشریح:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر کے کاموں پر پے در پے اعتراضات کرتے چلے جا رہے تھے پہلے جب حضرت خضر نے کشتی کو معیوب کر کے اُسے ناکارہ بنایا تو حضرت موسیٰ اعتراض کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کے بعد جب حضرت خضر نے بلا وجہ ایک نو عمر لڑکے کو قتل کیا تو حضرت موسیٰ سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ اعتراض کر بیٹھے۔ (حضرت موسیٰ کے اس اعتراض پر) ان بزرگ یعنی حضرت خضر نے کہا کہ کیا میں نے تم سے پہلے یہ بات نہ کہہ دی تھی کہ تم میرے ساتھ رہ کر میرے کاموں پر صبر نہیں کر سکو گے کیونکہ تم اُن کی گہرائی سے ناواقف ہو اس لئے اب ساتھ رہنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

یہ سن کر موسیٰ نے کہا مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی کام کے بارے میں کچھ پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ تم کو میری جانب سے جو اعتراض کا موقع ملا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہے اب آئندہ میں اس قسم کا موقع نہ دوں گا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر میں جدائی

فَانْطَلَقَا حَتّٰی .... عَلَیْهِ صَبْرًا ۵

ترجمہ:۔ پھر دونوں چلے۔ یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس سے اُن کا گزر ہوا۔ تو اُن سے کھانا مانگا مگر انہوں نے اُن کی مہمانوازی سے انکار کر دیا۔ اور خضر نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو (اس قدر خستہ تھی کہ) گرنے ہی والی تھی۔ خضر نے (مرمت کر کے) دیوار کو سیدھا کھڑا کر دیا۔ موسیٰ نے یہ دیکھ کر کہا کہ اگر تم چاہتے تو اس محنت کے معاوضہ میں اُن سے مزدوری کا مطالبہ کر سکتے تھے اس پر خضر نے کہا۔ اب مجھ میں اور تم میں جدائی لازمی ہے اب میں تمہیں اُن باتوں کا راز بتاؤں گا جن پر تم صبر نہیں کر سکے۔

تشریح:۔ پھر دونوں آگے روانہ ہوئے اور جب ایک گاؤں سے گزرے تو گاؤں والوں سے مجبوراً کھانا طلب کیا تو وہ ایسے رذیل ثابت ہوئے کہ انہوں نے کھانا دینے سے بالکل انکار کر دیا۔ اور دونوں خاموش ہو گئے۔ اس گاؤں کے

ایک مکان کی دیوار ایسی خستہ تھی جو گرنے ہی والی تھی۔ خضر نے جب دیوار کو ایسی نازک حالت میں دیکھا تو کسی معاوضہ کے بغیر دیوار کی مرمت کر دی اور اسے ٹھیک ٹھاک کر دیا

اس خواہ مخواہ کی ہمدردی کو موسیٰ نے دیکھ کر حضرت خضر سے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام کے لئے گاؤں والوں سے اجرت طلب کر سکتے تھے۔ بھلا آپ کو ایسے بدخلق لوگوں کا کام مفت نہیں کرنا چاہئے تھا۔ جو مسافروں کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں کرتے۔ احسان کی [illegible] صاف انکار کر دیتے ہیں۔ خضر نے کہا کہ موسیٰ [illegible] اب جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ یہ بات اب ثابت ہو چکی ہے کہ تم میرے معاملات پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر موسیٰ خاموش ہو گئے۔ خضر نے کہا اے موسیٰ اب جدا ہونے سے پہلے میں ان باتوں کا راز بھی بتائے دیتا ہوں جن پر تم سے صبر نہیں ہو سکا ہے۔

حضرت خضر نے راز کی باتیں بتا دیں

اَمَّا السَّفِیْنَۃُ .... مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْہِ صَبْرًا ۝

ترجمہ:- وہ کشتی (جس میں میں نے سوراخ کر دیا تھا) چند ایسے غریبوں کی تھی۔ جو دریا میں محنت مزدوری کر کے روزی کماتے تھے۔ میں نے سوچا کہ اس میں عیب پیدا کر دوں کیونکہ آگے چل کر ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ اور وہ لڑکا (جسے میں نے ہلاک کر دیا تھا) اس کے والدین تو ایماندار تھے مجھے اندیشہ تھا کہ یہ لڑکا ان پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ اس نالائق لڑکے کے بجائے ان کا پروردگار انہیں ایسی اولاد عطا کرے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔ اور وہ جو دیوار تھی وہ یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا اور ان کا باپ ایک نیک شخص تھا پس تمہارے رب نے چاہا کہ وہ دونوں جوان ہو کر اپنا وہ خزانہ نکالیں یہ تمہارے رب کی رحمت سے ہوا۔ اور میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا (بلکہ اللہ کی مرضی سے کیا) یہ اس کا راز ہے جس پر تم صبر نہیں کر سکے۔

تشریح:- حضرت خضر نے کہا اے موسیٰ وہ کشتی جس کا میں نے تختہ اکھیڑ کر روزن کر دیا تھا۔ ایسے چند غریبوں کی تھی جو اسے چلا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ میں نے اسے اس لئے عیب دار بنا دیا کیونکہ آگے کچھ فاصلہ پر ایک ایسا ظالم بادشاہ حکمران تھا۔ جو ہر اچھی کشتی پر زبردستی قبضہ کر لیتا تھا۔ اور اس طرح میں نے کشتی میں عیب پیدا کر کے ان غریبوں کے ذریعہ معاش کو اس غاصب حکمران سے بچا لیا۔

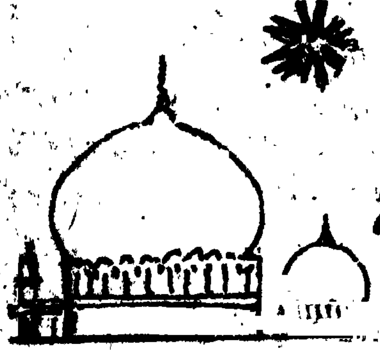
اور جس لڑکے کو میں نے قتل کیا وہ اپنی آئندہ عمر میں جوان ہو کر کافر اور بڑا ظالم بننے والا تھا۔ حالانکہ اس کے والدین بڑے نیک اور ایماندار تھے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ آگے چل کر اپنے والدین اور مخلوق خدا کے لئے ایک مصیبت نہ بن جائے اس لئے میں نے اسے قتل کر دیا۔ تاکہ ان کا پروردگار اس نالائق بیٹے کی بجائے انہیں ایسی نیک اولاد عطا فرمائے جو پاک نفسی اور محبت میں اس نالائق لڑکے سے بہتر ہو۔

اب رہا دیوار کا معاملہ تو وہ گاؤں کے دو یتیم لڑکوں کے مکان کی دیوار تھی۔ اس دیوار کے نیچے ان لڑکوں کے نیک باپ نے ان کے لئے خزانہ دفن کر رکھا تھا۔ اگر وہ دیوار گر جاتی اور خزانہ ظاہر ہو جاتا۔ تو غیر مستحق لوگ اس پر قبضہ جما لیتے۔ اور ان یتیم لڑکوں کو کچھ بھی نہ ملتا۔ ان لڑکوں کا باپ نہایت ہی نیک بخت آدمی تھا۔ اس لئے اے موسیٰ تمہارے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ کر خود ہی اس خزانہ کو نکالیں۔ اس لئے میں نے اس دیوار کی مرمت کر دی۔ تمہارے پروردگار کی ان لڑکوں پر خاص رحمت تھی۔ اے موسیٰ میں نے ان کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی اپنی مرضی سے نہیں کیا ہے بلکہ جو کچھ بھی کیا ہے وہ اللہ کے حکم سے کیا ہے۔

حضرت موسیٰ کے اس قصہ کی تفصیل

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کے اس قصہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک روز حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے ایک اجتماع میں وعظ فرما رہے تھے۔ جب وعظ ختم ہوا (باقی صفحہ پر)

[illegible]



انسان انسان نہیں رہے گا

صبر و ضبط مسلمان کا شیوہ - حصولِ معاش بھی عبادت ہے

(از شوکت علی فہمی)

مسلمانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے ذیل میں احادیث کی مستند کتب سے رسول اللہ صلعم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جن سے اگر مسلمان نصیحت حاصل کریں تو ان کی دنیا بھی سدھر سکتی ہے اور عاقبت بھی۔

انسان انسان نہیں رہیگا

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی ہے کہ "ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب انسان انسان نہیں رہیگا" اور اس پیشینگوئی کے سلسلہ میں ترمذی کی صحیح حدیث ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (آگے چل کر) تم آدمیوں کو دیکھو گے جیسے ایک سو اونٹ ہوں مگر ان میں سے ایک بھی سواری کے لائق نہ ہو (یعنی سو آدمیوں میں سے ایک بھی آدمی بہ ہمہ وجوہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہوگا" (ترمذی)

اور اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضور کی اس پیشینگوئی کے مطابق وہ زمانہ آگیا ہے۔ جبکہ انسانوں نے درندوں کی خصلت اختیار کرلی ہے۔ چنانچہ بھائی بھائی کے حقوق غصب کر رہا ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کا انتہائی بے دردی کے ساتھ خون بہا رہا ہے۔ ایک قوم دوسری قوم کی تباہی پر تلی ہوئی ہے۔ یہانتک کہ اب دنیا کے مختلف ملکوں میں ایٹم بم۔ ہائیڈروجن بم۔ اور نیوٹرون بم جیسی انسان کش چیزیں تیار کی جا رہی ہیں۔ اور ان خطرناک ایجادات کی تیاری کا مقصد یہی ہے کہ جب بھی موقع ملے تو نوع انسانی کو بالکل تباہ کرکے رکھ دیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ انسان کا کردار نہایت ہی پست ہوگیا ہے۔ اور کردار کی اس پستی کے بعد یہ دنیا درندوں اور وحشیوں کا مسکن بن گئی ہے۔ اور شاید کہ اب وہ وقت دور نہیں ہے جبکہ یہ دنیا اور اس دنیا کے بدکردار باشندے اپنی بداعمالیوں اور انسانیت کشی کی بدولت تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان تباہ کاریوں سے بنی نوع انسان کو محفوظ رکھے۔

صبر و ضبط مسلمان کا شیوہ

اسلام چونکہ دنیا میں اس غرض کے لئے آیا ہے کہ وہ دنیا کو امن اور سکون کی دولت سے مالا مال کردے اس لئے اس نے اپنے متبعین کو ہدایت کی ہے کہ اگر تم پر ظلم بھی کیا جائے۔ تم پر توڑے جائیں اور تمہارے ساتھ ناانصافیاں ہوں۔ تب بھی صبر و ضبط کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑو چنانچہ اس ضمن میں صحیح حدیث ہے

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تمہاری حق تلفیاں ہونگی (یعنی تمہارے جائز حقوق کو نظرانداز کیا جائے گا۔ اور غیر مستحق لوگوں کو تم پر ترجیح دی جانے لگی) اس وقت تم صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر آکر مجھ سے

ملاقات کرو گے (مسلم)

اوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے خود رسول مقبول صلعم نے بڑے صبر و ضبط کے ساتھ اپنے خلاف زیادتیوں کو برداشت کیا ہے کون نہیں جانتا کہ کفار مکہ نے آپ کے ساتھ کیسی کیسی زیادتیاں کی ہیں۔ لیکن آپ ان تمام زیادتیوں کو بڑے صبر اور تحمل کے ساتھ برداشت فرماتے رہے ہیں۔ اور پھر وہ دن بھی آگیا جب حضور اکرم ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو کفار مکہ سے انتقام لینے کی بجائے انتہائی مہربانی کا سلوک فرمایا۔

اسلام امن و عافیت کا سب سے بڑا حامی ہے۔ اسی لئے وہ قدم قدم پر اپنے متبعین کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ ہر حال میں پر امن رہیں۔ اپنے حقوق تو ضرور طلب کریں مگر ہنگامہ آرائی سے الگ رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے دنیا کے تمام مذاہب سے کہیں بڑھ چڑھ کر اپنے متبعین کو سلامت روی کی تعلیم دی ہے

حصولِ معاش بھی عبادت ہے

اسلام نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ فکر معاش سے ہرگز غافل نہ رہیں۔ اسلام کے نزدیک جو شخص جائز طریقہ پر معاش حاصل کرتا ہے وہ گویا راہِ خدا میں کام کرتا ہے چنانچہ اس بارے میں یہ حدیث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو والدین کے لئے محنت کرتا ہے وہ اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے اور جو اہل و عیال کے لئے محنت کرتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے۔ اور جو شخص خود اپنی ذات کو فقر و فاقہ سے بچانے کے لئے محنت کرتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے۔ لیکن جو تفاخر اور دکھاوے کے لئے محنت کرتا ہے وہ شیطان کی راہ میں کام کرتا ہے گویا اس حدیث سے یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ جائز حصول معاش کو اسلام نے عبادت اور ریاضت کا درجہ دیا [illegible]

[illegible] ہے۔

یہ تم میں سے کسی کا (بیکار) بیٹھ جانا اور رزق کی تلاش کرنا اور صرف یہ کہتے رہنا نہیں چاہئے کہ اللہ مجھے رزق عطا فرمائے بلکہ اس کے لئے جدوجہد بھی کرنی چاہئے۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے تو سونا چاندی برستا نہیں " (المدینۃ الاسلام)

گویا مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حصول معاش کے لئے پوری طرح جدوجہد کریں اور کبھی بھی بیکار نہ بیٹھے رہیں۔ ان احادیث کے ذریعہ مسلمانوں کی قوت عمل کو ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے

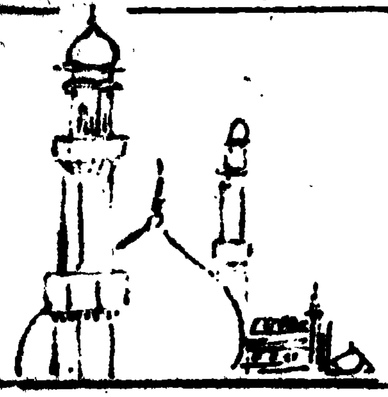
تعلیمات القرآن

(باقی مضمون صفحہ)

تو ایک اسرائیلی عالم نے حضرت موسیٰ سے پوچھا کہ یا حضرت اس وقت دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مجھ سے بڑھ کر عالم دنیا میں کوئی نہیں۔

اسرائیلی عالم تو یہ جواب سن کر خاموش ہوگیا لیکن اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کی یہ خود ستائی پسند نہیں آئی چنانچہ ارشاد باری ہوا کہ اے موسیٰ اپنے آپ کو سب سے بڑا عالم و فاضل نہ سمجھو تم سے بھی بڑھ کر علم رکھنے والا ایک بندہ ہے جس کا نام خضر ہے اور مجمع البحر میں رہتا ہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ کو حضرت خضر سے ملنے کا اشتیاق ہوا اور وہ حضرت خضر کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے جب حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان کے ساتھ رہ کر ان کا علم سیکھنے کی کوشش کی اور اس طرح یہ واقعہ پیش آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اندازہ ہوا کہ واقعی علم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور کسی انسان کو کسی حالت میں بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مجھ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی عالم و دانا نہیں ہے۔

دین دنیا ہر شخص جو کہ پہلی یا دوسری تاریخ کو ڈاک میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر وقت پر نہ ملے تو [illegible] فاکہ ذکر کرنا [illegible]



اسلامی افکار

سب کی رہنمائی کرنے والا مذہب

"اسلام" صرف مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے

(از خواجہ کمال الدین)

ذیل کا مضمون "مسجد ووکنگ لندن" کے سابق امام خواجہ کمال الدین کے ایک طویل خطبہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں بتایا گیا ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں ہی کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ دنیا کا واحد مذہب ہے جو سب ہی کی رہنمائی کرتا ہے۔ خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور چونکہ یہ ایک عالمگیر مذہب ہے اس لئے اس کی تعلیمات صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہیں۔ لیکن اسلام کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس کی تعلیمات سے مسلم غیر مسلم دونوں ہی یکساں طور پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام نے جلوہ گر ہو کر صرف مسلمانوں ہی کی رہنمائی نہیں کی ہے بلکہ ساری دنیا کی رہنمائی کی ہے اور اپنی تعلیمات سے ساری دنیا میں ایک ذہنی انقلاب برپا کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام نے غیر مسلم حکومتوں کے قوانین تک بدل ڈالے ہیں۔

اسلام کی اس خوبی کے صرف مسلمان ہی معترف نہیں ہیں بلکہ غیر مسلم مفکرین بھی اس بات کو تسلیم کرنے لگے ہیں کہ اسلام ایک مذہب سے کہیں زیادہ ایک بہترین نظام حیات ہے جس نے کہ دنیا کے بگڑے ہوئے تمدن اور معاشرہ کی اصلاح میں بڑا کام کیا ہے۔ چنانچہ مسٹر تھامس آرنلڈ اسلام کے بارے میں لکھتا ہے "کہ ہم کو اسلامی عقائد سے کوئی واسطہ نہیں لیکن پھر بھی جب ہم اسلام کے تمدنی پہلو کو دیکھتے ہیں تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس مذہب نے دنیا کے تمدن کو سنوارنے میں بڑی مدد دی ہے۔"

اسی طرح ایک دوسرے مغربی مفکر "پیٹر جانسن" جو دنیا کے مختلف مذاہب کے بارے میں تحقیقات کرتے رہے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ "ہم دنیا کے کسی مذاہب کے ساتھ عقیدت پیدا کر کے اس کے بارے میں ہرگز کوئی صحیح رائے نہیں قائم کر سکتے۔ کیونکہ عقیدت ایک ایسی چیز ہے جو برائیوں کو بھی بھلائیاں بنا کر سامنے لاتی ہے۔ اس لئے ہمیں مذاہب کی تحقیق اس زاویہ نظر سے کرنی چاہئے کہ یہ ان لوگوں کے لئے کہاں تک فائدہ مند ہے۔ جو اسے اپنا مذہب نہیں مانتے اور جب اس نقطۂ نظر سے ہم اسلام کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اس نے تمام دنیا کے معاملہ میں جو رہنمائی کی ہے وہ سب ہی کے لئے یکساں کارآمد ہے۔ اور اس کی رہنمائی سے مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی یکساں طور پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔" یہ ہے اسلام کے بارے میں اس مغربی مفکر کی رائے

اسلام نے انسان کی پوری زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جن میں سے ایک حصہ تو عبادات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دوسرا حصہ معاملات سے متعلق ہے۔ اگرچہ یہ دونوں حصے الگ الگ ہیں پھر بھی اسلام نے انہیں ایک دوسرے سے اس طرح مربوط کر دیا ہے کہ ایک کے بغیر دوسرا ناقص اور نامکمل رہ جاتا ہے لیکن ان دونوں حصوں کو الگ الگ رکھنے میں جو نقصان پیدا ہوتا ہے اس کا اثر صرف مسلمانوں پر پڑتا ہے لیکن جو غیر مسلم کہ معاملاتی حصہ پر عمل کرتے ہیں وہ اسلام سے پورا پورا فائدہ

اٹھاتے ہیں۔ اسی لئے دنیا کے بڑے بڑے مفکرین ہمیشہ اسلام کو زندگی کا ایک بہترین ضابطہ اور دستور العمل تسلیم کرتے رہے ہیں۔

مثال کے طور پر اسلام نے معاملات کے سلسلہ میں لوگوں کو عمل کرنے کی جو ہدایات دی ہیں وہ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لئے یکساں مفید اور قابل عمل ہیں۔ اسلام نے بلا امتیاز مذہب و ملت ہم وطنوں اور ہمسایوں سے محبت آمیز سلوک کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسلام نے ہمسایوں کے ساتھ جن میں غیر مسلم بھی شامل ہیں ایسے ہمدردانہ تعلقات رکھنے کی ہدایت کی ہے کہ ہمیں دیکھیں کہ ایک بار آنحضرت صلعم کو یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمسایوں کو مسلمانوں کا وراثت میں حصہ دار نہ قرار دے دیا جائے۔

کاروباری معاملات میں بھی اسلام نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کوئی امتیاز جائز نہیں رکھا ہے اور کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں دی ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ کاروبار کرتے ہوئے کوئی ایسی حرکت کرے جو دیانتداری کے خلاف ہو۔

پھر عدل وانصاف کے معاملہ میں تو اسلام نہایت ہی سخت واقع ہوا ہے۔ اُس کا ضابطۂ قانون مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے ایک ہے۔ اسلام نے قانونی اعتبار سے مسلموں اور غیر مسلموں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھا ہے اس کے نظام عدل میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر درجہ رکھتے ہیں۔

اسلام دراصل بہترین نظام حیات ہے جو صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے ہے چنانچہ اسلام کے نظام حیات سے مسلمانوں کی طرح غیر مسلم بھی پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے اُس مذہبی تنگ نظری کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ جو طلوعِ اسلام سے قبل ساری دنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔

اسلام ہی دنیا کا پہلا مذہب ہے جو دیگر مذاہب کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے دستور العمل میں اس بات کو صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ مذاہب انسان کو ایک دوسرے سے علیحدہ رہنا نہیں سکھاتا بلکہ اُن کا مقصد یہ ہے کہ بنی نوعِ انسان عقائد کے اختلاف کے باوجود آپس میں محبت کریں۔ اور بھائی چارے کی زندگی بسر کریں۔

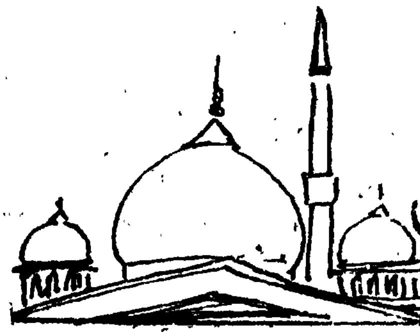
چونکہ اسلام نے انسانوں کے مختلف مذاہب پر کاربند رہنے کے حق کو تسلیم کر کے اور انہیں انسانی سطح پر متحد ہونے کی ترغیب دے کر اس علیحدگی پسندی پر کاری ضرب لگائی ہے جو ہزاروں سال سے مختلف العقائد لوگوں میں تفریق خانہ جنگی اور خونریزی کا باعث بنی ہوئی تھی۔ اور اس تفریق کو مٹانے کے لئے مسلمانوں کو یہاں تک حکم دیا ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے پیشواؤں کا اپنے مذہب کے بزرگوں کی طرح احترام کریں۔ مختصر یہ کہ اسلام نے مختلف العقائد انسانوں کو متحد کرنے میں بڑا ہی اہم رول ادا کیا ہے۔

موجودہ زمانہ کا سب سے پیچیدہ سوال یہ ہے کہ سرمایہ داروں اور محنت کشوں کے نام پر دنیا میں انسانوں کے جو دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں۔ اُن کے درمیان کس طرح توازن پیدا کیا جائے۔ اس مشکل سوال کو بھی اسلام نے اس طرح حل کیا ہے کہ دونوں گروہوں کی انفرادیت برقرار رکھنے کے باوجود ان کے درمیان کوئی بھی سماجی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ علاوہ یہ کہ اسلام نے دولت مندوں کی دولت میں محنت کشوں اور غریبوں کو حصہ دار قرار دیا ہے اور ہر دولتمند کے ذہن میں یہ تاثر پیدا کر دیا ہے کہ اُسے مزدوروں اور غریبوں کی امداد ضرور کرنی چاہئے۔

اس کے علاوہ اسلام نے دولتمندوں کو اس بات کا پابند بنا دیا ہے کہ وہ اپنی دولت کو بے ضرورت ہرگز خرچ نہ کریں اُسے قوم کی امانت سمجھیں اور اپنی دولت سے اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کریں اور اسے حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں صرف کریں۔ اور محنت کشوں کو اُن کی مزدوری دینے میں اتنی دیر بھی نہ کریں کہ اُن کے جسم کا پسینہ خشک ہو جائے۔

اس کے علاوہ اسلام نے دولتمندوں پر یہ پابندی بھی عائد کر دی ہے کہ وہ محنت کشوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کے مواقع فراہم کریں۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق



جزیرہ کریٹ کا عظیم معرکہ

یورپ میں فاتحین اسلام کی حوصلہ مندی کی داستان

(از شوکت علی فہمی)

"جزیرہ کریٹ" یونان کے جنوب میں واقع ہے اِس جزیرہ کی فتح کی تاریخ اسلام کا اہم ترین واقعہ ہے۔ یہ زیادہ مدت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ سترہویں صدی عیسوی میں پیش آیا تھا جبکہ جزیرہ کریٹ کے نومسلموں کو محض حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے جرم میں مظالم کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اور کریٹ کے نومسلموں کی فریاد پر ترکی کے لائق سلطان ابراہیم نے جزیرہ کریٹ کو فتح کرکے اُسے سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لیا تھا۔ ذیل کے مقالہ میں اِسی تاریخی معرکہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سترہویں صدی عیسوی میں اسلام کی روشنی جس طرح یورپ کے دوسرے حصّوں میں پھیلنی شروع ہوگئی تھی اُسی طرح جزیرہ کریٹ کے بہت سے قدیم باشندوں نے بھی اپنا آبائی مذہب عیسائیت ترک کرکے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اور انھوں نے شہر ویٹنو میں ایک مسجد بھی بنالی تھی شروع میں تو ان نومسلموں کی جانب کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ لیکن جب جزیرہ کریٹ میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا اور نئی نئی مسجدیں بھی تعمیر ہونے لگیں تو جزیرہ کے باشندوں کو نومسلموں سے خطرہ پیدا ہوگیا جس کا نتیجہ نکلا کہ اِس جزیرہ کے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑے جانے لگے یہاں تک کہ مساجد کو بھی مسمار کردیا گیا اس جزیرہ کے مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ اب پانی سر سے اونچا گزر چکا ہے تو انھوں نے ترکی کے سلطان ابراہیم کو لکھا:۔

"کریٹ کے نومسلم باشندے اسلام کے نام پر آپ سے فریاد کرتے ہیں کہ ہماری مدد کیجیے کیونکہ محض اس جرم میں کہ ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے ہم پر بے پناہ مظالم توڑے جا رہے ہیں۔ ہمارے گھر اجاڑ دئے گئے ہیں ہماری عورتوں کو بے آبرو کیا گیا ہے ہماری مسجدیں مسمار کردی گئی ہیں۔ اور ابتک بہت سے نومسلم قتل کئے جاچکے ہیں۔ نہ ہمارا دین محفوظ ہے نہ آبرو۔ سلطنت عثمانیہ ایک وسیع اور مسلمانوں کی عظیم سلطنت ہے ہمیں اس وسیع سلطنت میں سر چھپانے کے لئے تھوڑی سی جگہ دیدی جائے اور ہماری ہجرت کا انتظام کردیا جائے۔"

سلطان ابراہیم بڑا ہی دیندار حکمراں تھا۔ وہ کریٹ کے نومسلموں کی اِس دردناک سرگزشت سے بے حد متاثر ہوا اور اتفاق سے سلطان کو جزیرہ کریٹ پر حملہ کرنے کا بہانہ بھی مل گیا چنانچہ اس نے ایک فوج ۱۶۴۵ء میں جزیرہ کریٹ کی فتح کے لئے روانہ کردی تھی۔

یہ جزیرہ جمہوریہ وینس کا مقبوضہ تھا۔ وینس اور دولت عثمانیہ کے مابین کوئی کشمکش بھی نہ تھی۔ مگر کریٹ پر حملہ کرنے کا بہانہ یہ نکل آیا کہ مالٹا کے بحری قزاقوں نے ترکی کے ایک تجارتی بحری بیڑے کو جو قسطنطنیہ سے تجارتی سامان لے کر مصر جا رہا تھا۔ چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اس پر بالجبر قبضہ کرکے کریٹ کے شمالی ساحل پر لے گئے اور سارا تجارتی

سلطان کو منظم لیا۔

سلطان ابراہیم نے جب اس معاملہ کے سلسلہ میں حکومت کریٹ سے مطالبہ کیا کہ وہ ترکی جہازوں اور اُسکے سامان کی واپسی کا انتظام کرے تو کریٹ کی حکومت نے جواب دیا کہ مالٹا کے سمندری قزاقوں پر ہمارا کوئی قابو نہیں ہے اسلئے ہم اس معاملہ میں کوئی مدد نہیں کر سکتے۔

یہ صاف جواب سنکر سلطان ابراہیم بہت برہم ہوا سلطان چاہتا تھا کہ مالٹا اور کریٹ دونوں پر بیک وقت حملہ کر دیا جائے لیکن ترکی کے فوجی افسروں نے مشورہ دیا کہ ایک ساتھ دونوں جزیروں پر حملہ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ پہلے کریٹ کو فتح کر لیا جائے۔ پھر اس کے بعد مالٹا کی جانب رخ کیا جائے۔ لہٰذا ۲۰ اپریل ۱۶۴۵ء کو دردانیال سے ایک جنگی بیڑا روانہ ہو گیا اعلان تو مالٹا پر حملہ کرنے کا ہوا لیکن امیر البحر کو خفیہ ہدایت کریٹ پر حملہ کرنے کی دی جا چکی تھی

اس حملہ کو اگرچہ پوری طرح پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی گئی تھی مگر جمہوریہ وینس کو کسی نہ کسی طرح اس حملہ کی اطلاع پہلے سے مل گئی تھی۔ چنانچہ جب ترکوں کا بحری بیڑا کریٹ کی مغربی بندرگاہ کانیہ پہنچا تو ساحل پر پہلے ہی سے مورچے قائم تھے۔ قلعوں میں مدافعت کا پورا انتظام تھا اور ترکوں کے مقابلہ کے لئے بے اندازہ فوج ساحل پر موجود تھی۔ اس کے علاوہ وینس سے بھی تازہ دم فوج آگئی تھی۔

بس ترکوں نے جیسے ہی کریٹ کے ساحل پر قدم رکھا تو ایک خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ دشمن کی فوج اگرچہ ترکوں کی فوج کے مقابلہ میں تین گنی تھی لیکن پھر بھی وہ حوصلہ مند مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے نہ روک سکی کئی دن تک انسانی خون پانی کی طرح بہتا رہا۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ اگرچہ کریٹ کی فوجوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن پھر بھی کریٹ والوں کو شکست ہو گئی اور ترکوں نے بندرگاہ کانیہ پر قبضہ کر لیا۔

ابھی یہ جنگ جاری ہی تھی کہ ترکوں کی تازہ دم فوج قسطنطنیہ سے آگئی اور اب ترکوں نے اس شہر ریتیمو کی جانب بڑھنا شروع کیا۔ جہاں کے مسلمانوں نے سلطان سے فریاد کی تھی اور جہاں مسلمانوں کی ایک مسجد کو مسمار کر دیا گیا تھا۔ اس شہر کی فتح کے لئے بھی مسلمانوں کو کئی ہفتہ تک خوفناک جنگ کرنی پڑی آخر دو مہینے کی جنگ کے بعد ترکوں نے شہر ریتیمو کو بھی فتح کر لیا اس شہر کی فتح کے بعد ترکوں نے پہلا کام یہ کیا کہ اُس مسجد کو از سر نو تعمیر کرایا جسے منہدم کیا جا چکا تھا۔ اور اس طرح جزیرہ کریٹ کے دو اہم شہروں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

ان فتوحات سے فارغ ہونے کے بعد ترکی فوجیں کریٹ کے پایۂ تخت کینڈیا کی جانب بڑھیں اور پورے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن سخت جدوجہد کے باوجود مسلمان کینڈیا کو فتح نہ کر سکے۔ اُدھر کینڈیا کو بچانے کی غرض سے وینس والوں نے جواباً ترکی کے دو جزیروں پر حملہ کر دیا اور اب اس جنگ نے باقاعدہ صلیبی جنگ کی صورت اختیار کر لی کیونکہ یورپ کے بہت سے عیسائی ممالک وینس کی ہمنوائی میں ترکوں کے مقابلہ پر صف آرا ہو گئے۔ اور یہ جنگ کئی سال تک جاری رہی۔ آخر ایک طویل جنگ کے بعد بڑی دشواریوں کے بعد کریٹ کے دار السلطنت کینڈیا پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ پھر اس کے بعد کریٹ کے دوسرے تمام شہر بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ غرضکہ ایک طویل جنگ کے بعد پورے جزیرہ کریٹ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ اور یہ اہم جزیرہ سلطنت عثمانیہ میں شامل ہو گیا۔ جزیرہ کریٹ کی فتح سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فاتحین اسلام نے مشرق ہی میں نہیں بلکہ مغرب میں کیسے کیسے عظیم الشان فاتحانہ کارنامے انجام دیے تھے۔

کریٹ کی متعصب حکومت اور وہاں کے باشندوں نے چونکہ کریٹ کے مٹھی بھر مسلمانوں کے ساتھ انتہائی درندگی کا برتاؤ کیا تھا اس لئے انھیں اس بات کا پورا خوف تھا کہ ترک فاتحین ان سے شدید انتقام لیں گے۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے سلطنت عثمانیہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا اور اس اعلان کا خلاصہ یہ تھا۔

"مسلمانوں کے ساتھ کریٹ کی حکومت اور اُسکے باشندوں کا طرزِ عمل خواہ کچھ بھی رہا ہے ان سب کو معافی دی جاتی ہے اُن کے گرجے اور معابد محفوظ رہیں گے۔"

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



محمود غزنوی کو بدنام کیا گیا ہے

محمود کا مذہبی تعصب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

محمود غزنوی اُن مسلم حکمرانوں میں سے ہے جس پر متعصب ہونے کا الزام سب سے زیادہ لگایا گیا ہے اور جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ غیر مسلموں کا دشمن نمبر اول تھا۔ لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ محمود غزنوی کا مذہبی تعصب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک حوصلہ مند فوجی جرنیل تھا جو اپنی حکومت کی سرحدوں کو دور دور تک پھیلا دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ ذیل میں محمود غزنوی سے متعلق ایک نہایت ہی پر از معلومات مقالہ درج کیا جا رہا ہے۔

محمود غزنوی اپنے باپ سبکتگین کے انتقال کے بعد ۹۹۸ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ اور تخت نشین ہوتے ہی وہ اندرونی جھگڑوں میں مبتلا ہو گیا تھا۔ جب اندرونی جھگڑوں سے اُسے نجات ملی تو وہ چاہتا تھا کہ اپنی سلطنت کی حدود کو دور دور تک پھیلاوے اور اپنی سلطنت میں نئے نئے علاقے شامل کرنے کے بعد اُسے خوب وسعت دے۔ چنانچہ محمود غزنوی افغانستان اور خراسان کے علاوہ ترکستان، آذربائیجان، عراق، شام اور ایشیائے کوچک پر بھی اپنی حکومت اور سطوت قائم کرنا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لئے وہ خلیفہ کی امداد کا بھی متمنی تھا غرضکہ اُس کی نگاہیں وسط ایشیا کے مسلم علاقوں پر اسطرح جمی ہوئی تھیں کہ شاید وہ ہندوستان کی جانب توجہ بھی نہ کرتا۔ لیکن حکومت غزنین کے خلاف راجہ جے پال کی تیاریوں کی اطلاع نے اُسے چوکنا کر دیا۔ اور اُس کی نظریں جو وسط ایشیا کے مسلم ممالک کی جانب اُٹھ رہی تھیں ہندوستان کی جانب اچانک پلٹ گئیں اور اُس نے پنجاب کے راجہ کے حملوں سے سلطنت غزنین کو بچانے کی تیاریاں شروع کر دیں چنانچہ پنجاب کے ہندو راجہ سے اُس کی جتنی لڑائیاں ہوئی ہیں وہ جارحانہ نہیں تھیں۔ بلکہ اُسے اپنے بچاؤ کے لئے یہ تمام لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں۔

محمود نے اپنے دور حکومت میں ہندوستان پر جتنے بھی حملے کئے ہیں اُن سے یہ بات صاف طور پر عیاں ہے کہ وہ ہندوستان کو فتح کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ وہ اُن خطرات کو دور کرنا چاہتا تھا۔ جو اُس کی سلطنت کے لئے پنجاب کے راجہ کی جانب سے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ہمارا خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر راجہ جے پال نے محمود اور اُس کے باپ سبکتگین کے دور حکومت میں غزنین پر پے در پے حملے کر کے جارحانہ پیش قدمی نہ کی ہوتی تو شاید محمود غزنوی کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔

محمود کو ہندوستان کے مقابلہ میں مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک کی فتح کا بہت زیادہ شوق تھا۔ لیکن راجہ جے پال آنند پال۔ اور جے پال ثانی نے بار بار سبکتگین اور محمود کو خواہ مخواہ چھیڑ کر اور بدعہدیاں کر کے اُنھیں ہندوستان پر جوابی حملے کرنے کے لئے مجبور کر دیا۔ تھا اور ان حملوں میں محمود اور اُس کی فوج کو نگر کوٹ سے جو بے اندازہ دولت

ملی تھی اُس نے محمود کو مالا مال کر دیا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد محمود نے بعض حملے حصول دولت کے لئے بھی کئے ہوں لیکن اس دولت کی چاٹ لگانے والے بھی وہی ہندوستانی راجہ تھے جنھوں نے سبکتگین اور محمود کو ہندوستان کا راستہ دکھایا لیکن پھر بھی محمود نے کبھی بھی ہندوستان پر اپنی مستقل حکومت قائم کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ صرف آفریں کا ٹھیا واڑ کی عمدہ آب و ہوا نے محمود کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا تھا کہ وہ کاٹھیا واڑ میں بیٹھ کر ہندوستان پر حکومت کرے مگر اُس کے امراء اور ساتھی غزنین چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے چنانچہ اس کے بعد وہ ایسا غزنین گیا کہ پھر اُس نے ہندوستان آنے کا نام تک نہ لیا

ہندوستان کے بعض متعصب مورخوں نے محمود کو ہندو قوم اور ہندو دھرم کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا ہے۔ لیکن محمود کے کردار کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ نئی نئی فتوحات کا تو ضرور شائق تھا۔ لیکن اُسے کسی قوم یا مذہب سے مطلق کسی قسم کا عناد نہیں تھا۔ اگر فی الحقیقت محمود ہندو راجاؤں یا ہندو عوام کا دشمن ہوتا تو کیا وہ ہندوستانی راجاؤں کی بار بار شورش پسندیوں کے باوجود ہر مرتبہ انھیں اُسی طرح زیر کرنے کے بعد معافیاں دیتا رہتا۔ جس طرح کی وہ دیتا رہا ہے حالانکہ محمود کے پاس اُن سے انتقام لینے کا جواز خود ان ہی ہندو راجاؤں نے غزنین پر بار بار حملوں اور اپنی عہد شکنیوں کے ذریعہ خود ہی پیدا کر دیا تھا۔

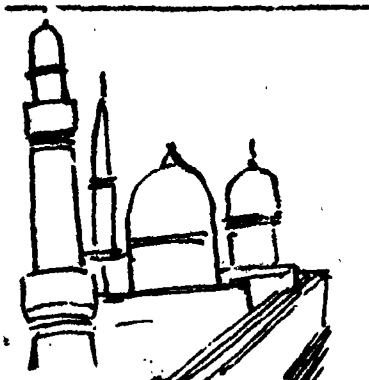
محمود کو اگر صرف اس لئے ہندوؤں کا دشمن کہا جاتا ہے کیوں کہ اُس نے ہندوستان کے ہندو راجاؤں کے خلاف بار بار یورشیں کی تھیں۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اِس سے کہیں زیادہ محمود نے ترکستان۔ بلخ۔ بخارا۔ سیستان۔ خراسان۔ غور۔ خوارزم اور دوسرے مسلم علاقوں میں مسلمان بادشاہوں کے خلاف یورشیں کی ہیں۔ یہاں تک کہ اُس نے تخت پر بیٹھنے کے بعد سب سے پہلی یورش خود اپنے چھوٹے بھائی امیر اسمٰعیل کے خلاف کی تھی جو غزنین کے تخت کا دعویدار بن گیا تھا۔ یہاں تک کہ محمود نے اُسے شکست فاش دیکر اُسے راستہ سے ہٹا دیا۔ اور ساری عمر اسمٰعیل کو قلعہ میں نظر بند رکھا

حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی ایک حوصلہ مند فاتح تھا جسے اپنی حکمرانی کے مقابلہ میں نہ کسی ہندو راجہ کی پرواہ تھی اور نہ کسی مسلمان بادشاہ کی جو بھی اُس کے مقابلہ پر آیا اُس سے وہ لڑا اور اُسے نیچا دکھایا۔ ہمارا خیال ہے کہ جے پال، انند پال۔ سکھ پال ثانی اور دیگر ہندو راجاؤں کی بجائے اگر پنجاب میں مسلمان بادشاہ بھی حکمراں ہوتے اور وہ ہندو راجاؤں کی طرح محمود کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے تو محمود اُن کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتا جو اُس نے ہندو راجاؤں کے ساتھ کیا ہے۔

مثال کے طور پر یہ قرامطہ جو مسلمان کہلاتے تھے۔ محمود نے اُن کے ساتھ جو سخت سلوک کیا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ پھر محمود غزنوی اگر فی الحقیقت ہندوؤں کا دشمن ہوتا تو وہ کبھی بھی اپنی فوج میں ہزاروں کی تعداد میں ہندو سپاہی بھرتی نہ کرتا۔ اور ہندوؤں کو فوج میں کبھی بھی بڑے بڑے عہدے نہ دیتا۔ محمود غزنوی کے ہندو سپہ سالاروں میں سے سوندرائے اور راجہ تلک کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کا درجہ نہایت ہی بلند تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ محمود غزنوی صرف نئی نئی فتوحات کا شائق تھا۔ مگر مذہبی تعصب سے اُس کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ ایسی حالت میں اُس پر فرقہ پرستی کا الزام لگانا تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کے ہم معنی ہے۔

محمود غزنوی پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ مندروں اور بتوں کا دشمن تھا۔ لیکن ان الزام لگانے والوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ نگر کوٹ کی مہم سے پہلے محمود ہندوستان کے خلاف پانچ حملے کر چکا تھا۔ اور اس سے قبل دو لڑائیاں اس کے باپ کے زمانہ میں پنجاب کے راجہ سے ہو چکی تھیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ان سات حملوں میں تو اُس نے نہ کسی مندر کو لوٹا اور نہ کسی مندر کو توڑا۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ یکا یک نگر کوٹ کی فتح کے بعد یہ بت شکنی کا یہ مرض محمود میں کیوں اور کسطرح پیدا ہو گیا اور یہ مرض پیدا بھی ہوا تو اس وقت جبکہ محمود کی فوج میں ہندو سپاہیوں کی تعداد دس ہزار سے بھی زیادہ شامل ہو چکی تھی۔

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ محمود کے ہاتھوں نگر کوٹ متھرا اور سومنات کے مندروں کے توڑنے کے جو واقعات (باقی صـ۲۹ پر)



عبداللہ بن سبا یہودی کا فتنہ

یہ فتنہ پرداز خلافتِ اسلامیہ کا تختہ الٹ دینا چاہتا تھا

(از شوکت علی فہمی)

تاریخ میں عبداللہ بن سبا یہودی کے فتنہ کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے اس فتنہ پرداز یہودی نے ۳۲ھ ہجری میں بظاہر اسلام قبول کرنے کے بعد ایک ایسی خفیہ جماعت بنائی تھی، جس کا منشا خلافت اسلامیہ کا تختہ الٹ کر اپنے ڈھب کی حکومت قائم کرنا اور اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانا تھا۔ چنانچہ ہم ذیل میں اس فتنہ پرداز یہودی کی ریشہ دوانیوں پر ہلکی سی روشنی ڈال رہے ہیں۔

یہودی روز اول ہی سے مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ اُن کی دشمنی اور فتنہ پردازی سے نہ رسول اللہ صلعم محفوظ رہے، اور نہ خلفائے راشدین۔ چنانچہ چوتھی صدی ہجری میں جب رسول مقبول صلعم مع حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کی بستی میں تشریف لے گئے تو یہودیوں نے سازش کر کے ان چاروں بزرگوں کے شہید کرنے کی ایک بہت بڑی سازش تیار کر رکھی تھی۔ لیکن عین وقت پر حضور اکرم کو اس سازش کا علم ہوگیا۔ اور یہ مقدس حضرات بال بال بچ گئے۔ جب اس طرح یہودیوں کا مقصد پورا نہ ہوا تو یہ حضور اکرم اور مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ لیکن اُن کی یہ بغاوت بھی کچل دی گئی۔

یہودی فطری طور پر سازشی واقع ہوئے ہیں۔ اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے دورِ خلافت میں بھی برابر اسلام اور خلافت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے کی سازشیں کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک یہودی نے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے پہلے تو خوب تعلقات بڑھائے اس کے بعد ایک روز پکا ہوا گوشت جس میں کہ زہر تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو بھیجا، اسے آپ حارث کلاہ کے ساتھ تناول فرما رہے تھے کہ حارث کو کچھ شبہ ہوا اور حارث نے کہا "خلیفہ رسول اللہ! آپ اسے نہ کھائیے مجھے شبہ ہے کہ اس میں زہر کی آمیزش ہے" حارث کے کہنے پر حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ کھینچ لیا لیکن اُسی روز سے یہ دونوں حضرات بیمار رہنے لگے اور اُن کی صحت گرنے لگی۔ یہاں تک کہ ان دونوں حضرات کا انتقال ہوگیا ابوالفدا اور دوسرے مورخین کی رائے ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی موت اسی یہودی کے زہر سے ہوئی تھی۔

حضرت عثمان غنی رضؓ کے دورِ خلافت کا سب سے بڑا فتنہ پرداز یہودی عبداللہ بن سبا تھا۔ یہ عیار بظاہر تو مسلمان بن گیا تھا لیکن اس نے درپردہ ایک ایسی خوفناک تحریک جاری کی تھی جس نے خلافت اسلامیہ کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ عبداللہ بن سبا کا اٹھایا ہوا یہ فتنہ حضرت عثمان غنی اور علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت پر ہی ختم نہیں ہوگیا بلکہ اس کے بعد بھی یہ نئی نئی صورتوں میں برابر رونما ہوتا رہا ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں بھی اس فتنہ انگیزی کی جھلک عرب ممالک میں نئی نئی صورتوں میں اب بھی برابر دکھائی دیتی رہتی ہیں۔ یہ فتنہ کس طرح شروع ہوا اور اس فتنہ کی وجہ سے خلافت اسلامیہ کو کیسی کیسی پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں۔ اس کی تفصیل ہم مختصر الفاظ میں پیش کر رہے ہیں۔

عبداللہ بن سبا شہر صنعا کا رہنے والا تھا۔ اسے اُس زمانہ کے یہودی رہنماؤں کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس نے مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے بظاہر تو اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن درپردہ بدستور

مذہب یہودیت پر قائم تھا۔ اس کا منشا اور مقصد یہ تھا کہ مسلمان بن کر مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں زیادہ سے زیادہ افتراق پیدا کرے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر اور کٹوا کر اسلام کو ختم کر دے۔

عبداللہ بن سبا کو اپنی فتنہ پردازی کیلئے اس لئے اور بھی موقع مل گیا کیونکہ حضرت عثمان غنی کے عدم تدبر اور خویش نوازی کی وجہ سے مسلمانوں کے بعض طبقوں میں ناگواری سی پیدا ہو گئی تھی۔ عبداللہ بن سبا نے اس ناگواری کو بڑھا چڑھا کر اور مشتعل کر کے نہایت عیاری کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ پر صف آرا کر دیا اور یہی ابن سبا یہودی کا مقصد بھی تھا۔

عبداللہ بن سبا کی ابتدائی زندگی پردۂ گمنامی میں ہے وہ پہلی بار ۳۲ھ کے لگ بھگ اس زمانہ میں مدینہ میں آ کر آباد ہو گیا تھا جبکہ حضرت عثمان غنی کے خلاف ناگواری پھیل چکی تھی۔ یہ مدینہ آنے کے بعد حضرت علی اور اہلبیت کا عاشق زار بن گیا تھا۔ اور اس نے حضرت علی کے نام کا سہارا لے کر حضرت عثمان غنی رض کے خلاف مسلم عوام کو بری طرح سے بھڑکانا شروع کر دیا تھا تاکہ وہ مسلمانوں میں عثمانی اور علوی، دو گروہ پیدا کرنے کے بعد انہیں آپس میں ٹکرا دے۔

مدینہ میں اپنی فتنہ پردازی کے لئے زمین تیار کرنے کے بعد یہ بصرہ پہنچا اور لوگوں کو خلافت اسلامیہ کے خلاف خوب بھڑکایا جب اسے بصرہ سے نکال دیا گیا تو وہ کوفہ پہنچ گیا یہاں بھی وہ مسلمانوں میں افتراق کی آگ بھڑکاتا رہا جب یہاں سے بھی نکالا گیا تو دمشق جا پہنچا۔ اور دمشق سے نکالے جانے کے بعد مصر چلا گیا اور مصر کے باشندوں کو اس نے ایسا بھڑکایا کہ وہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رض کو قتل کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

عبداللہ بن سبا کی یہ سرگرمیاں صرف وقتی طور پر مسلم عوام کو بھڑکانے تک ہی محدود نہیں تھیں بلکہ وہ جس جگہ بھی جاتا تھا، وہاں اپنے ہمنوا [illegible] کی ایک جماعت بنا کر چھوڑ آتا تھا اور یہ جماعتیں اس کے چلے جانے کے بعد بھی برابر منافقانہ اور مفسدانہ سرگرمیوں میں حصہ لیتی رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ ابن سبا اور اس کے حواریوں کی جانب سے مملکت اسلامیہ کے معززین کو حضرت عثمان غنی رض اور ان کے مقرر کردہ گورنروں اور عمال کے خلاف ہزاروں کی تعداد میں خطوط بھیجے

جاتے تھے تاکہ دنیائے اسلام کے تمام معززین اور صاحب اثر حضرات حضرت عثمان غنی رض اور ان کی حکومت کے خلاف کھڑے ہو جائیں۔ اس قسم کے شرارت آمیز خطوط سب سے زیادہ مدینہ منورہ کے معززین کو بھیجے گئے تھے۔ اور ان خطوط کی وجہ سے معززین مدینہ کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ حضرت عثمان غنی کے مقرر کردہ عمال رعایا پر واقعی بے حد ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ غرضیکہ عبداللہ بن سبا نے ساری مملکت اسلامیہ میں حضرت عثمان رض کی حکومت کے خلاف ایک آگ سی لگا دی تھی۔

عبداللہ بن سبا کی پھیلائی ہوئی آگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام بری طرح بھڑک گئے یوں تو پوری مملکت اسلامیہ میں ابن سبا کے پیدا کردہ باغی آمادۂ فساد تھے۔ لیکن مصر، بصرہ اور کوفہ کے گروہ سب سے زیادہ پیش پیش تھے۔ چنانچہ ان تینوں صوبوں سے ہزاروں کی تعداد میں باغی مدینہ کیلئے روانہ ہو گئے تاکہ یہ سب مدینہ پہنچ کر اپنی اجتماعی طاقت سے کام لیکر حضرت عثمان غنی کو معزول کر دیں اور اس کے بعد حضرت علی رض، حضرت زبیر رض، حضرت طلحہ رض یا کسی مسلمان کو ان کی جگہ خلیفہ بنا دیں۔ چنانچہ انھوں نے مدینہ پہنچ کر حضرت عثمان غنی رض کے خلاف شدید ہنگامہ برپا کر دیا جو کئی روز تک جاری رہا۔ اور انھوں نے حضرت عثمان رض کو اپنے ہی مکان میں محصور کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک روز ابن سبا یہودی کے بھڑکائے ہوئے لوگوں نے حضرت عثمان غنی رض کے گھر میں داخل ہو کر انہیں شہید کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رض کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے تو پھر ان کے خلاف بھی سازشیں شروع ہو گئیں، ابن سبا یہودی حضرت عثمان کے زمانہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بہت بڑا عاشق بنا ہوا تھا لیکن مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ان کے خلاف بھی اس فتنہ پرداز نے سازشیں شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ جب امیر معاویہ رض اور حضرت علی میں صفین کے میدان میں تاریخی جنگ ہوئی اور اس جنگ میں جب حضرت علی کو فتح حاصل ہونے کے آثار پیدا ہوئے تو اسی عبداللہ بن سبا یہودی کی جماعت کے لوگوں نے انہیں جنگ بند کر دینے پر مجبور کر دیا۔ اور اس طرح ان فتنہ پردازوں کی بدولت حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیتی ہوئی جنگ ہار گئے۔ اور جب حضرت علی رض نے جنگ بند کر دی تو یہی سبائی کہنے لگے کہ حضرت علی نے جنگ بند کر کے

بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اور اُن کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے ۔ غرضیکہ اُن کا مقصد ہر طرح سے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا اور اسلام کو نقصان پہنچانا رہا ہے۔

خلافت راشدہ کے بعد خلافت بنو امیہ اور خلافت بنو عباس اور مختلف مسلم ممالک میں یہودی اسی طرح سازشیں اور فتنے برپا کرتے رہے ہیں۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ آج جو کچھ عرب ممالک میں ہو رہا ہے اُس میں بھی اِن یہودیوں کی اِسی نوعیت کی سازشیں اپنا کام کر رہی ہوں اور یہ بات تو یقینی ہے کہ مصر میں بہت بڑی سازش ہوئی ہے اور نہ جانے کتنے عبداللہ سبا جیسے فتنہ پرداز دہائی مسلمان بن کر مسلم عوام کو دھوکہ اور فریب دیتے رہے ہیں۔

جزیرہ کریٹ کا عظیم معرکہ

(باقی مضمون صفحہ ۲۲)

اُن کے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ اور اُن کی املاک اور جائیداد بھی محفوظ رہے گا۔ اور اب چونکہ جزیرہ کریٹ بھی مملکت عثمانیہ کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ اس لئے اس کے باشندوں کو بھی وہی تمام حقوق حاصل ہوں گے جو کہ ترکی کے مسلمانوں اور دیگر باشندوں کو حاصل ہیں۔ مذہب کے اختلاف کی بنا پر کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔

کریٹ کی فتح کے بعد ترک زمانہ دراز تک اس جزیرہ پر حکمراں رہے ہیں۔ لیکن کبھی ایک عیسائی کو بھی مسلمانوں سے کسی قسم کی شکایت پیدا نہ ہوئی۔ بلکہ کریٹ کے عیسائی ترکوں کی حکومت کو اپنے ہم مذہبوں کی حکومت سے بہتر سمجھتے تھے۔ کریٹ کی فتح کے بعد کریٹ کے عیسائی اور مسلمان ایسے گھل مل گئے کہ مسلم اور عیسائی کا کوئی امتیاز ہی باقی نہیں رہا۔ بڑے بڑے عہدوں پر کریٹ کے عیسائی بدستور قابض رہے۔ اور کریٹ کے پادریوں کا اعزاز حسب سابق قائم رہا۔ اس کے علاوہ سلطان ترکی نے کریٹ میں جا بجا ایسی عدالتیں قائم کر دیں جن میں کہ عیسائیوں کے مذہبی مقدمات خود عیسائی جج ہی فیصل کرتے تھے۔ اور ایک کریٹ ہی پر کیا موقوف ہے مسلمانوں نے دنیا کے جس حصہ میں بھی اپنی حکومتیں قائم کی ہیں۔ اُن کی حکومتیں ہمیشہ ہی تعصب اور تنگ نظری

سے پاک رہی ہیں۔ کیونکہ اسلام نے اُنہیں تعلیم ہی یہ دی ہے

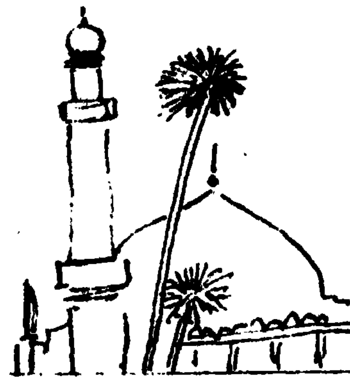
محمود غزنوی کو بدنام کیا گیا ہے

(باقی مضمون صفحہ ۲۱)

رونما ہوئے ہیں اُن کا تعلق بھی مذہبی تعصب سے مطلق نہیں تھا بلکہ پنڈتوں کی بے عقلی اور اغراض پسندوں کی جاسوسی نے محمود کو صرف دولت سے بھرپور چند مندروں کی جانب خاص طور پر متوجہ کر دیا تھا۔ یعنی محمود نے جو کچھ کیا وہ ایک عام فاتح کی حیثیت سے کیا۔ ان باتوں کا مذہبی جذبہ اور فرقہ پرستی سے تعلق نہ تھا۔ محمود کی بجائے اگر کوئی دوسرا فاتح بھی ہوتا اور اُسے دشمن کے ملک میں بے اندازہ دولت دکھائی دیتی تو وہ بھی فرشتہ بن کر دولت کو ہاتھ لگانے سے گریز نہیں کر سکتا تھا۔

مندروں کی دولت سے بھی کہیں زیادہ محمود کو جس چیز نے بعض خاص مندروں کی جانب رخ کرنے پر مجبور کیا وہ یہ ہے کہ برہمنوں اور پنڈتوں نے بعض بڑے بڑے مندروں کو محمود کے خلاف پروپگنڈے کا مرکز بنا رکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی فاتح اس نوعیت کے مخالفانہ پروپگنڈے کو برداشت نہیں کر سکتا چنانچہ محمود کو مخالفانہ پروپگنڈے کی روک تھام کے لئے چند مخصوص مندروں کی جانب رخ کرنا پڑا۔ محمود کو اگر واقعی مندروں اور بتوں سے نفرت ہوتی تو وہ متھرا کے سیکڑوں مندروں میں سے صرف ایک دو کی جانب رخ نہ کرتا بلکہ سب ہی کو مسمار کر ڈالتا اور اسی طرح پنجاب میں جہاں اُسے سب سے زیادہ حملے کرنے پڑے تھے وہاں کسی ایک مندر کو باقی نہ چھوڑتا جبکہ اس نے پنجاب کے کسی ایک مندر کو بھی کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ پنجاب کے علاوہ اُس نے ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے مندروں کو بھی کبھی نہیں چھوا۔ صرف گنے چنے ان چند مندروں پر محمود نے ہاتھ ڈالا جن میں کہ بے شمار دولت جمع تھی۔ یا جو اُس کے خلاف پروپگنڈے اور اشتعال انگیزی کا مرکز بنے ہوئے تھے۔

مندرجہ بالا تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ محمود غزنوی نہ تو ہندو دشمن تھا اور نہ بت شکن بس وہ تو صرف ایک اولوالعزم فاتح تھا۔ پس اُسے تو بدنام کیا گیا ہے۔



نمرود کی خدائی کو چیلنج

راہ حق میں حضرت ابراہیم کی قربانیاں

(از جناب ولایت علی اصلاحی)

مسلمان ہر سال بڑے اہتمام کے ساتھ "عید الاضحیٰ" مناتے ہیں۔ یہ عید دراصل "عید قربان" ہے جو اُن قربانیوں کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دین حق کی سربلندی کے لئے پیش کی تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی اور زندگی کا ہر واقعہ اسلام کی سچی اور حقیقی تصویر ہے۔ اُن کا عمل اسلام کی روح اور اُس کی تعلیمات کا نچوڑ تھا۔ اسلام کے معنی ہیں "اطاعت اور فرماں برداری" اور فرماں برداری کی منزل بڑی ہی کٹھن ہے۔ اس کٹھن منزل سے گزر کر اور عدیم المثال آزمائشوں میں پورے اتر کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے "مسلم صادق" کا خطاب حاصل کیا تھا۔

صاحب ایمان اور مسلمان بننا کوئی آسان کام نہیں ہے سچا مسلمان بننے کے لیے بے پناہ آزمائشوں سے اور قربانیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ قربانی کبھی جان و مال کی ہوتی ہے اور کبھی آل و اولاد کی اور کبھی خواہشات نفسانی اور جاہ و اقتدار کی۔ مسلمان وہی ہے جو اللہ کی راہ میں اس قسم کی تمام قربانیوں کے لئے ہر وقت آمادہ اور تیار رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خندہ پیشانی کے ساتھ اس قسم کی سب ہی قربانیاں پیش کی ہیں۔ سچا مومن اور مسلمان ہونا بڑا ہی کٹھن کام ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بت ساز باپ آذر کے گھر میں آنکھ کھولی تو بت پرستی اور نمرود کی خدائی کا دور تھا۔ اس ظالم اور جابر حکمران کا سکہ رواں تھا۔ یہاں تک کہ وہ خدا بن بیٹھا تھا اور اُس نے سارے اقتدار کو اپنے دامن میں سمیٹ کر سب ہی خدا کے بندوں کو اپنا غلام اور بندہ بنا رکھا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود جیسے سفاک کے ہاتھوں انسانیت کی یہ بے قدری دیکھی تو مضطرب ہو گئے۔ وہ اگرچہ بہت بڑے بت ساز آذر کے فرزند تھے۔ لیکن نور حق اُن کے قلب میں جلوہ گر تھا۔ وہ خدائے واحد کے خلاف یہ سرکشی نہ برداشت کر سکے۔ اُن کے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ ایک بے حقیقت انسان خدائی کا دعویدار بن جائے۔ اُدھر خدائے تعالیٰ کو بھی اپنے بندوں کی اصلاح اور انسانیت کی فلاح منظور تھی اس لئے حضرت ابراہیم کو اُس نے بے پناہ عزم اور حوصلہ عطا فرما دیا اور انہیں آزمائشوں کی بھٹی میں ڈال کر کندن بنانے کا فیصلہ کیا۔

حضرت ابراہیم نے سب سے پہلے نمرود کی خدائی کو للکارا اور پوری قوم کو ایک ظالم انسان کے پنجہ اقتدار سے نکال کر صرف خدا کی بندگی کی طرف بلایا تو قدرتی طور پر ایوان نمرود میں زلزلہ آگیا اور اُس کے کارندوں کی جبینیں یہ دیکھ کر پرشکن ہو گئیں کہ ایک لڑکا مذہبی آبائی روایات و شعائر اور نمرود کی خدائی کو چیلنج کرنے کی کس طرح جرأت کر رہا ہے اور جب اُنھوں نے دیکھا کہ یہ شخص سارے خداؤں کی نفی کر کے صرف ایک اور ان دیکھے خدا کی بندگی کی

طرف جانے سے باز نہیں آتا تو انھوں نے ہمیشہ کیلئے اس آواز حق کا گلا گھونٹ دینے کا فیصلہ کر لیا

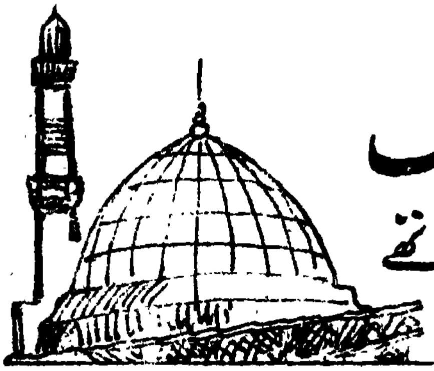
اس غرض کے لئے نمرود اور اس کے کارندوں نے اپنے جابرانہ اقتدار کے ساتھ ساتھ لوگوں کے صدیوں کے قدیم مذہبی عقائد میں پرورش پانے والے جذبات کا بھی سہارا لیا حضرت ابراہیم کو مذہب دشمن اور تخریب پسند قرار دے کر آگ میں ڈال دینے کا اعلان کیا گیا۔ جب اس غرض کے لئے ایک بڑا الاؤ تیار ہونے لگا تو لوگوں کے اندھے عقیدے اور مذہب پرستی کے جنون کا یہ عالم تھا کہ کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں سے الاؤ میں ڈالنے کے لئے لکڑی نہ آئی ہو۔ ہر شخص نے حضرت ابراہیم کو جلانے کے "کار خیر" میں اپنی بساط بھر حصہ لیا اور جب بہت بڑا الاؤ روشن ہو گیا اور اس کے لپکتے ہوئے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو حضرت ابراہیم کو حکومت کے اقتدار اور مذہبی روایات سے بغاوت کرنے کے الزام میں اس آگ میں پھینک دیا گیا۔ یہ آزمائش کی پہلی اور بڑی کٹھن گھڑی تھی۔ جان ہر شخص کو پیاری ہوتی ہے لیکن خدا کے اس برگزیدہ بندے نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی۔ حق کی آواز بلند رکھنے کے لئے اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹے اور نہ انھوں نے خدا کی حاکمیت کے سوال پر مصالحت اور سمجھوتہ بازی کی کوئی راہ تلاش کی بلکہ نہایت سکون قلب کے ساتھ اپنے جسم و جان کو آگ کی نذر کر دیا۔

خدا کے باغی اس خدائی حاکمیت کی آواز بلند کرنے والے کو آگ میں ڈال کر یوں مطمئن ہو گئے جیسے ان کی راہ کا سب سے بڑا کانٹا نکل گیا ہو۔ لیکن قدرت ان کی اس حرکت پر مسکرا رہی تھی جب الاؤ کی آگ ٹھنڈی ہو گئی تو لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جسکو انھوں نے اپنے خیال میں جلا کر بھسم کر دیا تھا وہ زندہ ہے اور بدستور خدا کی تسبیح میں مصروف ہے یہ حضرت ابراہیم کی پہلی آزمائش اور ابتلا کی پہلی منزل تھی جس سے وہ کامیابی سے گزر گئے۔

لیکن دوسری دشوار گزار منزلیں باقی تھیں چنانچہ جب تقریباً نوے برس کی عمر میں ایک چاند سا بیٹا اور بڑھاپے کا سہارا عنایت ہوا تو اچانک بیوی اور اس بیٹے کو ایک غیر آباد اور ویران ریگستانی علاقے میں چھوڑ آنے کا حکم ہوتا ہے۔ انسان اپنی جان تو دے سکتا ہے لیکن بیوی بچے کو چھوڑ نہیں سکتا لیکن یہاں تو راہ حق میں بیوی اور بچے کو قربان کرنے کا سبق دینا تھا۔ چنانچہ خدا کا یہ اطاعت گزار اور فرمانبردار بندہ اس آزمائش کے لئے بھی تیار ہو گیا اور بیوی بچے کو دور دراز بے آب و گیاہ صحرا میں بے سہارا بظاہر موت کے منہ میں اور درحقیقت خدا کے حوالے کر کے واپس آ گیا یہ ایک طرف خدا کی راہ میں بیوی اور اکلوتے بچے کی بھی پرواہ نہ کرنے کا سبق تھا دوسری طرف یہ بتانا مقصود تھا کہ موت و حیات اور حفاظت و ہلاکت صرف خدا کے ہاتھ ہے اور وہی قادر مطلق ہے اس کے علاوہ درپردہ ایک عظیم الشان امت تیار کرنا بھی مقصود تھا جس کے ذمہ قیامت تک کے لئے رشد و ہدایت اور اعلائے کلمۃ الحق کا فرض سپرد کرنا تھا۔ لیکن آزمائش کا مرحلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ایک اور منزل باقی تھی جو سب سے کٹھن اور جانگداز تھی۔

جب یہ اکلوتا بچہ تمام خطرات سے بچ کر اس بے برگ و گیاہ وادی میں پل بڑھ کر دوڑ دھوپ کرنے کے قابل اور بوڑھے باپ کا سہارا بننے والا ہوا اور باپ کی امیدوں اور آرزوؤں کی تکمیل اور جوانی سے لیکر بڑھاپے تک کے خوابوں کے شرمندہ تعبیر ہونے کا وقت آیا تو اسے ایک رات اپنی اس متاع عزیز کو بھی قربان کر دینے کا اشارہ ہوا۔ یہ بوڑھا باپ اور خدا کا نبی اس کے گلے پر چھری پھیر دینے پر تیار ہو گیا اپنی جان قربان کر دینا یا بیوی بچہ کو جنگل میں چھوڑ دینا بہرحال کسی طرح سمجھ میں آتا ہے۔ کیونکہ جنگل میں چھوڑ دینے کے بعد بھی کسی نہ کسی حد تک اس کے بچ جانے کی امید باقی رہتی ہے لیکن اکلوتا بچہ جنگل اور ویرانے کے تمام خطرات سے نکل کر جب بچپن کی سرحد عبور کر کے باپ کا دست و بازو بننے والا ہوتا ہے تو اسے اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے پر آمادہ ہو جانا فدائیت اور اطاعت کی آخری منزل اور قربانی کی آخری حد ہے۔ اب اس کے بعد کچھ نہیں رہ جاتا ہے جسے قربان کیا جا سکے۔ لیکن جب حضرت ابراہیمؑ یہ آخری قربانی پیش کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے تو امامت کا تاج سر پہ رکھا گیا اور ساری دنیا کی قیادت کی ذمہ داری کا عظیم الشان کام سپرد ہوا۔

اس کے بعد خدائے واحد کی عبادت کے لئے ایک گھر اور مرکز کی تعمیر کی ہدایت ہوئی چنانچہ بے مثال قربانی کے یہ دونوں ہیرو یعنی باپ حضرت ابراہیمؑ اور صاحبزادے حضرت اسمٰعیل (باقی ص۳۶ پر)



دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک

رسول مقبول صلعم سبھی کیلئے رحمت بن کر آئے تھے

(از علامہ ابو البرکات)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے نہ صرف اپنوں کو فیض پہنچا ہے بلکہ دشمن بھی آپ کے رحم و کرم سے محروم نہیں رہے۔ قریش مکہ نے جس رات کو حضور محترم کے قتل کا پروگرام بنایا تھا اُسی رات حضور اکرم مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے لئے روانہ ہو گئے اور قدرت الٰہی سے دشمنوں کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے تھے

جب کفار مکہ اپنے اس ناپاک مقصد میں ناکام ہو گئے تو انھوں نے اعلان عام کر دیا کہ جو شخص بھی آنحضور کو گرفتار کر کے یا آپ کا سر کاٹ کر لائے گا اُسے سو سرخ اونٹ انعام میں دئے جائیں گے سراقہ بن جشم اس کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اور حضور اکرم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور آخر اس نے مدینہ کے راستہ میں ایک چٹان کے قریب حضور کو دیکھ لیا اور فوراً گھوڑا دوڑا کر آپ کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کی لیکن اُس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا اُس نے فوراً ہی ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو وہ نفی میں نکلی جس کا مطلب یہ تھا واپس جاؤ۔ مگر اس نے جاری انعام کے لالچ میں پھر آگے بڑھنے کی کوشش کی تو دوبارہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا اور جب تیسری مرتبہ آگے بڑھنے کی کوشش کی تو گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے

اب سراقہ پر خوف اور دہشت طاری ہو گئی اور اُسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ محمد صلعم کو خدا کی حمایت حاصل ہے۔ اور انہیں ضرور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو گی یہ سوچ کر اُس نے رسول محترم کو آواز دی کہ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ آپ واقعی سچے رسول ہیں مجھے امان نامہ لکھ کر دیجئے کہ جب خدا آپ کو غلبہ عطا کرے تو مجھے معاف کر دیا جائے۔"

حضور اکرم کے رحم اور مروت کی انتہا ہے کہ آپ فوراً ٹھہر گئے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ دشمن دھوکہ بھی دے سکتا ہے۔ آپ نے اُسے امان نامہ لکھکر دیدیا سراقہ واپس چلا گیا۔ اور حضور اکرم مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ رحم و مروت کی انتہا کہ حضور اکرم نے ایک ایسے شخص کو بھی امان دیدی جو کھلی دشمنی پر آمادہ تھا چنانچہ فتح مکہ کے بعد سراقہ کو نہ صرف امان مل گئی بلکہ اسے خوب نوازا گیا

بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال داعی اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے۔ جب گرفتار ہو کر آنحضور کے سامنے لائے گئے تو رسول محترم نے اُن سے دریافت کیا کہ "تمہیں کچھ کہنا تو نہیں ہے" ثمامہ نے عرض کیا کہ "اگر آپ میرے قتل کا حکم دیں گے تو بجا طور پر میں اس سزا کا مستحق ہوں اور اگر جان بخشی فرما کر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر بہت بڑا آپ کا احسان ہو گا۔ اور اگر جرمانہ لینا چاہیں تو حکم دیں بڑے سے بڑا جرمانہ ادا کروں گا اور احسان مند بھی رہوں گا۔"

اب ذرا دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بدترین دشمن اور فراری مجرم کو کیا سزا دیتے ہیں حضور اکرم نہ اسے سزا دیتے ہیں اور نہ مکہ کے اس بہت بڑا سرمایہ دار سے کوئی جرمانہ ہی وصول فرماتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں چونکہ تم نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا ہے لہذا تمہیں رہا کیا جاتا ہے۔ اور دعا فرماتے ہیں کہ "خدا تمہیں نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔"

اس حسن اخلاق اور نیک برتاؤ کا یہ نتیجہ نکلا کہ ثمامہ کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ وہ ایک قریب کے نخلستان میں گیا۔ غسل کیا اور حاضر

چنانچہ ثمامہ حلقہ بگوش اسلام بن گیا۔ اور عرض کیا "یا رسول اللہ میں دنیا میں آپ سے زیادہ کسی سے نفرت نہیں کرتا تھا۔ لیکن اب آپ سے بڑھ کر میری نظر میں کوئی محبوب نہیں ہے۔ اور آج آپ کا دین مجھے دنیا کے تمام دینوں سے زیادہ عزیز ہے۔

ثمامہ جیسی بلند شخصیت کا حلقہ بگوش اسلام ہونا بہت بڑی بات تھی۔ قریش مکہ کو اس سے بے حد صدمہ پہنچا اور انھوں نے ثمامہ سے کہا کہ "بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم پر بھی محمد کا جادو چل گیا اور تم بے دین ہو گئے"۔ ثمامہ نے جواب دیا "بخدا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں تم نے اُن کے ساتھ جو زیادتیاں کی ہیں اب میں اُس کا پورا پورا انتقام لوں گا خدا کی قسم۔ آج کے بعد تمہارے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی نہ پہنچے گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوری نہیں ہو گی۔ میں تم سب کو بھوکا مار دوں گا"۔ ثمامہ غلہ کے بہت بڑے تاجر تھے اور یمامہ مکہ کے غلہ کی منڈی تھی۔ اور پوری منڈی ثمامہ کے قبضہ میں تھی۔ چنانچہ ثمامہ نے اپنے علاقہ میں جا کر مکہ کے لئے غلہ کی سپلائی بند کر دی۔ اور اُس کا اثر یہ ہوا کہ قریش مکہ بھوکے مرنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ عالم مجبوری میں مردار تک کھانے لگے۔

آخر قریش کو مجبور ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرنی پڑی کہ وہ ثمامہ کو غذائی اشیا مکہ روانہ کرنے کے لئے کہہ دیں۔ کوئی اور ہوتا تو مکہ والوں کی فاقہ کشی پر نہ صرف خوش ہوتا بلکہ اس بات کی کوشش کرتا کہ کہیں سے بھی دشمنوں کو غلہ نہ پہنچنے پائے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف کرم دیکھئے کہ آپ نے مکہ والوں کی عداوت اور مسلسل دشمنی کو نظرانداز کرتے ہوئے ثمامہ کو لکھ دیا "ثمامہ کسی کو بھوکا مارنا اچھی بات نہیں ہے۔ مکہ والوں کو اناج کی سپلائی بدستور جاری رکھو"۔

ابو سفیان کی بیوی۔ ہندہ بنت عتبہ رسول اللہ صلعم اور آپ کے پورے خاندان کی شدید مخالف تھی۔ اُس نے حضور صلعم کے محبوب چچا حضرت حمزہ رضہ کو وحشی نامی غلام کے ذریعہ قتل کرایا تھا۔ اس نے حضرت حمزہ کی لاش کی بے حرمتی کی تھی۔ اُن کا سینہ چاک کر کے اُن کا کلیجہ چبایا تھا اور اُن کے ناک کان کاٹ کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

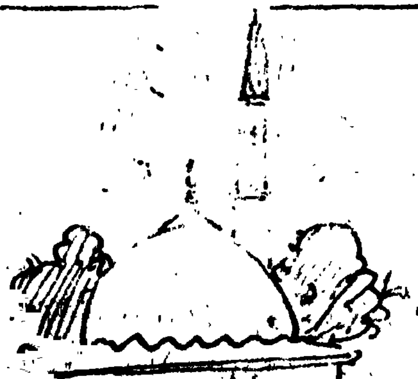
جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ نقاب ڈالے ہوئے رسول محترم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور معافی کی طالب ہوئی مگر اُس وقت بھی ایسے الفاظ ادا کئے جن سے کہ گستاخی جھلک رہی تھی۔ مکہ فتح ہو چکا ہے مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہے۔ اس موقعہ پر اس ظالم اور جابر عورت کو بڑی سے بڑی سزا دی جا سکتی تھی مگر آنحضرت صلعم نے اس سے بھی کوئی تعرض نہیں کیا اور اُسے بھی معاف فرما دیا۔

رسول اللہ صلعم کا یہ عفو و کرم دیکھ کر وہ پکار اٹھی "اے محمد آج سے پہلے مجھے آپ کے خیمہ سے زیادہ کسی خیمہ سے نفرت نہیں تھی۔ لیکن آج آپ کے خیمہ سے زیادہ مجھے کوئی خیمہ محبوب اور عزیز نہیں ہے۔

وحشی نامی غلام جس نے کہ رسول اللہ صلعم کے چچا حضرت حمزہ کو قتل کیا تھا۔ جبیر بن مطعم کا غلام تھا یہ بہت بڑا نشانہ باز تھا بھالا پھینک کر جسے چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ کی ترغیب پر اسی غلام نے پوری طاقت سے حضرت حمزہ رضہ پر بھالا پھینک کر مارا تھا۔ بھالا ناف کو چیرتا ہوا پار نکل گیا تھا۔ اور حضرت حمزہ اس حملہ میں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت حمزہ اپنے بھتیجے محمد صلعم پر دل و جان سے فدا تھے۔ حضرت حمزہ کی شہادت اور ان کی لاش کی بے حرمتی کا آنحضورؐ کو بڑا ہی ملال ہوا تھا۔

فتح مکہ کے بعد حضرت حمزہ کا قاتل یہی وحشی غلام مدتوں منہ چھپاتا پھرتا رہا۔ آخر رسول محترم کے رحم و کرم کے واقعات سن کر آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر معافی کا طالب ہوتا ہے۔ اُسے دیکھتے ہی رسول محترم کے چہرہ کی کیفیت بدل گئی۔ محبوب چچا کی شہادت اور لاش کی بے حرمتی کا سارا منظر سامنے آ گیا اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

ضبط و تحمل کی انتہا ہے کہ بدترین دشمن سامنے ہے ادنیٰ اشارہ پر اُس کا سر تن سے جدا کیا جا سکتا ہے۔ مگر جب دشمن گڑگڑاتا ہے بار بار معافی کا طالب ہوتا ہے تو آپ اپنے بدترین دشمن کو معاف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "وحشی جاؤ میں نے معاف کیا مگر کبھی میرے سامنے نہ آنا۔ تمہیں دیکھ کر شہید چچا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے"۔



غلامی سے لیکر شہنشاہی تک

اسلام نے غلامی کی زنجیروں کو پاش پاش کر دیا

(ہمارے سیاسی مفکر کے قلم سے)

ظہورِ اسلام کے بعد دنیا میں جو سب سے بڑا انقلاب برپا ہوا وہ یہ تھا کہ وہ انسان جو جانوروں سے بدتر غلامی کی زندگی گزار رہے تھے اُن میں اتنا حوصلہ پیدا ہوگیا کہ انھوں نے شہنشاہیت کا تختہ الٹ دیا اور وہ لوگ جو ہزاروں برس سے غلامی کی زندگی گزار رہے تھے شہنشاہی کے درجہ تک پہنچ گئے۔ چنانچہ کون نہیں جانتا کہ خاندان ایوبی کے غلاموں نے صدیوں تک مصر پر شہنشاہی کی ہے۔ اسی طرح ہندوستان اور دوسرے مشرقی ممالک میں بے شمار غلاموں کے خاندان شہنشاہی کے درجہ تک پہنچ گئے تھے۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے اس وقت ظاہر ہوا تھا جب انسان، انسان ہی کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ انسانوں کے طاقتور گروہ کمزور انسانوں کو اپنی مرضی پر چلاتے تھے۔ اور سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ تھی کہ کمزور انسان طاقتور لوگوں کی بالادستی کو اُن کا حق سمجھتے تھے اور اپنی خستہ حالی پر اطمینان محسوس کرتے تھے۔

ظہورِ اسلام کے دور کے حالات کو قلمبند کرتے ہوئے ایک جرمن مستشرق نے لکھا ہے کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام انسان کو اس وقت کی تاریکیوں اور پستیوں سے باہر نکالنے کے لئے ظاہر ہوا تھا۔ چنانچہ نامورِ مفکر براؤن نے "انسانیت کی تعمیر میں اسلام کا حصہ" کے زیرِ عنوان اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے ——

"اُس وقت کے عام سماجی حالات نے اسلام کے کام کو بے حد مشکل بنا دیا تھا۔ لوگ اپنی پسماندگی کو برقرار رکھنے پر مصر تھے اور اسلام کی اصلاحی کوششوں کی شدید مزاحمت اور مخالفت کرتے تھے۔ پھر چونکہ یہ مذہب اپنے اصلاحی کاموں کے دائرہ کو صرف عربوں ہی تک محدود نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اور اس کا پیغام پوری دنیا کے لئے عام تھا اس لئے اس کی مشکلات بہت زیادہ ہوگئی تھیں۔ ان تمام مزاحمتوں اور مخالفتوں کے باوجود یہ مذہب چند ہی سال کے عرصہ میں مقبول اور طاقتور مذہب بن گیا تھا۔ اور آج بھی اس کی مقبولیت اور ترقی کی رفتار دوسرے مذاہب سے کہیں زیادہ تیز ہے اور اس کی اس حیرت انگیز کامیابی اور ترقی کا سبب یہ ہے کہ اس نے انسان کو ایک ایسے نظامِ حیات کے قیام کی دعوت دی ہے جس میں اس کی انفرادیت ابھر جاتی ہے۔ اور وہ اپنے فرائض اور حقوق کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور اُسے وہ سکون حاصل ہو جاتا ہے جس کے بغیر وہ اپنی کسی بھی صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کر سکتا"

اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی انفرادیت کو ابھارنے کا مقصد ہمیشہ پیشِ نظر رکھا ہے، چنانچہ اس کے عقائد عبادات معاشرت غرضکہ ہر میدان میں اس کا یہ مقصد کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن اس کے واضح خدوخال اُس ریاستی نظام میں نظر آتے ہیں۔ جسے اسلام کا نظامِ حکومت کہا جاتا ہے اور جس کا ابتدائی دور "خلافتِ راشدہ" کہلاتا ہے۔ اسلامی حکومت کا یہ دور اس اعتبار سے بھی مثالی دور ہے کیونکہ اسمیں نہ صرف اس مذہب کی صحیح تعلیمات کو نافذ اور رائج ہی کیا گیا تھا بلکہ انسان کی انفرادیت کو نمایاں ہونے کا موقع بھی حاصل ہوا تھا۔

اسلام نے خلافتِ راشدہ کے عنوان سے جو نظامِ ریاست رائج کیا تھا وہ ماضی کے کسی تجربہ پر مبنی نہیں تھا بلکہ صرف اُس روشنی پر مبنی تھا۔ جو اسلام نے انسان کو عطا کی تھی اور موجودہ دور کے ممتاز ترین مفکرین بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ نظام موجودہ

جمہوری نظام سے بدرجہا بہتر تھا۔ اس نظام نے انسان کو اس کی انفرادی عظمت، اس کی ذمہ داریوں اور اس کے حقوق کا اعتراف کرایا تھا اور اس طرح دنیا میں پہلی بار ایک ایسا ماحول پیدا ہوا تھا جسے حقیقی معنی میں انسان کی عظمت اور اس کی تعمیری صلاحیتوں کے بروئے کار آنے کا دور کہا جا سکتا ہے۔

اسلام کا مقصد انسان کی پستی کو برقرار رکھ کر انہیں طاقتور انسان کا محکوم بنائے رکھنا نہیں تھا۔ اس لئے جب داعیِ اسلام کی رحلت کے بعد مسلمانوں نے اپنے اولین سربراہ کا انتخاب کیا تو اس سربراہ ریاست (حضرت ابوبکر صدیق رض) نے لوگوں کو یہ یاد دلانا ضروری سمجھا کہ اُن کے حقوق اور فرائض کیا ہیں۔ اور اسلام کے نقطۂ نظر سے سربراہ ریاست پر کیا ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں چنانچہ اسلامی حکومت کے پہلے سربراہ کی پہلی تقریر کے یہ الفاظ اسلام کے عظیم جمہوری نظام کی نشاندہی کرتے رہیں گے۔ "میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں مجھے جو ذمہ داری سونپی گئی ہے اسے پورا کرنے کے لئے مجھے تمہارا تعاون درکار ہے لیکن میں سیدھے راستہ پر چلوں تو تمہیں میرا ساتھ دینا چاہئے اور سیدھے راستہ پر نہ چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا چاہئے، طاقتوروں سے کمزوروں کے حقوق دلانا میرے فرائض میں داخل ہے اور جب تک میں اپنے اس فریضہ کو پورا نہیں کروں گا آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔"

آج دنیا کے جمہوری نظام کے آئین اور ادارے تحریری شکل میں موجود ہیں۔ اگرچہ انہیں کسی زاویہ سے بھی اسلامی نظام حکومت کے آئین کی ہمسری کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن اس خامی کے باوجود ان کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اُن کی بیشتر دفعات محض تحریر ہی تک محدود ہیں۔ لیکن اسلامی آئین حکومت کم از کم خلفائے راشدین کے دور میں تحریر سے آشنا نہیں تھا مگر اس کا کوئی تصور ایسا نہیں تھا جسے عملی شکل نہ دی گئی ہو۔

خلفائے راشدین عوام کو اس بات کی ترغیب دیتے تھے کہ اگر انہیں عمال حکومت حتیٰ کہ خود خلیفۂ وقت سے بھی [illegible] ہو تو [illegible] بے خوفی کے ساتھ مجمع عام میں بیان کر دیں چنانچہ [illegible] عمال کے کسی اقدام کے خلاف کوئی اعتراض کیا جاتا تھا تو وہ اس کا اطمینان بخش جواب دیتے تھے۔

اور عمال حکومت کے خلاف کی ہوئی شکایات کی تحقیقات کرانے کے بعد اگر انہیں صحیح پاتے تو عمال کو سزائیں دینے یا سخت تنبیہ کرنے میں بھی تامل نہیں کرتے تھے۔

اسلامی دور حکومت کی سب سے بڑی جمہوری خصوصیت یہ تھی کہ اس میں کسی مذہبی، لسانی اور تہذیبی اقلیت کو اکثریت کا تابع نہیں کیا گیا تھا۔ قوم کا ہر مذہبی لسانی اور تہذیبی گروہ اپنی روایات اور خصوصیات کو برقرار رکھنے میں پوری طرح آزاد تھا۔ اور ریاست صرف امن عامہ نظم اور قانون سے تعلق رکھنے والے معاملات میں مداخلت کرتی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ خلافت راشدہ کے دور میں قانون شریعت بہ مکمل درآمد کیا جاتا تھا۔ لیکن جہاں تک مذہبی آزادی کا تعلق ہے، اسلامی قانون تمام مذاہب کی آزادی کا تحفظ کرتا تھا اور انتظامی معاملات میں بھی مسلمانوں کے علاوہ غیرمسلموں سے بھی مشورہ کر لیا جاتا تھا۔ چنانچہ شام میں بندوبست اراضی کے سلسلہ میں خود خلیفۂ دوم حضرت فاروق اعظم نے شام کے عیسائی امرا سے بھی مشورہ کیا تھا۔ اور اسلام کی پوری تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے اعلیٰ جمہوری اصول اور اُن پر عمل درآمد نے لوگوں میں اُن کی انفرادی عظمت اور قوت کے احساس کو بیدار کر دیا تھا۔

نمرود کی خدائی کو چیلنج

(باقی مضمون ص ۳۴)

نے مل کر اپنے ہاتھوں سے خدا کے گھر کی تعمیر کے دوران [illegible] انھوں نے خدا کے اس گھر کو خیر و برکت اور رشد و ہدایت کا مرکز بنانے اور ایک ایسا ہادی بھیجنے کی دعا کی جس تا کہ چشمۂ ہدایت قیامت تک انسانوں کی پیاس بجھاتا رہے۔ چنانچہ پیغمبر آخرالزمان کی تشریف آوری نے اس دعا کی تکمیل کر دی اور خدا کی عبادت کے اس پہلے گھر کو ساری دنیا کے لئے مرکز ہدایت بنا دیا۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے ذریعہ اسلام کی ابتدا فرمائی۔ اور ان کے فرزند جلیل کے ذریعہ اس کی تکمیل فرمائی اور پھر محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ اس دین حق کو آخری شکل دے دی۔

مفلسی مصیبت بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنہوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اگر اعمال کو صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں، بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب عملیات منگائیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

(مرتبہ مولانا سید ظہور احمد [illegible])

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج کیا اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار رجعت کے اعمال درج ہیں۔ لا تعداد عداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق، تسخیر محبوب اور چوری کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش شامل ہیں

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول :- ابتدائی معلومات :- اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار برجوں کے رنگ وزن، سیاروں کی رفتار اور مقامات درج ہیں

باب دوم :- اعمال حسنہ :- اسمیں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی بزرگان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم :- اعمال محبت :- اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کیلئے اسم یا ودود کا عمل، عمل اسم الٰہی، سر محبت، تصور محبوب کا عمل، قرآنی اعمال درج ہیں

باب چہارم :- عملیات عداوت :- اسمیں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم :- کشائش رزق :- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور خوشحال بننے کیلئے بہترین اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم :- تسخیر خلائق :- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کیلئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں

باب ہفتم :- تسخیر حکام :- اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں

باب ہشتم :- چوری کی شناخت :- اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں

باب نہم :- گمشدہ کی واپسی :- اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔ جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے۔

باب دہم :- مختلف امراض کیلئے :- اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنہیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں

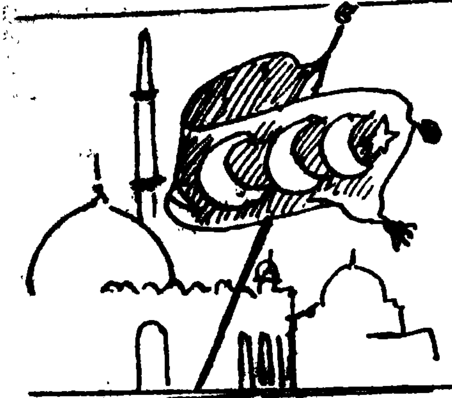
باب یازدہم :- اولاد کیلئے :- اسمیں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

باب دوازدہم :- حل مشکلات :- اسمیں پریشانی اور مشکلات سے نجات پانے کے لئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم :- فالنامہ غوث الاعظم :- اس فالنامہ کے ذریعہ بھی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج [illegible]۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف دس روپئے۔

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی۔



میدان کارزار میں مسلم خواتین

"ناجیہ بنت سلیمان" کے میدان جنگ میں کارنامے

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کی مجاہدانہ تعلیم نے مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی سرفروشی اور جانبازی کا جوجذبہ پیدا کردیا تھا۔ اُس کا اندازہ ناجیہ بنت سلیمان کے اُن مجاہدانہ کارناموں سے ہوسکتا ہے جو اس خاتون نے پہلی صدی ہجری میں انجام دیئے ہیں۔ ذیل کے مضمون میں اسلام کی اِسی مایہ ناز بیٹی کی حوصلہ مندی کی داستان بیان کی گئی ہے۔

رومیوں کو اپنی شجاعت اور طاقت پر بڑا ناز تھا لیکن انیسویں ہجری میں قیساریہ کے مورچہ پر رومی عیسائی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک جانباز مسلم خاتون نے اُن کی فوجوں کو درہم برہم کرکے رکھ دیا ہے۔ یہ خاتون عرب سپاہیوں کے ایک چھوٹے سے دستہ کی کمان کررہی تھی۔ مگر جدھر بھی بڑھتی تھی، رومیوں کی صفوں کو الٹ کر رکھ دیتی تھی۔

یہ حوصلہ مند خاتون مشہور عرب سردار سلیمان بن ربیعۃ الباہلی کی صاحبزادی "ناجیہ بنت سلیمان" تھی۔ عربوں کا برا دستور تھا کہ وہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی فوجی تربیت دیا کرتے تھے۔ چنانچہ سلیمان بن ربیعۃ الباہلی نے اپنی لڑکی ناجیہ کو ابتدا ہی سے فوجی تربیت دی تھی۔ اور اسی تربیت کا یہ نتیجہ تھا کہ جوان ہونے کے بعد یہ فن سپہ گری کی ماہر بن گئی تھی اسے تیغ زنی میں کمال حاصل تھا۔ تیر اندازی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ اور باپ کے ساتھ چونکہ اکثر و بیشتر فوجی معرکوں میں شامل رہی تھی۔ اس لئے اِس کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے تھے۔ چنانچہ انیسویں ہجری میں جبکہ سلیمان بن باہلی رومیوں کے مقابلہ میں صف آرا تھے۔ تو اُن کی یہی بیٹی اِس معرکہ میں اُن کی دستِ راست بنی ہوئی تھی۔

قیساریہ کا مورچہ گرم تھا لیکن رومیوں کی تعداد چونکہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ اس لیے تین دن کی مسلسل جنگ کے باوجود مسلمانوں کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوسکی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ عیسائیوں کو مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہونے لگا۔ سلیمان اگرچہ بڑی پامردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کررہے تھے مگر سپاہیوں کی قلت کی وجہ سے اُن کی کامیابی مشکوک ہوتی چلی جارہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ چاروں طرف سے دشمنوں سے گھر گئے۔

ناجیہ بنت سلیمان نے جب یہ حالت دیکھی تو اُس نے پہلے تو مجاہدین کے روبرو ایک نہایت ہی پرجوش تقریر کی اور اس کے بعد پوری طاقت سے دشمن کے لشکر پر ٹوٹ پڑی۔ ناجیہ کی تہور اور سرفروشی کے مظاہرہ نے مجاہدین میں بھی بے پناہ جوش پیدا کردیا۔ ہر سپاہی جان پر کھیل گیا اور اس غیر معمولی حوصلہ مندی کا نتیجہ یہ نکلا کہ رومیوں کے صفیں درہم برہم ہوگئیں۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آخر چند ہی گھنٹوں کے اندر رومی لشکر کے قدم اکھڑ گئے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر اس نازک وقت میں ناجیہ غیر معمولی دلیری سے کام نہ لیتی تو مسلمانوں کے لئے اِس مورچہ پر فتحیاب ہونا بے حد دشوار تھا۔ تاریخ کا یہ عجیب و غریب واقعہ ہے کہ اس معرکہ میں مٹھی بھر مسلمانوں نے عیسائیوں کے ایک لشکر عظیم کو زیر کرلیا

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس عظیم الشان فتح میں ناجیہ بنت سلیمان کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

ناجیہ اگرچہ ایک شادی شدہ خاتون تھی اللہ نے اُسے دو بچے بھی عطا کئے تھے لیکن اُس کا دل گھریلو کاموں میں بالکل نہیں لگتا تھا۔ اُسے جب بھی موقع ملتا تھا وہ برابر جنگی معرکوں میں حصہ لیتی رہتی تھی یوں تو قبیساریہ کے معرکہ کے بعد بھی وہ کئی اہم لڑائیوں میں شریک رہی ہے۔ لیکن قیساریہ کے بعد جس سب سے بڑے معرکہ میں اُس نے حصہ لیا وہ آذر بائیجان کا معرکہ تھا جو ۲۲ھ ہجری میں پیش آیا تھا۔

اس معرکہ کی تفصیل یہ ہے کہ پے در پے شکستوں نے ایرانیوں کو مسلمانوں کے خلاف بے حد برہم کر دیا تھا۔ وہ مسلمانوں سے اپنی شکستوں کا انتقام لینے پر تلے ہوئے تھے۔ اور اسی مقصد کے تحت اُنھوں نے آذر بائیجان کے قریب ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا تھا۔ آخر ۲ ربیع الاول ۲۲ھ ہجری کو ایرانیوں نے پوری طاقت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حملہ اس قدر شدید تھا کہ مسلمانوں کے لئے مقابلہ دشوار ہو گیا لیکن اسلامی سپہ سالار نے دوبارہ لشکر کو منظم کر کے جنگ شروع کی تو جنگ کا رخ بدلنے لگا۔

اس معرکہ میں بھی قیساریہ کے معرکہ کی طرح مجاہد اسلام سلیمان بن ہاشمی اور اُن کی جانباز بیٹی "ناجیہ" بڑی گرمجوشی سے حصہ لے رہے تھے۔ ناجیہ کا طریقہ جنگ بالکل مختلف تھا۔ وہ اپنی فوج کو چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کر لیتی تھی۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے دستے مختلف سمتوں میں ناجیہ کی ہدایت پر دشمنوں پر حملے کرتے رہتے تھے۔ اس معرکہ میں بھی ناجیہ نے یہی طریقہ جنگ اختیار کیا تو اُسے بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ ایک طرف تو وہ خود شیر کی طرح حملے کر رہی تھی اور دوسری جانب اُس کے دوسرے دستوں کے سرداروں نے ایک تہلکہ بپا کر رکھا تھا۔ آخر ناجیہ کے حملوں نے ایرانیوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا۔ انتشار کے پیدا ہوتے ہی ناجیہ ایرانی لشکر کے قلب میں گھس گئی اگرچہ ناجیہ کی اس غیر معمولی حوصلہ مندی نے اُسے بری طرح زخمی کر دیا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ ایرانی فوجوں کے قدم اکھڑ گئے اور اُنھیں بری طرح شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

"ناجیہ بنت سلیمان" آذر بائیجان کے اِس معرکہ میں اِس بری طرح زخمی ہوئی تھی کہ وہ آیندہ کسی جنگ میں بھی شریک نہیں ہو سکی لیکن اُس کی جرأت اور دلیری نے دشمنوں کو یہ بتا دیا تھا کہ اسلام نے صرف مردوں ہی میں مجاہدانہ جذبہ پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اسلام کی بیٹیاں بھی مجاہدانہ جذبہ سے پوری طرح سرشار ہیں اور جس قوم کی بیٹیوں میں حوصلہ مندی موجود ہو دنیا کی کوئی طاقت بھی اُسے زیر نہیں کر سکتی۔

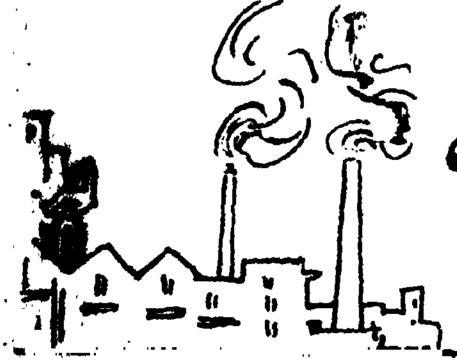
اصل بات یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں خواتین اسلام میں بے پناہ خدمت اسلام کا جذبہ پایا جاتا تھا جس کی زندہ مثال ناجیہ بنت سلیمان تھی۔ اسلام کی اِس مایہ ناز بیٹی نے اپنی زندگی اسلام کے لئے وقف کر دی تھی۔ اِس خاتون نے جوانی کا بہترین حصہ عیش و عشرت میں نہیں بلکہ میدان کارزار میں موت کے ساتھ کھیل کر گزارا ہے۔ اور جوانی کے بعد باقی تمام عمر یہ خاتون تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیتی رہی ہے۔

مورخوں کا بیان ہے کہ "ناجیہ بنت سلیمان" نے فوجی خدمات سے سبکدوش ہونے کے بعد جرجان اور طبرستان میں کئی تبلیغی مرکز قائم کر رکھے تھے۔ جہاں مسلمان عورتوں کو اشاعت اسلام کی تربیت دی جاتی تھی۔ اِن مرکزوں میں جن عورتوں نے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی اُنھوں نے بڑے ہی اہم کارنامے انجام دئے ہیں۔

"ناجیہ بنت سلیمان" کی حوصلہ مندی، ایثار اور قربانی سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے فروغ اور ترقی کا اصل باعث کیا تھا یہ بات قابل غور ہے کہ جس قوم میں ناجیہ جیسی خواتین ہوں گی اور اُن کی گودوں میں جو قوم پلے گی وہ کتنی شجاع اور بہادر ہوگی اور اُس میں ایثار اور قربانی کا کس قدر جذبہ موجود ہوگا۔

سچ تو یہ ہے کہ دور اوّل میں اسلام کی بے پناہ طاقت کا راز یہ تھا کہ اسلام نے عورتوں اور مردوں کی ایک ایسی ایثار پیشہ جماعت پیدا کر دی تھی جو حق کے لئے پہاڑوں سے ٹکرا جاتی تھی اور پھر ان ہی ایثار پیشہ ہستیوں کے بطن سے جو حوصلہ مند نسلیں پیدا ہوئیں اُنھوں نے اپنی حوصلہ مندی سے دنیا کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔

وسائل ترقی وکامیابی



ترقی کا موقع ہر وقت موجود ہے

اپنے اوپر بھروسہ رکھو۔ اور ہمت سے کام لو

(ہمارے اقتصادی مبصر کے قلم سے)

ترقی اور کامیابی کے متلاشی حضرات کے لئے اس مضمون میں بہت سی کام کی باتیں بتائی گئی ہیں۔ ہم کو خوشی ہے کہ اس نوعیت کے مضامین کو دیہاتی دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں بے حد پسند کیا جا رہا ہے۔

امریکہ کے نامور صناع مسٹر جے کلارک کی رائے ہے کہ "ترقی کا موقع ہر وقت موجود رہتا ہے۔ بشرطیکہ ترقی اور کامیابی کا متلاشی انسان اپنے لئے راستہ تلاش کرے ہر انسان کو اپنی کامیابی اور ترقی کے لئے خود ہی راستہ تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اور جب وہ صحیح راستہ تلاش کر لیتا ہے تو پھر کامیابی کی منزل دور نہیں رہتی"

مسٹر جے کلارک نے جو کچھ کہا ہے اُس کی صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ واقعی کامیابی کے متلاشی انسان کو خود ہی راستہ تلاش کرنا پڑتا ہے۔

جو حضرات کہ ترقی اور کامیابی کے خواہاں ہیں اُنھیں ٹھنڈے دل کے ساتھ اپنے لئے کام تجویز کرنا چاہیے۔ اگر وہ تجارت کرنا چاہتے ہیں تو انھیں چاہئے کہ تجارت پر روپیہ لگانے کی بجائے پہلے اس کام کا تجربہ حاصل کریں۔ اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو کاروبار بھی کرنا ہو۔ اُس کاروبار کی کسی فرم میں ملازمت حاصل کرلی جائے۔ اور عملی طور پر کام کر کے تجربہ حاصل کیا جائے پھر اُس کے بعد اس کام کو شروع کیا جائے۔

اسی طرح اگر کسی صنعت سے دلچسپی ہے تو اُس صنعت کے کسی کارخانہ میں جا کر کام کیا جائے اور ہر پہلو پر گہری نظر رکھی جائے اور اس کے بعد اپنا کام شروع کیا جائے جو لوگ کہ تجربہ حاصل کئے بغیر کوئی کام شروع کر دیتے ہیں اُن کا لگایا ہوا تمام سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

دنیا کے جتنے بھی کامیاب تاجر اور صناع ہیں اُن سب نے تجربہ حاصل کرنے کے بعد ہی ترقی حاصل کی ہے ہینری فورڈ جو موٹروں کا بادشاہ ہوا ہے اور جس کا کارخانہ آج بھی موٹر سازی میں سارے امریکہ میں امتیاز کا درجہ رکھتا ہے ابتدا میں ایک معمولی مزدور تھا جو مختلف صنعت گاہوں میں مدتوں کام کرتا رہا ہے۔ اور انہی صنعت گاہوں کی تربیت نے اُسے ایک روز دنیا کا بہت بڑا صناع بنا دیا۔

مسٹر ٹامس لپٹن۔ جن کے کارخانہ کی لپٹن چائے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ساری دنیا میں مشہور ہے۔ ابتدا میں بہت ہی غریب تھے۔ اُنھوں نے بھی ایک معمولی مزدور کی حیثیت سے اپنی زندگی شروع کی تھی۔ چائے کے باغات میں کام کرنے کی وجہ سے اُن کا تجربہ بڑھ گیا تھا۔ اور اسی تجربہ سے فائدہ اٹھا کر اُنھوں نے چائے کی تجارت میں بے اندازہ دولت اور نام پیدا کیا ہے۔

مسٹر لیوی زیڈ لیٹر لارڈ کرزن سابق وائسرائے ہند کے خسر اور ایک کروڑپتی امریکن سوداگر تھے۔ یہ ابتدا میں ایک دارو کمپنی میں ایک معمولی کلرک تھے۔ لیکن کمپنی کے ہر شعبہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اُن کو تنخواہ نہایت معمولی ملتی تھی۔ لیکن یہ صبح سے لیکر رات تک برابر کام کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ ان کا مقصد ملازمت نہیں تھا۔ بلکہ تجربہ حاصل کرنا تھا۔ اور جب اُنھوں نے

محسوس کر لیا کہ وہ پوری طرح کاروبار پر حاوی ہو گئے ہیں تو تھوڑا تھوڑے سے سرمایہ سے اپنا ذاتی کاروبار شروع کر دیا اور وسیع تجربہ کی بنا پر یہ آگے بڑھنے لگے، یہاں تک کہ یہ امریکہ کے کروڑپتیوں میں شمار ہونے لگے۔

مسٹر لیوی اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دنیا میں لوگ سرمایہ کو اہمیت دیتے ہیں۔ میرے نزدیک سرمایہ کوئی چیز نہیں ہے۔ سب سے بڑی چیز انسان کا تجربہ ہے۔ اگر کسی انسان کو کسی شعبہ میں بھی تجربہ حاصل ہو جائے تو پھر اس کے لئے سرمایہ کی کمی نہیں۔ سرمایہ تو خود ہی ایسے انسان کے قدموں میں آن پڑتا ہے۔

ان حقائق اور واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ترقی اور کامیابی کیلئے تجربہ کی کس قدر ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تجربہ کے بغیر کامیابی تقریباً ناممکن ہے۔ لہٰذا ہر کامیابی اور ترقی کے متلاشی انسان کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ وہ جو کام بھی شروع کرنا چاہے۔ پہلے اُس کا تجربہ حاصل کرے۔ اور اور جب اطمینان ہو جائے کہ اُسے کافی تجربہ حاصل ہو گیا ہے تو اپنا ذاتی کاروبار شروع کرے۔

لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ صرف تجربہ ہی کافی نہیں ہے ہمارے سامنے ایسی بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ تجربہ حاصل کرنے کے بعد بعض لوگوں نے کاروبار شروع کیا ہے مگر وہ بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ اور اُن کی ناکامی کا بڑا سبب یہ ہے کہ اُن میں حوصلہ کی کمی تھی۔ اور استقلال کے ساتھ کام کرنا نہیں جانتے تھے۔

مقصد یہ ہے کہ تجربہ حاصل کرنے کے بعد جب کام شروع کرو تو حوصلہ مندی سے کام لو۔ اگر راہ میں مشکلات آتی ہیں تو ذرا بھی نہ گھبراؤ بلکہ بڑی مردانگی کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرو۔ دنیا میں جتنے بھی کامیاب انسان ہوئے ہیں۔ اُن کی کامیابی کا راز صرف یہ ہے کہ وہ بڑے استقلال کے ساتھ آگے بڑھتے رہے ہیں۔ اگر راہ میں مشکلات آئی ہیں تو اِن مشکلات پر اُنھوں نے قابو حاصل کر لیا ہے



تاریخی افسانہ

عورت کا انتقام

تاریخ بہمنی کا ایک واقعہ افسانہ کی شکل میں

(از جناب منظر بھاگلپوری)

دکن میں سلطنتِ بہمنی کے بانی سلطان علاء الدین حسن گانگو کے مرنے کے بعد سنہ ۱۳۷۳ء میں اُس کا بیٹا مجاہد شاہ جب تخت نشین ہوا تو اُس کے چچا داؤد شاہ نے اس کے گرد سازش کا جال بچھا دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سازشیوں نے مجاہد شاہ کو اغوا کر کے ہلاک کر دیا۔ ذیل میں یہی واقعہ افسانہ کی رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

دربار میں کہرام مچا ہوا تھا۔ قصرِ سلطانی میں ایک قیامت برپا تھی سلطان مجاہد شاہ کے اچانک محل سے غائب ہو جانے پر سب ہی حیران تھے۔ ہرکارے ہر طرف دوڑائے گئے۔ سراغ رساں پورے ملک میں پھیلا دیے گئے

شہر گلبرگہ کے گوشہ گوشہ میں شور مچا ہوا تھا ہر شخص اس واقعہ کے بارے میں چہ میگوئیاں کر رہا تھا مگر اہل شہر کی عام رائے یہ تھی کہ نوجوان بادشاہ کی پر اسرار گمشدگی میں اُس کے عیار چچا داؤد خاں کا ہاتھ ہے۔

بڑی تگ و دو کے بعد صرف اتنا پتہ چلا کہ ایک روز شام کے وقت محل سے دور شاہی باغ میں مجاہد شاہ کو افروز خانم اور اُس کے بھائی مسعود خاں کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ افروز خانم ایک نہایت ہی عشوہ طراز خاتون تھی۔ جس پر بادشاہ نہ جانے کیوں زمانہ دراز سے دل و جان سے دیوانہ تھا۔

بادشاہ کے سب سے بڑے مخالف داؤد شاہ سے اگرچہ افروز خانم کو بے حد قربت حاصل تھی اور بادشاہ کا اس کے ساتھ میل جول خطرہ سے خالی نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس عیارہ نے بادشاہ کو اس طرح شیشے میں اتار لیا کہ وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔ اور بری طرح سے اس پر دم و دیوانہ بنا ہوا تھا۔

افروز خانم اور مسعود خاں کی تلاش شروع ہوئی لیکن بادشاہ کی طرح یہ دونوں بھی غائب تھے۔ اور اُسی روز سے لاپتہ تھے جس روز سے کہ بادشاہ لاپتہ تھا۔

کئی روز تک بادشاہ اور افروز خانم کی تلاش جاری رہی آخر دس دن کے بعد گلبرگہ سے بہت دور افروز خانم اور اُس کے بھائی مسعود خاں کی لاش ایک گنجان جنگل سے برآمد ہوئی اور بادشاہ کا پھر بھی کچھ پتہ نہ چل سکا۔

سراغ رساں اس نتیجہ پر پہنچے کہ سازشیوں نے پہلے تو افروز خانم اور مسعود خاں کے ذریعہ بادشاہ کو ٹھکانے لگایا اس کے بعد جرم کے انکشاف کے خوف سے ان دونوں کو بھی ختم کر دیا۔

اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد مجاہد شاہ کو مردہ تصور کر لیا گیا اور داؤد خاں جو کہ پہلے ہی عمائدین سلطنت کو ہموار کر چکا تھا بڑے کر و فر اور شان و شوکت سے گلبرگہ کے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ امرا نے نذریں گزرانیں۔ شعرا نے مداحیہ قصائد پڑھے۔ دار السلطنت میں جشن منایا گیا۔ لیکن مجاہد شاہ کی بہن روح پرور نے نئے بادشاہ کی تخت نشینی سے کوئی دلچسپی نہ لی۔ وہ حقیقت حال سے واقف ہو چکی تھی۔ اُس کے دل میں انتقام لینے کے لئے شعلے بھڑک رہے تھے۔ اور اُس کا دل چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ خون کا بدلہ صرف خون ہی ہو سکتا ہے۔

تخت نشینی کے چند دن بعد ــــــــ

داؤد شاہ اپنے ایوانِ خاص میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک چوبدار نے اندر آکر عرض کیا "عالی جاہ دو شخص خدمت اقدس میں باریابی کی اجازت چاہتے ہیں"

"آنے دیا جائے ــــــ" داؤد شاہ تحکمانہ لہجہ میں بولا چوبدار واپس چلا گیا۔ اور دو آدمی جو وضع قطع سے اہل دربار معلوم ہوتے تھے، داخل ہوئے اور آدابِ شاہی بجا لاکر بیٹھ گئے ــــــ

چند ساعت کے بعد داؤد شاہ نے سکوت کو توڑتے ہوئے پوچھا "تم لوگ اپنی غداری اور نمک حرامی کے عیوض کونسی سزا پسند کرتے ہو؟ تم کو اختیار دیتا ہوں کہ اپنے لئے جو سزا مناسب سمجھو تجویز کر لو"

داؤد شاہ کی زبان سے خلافِ توقع کلمات سن کر دونوں کے حواس جاتے رہے ــــــ چہرہ فق ہو گیا۔ اور بدن لرزنے لگا۔

"ظلِ سبحانی!" بدقت تمام ایک نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا "ہم اِس خاندانِ عالیہ کے قدیم نمک خوار اور وفادار رہے اور اب تک ہم نے حضور کے ارشادات کی تعمیل کی خاطر اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ اور انشاء اللہ آئندہ ہم فداکار ہی ثابت ہوں گے"

"میرے روبرو یہ بیہودہ بکواس مت کرو۔ ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھو لو گے۔ تم نے ہمیشہ اپنے آقا کے خلاف سازشوں میں حصہ لیکر اُس کا حقِ نمک تباہ کیا ہے۔ اور سلطنت کی جڑیں کلہاڑی مارنے کی سعی کی ہے۔ جس کی پاداش میں تم سخت سے سخت عقوبت کے مستوجب ہو۔ تم نے ایک معمولی منصب اور دولت کی طمع میں مجاہد شاہ کو فریب دیا۔ اور اقدام قتل میں اُس کے قاتلوں کی اعانت مجرمانہ کے مرتکب ہوئے۔ اور اب نہایت خیرہ چشمی اور بے حیائی سے ان افعالِ ملعونہ کو اپنی خدماتِ حسنہ سے تعبیر کرتے ہو۔ ضرورت ہے کہ تم کو اِس گستاخی کی پوری سزا دی جائے"

"مجاہد شاہ کے قتل کی ساری ذمہ داری مسعود خان اور اُس کی بہن پر عائد ہوتی ہے ــــــ ہم تو محض جہاں پناہ کی خاطر اور حضور کے حکم سے اِس سازش میں شریک ہوئے تھے یہ حضور کی ذرہ نوازی ہے جو احمد نگر یا بیدر کی صوبہ داری کا ہم سے وعدہ فرمایا تھا۔ ہم کو امید ہے کہ یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا"

"یاد رکھو! تم سخت غلط فہمی میں مبتلا ہو، جب تم نے میرے ادنیٰ اشارہ پر اپنے شہنشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور اُس کے قاتلوں کی معاونت کی تو کیا تم سے یہ بعید ہے کہ کل تم میرے مخالفوں کی حیلہ سازی سے چند سکوں کی لالچ میں آکر مجھ کو نقصان پہنچانے میں آمادہ ہو جاؤ میں تمہاری وفاداری پر کیسے اور کس طرح اعتماد کر سکتا ہوں تمہارے پاس اِس کی کیا سند ہے کہ تم میرے ساتھ غداری نہیں کرو گے لہٰذا تمہاری حرام خوری اور غداری کی سزا یہی ہے کہ تم کو بھی مسعود اور اس کی بہن کے پاس پہنچا دیا جائے اور ہمیشہ کے لئے فتنہ و فساد اور خانہ جنگی کا قلع قمع کر دیا جائے"

"کیا ہم کو اِس قربانی کا کوئی معاوضہ نہیں ملے گا"

"تم یہی غنیمت سمجھو کہ اب تک زندہ اور صحیح سالم میرے حضور میں بیٹھے ہو ــــــ میرا یہی انعام بہت کافی ہے۔ ورنہ جو خنجر مسعود کی بہن نے مجاہد شاہ کے سینہ میں پیوست کیا تھا وہی تم دونوں کے سینہ میں بھی پیوست ہو چکا ہوتا"

"ہم دل و جان سے حضور پر قربان ہونے کو تیار ہیں"

"بس خاموش رہو ــــــ مابدولت کو خوشامد پسند نہیں ــــــ خیریت چاہتے ہو تو میرے سامنے سے دور ہو جاؤ اور اس شہر کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دو اگر پھر کبھی یہاں نظر آئے تو یاد رکھو تمہیں پھانسی دیدی جائے گی اور تمہارے سر نیزوں پر چڑھوا دئے جائیں گے۔ تمہاری کھالوں میں بھس بھر کر شہر کی فصیل پر نمائش کی غرض سے لٹکا دیا جائے گا۔ اور تمہارا گوشت چیل کوؤں اور کتوں کو کھلا دیا جائے گا۔ تاکہ تمہارا انجام ہر ایک کے لئے تازیانہ عبرت ہو، اور آئندہ کوئی شخص ایسی شرمناک غداری کی جرأت نہ کر سکے"

یہ سن کر وہ دونوں زیرلب کچھ بڑبڑاتے ہوئے باہر چلے گئے

ــــــــــــ

روح پرور، داؤد شاہ کی تخت نشینی کے بعد سے برابر اُس کی تخریب ہلاکت میں کوشاں رہتی وہ ہر ممکن طریقہ سے اُس کو تباہ کرنے پر تُلی ہوئی تھی۔ کبھی اُس کے کھانے میں زہر ملانے کی سعی کرتی، کبھی اُس کو خوابگاہ میں قتل کرنے کا ارادہ کرتی تھی لیکن داؤد شاہ اُس کی جانب سے چوکنا اور باخبر تھا۔ اسی لئے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی ــــ مگر آج وہ بے حد مسرور تھی۔ کیونکہ داؤد شاہ کی بارگاہ سے ٹھکرائے ہوئے دو ایسے جرائم پیشہ درباری اُسے مل گئے تھے۔ جنہوں نے داؤد شاہ کے قتل کی قسم کھائی تھی۔ اور جن کے بارے میں عام خیال یہ تھا کہ اُن کا مجاہد شاہ کے قتل میں بھی سب سے بڑا ہاتھ تھا۔

داؤد شاہ بغرض شکار دارالخلافہ سے باہر گیا ہوا تھا۔ محل شاہی بالکل سنسان پڑا تھا۔ ایک کمرہ میں روح پرور تنہا کسی خیال میں محو بیٹھی تھی۔ کبھی کبھی اٹھ کر کمرہ میں ٹہلنے لگتی تھی۔

اسی اثنا میں کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی اس کے [illegible] آدمی کمرہ میں داخل ہوئے۔

"کہو کیا خبر لائے" ــــ؟ روح پرور نے پوچھا

"آپ مطمئن رہیں ہم نے سب انتظام کر لیا ہے ــــ"

آنے والوں میں سے ایک نے کہا۔ ہمارے [illegible] رفتار گھوڑے باہر کھڑے ہیں۔ اہل دربار کی ایک کثیر جماعت ہماری معاونت کے لئے تیار ہے۔ شہر میں ہر جگہ ہمارے آدمی متعین ہیں۔ اب صرف اس موذی کو کیفر کردار تک پہنچانے کی دیر ہے" ــــ

"دیکھنا شکار پنجہ سے نکل نہ جائے"

"آپ فکر نہ کریں ــــ آپ سے زیادہ ہم کو اس بات کا خیال ہے۔ آپ کی خدمت کے لئے ہماری جان بھی حاضر ہے مجاہد شاہ کا خون ضرور رنگ لائے گا۔ اور یہ ظالم آج کی رات ہی خون میں تڑپتا ہوا دکھائی دے گا۔"

"خدا کا فضل تمہارے شامل حال ہے مجھ کو یقین کامل ہے کہ تم اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو گے۔ اور میرے قدموں کے سامنے اُس مغرور کا کاسۂ سر ہو گا۔"

پھر روح پرور اپنی تلوار ایک سردار کی کمر سے باندھتے ہوئے بولی۔

"یہ ہماری خاندانی تلوار ہے۔ تم اسی تیغ آبدار سے اُس ظالم کا سر تن سے جدا کرنا ــــ یاد رہے۔ یہ ہماری خاندانی تلوار ہے اِس کا زخم کبھی نہیں بھرتا"

"انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا" سردار نے کہا۔ اور پھر دونوں کمرہ سے باہر نکل گئے

"خدا حافظ!" روح پرور بآواز بلند بولی

ایک تہائی رات گزر چکی تھی ــــ پائے تخت گلبرگہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک گنجان اور تاریک جنگل میں وحشت ناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ طیور آوارہ اپنے اپنے آشیانوں میں پناہ لے چکے تھے۔ البتہ کبھی کبھی جنگلی جانوروں کی آوازیں جنگل میں گونج گونج کر سننے والوں کو وحشت زدہ کر دیتی تھیں بڑی ہی خوفناک رات تھی۔

داؤد خاں شکار کے لئے اسی جنگل میں آیا ہوا تھا۔ اُس کے ہمراہ بہت مختصر سی جماعت تھی۔ اور وہ بھی اس سے جدا ہو گئی تھی ــــ اب اُس کے پاس صرف دو آدمی رہ گئے تھے۔ جن میں سے ایک اُس کا پیش خدمت تھا اور دوسرا محافظ۔

دن چھپنے سے پہلے داؤد شاہ دریائے کشنا کے قریب پہنچ کر اپنے ہمراہیوں کا انتظار کرنے لگا جب کافی دیر ہو گئی اور کوئی نہیں آیا۔ تو وہ بہت پریشان اور متفکر ہوا۔ ناچار اُسی جگہ اپنا خیمہ نصب کر دیا۔ اور بستر پہ لیٹتے ہی سو گیا۔ خدمتگار اس کے پاؤں دبانے لگا۔

نصف رات کے قریب اندھیرے میں دو تلواریں بجلی کی طرح چمکیں اور چشم زدن میں دو آدمی دربان کو قتل کر کے اندر داخل ہو گئے۔ داؤد خاں پاؤں پھیلائے بے فکری کی نیند سو رہا تھا اور ملازم اُس کے پاؤں دبا رہا تھا۔ اچانک دو آدمیوں کو تلوار لئے اندر آتے دیکھ کر اُس نے بادشاہ کو زور کا ایک جھٹکا دیا۔ اور چلا کر بولا۔

"عالیجاہ! ہوشیار! دشمن سر پر آ گئے ــــ" اور وہ خود تلوار سونت کر دونوں سے برسرپیکار ہو گیا۔ حملہ آوروں

میں سے ایک تو اُس سے لڑتا رہا اور دوسرا داؤد خاں کی طرف جھپٹا مگر حملہ سے قبل ہی داؤد خاں اُٹھ کھڑا ہوا۔ سرہانے سے تلوار اٹھائی اور ایک ہی وار میں حملہ آور کے دو ٹکڑے کر دیئے ـــــــ

دوسرے حملہ آور نے اپنے ساتھی کو قتل ہوتا دیکھ پھرتی سے اپنا خنجر اس سرعت سے بادشاہ کے شکم میں اتارا کہ اُس کی آنتوں کو چیرتا ہوا پشت کے پار نکل گیا۔ اور وہ فرش پر ڈھیر ہو گیا ملازم بادشاہ کو گرتے دیکھ کر قاتل پر جھپٹا اور قاتل کی پشت میں پیچھے کی جانب سے خنجر گھونپ دیا۔ اور اس طرح بادشاہ کے قاتل نے بھی دم توڑ دیا۔ ملازم بھی جو بری طرح زخمی ہو چکا تھا بے دم ہو کر گر گیا۔ غرضیکہ بادشاہ اُس کے دونوں ملازم اور دونوں حملہ آوروں کی لاشیں برابر برابر پڑی ہوئی تھیں

دوسرے دن پانچ لاشیں قبرستان کی طرف جا رہی تھیں۔ سب شہریوں اور درباریوں کے چہرے افسردہ تھے۔ لیکن شہزادی روح پرور کے لبوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی اُس نے بھائی کے خون کا بدلہ لے لیا تھا۔ نہ صرف داؤد شاہ کو بلکہ اُس کے پرانے ساتھیوں کو بھی بڑی ہوشیاری سے کیفر کردار کو پہنچا دیا تھا۔ عورت جب انتقام لینے پر آتی ہے تو اس کا انتقام بڑا ہی سخت ہوتا ہے۔

عورتوں کیلئے۔



شادیاں بھی ایک کھیل

"تہذیب جدید" کی بڑھتی ہوئی ایک بیماری

(از محترمہ زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن نے ذیل کے مضمون میں آجکل کے لڑکوں اور لڑکیوں کے ایک ایسے غلط رجحان کی جانب توجہ دلائی ہے جس کی وجہ سے ہمارے اکثر گھرانوں کا سکون تباہ اور برباد ہوتا چلا جارہا ہے ۔

زمانہ کا انقلاب دیکھئے کہ ہمارے ملک کے نوجوان طبقہ نے شادی اور بیاہ کو بھی ایک کھیل اور تماشہ سمجھ رکھا ہے۔ اور ہمارے معاشرہ میں ایسی خرابیاں پیدا ہوتی چلی جارہی ہیں جنھیں اگر فوری طور پر دور کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو ہمارے ملک کی معاشرتی زندگی بھی اہل یورپ کی معاشرتی زندگی کی طرح تباہ اور برباد ہوجائے گی۔

میرے پاس ایسے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے خطوط برابر آتے رہتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آجکل کے لڑکے اور لڑکیاں اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ اُن کے والدین یا سرپرست اپنی مرضی سے اُن کا رشتہ کریں بلکہ یہ لڑکے اور لڑکیاں مغرب کی تقلید کرتے ہوئے اس بات کے خواہش مند ہیں کہ اُنہیں شادی کے معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ جہاں چاہیں اپنی مرضی سے اپنی پسند کی شادیاں کریں۔

اس سلسلہ میں عام طور پر لڑکوں اور لڑکیوں کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ "جبکہ شادی کے بعد شریک حیات کے ساتھ زندگی ہم کو گزارنی ہے۔ نہ کہ والدین اور سرپرستوں کو تو ہمیں اس بات کا پورا حق حاصل ہونا چاہئے کہ ہم اپنی پسند کا رشتہ خود تجویز کریں"

بظاہر یہ مطالبہ حق بجانب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کچی عمر کی لڑکیاں اور لڑکے اپنے لئے خود رشتہ تجویز کریں گے تو یہ رشتہ جو جذبات کی رو میں بہنے کے بعد قائم کیا گیا ہے۔ کیا آیندہ زندگی کے لئے خوشگوار اور کامیاب ثابت ہو سکتا ہے

اصل بات یہ ہے کہ آجکل کے لڑکوں اور لڑکیوں کی جانب سے یہ مطالبہ اس لئے شدومد کے ساتھ کیا جارہا ہے کیونکہ آجکل کے نوجوان سطحی محبت کے سیلاب میں بہتے چلے جارہے ہیں اور شادی سے قبل عشق بازی کا مرض اب عام ہوگیا ہے۔ اسکولوں اور کالجوں میں تو عشق بازی کی یہ وبا پہلے ہی سے موجود تھی۔ مگر اب حالت یہ ہے کہ عشق بازی کی یہ بیماری گھر کی چہار دیواریوں میں بھی داخل ہوگئی ہے۔ اور بے پردگی کی بنا پر یہ عام ہوتی چلی جارہی ہے۔ جس سے کہ ہمارے ملک میں بھی معاشرتی الجھنیں بڑھ رہی ہیں۔

اس بیماری کو پھیلانے میں فلموں کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے فلموں میں چونکہ سو فیصد عشق و عاشقی کے واقعات دکھائے جاتے ہیں۔ اس لئے انھیں دیکھنے کے بعد نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے جذبات بھڑکتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہی جذبات ابھر کر کالجوں اور گھروں میں عشق بازی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جس سے کہ بڑے بڑے فتنے آئے دن برپا ہوتے رہتے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ آجکل فلمیں ہماری زندگی کا جزو بن گئی ہیں فلموں کا دیکھنا کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا۔ ہیں تے بڑے بڑے

مذہبی گھرانوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو بے تکلف فلمیں دیکھتے ہوئے پایا ہے۔ اور اب تو ٹی وی کی بیماری نے فلموں کو بالکل ہی عام کر دیا ہے۔ حالانکہ فلم ایسی متعدی بیماری ہے جس سے کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو بچانا نہایت ضروری ہے فلموں میں عشق و عاشقی کے واقعات کچھ ایسے موثر انداز میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جو نوجوان طبقہ کے دلوں میں گھر کر جاتے ہیں۔ اور انہیں دیکھنے کے بعد نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اُن کی تقلید کرنے پر غیر اختیاری طور پر مجبور ہو جاتے ہیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر نوجوان طبقہ کو عشق بازی کی خطرناک وبا سے بچانا ہے تو ہمکو ان کے لئے فلم دیکھنے پر روک ضرور لگانی پڑے گی۔ ورنہ ہماری آیندہ نسلوں کی معاشرتی زندگی پر بہت برا اثر پڑے گا۔

عشق بازی کی شادیاں بظاہر بڑی ہی دلکش معلوم ہوتی ہیں اور عشق کرنے والے لڑکے اور لڑکیاں یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح آج وہ عشق کی پینگیں بڑھانے میں ایک کیف محسوس کرتے ہیں اسی طرح ساری عمر ان شادیوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے مگر یہ ایک دھوکہ اور فریب ہے۔ یہ الہڑ جوانی کا ایک نشہ ہے جس کے اترنے کے بعد شائد انہیں کفِ افسوس ملنا ہوگا اور انہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ازدواجی زندگی کا عشق اور عاشقی اور نفسانیت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ازدواجی زندگی ایک ایسا پاکیزہ رشتہ ہے جسے صرف اخلاص اور دردمندی کی بنیادوں ہی پر قائم کیا جا سکتا ہے۔

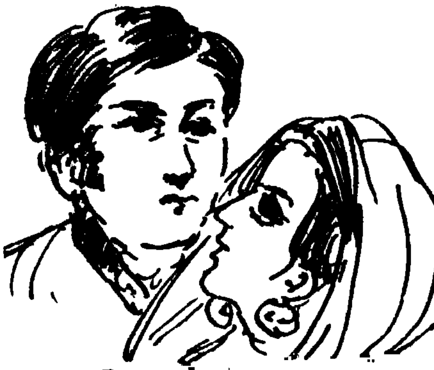
میں نے زندگی میں بہت سے نشیب و فراز دیکھے ہیں اور میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ عشق و عاشقی کی شادیاں شاذونادر ہی کامیاب ہوتی ہیں۔ ہمارے ملک میں تو شادی سے قبل۔ عشق بازی کی وبا ایک نئی بیماری ہے لیکن یورپ و امریکہ میں یہ مرض پرانا ہوچکا ہے۔ اور اب وہاں بھی اس کے خلاف آوازیں بلند ہونے لگی ہیں اس سے ہمارے ملک کے نوجوان سبق لیں

افسانہ

نئی منزل

جذبات میں ڈوبی ہوئی معاشرتی کہانی

(از جناب ندیم انصاری شاہجہانپوری)



میری نے خط کی آخری لائنیں ٹائپ کیں اور اسے فائل میں رکھ کر منیجر کے کمرے میں چلی گئی۔ چند منٹ بعد وہ اپنا وینٹی بیگ لے کر دفتر سے باہر نکلی تو اُسے کسی قدر تھکن کا احساس ہوا۔ اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے۔ اُس نے دفتر کی بوڑھی عمارت پر الوداعی نظر ڈالی اور تھکے تھکے قدموں سے گھر کی طرف چل دی۔ بس کے رکنے اور چلنے کے دھچکوں نے اُسے خیالات کی یلغار میں زیادہ بہنے نہ دیا۔ وہ خود بھی اپنے کھردرے خیالات سے الجھنا نہیں چاہتی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے کمرے کے سامنے کھڑی تھی۔ وینٹی بیگ سے چابی نکال کر اس نے کمرے کا تالا کھولا اور تھکی ماندی اندر داخل ہوگئی۔ سب سے پہلے اُس کی نظر فرش پر پڑے ہوئے لفافہ پر گئی تو وہ چونک پڑی اور سوچنے لگی یہ کہاں سے آگیا اس کا اس دنیا میں ہے ہی کون؟ ایک مجبور اور بے سہارا لڑکی!۔۔۔ اس نے اسی ذہنی کشمکش میں اُس لفافہ کو اٹھایا لیکن لفافہ دیکھتے ہی اُس کی آنکھوں میں مسرت کی برق لہرا اٹھی۔ چھ ماہ پہلے اس نے کانپور کی ایک کاٹن مل میں اسٹینوگرافر کا انٹرویو دیا تھا۔ یہ اسی مل کا لیٹر تھا۔ جس میں پہلی تاریخ کو اپنے ڈیوٹی جوائن کرنے کا آرڈر دیا گیا تھا۔ وہ بہت دیر کھڑی اپنے خوشی کے جذبے پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی کیونکہ کبھی کبھی انسان کے سامنے حقیقت بھی اتنی دھندلی نظر آتی ہے کہ اُس پر یقین نہیں آتا۔

کانپور پہنچ کر اس نے اپنی ڈیوٹی جوائن کرلی۔ اس آفس میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی کام کرتے تھے۔ جن میں چار ٹائپسٹ لڑکیاں بھی تھیں۔ اور اس آفس کا انچارج پچیس چھبیس سال کا خوبصورت نوجوان شعیب تھا۔ لانبا قد، گھنگھریالے بال اور بارعب شخصیت کا مالک!

چند دن میں ہی میری شعیب کی عادت سے واقف ہوگئی وہ بہت سنجیدہ، کم گو اور بااصول آدمی تھا۔ دوسروں کی ہمیشہ عزت کرنے والا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر شخص کی یہ کوشش رہتی تھی کہ وہ اپنے انچارج کو خوش رکھے

میری کو ملا کر آفس میں پانچ لڑکیاں تھیں۔ اور شعیب کا رویّہ سب کے لئے یکساں تھا بے حد مخلصانہ!۔۔۔ میری آفس کی لڑکیوں میں گھل مل چکی تھی اکثر جب وہ سب اکٹھی ہوتیں تو شعیب ان کی گفتگو کا موضوع بن جاتا۔ میری نے ان سب کی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ شعیب نہ صرف خوبصورت شخصیت کا مالک ہے بلکہ بلند کردار بھی ہے۔ میری کو یہ بھی پتہ چلا کہ شروع شروع میں جب شیلا آفس میں آئی تو اُس نے شعیب کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ شعیب بھی شیلا سے گھل مل گیا لیکن کچھ دنوں بعد شیلا کو احساس ہوا کہ وہ اتنے دنوں خوش فہمی میں مبتلا رہی تھی۔ شعیب کسی طرف جھکنا ہی نہیں جانتا تھا حالانکہ شیلا آفس میں سب سے خوبصورت اور حسین خد وخال کی لڑکی تھی۔

میری بھی کم خوبصورت نہیں تھی۔ صاف وشفاف رنگ، سیاہ اور گہری آنکھیں جن پر گھنیری پلکیں جھکی ہوئی تھیں چہرے پر معصومیت اور ملاحت تھی ٹھوڑی کے نیچے ایک سیاہ تل، جس نے اُس کی دلکشی میں کچھ اور اضافہ کر دیا تھا۔ وہ قدرتی خوبصورتی میں بے حد معصوم اور حسین معلوم ہوتی تھی۔ اس نے کبھی عارضی میک اپ نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی وہ میک اپ کی قائل تھی۔ اس کے برعکس

آفس کی سبھی لڑکیاں میک اپ سے لیس ہوکر آتی تھیں۔ بعض وقت انہیں دیکھ کر میری کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ بکھر جاتی۔ وہ سوچنے لگتی ان بیچاریوں نے نہ جانے کتنا وقت آئینے کے سامنے بیٹھ کر صرف کیا ہوگا۔

میری پابندی سے ڈیوٹی انجام دینے لگی۔ آفس انچارج اور منیجر اس کے کام سے پوری طرح مطمئن ہوگئے تھے منیجر نے اسے شاباشی بھی دی۔ اسی طرح چھ ماہ بیت گئے۔ ایک دن وہ شعیب کے کمرے میں ٹائپ کئے ہوئے کاغذات لے کر پہنچی تو شعیب نے خلاف توقع مسکرا کر سامنے والی کرسی پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ وہ بے چوں و چرا بیٹھ گئی۔ شعیب نے فائل سے ایک کاغذ نکالا اور اسے میری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "تمہیں میری مبارک ہو"

میری نے اسے پڑھا اور مشکورانہ نظروں سے شعیب کی طرف دیکھتے ہوئے جواب۔ "کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں۔ آپ نے مجھے اتنی جلد ترقی دلوا دی"

"اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں۔ یہ تو آپ کی محنت کا صلہ ہے۔ اگر میں آپ کی محنت کو نظرانداز کر دیتا تو یقیناً یہ میری بے انصافی ہوتی مجھے امید ہے کہ آگے بھی آپ اسی طرح دلچسپی سے کام کریں گی"

"آپ بے فکر رہیں۔ آپ کبھی میرے کام میں کوتاہی نہیں پائیں گے"

"Good" شعیب نے دھیرے سے کہا اور فائل دیکھنے میں منہمک ہوگیا۔

ایک دن وہ سو کر اٹھی تو اسے کچھ کچھ حرارت سی محسوس ہوئی جسم میں اضمحلال بھی تھا اور سر میں درد بھی۔ لیکن وہ دس بجے آفس پہنچ گئی دن بھر کام کرتے رہنے کی وجہ سے بخار نے شدت اختیار کرلی چہرہ سرخ ہوگیا لیکن وہ کام میں مشغول رہی۔ یہاں تک کہ شام کے پانچ بج گئے۔ آفس سے سارے لوگ اٹھ گئے صرف میری اور شعیب باقی رہ گئے۔

وہ کام کی دھن میں اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ اسے پتہ ہی نہ چلا کہ کب شعیب اس کے پاس آ کھڑا ہوگیا۔ شعیب بہت دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا اور پھر آہستہ سے بولا "آپ کی طبیعت کچھ خراب معلوم ہو رہی ہے؟"

وہ چونک پڑی اور بولی "نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں معمولی بخار ہے"

"کام کے ساتھ آپ کا یہ فرض بھی ہے کہ آپ خود پر ظلم نہ کریں"

"جی غلطی ہوگئی ——— دراصل صبح معمولی حرارت تھی" وہ سر جھکا کر بولی۔

شعیب نے آہستہ سے اس کی کلائی پر ہاتھ رکھ دیا اور میری کے جسم میں ایک لہر دوڑ گئی۔

"اوہ ——— آپ کو تو بہت تیز بخار ہے" وہ نہایت سنجیدگی سے بولا "انسان کو اپنی ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ اپنی صحت کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ ٹھیک ہے نا!"

"جی ہاں"

"تو پھر ایک کاغذ لے کر دو دن کی درخواست لکھئے اور اگر طبیعت ٹھیک نہ ہو تو اور چھٹی ایکسٹینڈ کرا لیتا"

میری نے اثبات میں سر ہلا دیا اور درخواست لکھنے لگی۔

دو دن تک میری بستر سے نہ اٹھ سکی بخار نے اس کی ہمت اتنی پست کر دی کہ وہ ڈاکٹر کے پاس بھی نہ جا سکی۔ ایسے موقعے پر اسے اپنی تنہائی کا اتنا احساس ہوا کہ اس کی آنکھوں سے نہ چاہتے ہوئے بھی آنسو نکل آئے۔ تیسرے دن جب اس کا بخار کچھ ہلکا ہوا تو اسے بھوک کی خواہش ہوئی۔ اس نے اسٹو جلا کر چائے کا پانی رکھ دیا۔ اسٹو کی سنسناہٹ کمرے میں گونجنے لگی میری آنکھیں موند کر لیٹ گئی کہ اچانک کسی کے قدموں کی چاپ سن کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے شعیب کھڑا تھا۔

"آپ" وہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی

"ارے ارے۔ آپ اٹھئے مت" شعیب نے میری کا ہاتھ چھوا اور پھر بولا "آپ کو تو ابھی تک بخار ہے کوئی دوائی؟"

"جی نہیں"

"کیوں!" شعیب نے گہری نظروں سے میری کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا "کیا آپ کو زندگی سے پیار نہیں؟"

"بات یہ ہے کہ ———" میری نے کہنا چاہا

"بات وات کچھ نہیں۔ آپ نہیں جانتیں کہ آپ کی زندگی

آپ کچھ نہ سہی مگر دوسروں کے لئے تو قیمتی ہے۔"

"جی" میری چونک پڑی جیسے اس کے خشک حلق میں کسی نے شہد کی بوند ڈال دی ہو۔

"ہاں" شعیب کا لہجہ بدستور سنجیدہ تھا۔ "اگر آپ زیادہ بیمار ہوگئیں تو ہماری فرم کو کتنا بڑا نقصان ہوگا۔"

میری نے ٹھنڈی سانس لے کر نگاہیں جھکالیں اور شہد کی مٹھاس تلخی میں بدل کر اس کے وجود میں پھیلتی ہوئی محسوس ہوئی جیسے وہ آسمان پر چڑھ کر نیچے گر پڑی ہو۔

چند لمحے خاموش رہی پھر شعیب بولا "میں نے شیلا سے آپ کا پتہ معلوم کیا تھا۔ سوچا آپ کی خیریت پوچھ لوں"

"میں بڑی خوش نصیب ہوں کہ آپ نے میری خاطر اس قدر زحمت کی" یہ کہہ کر میری چپ ہوگئی پھر اٹھتی ہوئی بولی "ذرا ٹھہریں ذرا چائے بنالوں۔"

شعیب نے آہستہ سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر لٹادیا اور بولا "آپ لیٹی رہئے میں چائے تیار کئے دیتا ہوں"

"ارے نہیں۔ نہیں۔ آپ ——" وہ بوکھلا کر بولی

"کیوں۔ کیا مجھے چائے بنانی نہیں آتی" شعیب اسٹوو کی طرف بڑھتا ہوا بولا "گھر پر روزانہ مجھے ہی چائے بنانی پڑتی ہے"

"آپ کو ——" میری نے حیرت سے کہا۔

"ہاں میں میری۔ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں" شعیب اتنا کہہ کر چپ ہوگیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا "میں ایک یتیم اور بے سہارا انسان ہوں۔ والدین بچپن میں مر گئے تھے۔ والد کے ایک عزیز دوست نے میری پرورش کی۔ چچی بھی بہت خیال کرتی تھیں اس لئے کہ ان کا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ انھوں نے مجھے تعلیم دلائی پھر جیسے ہی میں نے ذر[illegible] کیا کہ میری چچی بیمار ہوکر چل بسیں اور کچھ دنوں بعد میرے چچا نے دوسری شادی کرلی۔ وقت پھر میرے ساتھ مذاق کرنے پر تل گیا۔ نئی چچی میرے لئے بڑی مہربان ثابت ہوئیں لیکن ایک دن میں نے ان کی مہربانیوں کو بھانپ لیا اور ان سے رحم کی بھیک مانگی۔ وہ اپنی یہ توہین برداشت نہ کرسکیں اور بپھر گئیں۔ انھوں نے بدلے میں مجھ پر غلط الزام لگادیا میں برداشت نہ کرسکا اور اس سے پہلے کہ چچا صاحب کے سامنے میرا منہ کالا ہو میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اس دن مجھے معلوم ہوا کہ ہوس انسان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دیتی ہے گھر سے نکلنے کے بعد میں نے بے شمار مصائب کا سامنا کیا۔ کئی بار سوچا کہ اپنی اس بے مقصد زندگی کا خاتمہ کرلوں لیکن میرے ضمیر نے مجھے اس سے باز رکھا اور میں نے جد وجہد تیز کردی آخر مجھے کنارا مل گیا اور میں اس جگہ پر پہنچ گیا۔ اب جب تک میں آفس میں رہتا ہوں مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں تنہا نہیں ہوں بلکہ سب میرے اپنے ہیں اور اس احساس نے مجھے زندگی سے پیار کرنا سکھا دیا۔"

یہ کہہ کر شعیب چائے تیار کرنے لگا۔ ایک پیالی میری کی طرف بڑھادی اور دوسری اپنے سامنے رکھ لی۔ میری کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس عظیم انسان سے کیا بات کرے۔ اس کے دل میں شعیب کے لئے ہمدردی کا ایک عظیم جذبہ ابھر آیا تھا۔ وہ اس کی درد بھری کہانی سے بے حد متاثر ہوئی تھی۔ کمرے میں ہیبت ناک سناٹا بہت دیر تک طاری رہا پھر میری بولی "ایسا لگتا ہے جیسے ہم دونوں کی تقدیریں ایک ہی کاتب تقدیر نے لکھی ہیں میں بھی ایک بے سہارا لڑکی ہوں جس کا دنیا میں کوئی نہیں۔ بعض وقت اپنے اردگرد اجنبی ماحول پر نظر ڈالتی ہوں تو زندگی بے مقصد معلوم ہونے لگتی ہے۔"

"زندگی بے مقصد اس وقت بن جاتی ہے جب اس کا کوئی نصب العین نہیں ہوتا۔ اسے اپنے لئے نہ سہی دوسروں کے لئے وقف کردیجئے اس میں آپ کو انتہائی سکون ملے گا۔"

کمرے میں پھر خاموشی چھا گئی۔ دونوں نے چائے ختم کی اور شعیب یہ کہہ کر کھڑا ہوگیا "آپ کا بخار آج کچھ کم ہے آپ فوراً کسی ڈاکٹر کے پاس چلی جائیں"

چند دنوں بعد میری آفس آئی اور اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا۔ اب میری کے دل کے نرم گوشوں میں ایک انجانا جذبہ ابھرنے لگا تھا۔ اس کے آئینۂ ذہن پر ہر وقت شعیب کا تصور رقص کرتا رہتا۔ لیکن شعیب کی بے التفاتی اس کے قدموں میں زنجیر ڈالے ہوئے تھی۔ ویسے تو میری شعیب کے کمرے میں کئی بار جاتی لیکن سوائے رسمی گفتگو کے بات آگے نہیں بڑھتی۔ بعض وقت میری کو لگتا جیسے شعیب اس کے بہت قریب آگیا ہے اس

وقت اپنائیت کا احساس اس کے دل کو گدگدا نے لگتا لیکن کچھ ہی دیر بعد اس کا یہ احساس ایک بلبلے کی مانند پھوٹ جاتا۔

آفس میں میرا کا وقت کام کی مصروفیت میں گزر جاتا لیکن تنہائی میں بھٹکتے خیال اس کو بے چین کر دیتے وہ ذہنی خلفشار سے لڑنے کی کوشش کرتی مگر ایسا نہ کر پاتی اور خود سمندر کی طرح اس کے ذہنی انتشار اسے اپنے ساتھ بہالے جاتے

ایک دن میرا آفس پہنچی تو یہ دیکھ کر پریشان ہوگئی کہ شعیب غیر حاضر تھا۔ ہیڈ کلرک سے پوچھنے پر اُسے جواب ملا "نہ جانے شعیب صاحب کیوں نہیں آئے۔ ہو سکتا ہے طبیعت ناساز ہوگئی ہو" وہ تڑپ اٹھی۔ دن بھر اس کا کسی کام میں جی نہیں لگا۔ چھٹی ہونے پر وہ سیدھی شعیب کے گھر کی طرف چل دی۔ پتہ اُسے معلوم تھا۔

جس وقت اُس نے شعیب کے مکان میں قدم رکھا اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ کمرے میں سناٹا تھا۔ اور ہر چیز پر اُداسی سی چھائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس کا دل جیسے ڈوبنے سا لگا۔ وہ کمرے میں داخل ہوگئی۔ اچانک اس کا وجود کانپ کر رہ گیا۔ سامنے پلنگ پہ شعیب پڑا تھا۔ چہرہ مرجھایا ہوا، بال پریشان آنکھیں بند تھیں اس نے آہستہ سے اس کا ہاتھ چھوا اور جھجک پڑی بخار کی تیزی سے اس کا جسم جل رہا تھا۔ وہ شعیب کو اٹھانے کا ارادہ کر ہی رہی تھی کہ اسے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائے اچانک شعیب کے ہونٹ بڑبڑا اٹھے۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا "میری میں تم سے کیسے کہوں کہ میرے دل کے آئینہ خانے میں صرف تمہاری تصویر ہے نہ جانے تم اپنے دل میں کیا خیال کرو۔ کیونکہ میں ایک تنہا اور یتیم انسان ہوں جس کا کوئی بھی نہیں اور پھر ہو سکتا ہے میری، درخت کے سوکھے پتوں کی طرح میرے سپنے بکھر کر رہ جائیں اس لئے میں تمہاری تصور کے ساتھ زندگی کی سانسیں پوری کرنا چاہتا ہوں۔ خاموشی کے ساتھ ـــــ خاموشی بھی تو خود ایک منزل ہوتی ہے"

شعیب کی زبان سے اپنا نام سن کر میری ساکت ہو گئی اُس کے ہونٹ کانپ اُٹھے۔ آنکھوں میں بے اختیار آنسو چھلک گئے اُسے ایسا لگا جیسے اس کی جنم جنم کی پیاسی روح کو سیرابی مل گئی ہو اس کا جی چاہا وہ شعیب کی زبان سے اپنا نام بار بار سنتی رہے

بعض منظر ایسے ہوتے ہیں جب انسان اپنی آنکھیں موند کر اپنے آپ میں ڈوب جاتا ہے۔ چند لمحے بعد جب اس کے خیالات کا سلسلہ منتشر ہوا تو یکبارگی اس کے ذہن نے اسے خبردار کیا "شعیب کی زندگی میں داخل ہونا تیرے لئے مناسب نہیں۔ کیوں اس کی زندگی کے راستے میں تو کانٹے بکھیرے گی" میری کی آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو چھلک آئے اُس نے جلدی سے قلم نکالا اور میز پر سے ایک کاغذ اٹھایا جلدی جلدی کچھ لکھنے لگی پھر اسے شعیب کے سرہانے رکھ کر تیزی سے مکان کے باہر نکل گئی۔

ڈاکٹر نے شعیب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تو شعیب بخار کی غفلت سے چونک پڑا۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر اُس نے حیرت سے پوچھا "آپ کو کون لایا؟"

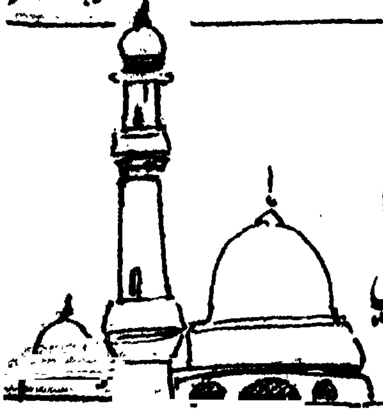
"ایک لڑکی مجھے لینے گئی تھی شاید باہر ہی رک گئی ہے" شعیب یہ سن کر اور بھی متعجب ہوا۔ ڈاکٹر نے اس کا اچھی طرح معائنہ کیا اور ایک انجکشن دے کر دوا کے لئے نسخہ لکھ دیا۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد شعیب نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور لیٹنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی نگاہ تکیے کے قریب رکھے ہوئے پرچے پر پہنچ گئی اس نے جلدی سے پرچہ اٹھالیا۔ اور اُسے کھول کر پڑھنے لگا۔

شعیب صاحب

میں ایک ایسی بدنصیب لڑکی ہوں جس نے طوائف کی کوکھ سے جنم لیا اور کوٹھے ہی پہ جوان ہوئی پرائیویٹ تعلیم پائی فن رقص سیکھا لیکن سن شعور تک پہنچنے کے بعد مجھے اس ماحول سے، اس گھناؤنی زندگی سے نفرت ہوگئی — میرے دل کے نہ جانے کون سے گوشے میں عزت، نسوانیت اور شرافت کا بیج اُگ آیا تھا جس نے مجھے اس ماحول سے بغاوت پر اکسا دیا میری ماں نے مجھے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن میں نے اس دنیا کو خیرباد کہہ دیا میں نے بہت دنوں تک بوالہوس درندوں کی نگاہوں کا سامنا کیا مگر ہمت نہیں ہاری۔ میں باعزت زندگی گزارنا چاہتی تھی آخر قدرت نے میری سُن لی اور ایک پرائیویٹ فرم میں مجھے جگہ مل گئی۔ کچھ دن بعد قسمت نے مجھے آپ تک پہنچا دیا اس طرح مجھے آپ کے قریب ہونے کا موقعہ ملا آپ کی چاہت میرے دل میں خاموشی سے پروان چڑھ رہی

(باقی ہے)

غیر ممالک میں اسلام



برطانیہ کا دوسرا بڑا مذہب اسلام

برطانیہ کے مسلمان صرف نام کے مسلمان نہیں ہیں

(از ادارہ دین دنیا)

اسلام کا یہ کھلا معجزہ نہیں ہے تو اور کیا ہے کہ آج سے ایک صدی قبل وہاں مسلمانوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ لیکن آج برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد ۱۵ لاکھ اور بیس لاکھ کے درمیان ہے۔ برطانیہ میں مسلمان سب سے پہلے یمن سے آئے تھے۔ جن کی تعداد اب تقریباً ساٹھ ہزار کے قریب ہے۔ یمنی مسلمان اسی برس قبل برطانیہ میں آئے تھے اور اب دنیا کے ہر حصے کے مسلمان برطانیہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ خود برطانیہ کے باشندوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اور وہاں دن بدن مسلمانوں کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

برطانیہ میں مسلمانوں کی نصف آبادی کا تعلق پاکستان اور بنگلہ دیش سے ہے۔ اس کے بعد سب سے زیادہ تعداد ہندوستانی مسلمانوں کی ہے جو ایک لاکھ سے بھی زائد ہے۔ ان میں اکثریت گجراتیوں کی ہے۔ عربوں کی تعداد بھی ایک لاکھ کے قریب ہے جن میں چالیس ہزار کے قریب صرف مصر کا ہیں۔ ترک مسلمان بھی ۸۰ ہزار کے قریب ہیں۔ جن میں سے اکثریت کا تعلق قبرص سے ہے بقیہ آبادی دنیا کے ہر حصہ سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے گروپوں پر مشتمل ہے۔ دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں کے مسلمان برطانیہ میں موجود نہ ہوں۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اسلام برطانیہ میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔ گذشتہ بیس سال کی مختصر مدت میں اس ملک میں تین اور چار سو کے درمیان مسجدوں کی تعمیر ہوئی ہے جبکہ اسی مدت میں ساڑھے چار سو گرجا گھروں کو زائد از ضرورت قرار دیتے ہوئے انہیں بند کر دیا گیا ہے کہ وہاں شاذ و نادر ہی کوئی بھولا بھٹکا راہی عبادت کے لئے پہنچ جاتا تھا۔ اس کے برخلاف برطانیہ میں کوئی ایک مسجد بھی ایسی نہیں ہے جسے اشد ترین ضرورت کے بغیر قائم کیا گیا ہو۔ یہاں تقریباً سب ہی مسجدیں نمازیوں سے بھری رہتی ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ برطانیہ کے مسلمانوں کو اسلام اور نماز سے غیر معمولی شغف ہے۔ البتہ برطانیہ میں بعض ایسی مسجدیں ضرور ہیں کہ مکان کے کسی لب سڑک کمرہ کو مسجد میں تبدیل کر لیا گیا ہے لیکن ایسی بھی مسجدیں یہاں ہیں جو اپنی وسعت کے لحاظ سے برطانیہ کے کسی بڑے سے بڑے گرجا سے کم نہیں ہیں۔

برطانیہ کے مسلمانوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ بے دینی کی فضا میں زندگی گزارنے کے باوجود اسلام سے غیر معمولی لگاؤ رکھتے ہیں۔ روزہ نماز کے سختی سے پابند ہیں۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کی جانب سے بھی غافل نہیں ہیں۔ برطانیہ میں خود مسلمانوں کی آبادیاں ایک جداگانہ دنیا ہے۔ جہاں رسم و رواج عادات و اطوار۔ تمدن و معاشرت۔ دکانیں [illegible] سب پر ہی اسلامی چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ گویا مسلمان آبادیوں پر اسلامی رنگ غالب ہے۔ یہاں تک کہ بعض مکانوں میں [illegible] اسلامی تمدن نظر آتا ہے۔

برطانیہ کی مسلم خواتین بھی امتیازی [illegible] رکھتی ہیں۔ ملک کے عام رواج کے خلاف آپ برطانیہ کی مسلم مستورات کو پارکوں اور تفریح گاہوں میں بہت کم پائیں گے۔ [illegible] ہیں وہ کسی اجنبی کے سامنے مر کے چلنے [illegible] کرنے کے لئے آئیں گی۔ اور اس کے بعد [illegible]

عقبی حصّہ میں چلی جاتی ہیں۔ مسلم عورتوں کے لباس بھی برطانیہ کی عام عورتوں کے لباس سے مختلف ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ شلوار یا پائجامے پہنتی ہیں۔ اور اپنی ٹانگوں کو ملک کے عام رواج کے مطابق ننگا نہیں کرتیں۔ یہاں کے باشندے نماز پنجگانہ بڑی پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ آپ کو یہاں عام طور سے ایسے مردانہ چہرے بھی نظر آئیں گے جن پر داڑھی کے ساتھ تقدس کا نور بھی چھایا ہوا ملیگا

برطانیہ کے عام باشندوں کو اس وقت بڑی حیرت ہوتی ہے جبکہ وہ کسی مسلمان سے گفتگو میں مصروف ہوں اور نماز کا وقت ہو جائے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس کا مسلمان مخاطب اسکے وجود کو بالکل فراموش کرکے ایک دم نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور وضو کرکے اور جانماز بچھا کر اپنے خدا کے حضور میں سربسجود ہو جاتا ہے اور نماز ختم کرنے کے بعد وہ پھر اس طرح اپنے مخاطب سے ہم کلام ہو جاتا ہے گویا کہ کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ اپنے اس فرض کی ادائیگی کے لئے وہ انتہائی ضروری بات چیت کو بھی ترک کر دیتا ہے۔ یعنی فریضہ نماز کو سب باتوں پر مقدم سمجھتا ہے۔ اور اب یہ چیز تسلیم کر لی گئی ہے کہ اسلام برطانیہ کا دوسرا سب سے بڑا مذہب ہے بلکہ اگر یہ بھی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ پورے یورپ میں ہی دوسرا سب سے بڑا مذہب اسلام ہے۔

نئی منزل

(باقی مضمون ۵۲)

اور آج جب بخار کی غفلت میں آپ نے میرا نام لیا تو میں والہانہ خوشی سے پاگل ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ یہ خوشی مجھے حقیقت میں پاگل کر دے میرے ضمیر نے مجھے جگا دیا۔ میں اتنی خود غرض نہیں بن سکتی کہ اپنی خوشی کی خاطر اپنے گھناؤنے وجود سے آپ کی زندگی میں زہر گھول دوں۔ میں آپ کے کسی طرح بھی قابل نہیں ہوں۔ اس لئے آپ کے راستے سے جا رہی ہوں۔ دور ـــــ بہت دور ـــــ آپ کی یادوں کا ایک ہجوم لئے

مجھے معاف کر دیجئے گا۔

بدنصیب

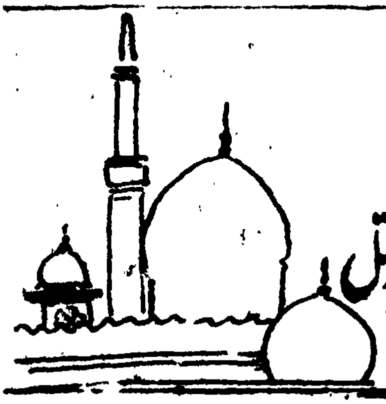
میری

شعیب نے پرچہ پڑھا اور گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحہ اسے چکر آگیا۔ وہ گرتے گرتے بچا۔ لیکن خود کو سنبھالتے ہوئے وہ دوبارہ اٹھا۔ باہر نکل کر اس نے ٹیکسی لی اور سیدھا میری کے گھر پہنچا۔

میری سوٹ کیس میں سامان رکھ چکی تھی اور اسے بند کرنے ہی جا رہی تھی کہ قدموں کی چاپ سن کر چونک پڑی۔ سامنے شعیب کھڑا تھا۔ بال پریشان اور چہرا تمتمایا ہوا تھا۔ یکبارگی شعیب نے آگے بڑھ کر میری کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم ماضی میں کچھ بھی رہی ہو لیکن میرے لئے ایک عورت ہو۔ ایسی عورت جسے میں نے زندگی میں پہلی بار چاہا اور میں تمہیں اس چاہت کا گلا دبا کر کہیں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا"

یہ کہتے ہی دونوں ایک دوسرے سے یوں لپٹ گئے جیسے برسوں بعد ملے ہوں۔



دنیائے اسلام پر ایک نظر

عرب ممالک اقوام متحدہ سے بیزار

افغانستان کی بدنصیب خواتین کی فریاد لبنان محمد کا پراسرار قتل

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

عرب ممالک اقوام متحدہ سے بیزار

اقوام متحدہ نے گزشتہ بیس پچیس سال میں جس بے عملی کا ثبوت دیا ہے اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ عرب ممالک میں اقوام متحدہ کے خلاف بد ظنی دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بعض عرب ممالک اقوام متحدہ سے علیحدگی کے معاملہ پر سنجیدگی سے غور کرنے لگے ہیں۔

مثال کے طور پر حال ہی میں لیبیا کے انقلابی لیڈر معمر قذافی نے کہا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اقوام متحدہ سے اُن کے ملک کا نام خارج کر دیا جائے۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل ڈی کوئلر کے نام ایک مراسلہ میں کرنل قذافی نے کہا ہے کہ ”فلسطین پر مسلسل قبضہ لبنانی اور فلسطینیوں کے خلاف جارحیت اور صیہونی گروہوں کی طرف سے بے گناہوں کے قتل عام نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اقوام متحدہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں بالکل ناکارہ ثابت ہوئی ہے“

اقوام متحدہ کی کوتاہیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے مراسلہ میں کرنل قذافی نے کہا ہے کہ ”اس نام نہاد قومی تنظیم پر سے میرا اعتماد اٹھ چکا ہے اس لئے میری خواہش ہے کہ لیبیا کو اقوام متحدہ کے پنجہ سے نکال لیا جائے۔ اور اب عرض یہ اس کی ہے کہ تمام چھوٹے ملک اقوام متحدہ سے اپنا نام واپس لے لیں اور مظلوم ملکوں کے لئے ایک نئی تنظیم قائم کریں۔ اور اس جدید تنظیم کے ذریعہ متحد ہو کر اپنا ایک مضبوط محاذ قائم کریں“

کرنل قذافی نے جو کچھ کہا ہے اس کی سچائی سے کون انکار کر سکتا ہے یہ امر واقعہ ہے کہ اقوام متحدہ امریکہ اور چند جارحیت پسند ملکوں کی لونڈی بن کر رہ گئی ہے۔ جس میں کہ ”ویٹو“ کے ہتھیار کے ذریعہ اقوام متحدہ میں چھوٹی قوموں کو آئے دن مجروح کیا جاتا رہا ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ جو اقوام متحدہ اسرائیل جیسے قزاق ملک سے بھی قوموں کو نہیں بچا سکتی اُسے آخر زندہ اور برقرار رہنے کا کیا حق حاصل ہے۔

افغانستان کی بدنصیب خواتین کی فریاد

”ایسوسی ایشن برائے افغان پناہ گزیں خواتین“ نے اپنے ایک بیان کے ذریعہ اس بات کی اُمید ظاہر کی ہے کہ جب وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی سوویٹ یونین کے دورے سے واپس آئیں گی تو افغانستان کے بدنصیب باشندوں کے لئے یہ خوشخبری لائیں گی کہ روسی افغانستان کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔

اس ایسوسی ایشن نے وزیر اعظم کی خدمت میں ایک عرضداشت بھی پیش کی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ ”جب آپ روسی لیڈروں کے ہمراہ میز پر بات چیت کے لئے بیٹھیں تو براہ کرم اُس وقت آپ ہمارے ان آنسوؤں کو نہ بھولیں جو ہم نے اپنے ملک کے لئے بہائے ہیں۔ آپ اس بات کو اچھی طرح جانتی ہیں کہ ہم اپنی مادر وطن پر غیر ملکی قبضہ کبھی نہیں برداشت کر سکتے“

اس عرضداشت میں مزید کہا گیا ہے ”آپ خود بھی ایک ماں ہیں اندازہ لگائیے کہ افغانستان میں ہمارے بچوں کو قتل کیا گیا ہے۔ آپ ایک بہن کے دل سے سوچئے کہ جن کے بھائی شہید ہوئے ہیں ان کے دلوں پر کیا گزر رہی ہو گی۔ ہم لوگوں کو یقین کامل ہے کہ آپ ہمارے جذبات کی بھرپور ترجمانی کریں گی“

کارمل حکومت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے اسی یادداشت میں کہا گیا ہے کہ یہ سوویٹ یونین افغانستان میں ایک ایسی حکومت کی سرپرستی کر رہی ہے جسے کہ محض چند فی صد آبادی کی حمایت حاصل ہے۔ موجودہ حکمران طبقہ اسلام اور افغانی ثقافت کا دشمن ہے اس لئے ۲۶ لاکھ سے زیادہ افراد اپنا وطن چھوڑ کر دوسری جگہ پناہ گزیں ہیں۔"

معلوم نہیں کہ مسز اندرا گاندھی نے یہ تعصب افغانی خواتین کی اس فریاد کو روسی لیڈروں تک پہنچایا یا نہیں۔ لیکن درد میں ڈوبی ہوئی اس فریاد سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ افغانی عوام "کارمل حکومت" سے کسقدر بیزار ہیں۔ اور وہ اپنی آزادی کے لئے کسقدر مضطرب اور بےچین ہیں

لبنان کے صدر کا پراسرار قتل

لبنان کے سابق صدر "بشیر جمائل" جو حلف وفاداری بھی نہیں اٹھا سکے تھے کہ اچانک ایک بم کے حادثہ میں ہلاک ہو گئے اس پراسرار قتل کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ اس قتل میں خود اسرائیل کا ہاتھ ہے "بشیر جمائل" اسرائیل کے ان حامیوں میں سے تھے جنھوں نے لبنان سے فلسطینیوں کے انخلا میں سب سے زیادہ اسرائیل کی مدد کی ہے۔ لیکن اسرائیل کی محسن کشی ملاحظہ ہو کہ اس نے اپنے سیاسی غرض کو پورا کرنے کے لئے اپنے اس سب سے بڑے معاون کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بشیر جمائل کو ٹھکانے لگانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کیونکہ اسرائیل لبنان سے صرف فلسطینیوں کے انخلا پر مطمئن نہیں تھا بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ لبنان کے بیشتر مسلم آبادی کو ختم کر دے اور اس کے لیے مسلمانوں کے خلاف لبنانی عیسائیوں کو بھڑکانا نہایت ضروری تھا۔ اور اس مقصد کے لئے بشیر جمائل کو جو مذہباً عیسائی تھے۔ قتل کرانا ضروری تھا لہٰذا بشیر جمائل قتل کر دئے گئے

اور بشیر جمائل کے قتل ہوتے ہی لبنان کے عیسائیوں میں مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑک گئی اور اسرائیل نے اس آگ کو بھڑکانے میں سب سے زیادہ مدد دی جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ لبنان کی عیسائی فوجیں لبنانی مسلمانوں کے گھروں پر ٹوٹ پڑیں۔ اور تقریباً تین ہزار کے قریب لبنانی مسلمان ہلاک کر دئے گئے۔

لبنان کے اس قتل عام پر پوری دنیا میں ایک ہیجان برپا ہے۔ اور ساری دنیا اسرائیل کی مذمت کر رہی ہے۔ لیکن اسرائیل کو اس مذمت کی پرواہ نہیں وہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اس قتل عام سے اپنے دامن کو بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔

جہاں تک اسرائیل کے قتل عام اور درندگی کا تعلق ہے وہ تو عام بات ہے وہ ہمیشہ ہی ایسا کرتا رہا ہے لیکن بشیر جمائل کے بم کے حادثہ میں قتل ہونے سے اسرائیل کا یہ کیرکٹر بھی سامنے آگیا ہے کہ وہ اپنے کسی سیاسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے اپنے بڑے سے بڑے معاون کو بھی ٹھکانے لگا سکتا ہے۔ اور اس واقعہ سے امریکہ کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

فلسطین کی جنگ تیز ہو جائیگی

اوریانا فلاسی اٹلی کی ایک عالمی شہرت یافتہ خاتون صحافی ہیں اس خاتون نے حال ہی میں فلسطین رہنما یاسر عرفات سے جو انٹرویو لیا ہے۔ وہ اپنی جگہ نہایت ہی اہم ہے۔ اس انٹرویو میں یاسر عرفات نے جو کچھ کہا ہے اس سے فلسطینیوں کے عزائم کا پتہ چلتا ہے۔

یاسر عرفات نے اپنے انٹرویو میں کہا ہے کہ "لبنان سے انخلا ہونے پر ہمیں تاریخ ضرور ہوا ہے کیونکہ ہم زمانہ دراز سے لبنان میں آباد تھے مگر ہمارے اس انخلا سے اسرائیل کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا بلکہ ہمارا خیال ہے کہ اب تک ہم اسرائیل کے خلاف جو جنگ لڑتے رہے ہیں اس میں مزید گرمی اور تیزی پیدا ہو جائیگی"

یاسر عرفات نے آگے چل کر اپنے بیان میں کہا ہے کہ "فلسطینی لبنان سے نکلنے کے بعد جن عرب علاقوں میں گئے ہیں وہاں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس طرح فلسطینی اکثر و بیشتر عرب ممالک میں پہنچنے کے بعد اپنی جدوجہد کے لئے ایک وسیع میدان پیدا کر سکیں گے۔

جب یاسر عرفات سے یہ سوال کیا گیا کہ "جب عرب ممالک نازک ترین حالات میں ان کی مدد کو نہیں آسکے تو آئندہ ان سے کیا امید

کی جا سکتی ہے " اس سوال کے جواب میں یاسر عرفات نے کہا — " عرب ممالک کو فلسطینیوں سے پوری ہمدردی ہے لیکن عرب لیڈر ابھی تک اس مغالطہ میں مبتلا رہے کہ وہ فلسطین کے اہم مسئلہ کو میز پر بیٹھ کر حل کر سکتے ہیں۔ مگر رفتہ رفتہ یہ مغالطہ دور ہو رہا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ لبنان کے معرکہ نے عربوں میں نئی روح اور زندگی پیدا کر دی ہے۔ جسکا مظاہرہ جلد ہی ہو کر رہے گا "

یاسر عرفات نے آگے چل کر کہا " اب عرب ممالک اس بات کو سمجھنے لگے ہیں کہ ان کا سب سے بڑا دشمن اسرائیل نہیں بلکہ امریکہ ہے۔ اور یہ بات سمجھنے کے بعد عربوں کی پالیسی میں یقینی طور پر تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اور عربوں کا ایک ایسا محاذ قائم ہو کر رہے گا جسکا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بہر حال اب اسرائیل کے خلاف پوری شدت سے ہماری سرگرمیوں کے شروع ہونے کا وقت آگیا ہے "

ایران کے سابق وزیر خارجہ کا قتل

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ " اسلامی جمہوریہ ایران " میں قتل و خون کا جو دور شروع ہوا ہے وہ اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایران کے موجودہ سربراہ " آیت اللہ خمینی " زندہ ہیں

ایران کی سرکاری خبر رساں ایجنسی کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ ایران کے سابق وزیر خارجہ " صادق قطب زادہ " کو خمینی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کے جرم میں گولی سے اڑا دیا گیا ہے

صادق قطب زادہ کو موت کی سزا فوجی انقلابی ٹریبونل نے دی ہے اور جس کی توثیق ہائی جوڈیشل کورٹ نے کی تھی۔ ۴۸ سالہ قطب زادہ کو اپریل کے اوائل میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اور ان پر علامہ خمینی کو قتل کر کے حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کا الزام لگایا گیا تھا۔

یہ یاد رہے کہ " قطب زادہ " ایران کے وہ لائق سیاست داں تھے جن کا کہ شاہ کی حکومت کا تختہ الٹنے میں سب سے بڑا ہاتھ تھا۔ جب آیت اللہ خمینی فرانس سے پہلی مرتبہ ایران آئے تھے تو اسی طیارہ میں قطب زادہ بھی اُن کے ساتھ تھے۔ علامہ خمینی کو اپنے ساتھیوں میں سے جس شخص پر کامل اعتماد تھا وہ یہی قطب زادہ تھے لیکن جب قطب زادہ نے علامہ خمینی کی ظالمانہ حکومت پر نکتہ چینی شروع کی تو انہیں وزارت خارجہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد ایک فرضی مقدمہ میں پھانس کر انہیں سزائے موت دیدی گئی

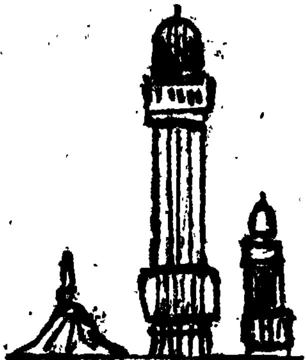
اس وقت ایران کی حالت یہ ہے کہ وہاں کے جتنے بھی صف اول کے مدبرین ہیں یا تو انہیں قتل کیا جا چکا ہے یا وہ ایران سے فرار ہو گئے ہیں۔ اور اس وقت پورے ایران پر ایسے ملاؤں کا اقتدار ہے جن کا کہ سیاست سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ایران اب صرف ایک ہی سیاسی مدبر باقی تھا جو قطب زادہ تھے لیکن انہیں بھی ختم کر دیا گیا۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس بدنصیب ملک کا ملاؤں کے ہاتھوں کیا حشر ہوگا۔

عرب ملکوں میں صنعتی ترقی

یہ خبر پوری دنیائے اسلام کے لئے اطمینان بخش ہے کہ اب عرب ممالک نے صنعتی ترقی کی جانب سنجیدگی سے قدم اٹھانا شروع کر دیا ہے اور عرب ممالک اپنی ضروریات کے سلسلہ میں بتدریج غیر ملکوں کی مصنوعات پر اپنا انحصار کم کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ جو ایک اچھی علامت ہے۔ ریگستانی زمینوں کو زرخیز کھیتوں میں تبدیل کرنے اور باغات لگانے کا سلسلہ تو پہلے ہی شروع ہو چکا ہے۔

اب معلوم ہوا ہے کہ مختلف عرب ممالک میں نئی نئی صنعتیں قائم کرنے اور جدید ترین الکٹرانک سامان بنانے کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں دوحہ (قطر) میں عرب ملکوں کی جو کانفرنس ہوئی تھی اس میں سب ہی ممبر ممالک نے اپنے ہاں الکٹرانک اور ٹیکنالوجی انڈسٹری قائم کرنے پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔

خدا نے عربوں کو بے اندازہ دولت عطا کی ہے اور اس کا بہترین مصرف یہ ہے کہ عرب ممالک میں نہایت ہی وسیع پیمانہ پر صنعتی کارخانے قائم کئے جائیں بلکہ صرف صنعتی کارخانوں ہی پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ اسلحہ سازی کے بھی بڑے بڑے کارخانے عرب ممالک میں قائم کئے



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دینی دنیا)

دنیا کہاں سے کیا بن جائیگی

مستقبل کی پیشین گوئی کرنے والے ایک سائینس داں "رابرٹ رسے" کا ایک مقالہ اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں اس نے یہ بتایا ہے کہ ہماری سائینس اس تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے کہ ہم یہ بات سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ کہ صرف بیس سال بعد ہماری دنیا کہاں سے کیا بن جائے گی

آج ہم چاند ستاروں پر کمندیں پھینک رہے ہیں لیکن بیس سال بعد ہم دوسرے ستاروں میں آباد نئی دنیاؤں میں آسانی سے آجا سکیں گے اور ستاروں کا سفر کوئی دشوار امر نہیں رہیگا بلکہ وہ بہت ہی آسان رہے گا۔ اور صرف یہی نہیں ہوگا بلکہ ہم ستاروں میں رہنے والوں سے ٹیلیفون پر بھی بات کر سکیں گے بیس سال کے بعد ہمکو بڑے بڑے مکانات کی ضرورت نہیں رہیگی۔ بلکہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہماری تمام ضروریات زندگی کو پورا کر دے گا۔ اور کمپیوٹر کے ذریعہ سے ہمیں کھانا پکانے میں بھی بڑی مدد ملے گی سچ تو یہ ہے کہ بیس سال بعد کی دنیا ایک ایسی عجیب و غریب دنیا ہوگی جس کا ہم اس وقت تصور بھی نہیں کر سکتے

عورتوں کی بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت

آپ کو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ اس تہذیب و ترقی کے دور میں بھی دنیا میں ایسے علاقے اور خطے موجود ہیں جہاں خوبصورت عورتیں اور لڑکیاں بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت کیجاتی ہیں چنانچہ ایک ایسا ہی علاقہ برازیل کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ علاقہ "فیوریا" کے نام سے مشہور ہے۔

یہ علاقہ رقبہ کے اعتبار سے تو کافی وسیع ہے۔ لیکن پیداوار کی کمی کی وجہ سے یہاں کی آبادی محدود ہے۔ یہاں کے لوگ یا تو بہت امیر ہیں یا بہت غریب ہیں۔ اس علاقہ میں عورتوں کی آبادی مردوں کی سے دوگنی ہے یہاں چونکہ عورتوں کو خاوند نہیں ملتے اس لئے عورتوں کی فروخت کا رواج عام ہوگیا ہے۔

اس علاقہ کی آب ہوا چونکہ صحت بخش ہے اسلئے یہاں کی عورتیں کافی خوبصورت ہوتی ہیں۔ لیکن غربت کی وجہ سے نہایت کم داموں میں فروخت کردی جاتی ہیں۔ اور اس طرح یہ علاقہ عورتوں کی تجارت منڈی بن گیا ہے جہاں عورتیں کھلے طور پر بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت کی جاتی ہیں۔

نقلی گوشت بھی تیار ہونے لگا

نقلی گھی اور نقلی دودھ تو اس زمانہ میں عام ہے۔ لیکن اب نقلی گوشت بھی تیار ہونے لگا ہے چنانچہ آجکل جاپان میں ایک ایسا نقلی گوشت تیار کیا جارہا ہے جس میں کہ اصلی گوشت کی طرح ریشہ اور لذت ہوتی ہے۔

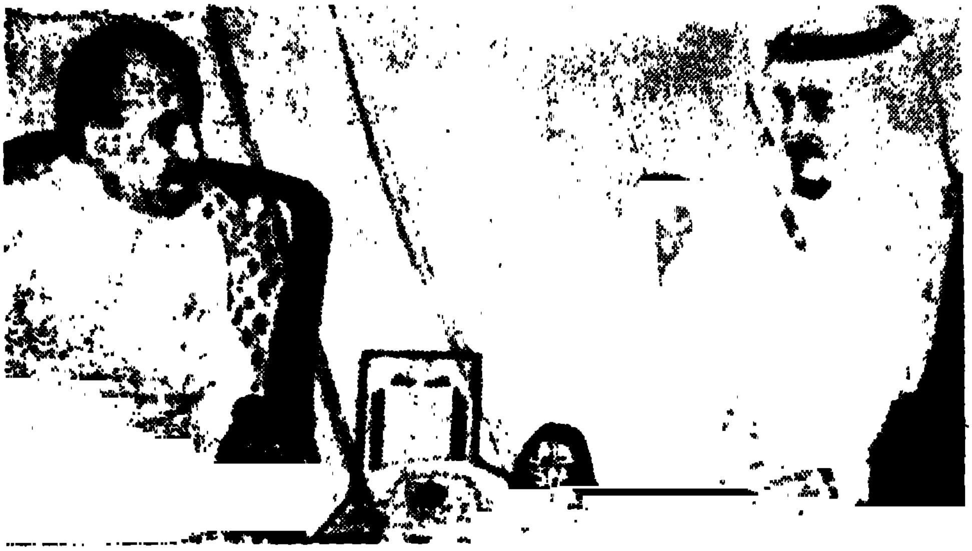
اس گوشت کو مختلف اناجوں اور سبزیوں کی آمیزش سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ انسانی صحت کے لیے گوشت کی طرح تو مفید نہیں ہے لیکن پھر بھی اس میں کافی غذائیت موجود ہوتی ہے۔ اصلی گوشت کے مقابلہ میں اسکی قیمت ایک چوتھائی ہوتی ہے۔



"ہم افغانستان کو روسی بے دینوں سے آزاد کر کے دم لیں گے" روسی حکومت سے ٹکر لینے والے "مجاہدین افغانستان" کا نعرہ



مہاراشٹر کے گورنر "ایس لطیف" اور بیگم لطیف اپنے دونوں بچوں کے ہمراہ



پاکستان کے صدر "جنرل ضیا"، ریاض میں "شاہ فہد" کے ہمراہ



دوبئی کے حکمران "ہز ہائینس شیخ رشید بن سعید" دوبئی کی ایک سرکاری عمارت کا افتتاح کر رہے ہیں



کویت کے امیر "شیخ جابر الصباح" وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے ہمراہ
۔ امیر موصوف پچھلے دنوں ہندوستان تشریف لائے تھے



صدر جمہوریہ گیانی ذیل سنگھ کا حال میں امریکہ
میں نہایت کامیاب اپریشن ہوا



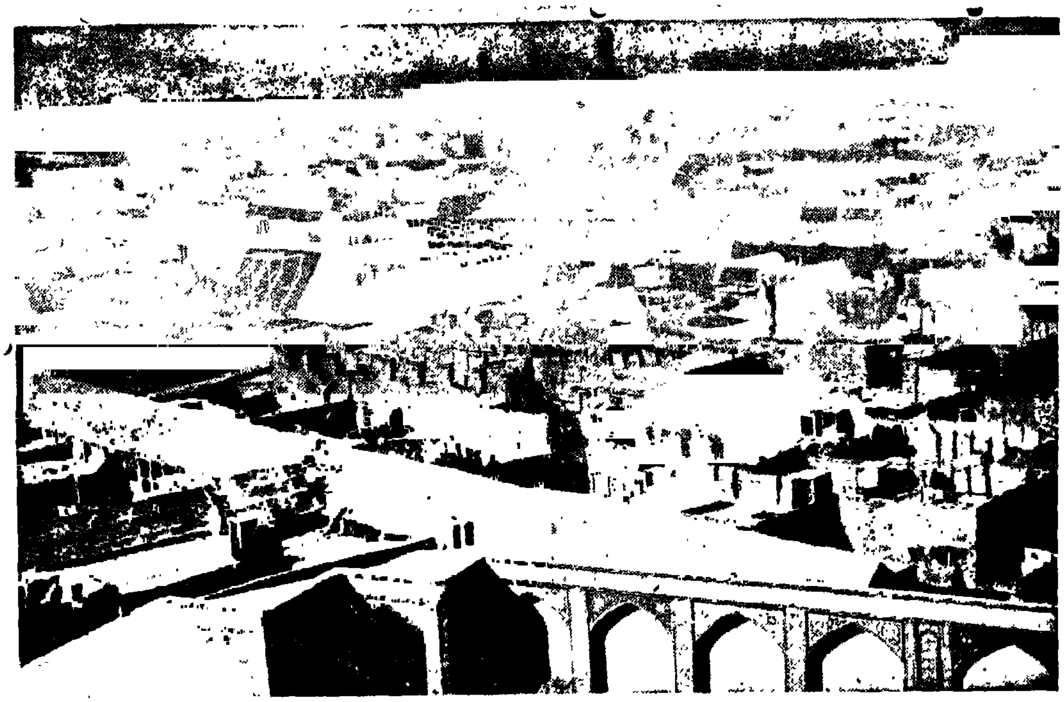
مدر ٹریسیا "مسلم یونیورسٹی" علی گڑھ میں
بیگم ثریا حامد کے ہمراہ



نئی ابھرتی ہوئی لیڈر "مسز مینکا گاندھی" انھوں نے حال ہی میں نئی آل انڈیا پارٹی بنانے
کا اعلان کر دیا ہے۔ اس تصویر میں وہ اپنے سب سے بڑے معاون اکبر احمد ایم۔ ایل۔ اے کے ہمراہ



امریکہ اور اسرائیل کی سازش نے۔ لبنان کے دار السلطنت "بیروت" کو بم باری سے بالکل تباہ کر دیا
ہے۔ تباہ حال باشندے ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں



کربلائے معلیٰ کا ایک منظر۔ درمیان میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا مزار مبارک نظر آرہا ہے ۔

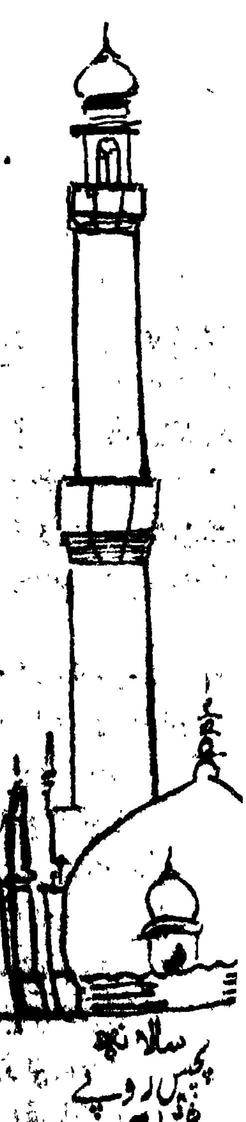
اشاعت کا باسٹھواں سال

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت اردو کا دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۲ | نومبر ـــــ ۱۹۸۲ء | نمبر ۱۱



سالانہ چندہ
پچیس روپے
ششماہی
چودہ روپے
[illegible]

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
[illegible]

قیمت فی پرچہ
دو روپے
[illegible]

رفتارِ زمانہ

(شوکت علی فہمی)

میناکشی پورم کا انتقام

میرٹھ کا قتل عام دراصل کانگریس کا قتل عام ہے

میناکشی پورم کے ہریجنوں (اچھوتوں) کے تبدیلی مذہب کے بعد سے [illegible] بھارتیہ جنتا پارٹی، ہندو پریشد اور اس ملک کی دوسری [illegible] جماعتوں کی جانب سے گذشتہ ڈیڑھ سال سے برابر اعلانات [illegible] ہو رہے تھے کہ میناکشی پورم کا انتقام مسلمانوں سے لیا جائے گا۔ [illegible] اعلانات کے سلسلہ میں میرٹھ کی مسلم اقلیت پر ایک نام نہاد ہندو [illegible] ایک [illegible] کر کے یہ انتقام لے لیا گیا [illegible] کانگریسی حکومت کی نااہلی کا ثبوت ہے۔ جو رجعت پسندوں کے اعلانات کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرتی رہی ہے۔ [illegible] توفیق نہ ہو سکی کہ وہ ملک میں فرقہ پرستی کی آگ بھڑکانے [illegible] پابندی لگا سکتی۔

[illegible] خواہ اسے محسوس کریں یا [illegible] حقیقت یہ ہے کہ میرٹھ کا یہ قتل عام صرف مسلم اقلیت کا قتل عام نہیں ہے بلکہ اس کانگریس آئی کا بھی قتل عام ہے جو آج اقلیتوں [illegible] مسلمانوں کے ووٹوں سے اس ملک میں برسر اقتدار ہے [illegible] مسلم اقلیت کی اس کھلی نسل کشی کے بعد سارے ہی [illegible] اقلیت کا اعتماد کانگریس نے کھو دیا ہے۔ اور ہمارا خیال [illegible] اس اعتماد کو کھونے کے بعد کانگریس آئی کو جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا اس کا اندازہ اسے جلد ہی آگے چل کر ہو جائے گا اور میرٹھ میں مسلم اقلیت کا یہ سفاکانہ قتل عام خصوصیت کے ساتھ مرکز کے اُن مسلم وزرا کے لئے بھی ایک تازیانہ کی حیثیت رکھتا ہے جو مسلمانوں کے نام پر آج وزارتی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُن کا فرض تھا کہ وہ میرٹھ میں رجعت پسندوں کے مقابلہ کیلئے ڈٹ کر استقلال دیتے، مگر افسوس کہ وہ بھی کچھ نہ کر سکے۔ اور انھوں نے بھی رجعت پسندوں کے مقابلہ میں اپنی شکست تسلیم کر لی۔

یوں تو ہندوستان میں اِس وقت تک ہزاروں فسادات ہو چکے ہیں۔ لیکن جس درندگی، بربریت اور وحشت ناکی کا میرٹھ میں مظاہرہ ہوا ہے اُس کی کوئی مثال ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اِس مسلم کشی کے جنون میں محلے کے محلے اجاڑ دئے گئے ہیں۔ کرفیو کے دوران ایک دو نہیں بے شمار مکانوں کے دروازے پی۔ اے۔ سی اور فسادی غنڈوں نے توڑے ہیں یا سیڑھیاں لگا کر فسادی اور پی۔ اے۔ سی والے مکانوں میں کود پڑے ہیں۔ بے زبان اور بے بس عورتوں کے سامنے اُن کے باپوں، شوہروں اور بیٹوں کو گولی مار دی گئی ہے عورتوں کے جسموں پر سے زبردستی زیورات اتار لئے گئے ہیں قیمتی سامان پر قبضہ جمانے کے بعد باقی سامان کو آگ لگا دی گئی ہے

ستم ظالمانہ ستم یہ کہ اگر مظلوم پولیس تھانوں میں فریاد کے لئے گئے تو تھانوں میں بری طرح زدوکوب کیا گیا ہے کہ اُن کی ہڈیاں تک توڑ دی گئی ہیں۔ نہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جسے زدوکوب کیا جا رہا ہے وہ کون ہے اور کس درجہ کا آدمی ہے بس اُس پر مار پیٹ شروع ہو گئی ہے۔ چنانچہ اندرا کانگریس کے وہ کٹر حامی جو کانگریس کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور جنھوں نے ہمیشہ ہی کانگریس کو برسراقتدار لانے میں اہم پارٹ ادا کیا ہے۔ اُن کو بھی نہ صرف بری طرح زدوکوب کیا گیا ہے بلکہ اُن پر درجنوں جھوٹے مقدمات بھی قائم کر دیے گئے ہیں اِس جرم میں کہ اُن کا مسلم اقلیت سے تعلق ہے۔ غرض کہ میرٹھ میں ایسی درندگی اور بربریت کا مظاہرہ کیا گیا ہے جس کی مثال شاید بیروت (لبنان) کے علاوہ دنیا کے کسی خطہ میں بھی نہیں مل سکتی۔ مختصر یہ کہ میرٹھ میں جو کچھ اندرا کانگریس کی فرقہ پرست ایڈمنسٹریشن اور رجعت پسندوں کے گٹھ جوڑ سے ہوا ہے اُس نے ہندوستان کی بارہ کروڑ اقلیت میں کانگریس کو بری طرح بدنام اور رسوا کر کے رکھ دیا ہے۔

میرٹھ میں جو کچھ ہوا وہ ہرگز خلاف توقع نہیں ہے۔ میرٹھ میں نہیں تو اور کسی مقام پر ہوتا۔ کیونکہ میناکشی پورم میں ہریجنوں کے تبدیلی مذہب کے بعد سے رجعت پسندوں کی جانب سے جو زہر مسلمانوں کے خلاف پھیلایا جا رہا ہے وہ کسی سے بھی مخفی نہیں اس کا یہی نتیجہ نکل سکتا تھا۔ اور نکل رہا ہے سب ہی کو معلوم ہے کہ راشٹریہ سنگھ بھارتیہ جنتا پارٹی یعنی جن سنگھ۔ ہندو منچ ہندو پریشد اور اسی قسم کی دوسری رجعت پسند جماعتیں تقریباً ڈیڑھ سال سے جا بجا جلسے اور کنونشن منعقد کر کے ملک میں مسلم اقلیت کے خلاف مسلسل زہر پھیلا رہی ہے۔ کروڑوں کا فنڈ اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ اور مسلمانوں کو برابر ڈیڑھ سال سے دھمکیاں دی جا رہی ہیں جن کا نوٹس لینا ہماری حکومت کے لئے اشد ضروری تھا۔ لیکن حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ اور آخر یہ لاوا میرٹھ میں پھوٹ پڑا اور نہیں کہا جا سکتا کہ ابھی ہندوستان کے کتنے شہروں کو میرٹھ بننا ہے کیونکہ جب حکومت ہی اندھی اور بہری ہو تو رجعت پسندی کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو کون روک سکتا ہے۔

حکومت سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا اُس کی نظر سے راشٹریہ سنگھ کے رہنما بالا صاحب دیوس کی وہ زہر میں ڈوبی ہوئی تقریر نہیں گزری جو ہندوستان کے کونے کونے میں گھوم پھر کر [illegible] کرتے رہے ہیں۔ جن میں کھلم کھلا یہ کہا گیا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان عرب ممالک کے ساتھ ساز باز کر کے اور [illegible] ہندوستان کو دوسرا پاکستان بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔" چنانچہ اسی قسم کی تقریر انھوں نے ۲۱ فروری کو میرٹھ میں بھی کی تھی جس کے بعد میرٹھ میں کئی قتل اور تشدد کے واقعات ہوئے [illegible] اقلیتی طبقہ کو نشانہ بنایا اور صرف یہی نہیں ہوا بلکہ کئی مرتبہ [illegible] جامع مسجد میں ناپاک گوشت تک ڈالا گیا۔ پھر راشٹریہ سنگھ کے ایک دوسرے لیڈر شری [illegible] کی زہر میں ڈوبی ہوئی تقریر کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو انھوں نے [illegible] مقامات پر کی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا۔ "آزادی کے ۳۴ سال بعد بھی ہم اپنے ملک میں [illegible] بیٹھے ہیں۔ ملک کے ہر صوبہ میں لاکھوں غیر ملکی (مسلمان) آباد ہیں مگر اِن پر کوئی روک نہیں لگائی جاتی اب اِس ملک میں دوسرے پاکستان کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔"

اسی طرح رجعت پسند اخبارات اور لیڈروں کی زہر میں ڈوبی ہوئی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے [illegible] ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو دھرم اور وطن کے لئے زبردست خطرہ قرار دیا جاتا رہا ہے۔ ہندو منچ کے پلیٹ فارم سے اور ہندو [illegible] منعقد کر کے مسلمانوں کے خلاف برابر زہر اگلا جاتا رہا مگر ہماری حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود میرٹھ کے فرقہ پرست [illegible] کو جھوٹی خبریں اور مسلمانوں کے خلاف زہر پھیلانے کی پوری آزادی دی گئی ہے۔ اور صرف اِسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ فرقہ پرستی کی آگ بھڑکانے والے لیڈر باہر سے بھی میرٹھ بلائے گئے۔ مثلاً ہندو سبھا کے لیڈر مسٹر م ساورکر بھارتیہ جنتا پارٹی کے اٹل بہاری واجپائی۔ آریہ پرتی ندھی سبھا کے رام گوپال شالوالے۔ اور بدنام زمانہ جن سنگھی لیڈر بلراج مدھوک فساد کے درمیان یہاں پر آتے رہے۔ اور میرٹھ ایڈمنسٹریشن [illegible] خوش آمدید کہتی رہی۔ اور ان سب [illegible] کا نتیجہ [illegible] نکلا کہ [illegible] ان کو [illegible] فیاضانہ مسلمانوں کو [illegible] بھگتنا ہو رہا ہے۔ لیکن میرٹھ کے [illegible] نے کانگریس کا بھی بیڑا غرق کر کے رکھ دیا ہے۔

[illegible] نے اخراج حسن [illegible] ظلم
[illegible] کی کمزوری [illegible] سمجھا جاتا ہے۔ انھوں
[illegible] پارلیمنٹ کی بحث کے دوران اپنے ضمیر [illegible]
کو ایک [illegible] قرار دیا ہے لیکن وزیر اعظم سے پوچھا جا سکتا ہے
کہ [illegible] سے تعلق رکھنے والے میرٹھ میں آگ لگانے
[illegible] بہت اخبارات کی دعوت میں شریک ہوتے
[illegible] اخبارات سے پتہ چلتا ہے تو یہ ایڈ
[illegible] ایڈمنسٹریشن کے ساتھ ساز باز ہے۔
[illegible] ایڈمنسٹریشن فرقہ پرستوں کو فرقہ پرستی
[illegible] کا ننگا ناچ [illegible] لئے دلی سے تالوں کی چابیاں
[illegible] ہونے کی اجازت دے [illegible] پھول بیچنے والوں
[illegible] بہت [illegible] ہے۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں ہوا
[illegible] پولیس [illegible] پی۔ اے۔ سی کے [illegible]
[illegible] گئے ہیں اور [illegible] ایڈمنسٹریشن مسکرا
مسکرا کر ان منظروں سے لطف اندوز ہوتی رہی ہے۔ [illegible] وزیر
[illegible] کہنا چاہئے ہیں کہ کیا میرٹھ ایڈمنسٹریشن کے اس
[illegible] قرار دیا جا سکتا ہے۔

[illegible] وزیر اعظم اور وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی ذرا [illegible]
[illegible] میں کہ میرٹھ میں جو کچھ ہو رہا ہے کیا اس سے ان کی حکومت
[illegible] میرٹھ کی مسلم اقلیت کے سر سے پانی گزر
[illegible] میرٹھ کے [illegible]
[illegible] پاس [illegible]
[illegible] مسز اندرا گاندھی [illegible]
[illegible] اور وہ لوگ شامل تھے جن کی [illegible]
[illegible] اور جن کے [illegible] کو بے دردی
کے ساتھ قتل کیا گیا [illegible] میں شامل تھا [illegible]
[illegible] ان کے گھروں میں زبردستی
[illegible] نامی ایک [illegible] نے بتایا کہ
[illegible] اور [illegible]
[illegible]
[illegible] بتایا کہ [illegible] پی۔ اے۔ سی جوانوں نے جس کے شوہر کو اس کے

سامنے گولی مار دی۔ محترمہ جہاں نے بتایا کہ جس وقت پی۔ اے
سی کے لوگ اس کے گھر میں گھسے ہیں اس کے شوہر کو [illegible] گھر کا
کاروبار تھا۔ وہ اس کے شوہر کو مکان سے گھسیٹ کر لے گئے۔
محمد حنیف [illegible] مار دیا گیا ہے۔ محمد علی کی بیوہ [illegible]
نے بھی اسی قسم کی شکایت مسز اندرا گاندھی سے کی۔ اسی طرح [illegible]
کی بیوہ اور ولی محمد کی زوجہ نے بھی مسز گاندھی کو اپنی مظلومیت کی
داستان سنائی۔ ایک ۱۳ برس کے بچہ کی ماں زبیدہ نے رو رو
کر مسز اندرا گاندھی کو بتایا کہ پی۔ اے۔ سی کے ظالم اس کے بچے
اور شوہر کو [illegible] کرنے لگے اور اس کی [illegible] پسلی توڑ دی۔ افتاب
وہ جیل میں ہے۔ اس کے علاوہ وزیر اعظم کو ان لوگوں کو بھی دکھایا
گیا جن کے ہاتھ پاؤں پی۔ اے۔ سی والوں نے توڑ ڈالے ہیں۔
ان [illegible] واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ
میرٹھ میں فرقہ پرست ایڈمنسٹریشن فسادی غنڈوں اور پی۔ اے۔
سی کے لوگوں کے گٹھ جوڑ سے مسلم اقلیت پر کیسے کیسے مظالم توڑے
گئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مظلومین میرٹھ کی یہ دردناک داستان سن کر وزیر اعظم
نہ صرف بے حد متاثر ہوئیں بلکہ ان کی آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے لیکن [illegible]
ادب کے ساتھ وزیر اعظم سے پوچھا جا سکتا ہے کہ میرٹھ میں یہ قیامت
تقریباً ڈیڑھ دو ماہ برپا رہی۔ ہندوستان تو کیا غیر ممالک تک میں
میرٹھ کے اس قتل عام کے چرچے تھے۔ پوری دنیا میں ہندوستان
بدنام اور رسوا ہوتا رہا لیکن وزیر اعظم پھر بھی نہ جانے کیوں میرٹھ
کے مظلومین کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے میرٹھ نہ جا سکیں حالانکہ
میرٹھ دہلی کے اتنے قریب ہے کہ اسے دہلی کا ایک حصہ قرار دیا جا سکتا
ہے۔ وزیر اعظم دہلی میں بیٹھی ہوئی پھول والوں کی سیر سے لطف اندوز
ہوتی رہیں۔ اپنی کوٹھی سے پھول والوں کی سیر کا افتتاح فرماتی رہیں
اور پھول والوں کی سیر کے موقعہ پر ملک کو یکجہتی اور محبت کا پیغام
دیتی رہیں لیکن اس بدنصیب میرٹھ کی جانب توجہ نہ فرما سکیں
جہاں ملک کی یکجہتی اور اتحاد کو ذبح کیا جا رہا تھا جہاں بے رحمی
بے دردی کے ساتھ مسلم اقلیت کا قتل عام جاری تھا۔ اور جہاں
ان کی فرقہ پرست ایڈمنسٹریشن سیکولرزم کو دفن کرنے میں مصروف
تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ جنگ آزادی کی رہنما ملکہ [illegible] بائی کی

ایک تقریب میں حصہ لینے کے لئے ہماری وزیر اعظم جہاں بھی جا چکی ہیں مگر اس بد نصیب میرٹھ کو قطعی بھول گئیں جہاں سے ۱۸۵۷ء کی آزادی کی وہ جنگ شروع ہوئی تھی جس کے طفیل میں آج ہمارا ملک آزادی کی فضا میں سانس لے رہا ہے۔ شاید اسلئے کہ میرٹھ کے حادثہ کی اُن کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ مسلم اقلیت کے مصائب اور پریشانیوں سے مسز اندرا گاندھی کی یہ عدم دلچسپی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ۱۹۸۰ء میں مراد آباد میں خاص عید کے روز جب مسلم اقلیت کا قتل عام ہوا تھا تو اس وقت بھی مسز اندرا گاندھی نے مراد آباد جاکر اُن کے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی تھی ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اسے مسلم اقلیت کی بدقسمتی قرار دیں یا کانگریس کی بدبختی کہ جو مسلم قوم گذشتہ ۳۵ سال سے کانگریس کے لئے قوت بازو بنی رہی ہے۔ جس کی اعانت کے جرم میں مسلم اقلیت نے فرقہ پرستوں کے ہاتھوں شدید مصائب برداشت کی ہیں۔ اور جو بار بار اس ملک میں کانگریس کو برسر اقتدار لاتی رہی ہے اُسی کانگریس کے زعما اُسے برابر نظر انداز کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کانگریس آئی کے دور میں مسلمان اپنے تہوار بھی نہیں منا سکتے۔ عید کی نماز بھی عیدگاہ میں نہیں پڑھ سکتے جامع مسجدوں میں کئی کئی ہفتے جمعہ کی نماز نہیں ہو سکتی ہے جیسا میرٹھ اور موانہ میں ہوا ہے۔ اور یہی مراد آباد میں ہو چکا ہے۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ یہی سب کچھ ہندوستان کے کن کن مقامات پر ہونے والا ہے۔

میرٹھ میں مسلم اقلیت کے قتل عام کا حادثہ اتنا بڑا حادثہ ہے جس سے کہ اس ملک کے پارہ کروڑ مسلمان ہی نہیں بلکہ ہزاروں انسانیت دوست ہندو بھی بے حد متاثر ہیں چنانچہ ایک طرف تو پارلیمنٹ میں اور دوسری جانب راجیہ سبھا میں ہندو ممبران پارلیمنٹ نے کھل کر میرٹھ کی درندگی کی شدید مذمت کی ہے۔ اسکے علاوہ خود میرٹھ کے سربر آوردہ شہریوں کا اس المناک حادثہ کے خلاف جو مشترکہ بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اس میں بھی اکثریت ہندوؤں ہی کی ہے۔ انھوں نے کھلے الفاظ میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ میرٹھ میں اقلیتی فرقہ کے افراد مظالم کا شکار ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں پروفیسر گڈی ہیرا اور اُن کے ساتھیوں کی میرٹھ کے فساد کے سلسلہ میں جو رپورٹ شائع ہوئی ہے وہ ہماری یہ سیکولر حکومت کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ میرٹھ میں نہ صرف آر۔ ایس۔ ایس اور دوسرے فرقہ پرست لوگوں نے بلکہ ضلع انتظامیہ نے بھی وہاں کے اقلیتی فرقہ کے غریب بے سہارا اور محنت کش لوگوں پر سخت مظالم ڈھائے ہیں۔ میرٹھ میں اقلیتوں کے ایسے بہت سے گھر ہیں جن میں کہ کوئی بھی بالغ مرد نہیں بچا ہے متعدد بچے یتیم اور عورتیں بیوہ بنادی گئیں ہیں۔ اور یہ سب کچھ ایک منظم سازش کے تحت ہوا ہے جس سے کہ کانگریس کو شدید نقصان پہنچا ہے"

مختصر یہ کہ میرٹھ کا یہ قتل عام ہرگز فرقہ وارانہ فساد نہیں تھا۔ بلکہ میناکشی پورم کے واقعہ کے بعد اس ملک میں مسلمانوں کی نسل کشی کی ایک منظم سازش تھی۔ یاد رکھئے کہ میرٹھ کا یہ واقعہ صرف مسلمانوں کی بربادی کا واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ جمہوریت کی بربادی کا واقعہ ہے اس ملک میں سیکولرزم کی بے دردانہ موت کا واقعہ ہے جس کا احساس صرف مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ اس ملک کو سب سیکولر عناصر کو مل کر سوچنا ہے ضرورت ہے کہ ہندوستان کی سب ہی سیکولر جماعتیں مل کر ایک کنونشن طلب کر کے رجعت پسندی کے خلاف ایک مشترکہ محاذ قائم کریں اور اگر وہ ایسا نہیں کریں گے۔ تو پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ ملک اگر آج نہیں تو کل رجعت پسندوں کے قبضہ میں چلا جائے گا اور اس کے بعد اس ملک کا جو حشر ہوگا وہ ظاہر ہے۔

اکالی بغاوت کے راستہ پر

انتہا پسند اکالی لیڈر آنند پور ریزولیوشن کی رو سے "خالصتان" کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ انھوں نے خالصتان کے کرنسی نوٹ اور پاسپورٹ بھی چھاپ لئے ہیں۔ اور اس نام نہاد "خالصتان" کے صدر جگجیت سنگھ لندن میں بیٹھے ہوئے نہ صرف آزاد خالصتان کے پروپگنڈے میں مصروف ہیں بلکہ وہ ہندوستان کے جھنڈے کو بھی جلانے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ ادھر بھنڈراں والا جیسے انتہا پسند سکھ لیڈر اور ان کے ہمنوا اعلانیہ یہ کہہ رہے ہیں کہ "سکھ ایک الگ قوم ہے اس کا ہندوؤں سے کوئی تعلق نہیں" اور اس کے باوجود بھی ہماری حکومت کی ملک

کو مزید تقسیم کی فدایانہ روش اختیار کرنے والوں کے ساتھ نرم پالیسی اختیار کرتی ہے تو اسے شکست خوردگی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے ذمہ دار حلقوں میں اکالیوں کے معاملہ میں حکومت کی نہ سمجھ میں آنے والی اس پالیسی پر شدید نکتہ چینی شروع ہو گئی ہے۔ اور اسے حکومت کی کمزوری پر محمول کیا جا رہا ہے۔ حکومت کی اس کمزور پالیسی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مشہور کالم نویس خاتون "مسز رما دیوان" ملاپ مورخہ ۲۹ر اکتوبر میں لکھتی ہیں۔

"کوئی نہیں جانتا کہ بردھان منتری کو یہ صلاح کس نے دی کہ اکالیوں کا ردعمل جانے بغیر ہمدردی کا یہ قدم اٹھائیں کہ اکالیوں کو جیل سے رہا کر دیا جائے لیکن اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ آج ہندوستان کے سب سے اہم سرحدی صوبے میں دھماکہ خیز حالات پیدا ہو چکے ہیں۔ میں نے پنجاب کا وسیع دورہ کیا ہے اور مجھے یہ دیکھ کر دھکا لگا ہے کہ وہاں پہلی بار فرقہ وارانہ تناؤ دکھائی دیتا ہے۔ اکالیوں کی رہائی کے بعد برسر اقتدار کانگریس پارٹی کی عزت خاک میں مل چکی ہے کیونکہ بہت سے شرپسند عناصر نے اس رہائی کو گھٹنے ٹیک سیاست کا نام دیا ہے۔ جہاں تک اکالیوں کا سوال ہے اُن میں انتہا پسند گروپ اس رہائی کو اپنی بہت بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ اور دوسری جانب پنجاب کے ہندو بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ حکومت نے اکالیوں کے آگے گھٹنے ٹیک دئے ہیں اور وہ یہ کہہ کر حالات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں کہ "مرکز کی حکومت سکھ فرقہ واریت کے مقابلہ میں اقدام کرنے میں کمزور رہی ہے۔" جس عاجزانہ انداز میں تحریک چلانے والوں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ جیلیں چھوڑ دیں اُس نے برسر اقتدار پارٹی کے لئے بے عزتی کے حالات پیدا کر دئے ہیں۔ اور اس سے یہ احساس پیدا ہو گیا ہے کہ تحریک چلانے والے خوف پیدا کر کے اپنی قیمت وصول کر سکتے ہیں ظاہر ہے کہ مرکزی حکومت نے یہ قدم پارلیمنٹ کے اُن پنجابی ممبروں کے دباؤ کے بعد اٹھایا ہے جو وزیر اعلیٰ سردار دربارہ سنگھ کے مخالف ہیں۔ اکالیوں کی رہائی اس لئے کی گئی تھی کہ حالات میں سدھار ہو لیکن ہوا اسکے برعکس۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اب یہ فیصلہ کرنے والے لوگ خود پچھتا رہے ہیں۔"

اور صرف اکالیوں کی رہائی پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اکالیوں کی خدمت میں نئی نئی پیشکشیں اور مراعات بھی تھالی میں سجا کر پیش کر دی گئی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ پیشکشیں ان انتہا پسند بھنڈراں والا جیسے سکھوں کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں جن پر خود وزیر اعلیٰ پنجاب دربارہ سنگھ اپنے قتل کی سازش کا الزام لگا چکے ہیں۔ چنانچہ ان دنوں حکومت ہند کی جانب سے سردار سورن سنگھ انتہا پسند سکھوں سے صلح صفائی میں مصروف ہیں اور انھوں نے حکومت کی جانب سے انتہا پسند سکھوں کی خدمت میں جو پیشکش کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ سکھوں کو ایک ایسے اعلیٰ طاقتی ٹرانسمیٹر کی اجازت دیدی جائے گی جس کے ذریعہ وہ دربار صاحب امرتسر سے اپنے مذہبی نشریات نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ساری دنیا میں براڈ کاسٹ کر سکیں گے ہماری حکومت امرتسر کے ایک خاص علاقہ کو مقدس علاقہ قرار دینے کے لئے بھی رضامند ہو گئی ہے۔ جہاں سے پان بیڑی اور سگریٹ کی دکانیں ہٹا دی جائیں گی۔ نیز حکومت سکھوں کے اس حق کو بھی تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہے کہ وہ کرپان لے کر ہوائی جہازوں میں سفر کر سکیں گے مگر یہ کرپان کسی قدر چھوٹے ہوں گے۔ نیز حکومت اس بات کے لئے بھی تیار رہے کہ وہ چنڈی گڑھ اکالیوں کے حوالے کر دے جبکہ یہ اس وقت تک پنجاب اور ہریانہ دونوں ریاستوں کا دارالسلطنت ہے مختصر یہ کہ ہماری حکومت نے اکالیوں کے خود مختاری کے حق کے علاوہ سب ہی جائز و ناجائز مطالبات تسلیم کر لئے ہیں جکو اگر "خالصتان" کی پہلی قسط کہا جائے تو شائد بیجا نہ ہوگا۔

اس فیاضانہ پیشکش کے باوجود اکالی اکڑے ہوئے ہیں شائد اس لئے کہ وہ حکومت کو مزید دبا کر خالصتان کی گارنٹی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حکومت اور انتہا پسند اکالیوں میں گفتگو کا سلسلہ جاری ہے جس کے بارے میں کوئی پیشگوئی نہیں کی جا سکتی کہ اُس کا انجام کیا ہوگا۔ ہماری حکومت کے زعما محسوس کریں یا نہ کریں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت کی پہلی غلطی تو یہ تھی کہ اُس نے پنجاب کو لسانی بنیاد پر دوبارہ تقسیم کر کے پنجاب

ہیں سکھوں کی اکثریت پیدا کر دی تھی۔ اور اب دوسری غلطی یہ ہے کہ اُس نے پنجاب کے حالات کا صحیح جائزہ لئے بغیر انتہا پسندوں کو غیر مدبرانہ پیشکش کر کے اپنے آپ کو شدید مشکلات میں مبتلا کر لیا ہے۔ حکومت اب اِن پیشکشوں کو واپس لے نہیں سکتی اور سکھ یہی کہ وہ اسے حکومت کی کمزوری پر محمول کر کے حکومت کو زیادہ سے زیادہ دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اِن حالات میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس اہم ترین سرحدی صوبہ کا انجام کیا ہوگا۔

جنرل ضیا کا تقرر اللہ کی طرف سے

مرزا غلام احمد قادیانی جو غیر منقسم پنجاب کے خود ساختہ "نبی" تھے فرمایا کرتے تھے کہ "میں امت مسلمہ کی اصلاح اور ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبعوث کیا گیا ہوں" اور اب مرزا غلام احمد قادیانی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے پاکستان کے ڈکٹیٹر جنرل ضیا نے بھی یہ فرمانا شروع کر دیا ہے کہ "پاکستان میں میرا تقرر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوا ہے"۔

پاکستان میں ان دنوں جمہوریت کی تحریک کچھ زیادہ ہی تیزی سے ابھر رہی ہے۔ تقریباً سب ہی پاکستان کی سیاسی پارٹیوں اور وکلا نے جمہوریت کا مطالبہ کر رکھا ہے۔ اِس تحریک کے بارے میں جب بی۔بی۔سی لندن کے نمائندہ نے جنرل ضیا سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا "میں مارشل لا نظام اور اسلامی نظام میں کوئی فرق نہیں محسوس کرتا" گویا آپ کے نزدیک پاکستان میں قائم کردہ مارشل لا نظام ہی اسلامی نظام ہے۔ نیز روزنامہ جنگ میں شائع شدہ انٹرویو میں جنرل ضیا نے۔ بی بی سی کے نامہ نگار کے ایک سوال کے جواب میں یہ بھی کہا ہے کہ "مجھے یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی کہ میں خدا کی طرف سے مقرر کیا گیا ہوں مگر میں عمر بھر اقتدار میں رہنے کا خواہشمند نہیں ہوں"۔

سچ تو یہ ہے کہ اِس زمانہ میں اسلام کی مٹی پلید جتنی کہ آیت اللہ خمینی اور جنرل ضیا کے ہاتھوں ہوئی ہے شائد اِس سے قبل کبھی نہیں ہوئی۔ بھلا اسلام پر اِس سے بھی بڑا اور کیا الزام لگایا جا سکتا ہے کہ جنرل ضیا فرما رہے ہیں کہ "میں مارشل لا نظام اور اسلامی نظام میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا" یعنی جنرل ضیا کے نزدیک اسلامی نظام اور فوجی ڈکٹیٹری ایک ہی چیز ہے۔ اور اس طرح تو جنرل ضیا اسلام پر وہی الزام لگا رہے ہیں جو یہودیوں سے اسلام کے دشمن اسلام پر لگاتے رہے ہیں۔ جنرل ضیا کے اس الزام کی روشنی میں اُن سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت عمر فاروق رض، حضرت عثمان غنی رض اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حکومتیں جو اسلامی نظام حکومت کا سچا نمونہ تھیں فوجی ڈکٹیٹروں اور جنگ بازوں کی حکومتیں تھیں۔ نیز اسلام کا کوئی بدترین مخالف ہی یہ بات کہہ سکتا ہے۔ لیکن جنرل ضیا محض اپنی فوجی ڈکٹیٹری کا جواز پیدا کرنے کے لئے ایسی باتیں کہہ رہے ہیں جن سے کہ ساری دنیا میں اسلام بدنام ہو سکتا ہے۔

اب رہا اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنرل ضیا کے براہ راست تقرر کا معاملہ تو ہم اِس سلسلہ میں جنرل ضیا سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا براہ راست اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ پہلے تو ایک غاصب کی طرح پاکستان کی حکومت پر قبضہ جما لو اور پھر نوے دن میں عوام کو اقتدار سونپنے کا جھانسہ دیتے ہوئے پانچ سال تک جھوٹے وعدے کرتے چلے جاؤ۔ اور پھر تین سال پہلے ایک فرضی قتل کے مقدمہ میں پھانس کر ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی پر چڑھا دو اور چن چن کر اپنے سب ہی مخالفین کو جیلوں میں ٹھونس دو۔ ایسی ہدایتیں شیطان کی جانب سے تو ہو سکتی ہیں مگر جنرل ضیا ان مذموم ہدایتوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے سر تھوپ دینے میں کوئی برائی نہیں سمجھتے۔ یہ ہے اس "عاشق اسلام" کا ناقابلِ فراموش اسلامی کارنامہ۔

اقتدار کی ہوس بھی دنیا میں کتنی بری چیز ہے کہ وہ انسان سے کیا کچھ کراتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان اتنا گر جاتا ہے کہ اُسے اپنے گناہوں کو نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے سر تھوپنے میں بھی کوئی باک نہیں رہتا چنانچہ جنرل ضیا کا یہ کہنا کہ پاکستان میں اُن کی تقرری اللہ کی جانب سے ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کے سر اپنے گناہوں کو تھوپنے کے ہم معنی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ جنرل ضیا اگر ڈکٹیٹر بنا رہنا چاہتے ہیں تو وہ ضرور بنے رہیں مگر وہ اپنی ان حرکتوں سے اسلام کو تو بدنام نہ کریں۔

گیسٹ ہاؤس یا جرائم اور عیاشی کے اڈے

دہلی میں جرائم اور لاقانونیت کے واقعات جس تیزی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں ہمکو خوشی ہے کہ دہلی کے لائق لفٹنٹ گورنر مسٹر جگ موہن اُن کے انسداد کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں چنانچہ اِس مقصد کے لئے پولیس انتظامیہ میں اہم تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اور کی جا رہی ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہمیں حیرت ہے کہ دہلی ایڈمنسٹریشن اُن "گیسٹ ہاؤسوں" کی جانب سے ابھی تک کیوں آنکھیں بند کئے ہوئے ہے۔ جو دہلی میں عیاشی اور جرائم کے سب سے بڑے اڈے بنے ہوئے ہیں۔ اور خصوصیت کے ساتھ وہ گیسٹ ہاؤس تو دہلی کی شہری آبادی کے لئے ایک مستقل تشویش کا باعث بنتے چلے جا رہے ہیں۔ جو پتلی پتلی گلیوں میں شرفا کے مکانات سے متصل کھل گئے ہیں اور جنکی وجہ سے شرفا کا امن چین اور سکون تک غارت ہو گیا ہے۔

ہوٹل اور گیسٹ ہاؤس چونکہ عموماً عیاشی جرائم پیشہ اور ناپسندیدہ لوگوں کی آرامگاہ بنے رہتے ہیں اس لئے حکومت ہند کی شروع سے یہ پالیسی رہی ہے کہ انہیں رہائشی علاقوں سے دور کمرشیل علاقوں میں کھولنے کی اجازت دی جائے۔ اور انہیں رہائشی علاقوں سے دور رکھا جائے۔ تاکہ شرفا کے محلے اور مکانات اِن کی گندگی سے متاثر نہ ہو سکیں لیکن ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اب ایسا نہیں ہو رہا ہے بلکہ پتلی پتلی گلیوں میں اور شرفا کے مکانات سے بالکل متصل ایک دو نہیں بلکہ بے شمار گیسٹ ہاؤس کھل چکے ہیں۔

دہلی کے یہ گیسٹ ہاؤس کس طرح دہلی کے دامن پہ بدنما داغ بنے ہوئے ہیں۔ اِس کا اندازہ اِسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں آئے دن کسی نہ کسی گیسٹ ہاؤس پہ چھاپہ مار کر آوارہ اور بدچلن لڑکیوں اور اُن کے دلالوں کو گرفتار کیا جاتا ہے چنانچہ ۲۳ ستمبر کے ہندوستان ٹائمز کی اطلاع ہے کہ ساؤتھ دہلی کے ایک گیسٹ ہاؤس پہ پولیس نے چھاپہ مار کر دو کال گرلز اور لڑکیوں کے دلال کو گرفتار کیا ہے۔ اسی طرح ۲۶ اکتوبر کے ہندوستان ٹائمز کی ایک اطلاع ہے کہ دہلی کے ایک دوسرے گیسٹ ہاؤس پہ پولیس نے چھاپہ مار کر جسم فروشی کا دھندہ کرنے والے چھ افراد کو گرفتار کیا ہے جن میں کہ دو کمسن لڑکیاں بھی شامل ہیں۔ گیسٹ ہاؤسوں میں ہونے والے اِن اخلاق سوز واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب یہ گیسٹ ہاؤس کمرشیل علاقہ سے ہٹ کر رہائشی علاقوں میں شرفا کے مکانات سے بالکل متصل بنائے جانے لگے ہیں تو اُن سے شہری عوام میں تشویش نہیں پیدا ہوگی تو اور کیا ہوگا۔

مثال کے طور پر چھتہ شیخ منگلو علاقہ جامع مسجد میں مکان ۸۹۹ کی زمین پہ ایک نیا گیسٹ ہاؤس یا ہوٹل جائز یا ناجائز طور پہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ جس کی دیواریں شرفا کے مکانات سے اسقدر ملحق ہیں کہ برابر کے اور سامنے کے سب ہی مکانات کی بےپردگی ہوتی ہے۔ اور مزید قابل غور بات یہ کہ جبکہ میونسپل کارپوریشن کو اِس کی جانب توجہ دلائی گئی تو بلڈنگ انجنیئر کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے محض رہائشی مقصد کے لئے مکان ۸۹۹ کی تعمیر کی اجازت دی ہے ہوٹل کیلئے نہیں سوال پیدا ہوتا ہے جبکہ اجازت صرف رہائشی مکان کی تھی تو پچیس تیس کمروں کا یہ ہوٹل یا گیسٹ ہاؤس کیونکر بن کر کھڑا ہو گیا اور اس کے خلاف کارپوریشن نے نوٹس کیوں نہیں لیا۔ اور اگر اجازت میں پچیس تیس کمرے بھی شامل ہیں تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ایسی بلڈنگ کو ہرگز رہائشی نہیں کہا جاسکتا۔ اسمیں ضرور کسی قسم کا گول مال ہے جسکی پوری جانچ ہونی چاہئے۔

اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس مجوزہ ہوٹل کے چلانے کا لائسنس حاصل کرنے کی بھی کوشش شروع کر دی گئی ہے حالانکہ یہ لائسنس کا کسی طرح بھی مستحق نہیں اول تو یہ کہ از روئے قانون کسی رہائشی بلڈنگ میں ہوٹل گیسٹ ہاؤس یا ریسٹورنٹ چلانے کا لائسنس دیا ہی نہیں جاسکتا جبکہ اس مجوزہ ہوٹل کی عمارت کا نقشہ ہی میونسپل کارپوریشن نے رہائشی مقصد کے لئے منظور کیا ہے دوسرے یہ شرفا کے مکانات سے بالکل متصل ہے اور رہائشی علاقہ میں ہوٹل یا گیسٹ ہاؤس کا کھولنا گورنمنٹ کی دیرینہ پالیسی کے خلاف ہے۔ اسلئے ہماری دہلی کے پولیس کمشنر اور لفٹنٹ گورنر مسٹر جگموہن سے گزارش ہے کہ وہ اس مجوزہ ہوٹل کو لائسنس دیکر علاقہ کے باشندوں کے لئے مشکلات نہ پیدا کریں۔

قدم بڑھائے چلو

(از جناب دانش بریلوی)

مجاہدینِ زمن ہاں قدم بڑھائے چلو
ہر ایک دل میں نئی جوت جگائے چلو
زمیں پہ ٹوٹ پڑو آسماں پہ چھائے چلو

افق کی اوٹ سے وہ مسکرا رہی ہے سحر
قدم رکیں نہ مسافر کہ دور کا ہے سفر

ڈھل رہا ہے اجالوں سے رات کا لشکر
وہ پھر رہے ہیں اندھیرے لئے ہوئے خنجر
دھڑک رہے ہیں ستارے بہ خوفِ نورِ سحر

مگر سحر کو ابھرنے سے کون روکے گا
مہیب شب کو سنورنے سے کون روکے گا

لرز رہی ہیں فضائیں دہل رہی ہے زمیں
لرز رہے ہیں فلک کے ستونِ عرش نشیں
سحر کا نور بھی رکتا ہے روکنے سے کہیں

چمن سکوت بلب آمدِ بہار میں ہے
جبینِ شام ستاروں کے انتظار میں ہے

وہ چھا رہے ہیں بطونِ افق پہ سناٹے
امڈ رہے ہیں ہواؤں سے تیز زناٹے
پڑے ہوئے ہیں زبانِ حیات پر کانٹے

اگر ابھی سے ہی جی چھوڑ دیں تو کیا ہوگا
اگر امیدِ سحر توڑ دیں تو کیا ہوگا
قدم بڑھائے چلو ہاں قدم بڑھائے چلو

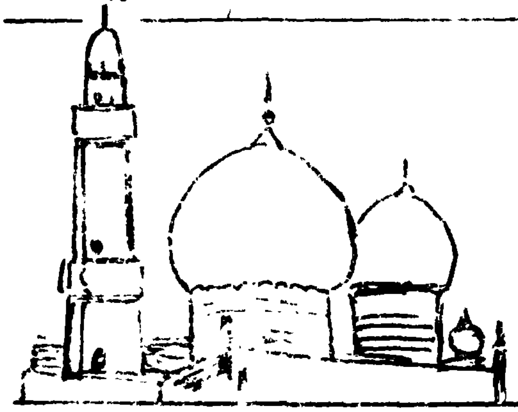
رہِ نجات دکھا گئے شبیرؓ

(ایس مقبول حسن، مقبول نصیر آبادی)

صفا و صدق کا دریا بہا گئے شبیرؓ ۔ رہِ نجات جہاں کو دکھا گئے شبیرؓ
نصیب خفتۂ مسلم جگا گئے شبیرؓ ۔ وقارِ ملّتِ بیضا بڑھا گئے شبیرؓ
شراب عشق محمد پلا گئے شبیرؓ ۔ حقوق کے لئے مرنا سکھا گئے شبیرؓ
لگا کے نعرۂ تکبیر جوشِ ایماں سے ۔ جہانِ کفر کی بنیاد ڈھا گئے شبیرؓ
پناہ ڈھونڈھتی پھرتی تھی موت باطل کی ۔ فضا کے سر پہ قضا بن کے چھا گئے شبیرؓ
جہاں کو تیرگیٔ کفر سے بچا ہی لیا ۔ چراغ دینِ الٰہی جلا گئے شبیرؓ
بساط کرب و بلا آج بھی تو شاہد ہے ۔ کہ حق پہ جان کی بازی لگا گئے شبیرؓ
امامِ دینِ متیں سر کٹا کے سجدے میں ۔ طریقِ بندگیٔ حق سکھا گئے شبیرؓ
زمانہ جس کی طرف آج لوٹنے کو ہے ۔ وہ کام پہلے ہی کر کے دکھا گئے شبیرؓ
زہے نصیب! نصیب اُس زمیں کا کیا ہوگا ۔ کہ جس کو خون سے گلگوں بنا گئے شبیرؓ
عجب نہ تھا کہ اُلٹ دیتے اِس جہاں کو مگر ۔ رضائے حق پہ گھر اپنا لٹا گئے شبیرؓ
کمر ہی توڑ کے رکھ دی ہے جس نے باطل کی ۔ قسم خدا کی وہ ٹھوکر لگا گئے شبیرؓ
فضائے عالم دیں جن سے ہے معطر آج ۔ وہ پھول باغِ نبی میں کھلا گئے شبیرؓ

جسے کہ نازشِ انسانیت کہیں مقبولؔ
وہ نغمہ سازِ شہادت پہ گا گئے شبیرؓ

گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

سولہواں پارہ۔ قَالَ اَلَمۡ۔ سورہ مریم

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کے زیرِ نظر شمارے میں ہم سولہویں پارہ کی تعلیمات کی دوسری قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش اور اُن کی دینی خدمات سے اپنے بندوں کو آگاہ کیا ہے۔

حضرت زکریا کی بیٹے کیلئے دعا

ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ .... وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا ۵

ترجمہ :۔ یہ تذکرہ ہے تمہارے رب کی رحمت کا جو اُس نے اپنے بندہ زکریا پر کی۔ جب کہ اُس نے اپنے رب کو پوشیدہ طور پر پکارا اور اُس نے عرض کیا۔ اے رب میرے بدن کی ہڈیاں کمزور پڑ گئی ہیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی ہے اور اے پروردگار میں کبھی تجھ سے دعا مانگ کر محروم نہیں رہا۔ اور میں اپنے بعد رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ پس تو اپنی طرف سے مجھے ایک وارث عطا کر جو میرا بھی وارث ہو اور اولادِ یعقوب کا بھی وارث ہو اور اے رب اُسے پسندیدہ بنا ہو۔

تشریح :۔ اے رسول عربی یہ تذکرہ ہے تمہارے پروردگار کی اُس مہربانی کا جو اُس نے اپنے بندہ زکریا پر بڑھاپے میں کی تھی۔ ایک مرتبہ زکریا نے دل ہی دل میں اپنے پروردگار سے دعا مانگی کہ۔ اے پروردگار میرے بدن کی ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر کے بالوں میں بھی سفیدی دوڑ گئی ہے۔ اس بڑھاپے میں تیرے روبرو دست بدعا ہوں۔ اے پروردگار میں نے جب کبھی کوئی دعا مانگی ہے میں تیری بارگاہ سے محروم نہیں رہا۔ میرے مولا اپنے مرنے کے بعد میں اپنے رشتہ داروں سے خائف ہوں کہ کہیں وہ دینِ حق میں کوئی تحریف نہ کر دیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میری بیوی شروع ہی سے بانجھ ہے۔ لیکن پھر بھی میں التجا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی بارگاہ سے ایک وارث یعنی فرزند عطا فرما جو علم و فضل میں میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی سچا جانشین ثابت ہو اور اے رب اُسے پسندیدہ خصائل سے آراستہ فرما۔

حضرت زکریا کی دعا قبول ہوگئی

يٰزَكَرِيَّآ .... بُكۡرَةً وَّعَشِيًّا ۵

ترجمہ :۔ (ارشاد باری ہوا) اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے کسی کا اس طرح نام نہیں رکھا تھا۔ زکریا نے عرض کیا۔ اے میرے رب لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے باعث ضعیفی میں مبتلا ہوں۔ فرمایا یوں ہی ہوگا کیونکہ تمہارے رب کا قول ہے یہ کام میرے لئے آسان ہے۔ میں نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے حالانکہ تم کچھ بھی نہیں تھے۔ عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم تندرست ہونے کے باوجود تین رات لوگوں سے بول نہیں سکو گے۔ (چنانچہ جب ایسا ہی ہوا تو) پھر وہ محراب سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آئے اور انہیں اشارہ سے بتایا کہ صبح و شام خدا کی پاکی بیان کرو۔

تشریح :۔ حضرت زکریا کی اس درخواست پر ارشاد باری ہوا

کہ۔ اے زکریا ہم نے تمہاری دعا قبول کرلی۔ ہم تمہیں ایک لڑکے کی پیدائش کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے خود کسی کا نام نہیں رکھا۔ یعنی سب بچوں کے نام اُن کے والدین رکھتے ہیں۔ لیکن اس کا نام خود ہم نے تجویز کیا ہے۔ زکریا نے عرض کیا اے رب العزت میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوسکے گا۔ جبکہ ایک طرف تو میری بیوی بانجھ ہے۔ اور دوسری طرف میں بوڑھا اور ضعیف ہوچکا ہوں۔ ارشاد باری ہوا جس طرح ہم نے کہہ دیا وہی ہوگا۔ یاد رکھو یہ تمہارے پروردگار کا قول ہے بظاہر یہ کام تمہیں ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے لئے بہت آسان ہے ذرا سوچو اور غور کرو کہ تمہیں ہم ہی نے پیدا کیا ہے۔ حالانکہ تم پیدائش سے قبل کچھ بھی نہ تھے۔ یہ سن کر زکریا نے عرض کیا اے میرے پروردگار کوئی ایسی علامت مقرر کردیجئے جس سے میں یہ جان جاؤں کہ میری بیوی حاملہ ہوگئی ہے۔ ارشاد ہوا تمہارے لئے یہ علامت ہے کہ تم تین رات اور تین دن تک کسی سے بات نہ کرسکو گے۔ حالانکہ تم تندرست ہوگے

(چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب حضرت زکریا کی بیوی حاملہ ہوئیں) تو حضرت زکریا کی زبان بند ہوگئی۔ تین دن اور تین رات تک یہی کیفیت رہی) پھر وہ اپنے حجرے سے باہر نکل کر اپنی قوم کے روبرو آئے اور اشاروں کے ذریعہ قوم کو سمجھایا کہ یاد الٰہی سے غافل نہ رہنا صبح و شام برابر اللہ کی تسبیح کرتے رہنا۔

حضرت یحییٰ کی پیدائش

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ .... یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ۵

ترجمہ:۔ (جب یحییٰ پیدا ہوئے تو حکم ہوا) یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔ اور ہم نے لڑکپن ہی میں اُنہیں سمجھ اور اپنے پاس سے رقتِ قلب اور پاکیزگی عطا کی تھی۔ اور وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گزار تھے۔ وہ سرکشی یا نافرمانی کرنے والے نہیں تھے۔ اور سلام ہے اُن پر کہ جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن انتقال کریں گے اور جس دن کہ دوبارہ پیدا ہوں گے۔

تشریح:۔ (جب یحییٰ پیدا ہوئے اور ذرا بڑے ہوئے تو ہم نے اُنہیں حکم دیا کہ) اے یحییٰ کتاب کو یعنی توراۃ کو مضبوطی سے تھامے رہو یعنی اُس کے احکام کی سختی سے پابندی کرو۔ اور ہم نے اُنہیں لڑکپن ہی میں دین کی سمجھ، رقتِ قلب اور پاکیزگی عطا فرمادی تھی۔ وہ بڑے ہی پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گزار تھے وہ متکبر اور نافرمان نہیں تھے۔ سلام ہے اُن پر کہ جس دن پیدا ہوئے اور جس دن اُنھوں نے انتقال کیا اور جس دن وہ دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔

حضرت یحییٰ کا بلند کردار

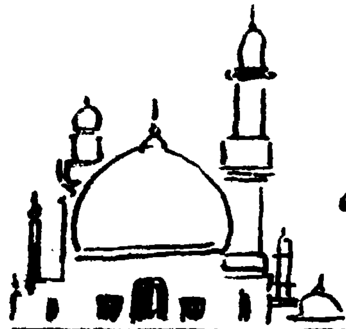
حضرت یحییٰ بہت ہی بلند کردار کے مالک تھے۔ ابن سعد زہری فضائل الانبیا میں اُن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے شرف صحبت نے شروع ہی سے حضرت یحییٰ کو اخلاق کریمانہ سے آراستہ کردیا تھا۔ اُن کے اندر استقامت۔ ایثار پسندی اور پارسائی کی صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ وہ نہایت بلند حوصلہ اور حق گو بزرگ تھے۔ دین ابراہیمی کی اشاعت میں اُنہوں نے نمایاں حصہ لیا ہے۔ رقت قلب اُن کے اندر بدرجہ کمال موجود تھی ہر متنفس کی تکلیف پر بے چین ہوجاتے تھے۔ ایک راست باز رہنما میں جو خوبیاں ہوسکتی ہیں وہ سب ہی حضرت یحییٰ میں موجود تھیں۔

حضرت یحییٰ کی راہِ خدا میں قربانی

حضرت یحییٰ کا زمانہ شرک و کفر اور بداخلاقی کا وہ زمانہ تھا کہ جس زمانہ میں کہ ہیروڈیس جیسا بدچلن اور ظالم بادشاہ حکمراں تھا۔ جس کا سلوک غریب رعایا کے ساتھ جانوروں جیسا تھا۔ حضرت یحییٰ جو دنیا میں انصاف اور مساوات قائم کرنے کے لئے آئے تھے۔ بھلا ہیروڈیس کے مظالم کے خلاف آواز بلند کرنے سے کیونکر باز رہ سکتے تھے۔ جسے ہیروڈیس برداشت نہ کرسکا۔

ہیروڈیس جہاں انتہا درجہ کا ظالم تھا وہاں پرلے درجہ کا بدچلن بھی تھا۔ یہاں تک کہ ہیروڈیس نے اپنے حقیقی بھائی فلپوس کی بیوی تک سے بھی ناجائز تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ (باقی صفحہ ۲۹ پر)

تعلیم الحدیث



اسلام قیامت تک باقی رہے گا

میانہ روی بہترین راہ عمل ہے - یہ دنیا بے حقیقت ہے

(از شوکت علی فہمی)

مسلمانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ذیل میں احادیث کی مستند کتب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں۔ جن سے اگر مسلمان نصیحت حاصل کریں تو ان کی دنیا بھی سدھر سکتی ہے اور عاقبت بھی

اسلام قیامت تک باقی رہے گا

اسلام دنیا کا ایک ایسا مذہب ہے جسے روز اول ہی سے مخالفین سے شدید مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ گزشتہ چودہ سو سال میں اسلام پر ایسے ایسے خطرناک حملے ہوئے ہیں کہ اگر اسلام کی بجائے کوئی دوسرا مذہب ہوتا تو وہ شائد کبھی کا فنا ہو چکا ہوتا لیکن ان تمام حملوں اور مسلم کشی کی کوششوں کے باوجود جو اس وقت بھی جاری ہیں آج بھی اسلام دنیا کے ہر گوشے میں نہ صرف پوری شان کے ساتھ درخشاں ہے بلکہ اس کی پیش رفت بھی برابر جاری ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی موجود ہے کہ "اسلام قیامت تک برقرار رہے گا۔ اور مسلمان آئندہ بھی اسلام کی بقا کے لئے قربانیاں دیں گے" چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور اس کی اعانت اور حفاظت میں مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک لڑتی رہے گی (مسلم)

آج لبنان میں اور فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے بے سر و سامانی کے عالم میں فلسطینی جس دلیری کے ساتھ دنیا کی سب سے بڑی شیطانی طاقت کا مقابلہ کر رہے ہیں وہ سب پر عیاں ہے اور اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی جو شخص اسے ذلیل کرنا چاہے گا وہ اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اسی حال میں خدا کا حکم آجائے گا۔ (یعنی قیامت آجائے گی) (مسلم)

جس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کو قیامت تک شیطانی طاقتوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اور حالات و واقعات بھی یہی بتا رہے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو ابھی مشکل راہوں سے گزرنا ہے۔ اور رہتی دنیا تک شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ اور اس مقابلہ کے بعد اسلام یقینی طور پر سرخرو ہوگا

میانہ روی بہترین راہِ عمل

اسلام نے نوع انسانی کے لئے جہاں روحانی ارتقا کے طریقے بتائے ہیں وہاں دنیاوی زندگی گزارنے کیلئے ایک مخصوص راہِ عمل بھی متعین کی ہے۔ اور یہ راہ عمل ہے "میانہ روی" یعنی انسان کو چاہیئے کہ وہ افراط اور تفریط سے بچے چنانچہ اس ضمن میں صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر ایک چیز کے لئے ایک جوش کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور ہر جوش کے لئے اس کا فرد ہونا ضروری ہے۔ لیکن جو شخص میانہ روی اختیار

کرتا ہے اس کی (کامیابی کی) امید رکھو۔ اگر (جو شیلے شخص کی طرف) لوگ اشارے کرنے لگیں تو اُس کا خیال نہ کرو" (کیونکہ اس کی کامیابی عارضی ہے)۔ (ترمذی)

یعنی وہ لوگ جو زندگی کی تگ و دو میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ بڑھتے ہیں اگرچہ اُنہیں نظرِ استحسان سے دیکھا جاتا ہے مگر اُن کی کامیابی عارضی ہوتی ہے۔ حقیقی کامیابی اُن ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتے ہیں۔ اور "میانہ روی" کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

یہ دنیا بے حقیقت ہے

اسلام نے اگرچہ مسیحیت اور دیگر مذاہب کی طرح اپنے متبعین کو رہبانیت کی تعلیم نہیں دی ہے لیکن پھر بھی اسلام نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ دنیاوی عیش اور راحت پسندی کے لوازمات سے اپنے آپ کو الگ رکھیں۔

"حضرت ابوذر غفاری رض سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دریا میں انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کیا چیز لے کر واپس آئی ہے۔" (مسلم)

اسی طرح دنیا اور دنیا کی لوازمات کے بارے میں مسلم ہی کی ایک دوسری حدیث ہے۔

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے ایک مردہ بچہ کے قریب سے گزرے جس کے کان کٹے ہوئے تھے۔ حضور نے اُسے دیکھ کر صحابہ سے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص اس بچہ کو ایک درہم میں لینا پسند کرسکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو اسے کسی چیز کے بدلے میں بھی لینا نہیں چاہتے۔ حضور نے فرمایا قسم ہے اللہ رب العزت کی یہ دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک اِس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا کہ تمہاری نظر میں یہ مردہ بچہ حقیر ہے۔" (مسلم)

اس حدیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور کی نظر میں اس دنیا کی کیا قدر و قیمت تھی۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان دنیا اور دنیا کے کاموں سے حسب ضرورت ضرور دلچسپی لیں لیکن اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ وہ دنیا ہی کے بن کر رہ جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اگرچہ دنیا کے کاموں سے بھی دلچسپی لیتے تھے مگر اُس سے کبھی انھوں نے دل نہیں لگایا۔

عیش پسندی سے پرہیز کرو

اسلام کے جلوہ گر ہونے کا ایک منشا یہ بھی ہے کہ وہ دنیا میں مشقت پسند اور مستعد انسانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے جو سخت سے سخت مشکلات کے مقابلہ سے بھی نہ گھبرائیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنے صحابہ کو نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ عیش پسندی سے دور رہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں صحیح حدیث ہے۔

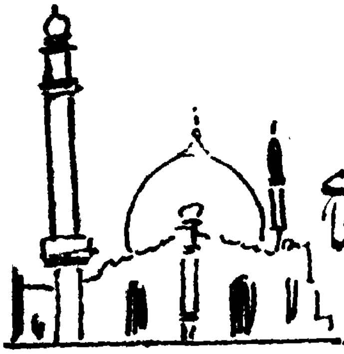
"حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں یمن بھیجا تو نصیحت فرمائی کہ اپنے آپ کو عیش پسندی اور آرام طلبی سے بچانا کیونکہ اللہ کے صالح بندے ہمیشہ عیش سے گریز کرتے ہیں۔"

(مسند امام مالک)

رسول محترم کی اس سپاہیانہ تعلیم و تربیت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمان مختصر سے عرصہ میں دنیائے معلومہ کے نصف حصہ سے بھی زیادہ کے مالک و مختار بن گئے تھے۔ اور مسلمان جب تک مشقت پسند اور سپاہی بنے رہے دنیا کی شہنشاہی کا تاج اُن کے سروں پر جگمگاتا رہا۔ لیکن بنو عباس کے آخری زمانہ سے جب مسلمانوں میں آرام طلبی اور عشرت پسندی کا مرض پیدا ہونا شروع ہوا تو اُن کا زوال بھی شروع ہوگیا۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ خود بھی ہمیشہ آرام طلبی سے گریز کیا ہے اور مشقت پسندی کی زندگی اختیار کی ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ نبی محترم کی تقلید کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہمیشہ آرام طلبی اور عشرت پسندی سے بچائے اور دنیا میں ایک مجاہد اور سپاہی کی طرح زندگی گزارے۔

اسلامی افکار



اسلام دولتمندی کا مخالف نہیں

لیکن وہ مسلمانوں کی دولت کو عوام کیلئے وقف کر دینا چاہتا ہے

(ہمارے مفکر کے قلم سے)

اسلام اگرچہ سرمایہ داری کا حامی نہیں لیکن وہ پھر بھی اپنے متبعین کو دولت پیدا کرنے سے نہیں روکتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ مسلمان جائز طریقہ پر زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کریں مگر اس دولت سے خود تو بقدر ضرورت فائدہ اٹھائیں اور باقی دولت کو غریب عوام کے لئے وقف کر دیں ذیل کے مقالہ میں اسی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے

مغربی قوموں نے دنیاوی ترقی کے راستہ پر اپنا سفر اس وقت شروع کیا تھا جبکہ مسلمان اس راہ کی بہت سی منزلیں طے کر چکے تھے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں کے برعکس جنہیں اسلام نے دنیاوی ترقی کی ترغیب دی تھی۔ مغربی قوموں نے مذہب کی تعلیمات کو نظر انداز کر کے اپنا نصب العین حصول دولت ہی کو بنا لیا تھا۔ اور آج وہ دولت کے حصول ہی کو زندگی کا حقیقی مقصد یقین کرتی ہیں۔ اس لئے اُن کے درمیان اسلام کے خلاف جو غلط پروپگنڈہ کیا جاتا رہا ہے اس میں اس بات کو بھی خصوصی اہمیت دی گئی ہے کہ اسلام حصول دولت کا مخالف ہے اور اس اعتبار سے مسلمان زمانہ کی ترقیوں اور ضرورتوں کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

خود مسلمانوں میں بھی ایسے افراد کی کمی نہیں جو یہ دعوی کرتے ہیں فخر محسوس کرتے ہیں کہ بزرگان سلف کی عظمت اور اُن کے تقدس کا سب سے بڑا جوہر یہ تھا کہ وہ مال و دولت سے پرہیز کرتے تھے۔ اور اس لئے مسلمانوں کو ہر دور میں مال و دولت سے اپنے دامن کو پاک اور خالی رکھنا چاہیئے۔ لیکن تاریخ اس دعوے کی کھلی ہوئی تردید کرتی ہے

بلاشبہ اسلام نے سب سے پہلے اُنہی افراد کو اپنی جانب متوجہ کیا تھا جنہیں سماج میں مالی اعتبار سے کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی لیکن حالات بدلنے کے ساتھ ساتھ جب مسلمانوں کو اکتساب دولت کے مواقع حاصل ہوئے تو اُنھوں نے ان مواقع کو خدا تعالیٰ کا فضل سمجھ کر اُن سے فائدہ اٹھانے میں کبھی گریز نہیں کیا۔ البتہ انھوں نے اس بات کو ایک لمحہ کیلئے بھی فراموش نہیں کیا کہ حصول دولت زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ بلکہ مقصد کو پورا کرنے کا ایک وسیلہ ہے اور اُن کے پاس جو دولت ہے وہ صحیح معنی میں اُس کے مالک نہیں ہیں بلکہ امانت دار ہیں اور یہی وہ فرق ہے جو مسلمانوں اور دوسروں کی دولتمندی کے مقاصد اور تصورات کو ایک دوسرے سے ممتاز بناتا ہے۔

خلیفۂ سوم حضرت عثمان ذوالنورین [illegible] کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ وصف دولتمندی کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا تھا، چنانچہ حضرت عثمان رضؓ نے مدینہ طیبہ میں اپنی رہائش کے لئے جو مکان تعمیر کرایا تھا اُس میں سنگ مرمر کا استعمال بھی کیا گیا تھا اور اُس کی تعمیر پتھروں اور چونے سے کرائی گئی تھی۔ اور اُنھوں نے وفات کے بعد دس لاکھ درہم اور ڈیڑھ لاکھ اشرفیوں کا نقد سرمایہ چھوڑا تھا لیکن جہاں مورخوں نے حضرت عثمان کی اس دولت مندی کا ذکر کیا ہے وہاں اُنھوں نے اس حقیقت کے اظہار میں بھی تامل سے کام نہیں لیا کہ وہ اگرچہ قبول اسلام سے قبل بھی بہت زیادہ دولتمند تھے لیکن قبول اسلام کے بعد ان کے کردار میں یہ زبردست تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ کہ ہر جبہ کو [illegible] اور اپنی دولت کو اپنے پاس خدا تعالیٰ کی [illegible] امانت یقین کرنے لگے تھے جسے اُس کے بندوں کی فلاح اور حاجت [illegible] ہونا چاہیے

حضرت طلحہؓ بن عبداللہ کا شمار عشرہ مبشرہ یعنی اُن دس حضرات

شمار کیا جاتا ہے جنہیں نبی کریم نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی تھی اور تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی جائداد کی روزانہ آمدنی دس ہزار درہم تھی حضرت طلحہؓ نے مدینہ طیبہ میں اپنے قیام کے لئے ایک عمدہ مکان تعمیر کرایا تھا۔ اور انھوں نے کوفہ میں جو عظیم الشان محل تعمیر کرایا تھا۔ چوتھی صدی ہجری تک اُس کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے یعنی حضرت طلحہؓ بے حد دولتمند تھے لیکن ان کی ساری دولت غریب عوام کے لئے وقف رہی ہے۔

حضرت زبیرؓ بن العوام اکابر صحابۂ رسول اللہؐ میں سے تھے، انھوں نے بصرہ میں جو وسیع الشان محل تعمیر کرایا تھا وہ ۳۳۲ھ تک موجود تھا اور اُس میں بڑے بڑے تجارتی قافلے آکر ٹھہرتے تھے۔ حضرت زبیر بن العوام کی زندگی کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مصر و اسکندریہ اور کوفہ وغیرہ میں بھی بہت سی عمارتیں بنوائی تھیں۔ اور اپنی وفات کے وقت پچاس ہزار دینار نقد کے علاوہ اپنے اصطبل میں ہزاروں گھوڑے بھی چھوڑے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا شمار مقرب ترین اصحاب رسول اللہ میں ہوتا ہے۔ وہ نہایت امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اُن کے اصطبل میں ہمیشہ ایک سو گھوڑے بندھے رہتے تھے اور ایک ہزار اونٹ اور دس ہزار بکریاں بھی چراگاہ میں موجود رہتی تھیں۔ اور اپنی وفات کے وقت مویشیوں کے علاوہ انہوں نے تقریباً پندرہ لاکھ درہم ترکہ میں چھوڑے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص جیسے مقتدر صحابی نے عقیق میں ایک نہایت عمدہ مکان تعمیر کرایا تھا۔ اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت کی وفات کے بعد اُن کے خزانہ سے سونے اور چاندی کے اتنے بڑے بڑے ڈھیلے برآمد ہوئے تھے کہ انہیں توڑ توڑ کر وارثوں میں تقسیم کرنا پڑا تھا۔ اور حضرت مقداد رضؓ جیسے بزرگ صحابی نے مدینہ منورہ میں جو مکان تعمیر کرایا تھا اُس میں برجیاں بھی تھیں اور اندر و باہر عمدہ استرکاری یعنی پلاسٹر بھی کرایا گیا تھا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے۔ اچھے طور پر قرض۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس کے ثواب کو دوگنے سے بھی کئی گنا زیادہ کردے اور اللہ ہی کمی کرتا ہے۔ اور وہی کشادگی کرتا ہے۔" تو ابو الدحداح انصاری صحابی نے جو انصاری تھے اسے سن کر آنحضرت سے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض لینا چاہتا ہے؟" آنحضرت کی طرف سے جواب اثبات میں پانے کے بعد انھوں نے کہا "ذرا مجھے اپنا ہاتھ تو دکھائیے" چنانچہ حضور نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیدیا، اور ابوالدحداح نے کہا میں نے اپنا باغ جو چہار دیواری میں ہے اللہ تعالیٰ کو دیدیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ اُس باغ میں کھجور کے چھ سو درخت تھے اور ام الدحداح نیز اُن کی اولاد بھی وہیں رہتی تھی، ابوالدحداح اللہ تعالیٰ سے یہ معاملہ کرنے کے بعد واپس گئے اور بلند آواز میں کہا "ام الدحداح! دیکھو تم سب لوگ اس باغ میں سے نکل آؤ، میں نے یہ باغ اللہ کو قرض دیدیا ہے اسی ایک واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام نے حصول دولت کی ممانعت نہیں کی بلکہ دولت مندی کے تصور کو بدل دیا ہے۔

خلفائے راشدین کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ڈھائی سالہ دورِ خلافت کے اس واقعہ کو خود مغربی مورخوں اور اہل قلم نے بھی نقل کیا ہے کہ اُس دور میں لوگ خیرات لئے پھرتے تھے لیکن اُسے لینے والا کوئی شخص نہیں ملتا تھا اور جب عطیات کی رقوم ناظم بیت المال کے پاس بھیجی جاتی تھیں تو انہیں اس بنا پر واپس کر دیا جاتا تھا کہ کوئی ضرورتمند موجود نہیں ہے والیٔ خاص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اطلاع دی تھی کہ یہاں خوشحالی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عام لوگوں کے تکبر اور غرور میں مبتلا ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔

اسلام بیکاری اور تعطل کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ وہ جدوجہد کا مذہب ہے اُس نے گداگری کی شدید مذمت کی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو خوشحال اور مستغنی بنانا اور دیکھنا چاہتا ہے اور ان میں اللہ تعالیٰ کی وہ صفت پیدا کرنا چاہتا ہے جو غنی کے لفظ سے ظاہر کی گئی ہے۔ لیکن وہ صفت دولتمندی اور ثروت کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام نے کسب دولت کے ان طریقوں کو ممنوع قرار دیا ہے جن سے انسانی غیرت و حمیت مجروح ہوتی ہو۔ اخلاق اور کردار کا اعلیٰ معیار باقی نہ رہتا ہو۔ اور جسے حاصل کرنے کے لئے دوسروں کے حقوق پامال کیا جاتا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ اسلام نے جائز دولت پیدا کرنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی ہے البتہ اُس کے خرچ پر چند پابندیاں عائد کر دی ہے

تاریخ اسلام کا ایک ورق



ابوالعباس عبداللہ سفاح

سلطنت روما اور چین سے ٹکر لینے والا حکمراں

(از شوکت علی فہمی)

ابوالعباس سفاح کی بابت دنیا صرف اتنا ہی جانتی ہے کہ یہ حوصلہ مند حکمراں اُس "خلافت عباسیہ" کا بانی ہے جس نے کہ صدیوں تک ایشیا اور افریقہ کے متعدد ممالک پر حکومت کی ہے۔ اور خلیفہ ہارون الرشید اور مامون الرشید جیسے باعظمت حکمراں پیدا کئے ہیں۔ لیکن بہت کم حضرات کو یہ معلوم ہے کہ یہ اسلام کا وہ مرد مجاہد ہے جو حکومت چین اور سلطنت روما کو بھی زیر کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ ذیل میں اس مایہ ناز حکمراں کے مختصر حالات پیش کئے جا رہے ہیں

سنہ ۱۳۲ھ میں جب ابوالعباس سفاح نے بنی اُمیہ کے آخری حکمراں مروان ثانی کو شکست دینے کے بعد "خلافت اسلامیہ" پر قبضہ جمایا تو پوری دنیائے اسلام میں تہلکہ برپا ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس سے قبل کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایک گوشہ نشین بزرگ یعنی "ابوالعباس سفاح" اتنی بڑی سلطنت کو زیر کرے گا جو ایشیا اور افریقہ سے لیکر یورپ تک پھیلی ہوئی تھی۔

ابوالعباس سفاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کی اولاد میں سے تھا۔ رسول اللہ صلعم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباس رضہ سے فرمایا تھا کہ "خلافت آپ کی اولاد میں منتقل ہوگی" چنانچہ اُسی وقت سے حضرت عباس رضہ کی اولاد خلافت کی امیدوار چلی آ رہی تھی۔

امام احمد نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ابوالعباس سفاح کی خلافت کی پیشگوئی بھی فرمائی تھی آپ کا ارشاد ہے کہ "جب فتنوں کا زمانہ ہوگا تو میرے اہل بیت میں سے ایک شخص جس کا نام سفاح ہوگا ظاہر ہو کر مال کی مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کو عطا کرے گا" چنانچہ رسول اللہ صلعم کی مندرجہ بالا دونوں پیشین گوئیاں درست ثابت ہوئی تھیں

یعنی خلافت بھی بنی عباس میں منتقل ہو گئی اور سفاح بھی تخت نشین ہو گیا۔ جو بڑا ہی فیاض اور سیر چشم تھا۔

ابوالعباس سفاح بنی امیہ کی خلافت سے خوش نہیں تھا وہ کہا کرتا تھا کہ "بنی امیہ نے خلافت حاصل کرنے کے بعد اُس اسلامی سادگی کو چھوڑ دیا ہے جو مسلمانوں کے لئے ہمیشہ طرۂ امتیاز رہی ہے۔ اگر کبھی مجھے حکومت کا موقع ملا تو میں خلافت اسلامیہ میں وہی پہلی سی سادگی پیدا کر دوں گا" لیکن جب خدا نے اُسے خلافت عطا کی تو ہر چہار طرف سے بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور بجائے اس کے کہ سفاح کوئی اصلاحی قدم اٹھاتا جنگ و پیکار میں مبتلا ہو گیا۔ اور اسے اپنی زندگی میں شاید ایک دن کے لئے بھی چین میسر نہیں ہوا۔

ابوالعباس سفاح کو سب سے زیادہ ملال اس بات کا تھا کہ آپس کی خانہ جنگی کی وجہ سے مسلمانوں کی سب سے بڑی دشمن یورپین امپائر کے حوصلے بے حد بڑھ گئے ہیں۔ اور رومی عیسائیوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے خلافت اسلامیہ کے بہت سے علاقوں پر قبضہ جما لیا ہے۔ ابوالعباس چاہتا تھا کہ ان تمام علاقوں کو عیسائیوں کے حلق سے نکال لے لیکن اُسے اندرونی بغاوتوں ہی نے چین نہیں لینے دیا۔

ابھی سفاح بغاوتوں کو فرو کرنے [illegible]

[illegible] کے بادشاہ قیصر نے اب براہ راست تو سلطنتِ [illegible] جرات نہ کی - اور سرحد کے مشہور شہر کسی پر حملہ کر کے اس پر قبضہ جما لیا ہے - مسجدیں مسمار کر دی ہیں اور اُس علاقہ کے مسلمانوں کو چن چن کر قتل کیا جا رہا ہے

[illegible] کے بعد رومی فوجوں نے آگے بڑھ کر ایک دوسرے [illegible] لیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ فوراً ملطیہ [illegible] مسلمانوں نے انکار کیا تو اُن کا قتل عام شروع ہو گیا جب یہ اطلاع سفاح کو ملی تو اُس نے ارکان سلطنت کو جمع کر کے اُن کے روبرو تقریر کرتے ہوئے کہا -

"خدا کی شان ہے کہ جو رومی ہم سے منہ چھپائے پھرتے تھے ہمارے [illegible] غفلت کی بنا پر اُن ہی کے ہاتھوں آج بے گناہ مسلمانوں کا [illegible] رہا ہے - خدا کی قسم اگر میں اندرونی بغاوتوں میں الجھا ہوا [illegible] صرف سلطنت روما بلکہ پورے یورپ کو پامال کر کے [illegible] - لیکن اس کے باوجود بھی میں نے قیصر کو متنبہ کر دیا ہے کہ اگر [illegible] پسندی اسی طرح جاری رہی تو اُسے جلد ہی اس کا خمیازہ بھگتنا ہو گا - اور میں آج ہی قیصر کی سرکوبی کے لئے فوجیں [illegible] رہا ہوں - مجھے امید ہے کہ جلد ہی قیصر کا دماغ درست [illegible] گا - اور انشاء اللہ اسلام کا پرچم حسب معمول سر بلند رہے گا"

[illegible] کے فوراً ہی بعد اُس زمانہ کے نامور سپہ سالار [illegible] کی سرکردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت سرحد کی جانب [illegible] ہو گئی - اُدھر رومی اس مغالطہ میں مبتلا تھے کہ خلافت اسلامیہ [illegible] اندرونی بغاوتیں برپا ہیں - اس لئے کوئی بھی اُن کے [illegible] مزاحم نہیں ہو گا - لیکن مسلمان جب اچانک ملطیہ پر ٹوٹ [illegible] کی آنکھیں کھل گئیں - رومیوں کی فوج اگرچہ مسلمانوں [illegible] لیکن وہ ملطیہ کو نہ بچا سکے - اس کے بعد مسلمانوں نے [illegible] کے ملک سے نکال دیا - اور سپہ سالار اسلام نے [illegible] حملے کر کے ایسی تباہی برپا کی کہ رومی گھبرا گئے [illegible] اندازہ ہو گیا کہ ابھی تک مسلمانوں میں وہی پہلا سا [illegible] رہے -

[illegible] ایک مصیبت بن گئے تھے - اور اُنھوں [illegible] کرنے کے لئے ختن میں ایک لشکر عظیم جمع کر رکھا تھا - ابو العباس سفاح نے چینیوں کی سرکوبی کے لئے ایک دوسرے سپہ سالار خالد بن ابراہیم کو روانہ کیا خالد نے ختن پر حملہ کر کے اُسے فتح کر لیا - ختن کے نکل جانے کے بعد چینی فوجیں چاچ کے علاقہ میں جمع ہونی شروع ہو گئیں تو مسلمانوں نے چاچ پر بھی حملہ کر دیا - اور چین کے لشکر عظیم سے مسلمانوں کا دریائے طراز کے کنارے شدید مقابلہ ہوا اس معرکہ میں بھی چین کو شکست ہوئی اور اس کے بعد مسلمانوں نے کش پر حملہ کر کے اُسے بھی فتح کر لیا - اور اس معرکہ کے بعد چینیوں کو زمانہ دراز تک مسلم علاقوں کی جانب رخ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی -

ابو العباس سفاح فی الحقیقت اپنے زمانہ کا نہایت ہی حوصلہ مند حکمران تھا - وہ نہ صرف مخالفین کے قبضہ سے اسلامی علاقے نکال لینا چاہتا تھا - بلکہ اُس کی دلی تمنا تھی کہ وہ اپنی فتوحات سے اسلام کو دنیا کے دور دراز گوشوں تک پھیلا دے لیکن سفاح کی یہ بدقسمتی تھی کہ سابق مسلم امرائے خراسان - موصل اور خلافت اسلامیہ کے بیشتر علاقوں میں اُس کے خلاف بغاوتیں برپا کر کے اُس کے عزائم میں رکاوٹیں پیدا کر دی تھیں - لیکن اس کے باوجود یہ حکمران نئی نئی فتوحات حاصل کرتا رہا - اور اس نے بہت سے مسلم علاقوں کو مخالفین کے قبضہ سے نکال لیا تھا -

ابو العباس نے اپنے دور حکومت میں بہت سی تبدیلیاں کر کے خلافت اسلامیہ کو نہایت مستحکم بنا دیا تھا - سفاح نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شام کی بجائے عراق کو دار السلطنت قرار دیا اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کیوں کہ سفاح اور بنی عباس کے حامی اور مددگار زیادہ تر ایران اور عراق ہی میں تھے - چنانچہ اُس نے ۱۳۴ھ ہجری میں "ہاشمیہ" کے نام سے ایک نیا شہر آباد کیا اور اُسے دار السلطنت قرار دیا - اس شہر کا دوسرا نام "مدینۃ المنصورہ" بھی تھا -

سفاح بڑی خوبیوں کا حکمران تھا - اُس کی سلطنت اگرچہ ایشیا اور افریقہ کے متعدد ممالک میں پھیلی ہوئی تھی لیکن اس کے باوجود وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتا تھا - ہفتہ میں ایک دن کھلا دربار منعقد کرتا تھا - جس میں کہ وہ عوام کی شکایتیں [illegible] تھا یہ شکایات اگر کسی شبہ سے [illegible] حاصل [illegible] (باقی)



تاریخ ہند کے قابل فخر واقعات

مسلم دور حکومت تاریخ کی روشنی میں

(از ڈی ایم کرشنا کمارن میسور)

میسور کے مشہور اہل قلم۔ شری ڈی۔ایم کرشنا کمارن کا ذیل کا مقالہ اُن فرقہ پرستوں کے لئے دندان شکن جواب ہے۔ جو ہندوستان کی مسلم تاریخ کو محض اسلئے مسخ کر رہے ہیں تاکہ جھوٹے اور بے بنیاد واقعات کے ذریعہ اِس ملک کی اکثریت کو مسلم اقلیت کے خلاف بھڑکا یا جا سکے۔ ہم کو امید ہے کہ حقائق سے لبریز یہ مقالہ ہمارے ناظرین کے حلقہ میں بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

ہندوستان کے سابق انگریز حکمرانوں نے اپنی سیاسی مصلحت کے پیش نظر ہندوستان کی تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا تھا۔ یا نہیں آج اِس سوال پر بحث میں وقت ضائع کرنے کی بجائے ہمیں اِس بات کو دیکھنا چاہئے کہ ہندوستان کی جو تاریخ ہمارے سامنے ہے کیا اُس میں ایسے واقعات ہیں جنھیں روشن کہا جا سکتا ہے۔ اور اگر ایسے واقعات موجود ہیں تو ہمیں اُن کو لوگوں تک پہنچانے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہئے۔ مگر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اِن روشن واقعات پر جان بوجھ کر پردہ ڈال رہے ہیں۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تاریخی سچائیوں کو چھپانے کی کوشش میں ہم ہندوستان کے سابق انگریز حکمرانوں سے بھی بازی لے جانا چاہتے ہیں۔

آج ہمارے ملک میں سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ اِس ملک میں آباد مختلف مذہبوں کے ماننے والوں اور خصوصاً ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تعلقات کو کس طرح خوشگوار بنایا جائے۔ اِن تعلقات کو بگاڑنے میں ہمارے درمیان پیدا شدہ غلط فہمیوں کو بہت بڑا دخل حاصل ہے۔ اور اِن غلط فہمیوں کی جڑیں حال ہی میں نہیں بلکہ ماضی میں پیوست کی گئی ہیں۔ اِس لئے اِن غلط فہمیوں کو دور کرنے میں ہمیں تاریخ ہی سے مدد لینی چاہئے۔ اور اِس کے باوجود کہ ہماری تاریخ بہت زیادہ مسخ کی جا چکی ہے پھر بھی اِس تاریخ کے صفحات میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جو ہماری غلط فہمیوں کو دور کرنے کا موثر ذریعہ بن سکتے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے وقت سے لیکر ... میں مغل سلطنت کے زوال تک ہندوستان کے ساتھ مسلمانوں کے حاکمانہ تعلق کے زمانہ کی مدت کم و بیش ایک ہزار سال ہوتی ہے ظاہر ہے کہ ہندو قوم جو بہت بڑی اکثریت میں تھی۔ اور جس میں راجپوت جیسا جنگجو طبقہ بھی موجود تھا۔ اتنی طویل مدت تک مسلم اقلیت کی حکومت کو اُس وقت تک گوارہ نہیں کر سکتی تھی۔ جب تک کہ اُن میں کوئی خوبی نہ ہو۔ اور مسلمانوں کی بڑی خوبی مذہبی بے تعصبی اور رواداری تھی۔ چنانچہ اس تاریخی حقیقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی حکومت کے دوران زیادہ سے زیادہ اعتدال پسندی اور رواداری کا ثبوت دیا ہے۔

ہندوستان پر حکومت کرنے والے مسلم خاندانوں اور حکمرانوں کی تاریخ اور فہرست اتنی طویل ہے کہ یہاں اُن کی تفصیل بیان کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اِس لئے مختصر طور پر اس بات کو واضح کر دینا چاہئے کہ اگرچہ مسلمانوں نے اُس زمانہ کے عام دستور کے مطابق ہندوستان کو ایک نئے ملک کی حیثیت سے فتح کر کے یہاں اپنی حکومت قائم کی تھی لیکن اُس کا مقصد یہاں اسلام پھیلانا نہیں تھا یا ملک کی دولت ...

ہوتا اور اس ملک کے باشندوں کو غلام بنانا نہیں تھا۔ اور جب یہ تقصیلی کمزوریاں اُن میں نہیں تھیں تو اس بات کو ماننا پڑے گا کہ اگر ایک ہزار سال کی طویل مدت میں کسی مسلم حکمران سے کوئی غلطی سرزد بھی ہوئی تھی تو اُس کا مسلمانوں کی اسٹیٹ پالیسی سے کوئی تعلق نہیں تھا اور ایسی ذاتی غلطی کی بنا پر پورے مسلم دورِ حکومت کو مذموم قرار دینا تاریخی دیانت داری نہیں ہے۔

اب ہم نیچے اِس دعوے کے ثبوت میں چند تاریخی شہادتیں پیش کرتا ہوں ہندوستان میں سب سے پہلے عربوں نے سندھ آکر مسلم حکومت قائم کی تھی۔ لیکن کسی ایک بھی غیر مسلم ہندوستانی یا غیر ہندوستانی مصنف نے اِس بات سے انکار نہیں کیا کہ سندھ کی یہ مسلم حکومت اپنی خصوصیات کے اعتبار سے بہترین تھی۔ چنانچہ تمام مورخین اِس بات پر متفق الرائے ہیں کہ اسی پہلی سندھ کی حکومت کے زمانہ میں حجاز کے اکابر مسلم علما نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ "ہندوستان کے باشندے عرب کے بت پرست جیسے کافر نہیں ہیں۔ کیونکہ ہندو بتوں کو خدا کا درجہ نہیں دیتے بلکہ وہ بتوں کو خداشناسی کا ایک وسیلہ سمجھتے ہیں اِس لئے ان کے ساتھ بھی کافروں جیسا نہیں بلکہ اہلِ کتاب جیسا سلوک کیا جائے"

اسی فیصلے کے مطابق نہ صرف محمد بن قاسم کے دورِ حکومت میں سندھ کے باشندوں کو کامل مذہبی اور سماجی آزادی حاصل رہی تھی۔ بلکہ بعد کی مسلم حکومتوں نے بھی اپنی اسٹیٹ پالیسی اسی فیصلے کی بنیاد پر رکھی تھی۔

محمد بن قاسم کے بعد ہندوستان پر محمود غزنوی نے حملہ کیا تھا۔ اُس نے ہندوستان پر متعدد حملے تو کئے مگر اُس نے اِس ملک میں کبھی اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن تاریخ کی اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اُس کی فوج میں بھی بہت سے ہندو افسر اور سپاہی موجود تھے۔ اور اُس پر کسی ہندو مورخ نے کبھی یہ الزام نہیں لگایا کہ اُس نے کسی ایک ہندو کو بھی مسلمان ہونے پر مجبور کیا ہو یا کسی شخص کو بھی اِس لئے سزا دی ہو کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور محمود غزنوی کے ساتھ سومنا تھ کے مندر کے واقعہ کو وابستہ کیا جاتا ہے اور تاریخ سے بھی اِس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم اِس واقعہ کو بھی اُسی صدی کے پرتشدد انقلابات اور بین الاقوامی جنگوں کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ اگر موجودہ دور میں بھی مقدس مقامات اور عبادت گاہیں سیاسی سازشوں سے محفوظ نہیں رہ سکتیں تو ہمیں صدیوں پہلے کے دور میں کسی عبادت گاہ کے سیاسی جوڑ توڑ میں مبتلا ہونے پر کوئی تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ اور پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ محمود غزنوی کی مندر شکنی کی علامت صرف سومنا تھ ہی تک محدود ہو کر کیوں رہ گئی جب کہ محمود غزنوی کے عہد اور اُسکے بعد کے پورے زمانہ میں جبکہ مسلمان اس ملک پر چھائے ہوئے تھے۔ ہمیں سومنا تھ جیسا کوئی ایک واقعہ بھی ایک ہزار سالہ مسلم تاریخ میں نہیں ملتا۔ اور ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ مسلمان بنیادی طور پر مذہبی معاملات میں نہایت ہی روادار واقع ہوئے ہیں۔

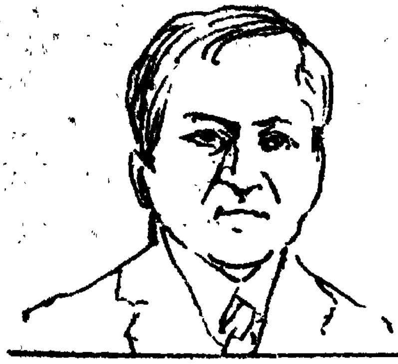
محمود غزنوی کے بعد ہندوستان پر حملہ کرنے والے مسلمانوں میں سلطان محمد غوری کا نام نظر آتا ہے اور محمد غوری کے حملہ ہی کے بعد سے مسلمانوں کی اُن حکومتوں کا وہ سلسلہ شروع ہوتا ہے جو قطب الدین ایبک سے لے کر ۱۸۵۷ء پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ اِس طویل دور میں ہندوستان پر حکومت کرنے والے مسلم خاندان اور افراد تو ضرور بدلتے رہے تھے۔ لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا سلسلہ برابر جاری رہا تھا۔ اس پورے دور میں مسلمان بادشاہوں کی اسٹیٹ پالیسی یہ رہی ہے کہ ملک کی دولت ملک ہی میں رہے۔ سلطنت کی خوشحالی کے وسائل میں ہر شہری خواہ ہندو ہو یا مسلمان برابر کا حصہ دار تھا۔ ملک میں کامل مذہبی آزادی تھی۔ کسی مسلمان کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ کسی غیر مسلم کو جبراً مسلمان بنائے۔ اور کسی بادشاہ یا مسلم حکمران کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ اس ملک کی دولت کو ملک سے باہر لے جا سکے۔

ہندوستان میں صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہنے کے باوجود یہاں ہمیشہ مجموعی آبادی میں مسلمانوں کا جو تناسب رہا ہے وہ اِس بات کا ناقابلِ انکار ثبوت ہے کہ وہ لوگوں کو جبراً مسلمان نہیں بناتے تھے۔ جبراً غیر مسلموں کو مسلمان بنانا تو در کنار تاریخ میں کوئی ایسا تذکرہ تک نہیں ملتا جس سے یہ بات ثابت ہو سکے کہ کسی مسلمان بادشاہ کے زمانہ میں بھی اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا کوئی محکمہ بھی موجود تھا۔

پھر مسلم دورِ حکومت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے

(باقی صفحہ ۴۹ پر)

(اسلام اور غیر مسلم)



اسلام امریکن مفکر کی نظر میں

اسلام کے بارے میں "الگزنڈر جانسن" کے احساسات

(الگزنڈر جانسن کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

الگزنڈر جانسن پنسلوانیا یونیورسٹی کے شعبہ تحقیق مذاہب کے سابق چیئرمین ہیں۔ جو زمانۂ دراز تک مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ اور گہرے مطالعہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ صرف اسلام ہی دنیا کا واحد مذہب ہے۔ جس نے کہ دنیا میں جمہوریت اور انسانی مساوات کا صحیح راستہ بتایا ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں اسی لائق مفکر کے ایک انگریزی مقالہ کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ یہ مقالہ دین دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

مذہب کی طرف سے بے پرواہی کے اس دور میں جو لوگ مذہب کو روحانی اور اخلاقی بلندی حاصل کرنے کے لئے ایک ذریعہ ہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس نے بنی نوع انسان کو کیا دیا ہے۔ اُن کی تلاش و تحقیق بلاشبہ سود مند ثابت ہو سکتی ہے اور اُن کی اِن کوششوں کے ذریعہ سے مذہب کی طرف سے پیدا ہو جانے والی اُس بے پرواہی کو آسانی کے ساتھ دلچسپی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ جو آج مذہب کے معاملہ میں روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اِس سلسلہ میں چند سال قبل فائدہ بخشی کے زاویۂ نظر سے مذاہب کے کردار کو متعین کرنے کے لئے ایک تحقیقاتی ادارہ کی جانب سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ مختلف مذاہب نے دنیا کو کیا دیا ہے؟ اور اِس سوال کے سلسلہ میں اسلام کے متعلق جو جوابات موصول ہوئے تھے اُن کی روشنی میں اسلام کے کردار کو اِن الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ "اسلام نے انسان کو توحید باری تعالیٰ کی دعوت دے کر انسان کی عام مساوات کا سنگ بنیاد رکھا ہے۔ اِس نے پہلی بار انسان کے ضمیر اور اظہار خیال کی آزادی کو تسلیم کیا ہے۔ اسلام ہی نے تمام مذاہب کے بنیادی اتحاد کا نظریہ پیش کیا ہے۔ اور اُس نے سب سے پہلے اِس بات کا اعلان کیا ہے کہ انسان اعلیٰ اخلاق و کردار کا مجموعہ ہے۔ اور اگر اُس کی صحیح رہنمائی کی جائے تو اُس کے وجود سے اجتماعی فوائد اور منافع حاصل کئے جا سکتے ہیں۔"

انسانیت کے لئے اسلام کی جن بخششوں کو مذکورۂ بالا الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اُن کے متعلق اختصار کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اِن ہی تعلیمات کی بدولت دنیا سے سماجی ظلم، نا انصافی اور اوہام پرستی کا دور ختم ہوا تھا بنی نوع انسان میں روشن خیالی، نیز ذہنی اور روحانی آزادی پیدا ہوئی تھی اور انسان کی اِن ہی نئی قدروں کے اجاگر ہونے کی بدولت سیاسی اور اقتصادی جمہوریت کی تشکیل عمل میں آئی تھی۔

اسلام کے ظہور سے پہلے جب خدائے واحد کی بجائے بہت سے دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی تھی تو انسان بے شمار چھوٹے بڑے گروہوں میں بٹا ہوا تھا۔ جداگانہ دیوتاؤں کا وجود بنی نوع انسان کے اتحاد اور یکجہتی کے راستہ میں حائل ہو کر رہ گیا تھا۔ اور ان انسانی گروہوں کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف جو نفرت موجود تھی اُس نے بنی نوع انسان کو ایک مستقل جنگ کی صورتِ حال سے دوچار کر رکھا تھا۔ لیکن جب اسلام نے خدا کی وحدانیت کے تصور کا اعلان کیا تو تھوڑی ہی مدت میں یہ صورتِ حال بہت بڑی حد تک تبدیل ہو گئی۔ انسانی

اخوت اور برابری کا تصور روز بروز مضبوط ہونے لگا۔ اور اِس طرح انسانوں کے ذہن سے علیحدگی کا وہ جذبہ کم ہونے لگا جو زمانہ قدیم سے چلا آرہا تھا۔

اِس میں شک نہیں کہ اسلام کے ظہور کے بعد بھی دنیا میں لڑائیاں ہوتی رہی تھیں۔ اور اِن میں مسلمانوں کو بھی ایک فریق کی حیثیت سے حصہ لینا پڑا تھا۔ لیکن یہ لڑائیاں صرف اِس لئے ہوئی تھیں کہ اسلام کی بدولت انسانوں کا جو نیا اور ترقی پسند گروہ عالم وجود میں آیا تھا۔ اُس وقت کی سیاسی طاقتیں اُسے اپنے قدامت پسندانہ خیالات کے لئے ایک زبردست خطرہ سمجھتی تھیں اور اُسے ابتدا ہی میں کچل ڈالنا چاہتی تھیں۔ اِس طرح مسلمانوں کو لڑائیوں میں جو حصہ لینا پڑا تھا اُس کی حیثیت صرف دفاعی تھی اور اِس بات کا ثبوت اُس طرز عمل سے بھی ملتا ہے جو مسلمان عام طور پر مفتوح قوموں کے ساتھ اختیار کرتے تھے مثلاً مسلمان کسی مفتوح قوم کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کرتے تھے۔ وہ اُن کی روایات رسموں اور رواجوں کو برقرار رکھتے تھے۔ اور فاتح و مفتوح کے شہری حقوق میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔

اسلام کے ظہور سے پہلے اُس عہد کے سب سے زیادہ طاقتور مذہب یعنی عیسائیت نے انسان کے ذہن اور ضمیر کو ایسی پابندیوں میں جکڑ رکھا تھا جن کی وجہ سے وہ دین اور دنیا کے ہر معاملہ میں معطل ہو کر رہ گیا تھا۔ یہاں تک کہ انسان پادریوں کی رہنمائی کے بغیر اپنے نیک اعمال کے باوجود اپنی نجات کا بھی تصور نہیں کرسکتا تھا اسلام نے اِن پابندیوں کو دور کرکے انسان کو غور و فکر کی آزادی دی تھی۔ اور اُس کے ذہن پر یہ بات نقش کر دی تھی کہ اُس کے نیک اعمال ہی اُس کی نجات کی ضمانت بن سکتے ہیں۔ اس نئے تصور نے انسان کے لئے غور و فکر اور ترقی کی راہیں کھول دی تھیں اور اِس طرح یہ مذہب انسان کی ترقیوں کے لئے اُس کا راہبر اور رہنما ثابت ہوا تھا۔

اسی طرح اسلام کے اس نظریہ نے کہ تمام مذاہب بنیادی طور پر انسان کے اخلاق اور کردار کو بلند کرنے اور اُسے دنیاوی ترقیوں کی راہ پر چلانے کے لئے آئے ہیں۔ انسان کے ذہن میں استدلال پیدا کیا تھا۔ اور اُنہیں اِس بات پر غور کرنے کا موقع دیا تھا کہ قدیم مذاہب کے وقت انسان کی جو ضروریات تھیں وہ تمام مذاہب اپنے اپنے زمانہ میں ان ضرورتوں کو پورا کرتے تھے لیکن اب جبکہ اُسے نئی نئی ضرورتیں درپیش ہیں اُسے ایک ترقی یافتہ دین یا نظام زندگی کی ضرورت ہے اور وہ اس نئے نظام کو قبول یا صرف اس کی تعلیمات پر عمل کرکے قدیم مذاہب سے انحراف نہیں کرتا۔ بلکہ مذہب کے حقیقی مقصد کو پورا کرتا ہے۔ انسان کے اس فہم نے اُسے مذہبی تعصبات کی دلدل سے نکال دیا تھا۔ اور اس طرح اسلام کی بدولت اُن لوگوں کو بھی دنیا کی تعمیر کے کاموں میں شرکت کا موقع ملا تھا۔ جنہیں مذاہب کے نام پر ان کاموں سے علیحدہ رکھا جاتا تھا۔

اس طرح جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے دنیا میں جمہوریت اور انسانی مساوات کی بنیاد رکھی ہے اور انسانوں کو اجتماعی ترقی کے راستہ پر چلایا ہے۔

تاریخ ہند کے قابل فخر واقعات

(باقی مضمون ص۲۶)

کہ سب ہی مسلم حکمرانوں نے تمام مذاہب کی تبلیغ کی آزادی دے رکھی تھی۔ چنانچہ یورپ کے عیسائی مشنری مسلمانوں ہی کے دور حکومت میں ہندوستان آئے تھے اور اگر اُس زمانہ میں ہندوؤں نے اپنے مذہب کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی تو اُس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہندو دھرم تبلیغی مذہب نہیں ہے

ہندوستان کی مسلم تاریخ کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اُس زمانہ میں ہندو اور مسلمانوں کے خوشگوار تعلقات کے بے شمار واقعات مل سکتے ہیں۔ اور اِن واقعات کو زیادہ تفصیل کے ساتھ قلم بند کرکے اگر اُن کی اشاعت کی جائے تو اُن کے ذریعہ اس ملک کے ہندو مسلم تعلقات میں یقینی طور پر خوشگواری پیدا کی جا سکتی ہے۔ مگر نہ ہمارا حکومت اس طرف توجہ کرتی ہے اور نہ ملک کے رہنما ہی اِس کی کوئی ضرورت سمجھتے ہیں

ابوالعباس عبداللہ سفاح

(باقی مضمون صفحہ ۲۴)

خلاف بھی ہوتی تھی تو سفاح بڑی سختی کے ساتھ اس سے مواخذہ کرتا تھا سفاح اپنے دور کا بڑا ہی سیر چشم حکمران ہوا ہے۔ سیوطی کا بیان ہے کہ وہ بڑا ہی فیاض تھا یہاں تک کہ وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی بڑی فیاضی اور مروت سے پیش آتا تھا مسلم باہلی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سفاح کے ماموں عبداللہ بن حسن علوی نے سفاح سے کہا کہ "میں نے ایک لاکھ درہم کا نام تو سنا ہے مگر اتنی بڑی رقم کبھی آنکھوں سے نہیں دیکھی" سفاح نے اسی وقت ایک لاکھ درہم منگا کر حکم دیا کہ ان کے گھر پہنچا دو۔ علوم و فنون سے اس کو غیر معمولی دلچسپی تھی۔ وہ شاعروں اور عالموں کو لاکھوں کی رقم انعام دے دیا کرتا تھا کبھی کوئی اہل فن اس کے دربار سے خالی نہیں گیا۔

ابوالعباس سفاح ۱۳۶ھ میں چیچک میں مبتلا ہوا اور اس مرض سے جانبر نہ ہو سکا اس کا عہد حکومت اگرچہ بے حد مختصر ہے لیکن وہ اپنے پیچھے ایک ایسی مضبوط سلطنت چھوڑ گیا تھا جو صدیوں تک دنیا کی عظیم ترین حکومت شمار ہوتی رہی ہے۔

تعلیم القرآن

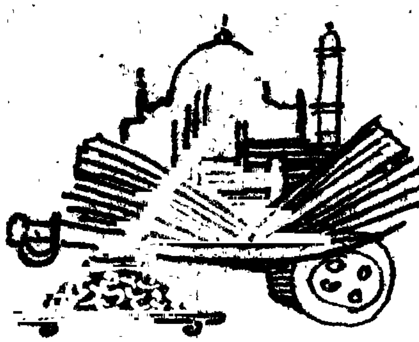
(باقی مضمون صفحہ [illegible])

اور حضرت یحییٰ نے اپنی تقریروں کے ذریعہ اس عورت کو بالکل بے نقاب کر کے رکھ دیا تھا۔ جسے شاہ بردگوس کی بدچلن بھاوج برداشت نہ کر سکی۔ ادھر شاہ وقت کی بربریت کے خلاف حضرت یحییٰ کی تقریروں نے بادشاہ کو بھی حضرت یحییٰ کا مخالف بنا دیا تھا۔

بادشاہ اور اس کی بدچلن بھاوج کے اشارے پر پہلے تو حضرت یحییٰ کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں ڈال دیا گیا۔ لیکن بادشاہ کی بھاوج اس سے مطمئن نہ ہو سکی۔ اور اس نے بادشاہ سے فرمائش کی کہ حضرت یحییٰ کا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کیا جائے چنانچہ بادشاہ نے اپنی محبوبہ بھاوج کے اشارہ پر حضرت یحییٰ کو قتل کرا دیا۔ اور آپ کا سر مبارک اس بدچلن عورت کی خدمت میں پیش کر دیا گیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین

اور سینکڑوں شاہان اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات



مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از مفتی شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کی مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے۔ اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا۔ رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کر کے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے اور اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسمیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات اور جنگی کارنامے موجود ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان غنی رض حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسن رض یعنی خلفائے راشدین کے دور خلافت کے مکمل حالات درج ہیں۔ اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس کی پوری تاریخ موجود ہے۔ اس کے علاوہ ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کی بھی تاریخ درج ہے

یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب :- حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک

دوسرا باب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات

تیسرا باب :- حضرت ابوبکر صدیق رض کا عہد حکومت اور فتوحات

چوتھا باب :- حضرت عمر فاروق رض کا دور حکومت اور فتوحات

پانچواں باب :- حضرت عثمان غنی رض کا عہد حکومت اور فتوحات

چھٹا باب :- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور حکومت اور فتوحات

ساتواں باب :- امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات

آٹھواں باب :- خلفائے بنو عباس کا طویل دور حکومت

نواں باب :- اسپین اور یورپ کی دوسری اسلامی حکومتیں

دسواں باب :- مراکش، تیونس، الجزائر، اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں

گیارھواں باب :- مصر و شام کی اسلامی حکومتیں۔ غازی صلاح الدین ایوبی کی صلیبی جنگیں

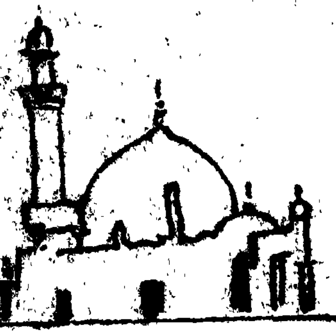
بارھواں باب :- ایران، افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں۔

تیرھواں باب :- شاہان سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دور حکومت

چودھواں باب :- ہندوستان کی خود مختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ انداز تحریر ناول کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید نہایت اعلیٰ دلکش اور رنگین ٹائیٹل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگا لیں چودہ ابواب کی مکمل تاریخ مجلد مع خوشنما دست کور۔ قیمت صرف پچیس روپے 25/-

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶



ایسے بھی حکمراں ہوئے ہیں

خلفائے راشدینؓ کے دورِ حکومت پر ایک نظر

(از شوکت علی فہمی)

خلفائے راشدین نے دنیا کے سامنے حکمرانی کا جو بے مثال نمونہ پیش کیا ہے وہ اپنی جگہ اس قدر مکمل ہے کہ جب اس کا موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ حکومتوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو یہ حکومتیں بالکل تشنہ اور نامکمل دکھائی دیتی ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں خلفائے راشدین کی حکومت کی چند امتیازی خصوصیات درج کر رہے ہیں۔ جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خلفائے راشدین کی حکومت کس طرح عوام کے لئے رحمت بنی ہوئی تھی۔ اور اسے بجا طور پر زمین پر اللہ کی حکومت قرار دیا جا سکتا ہے۔

”میں ڈرتا ہوں کہ اگر میری حکومت میں ایک فرد بھی بھوکا رہا یا کسی شخص کو بھی زیادتی کا شکار ہونا پڑا تو میں روزِ قیامت خدا کو کیا جواب دوں گا“ یہ الفاظ مسلمانوں کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہیں۔ آپ نے ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ بار بار اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بے زبان جانوروں پر بھی زیادتی ہوتی تھی۔ تو آپ خوفِ خدا سے لرز جاتے تھے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے ان احساسات سے یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ خلفائے راشدین کس طرح اپنے آپ کو بلا امتیاز مذہب و ملت مخلوقِ خدا کا محافظ سمجھتے تھے۔ اور ہر وقت خوفِ خدا سے لرزاں اور ترساں رہتے تھے۔ اور حتی المقدور اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ مخلوقِ خدا کو آرام پہنچایا جائے اور ان کی تکالیف کو دور کریں۔ اور جابر و ظالم عمالِ حکومت سے ان کو [illegible] مخلوقِ خدا کی خدمت ان کے لئے بمنزلہ عبادت بن گئی تھی۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ اگر ان کے دورِ حکومت میں مخلوقِ خدا کو تکلیف پہنچی تو عاقبت میں ان کو جواب دہی کرنی پڑے گی۔

اس کے برعکس موجودہ زمانہ کے حکمرانوں کو نہ تو خدا کا خوف ہے اور نہ عاقبت کا [illegible] کا خیال ہے کہ اگر مخلوقِ خدا بھوکی ننگی ہے یا اس کے ساتھ ناانصافی اور زیادتیاں ہو رہی ہیں تو کسی بالائی عدالت میں انہیں اس کی جواب دہی کرنی پڑے گی بس وہ تو اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر جو چاہتے ہیں کرتے رہتے ہیں۔

موجودہ زمانہ کے حکمراں یہ تو ضرور چاہتے ہیں کہ ان کی حکومتیں فوجی اور اقتصادی اعتبار سے مضبوط ہوں۔ لیکن عام رعایا کس حال میں ہے۔ اس سے انہیں کوئی غرض نہیں۔ چنانچہ ان کی مملکت کا کوئی حصہ اگر فاقہ کشی میں مبتلا ہے یا سردی اور گرمی میں کھلے میدانوں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے تو انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔

لیکن خلفائے راشدین کے دور میں حالت یہ تھی کہ ایک مرتبہ عرب کے بعض علاقوں میں قحط پڑا تو خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے پیٹ بھر کر کھانا چھوڑ دیا۔ جب لوگوں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ اسی طرح فاقہ کشی کرتے رہے تو حکومت کے مشکل کام کیسے سرانجام دے سکیں گے۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ ”جب خدا کی مخلوق کا ایک حصہ فاقہ کشی کر رہا ہو تو عمر کے لئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ شکم سیر ہو کر کھائے“ چنانچہ جب قحط دور کرنے کے لئے پورے انتظامات [illegible] دیا اور مصیبت ٹل گئی تب آپ نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

رضی اللہ عنہا کے دل میں کس قدر مخلوقِ خدا کے لئے درد تھا۔

موجودہ زمانہ میں بھی سیلاب آتے ہیں۔ قحط پڑتے ہیں۔ ہزاروں بندگانِ خدا بھوک سے تڑپ تڑپ کر مرجاتے ہیں۔ مگر ہم نے آج تک یہ نہیں سنا کہ کسی حکومت کے صدر یا وزیر اعظم یا کسی ریاست کے وزیر اعلیٰ نے عوام کی فاقہ کشی کی تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے اُن کی ہمدردی میں کھانے پینے میں برائے نام ہی کمی کردی ہو۔ بلکہ اس زمانہ میں بھی ہوتا یہ ہے کہ مخلوقِ خدا تو بھوک اور فاقہ کشی سے دم توڑ رہی ہے اور حکومت کے سربراہوں کے ایوانوں میں روزانہ بڑی بڑی عظیم الشان سرکاری دعوتیں ہوتی رہتی ہیں۔ جن پر عوام کے گاڑھے پسینہ کی کمائی بڑی بے دردی سے لٹائی جاتی ہے۔ اور ان مسرفانہ دعوتوں کو بھی موجودہ زمانہ کی سیاست ہی کا ایک جزو سمجھا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے حکمرانوں کے دلوں میں عوام کا درد مطلق نہیں ہے۔

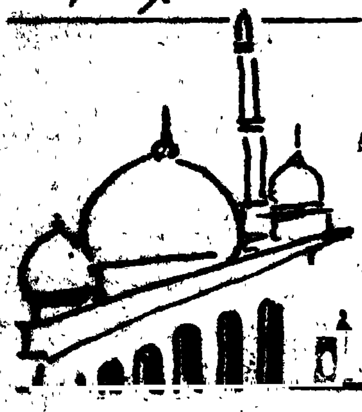
موجودہ زمانہ کی حکومتوں کا ایک نقص یہ بھی ہے کہ اُن کے سربراہ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہوتے ہیں اور عوام میں چونکہ جاہلوں اور سیاست سے نابلد لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لئے وہ حکومت کے سربراہ کے انتخاب میں احتیاط اور سوجھ بوجھ سے مطلق کام نہیں لیتے۔ بس جس شخص کو بھی ووٹوں کے حاصل کرنے کا فن اچھی طرح معلوم ہے وہ اس کے ذریعہ انتہائی عیاری اور چالاکی کے ساتھ اپنی پارٹی کو اقتدار میں لے آتا ہے۔ اور حکومت کا سربراہ بن جاتا ہے۔ لیکن خلافت اسلامیہ میں یہ صورت نہیں تھی وہاں بھی اگرچہ خلیفہ کا انتخاب بکثرت رائے سے ہوتا تھا لیکن رائے دینے والے جاہل اور سیاست سے نابلد نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ ایسے ذی علم، متقی، پرہیزگار صحابہ کرام خلیفہ کا انتخاب کرتے تھے جو بہترین سوجھ بوجھ کے مالک تھے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ایسے شخص کو خلیفہ منتخب کیا جاتا تھا۔ جو پکا دیندار ہوتا تھا۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عامل ہوتا تھا۔ اور جو مخلوقِ خدا کا درد اپنے دل میں رکھتا تھا۔ چنانچہ خلفائے راشدین میں سے ہم جس خلیفہ کی زندگی پر بھی نظر ڈالتے ہیں تو اُن کے کردار میں پیغمبروں کے کردار کی جھلک ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس حکومت کے سربراہ، متقی، پاکیزگی اور کردار کے اعتبار سے اس قدر بلند ہوں۔ ان کا دورِ حکومت یقینی طور پر مخلوقِ خدا کے لئے رحمت ہی ثابت ہوگا۔

کسی حکومت کے سربراہ کے لئے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ وہ جس ملک کا بھی حکمران یا سربراہ ہو وہ اس ملک کے کروڑوں باشندوں میں نہ صرف علم اور دیانت کے اعتبار سے بلکہ سب سے زیادہ ایثار پیشہ بھی ہو۔ چنانچہ خلافت اسلامیہ کے سب سے پہلے سربراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایثار کا یہ عالم تھا کہ خلیفہ بننے سے بہت قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں آپ نے سلطنت اسلامیہ کو مضبوط کرنے کے لئے اپنا تمام مال و اسباب دیدیا تھا۔ حضور اکرم نے جب صدیق اکبرؓ سے پوچھا کہ "کچھ اہل و عیال کے لئے بھی باقی رکھا ہے یا نہیں" تو آپ نے جواب دیا تھا کہ "اہل و عیال کے لئے میرا خدا اور رسول ہی کافی ہے"۔ اللہ اللہ ایثار و قربانی کی انتہا ہے کہ اپنا سب کچھ ملت اسلامیہ پر لٹا دیا اور اہل و عیال کے لئے کچھ بھی نہ رکھا۔

کیا موجودہ زمانہ کا کوئی سربراہ قوم و ملک کے لئے ایسے ایثار کا نمونہ پیش کر سکتا ہے۔

پھر جب حضرت صدیق اکبر خلیفہ بن گئے تو آپ کے ایثار اور قربانی کا یہ عالم تھا کہ اپنے اہل و عیال کے گزارے کے لئے صرف پانچ درہم یعنی سوا روپیہ یومیہ لیا کرتے تھے۔ جس میں کہ بڑی مشکل سے آپ کے بہت بڑے کنبہ کا پیٹ بھر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو نیا کفن تک میسر نہ آسکا۔ بلکہ آپ کو ایک پھٹی پرانی چادر میں کفنایا گیا۔ اور مرنے کے بعد عرب کے اس شہنشاہ نے جو ترکہ چھوڑا وہ صرف دو اونٹ تھے اور اُن کے لئے بھی یہ وصیت تھی کہ انہیں بیت المال میں داخل کردینا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد دنیا میں ہزاروں حکمران ہوئے ہیں۔ کیا اُن میں سے کوئی ایک حکمران بھی اس ایثار کا نمونہ پیش کر سکتا ہے۔

اسی طرح جب خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظمؓ کے ایثار پر ہم غور کرتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ فاروق اعظم اسلام کے وہ باعظمت حکمران ہوئے ہیں جن کے دورِ حکومت میں جو ممالک فتح ہوئے اُن کا مجموعی رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ (۲۲ لاکھ مربع میل کے اندر ۳۶ ہزار شہر اور قلعے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تھے۔ ان کے حدود عراق، شام، فلسطین، مصر، ایران، خراسان [illegible] تک تھے)



"گردن کٹ سکتی ہے مگر جھک نہیں سکتی"

سپہ سالار اسلام کا قیصر روم کو دندان شکن جواب

(از شوکت علی نہال)

"مسلمانوں کی گردن کٹ سکتی ہے مگر غیر اللہ کے سامنے کبھی نہیں جھک سکتی" یہ تھا سپہ سالار اسلام حضرت ضرار کا قیصر روم کو جواب یہ واقعہ سترھویں ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا تھا۔ اور اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس طرح قرون اولیٰ کے مسلمان ایمان کی خاطر سر اور دھڑ کی بازی لگا دیا کرتے تھے۔ اسلامی تاریخ میں حضرت ضرار کی اس حق گوئی کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔

یہ سترھویں صدی ہجری کا زمانہ تھا، شام کے بیشتر علاقہ پر اگرچہ مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ لیکن شام کا دارالسلطنت انطاکیہ بدستور عیسائیوں کے قبضہ میں تھا۔ قیصر روم نے اپنی پوری فوج مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے انطاکیہ کے مورچہ پر جھونک دی تھی محض اس لئے کہ قیصر یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر انطاکیہ قبضہ سے نکل گیا تو مسلمانوں کے حوصلے اور بڑھ جائیں گے۔ اور اس کے بعد رومن ایمپائر کی خیر نہیں۔

جنگ جاری تھی۔ ایک طرف تو رومی عیسائیوں کا لشکر جرار تھا اور دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان چھوٹے چھوٹے دستوں میں منقسم ہو کر بڑی بہادری کے ساتھ۔ انطاکیہ کے مورچہ پر داد شجاعت دے رہے تھے۔ مسلمانوں کے انہی دستوں میں سے ایک دستہ سپہ سالار اسلام حضرت ضرار کی قیادت میں آگے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ لیکن یکایک حالات نے پلٹا کھایا۔ مسلمانوں کے دستہ کو نرغہ میں لینے کے بعد رومیوں نے ضرار اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔

اسلامی لشکر میں چونکہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابو عبیدہ کے بعد ضرار ہی کا درجہ تھا۔ اس لئے ان کی گرفتاری پر رومیوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور حضرت ضرار کو فوراً قیصر روم کی خدمت میں جو ان دنوں انطاکیہ میں تھا پیش کیا گیا۔

رومی عیسائیوں کا دستور یہ تھا کہ جب وہ قیصر کے سامنے جاتے پہلے تو ادب کے ساتھ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے تھے۔ اور اس کے بعد قیصر روم کو حضرت عیسیٰ کا جانشین اور مظہر سمجھتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے تھے۔ یعنی رومنوں نے قیصر روم کو چھوٹے خدا کا درجہ دے رکھا تھا۔ چنانچہ رومن سردار جب حضرت ضرارؓ کو اپنے ہمراہ پا بجولاں لئے ہوئے قیصر کے روبرو پیش ہوا تو حسب دستور پہلے جھکا اسکے بعد سجدہ میں گر پڑا اور ضرار خاموش کھڑے ہوئے تماشہ دیکھتے رہے۔

رومن سردار کیلئے یہ بات قیصر روم کی توہین کے مترادف تھی کہ ایک عرب سردار قیدی ہونے کے باوجود تنا ہوا کھڑا رہے، وہ قیصر روم کے سامنے نہ تو جھکا اور نہ اُسے سجدہ کرے۔ رومن سردار کا چہرہ حضرت ضرار کی یہ جسارت دیکھ کر غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور اُس نے اپنی گرجدار آواز میں حضرت ضرار سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا "اے عرب سردار ہمارے ہاں قیصر کو سجدہ نہ کرنا نہ صرف توہین کے ہم معنی ہے بلکہ بدترین گناہ اور جرم ہے۔ تمہیں چاہئے کہ قیصر روم کو سجدہ کرو"

"قیصر کو سجدہ؟" ضرار نے جواب دیا "یہ ہمارے لئے ناممکن ہے کیونکہ مسلمان خدائے واحد کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے"

"تو تمہاری گردن اسی وقت اڑا دی جائے گی" رومن

مزار نے تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ گردن کٹ سکتی ہے۔ مگر خدا کے سوا کسی فانی انسان کے سامنے کبھی جھک نہیں سکتی۔"

رومی سردار کی تلوار حضرت ضرار کا سر قلم کرنے کے لئے میان سے باہر نکل چکی تھی کہ قیصر نے اُسے روکتے ہوئے کہا "اس کو قتل کرنے میں جلد بازی نہ کرو کیونکہ میں اِس سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔"

اِس کے بعد قیصر نے حضرت ضرار سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا "تو کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے مذہب میں خدا کے سوا کسی مخلوق کے سامنے گردن جھکانا اور سجدہ کرنا گناہ ہے تو کیا تم اپنے پیغمبر کے سامنے بھی گردن نہیں جھکاتے؟"

ضرار نے جواب دیا "اسلام انسانوں کی پرستش کی اجازت نہیں دیتا۔ خواہ وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہوں، یہی ہمارے پیغمبر کا حکم ہے اور یہی ہماری شریعت ہے۔ ہم جان دے سکتے ہیں مگر شریعت سے منہ نہیں موڑ سکتے۔"

"اور اگر میں تم سے یہ وعدہ کروں" قیصر نے کہا۔ "کہ صرف مجھے سجدہ کرنے کے عوض میں انطاکیہ تمہارے حوالے کر دوں گا تو کیا تم اپنے اصول کو چھوڑ سکتے ہو؟"

"ایک انطاکیہ تو کیا، پوری رومن ایمپائر بھی دین سے انحراف کے بدلے میں ملتی ہو تو ہم اُسے ٹھکرا دیں گے" ضرار نے جوشیلے انداز میں جواب دیا۔

قیصر نے یہ جواب سن کر حیرانی کے ساتھ ضرار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا یہ سچ ہے کہ تمہارے خلیفہ پیوند لگا ہوا لباس پہنتے ہیں، سادہ غذا کھاتے ہیں اور غریبوں جیسی زندگی بسر کرتے ہیں؟"

"ہمارے ہاں خلیفہ اور ایک معمولی سپاہی میں کوئی فرق نہیں۔" ضرار نے جواب دیا۔ "ہم سب غریبوں جیسی زندگی گزارتے ہیں!"

"ایسا کیوں ہے؟" قیصر نے تعجب سے پوچھا۔

"اس لئے کہ ہم دنیا سے چھوٹے بڑے اور ادنیٰ و اعلیٰ کا امتیاز مٹانا چاہتے ہیں ۔۔ ! ہمیں دنیا سے زیادہ عاقبت عزیز ہے" یہ تھا ضرار کا جواب۔

قیصر نے سوال کیا "کیا دنیاوی آسائش کی تمنا تمہارے دل میں نہیں ہے؟"

حضرت ضرار نے اپنی گرجدار آواز میں جواب دیا "دنیاوی آسائش ہمارے لئے بے معنی چیز ہے۔ ہم دنیا کو ایک سرائے سمجھتے ہیں۔ ہم جیتے ہیں تو خدا کے لئے اور مرتے ہیں تو خدا کے لئے!"

قیصر بولا "اگر تم دنیا سے اتنے بے نیاز ہو تو تمہاری یہ تمام فتوحات اور لڑائیاں کس لئے ہیں؟"

"اس لئے کہ دنیا میں دینِ حق پھیلائیں اور اُسے ایمان کی روشنی سے جگمگا دیں۔"

"یہی دعویٰ ہمارا بھی ہے" قیصر نے جواب دیا۔

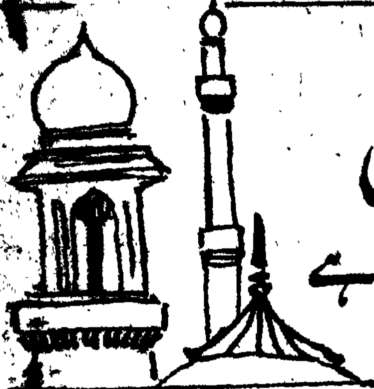
"تمہارا یہ دعویٰ سرتاپا غلط ہے" ضرار نے جواب دیا "کیونکہ عیسائی دین مٹ چکا ہے اور اُس نے بت پرستی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ جس مذہب میں قیصر کی خدا کی طرح پرستش کی جاتی ہو۔ بھلا وہ مذہب کیونکر صدائے حق بلند کر سکتا ہے۔"

حضرت ضرار کا یہ جواب سن کر پادری اور رومن سردار آپے سے باہر ہو گئے اور اُن کی تلواریں حضرت ضرار کا سر قلم کرنے کیلئے میان سے باہر آگئیں تو فوراً حاکم انطاکیہ یوقنا جو در پردہ مسلمان ہو چکا تھا۔ درمیان میں آگیا۔ اور اُس نے قیصر کو سمجھایا کہ اگر اس وقت عرب سردار کو قتل کر دیا گیا تو مسلمان ایسے جوش کے ساتھ حملہ کریں گے کہ پھر انطاکیہ کا بچانا ناممکن ہو جائے گا۔"

قیصر کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ چنانچہ اُس نے رومن سردار کو حضرت ضرار کے قتل سے روک دیا۔ اور اُنہیں قید میں ڈال دیا۔ لیکن قیصر رومی امراء اور پادری حضرت ضرار کی حق گوئی اور دلیری کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

حضرت ضرار ابھی قید میں ہی تھے کہ حضرت ابوعبیدہؓ کی فوج انطاکیہ کے پاس پہنچ چکی تھی۔ ادھر یوقنا نے جیل ہی میں ضرار اور اُن کے ساتھیوں کو ہتھیار پہنچا دیے۔ ہتھیاروں کا پہنچنا تھا کہ ضرار اور اُن کے چار سو ساتھیوں نے جیل خانہ کا دروازہ توڑ دیا اور باقاعدہ جنگ شروع کر دی۔ اللہ اللہ! کیا جرأت تھی کہ ضرار اور اُن کے ساتھی چاروں طرف سے دشمن کے لشکر سے گھرے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی وہ سر اور دھڑ کی بازی لگا کر آگے بڑھ رہے تھے۔

انطاکیہ کا حاکم یوقنا جو در پردہ مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ اُن کا معاون بنا ہوا تھا۔ اور ہر قسم کی امداد دے رہا تھا۔ غرضیکہ (باقی صفحہ ... پر)



علم کی روشنی مسلمانوں کی بدولت پھیلی

یورپ نے جو کچھ سیکھا ہے اسپین کے مسلمانوں سے سیکھا ہے

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمانوں نے اسپین (یورپ) کی سرزمین پر فاتحانہ حیثیت سے قدم رکھا تھا تو پورا یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے اسپین میں قدم رکھنے کے بعد رفتہ رفتہ جہالت کی تاریکی یورپ سے دور ہونی شروع ہوئی۔ ذیل کے مقالہ میں اسی تاریخی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

زمانہ وسطیٰ کی تاریخ میں اسپین کی مسلم حکومت کا زمانہ علمی ترقی اور بیداری کے لحاظ سے یورپ کے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اسپین کو فتح کرنے کے بعد اگر مسلمانوں نے اس ملک میں علوم و فنون کی ترقی میں حصہ نہ لیا ہوتا تو شاید زمانہ دراز تک یورپ اسی تاریکی اور جہالت میں پڑا رہتا جس میں وہ ہزاروں سال سے مبتلا تھا۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اسپین کے مسلمانوں نے علوم و فنون کے فروغ میں بڑی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ اسپین ہی یورپ کا وہ پہلا ملک ہے جس میں کہ علم کی شمع جگمگائی اور اس ملک سے علوم و فنون کی روشنی پورے ملک میں پھیلی۔ اسپین کے مسلمانوں کی علمی خدمات کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ۔ تیرھویں صدی عیسوی کے آخر تک علمائے اسپین اور علمائے اسلام کی تصنیفات کا بڑا حصہ یورپ کی مختلف زبانوں میں منتقل ہو چکا تھا۔ اور یہی تصنیفات یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی تھیں۔ طلیطلہ وہ خاص مرکز تھا۔ جہاں ان تصانیف کے ترجمے یورپین زبانوں میں کئے جاتے تھے۔

یورپ کے مورخین خود اس بات کے معترف ہیں کہ۔ یورپ نے جو کچھ سیکھا ہے وہ اسپین کے مسلمانوں سے سیکھا ہے یورپین

مورخین کی عام رائے تھی کہ اسپین میں مسلمانوں کی آمد نہ صرف اسپین کے لئے بلکہ پورے یورپ کے لئے فالِ نیک ثابت ہوئی۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر مسلمانوں نے اسپین کو فتح کر کے اُسے علوم و فنون کا بہت بڑا مرکز نہ بنا دیا ہوتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ یورپ کتنی مدت تک جہالت کی تاریکی میں بھٹکتا رہتا اور بعض یورپین مورخین کی تو یہاں تک رائے ہے کہ مسلمانوں نے نہ صرف اہل یورپ کو علوم و فنون سے آشنا کیا ہے بلکہ اُنھیں اخلاق اور انسانیت کا بھی سبق پڑھایا ہے۔

یورپ کے نامور مورخ ڈاکٹر ڈریپر یورپ پر مسلمانوں کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "۷۱۱ء کا سال یورپ کی تاریخ میں نہایت ہی مبارک سال ہے جبکہ پہلی بار اسپین پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ پورے براعظم یورپ پر جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور اہل یورپ وحشیوں جیسی زندگی بسر کر رہے تھے"

اسی زمانہ میں "طارق بن زیاد" نے اُس پہاڑ پر قدم رکھا تھا جو آج تک "جبل الطارق" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی فاتح اعظم نے نہایت قلیل سپاہ اور مختصر سی مدت میں پورے اسپین کو فتح کر لیا تھا۔ عربوں کی علم دوستی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابھی

مسلمانوں کے قدم یورپ کی طرح اسپین میں جتنے بھی نہیں پاسکے تھے کہ انھوں نے علم کی روشنی سے اسپین کا گوشہ گوشہ روشن کر دیا چنانچہ غرناطہ، طلیطلہ اور قرطبہ وغیرہ جیسے مشہور شہروں میں تہذیب و تمدن نے وہ ترقی کی کہ ہر مورخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے بعد اسپین کو ایسے مبارک اور سنہرے دن دیکھنے پھر کبھی نصیب نہیں ہوئے۔

مصر کا عیسائی اہل قلم جرجی زیدان مسلمانان اسپین کے علمی ذوق پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اسپین دنیا کی تمام دوسری سلطنتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی بدولت علوم و فنون کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا۔ یورپ کے مختلف ملکوں سے عیسائی طلبا یہاں آکر علم حاصل کرتے تھے۔ حکومت اسپین باہر سے آنے والے عیسائی طلبا کی دل کھول کر سرپرستی کرتی تھی۔ انہیں نہ صرف تعلیم ہی مفت دی جاتی تھی بلکہ ان کے قیام اور طعام کا بار بھی حکومت ہی برداشت کرتی تھی۔ چنانچہ وہی عیسائی طلبا جنھوں نے کہ اسپین میں تعلیم حاصل کی تھی جب اپنے ملکوں میں جاتے تھے تو وہاں پہنچ کر علوم و فنون کو خوب فروغ دیتے تھے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ پورے یورپ کے استاد مسلمان ہی رہے ہیں کہ اہل یورپ نے سائنس۔ فلسفہ۔ منطق۔ ادب اور جملہ علوم حاصل کئے ہیں۔"

پروفیسر گروزی رقمطراز ہے کہ "اسپین کی اسلامی سلطنت میں علوم و فنون کا رواج اس قدر عام تھا کہ وہاں جہالت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اسپین کا ہر شخص پڑھنا لکھنا جانتا تھا۔ اس کے برخلاف یورپ کے دوسرے ملکوں میں سوائے پادریوں یا اونچے درجے کے لوگوں کے سب ہی ناخواندہ اور جاہل تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ مسلمانان اسپین کے دیکھا دیکھی یورپ کے دوسرے ملکوں میں بھی علم کی روشنی پھیلنی شروع ہو گئی تھی۔"

نامور فرانسیسی مورخ سیدیو لکھتا ہے کہ "اہل یورپ مسلمانان اسپین کے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے کہ انھوں نے یورپ کی جہالت کو دور کرنے میں اہم پارٹ ادا کیا ہے۔ اسپین کے عرب گیارہویں صدی عیسوی میں ان تمام قوموں میں سب سے آگے تھے جنھوں نے علمی و تمدنی اعتبار سے ترقی کی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم بھی علوم و فنون اور اعلیٰ تمدن کے معاملے میں اسپین کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔"

پروفیسر ملپ کے حق مسلمانان اسپین کے علمی ذوق پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "بادشاہوں اور امراء کو عام طور پر علم سے بہت کم لگاؤ ہوتا ہے لیکن اسپین کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے تقریباً سب ہی حکمران علم کے عاشق تھے۔ اور بعض تو ان میں سے بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ اسپین کا پہلا اموی خلیفہ عبدالرحمٰن بہت بڑا علم دوست اور شاعر تھا۔ اسی طرح اس کے جانشین بھی شعر و شاعری اور علوم سے غیر معمولی دلچسپی رکھتے تھے۔ یہ سب کے سب علما اور ماہرین فن کے بہت بڑے قدردان تھے۔ اس لئے قرطبہ علما اور ماہرین فن کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا۔ اسپین میں تعلیم اس قدر عام تھی کہ کوئی شخص بھی علم سے نابلد نہیں تھا۔ جبکہ اسی زمانہ میں اہل یورپ بالکل جاہل تھے۔"

مسٹر ایس۔ پی۔ اسکاٹ لکھتا ہے کہ "اسپین کی تاریخ کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسپین کے خلفاء خود بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ یہ علما پر بے اندازہ دولت لٹاتے تھے چنانچہ ان کی جود و سخا کی شہرت نے دریائے الکبیر کے کنارے کو ہر شاعر ادیب اور عالم کے لئے ایک زیارت گاہ بنا دیا تھا۔"

بیکن اسپین کی علمی ترقیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اسپین ہی وہ پہلا مرکز ہے جس نے ارسطو کے فلسفہ کو سمجھا اور اس کے عرب شارحین کی کوششوں کی بدولت اہل یورپ ارسطو کے فلسفہ سے واقف ہوئے اور ان کے خیالات میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ اسپین کے مترجموں نے گیلن اور ہپاکریٹس کے ترجموں میں ابن سینا جیسے علما وغیرہ کی تصانیف سے مدد لی۔ اسپین ہی میں نئی اقلیدس۔ نیا جبر و مقابلہ اور علم المناظرہ پر رسائل پیدا ہوئے۔ اور اسپین ہی میں فلکی مشاہدات کے فن کو فروغ حاصل ہوا۔"

اسٹینلی لین پول اپنی کتاب "مورس ان اسپین" کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ "تقریباً آٹھ سو سال تک اسپین کے مسلم حکمرانوں نے یورپ کے سامنے ایک نہایت ہی شاندار مہذب اور شائستہ سلطنت کی مثال پیش کی ہے علوم و فنون اور ادب میں اسپین نے جو ترقی کی تھی اس کی مثال اس زمانہ کے یورپ کے کسی ملک میں بھی نہیں ملتی۔ جرمنی، فرانس، انگلستان اور دیگر یورپین ممالک سے

طلبا علوم و فنون کے ان چشموں سے سیراب ہونے کے لئے آتے تھے جو صرف مسلمانوں ہی کے شہروں میں بہتے تھے۔ اسپین کے اطبا اور جراح بھی اپنے فن میں سب سے آگے تھے۔ قرطبہ میں لیڈی ڈاکٹروں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسپین کی عورتوں میں بھی حصول علم کا ذوق پورے عروج پر تھا۔ علم نجوم، ریاضی، علم نباتات کا علم تھے۔ فلسفہ اور قانون جیسے علوم و فنون اس زمانہ میں صرف اسپین ہی سے حاصل کئے جا سکتے تھے۔"

دنیا کے نامور مورخین اور مفکرین کے مندرجہ بالا خیالات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے علم کی روشنی سے ایشیا اور افریقہ ہی کو نہیں بلکہ پورے یورپ کو بھی کس طرح جگمگا دیا تھا۔

ایسے بھی حکمراں ہوئے ہیں

(باقی مضمون صفحہ ۳۲)

اور مکران جیسے اہم ممالک سلطنت اسلامیہ میں شامل ہو گئے تھے ایسے باعظمت شہنشاہ کی جتنی بھی شان و شوکت ہوتی وہ کم تھی لیکن آپ کے ایثار کا عالم یہ تھا کہ آپ کے بدن پر جو کپڑے تھے ان میں کئی کئی پیوند لگے رہتے تھے۔ ان ہی پیوند لگے کپڑوں سے آپ غیر ممالک کے شہنشاہوں اور سفراء سے ملاقاتیں کرتے تھے۔ اور یہی پیوند لگے کپڑے پہن کر آپ بیت المقدس کا قبضہ عیسائیوں سے لینے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ جب آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے ہیں تو اس طرح کہ آپ کا غلام تو اونٹ پر سوار تھا اور آپ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ ذرا سوچئے اور غور کیجئے کہ یہ پیغمبروں جیسا ایثار نہیں تھا تو اور کیا تھا۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی اپنے زمانہ کے بہت بڑے دولتمند تھے۔ لیکن آپ نے اپنی ساری دولت مخلوق خدا کی بہبود کے لئے وقف کر دی تھی۔ اور خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایثار اور قربانی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی ہے رسول خدا صلعم کی صاحبزادی اور آپ کی اہلیہ حضرت فاطمہ کے پاس ایک لونڈی یا غلام تک نہ تھا۔ اور ہمیں زمانہ کے [illegible] کپڑے تک میسر نہیں تھے۔ [illegible] آپ

ایک بہت بڑی مملکت کے مالک تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ خلفائے راشدین نے حکمرانی کا جو نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔

ہم کو یہ بات تسلیم ہے کہ گزشتہ چودہ سو سال کے اندر حکومتوں کا نظام بہت کچھ ترقی کر چکا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ اقرار بھی کرنا پڑتا ہے کہ اس مدت میں عوام اور حکمرانوں کا کردار برابر روبہ زوال ہے۔ یاد رکھئے کہ جب تک حکمرانوں کا کردار بلند نہیں ہوگا اُن میں ایثار اور قربانی کا جذبہ ہرگز نہیں پیدا ہو سکتا۔ اور اس جذبہ کے بغیر ان کے دلوں میں مخلوق خدا کا درد بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

گردن کٹ سکتی ہے مگر جھک نہیں سکتی

(باقی مضمون صفحہ [illegible])

ایک طرف سے حضرت ابو عبیدہ رض نے آگے بڑھ کر اور دوسری طرف سے حضرت ضرار رض نے سرفروشی اور جانبازی کا ثبوت دیتے ہوئے انطاکیہ پر قبضہ جما لیا۔ اور انطاکیہ کی فتح کے بعد پورے شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

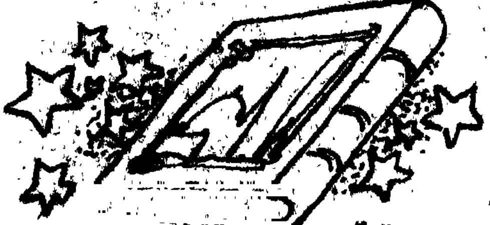
یہ تھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی حق گوئی، اور دلیری جس کی بدولت مختصر سے عرصہ میں مسلمان دنیائے معلومہ کے ایک بڑے حصے کے شہنشاہ بن گئے تھے۔

دین دنیا کے مشن کو آگے بڑھائیے

دین دنیا محض کاروباری پرچہ نہیں ہے بلکہ اس کا ایک مخصوص مشن ہے اور وہ یہ ہے کہ موجودہ الحاد اور بے دینی کے دور میں مسلمانوں کے اندر توحید پرستی کا جذبہ پیدا کر کے انہیں غیر اللہ سے [illegible] جائے اور اسلام کے ان محاسن سے مسلمانوں کو روشناس کیا جائے جو اس گمراہی کے دور میں مسلمانوں کی نظر سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ دین دنیا کا ایک مشن یہ بھی ہے کہ یہ [illegible] مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کو تازہ کرنے والا مواد مہیا کرتا ہے اسے مزید [illegible]

ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار



اسلامی انسائیکلوپیڈیا

مغربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کیلئے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں کہ دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ کا واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ یہ مستند کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا (جدید ایڈیشن معہ اضافہ شدہ) کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اسمیں مسلمانوں کیلئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو۔ اس کتاب میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے اسمیں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے مختصر یہ کہ یہ کتاب ہر ایک مسلمان کیلئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے کھانے پینے اور رہائش و میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دیئے گئے ہیں۔ جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے کی ابحاث موجود ہیں

اسمیں چھ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول:- فضائل اسلام:- اسمیں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند پایہ خیالات

باب دوم:- عقائد اہل سنت والجماعت:- اسمیں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی، لوح و قلم فرشتے حضرت جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، منکر نکیر، سجین، علیین، قبر میں سوال نکیرین، علامات قیامت، ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسٰی کا نزول، یاجوج ماجوج مغرب سے طلوع آفتاب، قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکے کا ذکر، میدان حشر حساب و کتاب، پل صراط، دوزخ جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ پیران طریقت موت و حیات وغیرہ۔

باب سوم:- اسلامی عبادات:- اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً وضو غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین نماز اشراق، نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے مسائل درج ہیں۔

باب چہارم:- اعمال و وظائف:- اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن میں تاریخ وار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین و اولیاء اللہ کے معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

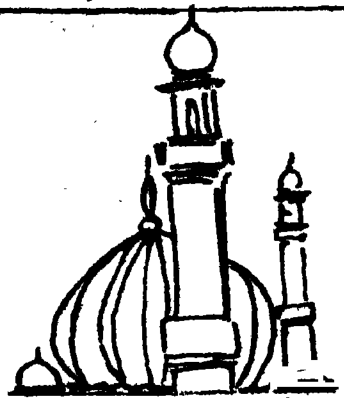
باب پنجم:- حرام و حلال جانور اور ذبح و شکار:- اسمیں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم:- اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق:- اسمیں حقوق اللہ، حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہل بیت، حقوق پیران طریقت، والدین کے حقوق اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقرباء کے حقوق۔ حقوق ملازم غرضکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہو سکتے ہیں۔ وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب:- باقی ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش عقیقہ اور شادی بیاہ نکاح و طلاق و تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں۔ ایک علیحدہ باب میں [illegible] کی ولادت کا مفصل بیان ہے۔ جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب [illegible] اولیائے کرام کی سوانح عمریاں اور آخری باب میں مزید [illegible] اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور [illegible] اس کتاب میں سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے۔ ضخامت تقریباً [illegible] صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ [illegible]

دین دنیا پبلشنگ کمپنی — قیمت مجلد بیس روپیہ [illegible] — جامع مسجد دہلی۶

تاریخی شذرات



یزید کی اولاد کو یزید سے نفرت

خلیفہ مہدی اور عشقِ رسول ۔ خراسان کا بادشاہ قید میں

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

یزید کی اولاد کو یزید سے نفرت

یزید کا بیٹا معاویہ ثانی یزید کا ولیعہد تھا ۔ لیکن حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد سے معاویہؔ کو اپنے باپ سے نفرت ہوگئی تھی چنانچہ وہ کہا کرتا تھا کہ "میرے لئے اِس سے بڑھ کر اور کوئی ذلت آمیز بات نہیں ہوسکتی کہ میں ایک ایسے ظالم باپ کا بیٹا ہوں جس نے کہ اولادِ رسول تک کو ذبح کرکے رکھ دیا ہے"

یزید کی موت کے بعد جب بنی امیہ کے مقتدر حضرات نے یزید کے بیٹے معاویہ ثانی کو تخت پر بٹھانا چاہا تو اُس نے تخت نشینی سے انکار کردیا ۔ اور صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ "میں ایسے تخت پر بیٹھنا لعنت تصور کرتا ہوں جو آلِ رسول کے خون میں ڈوبا ہوا ہے" لیکن امرائے سلطنت نے اُسے زبردستی ۶۴ھ ہجری میں بادشاہ بنا ہی دیا ۔ تخت نشینی کے وقت معاویہ ثانی کی عمر ۲۱ سال تھی یہ بڑا دیندار اور صالح نوجوان تھا ۔ اپنے باپ کی ظالمانہ حرکتوں کی وجہ سے اُسے بادشاہی اور حکمرانی سے نفرت ہوگئی تھی۔

معاویہ ثانی یزید کی جانشینی کو اپنے لئے سب سے بڑی ذلت تصور کرتا تھا ۔ اُسے یقین تھا کہ مسلمان اُس یزید کی اولاد کی حکومت کبھی بھی پسند نہیں کرسکتے جس نے کہ آلِ رسول کے خون میں اپنے ہاتھ رنگے ہیں ۔ چنانچہ معاویہ بن یزید چھ مہینے تک تو بادل ناخواستہ تخت نشین رہا ۔ لیکن چھ مہینے کے بعد اُس نے تخت سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کرلیا ۔ دستبرداری سے قبل جب اُس سے جانشین نامزد کرنے کے لئے کہا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ "میرے دادا معاویہ نے ایسے شخص سے حکومت چھینی تھی جو ہر لحاظ سے اُس سے بہتر تھا ۔ اُس کے بعد میرا باپ تخت نشین ہوا جو حکومت کے لائق نہیں تھا ۔ اور خود میں بھی حکومت کے معاملہ میں قطعی نااہل ہوں ۔ ایسی حالت میں کس طرح میں جانشین نامزد کرسکتا ہوں"

مختصر یہ کہ معاویہ بن یزید صرف چھ مہینے حکومت کرنے کے بعد تخت سے دستبردار ہوگیا اور دستبرداری کے چند ماہ بعد ہی اُس کا انتقال ہوگیا

خلیفہ مہدی اور عشقِ رسول

خلیفہ مہدی خاندان عباسیہ کا ایک نہایت ہی نیک دل حکمران ہوا ہے ۔ اِس خلیفہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت ہی نہیں بلکہ عشق تھا ۔ رسول محترم کے ساتھ مہدی کی محبت کا اندازہ اِس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک شخص اُس کے پاس کپڑے میں لپیٹ کر جوتوں کا ایک جوڑا لایا اور کہا کہ "یہ رسول اللہ صلعم کی نعلین مبارک ہیں" مہدی نے جوتوں کے اس جوڑے کو اُس سے لے کر آنکھوں سے لگایا اور لانے والے کو دس ہزار کا انعام عطا کیا

حاضرین دربار میں سے ایک نے خلیفہ سے پوچھا کہ "یا امیر المومنین کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ حضور ہی کی نعلین مبارک ہیں" مہدی نے جواب دیا کہ "مجھے اِس بات کی تحقیق کی مطلق ضرورت نہیں کہ یہ نعلین کہاں سے آئیں اور کس کی ہیں ۔ مگر چونکہ حضور کی نعلین مبارک سے انکو نسبت دیدی گئی ہے اس لئے یہ میرے لئے قابل احترام بنگئی ہیں"

خلیفہ مہدی رسول اکرم اور اہل بیت کا سچا عاشق تھا چنانچہ اُس نے معزول شدہ تمام اہل بیت اور علویوں کو رہا کردیا تھا جنکو اُسکے باپ منصور نے قید میں ڈالدیا تھا بلکہ انکیلئے عالیشان عمارتیں تعمیر کرادیں اور انکی شایان شان ...

دلیعہد بھی مقرر کردیے تھے۔ اُسے اہل بیت کے ساتھ سلوک کرنے میں ایک لذت محسوس ہوتی تھی۔ یہ خلیفہ دس سال حکومت کرنے کے بعد [illegible] ہجری میں زہر کے اثر سے ہلاک ہوگیا تھا۔ رحلت کے وقت اس کی عمر صرف ۳۴ سال تھی۔

شاہ خراسان کا عبرت انگیز واقعہ

عمرو بن لیث خراسان کا ایک نہایت ہی باعظمت بادشاہ ہوا ہے نئی نئی فتوحات سے اُس کی طاقت دن بدن بڑھ رہی تھی۔ یہ چاہتا تھا کہ ماوراالنہر کو بھی فتح کرلے چنانچہ اُس نے ماوراالنہر پر حملہ کردیا اور وہاں کا حکمراں اسمٰعیل سامانی مقابلہ پر آگیا بلخ کے مقام پر دونوں میں بڑی خوفناک جنگ ہوئی۔ جس میں کہ عمرو بن لیث کو شکست ہوگئی۔ اور اسمٰعیل سامانی نے اسے گرفتار کرکے قید خانہ میں ڈال دیا۔

شاہ خراساں عمرو بن لیث جس دن گرفتار ہوا ہے اُسی روز گرفتاری سے قبل صبح کے وقت عمرو بن لیث کے باورچی نے اُس سے شکایت کی تھی کہ باورچی خانہ کا سامان لانے کے لیے اُسے کل دو سو اونٹ دیے گئے ہیں جو بالکل ناکافی ہیں۔

اسی شام کو جب عمرو بن لیث گرفتار ہوا اور اُسے قیدخانہ میں ڈال دیا گیا تو اُسے بھوک محسوس ہوئی۔ اتفاق سے وہی باورچی جس نے کہ باورچی خانہ کے سامان کے لیے اونٹوں کی کمی کی شکایت کی تھی۔ قیدخانہ میں اُس کے ساتھ تھا۔ اُس نے ایک ہانڈی میں جو جیل خانہ میں موجود تھی۔ تھوڑا سا دلیہ جو اُس کے پاس تھا ہانڈی میں ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیا۔ اور عمرو بن لیث جو بے حد بھوکا تھا۔ بڑی بے صبری کے ساتھ دلیے کا انتظار کرنے لگا جب دلیہ پک گیا اور باورچی نے ہانڈی اتار کر نیچے رکھ دی اور کسی ضرورت سے دوسری طرف چلا گیا تو ایک کتا آیا اور ہانڈی کا کنارہ دانتوں سے پکڑ کر اور اٹھا کر چل دیا۔

عمرو بن لیث نے جب کتے کو ہانڈی لیجاتے ہوئے دیکھا تو باورچی کو آواز دے کر کہا "صبح تو شکایت کر رہا تھا کہ باورچی خانہ کے سامان کے لیے دو سو اونٹ ناکافی ہیں اب دیکھ لے کہ ایک کتا تیرا سارا باورچی خانہ اٹھائے لئے جا رہا ہے" اس واقعہ سے عمرو بن لیث کو بڑی عبرت ہوئی

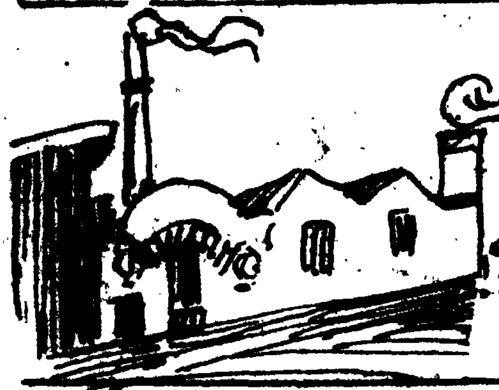
سلطان الپ ارسلان کا آخری وقت

سلطان الپ ارسلان سلجوقی حکومت کا ایک بہت بڑا حکمران ہوا ہے۔ یہ ۴۵۵ھ ہجری میں اپنے چچا طغرل بیگ کی موت کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ اس نے نئی نئی فتوحات حاصل کرکے سلجوقی سلطنت کو دور دور تک پھیلا دیا تھا۔ اور اس نے یورپ کے عیسائی علاقوں پر حملے کرکے اُن کے بہت سے شہر اور قلعے چھین لئے تھے۔

دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں نے اس سلطان کو زیر کرنے کی کوشش کی مگر کوئی کامیاب نہیں ہوا۔ لیکن جس زمانہ میں کہ یہ ترکستان میں فوج کشی کر رہا تھا تو یوسف نامی ایک معمولی سپاہی کے ہاتھوں ۴۶۵ھ ہجری میں یہ اس بری طرح زخمی ہوا کہ زندگی کی کوئی امید باقی نہ تھی۔

مرنے سے قبل سلطان الپ ارسلان نے جو الفاظ کہے ہیں وہ عبرت ونصیحت کا ایک مکمل درس ہے۔ اُس نے کہا تھا "دنیا حکومت اور بادشاہت کے پیچھے دیوانی بنی پھرتی ہے۔ لیکن گزشتہ پانچ سال کی حکومت سے مجھے یہ تجربہ ہوا کہ دنیا کی سب سے بڑی معصیت حکومت اور بادشاہت ہے اس پانچ سال کے اندر مجھے ایک دن بھی آرام میسر نہیں آسکا۔ دنیا کی تمام نعمتیں مجھے میسر تھیں مگر میں کسی چیز سے کبھی کوئی فائدہ نہ حاصل کرسکا۔ مجھے زعم تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا حکمراں بھی میرے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا لیکن میری ہی فوج کے ایک معمولی سپاہی نے میرا غرور خاک میں ملا دیا اب میں صرف چند لمحوں کا مہمان ہوں۔ میری بے بسی کی موت اُن لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جو زعم باطل میں مبتلا ہیں۔ اب میں خالی ہاتھ دنیا سے جا رہا ہوں۔ کاش میں نے حکمرانی کے جھگڑوں میں الجھنے کی بجائے عاقبت کا سامان کیا ہوتا"

اور پھر چند ہی روز بعد سلطان الپ ارسلان کا انتقال ہوگیا لیکن اس کے آخری الفاظ ہمیشہ دنیا کو درس عبرت دیتے رہیں گے۔



وسائل ترقی و کامیابی

غریب باپ کے امیر بیٹے

وہ جنہوں نے غریبی کے سائے میں پل کر ترقی کی ہے

(ہمارے اقتصادی مبصر کے قلم سے)

ذیل کے مضمون میں ایسے دولتمندوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے غریبی کی گود میں آنکھ کھولی تھی لیکن محض اپنی ذاتی جدوجہد اور اہلیت کی بنا پر دنیا کے بہت بڑے دولتمند بن گئے۔ یہ مضمون اُن حضرات کیلئے مفید ہے جو ترقی اور کامیابی کے متلاشی ہیں۔

اگر کوئی شخص دولتمند گھرانے میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اپنی آبائی دولت کے ذریعہ ترقی کرتا ہے تو یہ کوئی قابل تعریف بات نہیں۔ تعریف کے مستحق تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے غریبی کی گود میں آنکھ کھولی تھی۔ جنہوں نے غریبی اور عسرت میں ابتدائی زندگی بسر کی تھی لیکن اس کے بعد ذاتی محنت اور اہلیت کی بنا پر بام عروج پر پہنچ گئے۔

ایم شوییب امریکہ کے ایک کروڑپتی ہوئے ہیں۔ جنکی ابتدائی زندگی انتہائی عسرت اور غریبی میں بسر ہوئی ہے۔ چونکہ اُن کے والد غریب تھے۔ اس لئے انہیں مجبوراً چودہ پندرہ سال کی عمر میں باپ کا ہاتھ بٹانا پڑتا تھا۔ اُن کے پاس ایک دستی ٹھیلا تھا۔ جسکے ذریعہ یہ تجارتی کمپنیوں کا مال اِدھر سے اُدھر پہنچایا کرتے تھے۔

اِن کی تعلیم نہایت معمولی تھی۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں تعلیم حاصل کرنے کیلئے وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ لیکن انھوں نے محسوس کیا کہ اچھی تعلیم کے بغیر دُنیا میں ترقی اور کامیابی مشکل ہے۔ چنانچہ انھوں نے شبینہ مدارس میں جہاں رات کے وقت تعلیم دی جاتی تھی۔ داخلہ لے لیا بس یہ دن بھر تو محنت و مزدوری کرتے تھے اور رات کو تعلیم حاصل کرتے تھے۔ چند ہی سال کے بعد جب انھوں نے محسوس کیا کہ اب وہ حسب ضرورت تعلیم حاصل کر چکے ہیں تو انھوں نے سوچا کہ کسی خاص لائن میں انہیں تجربہ حاصل کرنا چاہئے لوہے کے کام سے انہیں شروع ہی سے دلچسپی تھی۔ لہٰذا انھوں نے لوہے کے کام کے بارے میں معلومات حاصل کرنی شروع کی جن کارخانوں میں لوہے کا کام ہوتا تھا وہاں کے کارکنوں سے انھوں نے تعلقات بڑھائے۔ اِس کے علاوہ لوہے کے کام کے بارے میں انہوں نے کتابوں کا بھی مطالعہ کیا۔ آخر نتیجہ یہ نکلا کہ یہ مسٹر اینڈریو کارنگی کے لوہے کے کارخانہ میں ملازم ہوگئے۔ مسٹر اینڈریو کارنگی نے یہ کارخانہ ایک لاکھ ڈالر کے سرمایہ سے قائم کیا تھا۔ اِنہیں چونکہ لوہے کے کارخانہ سے دلچسپی تھی۔ اور اس کام کے بارے میں یہ پوری طرح عملی اور علمی معلومات بھی حاصل کر چکے تھے۔ اسلئے بہت جلد ترقی کر گئے۔ یہاں تک کہ ایک روز یہ اسی کارخانہ کے پریسیڈنٹ بن گئے۔ اور انہیں پانچ ہزار ڈالر ماہوار تنخواہ ملنے لگی۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد وہ اسی کمپنی میں تین کروڑ ڈالر کے حصہ دار بھی بن گئے۔

مسٹر چارلس ایم شوییب اپنے حالات زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ میں اگرچہ ابتداء میں ایک معمولی مزدور تھا۔ لیکن اپنا مطمح نظر ہمیشہ بلند رکھتا تھا۔ اور اِس سے مجھے کامیابی اور ترقی میں بے حد مدد ملی میں ہمیشہ اپنی ذات پر پورا بھروسہ رکھتا تھا۔ میں نے مسٹر اینڈریو کارنگی کے کارخانہ میں اس لئے ملازمت نہیں کی تھی کہ میں صرف نوکری کروں اور کام کے بعد گھر واپس چلا آؤں بلکہ میں نے اپنی زندگی اس کام کے لئے وقف کر دی تھی۔ میں رات دن کارخانہ ہی میں رہتا تھا۔ اور اس کارخانہ کے ایک ایک جزو پر گہری نظر رکھتا تھا۔

وہ مسٹر انڈریو کارنگی میری کارکردگی اور کاروبار سے میری غیر معمولی دلچسپی کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور برابر مجھے ترقی دیتے چلے گئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کسی کام سے ایک انسان کا غیر معمولی شغف اس کے لئے ترقی کی راہیں کھول دیتا ہے۔ بس جو لوگ کامیابی کے خواہشمند ہیں انھیں حوصلہ بلند رکھنا چاہئے اپنے لئے انہیں کوئی خاص کام منتخب کر لینا چاہئے۔ اور اس کام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دینی چاہئے یقینی طور پر کامیابی ہوگی"

آپ نے اکثر اخبارات میں "کوکو" کا اشتہار دیکھا ہوگا مسٹر چارلس فرائی انگلستان کے مشہور کارخانہ "کوکو" کے مالک تھے انھوں نے صرف ایک چیز کی تجارت سے کثیر دولت اور شہرت حاصل کی ہے۔ یہ بھی ابتدا میں بے حد غریب تھے۔ شروع میں کسی دکان میں ملازمت کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے لیکن رفتہ رفتہ اپنے حوصلے استقلال اور محنت کے ذریعہ بام عروج پر پہنچ گئے

انکا مقولہ ہے کہ "غریبی صرف اُنہی لوگوں کو ستاتی ہے جو اسے گوارہ کر لیتے ہیں۔ ورنہ جہاں تک قدرت کا تعلق ہے اُس نے سب ہی انسانوں کو دل و دماغ اور ہاتھ و پاؤں دئے ہیں۔ جو لوگ کہ قدرت کے دئے ہوئے ان عطیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں غریبی اُن کے پاس پھٹک ہی نہیں سکتی۔ میں نے بھی غریبی ہی میں آنکھ کھولی تھی لیکن قدرت کی دی ہوئی طاقتوں سے کام لیکر میں اُس پر غالب آگیا"

آگے چلکر یہی کامیاب تاجر لکھتا ہے کہ "انسان کو چاہئے کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر کسی کام کو اختیار کرے اور جب اختیار کرلے تو اس یقین کے ساتھ کہ وہ ضرور کامیاب ہوگا برابر جد و جہد کئے جائے دنیا کا کوئی بھی کام کوئی بھی کاروبار ایسا نہیں ہے جس میں کہ پریشانیاں نہ آتی ہوں ان پریشانیوں کا مقابلہ ہی سب سے بڑی اہلیت اور قابلیت کا ثبوت ہے۔ یاد رکھئے کہ پریشانیوں کی سنگلاخ وادی ہی سے گزر کر کامیابی کی منزل کی جانب راستہ جاتا ہے

پھر ایک کامیاب انسان کے لئے یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ ایمانداری اور سچائی کو کسی صورت میں بھی ہاتھ سے نہ جانے دے انسان کی ساکھ دولت سے نہیں بلکہ ایمانداری سے قائم ہوتی ہے۔

افسانہ



صحرا میں پھول

ایک نہایت دلکش معاشرتی افسانہ

(از شگفتہ نیر کراچی)

احسن اپنے کو مطالعہ میں معروف رکھتے تھے مطالعہ اُن کی ہابی تھی ذریعہ بھی وہ ایک مقامی کالج میں لکچرار تھے مگر اُن کی زندگی ایک ویران بے آب و گیاہ صحرا کے مانند تھی۔

جس سے اُنہوں نے والہانہ محبت کی تھی۔ وہ اُنہیں چھوڑ کر جا چکی تھی اب اُنہیں کسی عورت پر بھروسہ نہیں رہا تھا۔ اب وہ تھے اور اُن کا ذوق مطالعہ اور شعر و شاعری سے اُن کی گہری دلچسپی کوٹھی میں ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ صبح صبح جب پرندے مل کر چہچہاتے ہیں تو احسن کو گھر میں زندگی کے آثار دکھائی دیتے ہیں اُن کا دل کچھ مسرور بھی ہو جاتا وہ خود کو اس تنہائی کی بے کیف زندگی کا عادی بنا رہے تھے کہ ایک شام بوا نے بتایا۔

”احسن بیٹے کوئی لڑکی آئی ہے تم سے ملنے؟“

”مجھ سے ملنے کون لڑکی ہو سکتی ہے“ اُنھوں نے ایک لمحہ کے لئے سوچا پھر ڈرائنگ روم کی طرف چل دئے وہاں سحر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک نہایت حسین و جمیل اور شوخ لڑکی۔ اُنھوں نے فوراً پہچان لیا ”آپ یہاں کیسے؟“

”آپ نے مجھے پہچان لیا حالانکہ میں تقریباً دو سال بعد آئی ہوں“

”یہ اتنا زیادہ عرصہ نہیں ہے“ وہ مسکرائے جیسے کہہ رہے ہوں بعض صورتیں بھلائی جانے والی نہیں ہوتیں۔ آج سے دو سال قبل وہ اُن کا آٹوگراف لینے آئی تھی وہ اُن کی شاعری کی بہت بڑی مداح تھی۔

”ایک میگزین میں آپ کا انٹرویو پڑھا اور آپ کی تصویر دیکھی ۲
انٹرویو میں جب یہ پڑھا کہ آپ ہر اپنے اجد یہ اسکے کے کام آتے ہیں تو اپنے ایک کام کے لئے آپ کے پاس آنے کی جرأت کر سکی ہوں۔“

وہ کہتی رہی اور احسن بڑے خلوص اور گہری نظروں سے اُسے دیکھتے رہے۔

”فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ اگر میں آپ کے کام آسکوں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔“

”میں کوئی سروس چاہتی ہوں۔ آپ کا تو کافی اثر و رسوخ ہوگا۔ اس لئے.....“

”مگر آپ تو کراچی میں رہتی ہیں۔“

”آجکل میں یہاں سہیلی کے پاس آئی ہوں۔ یہ سہیلی میری سگی بہن کی طرح ہے۔“

”کیا مستقل؟“ وہ تعجب سے بولے ”جی ہاں“ اُس نے ٹھنڈی سانس لی ”میرا خیال ہے کہ آپ کو کچھ اپنی بابت بتا دوں۔“

”اگر کوئی حرج نہ ہو تو“ وہ خلوص سے بولے۔

”میرے والدین جب میں چھوٹی تھی کہ فوت ہو گئے تھے میں نے ماں کو نہیں دیکھا تھا ہاں والد کچھ کچھ یاد ہیں۔ چچا چچی نے میری پرورش کی کوشش کی اور کوئی تھا نہیں۔ اور چچا کے اپنے بھی پانچ بچے تھے۔ خیر کسی نہ کسی طرح میں بڑی ہو ہی گئی بی اے کرتے ہی چچی نے اپنے معمر اور بد دماغ بھائی سے میرے رشتے کی بات کی مجھے اس شخص سے ہمیشہ نفرت رہی ہے۔ بے حد بد مزاج بلکہ بد اخلاق آدمی ہے اسی وجہ سے اُس کی پہلی بیوی بھی اس سے نہ بن سکی تھی۔ میں نے صاف انکار کر دیا مگر چچا اور چچی نے یہ کہہ کر کہ ہم نے تمہیں پالا ہے اور پال پوس کے تمہیں جوان کیا ہے اس لئے یہ ہمارا حق ہے کہ تمہارے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں مختصر یہ کہ میں لاکھ چیخی چلائی۔ مگر میری شادی اُسی شخص سے کر دی گئی جس سے مجھے نفرت تھی۔ میرے دل میں تو اُس کے لئے شدید نفرت تھی ہی اور میرا اُس کی بد مزاجی میں مشکل سے بنا رہی تھی

بھینسے چل سکا اور پھر طلاق پر ختم ہوا؟

"میں یہ نہیں کہتی کہ اس طلاق میں میرا قصور نہیں تھا۔ میں نے بھی سمجھوتے کی کوشش نہیں کی۔ اور نہ اُس نے اپنا رویہ بدلا۔ اس لئے طلاق کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ خیر طلاق کے بعد میں نے کراچی میں سروس کر لی چچا کے ہاں میں گئی نہیں تھی۔ ایک سہیلی کے ہاں رہتی تھی مگر وہاں چچی اور اُن کے بھائی نے میرا جینا دوبھر کر دیا۔ مجھے سکون سے کہیں بھی ملازمت نہ کرنے دی مجھ پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ آخر تنگ آ کر میں یہاں آ گئی ہوں" سحر نے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں احسن بھی دکھی سے ہو گئے۔

"مجھے بہت افسوس ہے سحر! تم جیسی زندہ دل لڑکی اتنی دکھی بھی ہو سکتی ہے۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں اچھی سی ملازمت مل جائے۔" پھر وہ اندر چلے گئے تھوڑی دیر میں خود چائے کی ٹرے لئے ہوئے آئے۔

"آپ خود کیوں لائے۔ میں بنا لیتی" سحر نے بڑھ کر اُن کے ہاتھ سے ٹرے لے لی۔

"میری بہن چلی گئی ہے نا؟"

"اچھا۔ کہاں؟"

"اُس کے شوہر دبئی سے آ گئے ہیں۔ انھوں نے اپنا گھر الگ لے لیا ہے"

"پھر آپ؟"

"ہاں میں ہوں اور میری بوا ہیں جنھوں نے میری پرورش کی"

سحر جب جانے لگی تو اندر آ کے بوا کو سلام کر کے گئی۔

اگلے ہفتے سحر کو ایک فرم میں ملازمت مل چکی تھی جب وہ احسن کا شکریہ ادا کرنے آئی تو خود کچن میں جا کے چائے بنا لائی۔ احسن اور بوا کو بھی پلائی۔ بوا اُس سے بہت خوش تھیں۔ سحر بھی بوا سے بہت مانوس ہو گئی تھی۔ ہر دوسرے تیسرے دن آ جاتی۔ اُن کے ساتھ مل کر کام کرتی۔ گھر کی صفائی کرتی۔ احسن کا کمرہ خاص طور سے ٹھیک ٹھاک کر کے جاتی۔

"بیٹی تو آ جاتی ہے تو رونق آ جاتی ہے" بوا اُس سے بہت پیار سے کہتیں "تو بیٹی یہیں رہ جا نا بچی" سحر جواب میں مسکرا دیتی۔ ایک

شام سحر آئی تو احسن حسب معمول پودوں میں پانی ڈال رہے تھے۔ وہ ہنستی ہوئی آئی اور احسن کے ہاتھ سے پائپ لے لیا۔

"سچ کتنا مزہ آتا ہے۔ جب میں حسین پھولوں کے پودوں کو سیراب کرتی ہوں" پھر وہ پانی ڈالنے لگی۔

احسن آنگن میں پڑی کرسی پر بیٹھ گئے اور منو میاں سے باتیں کرنے لگے۔ بوا برآمدے میں بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں۔

"پہلے چائے تو پی لے۔ دفتر سے آئی ہو گی" وہ پیار سے بولیں "چائے بنا رکھی ہے جا گرم کر کے پی لے"

"پی لوں گی آج تو میں دفتر گئی نہیں اسی لئے فریدہ کے گھر سے چائے پی کے آئی ہوں"

"نہیں گئی؟ کیوں خیریت؟؟"

"خیریت ہی تو نہیں ہے" وہ جا کے بوا کے پاس بیٹھ گئی

"کیا ہوا؟" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"فریدہ کے شوہر کا تبادلہ ہو گیا ہے۔ ملٹری کے آدمی ہیں۔ ایک جگہ ٹک کے کہاں رہ سکتے ہیں۔ اب جناب ملتان جا رہے ہیں"

"اچھا" احسن پھر اپنے پرندوں سے کھیلنے لگے۔

"آپ تو بڑے اطمینان سے اچھا کہہ کے خاموش ہو گئے جیسے کوئی اہم بات ہی نہ ہو" سحر نے شوخ نگاہوں سے احسن کو گھورا۔

"پھر کیا کروں؟" وہ ہنسنے لگا۔

"کیا میں بھی اُن کے ساتھ ملتان چلی جاؤں؟"

"کیوں؟" وہ چونکے۔

"بھلا ملتان کیوں جائے گی اچھی بھلی نوکری ہے" بوا کہنے لگیں

"پھر رہوں گی کہاں؟"

"لے یہ بھی کوئی بات ہے۔ یہ اتنا بڑا گھر پڑا ہے۔ تیری بوا اکیلی بولائی بولائی پھرتی ہے۔ تو یہاں رہے گی اور کہاں" بوا نے دوٹوک فیصلہ کر دیا۔

"شاید احسن صاحب کو یہ بات پسند نہ آئے"

"بھئی مجھے کیا اعتراض۔ ہو سکتا ہے" وہ مسکرائے "میں تو ایک کمرے میں رہتا ہوں"

"پھر مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں کل ہی اُٹھ آتی ہوں مجھے بوا اتنی اچھی لگتی ہیں کہ انہیں اکیلے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا" بوا خوش ہو گئیں

سحر سویرے اٹھنے کی عادی تھی آج صبح اٹھ کر کمرے سے باہر آئی تو باورچی خانے میں روشنی سی ہو رہی تھی۔ ابھی کچھ رات کی سیاہی باقی تھی۔ اور دھیرے دھیرے چھٹ رہی تھی۔ یہ لمحے سحر کو بہت بھاتے دل کو مسرور بلکہ مخمور کر دیتے تھے۔ شاید اسی لئے کہ وہ خود بھی سحر تھی چپکے چپکے باورچی خانے میں پہنچی تو احسن چائے بنا رہے تھے

”صرف ایک پیالی بنائی ہوگی آپ نے؟“ وہ وہیں بیٹھ گئی وہ مڑ کے مسکرائے ”بہت جلدی جاگ جاتی ہو“

”جی ہاں میری عادت ہے“

”چلئے تو اس کیتلی میں تمہارے لئے بھی ہوگی“

”شکریہ“ اور سحر خود دو کپ میں چائے ڈالنے لگی ”آج تو آپ کی بنائی ہوئی چائے پی لی میں نے۔ کل سے میں بنایا کروں گی اور آپ کے بیڈ پہ پہنچاؤں گی۔ بیڈ ٹی جو ہوئی“

”کیوں عادت خراب کرتی ہو“ وہ کچھ رنجیدہ سے لہجے میں کہنے لگے۔ سحر نے غور سے انہیں دیکھا۔

”کیا کوئی پہلے بھی آپ کی عادتیں بگاڑ کر چلا گیا“ وہ مزاحیہ سے لہجے میں پوچھنے لگی۔

وہ ہنسے ”نہیں بھئی“

اور پھر سحر سارے گھر پر یوں چھا گئی جیسے مدتوں سے یہیں رہتی ہو۔ خاص طور پر احسن کو ہنسانے اور خوش رکھنے میں اسے دلچسپی تھی۔ دفتر سے آتی تو گھر کے سارے کام سنبھال لیتی بوا کو کچھ نہ کرنے دیتی۔ بوا کئی بار شکیلہ کا ذکر کر چکی تھیں۔ جو انہیں بالکل سحر کی طرح آرام پہنچاتی تھی۔ بوا نے اسے محسن کے بارے میں بھی بتایا تھا۔ سحر کو شکیلہ اور محسن سے ملنے کا اور ان کے اکلوتے بیٹے تحسین کو دیکھنے کا اشتیاق تھا۔

ایک شام احسن ٹیوشن پڑھا کے بیٹھک سے اندر آئے تو سحر ان کے کپڑوں پر استری کر رہی تھی۔

”سحر یہ کیا ہو رہا ہے؟“

”کیوں۔ کیا بغیر استری کے پہننا تھا؟“ وہ شوخی سے بولی

”مگر ان پتلونوں کو دھویا نہیں گیا ہے۔ جمعہ کو اس قسم کا کام کرتا ہوں میں“

”آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ دھویا پہلے گیا ہے۔ استری کا نمبر بعد میں ہو رہا ہے“ دونوں ہنسنے لگے۔

”سحر اتنی مہربانیاں کوئی کرتا ہے تو ڈر لگتا ہے۔“ بے ساختہ ان کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ ”یہ مہربانیاں یاد آ کے بعد میں رلاتی ہیں بہت؟“ سحر نے مسکرا کے انہیں دیکھا۔

”شاید ایسا ہی ہو“ وہ سنجیدہ ہو گئے تھے۔

”کون مہربانیاں کر کے چلا گیا؟“

”کوئی نہیں“ وہ شرمندہ سے ہو گئے ”دراصل اپنا کام خود کرنے کی عادت رہنی چاہئے نا“

”خیر آپ کپڑے دھونا چھوڑیں گے نہیں مجھے یقین ہے“ وہ ہنسی۔

”مگر احسن صاحب میں کہاں جاؤں گی؟ میرا تو کوئی گھر ہی نہیں ہے“ وہ لاپرواہی سے بولی مگر احسن کچھ سوچنے لگے تھے۔

کئی روز بعد وہ بوا سے کہہ رہے تھے ”بوا اب سحر کے بارے میں سوچنا ہمارا کام ہے نا وہ ہمارے گھر میں رہ رہی ہے“

”کیا بیٹے؟“ بوا انجان بن کے پوچھنے لگیں

”اس کی شادی کے بارے میں۔ آخر وہ اتنی کم عمر ہے شادی تو کہیں نہ کہیں کرنی چاہئے نا اسے“

”یہ تو ہے بیٹے بھلا یہ پہاڑ سی زندگی اکیلی تو نہیں گزر سکتی“ بوا کی آنکھوں میں چمک آ گئی مگر وہ دوسرے لمحے یہ چمک معدوم ہو گئی۔ جب احسن نے یہ کہا کہ میں نے ایک بزرگ سے یہ بات کی تھی بہت شریف ہیں ماجد صاحب ایک بار آئے بھی تو تھے“

”ہاں ہاں سحر ان سے خوب گپیں کرتی رہی تھی“

”انھوں نے اپنے بھتیجے کا رشتہ دیا ہے۔ سحر کے بارے میں انہیں سب کچھ معلوم ہے۔ سحر کے متعلق“

”کیا کرتا ہے؟“ بوا ایک دم اداس ہو گئیں۔

”وہ ایک فرم میں اسسٹنٹ منیجر ہے۔ اچھی خاصی تنخواہ ہے اسمارٹ اور خوبصورت نوجوان ہے۔ خدا کرے سحر اس کے ساتھ خوش رہے“

”ہوں“ بوا نے آہ بھری۔ ”کاش اس گھر میں تیری دلہن بھی آ سکتی“ احسن آخر تجھ میں کیا کمی ہے۔ کیا خوبصورت نہیں ہے۔ کمانا نہیں ہے۔ عمر کچھ زیادہ ہے تو کیا۔ کون سا تو چہرے سے زیادہ عمر کا نظر

آتا ہے کہتے ہیں جو ان لڑکوں سے زیادہ بھولپن ہے تیرے چہرے پر"

"ہر ماں کو اپنا بیٹا ایسا ہی نظر آتا ہے بوا - یہ بات یاد رکھو بوا کہ تمہارے بیٹے کے قدم سے قدم ملا کے کوئی لڑکی نہیں چل سکتی ایسا سوچنا خود غرضی ہوگی - میں نے اپنے آپ کو اس طرح کے سانچے میں ڈھالا ہے کہ تنہا رہنا مشکل نہ ہو"

"یہ تیری بھول ہے" بوا نے سوچا - لیکن کہا نہیں -

بوا تم سحر سے اس معاملے میں بات کرنا میں بات کروں تو اچھا نہیں لگتا -

"اچھا" بوا نے بے دلی سے کہا -

اور سحر نے یہ سنا تو بھڑک اٹھی - احسن صاحب کو میرا رہنا گوارہ نہیں ہے تو میں چلی جاؤں گی - اس طرح کیوں بوجھ اتارنا چاہ رہے ہیں وہ"

"بیٹی کیسی باتیں کر رہی ہے تو - تیرے رہنے سے تو یہاں رونق ہے"

"نہیں بوا یہ میری بھول تھی کہ اس گھر کو میں نے اپنا گھر سمجھا اور اور اس طرح جیسے کبھی جانا ہی نہ ہو" اس کی آواز بھرا گئی "بوا تم احسن صاحب سے کہنا کہ مجھ سے خود بات کریں میں کوئی کنواری لڑکی نہیں ہوں - بلکہ ایک طلاق شدہ ہوں - یہ بات وہ بھی اچھی طرح سمجھ رہے ہیں - اور مجھ سے اس معاملے میں بات کرنے میں شرم کیسی؟" وہ بپھری ہوئی لگ رہی تھی - بوا گھبرا گئیں -

---

"سحر اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے؟" وہ دھیرے دھیرے کہہ رہے تھے "ساری عمر اکیلی کیسے رہو گی - اس لئے میں سوچا جیسے آپ رہ رہے ہیں" وہ تڑپ کے بولی "کیا آپ دنیا سے نرالے ہیں یا آپ کی آرزوئیں اور تمنائیں تمام انسانوں سے مختلف ہیں"

"سحر میں ...... میں تو"

"ہاں کہہ دیجئے کہ تم طلاق شدہ ہو اور ہمیشہ اس گھر میں رہنے کے قابل نہیں - اس لئے کہ آپ ایک عظیم انسان ہیں اتنے عظیم کہ سجدہ کرنے کو جی چاہے"

"سحر" وہ حیرت سے بولے "بخدا میں نے یہ کبھی نہیں سوچا"

"پھر کیا سوچا ہے آپ نے؟"

"تمہارے مستقبل کے لئے"

"میں اس گھر سے آگے کچھ سوچنا نہیں چاہتی احسن صاحب مجھے یہاں بہت سکون ملا ہے - بہت سکون اگر آپ مجھے اس قابل نہیں سمجھتے کہ اپنا سکیں تو مجھے یہاں رہنے تو دیجئے - دو اجنبی مسافروں کی طرح جو ایک ساتھ سفر کرتے کرتے کچھ بے تکلف ہو جاتے ہیں - مانوس ہو جاتے ہیں - ہم بھی رہ لیں گے" وہ جانے لگی -

"سحر" انھوں نے تڑپ کے آواز دی اس کے قدم رک گئے وہ جھجکتے پھر اٹک اٹک کے کہنے لگے -

"اگر تم ایسا سمجھتی ہو سحر تو یہ میری خوش قسمتی ہے میں بھی کتنا احمق ہوں کہ اپنی خوش قسمتی کو پرائے گھر بھیجنے کی بات کر رہا ہوں" وہ انتہائی سادگی سے کہہ رہے تھے -

سحر جس کی آنکھیں بھرائی ہوئی تھیں مسکرا اٹھی اس نے احسن کی طرف دیکھا اُن کا چہرہ اس وقت صبح کے اجالوں سے بھی زیادہ نکھرا ہوا تھا - اور لبوں پر بے اختیار قسم کی مسکراہٹ کھیل رہی تھی

عورتوں کیلئے



"یہ بے حیائی کا مرض"

لڑکیوں کی بڑھتی ہوئی اس بے حیائی کو کیسے روکا جائے

(از محترمہ زبیدہ سلطان صاحبہ)

ہمارے ایک بھائی کو شکایت ہے کہ آجکل کی لڑکیاں غلط راستہ پہ چلی جا رہی ہیں اور اُن میں سے حیا کا وہ جوہر دن بدن کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جو عورت کا سب سے بڑا حسن اور خوبی ہے یہ بھائی اپنے خط میں لکھتے ہیں

"میری عمر پچاس سال کے قریب ہے میں نے اچھی طرح زمانہ کا نشیب و فراز دیکھا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آجکل کی لڑکیاں کیا سے کیا بنتی چلی جا رہی ہیں۔ جب گزشتہ زمانہ کا موجودہ زمانہ سے مقابلہ کرتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ پہلے زمانہ میں غیر شادی شدہ لڑکیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے دس دس سال کی شادی شدہ عورتوں میں بھی بلا کی حیا اور شرم تھی۔ مگر اب یہ سب باتیں کہانیاں اور افسانے معلوم ہوتی ہیں"

آگے چل کر یہ بھائی زمانہ حاضرہ کی لڑکیوں کی بے حیائی اور بے حجابی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں "آج کیفیت یہ ہے کہ کنواری لڑکیاں نہ صرف منہ کھولے ہوئے سر بازار پھرتی ہیں۔ بلکہ وہ لباس بھی اس قسم کا پہننے لگی ہیں جس میں کہ اُن کے جسم کے سارے نشیب نمایاں ہو کر مردوں کو دعوت نظر دیتے رہتے ہیں۔ جس لڑکی کو بھی دیکھو اُس کی آنکھوں میں بے حیائی جھانکتی ہوئی نظر آتی ہے بازاروں میں سینماؤں میں اور پارکوں میں یہ سولہ سنگھار کئے ہوئے اپنے حسن کا جلوہ دکھاتی پھرتی ہیں۔ اب رہیں شادی شدہ لڑکیاں تو وہ اِن سے بھی آگے ہیں۔ غرضیکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں شرم و حیا کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا۔ پھر اس بے حیائی اور بے راہ روی کی وجہ سے یہ لڑکیاں جو گل کھلا رہی ہیں اُس کی تفصیل بیان کرنا بھی بے حیائی ہے۔ آپ خود سب کچھ جانتی ہیں۔ خدارا بتایئے کہ اس گمراہی کا کیا سبب ہے۔ اور اس بڑھتی ہوئی بے حیائی کو کیونکر روکا جائے"

اِن بھائی نے جو کچھ کہا ہے وہ بڑی حد تک درست ہے۔ واقعی زمانہ حاضرہ کی لڑکیاں بے حد بدل گئی ہیں۔ اور اب تو بعض لڑکیوں کو یہ بھی گوارہ نہیں۔ کہ وہ والدین کی سرپرستی اور نگرانی میں رہیں چنانچہ صوبہ یوپی کی ایک اطلاع ہے کہ وہاں کی عدالتوں میں ہر سال ایسی سینکڑوں درخواستیں پیش کی جاتی ہیں جن میں کہ لڑکیوں کی جانب سے عدالتوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ انہیں والدین کی سرپرستی اور نگرانی سے چھٹکارا دلایا جائے۔

اِس قسم کی درخواستیں دینے والی لڑکیاں زیادہ تر پڑھی لکھی ہوتی ہیں۔ جو اپنی پسند کے نوجوانوں کی محبت میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور اپنی مرضی سے شادیاں کرنا چاہتی ہیں۔ لڑکیوں کے والدین چونکہ عام طور سے اِس نوعیت کی عشق و عاشقی کی شادیوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اِس لئے وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہیں تاکہ عدالت کے فیصلہ کے بعد وہ بے خوف ہو کر اپنے عاشقوں کے ساتھ زندگیاں گزار سکیں اور ایک صوبہ یوپی ہی پر کیا موقوف ہے تقریباً سارے ہی ہندوستان میں لڑکیوں کی خودسری اور آزادروی کی یہی حالت ہے۔ اِن واقعات سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہماری معاشرتی زندگی میں کیسی کیسی خامیاں اور خرابیاں پیدا ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

اس بے راہ روی کی میرے نزدیک بڑی وجہ یہ ہے کہ زمانہ حاضرہ کی لڑکیاں ایک طرف تو مذہبی تعلیم کے بارے میں بالکل کوری ہیں۔ اور دوسری جانب والدین بھی اُن کی اصلاح اور

تربیت کی جانب سے بالکل غافل ہیں۔ پہلے زمانہ میں مسلمان لڑکیوں کو خصوصاً دیگر مذاہب کی لڑکیوں کو عموماً مذہبی اور اخلاقی تعلیم ضرور دی جاتی تھی۔ چنانچہ بچپن ہی سے اُن کے دلوں میں خدا کا خوف اور عاقبت کا ڈر بٹھا دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ والدین لڑکیوں کی تربیت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ وہ قدم قدم پر اُن کی غلطیوں پر ٹوکتے رہتے تھے۔ اور چھوٹے بڑے گھرانوں میں اس بات کی انتہائی کوشش کی جاتی تھی کہ اُن کی لڑکیاں پاکیزہ اخلاق اور شرافت کا نمونہ ثابت ہوں۔

اس کے برخلاف آجکل کے زمانہ میں والدین اپنی لڑکیوں کی دلداری تو خوب کرتے ہیں۔ لیکن اُن کی اصلاح کی جانب سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ ان لڑکیوں کو اسکولوں اور کالجوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے۔ اُس میں اخلاق اصلاح کے لئے ایک کتاب بھی نہیں پڑھائی جاتی۔ چنانچہ اس غلط طریقہ تعلیم ہی کا یہ اثر ہے کہ صحیح تعلیم و تربیت نہ ہونے کی وجہ سے بعض لڑکیاں غلط راستہ پر چل پڑتی ہیں۔

تعلیم کی میں مخالف نہیں۔ میرے نزدیک لڑکوں کی طرح لڑکیوں کی تعلیم بھی نہایت ضروری ہے۔ لڑکیاں تعلیم ضرور حاصل کریں لیکن اس کے ساتھ ہی مغرب کی اُس اندھی آزادی اور بےراہ روی سے بچیں۔ جو لڑکیوں کو گمراہی کی طرف لئے جا رہی ہے اور یہ چیز اسی وقت ممکن ہے جبکہ لڑکیوں کو زمانہ حاضرہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس نوعیت کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم بھی دی جائے جس سے لڑکیوں کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو۔ اور ان میں اچھے اور برے کی تمیز پیدا ہو جائے۔

مظلومین میرٹھ کی دل کھول کر امداد کیجئے

فسادزدہ عورتیں۔ یتیم بچے۔ اور سب ہی مظلومین آپکی امداد کے مستحق ہیں

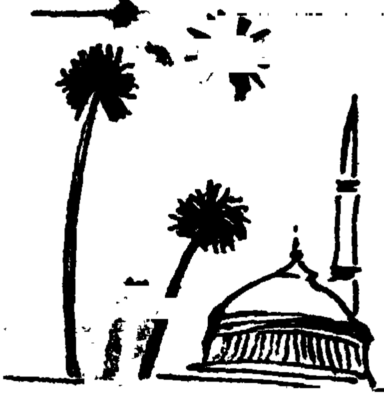
(از شوکت علی فہمی)

میرٹھ میں ایک نام نہاد مندر کی آڑ لے کر جس بے دردی کے ساتھ میرٹھ میں مسلم اقلیت کی نسل کشی کی گئی ہے۔ اُس کی مثال ہندوستان کی پوری تاریخ میں مفقود ہے نہ جانے کتنی بے زبان عورتیں بیوہ بنا دی گئی ہیں۔ کتنے معصوم بچے یتیم کر دئے گئے ہیں اور نہ جانے گھروں کو لوٹ کر کتنے خاندان اجاڑ دئے گئے ہیں ان پر جو بے پناہ مظالم توڑے گئے ہیں اُن کی تلافی تو اب کسی طرح بھی ممکن نہیں ہو سکتی۔ لیکن کم از کم ہم اتنا ضرور کر سکتے ہیں کہ پورے ہندوستان کے مسلمان ان کے دکھ درد میں شریک ہو جائیں ان کی زیادہ سے زیادہ مالی امداد کر کے اخوت اسلامی کا ثبوت دیں

ہمارے لئے اور ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ چیز بڑی حد تک قابل اطمینان ہے کہ جنگ آزادی کے نامور رہنما میجر جنرل شاہنواز خاں کی سرکردگی جمیعتہ ریلیف کمیٹی بڑی دردمندی کے ساتھ میرٹھ کے فسادزدگان کی خدمات انجام دے رہی ہے۔ متاثرین کو کھانے پینے کی اشیاء جہاں جہاں وہ مقیم ہیں برابر بھیجی جا رہی ہیں۔ سردی کی شدت سے بچانے کے لئے کمبلوں لحافوں اور گرم کپڑوں کا بھی انتظام کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ جمیعتہ ریلیف کمیٹی کی جانب سے متاثرین کی ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے جو مقدمات کی پیروی اور ملزمین کے ضمانتوں کا انتظام کر رہی ہے۔ اور اب تک سیکڑوں ملزمین کو ضمانتوں پر رہا کرایا جا چکا ہے۔ نیز الہ آباد مائی کورٹ میں بھی ملزمان کے مقدمات کی پیروی کے لئے وکلا کا ایک پینل بنا دیا گیا ہے۔ اور اس سب کے لئے کثیر رقم درکار ہے۔ لہٰذا ہم ناظرین دین دنیا کے خدمت میں بلکہ مسلمانان ہند سے اپیل کرتے ہیں۔ وہ ذیل کے پتہ پر جمیعتہ ریلیف کمیٹی میرٹھ کے نام زیادہ سے زیادہ رقوم فراہم کر کے اپنی دینی اخوت اور ہمدردی کا پورا پورا ثبوت دیں۔ معطی حضرات دین دنیا کے پتہ پر نہ بھیجیں۔ بلکہ ذیل کے پتہ پر اپنی رقوم بذریعہ منی آرڈر یا چیک یا بذریعہ ڈرافٹ روانہ فرمائیں

"جمیعتہ ریلیف کمیٹی میرٹھ" کوٹھی جنرل شاہنواز خاں ہاپوڑ روڈ میرٹھ۔

تاریخی واقعہ



قاضی کا انصاف

اندلس کی تاریخ سے متعلق ایک ڈرامہ

(از جناب رئیس احمد جعفری)

اندلس کے دورِ حکومت میں عدل و انصاف کا کیا عالم تھا۔ اُس کا اندازہ ذیل کے تاریخی ڈرامہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

فرمانروائے قرطبہ خلیفہ بن ہشام کو خوش کرنے کی غرض سے خلیفہ کا منہ چڑھا مصاحب نصر۔ ایک خوبصورت کنیز عذرا کو زبردستی اٹھا لاتا ہے۔ کنیز اپنے مالک زیاد کے لئے مضطرب اور غمگین ہے۔

عذرا: "میں تم کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں مجھے میرے مالک کے پاس پہنچا دو۔ میں آپ کو۔ آپ کی دولت کو آپ کی دی ہوئی ہر نعمت کو حقارت کے ساتھ ٹھکراتی ہوں۔ میں ایک دفعہ اپنے آقا کے ہاتھ بک چکی ہوں اب ہفت اقلیم کی دولت بھی مجھے نہیں خرید سکتی۔ زندگی کے آخری سانس تک میں زیاد اور صرف زیاد کا دم بھرتی رہوں گی۔"

نصر۔ (قہقہہ لگا کر) "تیرے غصہ میں بھی بانکپن ہے، تیرا جلال بھی تیرے جمال سے کم دلکش نہیں۔ تو چپ کیوں ہو گئی؟ اپنے تند و تیز تلخ اور ترش الفاظ کا سارا ذخیرہ استعمال کر ڈال، تیرے الفاظ کی تندی اور تیزی میں وہی لطف آتا ہے جو مئے ارغوانی کے چھلکتے ہوئے جام میں۔ ـــــ"

عذرا: "یہ لگاوٹ کی باتیں مجھ پر اثر نہیں کر سکتیں۔"

نصر: "آخر تو چاہتی کیا ہے؟"

عذرا: "آپ کے پنجۂ ہوس سے رہائی۔"

نصر: (قہقہہ لگا کر) "رہائی۔ اگر میں تجھے رہا کر دوں پھر بھی تو اپنے آقا زیاد کے پاس نہیں جا سکتی۔"

عذرا۔ (سہم کر) "کس لئے نہیں جا سکتی؟"

نصر: "یہ میرا فیصلہ ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت خلیفہ کے مصاحب کے فیصلہ کو نہیں بدل سکتی۔"

عذرا: "اگر تو خدا ہے تو بے شک تیرا فیصلہ قطعی اور آخری ہے لیکن اگر تو بھی دوسرے انسانوں کی طرح ایک حقیر بندہ ہے تو کان کھول کر سن لے تیرے فیصلے سے کہیں زیادہ مضبوط مکڑی کا جالا ہے۔"

نصر: "خاموش۔ بے ادب چھوکری۔ تو حد سے آگے بڑھ رہی ہے۔ کوئی ہے۔"

آواز: "حاضر ـــــ"

نصر: "اسے لے جاؤ۔ یہ گستاخ لونڈی ابھی تربیت کی محتاج ہے۔"

(قصرِ خلافت۔ نصر خلیفہ کے کمرہ میں داخل ہوتا ہے)

خلیفہ حکم: "نصر اتنے دن سے کہاں غائب تھے؟"

نصر: "امیر المومنین غلام تخلیہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔"

خلیفہ حکم: "جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔ یہاں کوئی نہیں ہے اور ہمارے اذن کے بغیر کسی میں جرأت نہیں کہ یہاں قدم رکھ سکے۔"

نصر: "غلام مصر گیا تھا۔ اور وہاں کے بازار میں عجیب چیزیں دیکھی ہیں۔"

خلیفہ حکم: "ہم نے سنا ہے کہ مصر کے بازار میں دنیا جہان کی خوبصورت اور پری جمال کنیزیں بکتی ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟"

نصر:۔ بالکل سچ وہاں حُسن کے ایسے نمونے نظر آتے ہیں کہ کوہ قاف کی پریاں بھی اُن کے آگے پانی بھرتی ہیں۔"

خلیفہ:۔ "پھر تم نے کچھ خریداری کی؟"

نصر:۔ "نقدجان دے کر ایک نایاب تحفہ امیر المومنین کے لئے لایا ہوں۔"

خلیفہ:۔ "اچھا تم وہاں بھی ہمیں نہیں بھولے۔ وہ نایاب تحفہ کیا ہے؟"

نصر:۔ "وہ ایک کنیز ہے۔ اُس کا گانا سنکر ناہید فلک کو پسینہ آجاتا ہے۔ اُس کا رقص بے ہما دیکھ کر طاؤس اپنا ناچ بھول جاتا ہے۔ اُس کے دانت ہیں۔ جیسے دُرِّ عدن اُس کے ہونٹ سیب کی قاش، اُس کی آنکھیں بادام کی طرح"۔۔۔۔

خلیفہ:۔ "آخر وہ ہے کہاں؟"

نصر:۔ "ابتک وہ میرے سیہ خانے کی روشنی تھی۔ آج سے قصر سلطانی کے بام و در اُس کی ضیا سے جگمگائیں گے۔"

خلیفہ:۔ "ہم اُسے دیکھنا چاہتے ہیں۔"

نصر:۔ "مگر وہ آہوئے وحشی ہے، ابھی تادیب و تربیت کی ضرورت ہے۔"

خلیفہ:۔ "یہ ہوتا رہے گا۔ کنیزانِ حرم راہ پر لے آئیں گی۔ اُسے ہماری خدمت میں پیش کرو۔"

نصر:۔ "بہت خوب ظلِ الٰہی، ابھی تعمیل ارشاد کرتا ہوں۔"
(نصر باہر جاتا ہے۔ اور عذرا کو ساتھ لئے ہوئے داخل ہوتا ہے)

نصر:۔ "ظلِ اللہ، یہ ہے وہ دُرِّ بے بہا، جسے یہ غلام اپنی جان خطرے میں ڈال کر لایا ہے۔"

خلیفہ:۔ "ہوں (سسکیوں کی آواز) لیکن یہ اتنی دلگیر

اور سوگوار کیوں نظر آرہی ہے۔ اے جاریہ تیرا کیا نام ہے؟"

عذرا ـــــ (سسکیاں)

نصر "ـــــ ظل اللہ اس کنیز کا نام عذرا ہے اسے دیکھ کر قبیلہ عذرا کی وہ نازنین یاد آجاتی ہیں جن کے حسن دلآویز اور چشم سحر خیز نے جوانان عرب کا قرار چھین لیا تھا۔ جن کے سامنے شہسوار اور تیغ زن سر جھکاتے تھے۔ جن کے حاصل کرنے کے لئے میان سے تلواریں نکلتی تھیں فضا میں نیزے چمکتے تھے۔ ریت کے سمندر میں خون کے دریا بہتے تھے ـــ قتل وغارت اور کشت وخون کا بازار گرم ہو جاتا تھا۔"

خلیفہ حکم "ـــــ اس کنیز کو حرم شاہی میں پہنچا دیا جائے، نصر یہ کنیز تم نے کتنے میں خریدی تھی؟"

نصر "ـــــ غلام کی طرف سے آقا کی خدمت میں یہ ایک حقیر تحفہ ہے"

خلیفہ حکم "ـــــ ہم نے اس تحفہ کو قبول کر لیا۔ اس خیر خواہی پر تم انعام کے سزاوار ہو۔ جاؤ ہم نے حکم دے دیا ہے خزانہ سلطانی سے ۲۵ ہزار اشرفیوں کے توڑے لے لو۔"

تم سلامت رہو ہزار برس۔ ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

قاضی ابوسعید کا ایوان عدالت

زیاد ـــــ (بلند آواز سے) "انصاف۔ انصاف۔ خدارا انصاف۔"

قاضی ابوسعید "ـــــ تم کون ہو تمہیں کیا شکایت ہے؟"

زیاد "ـــــ قاضی صاحب میں لٹ گیا۔ برباد ہو گیا۔ میری زندگی غارت کر دی گئی، میری زندگی کا سکھ چھین لیا گیا۔"

قاضی "ـــــ خدا کے بندے اتنے پریشان کیوں ہوتے ہو"

زیاد "ـــــ آہ! میرا قرار چھین لیا گیا۔ میرا سکون لوٹ لیا گیا میں کہیں کا نہ رہا۔"

قاضی "ـــــ اطمینان رکھو تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف ہوگا"

زیاد "ـــــ انصاف ہوگا؟ میرے ساتھ انصاف ہوگا؟ (ٹھنڈی سانس بھر کر) یہ طفل تسلی ہے قاضی صاحب میرے ساتھ انصاف نہیں ہو سکتا۔"

قاضی "ـــــ بہت سہمے ہوئے ہو، شاید تم پر کوئی بڑا ظلم ہوا ہے۔ استغاثہ پیش کرو۔"

زیاد "ـــــ کس کے خلاف پیش کروں؟"

قاضی "ـــــ اُس کے خلاف جس سے تمہیں شکایت ہے۔"

زیاد "ـــــ آہ یہی تو نہیں کر سکتا۔"

قاضی "ـــــ کیوں نہیں کر سکتے بیٹے۔ کیوں ہو؟ ڈرتے کس لئے ہو، ملزم کا نام کیوں نہیں لیتے، کیا یہ سمجھتے ہو ہمارا دستِ انصاف ملزم تک نہیں پہنچ سکتا۔"

زیاد "ـــــ یہی بات ہے قاضی صاحب، ملزم کی شخصیت اتنی بڑی ہے کہ وہاں آپ کے عدل وانصاف کے ہاتھ کانپیں گے"

قاضی "ـــــ (جوش سے) ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا عدالت اسلامی کا اقتدار بڑی سے بڑی طاقت کو اس کٹہرے میں لا کر کھڑا کر سکتا ہے تم استغاثہ پیش کرو ملزم کا نام بتاؤ۔"

زیاد "ـــــ قاضی صاحب ایسا نہ ہو میرے ساتھ آپ کا انصاف بھی رسوا ہو۔"

قاضی "ـــــ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

زیاد "ـــــ تو میں عرض کرتا ہوں پہلا ملزم نصر بن حمید ہے خلیفہ کا معتمد خاص ہے جس نے گھر میں گھس کر میری کنیز عذرا کو جبراً چھین لیا۔ مجھے زدوکوب کیا۔ اور عذرا کو اٹھا کر لے گیا۔"

قاضی "ـــــ ہوں، اور دوسرا ملزم کون ہے؟"

زیاد "ـــــ اور دوسرا ملزم خود خلیفہ ہے۔ جس نے عذرا کو خرید لیا اور مجھے زندگی سے محروم کر دیا۔ (بے تابی کے ساتھ) قاضی صاحب میں عذرا سے محبت کرتا ہوں۔ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ بھی مجھے چاہتی ہے۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اسے آزاد کر کے نکاح کر لوں گا لیکن۔ آہ!......(رونے لگتا ہے)

قاضی "(بلند آواز سے) عذرا تمہیں ملے گی (اور بلند آواز سے) نصر بن حمید کو کل حاضر کیا جائے گا۔"

قاضی "ـــــ نصر تم کیا کہتے ہو۔ گواہ گزر چکے تمہارا جرم ثابت ہو چکا"

نصر "ـــــ میں کنیزیں خرید رہا تھا۔ زیاد نے بیچ میں ٹانگ اڑا دی میں نے دس ہزار درہم کہے۔ اس نے ۲۰ ہزار میں سودا کر لیا یہ گستاخی میری غیرت کے لئے تازیانہ ثابت ہوئی اور......"

قاضی:— "اور عذرا کو تم نے چھین لیا، کیوں ؟"

نصر:— جی ہاں میں نے اپنے لئے نہیں ظل اللہ کے لئے "

قاضی:— اور ظل اللہ نے (کرکس کر) اس سودے کو منظور کرلیا "

نصر:— ظل اللہ کی شخصیت ہر اعتراض اور ہر اعتساب سے اونچی ہے — وہ خلیفۃ اللہ ہیں ظل اللہ ہیں امیر المومنین ہیں "

قاضی:— (بلند آواز سے) خاموش رہو "

نصر:— (گھبرا کر) "میں امیر المومنین کا معتمد خاص ہوں "

قاضی:— خاموش یہ ایوان عدالت ہے - یہ وہ مسندِ قضا ہے جس پر رسول کریم اور خلفائے راشدین بیٹھ چکے ہیں اس مسند پر خدا کے سوا کسی کی بالادستی نہیں ہو سکتی - امیر المومنین کو بھی اسی طرح حاضر ہونا پڑے گا - جس طرح زیاد آیا ہے جس طرح تم طلب کیا گیا ہے - اور اگر وہ مجرم ثابت ہو گیا تو امیر المومنین ہونے کے باوجود اُسے بھی سزا ملے گی - اسلام کا انصاف سلطان وزیر اور گدا سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے - وہ کسی سے مرعوب ہوتا ہے نہ کسی کی رعایت کرتا ہے خلیفۃ المسلمین کے نام فرمان صادر کیا جائے "

قاضی:— حکم تم اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہو ؟"

خلیفہ حکم:— مجھے نصر نے دھوکا دیا - اُس نے مجھ سے کہا کہ وہ مصر سے میرے لئے کنیز لایا ہے - میں نے اُسے قبول کر لیا مجھے قطعاً معلوم نہ تھا کہ وہ زیاد کی ہے - اور اُسے زبردستی اٹھایا گیا ہے - اپنی غلط فہمی پر مجھے ندامت ہے - میں کنیز زیاد کو واپس کرتا ہوں - زیاد آج سے میرا دوست ہے - اور عذرا بہن ہے - ان دونوں کی دھوم دھام سے شادی میں اپنی طرف سے کروں گا جاگیر بخشوں گا - انعام دوں گا - زندگی بھر یہ دونوں میرے لطف و کرم کے سایہ میں رہیں گے - اور نصر کے لئے

قاضی ابوسعید:— اس کے لئے ہم پچاس درّوں کی سزا تجویز کرتے ہیں "

قاضی ابوسعید:— زیاد بتاؤ تم مطمئن ہو گئے انصاف ہو گیا "

زیاد:— مل گیا میں نے سب کچھ پالیا - آپ نے انصاف کی لاج رکھ لی - آپ نے بتا دیا کہ اسلام اب بھی زندہ ہے - ایک معمولی انسان کا استغاثہ خلیفہ کے خلاف سنا جا سکتا ہے ایک معمولی شخص کی طرح ملزم کے کٹہرے میں خلیفہ تک کھڑا کیا جا سکتا ہے - اُس سے باز پرس ہو سکتی ہے -

اسلام زندہ باد !

ہندوستان پر مسلمانوں کے گیارہ سو سالہ دورِ حکومت کی مکمل تاریخ



ہندوستان پر اسلامی حکومت

(از مفتی شوکت علی فہمی)

ڈھائی سو سے زیادہ شاہانِ ہند کی زندگیوں کا شاندار مرقع

یہ عظیم الشان اور مستند تاریخ اُن متعصب مورخوں کی تحریروں کا دندان شکن جواب ہے جو ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کو زمانہ دراز سے بدنام کر رہے ہیں۔ اِس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے گیارہ سو برس تک ہندوستان پر کس شان اور رواداری کے ساتھ حکومت کی ہے۔ اور اُن کا سلوک غیر مسلموں کے ساتھ کس قدر فیاضانہ تھا۔ اس تاریخ کو پچاس مختلف زبانوں کی تاریخوں کی مدد سے گزشتہ پچیس سال کی لگاتار محنت کے بعد تیار کیا گیا ہے۔ اس میں ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے لیکر مغلیہ دورِ حکومت کے خاتمہ تک کے سیکڑوں شاہانِ اسلام کے حالات و واقعات بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں اندازِ تحریر ناول سے بھی زیادہ دلچسپ۔ اس عظیم الشان تاریخ کے خاص خاص ابواب یہ ہیں۔

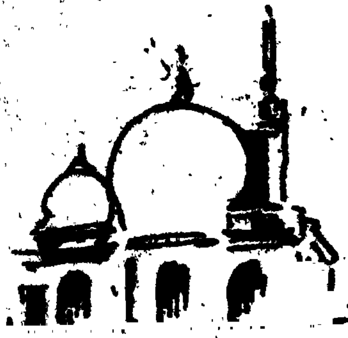
(۱) ہندوستان اسلامی دورِ حکومت سے قبل
(۲) ہندوستان پر اسلامی حکومت کی ابتدا
(۳) سندھ پر محمد بن قاسم کی حکومت
(۴) سندھ پر خلفائے اسلام کی حکومت
(۵) ہندوستان پر محمود غزنوی کی حکومت
(۶) ہندوستان پر محمد غوری کی حکومت
(۷) شاہانِ غلامان کا عہدِ حکومت
(۸) شاہانِ خلجی کا دورِ حکومت
(۹) شاہانِ تغلق کا عہدِ حکومت
(۱۰) ہندوستان پر سیدوں کی حکومت
(۱۱) شاہانِ لودھی کا دورِ حکومت
(۱۲) مغل بادشاہوں کا دورِ حکومت
(۱۳) شیر شاہ سوری کی حکومت
(۱۴) بنگال کی خودمختار اسلامی حکومتیں
(۱۵) جونپور کی خودمختار اسلامی حکومتیں
(۱۶) مالوہ کی خودمختار اسلامی حکومتیں
(۱۷) گجرات کی خودمختار اسلامی حکومتیں
(۱۸) خاندیش کی خودمختار اسلامی حکومتیں
(۱۹) کشمیر کی خودمختار اسلامی حکومتیں
(۲۰) دکن کی اسلامی حکومتیں

گزشتہ ایک صدی کے اندر اتنی مکمل اور مستند تاریخ شائع نہیں ہو سکی ہے بلاشبہ یہ تاریخ اردو لٹریچر میں ایک نایاب اضافہ ہے اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے چودہ پندرہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں یہ کتاب کئی ماہ سے نایاب تھی جدید اضافہ شدہ ایڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے۔ قیمت فی جلد مجلد مع خوشنما دسٹ کور اٹھارہ روپیہ ۰۰—۱۸

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶

دنیائے اسلام پر ایک نظر

فلسطینی مملکت کے قیام کا منصوبہ



اسرائیل کو جنرل اسمبلی سے نکالنے کی تجویز۔ افغانی مجاہدین کا بے مثال حوصلہ

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

فلسطینی مملکت کے قیام کا منصوبہ

لبنان سے فلسطینیوں کے انخلا کے بعد عرب حلقوں میں "آزاد فلسطینی مملکت" کے قیام کے مسئلہ پر بڑی سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جا رہا ہے۔ اور سب ہی عرب ممالک کی رائے ہے کہ جلد سے جلد آزاد فلسطینی مملکت کے قیام کے منصوبہ کو عملی شکل دیدی جائے۔

عمان کی اطلاع ہے کہ اس سلسلہ میں تنظیم آزادی فلسطین کے رہنما مسٹر یاسر عرفات اور شاہ حسین میں کئی ملاقاتیں ہو چکی ہیں اور ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ اردن کے شاہ حسین اور پی۔ ایل۔ او کے سربراہ یاسر عرفات کے درمیان دریائے اردن کے مغربی کنارے اور غازہ پٹی میں آزاد فلسطینی مملکت کا اردن کے ساتھ فیڈریشن پر اتفاق رائے ہو گیا ہے۔

یہ یاد رہے کہ اس علاقہ میں آزاد فلسطینی مملکت اُسی صورت میں قائم ہو سکتی ہے جبکہ اسرائیل اردن کا مغربی کنارہ اور غازہ پٹی خالی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ اب شاہ اردن امریکی صدر ریگن سے معلوم کریں گے کہ وہ کس حد تک مغربی ایشیا سے متعلق امن منصوبہ پر عمل درآمد کے لئے اسرائیل پر زور ڈال سکیں گے کیونکہ خود امریکی صدر ریگن نے بھی اسی سے ملتا جلتا منصوبہ پیش کیا ہے۔

ایک طرف تو "آزاد فلسطینی مملکت" کے قیام کے یہ منصوبے بنائے جا رہے ہیں اور دوسری طرف اسرائیل کی کیفیت یہ ہے کہ اس نے صاف الفاظ میں نہ صرف اردن کا مغربی کنارہ اور غازہ پٹی کے خالی کرنے سے انکار کر دیا ہے بلکہ وہ ان علاقوں میں نئی یہودی بستیاں قائم کر رہا ہے۔ کیونکہ اسرائیل کسی طرح یہ گوارہ ہی نہیں کرسکتا کہ کبھی "آزاد فلسطینی" حکومت قائم ہو۔

ہمارے نزدیک ضرورت اس کی ہے کہ شروع میں کسی عرب ملک میں جلا وطن فلسطینی حکومت قائم کرلی جائے۔ اور اس کے بعد تمام عرب ممالک متحد ہو کر آزاد فلسطینی حکومت کے قیام کی داغ بیل ڈالیں ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ طاقت کے استعمال کے بغیر یہ اہم منصوبہ کبھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکے گا۔ اور اس کے لئے عرب ممالک شائد مشکل ہی سے تیار ہو سکیں گے۔

اسرائیل کو جنرل اسمبلی سے نکالنے کی تجویز

اسرائیل چوروں اور ڈاکوؤں کا ایک ایسا ملک ہے جسکا کہ اقوام متحدہ میں شامل رہنا ہی بجائے خود اقوام متحدہ کی تذلیل ہے۔ اس لئے اسے جتنی جلد بھی اقوام متحدہ سے نکالا جاسکے اتنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ اقوام متحدہ کے ذمہ دار حلقوں کی اطلاع ہے کہ آجکل عرب ممالک یہ اندازہ لگانے میں مصروف ہیں کہ اسرائیل کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے نکالنے میں ایشیائی اور افریقی ممالک کے گروپ کس حد تک عربوں کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ کیونکہ عرب ممالک یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ ۱۵۷۔ رکنی اقوام متحدہ کونسل میں اسرائیل کی رکنیت کو مزید معطل کریں گے۔ چنانچہ اس کے لئے اسلامی کانفرنس دوسرے علاقائی گروپوں سے مل کر حکمت عملی تیار کرنے میں مصروف ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ سب سے پہلے ایشیائی اور افریقی گروپوں سے مشورہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد لاطینی امریکہ اور مغربی یورپ

کے ممالک سے بات چیت کی جائے گی۔ اسلامی کانفرنس کے نمائندوں کا کہنا ہے کہ سعودی عرب، شام، اردن، عراق، تیونس، فلسطینی تنظیم اور لیبیا پر مشتمل ایک رابطہ گروپ تیار کیا گیا ہے۔ لیبیا اس گروپ کا موجودہ چیرمین ہے۔ یہ رابطہ گروپ اور فلسطینی اسلامی کانفرنس کمیٹی جس کے سربراہ حبیب شطی ہیں۔ اس مسئلہ کو آگے بڑھانے پر متفق ہیں۔

مشاہدین کا خیال ہے کہ عرب ممالک اسرائیل کی حرکات سے کافی پریشان ہیں۔ خاص طور سے لبنان میں فلسطینیوں کے قتل عام نے انھیں کافی بے چین کر دیا ہے۔ اور اسرائیل کے خلاف وہ کسی سخت اقدام پر غور کر رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ضمن میں امریکہ کا دنیا کے مختلف ممالک پر جو دباؤ پڑے گا کیا عرب ممالک اس کا حسن وخوبی اور دلیری کے ساتھ مقابلہ کر سکیں گے۔ بہرحال وہ دن نہایت ہی مبارک ہوگا۔ جس روز عربوں کو اپنے اس نیک مقصد میں کامیابی ہوگی اور اقوام متحدہ اسرائیل جیسے ڈاکوؤں اور چوروں کی لعنت سے پاک ہو سکے گی۔

افغانی مجاہدین کا بے مثال حوصلہ

روس کو دنیا میں صف اول کی طاقت تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن مجاہدین افغانستان مستحق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے بے سروسامانی کے باوجود افغانستان میں روسیوں کے دانت کھٹے کر دئے ہیں۔ چنانچہ فرانس کے بعض اخباری نامہ نگار جو افغانستان کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے پچھلے دنوں کابل گئے تھے۔ اُن کے مشاہدات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اسلامی سرفروش کس جرات کے ساتھ دنیا کی سپر پاور حکومت سے ٹکر لے رہے ہیں۔ اِن کا بیان ہے۔

"گو سوویٹ حکومت نے افغانی باشندوں کو زیر کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت لگا دی ہے۔ مگر انہیں افغانستان پر کامل اقتدار حاصل کرنے میں مسلسل ناکامی ہو رہی ہے۔ صرف شہری علاقوں تک روس کا اقتدار حاصل ہے۔ لیکن دیہاتی علاقوں اور پہاڑی علاقوں پر مجاہدین کا پورا پورا تسلط ہے۔ شہری علاقوں میں بھی صرف دن کے وقت روسیوں کا غلبہ دکھائی دیتا ہے مگر سورج چھپنے سے قبل ہی کابل میں مکمل سناٹا ہو جاتا ہے۔ اور ہر وقت یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ نہ جانے کس وقت شہری علاقے پر بھی مجاہدین چھاپہ مار دیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ افغانی باشندوں کا بے اندازہ جانی نقصان ہوا ہے۔ اور ایک بڑی تعداد افغانی باشندوں کی ترک وطن کر کے افغانستان سے نکل گئی ہے۔ مگر پھر بھی سوویٹ حکومت کا اب تک افغانستان پر تسلط نہیں ہو سکا ہے۔ مجاہدین نے روسیوں کی بہت بڑی تعداد کو ہلاک کر دیا ہے۔ اور ٹینکوں تک پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہاں کے حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ شائد ابھی زمانہ دراز تک سوویٹ گورنمنٹ کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکے گی۔"

فرانسیسی نامہ نگاروں کے مندرجہ بالا بیان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ افغانستان کے دین پسند باشندے کیسی جرات اور بہادری کے ساتھ روسی بے دینوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انھوں نے قرون اولیٰ کے مجاہدین کی قربانیوں کی یاد تازہ کر دی ہے۔

لبنان کے سابق صدر کا قاتل کون؟

اب یہ چیز پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ لبنان کے سابق صدر بشیر جمائل کو کسی دوسرے نے نہیں بلکہ اُس کے یار غار وزیر اعظم اسرائیل بیگن نے قتل کرایا ہے۔ بشیر جمائل اسرائیل کے ان حامیوں میں سے تھے جس نے کہ اسرائیل کو لبنان پر حملہ کرنے اور فلسطینیوں کو کچلنے کی دعوت دی تھی۔ اور اُسی نے قدم قدم پر لبنان میں اسرائیلیوں کی مدد کی تھی اور صرف اسی ایک بات سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ ان اسرائیلیوں کا کیرکٹر کس قدر پست ہے کہ یہ سیاسی غرض کے لئے اپنے بڑے سے بڑے معاون کو بھی ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔

بشیر جمائل کے باپ پیار جمائل کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ اسرائیل کی جاسوسی تنظیم موساد نے بیگن کے اشارہ پر اسکے بیٹے کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ پیار جمائل پر اپنے بیٹے کے قتل کا شدید ردعمل ہوا ہے۔ اور اس نے بیٹے کی موت کا بدلہ لینے کا اعلان کیا

ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ بعد وزیر اعظم بیگن اور وزیر دفاع شیرون کا سر [illegible] یا ہم نہیں۔ اور اس نے اس مقصد کیلئے تشدد پسندوں کی ایک تنظیم بھی قائم کرلی ہے۔ تاکہ اس تنظیم کی مدد سے وہ اسرائیلی وزیر اعظم بیگن سے انتقام لے سکے۔

بشیر جمائل کے قتل کا باعث یہ ہے کہ اس نے صدر منتخب ہونے سے پہلے بیگن سے کچھ وعدے کئے تھے۔ جن میں سے ایک وعدہ یہ بھی تھا کہ وہ صدر بننے کے بعد اسرائیل کے ساتھ اس قسم کا معاہدہ کرلے گا جسکے بعد اسرائیل کا لبنان پر کامل تسلط ہو جائے گا۔ لیکن صدر بننے کے بعد جمائل کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ لبنان کی دوسری سیاسی قوتوں کو نظر انداز کر دے بلکہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہوگیا تھا کہ وہ لبنان کے مسلم لیڈروں سے بھی بگاڑ نہ پیدا کرے لہٰذا اس نے بیگن کے ہاتھوں میں کھیلنے سے انکار کر دیا تھا۔

اسرائیل کو بھلا یہ بات کسطرح گوارہ ہو سکتی تھی کہ اس نے لبنان کو دوسرا اسرائیل بنانے کا جو منصوبہ بنایا تھا وہ خاک میں مل جائے۔ چنانچہ بیگن نے بشیر جمائل کا خاتمہ کرادیا اور اس افسوسناک حادثہ کی بنا پر بشیر جمائل کا باپ بے حد برافروختہ ہے اور اب دیکھنا ہے کہ بشیر جمائل کا یہ قتل لبنان میں کیا گل کھلاتا ہے۔

امریکہ کے سامان کا بائیکاٹ

ملیشیا سے موصول ہونے والی اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ ملائشیا میں امریکی سامان کے بائیکاٹ کی تحریک تیزی سے [زور پکڑ] رہی ہے ملائشیا کی مسجدوں میں اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے جلسے ہو رہے ہیں۔

ان جلسوں میں بیروت پر اسرائیلی حملوں اور بے گناہ فلسطینیوں کے قتل عام کی مذمت کرتے ہوئے مقررین نے اسرائیل کی پشت پناہی کرنے والے امریکہ کو بھی اصل مجرم قرار دیا ہے۔ اور عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ امریکہ کے خلاف اپنے غم و غصہ کا اظہار امریکہ کے مال کا بائیکاٹ کرکے کریں۔

ملائشیا کے مسلم نوجوانوں کی بااثر تنظیم "مسلم یوتھ آرگنائزیشن" کو امریکہ [illegible] کی دوسری تنظیموں کی ایک میٹنگ نے ایک سب کمیٹی تشکیل دی ہے جو اس بات کی نگرانی کرے گی کہ عوام امریکی سامان کا بائیکاٹ کر رہے ہیں یا نہیں اور معلوم ہوا ہے کہ ملیشیا میں امریکی سامان کے بائیکاٹ کی یہ تحریک دن بدن زور پکڑتی چلی جا رہی ہے۔

ملیشیا کے مسلمان مستحق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ایک صحیح قدم اٹھایا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے وہ تو امریکہ کی ایک کٹھ پتلی حکومت ہے جو امریکہ کے اشارہ پہ ہی مسلم دشمنی کا مظاہرہ کر رہی ہے گویا امریکہ نے سیاسی غنڈوں کی ایک ایسی جماعت کو پال رکھا ہے۔ جس کا منشاء صرف دنیائے عرب کو نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام کو نقصان پہنچانا ہے۔ اس لئے اس کے خلاف جو بھی قدم اٹھایا جاتا ہے وہ بجا اور درست ہے۔

سابق ملکہ ایران کے قتل کی کوشش

سابق ملکہ ایران فرح دیبا شاہ ایران کی موت کے بعد سے قاہرہ میں قیام پذیر ہیں معلوم ہوا ہے کہ علامہ خمینی کے گرگے اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سابق ملکہ ایران فرح دیبا اور شاہزادہ رضا شاہ کو قتل کر دیں تاکہ ایران کے تخت و تاج کا کوئی دعویدار دنیا میں باقی نہ رہے۔

قاہرہ سے موصول ہونے والی تازہ اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ حال ہی میں قاہرہ کی پولیس نے چند مشتبہ افراد کو گرفتار کیا ہے جن کے بارے میں خیال ہے کہ وہ ایرانی ہیں اور جرمنی سے ہوتے ہوئے مصر پہنچے ہیں۔ غالباً یہ وہی ایرانی تشدد پسند ہیں جن کے بارے میں یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ امام خمینی کے حکم پر ایران کے سابق شاہی خاندان کے افراد کے قتل کے لئے مصر روانہ ہو گئے ہیں۔

ایران ان دنوں قاتلوں اور جنونیوں کا گڑھ بنا ہوا ہے جہاں آئے دن قتل کی سازشیں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک طرف تو لاتعداد ایران کے سابق سربراہ اور مدبرین قتل کئے جا چکے ہیں اور دوسری جانب ایران سے باہر بھی علامہ خمینی نے اپنے مخالفوں کے قتل کا جال بچھا رکھا ہے اور علامہ خمینی کا خانہ ساز اسلام یہی ہے کہ اپنے مخالفوں کو چن چن کر قتل کیا جائے۔ معلوم نہیں کہ ایران کی بدنصیب عوام کو کس روز ان خونی ملاؤں سے نجات ملے گی۔



[illegible]

[illegible]

[illegible]

Telephone : 263450 NOVEMBER-1982 Regd.No. D(D-N.) 134
Registered with the Registrar of Newspapers at R.N. 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ
صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور دیگر تمام مستند کتب کی روح

اُردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال ہزار ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اُردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہو گئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا یہ اُردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجہ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا۔ صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح حیات	۵۔ حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱۔ اسلامی تمدن و معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶۔ موت اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب۔ علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶۔ اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲۔ والدین اعزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷۔ قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱۔ ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷۔ تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳۔ زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲۔ عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸۔ حسد ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث	۱۴۔ عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	۱۹۔ رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳۔ ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹۔ محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۵۔ تجارت معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث	۲۰۔ نہایت مفید اور کارآمد منتخب احادیث
۴۔ پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰۔ غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث		

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں ضخامت تقریباً پانچسو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ ٹائٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف، Rs. 15-00

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH

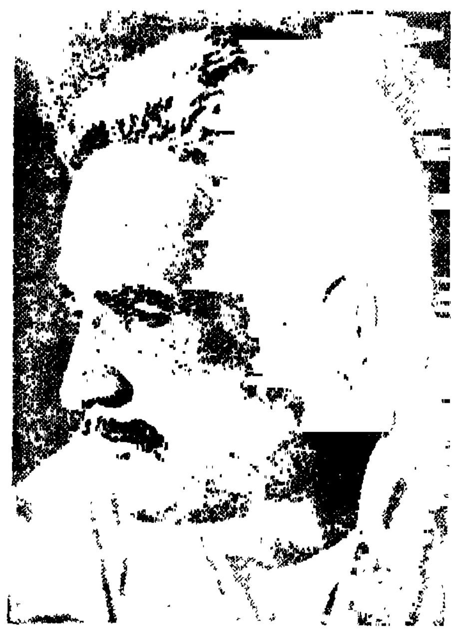

The DinDunia Delhi
دین دنیا
دھلی
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے



تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک کے نمائندے "اوپیک" کی ایک میٹنگ میں تیل کی قیمت بڑھانے پر غور کر رہے ہیں



روس کے صدر لیونید برژنیف ۱۰ نومبر کو
ماسکو میں رحلت فرما گئے



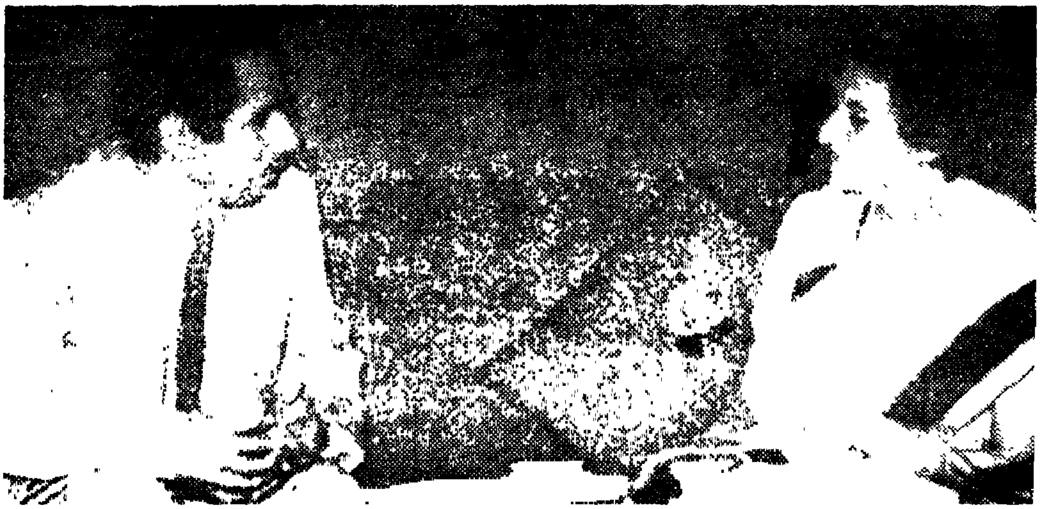
[illegible] انتقال [illegible]
[illegible]



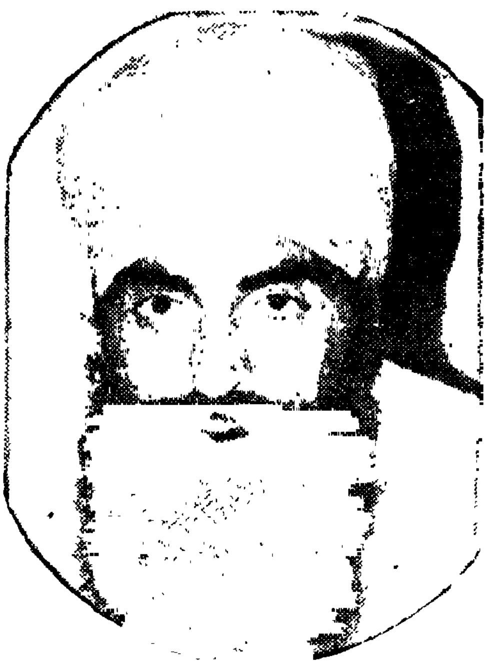
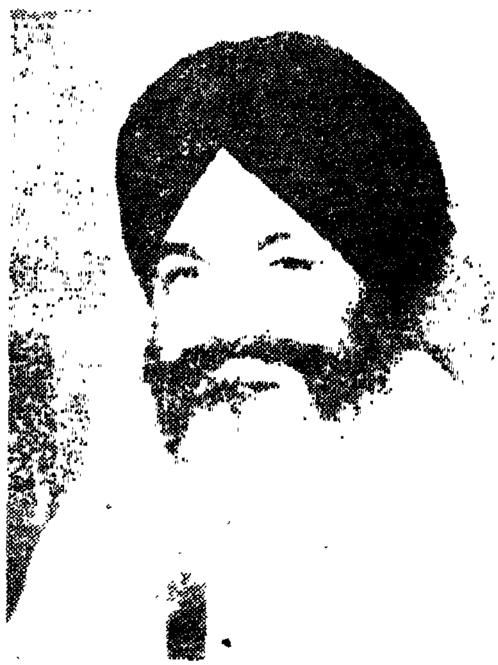
[illegible] سے [illegible] کے حقوق کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں



[illegible] کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ [illegible] سری نگر میں [illegible] سے تبادلہ خیال کر رہے ہیں ۔



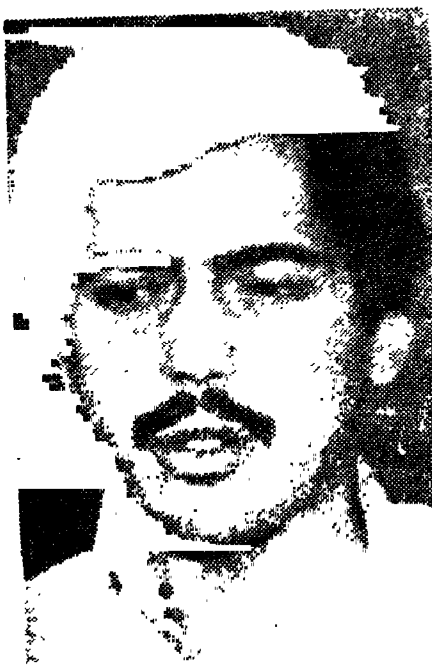
متحدہ عرب امارات کے وزیر آبپاشی "شیخ حمید الدین نصیر الادیسی" مسز اندرا گاندھی کے ہمراہ نئی دہلی میں

[illegible] اور سرحدی صوبے کے امن کو برباد کرنے والے اکالی لیڈر (دائیں جانب)
[illegible] لونگوال صدر اکالی دل (بائیں جانب) سنت جرنیل سنگھ بھنڈراں والا -



... کی بلند ترین چوٹی کو سر کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں





"گھٹ گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے" مسز نصرت بھٹو جنکو کینسر کے موذی مرض کے علاج کے لئے ملک سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جارہی۔ اور مرحوم بھٹو کے صاحبزادے "مرتضیٰ بھٹو" جو جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں



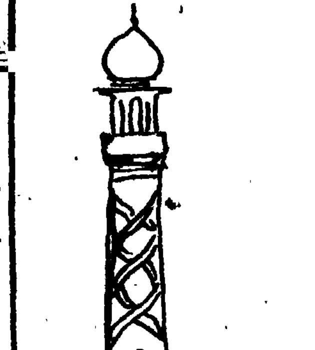
ٹیلیفون نمبر ۲۶۳۲۵۰ — اشاعت کا باسٹھواں سال

ماہنامہ
دین دنیا
دہلی

ہندستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

نمبر ۱۲	دسمبر ۔۔۔۔ ۱۹۸۲ء	جلد ۶۲



سالانہ
پچیس روپے
ششماہی
چودہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس ۔ متصل جامع مسجد دہلی
وی ۔ پی میں چار روپے زائد کا خرچ ہے اس لئے منی آرڈر بھیجئے

فی پرچہ
دو روپے پچاس پیسے
پاکستان اور بنگلہ دیش سے سالانہ ۔۔۔
غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ

مفتی شوکت علی فہمی (ایڈیٹر پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر) نے اپنے خواجہ پریس دہلی سے چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا ۔

۷۸۶



رفتارِ زمانہ

(شوکت علی فہمی)

وزارتِ داخلہ کی خفیہ رپورٹ

مسلمانانِ ہند اور عرب ممالک کے خلاف بے بنیاد الزامات

میناکشی پورم میں اچھوتوں کے تبدیل مذہب کے بعد سے گذشتہ ڈیڑھ دو سال سے مسلمانوں کے خلاف جو بلغار ہو رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں آر۔ ایس۔ ایس۔ وشنو ہندو پریشد ہندو جاگرن۔ بھارتیہ جنتا پارٹی آریہ پرتی ندھی سبھا اور اسی قبیل کی دوسری رجعت پسند اور فرقہ پرست پارٹیاں بڑی پابندی کے ساتھ مسلمانوں اور عرب ممالک کے خلاف برابر زہر اگل رہی ہیں اور نئے نئے محاذ قائم کر رہی ہیں اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ میناکشی پورم کے نام پر پھیلائی ہوئی آگ کی بدولت ملک میں جا بجا بھیانک فسادات بھی شروع ہو گئے ہیں۔ اور مسلمان بڑے حوصلہ کے ساتھ یہ سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔

لیکن یہ بات کبھی مسلمانوں کے تصور میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ ہمارے ملک کی سیکولر حکومت کی وزارت داخلہ بھی رجعت پسندوں کے اس فرقہ وارانہ سیلاب میں بہہ جائے گی۔ اور اس کے ارکان ایک ایسی نام نہاد خفیہ رپورٹ تیار کر کے پیش کر دیں گے جس کا ایک ایک نقطہ معلوم ہوتا ہے کہ وزارت داخلہ کے دفتر میں بیٹھ کر نہیں لکھا گیا ہے۔ بلکہ جن سنگھیوں یا ہندو پریشد والوں نے تیار کیا ہے۔ اس رپورٹ پر کبھی ہرگز یقین نہ آتا اگر یہ دہلی اور کلکتہ سے شائع ہونے والے انگریزی اخبارات میں اور بعض اردو اخبارات میں شائع نہ ہوتی۔ اور اس رپورٹ پر جس میں [illegible] یقین کرنا پڑ رہا ہے کہ یہ

پنڈت جواہر لال نہرو کے قائم کردہ اردو اخبار "قومی آواز" مورخہ ۱۷ر نومبر میں نمایاں طور پر شائع کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو چونکا دینے والی اس خفیہ رپورٹ کو بغور پڑھئے اور غور کیجئے کہ ہماری سیکولر حکومت کی وزارت داخلہ کے مسلمانانِ ہند اور ان عرب ممالک کے بارے میں کیا تاثرات ہیں جو سب ہی ہمارے دوست ہیں۔ اور جن سے تعلقات بڑھانے کی غرض سے ہماری وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی پچھلے دنوں عرب ممالک کے کئی دورے کر چکی ہیں۔ اس رپورٹ کا خلاصہ جو اخبارات میں شائع ہوا ہے اس طرح ہے۔

یہ مرکزی وزارت داخلہ نے ریاستی حکومتوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ لالچ اور دیگر غلط طریقوں سے مذہب کی تبدیلی کو روکنے کے لئے قوانین وضع کریں۔ یہ قوانین اڑیسہ اور مدھیہ پردیش میں موجودہ قوانین کے طرز کے ہونے چاہئیں جن کو عدالتوں میں آزمایا جا چکا ہے۔ حکومت نے یہ قدم کچھ عرصہ قبل تامل ناڈو اور دوسرے علاقوں میں بڑے پیمانہ پر مذہب تبدیل کئے جانے کے واقعات کے پیش نظر اٹھایا گیا ہے۔ تبدیلی مذہب کے اس مسئلہ کو سنجیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے وزارت نے کہا ہے کہ جماعت اسلامی۔ انڈین یونین مسلم لیگ۔ اشاعت اسلام سبھا اور تبلیغی جماعت کے سرگرم کارکن ملک میں ہریجنوں کو مسلمان بنانے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ۱۹۸۱ء کے

دوران غیر ملکی تبلیغی جماعتوں کے دوروں کی تعداد بھی دوگنی ہو گئی ہے بہت سے مسلم علما مسلم کانفرنسوں میں شرکت کے لئے ہندوستان کے دورے کر رہے ہیں۔ اور خلیجی ممالک سے مسلم اداروں جماعتوں اور مسجدوں کے لئے نہ صرف کھلے عام بلکہ خفیہ طریقوں سے بھی امداد آ رہی ہے۔ وزارت مذکورہ نے یہ بھی کہا ہے کہ جماعت اسلامی ہند اور دوسری مسلم گروپ خاص کر تامل ناڈو میں جس مستعدی سے کام کر رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں پچھلے دو تین برس کے عرصہ میں مسلم ممالک اور بین الاقوامی مسلم تنظیموں سے مالی امداد ملتی رہی ہے۔ خود تامل ناڈو کے مسلمان بھی کافی خوشحال ہیں۔ جن کا خلیجی ممالک سے رابطہ قائم ہے۔ یہ لوگ بھی ان تنظیموں کی کوششوں میں ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ پاکستان کی تنظیم موتمر اسلامی نے میناکشی پورم اور اس کے نواح میں بڑے پیمانہ پر تبدیلی مذہب کی تحریک کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۲ء کے آخر تک ان تبلیغی تحریکوں کے ذریعہ دو لاکھ ہریجنوں کو اسلام میں داخل کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ لندن کے اسلامک کلچرل سنٹر نے ہندوستان کے ۱۲ کروڑ ہریجنوں میں سے ۸ کروڑ کو مسلمان بنانے کا منصوبہ تیار کیا ہے جس سے کہ موجودہ دہائی کے خاتمہ تک ملک میں مسلمانوں کی تعداد موجودہ ۸ کروڑ سے بڑھ کر ۲ کروڑ ہو جانے کی امید کی جا سکتی ہے۔ وزارت مذکورہ نے سعودی عرب کی امداد یافتہ اسلامک کلچرل سنٹر کی اس بات پر بھی سنجیدگی سے غور کیا ہے کہ ہندوستان میں ہریجنوں کو مسلمان بنانے کا مقصد ہندوستانی مسلمانوں کی پوزیشن کو مضبوط کرنا ہے۔ وزارت داخلہ نے یہ بھی محسوس کیا ہے کہ تبدیلی مذہب کی حالیہ تحریک سے اکثریتی فرقہ کو یہ تشویش پیدا ہو گئی ہے کہ یہ ہندوؤں کو اپنے ہی وطن میں ایک دن اقلیت میں تبدیل کر دینے کا سوچا سمجھا منصوبہ بنایا گیا ہے اگر یہ احساس پنپتا رہا تو اس کے فرقہ وارانہ محاذ پر سنگین نتائج نکل سکتے ہیں اور فرقہ وارانہ فسادات کو شہ مل سکتی ہے

۳ اس لئے وزارت داخلہ چاہتی ہے کہ ریاستی حکومتیں ایسے اقدامات کریں جن کی مدد سے مذہب تبدیل کرنے کے واقعات کے نتیجہ میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو پھیلنے سے روکا جا سکے۔ اس سلسلہ میں سیاسی اور انتظامی دونوں قسم کے اقدامات کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اور خود حکومت تامل ناڈو سے کہا گیا ہے کہ وہ ہریجنوں کی حالت سدھارنے کی کوشش کرے حکومت کی خواہش ہے کہ سراغ رساں ایجنسیوں کو ایسے ہندوستانی اور غیر ملکی عناصر کی سرگرمیوں پر نظر رکھنی چاہیئے جو تبدیلی مذہب کے سلسلہ میں کام کر رہے ہیں۔ اور جب بھی ضرورت ہو ایسے غیر ملکی عناصر کو ریاست میں آنے سے روکا جائے۔ مزید برآں تبدیلی مذہب کرانے والے عناصر کو غیر ممالک سے حاصل ہونے والی امداد کا جائزہ لینے اور اس پر پابندی لگانے کا بھی مشورہ دیا گیا ہے۔"

یہ ہے وزارت داخلہ کی اس مبینہ خفیہ رپورٹ کا خلاصہ جو اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ اس رپورٹ پر غور کیجئے اور سوچئے کہ اس میں اور فرقہ پرست لیڈروں کے بیانات یا مسلمانوں اور عرب ممالک کے خلاف زہر پھیلانے والے اخبارات کے مقالات میں کیا فرق ہے۔ اور اس رپورٹ سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس طرح پولیس اور ایڈمنسٹریشن میں راشٹریہ سنگھی اور فرقہ پرست عناصر گھس گئے ہیں بالکل اسی طرح مرکزی وزارت داخلہ پر بھی چھائے ہوئے ہیں اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ وہ زبان استعمال کر رہے ہیں جو راشٹریہ سنگھیوں کی ہندو پریشد والوں کی یا بھارتیہ جنتا پارٹی یعنی جن سنگھیوں کی ہو سکتی ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ موجودہ صدر جمہوریہ گیانی ذیل سنگھ جو چند ماہ قبل وزیر داخلہ تھے اس خفیہ رپورٹ سے نہ صرف مختلف بیانات دیتے رہے ہیں بلکہ ہمیشہ عرب ممالک کو تبدیلی مذہب کے اس جھگڑے سے بے تعلق قرار دیتے رہے ہیں۔ لیکن حال ہی میں وزارت داخلہ کی جو خفیہ رپورٹ شائع ہوئی ہے اس میں نہ مسلمانوں کو بخشا گیا ہے اور نہ ان عرب ممالک کو جن سے کہ ہمارے نہ صرف گہرے تعلقات ہیں بلکہ ہمارے بہت سے معاشی فوائد بھی ان سے وابستہ ہیں پھر لطف کی بات یہ ہے کہ میناکشی پورم کے تبدیلی مذہب کے واقعہ سے چند ماہ قبل، وزارت داخلہ کے مقرر کردہ ایک رکن مسٹر کے ار موگم نے اس واقعہ کے بارے میں وزارت داخلہ کو جو رپورٹ دی تھی اس میں بھی نہ مسلمانوں کو ملعون کیا گیا تھا نہ عرب ممالک کو۔

یہ بات یاد رہے کہ پچھلے دنوں ہماری وزارت داخلہ نے میناکشی پورم کے واقعات کی تحقیقات کے لئے مسٹر کے ار موگم کو مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اپنی جو رپورٹ وزارت داخلہ کو پیش کی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ میناکشی پورم کے ہریجنوں نے کسی قسم کے دباؤ اور لالچ کے بغیر مذہ

حنفیت اسلام قبول کیا ہے۔ اُن کے اس اقدام کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ اعلیٰ ذات کے لوگوں کے مسلسل مظالم سے تنگ آچکے تھے ایسی حالت میں اُن کے لئے تبدیل مذہب کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ انہیں اپنی ساری پریشانیوں کا مداوا اسلام ہی کے سائے میں نظر آیا۔ ویسے تو وہ عیسائیت بھی قبول کرسکتے تھے جس کے مبلغین اس علاقہ میں مدت سے سرگرم عمل ہیں۔ مگر انھوں نے اسلام ہی کو پسند کیا۔" مسٹر کے آر موگم کی رپورٹ کے یہ الفاظ تقریباً سب ہی اخبارات میں شائع ہوچکے ہیں۔ اور ہم نے بھی ماہ مئی ۸۲ء کے دین دنیا میں اس رپورٹ پر تبصرہ کیا تھا۔

مسٹر کے آر موگم کی اس تحقیقاتی رپورٹ کے علاوہ "ریپبلکن پارٹی آف انڈیا (امید کر گروپ) کے لیڈر اور صدر مسٹر بی بال کرشن کا کہ ہریجن برادری سے گہرا تعلق ہے۔ انہوں نے بھی مینا کشی پورم کے ہریجنوں کے قبول اسلام کے بارے میں اپنے بیان میں کہا تھا کہ "اعلیٰ ذات کے ہندو بھائیوں کی بدسلوکیوں نے ہریجنوں کو دوسرے کسی ایسے مذہب کی جانب راغب کردیا ہے جو انہیں عزت۔ سلامتی اور برابری کا درجہ دے سکے اور یہ بات اسلام میں موجود ہے۔ فرقہ پرستی کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ ہمارے ملک میں فسادات میں بھی غیر ملکی ہاتھ دکھائی دیتا ہے اور درسگاہوں کی تعمیر میں بھی عرب سرمایہ کا ریل پیل دکھائی دیتا ہے۔ اور ملک کا ایک کچلا ہوا طبقہ باعزت مقام حاصل کرنے کے لئے بحالت مجبوری تبدیلی مذہب کی جانب رجوع کرتا ہے تو اس چیز میں متعصب ذہنوں کو پیٹرو دولت ہی کارفرما دکھائی دیتی ہے۔ [illegible] تنگ نظر دوسروں پر الزام لگانے کی بجائے اپنے اردگرد کا جائزہ لیتے۔" یہ تو خیالات ہیں ایک ہریجن لیڈر کے مگر وزارت داخلہ کی خفیہ رپورٹ تیار کرنے والوں کو سارا قصور یا تو مسلمانوں کا نظر آیا یا عرب ممالک کا۔

مینا کشی پورم کے تبدیل مذہب کے معاملہ پر صاف دماغ ہندو قائدین کے بھی خیالات برابر ہماری حکومت کی نظر سے گزرتے رہے ہیں۔ [illegible] سنسکرت کے ایک عالم وید ول۔ گرنتھوں اور [illegible] کے ایک عالم جینا داس اختر کے خیالات پیش کردینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ انھوں نے خود جنوبی ہند کا دورہ کرنے کے بعد وہاں کے حالات سے متاثر ہوکر لکھا تھا "میں کہتا ہوں کہ ہریجن مسلمان بنتے رہیں گے انہیں مسلمان بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ ہریجنوں کو نل سے پانی نہیں بھرنے دیا جاتا۔ وہ چپل پہن کر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے علاقہ سے گزر نہیں سکتے اور بارات بھی اس راستہ نہیں لے جاسکتے اور ان کا کوئی آدمی مرجائے تو اُس کی لاش ہندوؤں کی شمشان بھومی میں جلا نہیں سکتے۔ اب رہا اسلام وہ ذات پات کا پرچار نہیں کرتا ایک نہایت سادہ اور ہریجنوں کے لئے پرکشش مذہب ہے میں سوچتا ہوں کہ اُن کروڑوں ہریجنوں کا کیا بنے گا۔ جن کو آج بھی ہندو سماج میں باعزت انسان کا درجہ نہیں دیا جاتا ہے" اور ایک جینا داس اختر پر ہی کیا موقوف ہے اس ملک کے درجنوں ہندو لیڈر جن میں بابو جگ جیون رام سر فہرست ہیں اس بات کے معترف ہیں کہ اگر آج ہریجن ہندو دھرم سے منحرف ہو رہے ہیں تو محض اس لئے کہ اونچی ذات کے ہندوؤں کا اُن کے ساتھ سلوک اچھا نہیں ہے۔ لیکن ہماری وزارت داخلہ کے محققین کی تازہ دریافت یہ ہے کہ اس ملک کے مسلمانوں نے اور عرب ممالک نے ہریجنوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔ اور اب وہ حسن سلوک سے نہیں بلکہ قانون کے ڈنڈے سے ہریجنوں کو تبدیل مذہب سے روکنا چاہتے ہیں خواہ یہ قانونی ڈنڈا ہندوستان کے دستور کے منافی ہی کیوں نہ ہو۔

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ دستور کی رو سے ہندوستان کے ہر شہری کو اس بات کی کامل آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جس مذہب پر چاہے قائم رہے۔ اور اگر وہ اپنے آبائی مذہب سے مطمئن نہیں ہے تو جس مذہب کو وہ اپنے نقطہ نظر سے اچھا سمجھتا ہے اختیار کرلے یہاں تک کہ ایک مذہبی ملک ہونے کے باوجود ہندوستان کے دستور نے بے دینی اور لا مذہبی پر بھی کوئی پابندی نہیں لگائی ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص ایک سرے سے خدا کا منکر یعنی کافر ہے تو اُسے بھی اپنے عقائد پر قائم رہنے کا قانونی حق حاصل ہے۔ لیکن اگر یہاں کے چند ہریجن تبدیل مذہب کرلیتے ہیں تو ان کے تبدیل مذہب کے لئے نئی نئی تاویلیں گھڑی جاتی ہیں اور ان کو تبدیل مذہب سے روکنے کے لئے دستور ہند کے خلاف قانونی پابندیاں لگا دینا بھی وزارت داخلہ کے [illegible] کے نزدیک ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

وزارت داخلہ کے محققوں کی تحقیقات کی اصل حقیقت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے انہوں نے اپنی خفیہ رپورٹ میں جماعت اسلامی

انڈین یونین مسلم لیگ۔ اور تبلیغی جماعت کے بارے میں یہ کہا ہے کہ ان جماعتوں کے کارکن ملک میں ہریجنوں کو مسلمان بنانے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ لیکن ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک جماعت بھی ہریجنوں کو مسلمان بنانے کا کام نہیں کر رہی ہے اور نہ ان کا یہ مشن ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ مسلمانوں کے حق میں آواز ضرور بلند کرتی رہتی ہیں۔ اور جہاں تک تبلیغی جماعت کا تعلق ہے اس کا دائرہ عمل تو صرف مسلمانوں تک محدود ہے۔ انھوں نے کبھی بھی غیر مسلموں میں تبلیغ کا کام نہیں کیا۔ انہیں غیر مسلموں کے مسلمان ہونے یا انہیں مسلمان بنانے سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے لیکن چونکہ اس کا نام "تبلیغی جماعت" ہے اس لئے اسے بھی گھسیٹ لیا گیا ہے۔ اور اسلئے گھسیٹ لیا کہ وزارت داخلہ کے ان محققوں کو اتنا علم بھی نہیں ہے کہ تبلیغ خود مسلمانوں میں بھی کی جا سکتی ہے۔ اُن کو اچھا مسلمان بنانے کی غرض سے۔

پھر جہاں تک اس ضمن میں درست عرب ممالک کو گھسیٹنے کا تعلق ہے وہ تو ایک نہایت ہی غیر مدبرانہ اور غیر دوستانہ قدم ہے اِس سے ہمارے تعلقات اُن عرب ممالک سے خراب ہو سکتے ہیں۔ جن سے کہ ہمارے ملک کی معیشت کو بے اندازہ فوائد پہنچ رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ حکومت ہند اپنی وزارت داخلہ کی اِس خفیہ رپورٹ کی وضاحت کرے اور یہ بتائے کہ اِس رپورٹ میں ہندوستان کو "اسلامستان" بنانے کی کوشش جیسے جو بے بنیاد الزام لگائے گئے ہیں اُن کی اصل بنیاد کیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس "نام نہاد خفیہ رپورٹ" کی اشاعت سے ملک کے اتحاد کو زبردست نقصان پہنچا ہے اور اِس رپورٹ نے ہندوستان کے اُن فرقہ پرستوں کے بازو مضبوط کر دئے ہیں جو آجکل "مینا کشی پورم" کے نام پر ملک کے اتحاد اور یکجہتی کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

یہ نام نہاد "خفیہ رپورٹ" مسلمانان ہند پر ایک ایسی تہمت ہے جس نے پوری مسلم اقلیت میں تشویش اور ناگواری پیدا کر دی ہے ضرورت ہے کہ مسلم ممبران پارلیمنٹ اس رپورٹ کے سلسلہ میں اپنی آواز پارلیمنٹ تک بلند کریں۔ اور حکومت پر زور دیں کہ جو بے بنیاد الزامات اس رپورٹ میں مسلمانوں پر لگائے ہیں انہیں یا تو وہ ثابت کرے یا اس رپورٹ کو واپس لے۔

قرآن مجید کے خلاف بھی زہر افشانی

مذہبی کتب خواہ وہ کسی بھی مذہب سے کیوں نہ تعلق رکھتی ہوں سب ہی کے لئے قابل احترام ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں بدقسمتی سے ایک ایسا متعصب طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو اسلام اور قرآن کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حال ہی میں پارلیمنٹ کے لائق ممبر جناب سید شہاب الدین نے وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی توجہ ایک ایسے پمفلٹ کی جانب رجوع کرائی ہے جس میں کہ قرآن مجید کے خلاف زہر افشانی کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ "یہ کتاب مسلمانوں کو فتنہ و فساد پھیلانے اور دوسرے مذاہب کے پیروؤں سے لڑنے جھگڑنے کی تلقین کرتی ہے۔"

اسی طرح دہلی سے شائع ہونے والے ایک ہندی ماہنامہ "جن گیان" نے اپنے پانچویں شمارے کے اداریہ میں اسلام اور قرآن پاک کے خلاف زہر اگلتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام کی تلوار نے پھر ایک بار بھارت کے وجود کو چیلنج دیا ہے۔ کیا آپ اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں؟ ہماری مخالفت مسلمانوں سے نہیں ہے لیکن جس کتاب (قرآن) کو مذہبی مان کر وہ اُس پر عمل کرتے ہیں۔ اُس کی تعلیمات نے اُن میں شیطانی رجحانات کو فروغ دیا ہے۔ اِس لئے قرآن کی انسانیت دشمن تعلیم کو ہم ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ اِس ماہنامہ کی ایڈیٹر راکیش رانی ہیں اور اُن کا پورا پتہ ہے "جن گیان پرکاشن ۱۰۹۷ ہردیان سنگھ مارگ نئی دہلی"

اسی قسم کا ایک کتابچہ "اسلام میں کیا ہے" کے نام سے پچھلے دنوں شائع کیا گیا تھا۔ جس میں کہ اسلام اور قرآن پاک پر انتہائی دل آزار اور ناروا حملے کئے گئے ہیں۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمانوں میں ساری کمزوریاں نعوذ باللہ اسلام اور قرآن کی بدولت ہیں۔ اور حیرت ہے کہ قرآن پاک پر یہ جاہلانہ نکتہ چینی ایسے جاہل مطلق کر رہے ہیں۔ جو شائد اسلام اور قرآن پاک کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ حالانکہ قرآن پاک دنیا کی واحد کتاب ہے جس میں کہ امن پسندی اور فتنہ و فساد اور خونریزی سے پرہیز کرنے کی تلقین کی گئی ہے ہم ان جاہلوں کو قرآن پاک کی تعلیم سے واقف کرنے کی غرض سے قرآن پاک کی صرف چند آیات کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ قرآن پاک فتنہ و فساد سے بچنے کے لئے اس طرح مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے۔

سورۃ القصص میں ہے جو مسلمانوں لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو (بلا امتیاز مذہب و ملت) جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے اور بھلائی کی ہے۔ اور زمین میں فساد کے خواہشمند نہ بنو اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا "
(قرآن مجید)

اور قرآن قتل وخون کا کتنا بڑا مخالف اور امن پسندی کا کتنا بڑا حامی ہے اسکا اندازہ ذیل کی آیت سے ہو سکتا ہے

" جس کسی نے سوائے اس کے کہ کسی کو قتل کی سزا دینا ہو۔ یا ملک میں فساد پھیلانے والوں، کو سزا دینی ہو کسی ایک شخص کو بھی (بے گناہ) قتل کر ڈالا تو گویا اُس نے سب ہی انسانوں کا خون کر دیا۔ اور جس کسی نے کسی ایک کی زندگی بچالی تو گویا اُس نے تمام انسانوں کی زندگیاں بچالیں " (سورۃ المائدہ ۵۔ قرآن مجید)

پھر غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دیتے ہوئے قرآن مجید مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے۔

" اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ ایک فرقہ کی دشمنی تمہیں اس بات پہ ابھار دے کہ تم اُس غیر فرقہ کے ساتھ زیادتی کرنے لگو کیونکہ انھوں نے تمہیں مسجد الحرام میں جانے سے روک دیا تھا پس تمہارا دستور العمل (سب کے ساتھ) نیکی کرنا ہونا چاہیئے " (سورۃ المائدہ۔ قرآن مجید)

اس قسم کی سورتیں قرآن مجید میں دس بیس نہیں ہیں بلکہ سیکڑوں میں جو اِن قرآن پاک کے دشمنوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں ۔ لیکن اِن جاہلوں کو اس سے کیا مطلب کہ قرآن میں کیا ہے۔ انہیں تو آنکھیں بند کر کے اسلام اور قرآن پاک پر اعتراض کر دینا ہے اور یہ دعویٰ کرنا ہے کہ ہم قرآن مجید کی تعلیم کو مٹا دیں گے ہم قرآن پاک اور قرآن پاک کی تعلیمات کو تو کیا مٹائیں گے گذشتہ چودہ سو برسوں میں نہ جانے کتنے اس تمنا کو لئے ہوئے خاک میں مل چکے ہیں بڑی حیرت ہے کہ کس قدر دیدہ دلیری سے قرآن پاک پر حملے ہو رہے ہیں اور ان کے ذریعوں مسلمانوں کی دل آزاری ہو رہی ہے مگر ہماری سیکولر حکومت آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھی ہے۔ ہمارے ملک میں یہ عجیب قسم کا سیکولرزم ہے کہ کھلی ہوئی مسلمانوں کی دل آزاری کی جا رہی ہے اور پھر بھی سیکولرزم کے دعویٰ کرتے ہوئے ہمارے ملک کے رہنما نہیں تھکتے۔

اکالیوں کا "بلیک میل" ناکام

حکومت ہند اکالیوں کے سب ہی دھارمک مطالبات کے تسلیم کرنے کی جو پیشکش کر چکی ہے وہ اس سے آگے جا ہی نہیں سکتی۔ معقولیت اور دانشمندی کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اکالی لیڈر دھارمک مطالبات کے پورے کئے جانے کی فیاضانہ پیشکش کو قبول کر لیتے لیکن وہاں تو نہ دھرم سے کوئی واسطہ ہے اور نہ معقولیت پسندی سے بس اکالی لیڈر اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اُن کے آنند پور ریزولیشن کے روبرو حکومت گردن جھکا دے اور اس آنند پور ریزولیشن کا منشا یہ ہے کہ حکومت ہند غیر اکالیوں سے ناانصافی کرتے ہوئے "آزاد خالصتان" کا تحفہ تھالی میں رکھ کر انتہا پسند اکالیوں کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ پیش کر دے۔

" آنند پور ریزولیشن " جس پر کہ اکالی لیڈر سختی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں اُس پر اگر غور کیا جائے تو یہ کھلی ہوئی ہندوستان کے ساتھ غداری اور ملک کی مزید تقسیم کا پیش خیمہ ہے۔ اکالی چاہتے ہیں کہ نہ صرف موجودہ پنجاب بلکہ پنجاب کے ساتھ شمالی ہند کے اور بھی بہت سے علاقے جن میں کہ ہریانہ۔ ہماچل پردیش اور راجستھان کا ایک بڑا علاقہ بھی شامل ہے سکھوں کو دید یا جائے۔ جہاں وہ ایک "عظیم سکھ ریاست" قائم کر سکیں۔ یہاں تک کہ وہ ابوہر اور فاضلکا بھی واپس کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ جس کا واپس کرنا چنڈی گڑھ کو پنجاب کو دینے کے ساتھ مشروط ہے۔ گویا یہ انتہا پسند یہ چاہتے ہیں کہ شمالی ہند کا ایک بڑا حصہ جو تقریباً پاکستان کے برابر بیٹھتا ہے اُن کو عطا کر دیا جائے جہاں وہ اپنے تصور کا "آزاد خالصتان" قائم کر لیں جسکا نام نہاد صدر ڈاکٹر جگجیت سنگھ پہلے ہی سے صدر بنا بیٹھا ہے اور اِن انتہا پسندوں کی خواہش یہ ہے کہ مرکزی حکومت صرف ڈیفنس مواصلات اور امور خارجہ اپنے پاس رہنے دے باقی سب کچھ انتہا پسند اکالی لیڈروں کے حوالے کر دے اور اس علاقہ کے تمام غیر سکھ باشندوں کو یعنی ہندوؤں کو اچھوتوں اور دیگر

فرقوں کو اکالی لیڈروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے تاکہ ان کا بھی وہی حشر ہو جو آجکل کے پنجاب میں غیر سکھوں کا ہو رہا ہے۔

اِس نامعقول اور ناقابل قبول مطالبہ کے حصول کے لئے انتہا پسند اکالی لیڈر جن ہتھکنڈوں اور تشدد پسندی پر اتر آئے ہیں وہ سخت قابل مذمت ہے۔ اور انتہا یہ ہے کہ حکومت کو بلیک میل کرنے کی غرض سے انہوں نے ان ایشیاڈ کھیلوں کو درہم برہم کرنے تک کا پروگرام بنا لیا جن پر ملک کا اربوں روپیہ صرف ہوا ہے۔ تاکہ ان کھیلوں کے دوران بدنامی سے بچنے کے لئے حکومت اِن کے سامنے ہتھیار ڈال دے اور خالصتان کے مطالبہ کو ماننے کے لئے مجبور ہو جائے لیکن اکالی لیڈروں کی بدقسمتی ہے کہ اِس موقعہ پر حکومت نے پوری مضبوطی کا ثبوت دیا ہے اور انتہا پسندوں کا یہ آخری حربہ بھی خالی گیا۔ اوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے خود سکھوں کی اکثریت نے اِس غیر معقول مطالبہ کے سلسلہ میں انتہا پسند اکالی لیڈروں کا ساتھ نہیں دیا اور بجائے اِس کے کہ وہ ایشیائی کھیلوں کا بائیکاٹ کرتے اِن کھیلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اِن کا سارا ایجی ٹیشن غتربود ہو کر رہ گیا۔

ہمکو امید رکھنی چاہیئے کہ آیندہ بھی ہماری حکومت اسی طرح انتہا پسند سکھوں کے مقابلہ میں مضبوطی کا ثبوت دیگی۔ اور خالصتان کے اُس فتنہ کو دبانے میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھیگی جس کی ڈوریاں غیر ممالک سے ہلائی جا رہی ہیں۔ اور جس کا واحد منشا نہ صرف ہندوستان کی سالمیت کو برباد کرنا ہے۔ بلکہ پورے ملک میں بحران اور بے چینی پیدا کرنا ہے۔

حج بیت اللہ بھی پروپگنڈے کا ذریعہ

حج بیت اللہ مسلمانوں کا مقدس ترین فریضہ ہے جو ہر قسم کی دنیاوی آلائشوں سے پاک ہونا چاہیئے۔ لیکن ایران کے موجودہ حکمراں ۔ یعنی علامہ خمینی ؒ نے اُسے بھی اپنی امامت اور سیاست کے پروپگنڈے کا ذریعہ بنا لیا ہے چنانچہ اِس سال بھی عازمین حج کے نام سے علامہ خمینی نے پروپگنڈے بازوں کی ایک ایسی ٹیم بھیجی تھی جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اچھی طرح سے علامہ خمینی کا پروپگنڈا کرے چنانچہ ان پروپگنڈا ٹیم نے مدینہ منورہ میں علامہ موصوف کے حق میں پروپگنڈا کرنے کی غرض سے جلوس نکالے۔ ان جلوسوں میں ایرانی پروپگنڈا باز علامہ خمینی کی بڑی بڑی تصویریں اور علامہ خمینی کی امامت کے حق میں بڑے بڑے بینر اٹھائے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک اخبار کا بیان ہے کہ

”حج سے قبل یہ اطلاع موصول ہوئی تھی کہ اِس سال بھی حج کے موقعہ پر جو ہزاروں شیعہ عرب جائیں گے وہ وہاں جا کر شرارت کریں گے اور حج کے موقعہ پر مدینہ سے جو خبریں آئی ہیں اُن سے اِس بات کی تصدیق بھی ہوگئی ہے کہ آیت اللہ خمینی نے واقعی ایسا پروگرام بنا رکھا تھا چنانچہ ہزاروں ایرانیوں نے سعودی حکومت کے خلاف جابجا مظاہرے کئے لوگوں کو سعودی حکومت کے خلاف بھڑکایا اور طرح طرح سے علامہ خمینی کے حق میں پروپگنڈا کیا۔ آخر سعودی حکومت کو حرکت میں آنا پڑا اور اُس نے ۰۰ کے قریب ایرانیوں کو ملک سے نکال دیا جن ایرانیوں کو نکالا گیا ہے ان میں آیت اللہ خمینی کے خاص نمایندے حجت الاسلام محمد محمودی بھی تھے۔ سعودی حکومت نے ان لوگوں کے خلاف یہ الزام لگایا ہے کہ یہ علامہ خمینی کی بڑی بڑی تصویریں اٹھائے ہوئے تھے۔ جس کا مظاہرہ خلاف شرع ہے۔ اور یہ اسلام مخالف نعرے بھی لگا رہے تھے۔ مگر ایرانیوں کا کہنا ہے کہ وہ امریکہ اور اسرائیل کے خلاف نعرے لگا رہے تھے جنکو کہ سعودی حکومت برداشت نہ کر سکی۔“

مگر علامہ خمینی کے نمایندوں کا یہ منطق بڑا ہی عجیب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک طرف تو دنیائے اسلام سے غداری کرتے ہوئے اسرائیل اور امریکہ سے اسلحہ حاصل کر رہے ہیں۔ اور عراق و ایران کی جنگ کو امریکہ اور اسرائیل کے اشارہ پر طول دے رہے ہیں اور دوسری جانب حرم نبوی میں پہنچ کر امریکہ اور اسرائیل کے خلاف نعرے بھی لگاتے ہیں۔ تاکہ مرکز اسلام میں بیٹھکر پوری دنیائے اسلام کو یہ دھوکہ دے سکیں کہ ایران بھی دوسرے اسلامی ممالک کی طرح اسرائیل کا دشمن ہے۔ مگر اب جبکہ علامہ خمینی کی ابن الوقتیاں بے نقاب ہو چکی ہیں تو کون اُن کے بے معنی نعروں اور اُن کے دکھاوٹی پروپگنڈے کے فریب میں آ سکتا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ گذشتہ چودہ سو سال میں علامہ خمینی کی طرح شاید ہی کسی نے اسلام کو بدنام اور رسوا کیا ہو۔ ایک طرف تو

حرم نبوی میں سرِ عام علامہ خمینی کی تصاویر کا مظاہرہ کر کے ناجائز حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اور دوسری جانب انتہائی بیباکی کے ساتھ ایران میں بے گناہوں کا خون بہا رہا ہے۔ اور علامہ خمینی کی اس خونریزی نے غیر مسلموں کو یہ ثبوت فراہم کر دیا ہے کہ "یہ واقعی اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے"۔ علامہ خمینی وہ درندہ صفت حکمراں ہے جس نے کہ نہ اپنوں کو چھوڑا ہے اور نہ غیروں کو۔ یہاں تک کہ اسنے اپنے مخالفین کے بزرگوں کی لاشوں تک کو قبروں سے نکلوا کر آگ کی نظر کر دیا ہے۔ جیسا کہ سابق شاہ ایران کے باپ رضا شاہ پہلوی اول کی قبر کے ساتھ ایران میں ہو چکا ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ وہ اپنی ان درندگی کی حرکات کو بھی "خدمت اسلام" قرار دے رہا ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ایسے نام نہاد "خادمان اسلام" سے جلد ہی مسلمانوں کو نجات دلا دے

کاش کوئی مسلم وزیر بھی استعفیٰ دیتا

میسور کی اطلاع ہے کہ کرناٹک اسمبلی کے اندر اکانگریس کے رکن اور سابق وزیر عزیز سیٹھ نے کرناٹک اسمبلی اور کانگریس پارٹی سے استعفیٰ اسپیکر کو بھیج دیا ہے۔ یہ استعفیٰ انھوں نے اقلیتی مسائل اور اردو زبان سے کانگریس آئی کی غیر دلچسپی کی بنا پر دیا ہے۔ اور اپنے ایک خط میں کرناٹک کے وزیر اعلیٰ مسٹر گنڈو راؤ کو لکھا ہے کہ۔ "یہ ریاستی حکومت کی حالیہ لسانی پالیسی سے ریاست کی اقلیت مکمل طور پر مایوس ہو گئی ہے۔ کیونکہ کنڑی زبان کو اسکولوں میں لازمی پہلی زبان قرار دے کر اردو کے ساتھ کھلی ناانصافی کی گئی ہے"۔ انھوں نے مزید کہا ہے کہ "اندرا کانگریس اور اقلیت کے درمیان تعلقات خراب ہو چکے ہیں۔ اس بنا پر اقلیت کا ایک نمائندہ ہونے کی وجہ سے میرے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ میں ایک ایسی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لوں جو اقلیتی حقوق کے تحفظ میں ناکام رہی ہے۔"

مسٹر عزیز سیٹھ کے اس جرأت مندانہ اقدام پر ہم مسلمانان ہند کی جانب سے انہیں مبارک باد دیتے ہیں۔ کاش یہ جرأت ہمارے ملک کے ان دوسرے مسلم وزراء میں بھی پیدا ہو سکتی جو اس وقت مسلم قوم کے نمائندوں کی حیثیت سے وزارت کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ مرکز کے ان مسلم وزراء کو سنجیدگی کے ساتھ یہ غور کرنا چاہئے کہ مس اندرا کانگریس کی نااہلی اور مسلم مسائل سے عدم دلچسپی کی بنا پر اس ملک میں مسلمان عیدگاہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے، اور میرٹھ کی طرح محرم کا تہوار بھی نہیں منا سکتے تو اس کے ساتھ تعاون کہاں تک درست ہے۔ اور جب ان مسلم وزراء میں اتنی جرأت بھی نہیں ہے کہ وہ حکومت کو راہ راست پر لا سکیں۔ تو کیا حکومت کی کرسیوں پر اقلیت کے نمائندوں کی حیثیت سے ان کا قائم اور برقرار رہنا کہاں تک مناسب ہے۔

اور اب جبکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ یوپی کی مسلم پولیس پی۔ اے۔ سی راشٹریہ سنگھیوں (جن سنگھیوں) اور فسادی غنڈوں کے ساتھ ملکر پوری بے دردی کے ساتھ مرادآباد۔ علیگڑھ اور میرٹھ میں مسلم اقلیت کی نسل کشی پر اتر آئی ہو تو انہیں سوچنا چاہئے کہ ان کی خود داری کا تقاضہ کیا ہے۔

وزارتوں کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ان مسلم وزراء کو سکھ زعما سے سبق لینا چاہئے کہ وہ ناجائز اور لایعنی مطالبات کے لئے بھی پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کو خیرباد کہہ رہے ہیں لیکن ہمارے مسلم وزراء ہیں کہ وہ مسلمانوں کے جائز اور آئینی مطالبات کی خاطر بھی عہدوں سے دستبردار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے ان کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ آیندہ انتخابات میں شاید وہ مشکل سے ہی مسلمانوں کے صرف چند ووٹ لے سکیں گے۔ یعنی اگر وہ خود وزارتوں کو نہیں چھوڑ رہے ہیں تو مسلم عوام انہیں ان وزارتوں سے محروم کر دیں گے۔

دلی مبارک باد

یہ چیز ہمارے لئے باعث مسرت ہے کہ دین دنیا کے قدیم معاون الحاج جناب سید احمد صاحب کی دختر نیک اختر کشور جہاں سلمہا کی شادی خانہ آبادی جناب اظہار الحسن فاروقی بی۔ ایس سی (بی ای ڈی) کے ساتھ ۳ نومبر کو سدولی ضلع پرتاب گڑھ میں حسن و خوبی کے ساتھ انجام پا گئی۔ ہم اس تقریب سعید کے موقعہ پر جناب سید احمد علی صاحب اور آن کی بیگم صاحبہ کی خدمت میں ادارہ دین دنیا کی جانب سے دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

"پندرہویں صدی ہجری کا پیغام"

(از جناب توصیف علوی عاصی بی اے۔ کیرانوی)

امن و امان کا دو ہر اک انسان کو پیام
قدرت پہ زندگی کی اٹھاؤ نیا نظام
ہاتھوں میں ہو خلوص کے طاقت کی پھر زمام
خود اپنی عظمتوں کا نشاں ہو ہر آدمی
پیغام دے رہی ہے یہی پندرہویں صدی

ہر گوشۂ جہاں میں نظر آئے اک بہار
ہر غنچۂ حیات پہ آئے نیا نکھار
ہر خار و گل ہو صحنِ گلستاں کا اک وقار
ہر سمت روشنی ہو ہر ایک سمت تازگی
پیغام دے رہی ہے یہی پندرہویں صدی

روشن ہوں زندگی کے ستارے نئے نئے
جاری ہوں فکر و شوق کے دھارے نئے نئے
ساحل نئے نئے ہوں کنارے نئے نئے
آئے نظر فضاؤں میں تابندگی نئی
پیغام دے رہی ہے یہی پندرہویں صدی

فکر و نظر بھی ایک ہوں دیر و حرم بھی ایک
راہِ طلب بھی ایک ہو نقشِ قدم بھی ایک
خوابِ خیال ایک ہوں لوح و قلم بھی ایک
ہو شیخ و برہمن میں نیا رنگِ آشتی
پیغام دے رہی ہے یہی پندرہویں صدی

ہر شامِ غم سے پیدا مسرت کی ہو سحر
ہر ایک ذرہ بن کے اٹھے اک نیا قمر
ہو رفعتوں کا آئینہ انساں کی ہر نظر
ہر فکرِ زندگی میں ہو اک شانِ بیخودی
پیغام دے رہی ہے یہی پندرہویں صدی

ہر جذبۂ خلوص میں رنگِ ثبات ہو
ہر ایک نظر لئے ہوئے صد التفات ہو
ہر قلب سوز و ساز کی اک کائنات ہو
ہر سر میں جہدِ حق کا ہو اک جوشِ سرمدی
پیغام دے رہی ہے یہی پندرہویں صدی

ہر ایک میکدہ ہو اخوت کا آستاں
ہر دورِ جام ہے بنے الفت کی داستاں
ہر بزمِ مے ہو انس و مروت کی ترجماں
یارانِ میکدہ میں نہ ہو کشمکش کوئی
پیغام دے رہی ہے یہی پندرہویں صدی

چھلکے جہاں میں چار سو پیمانۂ حیات
رقصاں ہو شمعِ فکر پہ پروانۂ حیات
ہم ہو حقیقتوں سے ہر افسانۂ حیات
ہر اک بشر ہو حاملِ عرفانِ زندگی
پیغام دے رہی ہے یہی پندرہویں صدی

عزمِ جواں پیدا کرو

(از جناب واحد پریمی ٹانگو گنوری بھوپال)

ذرّوں کو تم مثالِ مہ و کہکشاں کرو　　اے دوستو زمیں ہی کو آسماں کرو
مٹنے کے بعد ملتی ہے یارو حیاتِ نو　　تم بڑھ کے خیر مقدمِ برقِ تپاں کرو
دیوانو احترامِ بہاراں کا وقت ہے　　دامانِ عقل و ہوش کی تم دھجیاں کرو
جو چاہتے ہو کیفِ محبت بہ ہر نفس　　تم اپنے دل کو وقفِ غمِ دوستاں کرو
گر اپنے ہمنوائی کریں کچھ نہیں کمال　　ہے بات جب کہ غیروں کو بھی ہمنوا کرو

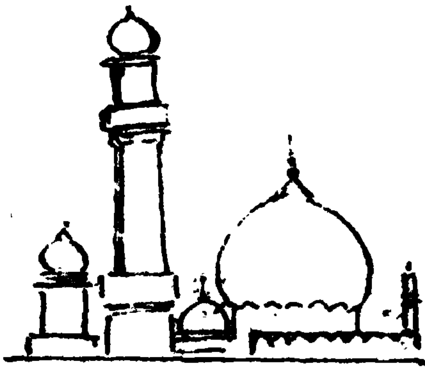
واحد تلاشِ خام سے کچھ فائدہ نہیں
منزل پہ تم پہنچنے کا عزمِ جواں کرو

عرب حکمرانوں سے

(قاری محمد اسحاق حافظ سہارنپوری)

سنو گوشِ دل سے عرب حکمرانو　　مری بات تم چاہے مانو نہ مانو
فلسطینیوں کا یہ قتل مکمل　　نکالے گا اِک دن تمہارے بھی کس بل
اگر بند آنکھوں کو اپنی کرو گے　　یہودی کے ہاتھوں سے تم بھی مرو گے
تمہارا یہ تاج اور تمہاری حکومت　　رہے گی بھلا کتنے دن تک سلامت
رہے گی اگر بے حسی تم پہ طاری　　تو کھاؤ گے تم بھی بڑے زخم کاری
خدا کے لئے اب بھی غیرت میں آؤ　　بڑھو ضرب دشمن پہ مل کر لگاؤ
خدا کی مدد شاملِ حال ہو گی　　رعونت یہ دشمن کی پامال ہوگی

صلہ سرفروشی کا تمکو ملے گا
تمہیں فتحِ کامل کا مژدہ ملے گا



گذشتہ سے پیوستہ

تعلیم القرآن

سولھواں پارہ - قَالَ اَلَمْ - سورہ مریم

(از ادارہ دین دنیا)

زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے سولھویں پارہ کی تعلیمات کی تیسری قسط پیش کر رہے ہیں۔ جس میں کہ اللہ جل شانہٗ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ سے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا ہے -

حضرت مریم کا واقعہ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ .... وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝

ترجمہ :- اور (اے نبی) اِس کتاب (قرآن) میں سے مریم کا بھی ذکر سناؤ۔ جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مکان کے مشرقی حصہ میں بیٹھ گئی تھیں۔ اور اُن لوگوں کی طرف سے اُنھوں نے ایک پردہ ڈال لیا تھا پھر ہم نے اُن کی طرف جب اپنے فرشتے (جبرئیل) کو بھیجا اور وہ اُن کے سامنے ایک مکمل انسان بن کر آیا تو مریم اُسے دیکھ کر بولیں میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیزگار ہے (تو یہاں سے چلا جا) فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے رب کا پیغامبر ہوں تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ وہ بولیں میرے لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں - فرشتہ نے کہا یونہی ہوگا میرے رب نے کہا ہے کہ یہ کام میرے لئے آسان ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اِس لڑکے کو لوگوں کے لئے ایک نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں - اور (ازل سے) یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ (کہ بغیر باپ کے ایک نیک لڑکا پیدا ہو)

تشریح :- اور اے نبی اِس قرآن میں سے لوگوں کو مریم کا ذکر بھی پڑھ کر سناؤ مریم اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر ایک مکان میں جو (بیت المقدس) کے مشرقی حصہ میں تھا جا کر جم گئی تھیں۔ اور سب گھر والوں سے کنارہ کش ہو کر انھوں نے درمیان میں ایک پردہ ڈال لیا تھا (اور عبادت و ریاضت میں معروف ہو گئی تھیں) ہم نے اُن کے پاس اپنے فرشتے (جبرئیل) کو بھیجا اور وہ اُن کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل اختیار کر کے ظاہر ہو گیا (خلاصۃ التفاسیر میں لکھا ہے کہ حضرت مریم اُس وقت غسل کی تیاری کر رہی تھیں - انھوں نے ایسی حالت میں جب ایک اجنبی مرد کو دیکھا تو گھبرا گئیں اور اُسے دیکھ کر بولیں) اگر تو خدا ترس اور پرہیزگار ہے تو میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں (یہاں سے چلا جا)

جبرئیل نے کہا - مریم ڈرو نہیں میں تمہارے پروردگار کا پیغامبر ہوں میں اسلئے آیا ہوں تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ اور نیک خصلت بیٹے کی بشارت دوں۔ مریم نے یہ بات سنی تو حیران ہو کر بولیں - کہ ایسی حالت میں جبکہ کسی بشر نے آج تک مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے تو میرے لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے - پھر خدانخواستہ میں بدچلن بھی نہیں ہوں جبرئیل نے کہا کہ خدا میں سب قدرت ہے - یہ بات اسی طرح ہو کر رہے گی میرے رب نے کہا ہے کہ یہ کام تمہیں ناممکن دکھائی دیتا ہے مگر میرے لئے آسان ہے - اور اس لئے ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس لڑکے کو بغیر باپ کے پیدا کر کے اُسے لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنائیں اور اُسے عوام کے لئے باعث رحمت ثابت کریں - یہ ازل ہی سے ایک طے شدہ امر ہے جو ہو کر رہے گا - یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا ہے کہ بغیر باپ کے بچہ پیدا کر کے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے گا

حضرت مریم کو قدرت الٰہی سے حمل

فَحَمَلَتْهُ .... فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ۔ ۵

ترجمہ :- پھر اُن کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا اور اس حمل کو لئے ہوئے وہ کسی دور کے مکان میں کنارہ کش ہوگئیں پھر جب دردزہ ہوا تو وہ درد کی حالت میں کھجور کے درخت کی طرف چلی گئیں۔ اور کہنے لگیں کہ کاش اس سے پہلے ہی میں مرجاتی اور دنیا کے لئے بھولی بسری ہوجاتی (اُن کو پریشان دیکھ کر) جبرئیل نے اُنہیں اُن کے بائیں جانب سے پکارا کہ غم نہ کرو۔ تمہارے رب نے تمہارے قدموں کے نیچے پانی کا ایک چشمہ جاری کردیا ہے۔ تم اپنی طرف کھجور کا تنہ پکڑ کر ہلاؤ۔ تم پر اوپر سے پکی کھجوریں گریں گی۔ کھجوریں کھاؤ اور پانی پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو۔ اور اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہہ دو کہ میں نے خدا کے لئے روزہ کی نیت مانی ہے میں ہرگز کسی سے نہیں بولوں گی

تشریح :- الغرض قدرت الٰہی سے حضرت مریم حاملہ ہوگئیں اور حاملہ ہونے کے بعد وہ کسی دور کے مکان میں جاکر سب سے الگ ہوکر بیٹھ گئیں (اور جب نو مہینے زمانہ حمل کے پورے ہوگئے) اور دردزہ شروع ہوا تو وہ ایک کھجور کے درخت کی طرف چلی گئیں اور (اپنی تنہائی اور بے بسی کو دیکھ کر) کہنے لگیں کاش میں ان حالوں کے پہنچنے سے پہلے ہی مر کھپ جاتی اور ایسی نیست و نابود ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی (اُن کی اس گھبراہٹ اور پریشانی کو دیکھ کر) جبرئیل نے ٹیلے کے نیچے سے پکار کر کہا۔ اے مریم مغموم نہ ہو۔ تمہارے رب نے تمہارے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کردیا ہے۔ (حضرت مریم نے نیچے کی جانب دیکھا تو واقعی پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا) پھر جبرئیل نے کہا کہ اے مریم جس کھجور کے درخت کے قریب تم بیٹھی ہو اُس کا تنہ پکڑ کر ہلاؤ اُس سے تمہارے لئے پکی کھجوریں جھڑیں گی۔ ان کو کھاؤ اور پانی پیو اور (جو بچہ پیدا ہونے والا ہے اُسے دیکھ کر) اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اور اگر تمہیں کوئی دکھائی دے اور تم سے کچھ کہے تو اشارے سے اُسے بتا دینا کہ میں نے پروردگار کی خوشنودی کے لئے روزہ کی نیت مانی ہوئی ہے۔ اس لئے مجھ سے بات چیت نہ کرو۔

علامہ شیخ عبداللہ لکھتے ہیں کہ اُس زمانہ کی شریعت میں روزے کی حالت میں بات چیت کرنا منع تھا

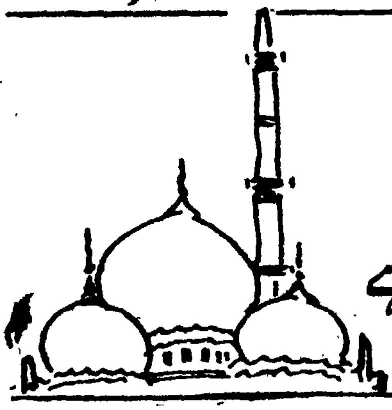
حضرت عیسٰی کی پیدائش

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ .... وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۵

ترجمہ :- پھر مریم لڑکے (یعنی حضرت عیسٰی) کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں (قوم کے لوگ اُنھیں دیکھ کر) بولے۔ اے مریم تو نے یہ بہت بری حرکت کی ہے۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا۔ اور تیری ماں بھی بدکار نہ تھی۔ اس پر مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا (اس اشارہ پر) وہ بولے ہم اس بچہ سے جو گہوارہ میں ہے کیا پوچھیں بچہ بولا میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی ہے۔ اور نبی بنا کر بھیجا ہے اور مجھے برکت والا بنایا ہے۔ جہاں کہیں بھی میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں اور مجھکو ماں کا خدمت گزار بنایا ہے۔ اور اُس نے مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ اور مجھ پر سلام جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا۔ اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

تشریح :- (جب حضرت عیسٰی پیدا ہوئے) تو مریم اُنھیں گود میں لئے ہوئے اپنے اعزہ و اقربا کے پاس آئیں (ان لوگوں نے جب ایک بچہ کو اُن کی گود میں دیکھا تو) انھوں نے کہا کہ اے مریم تم نے بہت ہی بری حرکت کی ہے۔ اے ہارون کی بہن تمہارے باپ عمران بھی برے آدمی نہیں تھے۔ اور تمہاری والدہ بی بی حنّا بھی بد چلن نہیں تھیں پھر تم نے ایسی بری حرکت کیوں کی؟ (اپنے عزیزوں کی یہ طنز آمیز باتیں سن کر) بی بی مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی اس معصوم سے تم اس سارے معاملہ کی حقیقت معلوم کرلو تو وہ لوگ کہنے لگے کہ جس کی طرف تم اشارہ کر رہی ہو ہم اُس سے کیا معلوم کریں یہ تو ذرا سا بچہ ہے جو گہوارہ میں پڑا ہے بھلا یہ ہمیں کیا بتلائے گا۔

اس موقعہ پر قدرت الٰہی سے حضرت عیسٰی (جو دودھ پیتے بچے تھے خود ہی بول اٹھے۔ میں اللہ کا خاص بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب (انجیل) دی ہے۔ اور اُس نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے۔ اور میں جہاں اور جس جگہ بھی رہوں گا (باقی صفحہ پر)



تعلیم الحدیث مسلسل

حق کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہ کرو

مسلمانوں کو آزمائش سے گزرنا ہوگا۔ اخلاق ایمان کا جزو ہے

(از شوکت علی فہمی)

دین دنیا کے ہر شمارہ مسلمانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے احادیث کی مستند کتب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیمتی ارشادات درج کئے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ مسلمان ان جواہر پاروں سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں گے۔

حق کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہ کرو

اسلام اُن حق پسندوں کا مذہب ہے جنکو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حق گوئی کے مقابلہ میں دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کی بھی پرواہ نہ کریں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حاکم کا حکم ضرور مانو لیکن جب وہ گناہ یا غلط کام کے ارتکاب کا حکم دے تو پھر اُس کی اطاعت ہرگز واجب نہیں چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے۔

ابن عمرؓ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حاکم کے حکم کا سننا اور (اُسکے واجب حکم کی) اطاعت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے خواہ وہ حکم تمہیں پسند آئے یا نہ آئے جب تک کہ حاکم کسی گناہ کا حکم نہ دے لیکن جب وہ گناہ کا حکم دے تو مسلمانوں پر اُس کی اطاعت واجب نہیں ہے (بخاری اور مسلم)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم اور حکومت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کسی انسان کی بھی اطاعت ایسے امر میں جائز نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

نبی محترم کی اس تعلیم اور ہدایت کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک غریب بڑھیا بھرے مجمع میں حضرت عمر فاروق رض جیسے بلند مرتبہ خلیفہ سے جواب طلب کر لیتی تھی۔ اور ایک معمولی حیثیت کا شخص حضرت عثمان غنی رض سے بیت المال کے معاملہ میں احتساب کر بیٹھتا تھا۔ اور یہ اعلائے کلمتہ الحق نہیں تھا تو اور کیا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ظالم یزید کی جابرانہ حکومت کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے اپنی اولاد اور تمام ساتھیوں تک کہ گردنیں کٹوا دی تھیں۔ اور خود بھی شہید ہو گئے تھے۔

اسی طرح حق گوئی کی خاطر حضرت امام ابوحنیفہ رح مدتوں جیلخانہ کی سختیاں برداشت کرتے رہے لیکن باطل کے سامنے گردن نہ جھکائی اور حضرت امام مالک رح بڑی بڑی صعوبتیں برداشت کیں مگر حکومت وقت کے خلاف برابر آواز بلند کرتے رہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام نے حق پرستوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی تھی جن کو نہ تو زر و جواہر کی چمک ہی راہ حق سے ہٹا سکی اور نہ برہنہ تلواریں ہی نعرہ حق بلند کرنے سے روک سکیں۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی حق پرستی کے یہ واقعات اس زمانہ میں محض افسانہ بن کر رہ گئے ہیں۔

مسلمانوں کو آزمائش سے گزرنا ہوگا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب مسلمانوں کو سخت ترین آزمائش سے گزرنا ہوگا ساتھ ہی ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہدایت فرمائی گئی ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ صبر اور ضبط سے کام لیں۔ چنانچہ حدیث ہے

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ لوگوں پر ایسا بھی آئے گا کہ جس زمانہ میں دین پر عمل کرنے والا شخص اُس آدمی کے مانند ہوگا جس نے اپنی مٹھی میں انگارہ لے رکھا ہو یعنی وہ شدید پریشانی اور مصائب میں گھر جائے گا۔" (ترمذی)

اور ہم سمجھتے ہیں کہ اب وہ زمانہ آچکا ہے چنانچہ آج دنیا پر الحاد اور بے دینی کا غلبہ ہے۔ اور اہل دین بڑی دشواری میں مبتلا ہیں۔ انکی راہ میں نئی نئی مشکلات اور پریشانیاں حائل ہیں۔ لیکن ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو کسی آزمائش اور مصیبت سے گھبرانا نہیں چاہیئے چنانچہ ارشاد ہے

"جس قدر بڑی مصیبت برداشت کی جائے گی اُسی قدر زیادہ اُس کا اجر ملتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اُسے کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے (تاکہ وہ مصیبت میں پڑ کر کندن بن جائے) پھر جو اُس قوم سے راضی ہوا اُس سے خدا بھی راضی ہوگا اور جو اس سے ناراض ہوا خدا بھی اس سے ناراض ہوگا۔" (مشکوٰۃ)

حقیقت یہ ہے کہ کوئی قوم اُس وقت تک کندن بن ہی نہیں سکتی جب تک کہ وہ مصیبت اور آزمائش کی بھٹی میں تپ کر نہ نکلے اسی لئے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ آزمائش اور پریشانی سے ہرگز نہ گھبرائیں مردانہ وار صبر و ضبط کے ساتھ حالات کا مقابلہ کریں

اخلاق ایمان کا جزو ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کا جتنا اخلاق کمزور ہوگا اتنا ہی اُس کا ایمان بھی کمزور رہیگا۔ نیز رسول اللہ صلعم یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "میں حُسن اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔"

حضور محترمؐ ہمیشہ اخلاق کی بلندی کے لئے مسلمانوں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے اسلئے کہ اسلام کی آمد کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ نوع انسانی کے اخلاق کو بلند کرے چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"کیا میں تمہیں بتا دوں کہ تم میں بہتر لوگ کون ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں رسول اللہ حضورؐ نے فرمایا۔ بہتر لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ اور ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ بدخلق اور بخیل جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔" (مشکوٰۃ)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ اس چیز پر زور دیا ہے کہ مسلمان دنیا کے سامنے اپنے آپ کو اخلاق اور انسانیت کا بہترین نمونہ بنا کر پیش کریں۔

حضورؐ کی اسی تعلیم اور ہدایت کا یہ نتیجہ تھا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا اخلاق و کردار اس قدر بلند اور پاکیزہ تھا کہ غیر مذہب کے لاکھوں افراد صرف مسلمانوں کے اعلیٰ کردار سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام بن گئے تھے

تعلیم القرآن

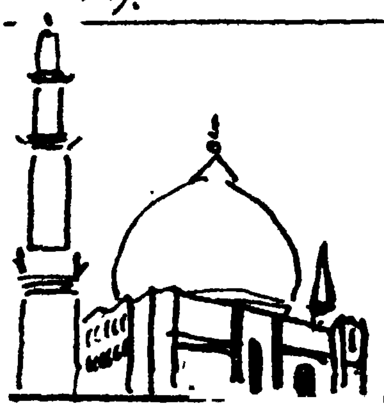
(باقی مضمون صفحہ ۱۸)

مجھے صاحب برکت بنایا گیا ہے اور تا زندگی مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور مجھے اپنی ماں کا فرمانبردار اور اطاعت شعار بنایا گیا ہے میں شکر گزار ہوں کہ اُس نے مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر سلام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا۔ اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

ایک دودھ پیتے بچہ کی زبان سے یہ باتیں سن کر لوگ حیران ہوگئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ مریم بدکار نہیں ہیں بلکہ یہ قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے۔

اوپر کی آیت میں بی بی مریم کو جو ہارون کی بہن کہا گیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہارون بی بی مریم کے سوتیلے بھائی کا نام تھا ان سے حضرت ہارون پیغمبر مراد نہیں ہیں۔

اسلامی افکار



اسلام نے انسان کو پستی سے نکالا

یہ وہ مذہب ہے جس نے دنیا میں انقلاب برپا کر دیا

(از جناب شریف المنعم۔ کوالمپور)

ملیشیا کے نامور اہل قلم شریف المنعم کا ذیل کا فاضلانہ مقالہ انگریزی ماہنامہ "الاسلام" میں شائع ہوا ہے اِس مضمون میں لائق مقالہ نگار نے یہ بتایا ہے کہ اسلام نے جلوہ گر ہونے کے بعد کس طرح ساری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ ہم اس انگریزی مضمون کا ترجمہ ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کے لئے ذیل میں پیش کر رہے ہیں

اسلام سابقہ مذاہب کی طرح صرف مذہب ہی نہیں ہے بلکہ اگر اُس کی تعلیمات پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مذہب سے کہیں زیادہ ایک انقلابی تحریک ہے جس نے کہ ظہور کے بعد انسان کے دل و دماغ میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ انسان کے اعتقادات میں انقلاب آ گیا۔ اور انسان کے سوچنے اور غور کرنے کا ڈھنگ ہی بدل گیا۔

یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام سے قبل انسان انتہائی پستی میں گر چکا تھا۔ وہ خود اپنی قدر و قیمت سے ناواقف اور نا آشنا تھا۔ اُسے یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ پوری کائنات اور دنیا کی تمام چیزیں اُسی کے لئے اور اُسی کی خدمت کے لئے ہیں۔ بلکہ اُس کی ذہنی پستی کا یہ عالم تھا کہ اُس نے دنیا کی اُن چیزوں کو جو اُس کی فائدہ رسانی کے لئے پیدا کی گئی تھیں اُنہیں اپنا معبود بنا لیا تھا۔ وہ سورج کی پرستش کرنے لگا تھا۔ چاند کو اُس نے اپنا دیوتا تسلیم کر لیا تھا۔ ستارہ پرستی بھی عام ہو گئی تھی یہاں تک کہ اُس نے دریاؤں پہاڑوں، درختوں اور خود پتھر سے بنائی ہوئی مورتیوں کو بھی معبود قرار دیدیا تھا۔ غرضیکہ ظہور اسلام سے قبل انسان ذہنی طور پر انتہائی پستی میں گر چکا تھا۔

ظاہر ہے کہ جب انسان اس قدر ذہنی پستی میں مبتلا ہو جائے تو وہ مظاہر قدرت اور دنیا کی حقیر چیزوں کو بھی اپنا دیوتا سمجھنے لگے تو انھیں غلام بنا لینا کوئی دشوار نہ تھا۔ لہٰذا انسان کی اس ذہنی پستی اور کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چالاک اور طاقت ور لوگوں نے دنیا کی بیشتر آبادی کو اپنا غلام بنا لیا تھا۔ اور غلام بننے کے بعد عام انسانوں کی حالت جانوروں سے بھی بدتر تھی۔ جانوروں کی طرح اُن کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور جانوروں کی طرح طاقتور انسان ان سے اپنی خدمت لیتے تھے۔

جب اسلام جلوہ گر ہوا تو اُس نے پہلی بار انسان کو بتایا کہ انسان دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے یہ خدا کا نائب ہے۔ پوری کائنات انسان ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اِس پوری کائنات کا مالک و مختار خود انسان ہے۔ اس لئے اُسے بجز خدا کے کسی کے سامنے گردن نہیں جھکانی چاہئے۔ اسلام بار بار نوعِ انسانی کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر اُسے بیدار کرتا رہا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی انسان جو اپنے آپکو بےجان اور حقیر سمجھتا تھا۔ اُس میں نیا حوصلہ اور عزم پیدا ہو گیا سچ پوچھئے تو بنی نوعِ انسان پر اسلام کا یہ اتنا بڑا احسان ہے کہ جسے انسان قیامت تک فراموش نہیں کر سکتا۔

اسلام کی یہ کرشمہ سازی نہیں ہے تو اور کیا ہے کہ وہی انسان جو پتھر کے دیوتاؤں۔ اور مظاہر قدرت کے سامنے گردن جھکایا کرتا تھا۔ پوری کائنات کو اپنی لونڈی سمجھنے لگا اور اُس میں نئی ہمت اور جرأت پیدا ہو گئی اور وہی انسان جو ظہور اسلام سے قبل

جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزار رہے تھے اسلام کے پیدا کئے ہوئے عزم اور حوصلہ کی بدولت تخت شاہی تک جا پہنچے۔ اسلام ہی کا یہ کرشمہ تھا کہ دنیا سے چھوٹے بڑے اور آقا و غلام کا امتیاز مٹ گیا۔ اور اس کے بعد اس بگڑی ہوئی دنیا میں ایک ایسی تہذیب نے جنم لیا کہ جس میں ہر انسان کے لئے ترقی کے یکساں مواقع پیدا ہو گئے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام نے جلوہ گر ہو کر دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔

اسلام کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے صرف اپنے ظہور کے زمانہ کے رجعت پسند عناصر کے خلاف بغاوت برپا نہیں کی تھی بلکہ وہ آج چودہ سو سال کے بعد بھی رجعت پسندی کا مخالف اور ترقی پسندی کا علمبردار ہے۔ چنانچہ رجعت پسندی کی مخالفت اور ترقی پسندی کی حمایت میں اسلام نے ایک ایسا معتدل اور متوازن مسلک اختیار کیا ہے جس نے اسلام کو انسانیت کے ماضی و حال کی تمام خوبیوں کا علمبردار بنا دیا ہے۔

اسلام کی اس خوبی کے مشرق و مغرب کے سب ہی مفکرین یکساں طور پر معترف ہیں چنانچہ اس بارے میں مغربی مفکر جوزف رسل نے لکھا ہے کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مذہب کے قدیم تصورات کو ترک کر کے مذہب کا جو نیا تصور قائم کیا ہے اسکے مطابق مذہب انسانی سماج کو صحت مند اور مفید بنانے کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ اور اس نے مذہب کے نام پر انسان کو ایک ایسا نظام زندگی عطا کیا ہے جو بلا امتیاز مذہب و ملت اُسے ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سب کو امن و عافیت اور عزت و آبرو کی ضمانت دیتا ہے۔ اور فطرت کے قاعدوں کے حدود میں انسان کو خوشگوار زندگی کی راہیں بتاتا ہے۔"

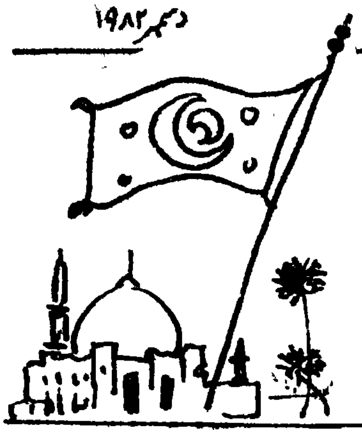
اس مغربی مفکر نے اسلام کے متعلق اشارات میں جو باتیں کہی ہیں وہ سب حقیقت پر مبنی ہیں۔ اور ہم تاریخ کے اوراق میں اُن کی تفصیلات کا مطالعہ کر سکتے ہیں لیکن عام لوگ اسلام کے انقلابی اور ترقی پسندانہ کردار کو اُس وقت تک اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے جب تک انہیں اِس بات کا اندازہ نہ ہو جائے کہ اسلام کے ظہور کے وقت بنی نوع انسان پس ماندگی کے کس مرحلہ میں تھی۔ اور اسلام نے اُسے کس طرح اس پس ماندگی سے نکالا تھا۔

اسلام کے ظہور کے وقت یعنی آج سے چودہ سو سال پہلے انسان کے کمزور مذہبی عقائد اور سماجی رسم و رواج نے اسے صرف ذہنی پستی ہی میں مبتلا نہیں کر دیا تھا بلکہ بنی نوع انسان کو بہت سے گروہوں میں بھی تقسیم کر رکھا تھا۔ اس تقسیم اور گروہ بندی کی بدولت انسان اجتماعی ترقی سے بالکل محروم ہو گیا تھا۔ اور ہر ایک گروہ دوسرے گروہ کے خوف میں اس بری طرح مبتلا تھا کہ وہ قومی ترقی کے مسائل کو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اسلام نے اسی صورت حال کے خلاف ایک انقلابی تحریک کی حیثیت سے اپنی دعوت کا آغاز کیا تھا۔ اور ایسی دور رس اصلاحات نافذ کی تھیں جنھوں نے کہ ہمیشہ کے لئے انسانوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنے والی دیواروں کو منہدم کر دیا تھا۔

اس سلسلہ میں اسلام نے جو انقلابی اقدامات کئے تھے اُن پر ایک غیر مسلم صاحب قلم نے ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے کہ "اسلام نے اپنی پوری قوت کے ساتھ انسانوں کو اس بات کا یقین دلایا ہے کہ وہ سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔ اور ان سب کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔ اسلام نے انسان کو یہ تعلیم بھی دی ہے کہ اسلام کے نزدیک اگرچہ خدا تعالیٰ کی ذات واحد ہے اور بجز خدا کے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ لیکن وہ کسی انسان کو بھی اسلام کی اس تعلیم پر چلنے کے لئے مجبور کرنا نہیں چاہتا چنانچہ جو لوگ کہ اسلام کی اس تعلیم اور طریقہ پر چلنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں اسلام اُن کے انسانی حقوق اور شہری مساوات میں کمی کرنے کی حمایت نہیں کرتا۔ یعنی حقوق کے معاملہ میں پیروان اسلام اور دیگر مذاہب کے پیرو سب ہی برابر ہیں اور اسلام نے اس طرح مذہبی تفرقوں اور جھگڑوں کو جڑ اور بنیاد سے کھود کر پھینک دیا ہے۔ یہ اسلام کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔"

اسلام نے ایک مذہب کی حیثیت سے سب سے پہلے تو یہ دعوت دی ہے کہ انسان بجز خدائے واحد کے کسی کے سامنے گردن نہ جھکائے لیکن اُس کے ساتھ یہ بھی ہدایت کر دی ہے کہ جن لوگوں کے عقائد اسلام سے مختلف ہیں ان سے بھی نفرت نہ کرے اور مذہبی تفریق سے پرہیز کرے۔ پھر اُس کے بعد انسان کو اس بات کی دعوت بھی دی ہے کہ اُسے ہر معاملہ میں (باقی صـ۲۴ پر)

تاریخ اسلام کا ایک ورق



اسپین کا ایک یادگار معرکہ

مجاہدین اسلام کی سرفروشی کی داستان

(از جناب مائل ملیح آبادی)

اسلامی اسپین کے شمال میں "لیون کی ریاست" ایک نہایت ہی طاقتور ریاست تھی۔ اس ریاست کا عیسائی بادشاہ "رومیرو" چاہتا تھا کہ اسلامی اسپین کو ختم کر کے پورے اسپین کا مختار مطلق بن جائے۔ اس کے حوصلے اس لئے اور بھی بڑھے ہوئے تھے کیونکہ اس کی پشت پر یورپ کی کئی عیسائی حکومتیں بھی تھیں۔ چنانچہ اس نے اپنی فوج "سائمن کاس" کے میدان میں مسلمانان اسپین کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے لا کر جمع کر دی تھیں۔ لیکن اسپین کے اسلامی سپہ سالار "ابن عامر" نے ۳۸۶ھ ہجری میں دشمنان اسلام کو ایسی شکست فاش دی تھی جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیگی۔ جناب مائل ملیح آبادی نے اس تاریخی واقعہ کو اپنے مخصوص انداز میں پیش کیا ہے۔ اور بڑی خوبی کے ساتھ اس یادگار معرکہ کی عکاسی کی ہے۔

فیصلہ کی گھڑی آ گئی عیسائی فوجیں اور اسلامی فوجیں دونوں "سائمن کاس" کے میدان میں آمنے سامنے کھڑی تھیں۔ اُدھر جامع مسجد قرطبہ میں ہزاروں ہی سر اپنے معبود کے سامنے جھکے ہوئے تھے کیونکہ سائمن کاس کی فتح پر قرطبہ کی آزادی اور اسلامی اسپین کے مستقبل کا دار و مدار تھا۔

سائمن کاس کے میدان میں عیسائیوں نے اپنی پوری طاقت اور ذرائع فتح کے حصول کے لئے [illegible] تھے۔ سینٹ یاگو سے آئے ہوئے تاریخی تبرکات سینٹ جیمس سے لایا ہوا جبہ جس کے لئے مشہور تھا کہ ولی سینٹ جیمس نے اُسے پہنا تھا۔ روم کے لاٹ پادری کا بھیجا ہوا دعا نامہ غرضیکہ پادریوں کا بنایا ہوا وہ کمزور نقشہ جنگ اپنے ساتھ لئے ہوئے شاہان اسپین کی کامل فتح کے یقین کے ساتھ عیسائی میدان جنگ میں اترے مگر جنگ کے وہ عام طریقے جن پر میدان جنگ میں عمل ہونا چاہئے تھا سب ہی نظر انداز کر دیئے گئے تھے۔

پادریوں نے مسلمانوں پر عذاب نازل ہونے کا بھی اعلان کر دیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ عذاب خداوندی کے نزول انھوں نے پہلے ہی خواب کے ذریعہ دیکھ لیا ہے کہ سائمن وکاس مسلمانوں کی طاقت کا قبرستان بننے والا ہے۔ چنانچہ جب عیسائی لشکر بڑے کر و فر کے ساتھ میدان میں اترا تو مسلمانوں نے بڑی حیرت سے اُن کی عجیب و غریب جنگی تیاریوں کو دیکھا۔ تبرکات کی سجی ہوئی گاڑی اگلی صف میں لائی گئی جسے پادری کھینچ رہے تھے۔ تبرکات کی نمائش کے بعد گاڑی پیچھے بھیج دی گئی۔ پورا عیسائی لشکر نعرے لگانے لگا

سپہ سالار اسلام "ابن عامر" ایک ٹیلے پر کھڑے تھے انھوں نے پوچھا "یہ سب کیا ہو رہا ہے"۔ ایک سپاہی نے کہا "یہ توہمات کا مظاہرہ"۔ دوسرا سپاہی بولا "خدا نے انھیں ہماری تلواروں کی غذا بننے کے لئے بھیجا ہے۔ انشا اللہ یہ توہمات میں مبتلا لشکر پہلے ہی حملہ میں تتر بتر ہو جائے گا"۔

"اللہ کا نام لے کر حملہ کرو" اسلامی سپہ سالار نے حکم دیا۔ حکم پاتے ہی تیز رفتار مسلم جانباز عیسائی لشکر کی طرف جھپٹے۔ ہمیشہ سے اُن کی جنگ کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ مختلف سمتوں میں تیز دو

حملے کرتے ہیں۔ اور پھر دشمن کے جس حصہ کو کمزور پاتے ہیں اُس کو جنگ کا نشانہ بنا کر دھڑا دھڑ بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ ایک طرف مٹھی بھر مجاہدین تھے۔ اور دوسری جانب ایک بے ترتیب عظیم الشان لشکر تھا جس کی قیادت ناتجربہ کار پادری انجام دے رہے تھے۔ جنگ میں تیزی پیدا ہو چکی تھی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد معلوم ہو گیا کہ پادریوں کی نادانی نے اُنھیں بدترین شکست کا مستحق بنا دیا ہے۔ خود عیسائی سربراہوں نے بھی جلد ہی محسوس کر لیا کہ اگر پادریوں کے وعدے اور بشارت کے مطابق آسمانی مدد نہ آئی تو وہ میدان جنگ میں کچل کر پھینک دیئے جائیں گے۔ جنگ کا نقشہ تیزی سے بدل رہا تھا۔ لیکن پادری بدستور صلیبیں اٹھائے ہوئے تائید غیبی کا بلند آواز سے اعلان کر رہے تھے۔

شاہ لیون جسے اپنی تباہی اور شکست صاف دکھائی دے رہی تھی اُس نے جھلا کر ایک پادری کو بے معنی اعلانات کو روکتے ہوئے کہا "فضول باتیں مت کرو۔ تم ہمیں بربادی کی طرف دھکیل رہے ہو"

پادری نے بڑی حیرت سے شاہ لیون کے اس جملہ کو سنا اور چیخ کر کہا "یہ آسمانی مدد پر شک کرنے ہو تمہارا ایمان کمزور ہے۔ تمہارا یہ شک تمہیں لے ڈوبے گا"

شاہ لیون نے پادری کی باتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سنبھل کر مقابلہ کی کوشش کی۔ لیکن اُس نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ سپاہیوں کو توہمات میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ اُس نے بار بار سپاہیوں کو للکارا مگر وہ غیبی امداد کا انتظار کرتے رہے اور کسی ایک مورچہ پر بھی مسلمانوں کے مقابلہ پر جم کر نہیں لڑ سکے۔ اُدھر مجاہدین اسلام کی تلواریں برابر اپنا کام کر رہی تھیں یہاں تک کہ سپہ سالار اسلام ابن ابی عامر کی حوصلہ مندی نے دشمن کے لشکر کے قدم اکھاڑ دیئے۔

جب شاہ لیون کا لشکر سامنے کے مورچہ سے فرار ہونا شروع ہوا تو پورے عیسائی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور عیسائیوں کی متحدہ طاقت جو کئی عیسائی ممالک کے سپاہیوں پر مشتمل تھی ٹوٹ گئی اور ابن عامر کا ستارۂ اقبال اسپین کے آسمان پر جگمگانے لگا۔ تیز رفتار نامہ بر میدان کارزار سے خوشخبری لے کر جب قرطبہ میں داخل ہوئے تو اُن کے ساتھ فتح کا اعلان تھا۔

اُدھر ابن عامر نے قرطبہ واپس جانے کی بجائے اپنے لشکر کا رخ ریاست لیون کی جانب موڑ دیا۔ اور اب پریشان حال شاہ لیون کے لئے ایک نئی مصیبت کھڑی ہو گئی۔ اُس نے نئے سرے سے اپنے لشکر کو منظم کر کے اُسے دوبارہ مسلمانوں کے مقابلہ پر جھونک دیا کیونکہ وہ ایسا کرنے کے لئے مجبور تھا۔ جنگ کی آگ کے شعلے اُس کے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے۔ لیکن جب جنگ کا پرچم کھلا۔ موت کا فرشتہ میدان جنگ میں نمودار ہوا تو اُس کی بے رحم انگلیاں تیزی سے زندگی اور جسم کے تعلق کو منقطع کرنے لگیں اور عیسائی سپاہیوں کی طاقت ناتجربہ کاری کے ہاتھوں برباد ہونے لگی۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو شاہ لیون کو ہوش آیا۔ لیکن اُس وقت جب شہر لیون کے کوچہ و بازار انسانی خون سے رنگین ہو چکے تھے۔

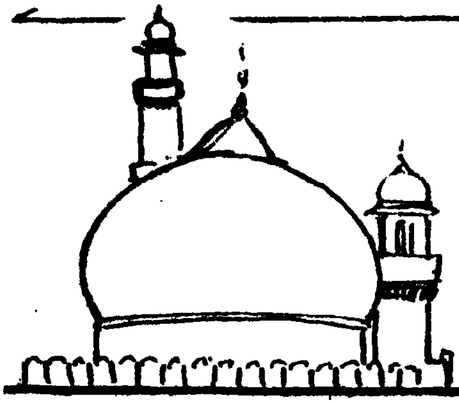
آخر شاہ لیون کو گردن جھکانی پڑی وہی شاہ لیون جو پورے اسپین پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا اُسے مجبوراً مسلمانوں کی اطاعت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لینا پڑا۔ اور اس کے بعد زمانہ دراز تک عیسائی طاقتیں اسپین کی جانب آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکیں اور اسی طرح مجاہد اسلام ابن عامر نے مسلمانوں کو نہ صرف اسپین میں بلکہ سارے یورپ میں سربلند کر دیا۔

اسلام نے انسان کو پستی سے نکالا

(باقی مضمون صـ ۲۲)

غور و فکر سے کام لینا چاہئے۔ اور دنیا کی وسعتوں میں گھوم پھر کر اُن تمام وسائل سے فائدہ اٹھانا چاہئے جو خالق کائنات نے دنیا اور بنی نوع انسان کی فلاح اور ترقی کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اسلام کی یہ دعوت انقلابی اور دیگر مذاہب سے بالکل مختلف ہے اور اسی بنا پر اسلام کو مذہب سے کہیں زیادہ ایک انقلابی تحریک قرار دیا جاتا رہا ہے۔

مشاہیر اسلام



حضرت امام شافعی رح

دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے مقتدر امام

(از سید برکات احمد لکھنوی)

دین دنیا کی کسی گزشتہ اشاعت میں ہم مسلمانوں کے سب سے بڑے امام حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پیش کر چکے ہیں۔ اور اب ہم ذیل میں مسلمانوں کے ایک دوسرے باعظمت امام حضرت ابن ادریس شافعی رح کے حالات زندگی درج کر رہے ہیں۔ تاکہ مسلمان اپنے مقتدر آئمہ کے حالات سے واقف ہو سکیں۔ یہ یاد رہے کہ مسلم علما کے نزدیک فقہ اسلامی کے چار بہت بڑے امام ہوئے ہیں یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رح۔ امام مالک رح۔ امام شافعی رح۔ اور امام احمد حنبل رح ان سب ہی نے فقہ اسلام کی تدوین میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ اور ان ہی مقتدر آئمہ میں سے ہم زیر نظر اشاعت میں حضرت امام شافعی رح کے مختصر حالات مسلمانوں کی معلومات کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

ہندوستان اور دنیائے اسلام میں اگرچہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے فقہ اسلامی کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے لیکن اس کے ساتھ ہی حضرت امام شافعی رح کے فقہ کو بھی کچھ کم مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل نہیں ہوئی۔ چنانچہ دنیا کے کروڑوں مسلمان فقہ شافعی کی روشنی میں اپنے دینی مسائل طے کرتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رح بلاشبہ مسلمانان عالم کے بہت بڑے اور برگزیدہ رہنما ہیں۔ نسبی اعتبار سے آپ کا تعلق مکہ معظمہ کے اس مقتدر خاندان قریش سے ہے جس میں کہ رسول خدا محمد صلعم جلوہ افروز ہوئے تھے۔ آپ رسول اللہ صلعم کے دادا عبد المطلب کی دسویں پشت میں سے ہیں۔ آپ کے دادا سائب بن عبید رسول محترم کے مقتدر صحابہ میں سے تھے۔ مورخین کے بیان کے مطابق حضرت امام شافعی رح ۱۵۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ بعض آپ کی جائے پیدائش غزہ بیان کرتے ہیں اور بعض کے نزدیک آپ عسقلان میں پیدا ہوئے تھے اور بعض یمن اور منی کو بھی آپ کی جائے پیدائش بتاتے ہیں۔ لیکن اس بات پر سب ہی مورخوں کا اتفاق ہے کہ آپ کی نشو و نما مکہ معظمہ میں ہوئی ہے۔

نامور مورخ خطیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رح کی پیدائش کا زمانہ قریب آیا تو آپ کی والدہ محترمہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک روشن اور منور ستارہ ان کے شکم سے ابھرا اور مصر کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ اور اس کی روشنی سے پہلے تو ملک مصر منور ہو گیا اور اس کے بعد یہ روشنی ہر چہار طرف پھیل گئی۔ جب آپ نے خواب بیان کیا تو یہ تعبیر بتائی گئی کہ تمہارے شکم سے ایک ایسا برگزیدہ عالم پیدا ہوگا جس کے فیضان علم سے پہلے اہل مصر فیضیاب ہوں گے اور پھر ساری دنیا فیض حاصل کرے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ بات بھی بہت زیادہ اہم ہے کہ جس روز امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رح کی وفات ہوئی تھی۔ اسی روز حضرت امام شافعی رح پیدا ہوئے تھے۔ گویا خدا تعالیٰ نے ایک امام کو اٹھایا تو دوسرا امام مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے دنیا میں بھیج دیا۔

حضرت امام شافعی رح بچپن ہی سے بے حد ذہین تھے۔ اور ابتدا ہی سے آپ کی ذات میں ایسی خصوصیات تھیں جو بڑی عجیب

وغریب تھیں۔ ابھی اُن کی عمر سات ہی برس کی تھی کہ قرآن پاک حفظ کرلیا۔ اور اسکے بعد پانچ سال کے اندر تمام دینی کتب پر عبور حاصل کرلیا۔ یہاں تک کہ بارہویں برس میں محدث بن گئے اور موطا امام مالک بطور کی پوری حفظ کر ڈالی اُس زمانہ میں مسلم بن خالد مکہ کے بہت بڑے عالم اور مفتی تھے۔ اُن سے حضرت امام شافعی رح درس حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ پندرھویں برس میں صاحب فتوی ہو گئے۔ یعنی فتوے پر دستخط کرنے لگے۔ چنانچہ مسلم بن خالد نے ان کی اعلیٰ دینی قابلیت کو دیکھتے ہوئے فتوے دینے کی اجازت دیدی تھی۔ گو یا پندرہ برس کی چھوٹی سی عمر میں حضرت امام شافعی رح ایک جید عالم بن گئے تھے۔ اور اُس زمانے کے بڑے بڑے علما اُن کے سامنے زانوئے ادب طے کرنے لگے تھے

آپ کی شہرت رفتہ رفتہ اتنی بڑھی کہ مکہ اور بیرون مکہ سے لوگ آپ کی طرف کھنچنے لگے۔ حضرت امام شافعی رح خود اپنے حالات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "جب میرا سن بلوغ شروع ہوا تو میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور مجھ سے فرمایا کہ "اے لڑکے" میں نے عرض کیا۔ "لبیک یارسول اللہ" آپ نے پوچھا "تم کس خاندان سے ہو" میں نے عرض کیا "آپ ہی کے خاندان قریش سے ہوں" حکم ہوا کہ "میرے قریب آؤ" میں قریب گیا تو فرمایا کہ "اپنا منہ کھولو" میں نے منہ کھولا تو آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں دیا اور فرمایا کہ "نگل جاؤ" میں نگل گیا۔ (امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ اُس دن سے میرے کلام میں اور میری دینی سوجھ بوجھ میں بلا کی تیزی پیدا ہوگئی ہے" جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ حضور اکرم ہی کا فیضان خاص کے صدقہ میں حضرت امام شافعی رح مہر منور بن کر دنیائے اسلام میں چمکے۔

پندرہ سولہ سال کی عمر میں جب حضرت امام شافعی رح تمام دینی علوم حاصل کر چکے تو آپنے حضرت امام مالک کی خدمت میں رہنا شروع کر دیا۔ امام شافعی رح سے منقول ہے کہ "خداوند تعالی نے امام مالک کو غیر معمولی فراست عطا کی تھی۔ چنانچہ وہ میری بابت سب کچھ سمجھ گئے تھے اور اکثر مجھے نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔ میں نے جب موطا پڑھنے کا مقصد ظاہر کیا تو فرمایا کہ تم اپنے واسطے موطا کا کوئی قاری تلاش کرلو مجھے موطا حفظ یاد نہیں ہے" میں نے عرض کیا کہ میں خود قاری ہوں اور میں نے موطا کا حفظ پڑھنا شروع کر دیا تو حضرت امام مالک بہت خوش ہوئے میں ایک مدت تک اُن ہی کی خدمت میں رہا جب میں اُن سے کافی طور پر فیض علم اور صحبت حاصل کر چکا اور میں نے سفر کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ جاؤ اپنے علم سے دنیا میں روشنی پھیلاؤ۔ نور الٰہی کا جو فیض تمہارے سینہ میں القا کیا گیا ہے اُس سے دنیا کو فائدہ پہنچانے کی پوری کوشش کرنا اور اسے ظلمت سے بچانا"

حضرت امام مالک سے رخصت ہونے کے بعد امام شافعی بغداد پہنچے۔ وہاں کے علما نے اس نوعمر فاضل دین کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر علم دین اور صحبت سے فیض یاب ہوئے بغداد ہی میں آپ نے فقہ کی بہت سی کتابیں تصنیف کیں پھر بغداد سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ ایک دو ماہ کے لئے دوبارہ بغداد آئے اور وہاں سے مصر چلے گئے۔ اور مصر کے قیام کے دوران انہی کتب تصنیف کیں جو بے مثال ہیں۔ ابن ذوفاق کا بیان ہے کہ "اصول دین پر حضرت شافعی کی چودہ جلدیں ہیں اور فروغ مذہب میں سو سے بھی زیادہ ہیں"

حضرت امام شافعی رح کو اپنے دور کے علما میں بہت بڑا منصب حاصل تھا۔ ایک مرتبہ امام احمد کے صاحبزادے نے امام احمد سے دریافت کیا کہ "یہ امام شافعی کون ہیں جن کے لئے آپ ہمیشہ دست بدعا رہتے ہیں" امام احمد نے فرمایا کہ "بیٹا امام شافعی دنیائے اسلام میں مثل آفتاب کے ہیں۔ اُن کا وجود اس دنیا کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جیسے ہر انسان کے لئے جان ہوتی ہے۔ پوری دنیا میں اُن کا کوئی نعم البدل نہیں ہے" امام احمد جیسے فاضل وقت کا بیان ہے کہ "میں نے احادیث کے ناسخ و منسوخ اور اصل حقیقت کو اُس وقت تک نہیں سمجھا جب تک کہ میں نے امام شافعی سے فیض نہیں حاصل کر لیا" حسن بن زعفرانی بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں نے ہمیشہ حضرت امام حنبل کو اُن کی خدمت میں پایا ہے سفیان بن عیینہ جیسے جید عالم کو جب کوئی مسئلہ تفسیر کا نکتہ یا فتوی سمجھ میں نہیں آتا تھا تو امام شافعی کی جانب متوجہ ہو کر باقی صـ ۲۹ پر

تاریخ ہند



مسلم حکمرانوں کی مذہبی رواداری

فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ کا ہندوستانیوں کے ساتھ سلوک

(از جناب صباح الدین عبدالرحمٰن)

یہ آج سے تیرہ سو سال قبل کی بات ہے جب محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کرنے کے بعد سندھ اور ملحقہ علاقہ میں خلفائے بنی امیہ کی جانب سے مسلم حکومت قائم کی تھی

یہ صحیح ہے کہ جب مسلمان ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو انہیں اس ملک میں بڑی بڑی لڑائیاں لڑنی پڑیں جس سے مقامی باشندوں کو طرح طرح کی تکالیف برداشت کرنی پڑیں لیکن آجکل کی لڑائیوں میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا مقابلہ اگر گذشتہ زمانہ کی لڑائیوں سے کیا جائے تو گزشتہ زمانہ کی ساری جنگی سیاہ کاریاں ماند پڑجاتی ہیں۔

دوسری جنگ عظیم میں امریکہ نے جاپان کے شہر ہیروشیما پر ایٹم بم سے جو خونریزی ہولناکی اور غارتگری بپا کی وہ انسان کی تاریخ کا ایک ایسا ہولناک واقعہ ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی تاریخ میں کسی فتح و تسخیر کے سلسلہ میں ایسی ہولناکی اور بربادی کی مثال نہیں ملے گی۔

پھر حال ہی میں بیروت کے مورچہ پر لبنان میں انتہائی سفاکی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ امریکن فوج نے شمالی ویٹنام میں کم از کم ۷۵ لاکھ بم گرائے تھے۔ اس سفاکی کی مثال تو تیمور جیسے ظالم اور سفاک کے یہاں بھی نہیں مل سکتی۔

یورپ کے ازمنہ وسطیٰ میں بھی فتح و تسخیر کے سلسلہ میں کیا کچھ نہیں ہوتا رہا ہے ۱۰۶۶ء میں ولیم اوّل نے برطانیہ پر حملہ کیا تو اس کا حکم تھا کہ آدمی کا تو ذکر ہی کیا ہے جانوروں کو بھی نہ بخشا جائے۔ مکانات اور کھیت سب برباد کر دئے جائیں۔ اور چند سال کے بعد حکومت کے سارے عہدے اور اختیارات مفتوحین سے چھین کر نارمنوں کو دے دیئے گئے جنھوں نے کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا اور لاکھوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا۔

اسی طرح سترہویں صدی عیسوی میں جرمنی میں تیس سالہ جنگ شروع ہوئی جس میں کہ یورپ کی کئی حکومتیں ملوث تھیں۔ ان لڑائیوں میں بوہیمیا کے ۳۵ ہزار گاؤں میں سے صرف ۶ ہزار گاؤں باقی رہ گئے۔ موروِیا بیوریا۔ فرینکونیا۔ سوابیا وغیرہ بالکل تباہ ہو گئے جرمنی کی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کی آبادی میں سے صرف ساٹھ لاکھ آدمی زندہ بچے۔ ایسی مثالیں یورپ کی تاریخوں میں بکثرت ملیں گی۔

ہندوستان کے فاتحوں نے اس ملک پر جو حملے کئے ان میں بھی مقامی باشندوں کو نقصان ضرور پہنچا کیونکہ جنگ ہر حالت میں جنگ ہے اس سے نقصان پہنچنا قدرتی امر ہے۔ لیکن اتنا ہی نقصان جتنا کہ آفات ارضی اور سماوی سے پہنچتا ہے۔ اتنا نقصان نہیں جتنا کہ امریکہ کے حملے سے ہیروشیما کو پہنچا یا نارمنوں کے حملوں سے برطانوی باشندوں کو پہنچا یا گذشتہ بڑی جنگوں سے دنیا کو پہنچا۔ بلکہ ایسا ہوا کہ جوں ہی جنگ ختم ہوئی شہریوں کی زندگی معمول پر آگئی یہاں تک کہ حکومت بھی مفتوحین کے سربرآوردہ لوگوں کے ہاتھوں ہی میں رہی مثال کے طور پر جب ہندوستان کے فاتح اوّل محمد بن قاسم نے دیبل یعنی کراچی کو فتح کیا تو اس کا پہلا گورنر ایک ہندو مقرر کیا گیا اور جب اس نے پورا سندھ فتح کر لیا تو راجہ داہر کے سابق وزیر سی ساگر کو وزارت عظمیٰ کا عہدہ سپرد کر دیا۔ دیگر مذاہب کے جن معابدوں کو نقصان پہنچا تھا۔ اُن کی تعمیر اور مرمت خزانہ شاہی سے کرا دی گئی۔

اور یہ اُن ہدایتوں کا نتیجہ تھا جو محمد بن قاسم کے حاکم اعلیٰ امیر حجاج بن یوسف کی جانب سے اسے برابر موصول ہوتی رہتی تھیں۔ عام طور پر حجاج بن یوسف کو ایک ظالم و جابر حاکم سمجھا جاتا تھا۔ لیکن پھر بھی مفتوحین کے ساتھ اُس کا سلوک نہایت ہی روادارانہ تھا۔ چنانچہ سندھ کی فتح کے دوران اُس نے محمد بن قاسم کو جو ہدایتیں بھیجی تھیں اُن کا خلاصہ یہ تھا۔

"مفتوحین کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور محبت کا سلوک کرو۔ خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو مفتوحہ علاقے کے امراء میں سے جب کوئی تم سے ولایت کا طلب گار ہو تو اُسے نا امید نہ کرو۔ رعایا کو امان دے کر اُن میں اعتماد پیدا کرو۔ حکمرانی کے چار بنیادی اصول ہیں (۱) مفتوحین کی خاطرداری۔ دلجوئی۔ ہمدردی اور رواداری (۲) عطیات سے مفتوحین کو نوازنا (۳) دشمنوں کی مخالفت میں صحیح اور درمیانہ راستہ اختیار کرنا (۴) اپنے رعب اور دبدبہ کو برقرار رکھنا۔ اِن باتوں کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ راجہ یا سابق حکمران جس بات کا التماس کریں اُن پر ہمدردی سے ہمیشہ غور کرنا جب وہ اطاعت کے لئے آمادگی کا اظہار کریں تو انہیں مایوس نہ کرنا۔ اور جو شخص بھی اطاعت قبول کرلے تو اُس کے تمام مال و اسباب اور علاقے اُس کے سپرد کردو خواہ وہ اسلام قبول کرے یا نہ کرے۔ جو اسلام قبول نہ کریں اُن پر اسلام قبول کرنے کے لئے دباؤ نہ ڈالو بلکہ اسی پر زور دو کہ وہ مطیع ہو جائیں"

ان ہی ہدایتوں کا یہ نتیجہ تھا کہ محمد بن قاسم نے دیبل کی فتح کے بعد یہ علاقہ ایک پنڈت کے حوالے کردیا تھا جو بعد میں خود بھی مسلمان ہوگیا تھا۔ اِسی طرح نیرون کے محاصرے کے بعد جب محصورین نے لڑے بغیر قلعہ کا دروازہ کھول دیا تو محمد بن قاسم نے نیرون کے حاکم کو کہلا بھیجا کہ اب جبکہ قلعہ کا دروازہ کھل گیا ہے تو تمہارے لئے اکرام اور احترام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے گی۔ اِس پیغام کے ملنے کے بعد نیرون کا حاکم بہت سے قیمتی تحائف لے کر محمد بن قاسم کے پاس آیا پھر قلعہ میں جاکر محمد بن قاسم اور اُس کے سب متبوعوں کی بڑی شاندار دعوت دی اور اِس کے بعد بھی برابر تحائف بھیجتا رہا اور محمد بن قاسم کو ہر قسم کی فوجی امداد دیتا رہا۔

محمد بن قاسم کے اِس حسن سلوک کا سندھ کے دوسرے باشندوں پر بھی گہرا اثر پڑا۔ چنانچہ جب وہ سیوستان کی جانب بڑھا تو وہاں کے باشندوں نے بچھرا نے کے پاس عرضداشت بھیجی کہ جب کہ عرب سردار سب کو کھلے دل کے ساتھ امان دے رہا ہے اور یہ لوگ جو وعدہ کرتے ہیں اُسے پورا کرتے ہیں بہتر ہے کہ تم جنگ کی بجائے اُس سے عہد و پیمان کرلو۔ بچھرا نے لوگوں کی بات نہیں مانی اور جنگ کی جس کے بعد اُسے شکست ہوگئی۔ مگر سیوستان کے لوگوں نے محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کرلی اور محمد بن قاسم نے سیوستان کے باشندوں کو کامل امن و امان دیدیا۔

سیوستان کی فتح کے بعد محمد بن قاسم سیسم کی طرف بڑھا تو راستہ میں راجہ داہر کے ماتحت حاکم کاکوتنگ نے اُس کی اطاعت قبول کرلی وہ مذہباً بودھ تھا یہ جب اپنے ماتحت سرداروں اور معتمدوں کے ساتھ محمد بن قاسم کے پاس پہنچا تو اُس نے اِن سب کی بڑی عزت کی اور کاکو کو بھرے دربار میں خلعت عطا کی جس سے نواح کے لوگوں پر بڑا اثر پڑا۔ محمد بن قاسم اور کاکا میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوگئے جس سے آئندہ فتوحات میں بڑی مدد ملی اُدھر محمد بن قاسم نے بھی اپنی نوازشات سے کاکو کو مالامال کردیا۔ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم قلعہ اشبہار کی فتح کے بعد جب دریائے سندھ کے مغربی کنارے کی جانب بڑھا تو سورت کے حاکم موکا بن بسایا نے بیس سرداروں کے ساتھ اُس کے سامنے سپر ڈالدی محمد بن قاسم نے موکا کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا ایک لاکھ درہم بطور انعام عطا کئے۔ خلعت سے نوازا اور سورت کے علاوہ علاقہ بیٹ کی حکومت بھی اُسکے سپرد کردی اور عہد نامہ لکھ کر دیا کہ اِس علاقہ کی حکومت اُسکے خاندان میں نسلاً بعد نسلاً قائم رہے گی۔ ان عنایتوں کی وجہ سے موکا عربوں کا بڑا وفادار بن گیا۔

محمد بن قاسم کا راجہ داہر کے ماتحتوں کے ساتھ یہ سلوک راجہ داہر کے لئے بڑی پریشانی کا باعث بن گیا چونکہ راجہ کے ماتحت حاکم ایک ایک کرکے محمد بن قاسم کے ہمنوا بنتے چلے جارہے تھے آخر اُس نے پریشان ہوکر اپنے بیٹے جے سیہ کو ایک بڑا لشکر دے کر عربوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے دریائے اٹک کی جانب روانہ کیا۔ اُدھر موکا بن بسایا شاکروں اور جاٹوں کو لیکر محمد بن قاسم کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ اور راجہ داہر کی ایک فوج سے محمد بن قاسم کے لشکر کی مڈبھیڑ

ہوئی۔ نیا جیتو کے مقام پر اس مڈبھیڑ کے موقعہ پر موکا بن بسایا کا بھائی راسل راجہ داہر کی فوج کے ساتھ تھا۔ راجہ داہر کے بیٹے جیسیہ کو شکست ہوئی اور موکا کا بھائی راسل بھی محمد بن قاسم سے آکر مل گیا۔ مختصر یہ کہ محمد بن قاسم کے حسن سلوک سے راجہ داہر کی طاقت ٹوٹتی چلی گئی۔

ادھر محمد بن قاسم کی فتوحات کا سلسلہ برابر بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ راجہ داہر بھی جنگ میں مارا گیا اور محمد بن قاسم نے برہمن آباد اور دھلیہ کے قلعوں کو بھی فتح کر لیا۔ دھلیہ کی فتح کے بعد راجہ داہر کا وزیر سی ساگر محمد بن قاسم سے امان کا طلبگار رہا۔ محمد بن قاسم اس سے بڑی عزت کے ساتھ ملا۔ اس کے استقبال کے لئے اپنے اپنے امرا اور سرداروں کو بھیجا اور اسکے بعد سی ساگر کو اپنا وزیر بنا لیا۔ محمد بن قاسم کو سی ساگر سے بڑی مدد ملی یہاں تک کہ مختصر عرصہ میں پورے سندھ پر محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا۔

محمد بن قاسم ہندوستان کا سب سے پہلا فاتح ہے۔ اسکی فتوحات کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی فتوحات میں تلوار سے زیادہ اس کے حسن سلوک اور مذہبی رواداری کو دخل تھا۔ اور سندھ میں اس کی ہر دلعزیزی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب وہ سندھ سے واپس گیا ہے تو شہر کیرج کے ہندوؤں اور بودھوں نے اس کے چلے جانے کے بعد اس کی یاد میں ایک بت بنا لیا تھا۔

حضرت امام شافعی

(باقی مضمون ص۲۱)

فرماتے تھے کہ اس نوجوان سے دریافت کر لو گویا بڑے بڑے علماۓ وقت بھی آپ کی دینی قابلیت کے معترف تھے۔

حضرت امام شافعی مصر سے بغداد آ گئے تھے۔ اور ۲۰۳ ہجری میں بغداد سے حج کے لئے روانہ ہوئے پہلے مدینہ منورہ تشریف لائے پھر روضۂ اقدس کی حاضری کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے جانے کی غرض سے روانہ ہوئے پہلی ہی منزل پر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے خواب میں بشارت ہوئی کہ میرے قریب کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ جب بیدار ہوئے تو رفقاء کو تو رخصت کر دیا اور فرمایا کہ "پیغمبر خدا نے مجھے ہدایت فرمائی ہے اب میں آگے نہیں جاؤں گا" اور مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد تین دن بعد ایک حادثہ کی بنا پر آپ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت امام شافعی کی یہ سب سے بڑی خوش بختی تھی کہ جس تختۂ مبارک پر رسول مقبول صلعم کو غسل دیا گیا تھا۔ اسی تختہ پر آپ کو بھی نہلایا گیا وفات کے وقت آپ کی عمر ۵۴ سال تھی۔ بروز جمعہ آخر یوم رجب ۲۰۴ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ اسی روضۂ جنت البقیع میں مدفون ہوئے

ربیع بن سلیمان کا بیان ہے کہ "امام شافعی کو دفن کر کے ہم لوٹ رہے تھے کہ ماہ شعبان کا چاند نظر آیا۔ ماہ شعبان ہی میں میں نے امام شافعی کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ اے امام عالی مقام خداوند کریم نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ الحمد للہ اس کی نوازشیں مجھ پر بے اندازہ ہیں"



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین
اور سینکڑوں شاہان اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات

مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از مفتی شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کی مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے۔ اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا۔ رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کر کے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے اور اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے اسمیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحیات اور جنگی کارنامے موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ حضرت علی کرم اللہ وجہ اور امام حسین رضؓ یعنی خلفائے راشدین کے دورِ خلافت کے مکمل حالات درج ہیں۔ اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے اس کے علاوہ ایران، عراق، شام، فلسطین افریقہ، روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کی بھی تاریخ درج ہے

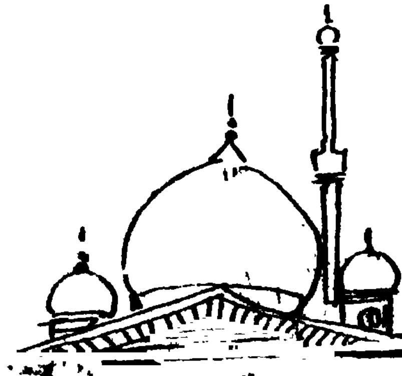
یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب:۔ حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحیات
دوسرا باب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات
تیسرا باب:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا عہد حکومت اور فتوحات
چوتھا باب:۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کا دورِ حکومت اور فتوحات
پانچواں باب:۔ حضرت عثمان غنی رضؓ کا عہد حکومت اور فتوحات
چھٹا باب:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا دورِ حکومت اور فتوحات
ساتواں باب:۔ امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات
آٹھواں باب:۔ خلفائے بنو عباس کا طویل دورِ حکومت۔
نواں باب:۔ اسپین اور یورپ کی دوسری اسلامی حکومتیں
دسواں باب:۔ مراکش، ٹیونس، الجزائر، اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں
گیارھواں باب:۔ مصر و شام کی اسلامی حکومتیں غازی صلاح الدین ایوبی کا صلیبی جنگیں
بارھواں باب:۔ ایران، افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں
تیرھواں باب:۔ شاہان سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دورِ حکومت
چودھواں باب:۔ ہندوستان کی خود مختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی انداز تحریر ناولوں کی طرح عام فہم اور دلکش صفات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید نہایت اعلیٰ دلکش اور رنگین ٹائیٹل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگا لو جدید ایڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے

چودہ ابواب کی مکمل اور جامع تاریخ مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف پچیس روپے -/25

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶



یہ تھا صحابہ کرام کا بلند کردار

اِن بزرگوں نے مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ دنیا کی رہنمائی کی ہے

(از شوکت علی فہمی)

صحابہ کرام وہ مقدس اور خوش نصیب بزرگ ہیں جنھوں نے براہ راست رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم اور تربیت حاصل کی ہے۔ اور رسول اللہ صلعم کے فیضان صحبت سے ان بزرگوں میں پیغمبروں جیسی صفات پیدا ہو گئی تھیں۔ اور یہ وہ مقتدر حضرات ہیں جن کے بلند کردار سے مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ ساری دنیا نے پاکبازی۔ اخلاق اور انسانیت کا سبق حاصل کیا ہے ذیل میں مسلمانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اِن بزرگوں کی زندگی کے صرف چند واقعات پیش کئے جا رہے ہیں کاش مسلمان اِن سے کوئی سبق حاصل کر سکیں۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تربیت نے آپ کے ہم نشینوں یعنی صحابہ کرام کو واقعی کندن بنا دیا تھا۔ چنانچہ وہ پاکیزہ کردار اور اعلیٰ اخلاق کا ایک ایسا نمونہ بن گئے تھے جس سے کہ مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ سب ہی نے رہنمائی حاصل کی ہے۔ یہ ایک طرف تو پوری رات عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے دوسری جانب دنیا کے کاموں میں بھی بڑی تن دہی سے مصروف رہتے تھے۔ جہاں وہ میدان کارزار میں سچے مجاہد تھے وہاں دوسری جانب دنیاوی زندگی میں بھی اخلاق اور انسانیت کے ایک پیکر تھے۔

رسول اللہ صلعم کے ایک صحابی حضرت ابو ہریرہ رضہ نے ایک بار رسول محترم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ جب ہم آپ کی صحبت میں رہتے ہیں تو ہم پر آخرت کا خیال غالب رہتا ہے لیکن جب اپنے اہل و عیال میں چلے جاتے ہیں تو وہ بات باقی نہیں رہتی" ارشاد ہوا "اگر یہی کیفیت قائم رہتی تو فرشتے تمہاری زیارت کے لئے تمہارے گھروں میں آیا کرتے"

حب دنیا اور حب جاہ انسان کو سب سے زیادہ عزیز ہے لیکن صحابہ کرام حب دنیا اور حب جاہ دونوں ہی سے بالکل بے نیاز تھے چنانچہ جو صحابہ کرام دولت مند تھے اُن کو اپنی دولت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اُنھوں نے اپنی پوری دولت خدمت اسلام اور خدمت خلق کے لئے وقف کر دی تھی۔

حضرت زبیر بن عوام رضہ بے حد دولتمند تھے بہت بڑی جائیداد کے مالک تھے۔ ایک ہزار سے زیادہ اُن کے پاس غلام تھے۔ یہ غلام جو کچھ کما کر لاتے تھے اُس میں سے اُن کا جائز حصہ وہ غلاموں کو دیدیتے تھے۔ اور باقی رقم غربا میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جائیداد کی آمدنی بھی غریبوں کے لئے وقف تھی۔ خاص ضروریات کے علاوہ ایک پیسہ بھی اپنے گھر میں نہیں رکھتے تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضہ مدائن کے گورنر تھے۔ آپ کو پانچ ہزار ماہوار وظیفہ ملتا تھا۔ لیکن وظیفہ کی پوری رقم راہ خدا میں صرف کر دیتے تھے۔ اور خود اپنی محنت سے روزی کما کر پیٹ پالتے تھے۔ اور ایک دوسرے صحابی حضرت ابو ذر غفاری رضہ کے نزدیک تو مال جمع کرنا بہت بڑا گناہ تھا۔ اُنھیں جو کچھ بھی ملتا تھا غریبوں کو دیدیتے تھے۔ اور جو صحابہ کرام غریب تھے وہ محنت مزدوری کر کے مزدوری کی رقم میں سے بھی غریبوں کا حصہ پہلے نکال لیتے تھے۔ اور غریبوں کی اعانت بمنزلہ فرض کے خیال کرتے تھے۔

صحابہ کرام کے تمام اعمال کا محور صرف ثواب آخرت تھا۔ دنیا میں

شہزادوں اور سرداروں سے تعارف کرایا۔ سب کے سب حیران تھے کہ یہ مسلمان کس مٹی کا بنا ہوا ہے کہ اُسے اپنے بدترین دشمنوں میں آتے ہوئے ذرا بھی خوف نہیں ہوا۔ مگر انھیں کیا معلوم تھا کہ سلطان کو اپنے خدائے واحد پر کامل بھروسہ تھا۔ وہ اُسکے سوا کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔ اور اُسی کو اپنی جان کا محافظ سمجھتا تھا۔ اِسی لئے وہ دنیا کی کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتا تھا۔

سلطان کے آتے ہی کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ کھانے کے دوران دنیا بھر کے مسائل پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کا مسئلہ بھی زیر بحث آگیا۔ سلطان صلاح الدین اِس خوشی کے موقعہ پر لڑائی کی باتیں کرنا پسند نہیں کرتا تھا لیکن رچرڈ اپنے دل کی بات چھپا نہ سکا۔ شائد وہ موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اِس خیر دل سلطان پر اپنا اثر ڈالنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے سلطان سے کہا۔

"سلطانِ معظم میں زیادہ دیر تک اِس موقعہ پر اپنے دلی جذبات پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ میں ممنون ہوں کہ آپ نے میری دعوت قبول کرکے نہ صرف میری عزت افزائی کی ہے بلکہ مجھے تبادلۂ خیال کا بھی موقعہ دیا ہے جو میدان جنگ میں ناممکن تھا۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ عیسائیوں کے مقدس پیغمبر اور عیسائیت کے بانی بیت المقدس میں پیدا ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عیسائی حکمراں اور پورا یورپ اِس مقدس سرزمین سے دستبردار نہیں ہوسکتا خواہ اس کوشش میں پورا یورپ ہی کیوں نہ تباہ ہو جائے۔ کیا آپ کے خیال میں اس مسئلہ کا کوئی ایسا حل ممکن ہے جسے میں اور آپ دونوں آسانی سے قبول کرلیں گے؟

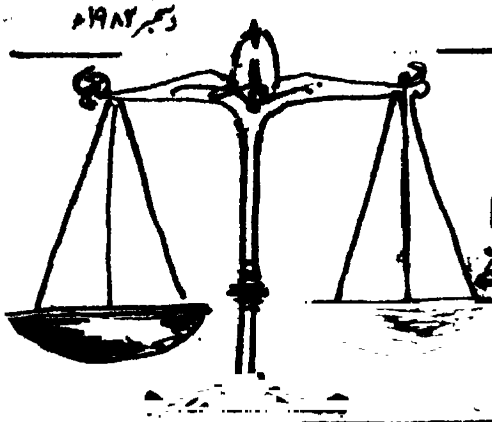
سلطان نے بڑی متانت سے جواب دیا کہ "آپ اور دوسرے عیسائی سربراہوں کے جو احساسات اور جذبات ہیں اُسے میں بخوبی سمجھتا ہوں واقعی آپ کو بیت المقدس سے بہت گہرا تعلق ہے۔ لیکن آپ مسلمانوں کے اُن احساسات اور جذبات کو بھی سمجھنے کی کوشش کیجئے جو وہ بیت المقدس کے ساتھ رکھتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس مقدس مقام سے مسلمانوں کے نبی محترم کو معراج کی سعادت حاصل ہوئی تھی بھلا وہ اس مقدس سرزمین سے کیونکر دست بردار ہو سکتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اگر میں اور آپ ذاتی مصلحتوں کے پیش نظر کسی تصفیہ پر متفق بھی ہو جاتے ہیں تو اِس کی کیا ضمانت ہے کہ عیسائی عوام اور مسلم عوام بھی اُس کی پابندی کریں گے اور اِس مقدس مقام کو حاصل کرنے کے لئے ہم دونوں کے متفقہ فیصلے کو مسترد نہیں کردیں گے کم از کم میں تو مسلم عوام کی طرف سے کوئی ضمانت نہیں دے سکتا میرا خیال ہے کہ اِس کا بہترین فیصلہ تلوار ہی کرسکتی ہے۔

دشمنوں کے نرغہ میں بیٹھ کر اس صاف جواب پر شاہ رچرڈ اور دوسرے تمام عیسائی حکمراں حیران رہ گئے اور اُنہیں اندازہ ہوگیا کہ صلاح الدین کس بلا کا جری انسان ہے۔ مگر پھر بھی رچرڈ نے پوچھا کہ "تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے"۔ سلطان نے جواب دیا۔ "جنگ اور صرف جنگ"۔ رچرڈ بولا "آخر یہ جنگ کا سلسلہ کب تک جاری رہ سکتا ہے"۔ سلطان نے کہا "اس کا جواب وقت دے گا ہم دونوں کو اطمینان اور صبر کے ساتھ اپنا اپنا کام انجام دینا چاہئے"۔

سلطان کی باتیں سنکر شاہ رچرڈ کو جھرجھری سی محسوس ہوئی۔ اُس نے چاروں طرف نظر ڈالی سلطان کو مرعوب کرنے کے لئے شاہ رچرڈ نے جنگی کرتبوں کا بھی اہتمام کر رکھا تھا۔ اِن کرتبوں کو دکھانے کے لئے جو افسر مامور تھا وہ سمجھ گیا کہ شاہ رچرڈ کیا چاہتا ہے چنانچہ اُس نے سب سے پہلے خود ہی تلوار نکالی اور جو فولادی سلاخیں کرتب دکھانے کے لئے چھت میں لٹکائی گئی تھیں ایک چیاتلا وار کرکے اِن کو کاٹ دیا گیا۔ اپنے جواں سال افسر کی شمشیرزنی دیکھ کر شاہ رچرڈ کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ اور سلطان کے تلخ جواب سے جو کوفت ہوئی تھی اُس میں قدرے کمی ہوگئی۔ اور اس کے بعد دوسرے یورپین سپاہیوں نے شمشیرزنی کے قابلِ تعریف جوہر دکھا کر سلطان کو مرعوب کرنے کی پوری کوشش کی۔

اس موقعہ پر شاہ رچرڈ نے داد حاصل کرنے کی غرض سے جب معنی خیز نظروں سے سلطان معظم کی جانب دیکھا تو غازی صلاح الدین اُس کا مطلب سمجھ گیا کہ اب وہ جواب میں عربوں کی شمشیرزنی کے جوہر دیکھنے کا خواہشمند ہے لیکن دسترخوان پر یورپین خواتین اور خصوصیت کے ساتھ دلہن شہزادی کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے اُس نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا لیکن جب شاہ رچرڈ اور اُس کے ساتھیوں

(باقی ص۴۳ پر)



مسلم دور میں عدل و انصاف

امرا اور عمال حکومت تک سزا سے محفوظ نہیں تھے

(از پرنسپل مشتاق احمد زاہدی)

ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ اُن کے دورِ حکومت میں عدل و انصاف کا نام و نشان تک نہ تھا۔ لیکن تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہ عدل و انصاف کے معاملہ میں نہایت سخت تھے۔ جناب مشتاق احمد زاہدی کے ذیل کے مضمون سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے اس ملک پر کیسی انصاف پسندی کے ساتھ حکومت کی ہے۔

ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت کی دو خوبیاں ایسی ہیں جن سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ایک انصاف پسندی اور دوسری مذہبی رواداری۔ اس زمانہ میں ہندو اور مسلمان پولیٹیکل مذہب نہیں رکھتے تھے۔ جہاں مذہب کا اصلی معاملہ آجاتا تھا وہاں جان دینے کو تیار ہوجاتے تھے لیکن سیاسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کبھی مذہب کی آڑ نہ لیتے تھے۔ مسلمان مسلمان تھے۔ اور ہندو ہندو دونوں اپنے اپنے مذہب پر قائم رہتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے مذہب کا پورا احترام کرتے تھے۔ غرضکہ اُس زمانہ میں مشرقی یعنی ایشیائی تہذیب و تمدن کا دور دورہ تھا۔ اخلاق کی بنیاد مذہب پر تھی یعنی خدا کے بنائے ہوئے قانون پر قائم تھی۔ اسی لئے بڑے سے لیکر چھوٹے تک سب خوف خدا سے ڈرتے تھے۔ بڑے بڑے زبردست بادشاہ قہر الٰہی سے کانپ اُٹھتے تھے۔ جرم اور گناہ میں فرق نہ تھا۔ کیونکہ یہ بات دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ہمارے ہر کام کو خدا دیکھتا ہے۔ اور اگر ہم نے کوئی جرم کیا اور اس دنیا میں پکڑے نہ گئے تو دوسری دنیا میں ہم سے مواخذہ ضرور ہوگا۔ رعایا بادشاہ کو ظل اللہ سمجھتی تھی۔ اور بادشاہ رعایا کو اپنی اولاد سمجھتے تھے۔ کیا مجال کہ کسی کے ساتھ ناانصافی ہوجائے۔ بادشاہ کے افسر اور اعمال اگر رعایا پر دست درازی کرتے تھے تو اُن کو قرار واقعی سزا دی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں ذیل کی چند تاریخی مثالیں قابل ذکر ہیں۔

سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں اس کے ایک امیر ملک نعیق بن جامدار نے ایک غریب کو کوڑوں سے اتنا پٹوایا کہ وہ مرگیا۔ متوفی کی بیوہ دربارِ شاہی میں داد خواہ ہوئی۔ امیر کو یہ زعم تھا کہ وہ بادشاہ کے مقربین میں سے ہے اِس لئے اُسکو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن امیر کے خلاف باقاعدہ مقدمہ کی سماعت ہوئی اور ثبوت جرم کے بعد سلطان نے امیر کو اتنے کوڑے لگوائے کہ وہ مرگیا۔ اور اس کے بعد دوسروں کی عبرت کے لئے اُس کی لاش بدایونی دروازے کے باہر لٹکوا دی گئی۔

شہنشاہ اکبر کی والدہ مریم مکانی کے سوتیلے بھائی خواجہ معظم کو بادشاہ کا ماموں ہونے پر بڑا غرور رہتا تھا۔ وہ جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا۔ اکبر کو اُس کی بے اعتدالیاں سخت ناپسند تھیں۔ ایک روز خواجہ معظم نے اپنی بے گناہ بیوی کو جبکہ وہ غسل خانہ سے نہا کر نکل رہی تھی خنجر مار کر قتل کردیا اکبر اس سانحہ کو سن کر فوراً پہنچا اور خواجہ معظم کے قتل کا اشارہ کیا ایک غلام نے فوراً خواجہ معظم کا سر اُڑا دیا۔

اسی طرح شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں ایک مشہور امیر خان عالم کے بھتیجے ہوشنگ نے ایک غریب کو مار ڈالا۔ امیر نے ہر چند کوشش کی کہ اُس کا بھتیجہ سزا سے بچ جائے لیکن بادشاہ نے خود مقدمہ کی تحقیقا

کرنے کے بعد قاتل کو سزائے موت کا حکم دیدیا۔

جہانگیر کے اٹھارہویں سنہ جلوس میں لشکر شاہی متعینہ دکن میں راجپوتوں اور سیدوں میں فساد برپا ہوگیا سید کبیر ایک بزرگ تھے۔ اُن کے بھائی جو شاہی فوج میں ملازم تھے اُن کا جھگڑا ایک ایسے صیقل گر سے ہوگیا جس کی دُکان راجہ گردھر کے محل کے متصل تھی سید کے بھائی نے صیقل گر کو بری طرح مارا۔ راجہ گردھر کے پہرہ داروں نے غریب صیقل گر کی حمایت کی جس پر سیدوں اور راجپوتوں میں جھگڑا شروع ہوگیا سید کبیر بھی تیس چالیس سوار لیکر موقعہ واردات پر آگئے اُدھر راجہ گردھر کے سپاہی محل سے نکل آئے اور دونوں میں خوب تلوار چلی۔ جب راجہ گردھر کو خبر ہوئی تو انھوں نے سپاہیوں کو محل کے اندر بلا لیا۔ سید کبیر محل محل کے پھاٹک کو آگ لگا کر محل میں داخل ہوگئے۔ اور وہاں پھر سیدوں اور راجپوتوں میں تلوار چلنے لگی۔ چار سید قتل ہوئے اور چھبیس راجپوت مارے گئے۔ مہابت خاں سپہ سالار کو جب اِس ہنگامہ کی اطلاع ملی تو اُس نے حکمتِ عملی سے پہلے تو فریقین کا جوش ٹھنڈا کیا۔ پھر مقدمہ کی تحقیقات کے بعد شہنشاہ جہانگیر کے حکم سے سید کبیر کو قتل کی سزا دی۔

شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے عہد کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ بادشاہ کا بہنوئی کوتوال تھا۔ اُس کے بیٹے نے ایک ہندو کی برات کو جاتے دیکھ کر اپنے سپاہیوں سے دلہن کا ڈولا اٹھوا منگوایا۔ بادشاہ کو خفیہ پرچہ نویسوں نے اِس واقعہ کی اطلاع دی۔ شہنشاہ اورنگزیب کو جب یہ معلوم ہوا کہ اُس کے بھانجے سے یہ ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی ہے تو بے حد برہم ہوا۔ اور بھانجے کو قید میں ڈال دیا۔ بادشاہ کی بہن روتی ہوئی بادشاہ کے پاس پہنچی تو اُس نے ملنے سے انکار کردیا بہن نے عرضی لکھی کہ "بھائی تم نے میرا ذرا بھی خیال نہ کیا بھانجے کو قید میں ڈالدیا۔ میں اُس کی جدائی میں زندہ نہ رہ سکوں گی" بادشاہ نے اپنے قلم سے عرضی پر لکھ دیا "اگر مجرم کی ماں بیٹے کی جدائی کا صدمہ نہیں برداشت کرسکتی تو اسے بھی جیل خانے بھیج دیا جائے گا"

اِن واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہ عدل وانصاف کے معاملہ میں کس حد تک سخت تھے نہ وہ امرا کی پرواکرتے تھے۔ نہ رشتہ داروں کی اس کے باوجود بھی اگر مسلمان بادشاہوں کے عدل وانصاف پر نکتہ چینی کی جاتی ہے تو یہ کھلی ہوئی ناانصافی ہے۔

یہ تھا صحابہ کرام کا بلند کردار

(باقی مضمون ص ۱۳)

نے کہا کہ "اُس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے روٹی سے ہمارا پیٹ بھرا حالانکہ اس سے پہلے ہماری غذا خشک کھجوریں اور پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔"

شرم و حیا بھی چونکہ اسلام کا ایک جز و ہے اسلئے صحابہ کرام میں شرم و حیا کا مادہ بھی بہت زیادہ تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شرم کا یہ عالم تھا کہ اگرچہ گھر کا دروازہ بند ہوتا تھا لیکن کبھی برہنہ ہوکر نہیں نہاتے ہمیشہ تہہ بند باندھ کر غسل کرتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ گھر کے ایک کونے میں الگ نہاتے تھے تاہم شرم کے مارے سیدھے نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حمام میں نہانے کے لئے گئے، تو دیکھا کہ کچھ لوگ تہہ بند کے بغیر نہا رہے ہیں فوراً واپس آ گئے۔ اکثر صحابہ گھر میں بھی کسی کے سامنے کرتا نہیں اتارتے تھے۔

صحابہ کرام کو اگرچہ زیب و زینت کی پروا مطلق نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی وہ صاف ستھرے کپڑے ضرور پہنتے تھے۔ حضرت ابو قتادہؓ نے بڑے بڑے بال رکھ چھوڑے تھے۔ مگر وہ دن میں کئی کئی بار کنگھی کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضؓ کو طہارت کا اسقدر خیال تھا کہ وہ روزانہ بلا ناغہ غسل کرتے تھے۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ کا آخری وقت آیا تو نئے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جن کپڑوں میں مرے گا اُن ہی میں اُس کا حشر ہوگا۔"

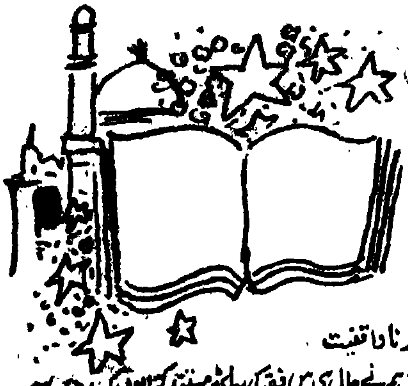
انسانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے صحابہ کرام جانوروں کے ساتھ بھی بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ کمزور جانوروں پر ضرورت سے زیادہ بوجھ لادنے سے نہ صرف خود احتراز کرتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی منع فرماتے تھے۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم منزل پر اترتے تھے تو سب سے پہلے اونٹوں کا کجاوہ کھول دیتے تھے تاکہ وہ بھی آرام کر سکیں۔ اس کے بعد نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن

اسلام نے ایسے بھی جانباز پیدا کئے

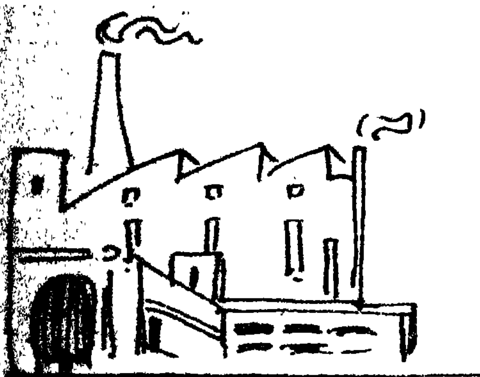
(باقی مضمون ص ۳۳)

شہزادی کا بھی عربوں کی شمشیر زنی دیکھنے پر مصر ہوئے تو سلطان اُٹھے اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا اور شہزادی میری کے قریب آکر بولے "معاف کیجئے مجھے ایک باریک ریشمی دوپٹہ درکار ہے" شہزادی میری نے فوراً ہی اپنا دوپٹہ اتار کر بڑھا دیا۔ سلطان نے تلوار کی نوک سے دوپٹہ ہوا میں اچھالا اور ایسا ہاتھ مارا کہ دوپٹہ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ کمال دیکھ کر رچرڈ اور شہزادی سمیت سب ہی حیران رہ گئے۔ سلطان نے دوپٹہ کا ایک ٹکڑا رچرڈ کی طرف اچھالا اور کہا کہ "اب آپ بھی اپنی تلوار کا جوہر دکھایئے" مگر رچرڈ نے جب دوپٹہ کے ٹکڑے پر وار کیا تو ریشمی دوپٹہ اُسکی تلوار سے اچھل کر رہ گیا سلطان نے اب بڑے فخر کے ساتھ کہا کہ "جو کرتب آپ کے سپاہیوں نے ہمیں دکھائے ہیں ہم اُن سے اپنے بچوں کی تربیت کا آغاز کرتے ہیں۔ اور جب یہ جوان ہو جاتے ہیں تو انکی تلوار ریشم کو کاٹنے لگتی ہیں"

سب نادم بھی تھے اور حیران بھی انھوں نے سلطان کو مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ خود ہی سلطان کی ذات سے مرعوب ہو گئے اور جب سلطان شہزادی کو قیمتی تحائف دینے کے بعد رخصت ہوئے تو سب کے سر ہی نہیں بلکہ دل بھی سلطان کی عظمت کے روبرو جھک گئے۔



بوسائل ترقی و کامیابی



میں چپراسی سے کروڑپتی کیسے بنا

ایک حوصلہ مند انسان کی سرگزشت

(ہمارے اقتصادی مبصر کے قلم سے)

دنیا میں ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں ایسے انسان ہیں جنھوں نے کہ کسی سرمایہ کے بغیر محض اپنی حوصلہ مندی کی بدولت حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ چنانچہ ذیل میں ایک ایسے ہی حوصلہ مند انسان کی سرگزشت بیان کی جا رہی ہے۔

پچھلے دنوں انگلستان کے ایک حوصلہ مند انسان "ولی اسٹیفن" کا لندن میں انتقال ہوا ہے۔ اس شخص نے اب سے ستر سال قبل ایک دفتر میں چپراسی کی حیثیت سے ۵ شلنگ فی ہفتہ کی اجرت پر کام شروع کیا تھا۔ لیکن مرنے سے قبل وہ ایف۔ ڈبلیو وولبرتھ فرم کے درجنوں اسٹوروں کا منتظم تھا۔ اُس نے اپنے پیچھے جو وصیت چھوڑی ہے اُس کے مطابق وہ تقریباً ۵۵ لاکھ پونڈ کا ترکہ چھوڑ کر مرا ہے۔

ولی اسٹیفن نے خود اپنی سوانح حیات لکھی ہے اور اس سوانح حیات میں اس حوصلہ مند انسان نے یہ بتایا ہے کہ اُس نے معمولی درجہ سے ترقی کر کے اس قدر دولت کیسے پیدا کی ہے اس کی سوانح حیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدا میں اُس نے ایک ڈیری میں چپراسی کی حیثیت سے کام شروع کیا تھا۔ بعد میں اُس کی ملاقات وولبرتھ نامی ایک امریکی باشندے سے ہو گئی جو لندن میں اسٹور قائم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب اُس نے لندن میں اسٹور قائم کیا تو اُس کا انتظام اسٹیفن کے سپرد کیا گیا اور اسٹیفن نے اِس اسٹور کا انتظام ایسی ذمہ داری اور خوبی کے ساتھ کیا کہ وہ بہت جلد ہی ترقی کی منزل کی جانب بڑھ گیا۔ اور آگے چل کر اسی فرم کا چیئرمین بن گیا۔

ولی اسٹیفن اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "جس زمانہ میں کہ میں ایک ڈیری فارم میں چپراسی کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ میری ملاقات امریکہ کے ایک باشندے وولبرتھ سے ہو گئی اور اُس نے خواہش ظاہر کی کہ وہ لندن میں اپنی امریکن فرم کا ایک اسٹور قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور صرف اس بات کا خواہشمند ہے کہ اِس کام کے چلانے کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے سپرد کی جائے جس کی ایمان و دیانت شبہات سے بالاتر ہو۔

اس امریکن کو نہ جانے کیوں میرے اوپر اعتماد تھا لہٰذا اُس نے لندن میں ایک مختصر سا اسٹور قائم کر کے یہ ذمہ داری میرے سپرد کر دی وولبرتھ بہت ہوشیار کاروباری آدمی تھا۔ ابتدا میں تو وہ خود ہی اسٹور کو چلاتا رہا۔ اور میں اُسکے معاون کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ لیکن بعد میں جب اُسے یہ اندازہ ہو گیا کہ میں اس کام کو تن تنہا کر سکتا ہوں تو وہ اس اسٹور کو میری سپردگی میں دیکر امریکہ چلا گیا۔

وولبرتھ کے ساتھ کئی مہینے تک کام کرنے کے بعد میرا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ اِس لئے اُس کے جانے کے بعد مجھے کوئی دقت اور پریشانی نہیں ہوئی اور میں نے اِس کاروبار کو خوب ترقی دی۔ یہاں تک کہ میں نے چند سال کے اندر لندن کے علاوہ برطانیہ کے دوسرے شہروں میں بھی اس اسٹور کی متعدد شاخیں قائم کر دیں۔ وولبرتھ میری کارکردگی سے بے حد خوش ہوا۔ ابتدا میں تو وہ ۲۵ پونڈ فی ہفتہ مجھے معاوضہ دیتا تھا لیکن بعد میں اُس نے مجھے حصہ دار بنا لیا اور میری مالی حالت دن بدن بہتر سے بہتر ہوتی چلی گئی۔

میری کامیابی کے چند راز ہیں۔ جنھیں میں دوسروں کے فائدے کیلئے ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے

ہمت و حوصلہ مندی ہی نہیں بلکہ بڑی دیانتداری کے ساتھ کام کیا ہے وولبرتھ پورا کاروبار مجھ پر چھوڑ کر امریکہ چلا گیا تھا۔ میرے لئے یہ بات دشوار نہیں تھی۔ کہ میں نفع کی رقم میں خورد برد کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے کبھی ایسا نہیں کیا بلکہ بڑی ہی دیانتداری کے ساتھ کام کیا جس کا وولبرتھ پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اور اس نے نہ صرف اس کاروبار میں مزید سرمایہ لگایا بلکہ مجھے حصہ دار بھی بنا لیا۔

میرا خیال ہے کہ کاروباری زندگی میں ایمان و دیانت سے بڑھ کر انسان کی کامیابی اور ترقی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ میں نے جتنی بھی ترقی کی ہے وہ ایمان و دیانت کی بنا پر کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے اندر ایک حوصلہ تھا۔ جب وولبرتھ نے میری ذمہ داری پر لندن میں کاروبار کرنا چاہا تو میں مطلق نہیں گھبرایا۔ بلکہ اس موقعہ سے پورا فائدہ اٹھایا اور رات دن بڑی محنت سے وولبرتھ کے ساتھ کام کرتا رہا اور جب اسٹور کے کاروبار پر مجھے عبور حاصل ہو گیا تو پھر مجھے وولبرتھ کی امداد کی ضرورت نہیں رہی۔ چنانچہ وولبرتھ کے امریکہ چلے جانے کے بعد میں نہ صرف اس فرم کو چلاتا رہا بلکہ ترقی بھی دیتا رہا۔

یاد رکھئے کہ ایمانداری، حوصلہ اور لگاتار محنت کامیابی اور ترقی کے بنیادی اصول ہیں۔ جو لوگ کہ ایماندار ہیں اور حوصلہ رکھتے ہیں۔ نیز انتھک محنت کے عادی ہیں اُن کی کامیابی یقینی ہے میں نے خود بھی انہیں اصولوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور کامیابی کے متلاشی حضرات کے لئے بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ مواقع سے فائدہ اٹھائیں اور جب کبھی انہیں موقعہ مل جائے تو پوری دیانتداری حوصلہ مندی اور محنت کے ساتھ کام کریں۔

اس بات کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ ترقی اور کامیابی کسی خاص شخص کی ذاتی میراث نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص کامیابی حاصل کر سکتا ہے جس میں کہ حوصلہ ہے۔ جو ناکامیوں سے مطلق نہیں گھبراتا اور جس میں مشکلات کے مقابلہ کی طاقت ہو۔



افسانہ

مقتولہ کا انتقام

ایک سچا اور سنسنی خیز واقعہ کہانی کی شکل میں

(از جناب صلاح الدین)

یہ واقعہ ۱۹۳۲ء کا ہے جسے شملہ کے انگریز ڈپٹی کمشنر نے شملہ گزٹ میں بڑی تفصیل سے درج کیا ہے اور آخر میں ڈپٹی کمشنر مسٹر کنگ نے لکھا ہے کہ "یہ میری زندگی کا عجیب ترین واقعہ ہے - اگر یہ مقدمہ میری موجودگی میں نہ چلا ہوتا تو مرتے دم تک اس واقعہ پر یقین نہ کرتا خواہ میرے ضعیف العمر والد ہی بیان کیوں نہ کرتے - اس عجیب وغریب واقعہ کو افسانہ کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے -

شملہ کی نہایت ہی سرد صبح تھی ایک گزیٹڈ افسر سوٹ پہنے ہوئے کچھ گھبرایا سا اپنے انگریز انڈر سیکریٹری کے کمرہ کی جانب روانہ ہوا اور دروازہ کھولا تو سیکریٹری نے کہا:

"آ سکتے ہو تم کچھ پریشان سے ہو کیا بات ہے؟"

"جی میں سخت پریشان ہوں - جو سرکاری بنگلہ مجھے دیا گیا ہے مجھے اس کی جگہ کوئی دوسرا بنگلہ دیدیا جائے - ورنہ میں خود اپنی گرہ سے کرایہ کا کوئی مکان لے لوں گا - میں اس بنگلہ میں اپنی جان خطرہ میں محسوس کرتا ہوں"

"کیا ہو گیا کیا اس علاقہ میں درندے زیادہ اتر آئے یہ بنگلہ کہاں ہے"

"سر کھیتو لک کے قریب ہے لیکن بات درندوں کی نہیں ہے"

"پھر اور کیا بات ہے؟"

"سر میں صرف ایک ہفتہ قبل ہی تبدیل ہو کر آیا ہوں اور اس بنگلہ میں رہائش پذیر ہوں - میں نے سوچا ابھی بیوی بچوں کو نہ بلاؤں کیونکہ وہ اس موسم کے عادی نہیں ہیں - دو ڈھائی ماہ بعد جب سردی کم ہو جائے گی بلالونگا"

میرے تین دن تو آرام سے گزر گئے مگر چوتھے دن رات کو ایک نسوانی آواز نے کہا "اچھا ہوا تم بیوی بچوں کو لیکر نہیں آئے ورنہ وہ بیحد پریشان ہوتے - میں تم سے کہتی ہوں کہ بیوی بچوں کو بلانے سے قبل میری مدد کرو ورنہ انہیں اور تمہیں بیحد پریشانی ہوگی"

"شاید تم نے کوئی خواب دیکھا ہے"

"سر یہ خواب کی بات نہیں ہے میں نے بیداری کے عالم میں یہ دیکھا سنا ہے دوسری رات پھر وہی آواز آئی "کیا سوچا" میری آواز حلق میں اٹک گئی میں کوئی جواب نہ دے سکا سر - وہاں کوئی بدروح ہے مجھے دوسرا بنگلہ دیدیجئے"

انگریز افسر نے طنزیہ مسکراہٹ اور حقارت آمیز نظروں سے مدراسی افسر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا "تم بڑے توہم پرست اور بزدل ہو - جاؤ اپنا کام کرو"

اور بیچارہ مدراسی پریشانی کے عالم میں اپنی سیٹ پر آبیٹھا اس نے کسی کے مشورے پر انگریز اسٹیٹ افسر سے درخواست کی - اس نے بھی مذاق میں ٹال دیا - آخرکار بنگلے کو قفل لگ گیا - مدراسی نے شہر میں کرائے کا مکان لے لیا - بنگلہ تمام سال بند رہا آئندہ موسم گرما میں مرکزی دفاتر شملہ ہی میں تھے - جو کسی وجہ سے سردیوں میں دلی منتقل نہ ہو سکے تھے لہٰذا نئے سیزن کی آمد پر یہی بنگلہ ایک اور ہندوستانی افسر کو ملا تیسرے ہی دن اس نے اسٹیٹ افسر سے مل کر درخواست کی کہ اسے شہر کے قریب کوئی مکان دے دیا جائے - کیونکہ کھیتو کافی دور ہے - اور جب انگریز

افسر نے ہنس کر پوچھا
"کیوں ـــــ تمہیں بھی کچھ نظر آگیا؟"
تو اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا "آپ کو کیسے علم ہوا؟"
"کیا مصیبت ہے میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ یہ بلاک کسی مسلمان افسر کو دے دیا جائے؟"

اور کوئی تین ہفتے بعد یہ نہایت خوبصورت کاٹیج ایک مسلمان کو دے دیا گیا۔ وہ اپنے بیوی بچوں سمیت منتقل ہوگیا لیکن تیسرے دن ہی اس نے خاموشی کے ساتھ کاٹیج چھوڑ دیا۔

اب یہ بات افسروں میں عام ہوگئی۔ روزانہ اس مسئلہ پر بات ہوتی مگر نتیجہ صفر ـــــ انگریز اسٹیٹ افسر اسے ہندوستانیوں کی بزدلی اور توہم پرستی سے زیادہ اہمیت دینے کو تیار نہ تھے۔ ایک دن نہ جانے اسے کیا سوجھی ہفتے اور اتوار کی درمیانی شب تھی۔ اپنے دو دوستوں کے ساتھ گپتھور کی اس خوبصورت کاٹیج میں جا پہنچا رات گئے سائے پھیلتے گئے شراب چلتی رہی تاش کی بازی کا پہا بھی لگتی رہی۔ ایک ملازم خدمت میں موجود رہا۔

"کیا تم بھی ڈر کر بھاگ جاؤ گے؟" آواز آئی ساتھ ہی ایک سائے نے تاش کے پتوں اور شراب کے گلاس کا احاطہ کرلیا "پلیز ڈرنے کی بات کوئی نہیں میں تمہاری دوست ہوں؟"

دوسرے لمحے تینوں کاٹیج سے باہر تھے۔ آوازیں آتی رہیں۔ "سنو تو، خدا کی قسم میں تمہاری دشمن نہیں، دوست ہوں میری بات تو سنو ـــــ مگر کسی نے بات نہ سنی پھر یہ آوازیں بند ہوگئیں پرسکوت ماحول میں دبی دبی سسکیاں ابھرنے لگیں۔ پھر وہ بھی کم ہوگئیں۔ پھر دوسرے ہی دن مقامی پولیس کو تحقیقات کا حکم دے دیا گیا۔ پولیس کا ایک سب انسپکٹر ایک گارڈ لے کر پہنچ گیا۔ مسلح گارڈ کاٹیج کا محاصرہ کئے ہوئے تھی۔ سب انسپکٹر کاٹیج کے بیڈ روم کی ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ اس کا ایک ہاتھ اپنے ریوالور پر تھا، پورا دن گزر گیا شام گزر گئی رات گہری ہوگئی ـــــ خنکی کافی تھی۔ پولیس گارڈ کے کچھ لوگ کاٹیج کے برآمدے میں آگئے اور دو صدر دروازے کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اندر سکوت سب انسپکٹر بھی اونگھنے لگا تھا وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا ایک مکمل نسوانی سایہ اس کے سامنے تھا۔ سب انسپکٹر اتنا گھبرایا کہ اچانک اس نے ریوالور سے فائر شروع کردیے، اور بھاگ کر باہر آیا ـــــ فائر ـــــ" اور گولیوں کی آوازیں بند ہوئیں اور جب فائر بند ہوئے وہی نسوانی سسکیاں ابھریں اور ڈوب گئیں سب انسپکٹر پسینے میں شرابور تھا۔

"وہ کون تھا حضور؟"

ہیڈ کانسٹیبل نے پوچھا تو صرف وہ اتنا کہہ سکا "عورت"۔

گارڈ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا سب انسپکٹر کے شانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اس کا منہ چڑا رہے تھے۔

اب معاملہ اونچی سطح پر پہنچ گیا تھا مختلف پولیس افسر متعین کئے گئے لیکن بے سود آخر کار مدراس سے ایک مسلمان پولیس افسر آغا کو بلایا گیا وہ بہت دلیر پولیس افسروں میں شمار ہوتے تھے۔ اور اہم اور سیاسی مقدمات کو سرانجام دے چکے تھے۔ اسی بنا پر انہیں یاد کیا گیا۔

آغا صاحب نے آتے ہی تمام متعلقہ افراد کے بیانات قلمبند کئے پھر پولیس گارڈ کے ساتھ کاٹیج کا رخ کیا ٹھیک رات کے ساڑھے گیارہ بجے جب یہ انسپکٹر ڈرائنگ روم کے کونے میں موجود ایک رائٹنگ ٹیبل پر ریوالور رکھے ہوئے انہیں جان کی آمد کے منتظر تھے کہ دیکھا ایک سایہ میز پر پڑا گردن تک سایہ میز پر تھا باقی زمین پر جو قدموں پر ختم ہو جاتا۔ اسی سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب کوئی جسم سامنے ہے۔ مگر وہ نظر نہیں آتا تھا۔

"آپ مجھے سننے کے لئے آئے ہیں یا"

انسپکٹر نے لپک کر ریوالور اٹھایا۔

"میں غرض مند ہوں لیکن حقیقت جاننا چاہتے ہو تو ہمدردی کر بات کرو ویسے بھی یہ چیزیں میرا کیا بگاڑ سکتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم مختلف آدمی ہو جو مجھے اس کرب سے نجات دلا سکتے ہو۔ وعدہ کرو"

انسپکٹر نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا "وعدہ اپنے ہی پروردگار کے نام پر وعدہ مگر چند لمحوں کی مہلت درکار ہے"

"کیوں نہیں چند لمحے اگر زندگی بھر کا کرب مٹا سکتے ہیں تو اور کیا چاہیے"

انسپکٹر نے باہر آکر گارڈ کو رخصت کردیا "حضور آپ کی جان خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس نے کہا لیکن انسپکٹر نے صاف انکار کردیا "خطرے کی کوئی بات نہیں مجھے تو معاملہ سیدھا نظر دکھائی دیتا ہے یہ ٹھیک ہے کہ یہ میری زندگی کا پہلا اور دلچسپ تجربہ

کیس سے مگر میں حقیقت جان کر رہوں گا گارڈ رخصت ہوگیا۔

ایک گھنٹے کے بعد اس کالج کے تمام دروازے کھڑکیاں اندر سے بند تھے انسپکٹر نے نہایت اطمینان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوکر اپنی بیلٹ ڈھیلی کردی ریوالور سمیت پیٹی کو بے نیازی سے قریب صوفے پر پھینک دیا۔ بوٹ کے تسمے کھول دیئے اور کرسی پر ٹیک لگا کر انتظار کرنے لگے۔ چند ثانیوں بعد وہی نسوانی آواز ——— وہی سایہ ———

"مجھے افسوس ہے کہ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں اور میں آپ کو پریشان کر رہی ہوں مجھے یقین ہوچکا ہے کہ آپ میرے اچھے دوست ثابت ہوں گے۔ آپ شریف بھی ہیں - کچھ دیر پہلے آپ نے اس کمرے میں عبادت بھی تو کی تھی نا - آپ اگر آرام کرنا چاہیں تو آرام کریں کل سہی۔"

"ہمدردی کا شکریہ ——— میرا خیال ہے کہ ——— اور ہاں مناسب سمجھو تو میز کے قریب کی طرف موجود کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ ——— ! ——— میرا خیال بھی یہی تھا ——— مگر سوچا شاید آپ برا مان جائیں اور آپ کو میں اس لئے ناراض نہیں کرسکتی کہ میں غرض مند ہوں۔ آپ کو کھو دیا تو ——— وہی ویرانیاں وہی کرب ——— وہی تنہائی اور میں۔"

"آپ کا تعارف ہوجائے تو بہتر ہے۔" انسپکٹر نے فائل سے کاغذ نکالے اور قلم سنبھال لیا۔

"آمپھوری ——— یہ میرا شادی سے پہلے کا نام ہے شادی کے بعد مجھے مسز آئزک کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ میں اپنی ماں کی اکلوتی لڑکی تھی ہم ماں بیٹی دارجلنگ سملہ دلی گھومتے رہتے تھے۔ کبھی کبھار بمبئی بھی چلے جایا کرتے تھے۔"

"تمہارے باپ کا نام؟"

"کون جانے میں ایک پہاڑی لڑکی تھی۔ میں نے طوائف کے پیٹ سے جنم لیا تھا۔ ماں نے مجھے سینئر کیمبرج تک پڑھایا تھا میرا یہ ریکارڈ آپ کو میوسکول فار گرلز سے مل سکتا ہے۔ آئزک پارسی تھا ہم مختلف جگہوں پر کیوں گھومتے تھے۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ ہمارا پیشہ کیا تھا ——— رقص، موسیقی ——— میں قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ آئزک سے شادی کے وقت میں کنواری تھی۔

آگے چلو ———"

"میں ایک بار ریس کھیلنے کے لئے دلی سے بمبئی گئی وہاں آئزک سے ملاقات ہوگئی ہم دونوں چند ہی دنوں میں ایک دوسرے سے قریب ہوگئے کوئی چار چھ دن بعد میری ماں کا ایک پرانا دوست آگیا وہ اس کے ساتھ نکل گئی ——— میں آئزک کے ساتھ ——— اس دوران ہم نے ایک دوسرے کا ساتھ زندگی بھر دینے کا وعدہ کرلیا آج آپ جس کالج میں بیٹھے ہیں یہ آئزک کی ملکیت تھا۔ جسے اس نے رائے بہادر رام سرن کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ اور رائے بہادر نے اسے سرکاری کرائے پر چڑھا دیا ——— اس کے بعد سے آج تک یہ ویران ہے صرف میری وجہ سے ——— میں نے ہر آنے والے سے منت کی مگر ہر شخص خوفزدہ ہوتا رہا ———"

"پھر کیا ہوا؟" انسپکٹر نے دریافت کیا۔

"داستان طویل ہے چاہتی ہوں سب کہہ ڈالوں لیکن یقین کیجئے ہمت نہیں کل رات تک اجازت دیجئے۔ آج کی رات میں جی بھر کر رو لوں اتنا رو لوں کہ آنے والی رات کے لئے کچھ باقی نہ رہے ——— لیکن خدا کے لئے انسپکٹر ——— کل تم نہ چلے جانا ——— نہیں تو میں بیٹھی رہتی ہوں ——— جب تک تم کہتے ہو ——— چاہتی ہو تم یہیں سو جاؤ تاکہ مجھے یقین رہے کہ تم میری نظروں کے سامنے ہو۔ لیکن یہاں کیسے سوؤ گے ——— میری سسکیوں میں تمہیں کیسے نیند آئے گی ———؟"

انسپکٹر نے معاملہ دوسرے دن پر چھوڑ دیا رات کے دو بج چکے تھے انسپکٹر نے کاغذات سمیٹ فائل میں رکھے ہوئے بستر سے ریوالور کی پیٹی اٹھائی تسمے کسے اور باہر نکل آیا۔ جب وہ گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو آواز آئی۔

"اندھیرا بہت ہے دھیان سے جائیے گا کل ضرور آجائے ہر قیمت پر ———"

اور دوسرے دن انسپکٹر سر شام کالج پر پہنچا تو سایہ صدر دروازے پر اس کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ انسپکٹر نے بڑی بے نیازی سے کہا

"دل ہلکا ہوگیا ———؟"

"ہاں ——— رہا سہا آج ہوجائے گا ——— تم کتنے اچھے ہو وعدے کے پابند نیک رحم دل کاش آئزک تم جیسا ہوتا ———"

انسپکٹر مسکرایا ——— گھوڑے کو باندھ کر وہ دروازے میں داخل ہوگیا۔ کمروں کی بجلیاں روشن تھیں انسپکٹر اور آچھوری کے سائے شانہ بشانہ چل رہے تھے۔ دونوں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے آچھوری کا بیان شروع ہوگیا جب انسپکٹر لکھتے لکھتے تھک جاتا تو آچھوری بڑے پیار سے کہتی۔

"تھوڑا آرام کرلو۔ جو مرضی ہو پوچھتے جاؤ بتاؤں گی ورنہ پھر کل سہی اب تو مجھے تم پر اعتماد ہے مکمل اعتماد"

"میرا خیال ہے یہ کام آج ختم ہو جائے"

"جیسے مرضی ہو ——— ہاں تو آثرک سے شادی کرنے کے لئے ہم نے ہر ممکن کوشش کی ——— ایک طرف آثرک کے والد رضامند نہ ہوئے دوسری طرف میری ماں دیوار بن گئی۔ یہ کشمکش جاری رہی ——— میں آثرک کے بغیر ایک لمحہ نہ گزار سکتی تھی۔ آخر ہم دونوں نے نہایت رازداری میں دلی پہنچ کر عدالت کے ذریعہ شادی کرلی۔ وہاں سے آثرک میں میری والدہ تینوں شملہ چلے آئے ——— اور اسی کاٹیج میں آگئے آثرک کا کاروبار بڑے بڑے شہروں میں تھا وہ قالین کا بڑا کاروباری تھا علاوہ ازیں اعلیٰ پیمانے پر قیمتی اشیا کی سپلائی کرتا تھا۔ اس لئے اس کا اثر و رسوخ شملہ دلی، لکھنؤ، دہرہ دون بمبئی مدراس اور کلکتہ ایسے شہروں میں بہت زیادہ تھا۔ دو ماہ گزر گئے میں امید سے ہوگئی۔ اس وقت میری ماں پر انکشاف ہوا کہ میں آثرک سے شادی کر چکی ہوں وہ سخت ناراض ہوئی ——— مجھے اپنی ماں کے بارے میں یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ بالآخر وہ طوائف تھی وہ مجھے کب گنوانا پسند کرتی۔

وہ تو صرف آثرک کی دولت سمیٹنا چاہتی تھی ——— اس نے کوشش کی کہ بچہ ضائع ہو جائے مگر میں نے صاف انکار کر دیا۔ یہ کشمکش شدت اختیار کر گئی اچانک اس دوران حالات نے عجیب پلٹا کھایا۔ آثرک کو کاروباری سلسلے میں دوسرے دن بمبئی جانا تھا۔ ایک دن پہلے وہ کسی بل کے سلسلے میں محکمہ مالیات کے دفتر گیا ہوا تھا کہ اس کے والد کا تار ملا ——— میں نے تار پڑھا تو مضمون تھا

"فوراً گھر پہنچو ——— تمہارا پاپا سخت بیمار ہے"

تار پڑھ کر مجھ پر بجلی سی گری ——— پھر بھی ماں کو صرف اتنا بتایا کہ آثرک کو فوراً بلایا ہے۔ اس کے والد بیمار ہیں۔ ماں اَن پڑھ تھی بات دب گئی۔ آثرک گھر لوٹا میں سخت اداس تھی میں نے علیحدگی میں آثرک سے بات کی مگر اس نے مجھے اطمینان دلایا کہ وہ اسے کسی صورت میں الگ نہ کرے گا اور وہ میرے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتا میں رو رو کے بے حال ہو رہی تھی۔ مگر میری ماں خوش تھی گاڑی صبح ہی جاتی تھی میں اسے اسٹیشن تک چھوڑنے گئی۔

آثرک چلا گیا اور میں ماں کے طعنے سننے کے لئے رہ گئی۔ ٹھیک ڈیڑھ ماہ بعد آثرک واپس آیا اس نے مجھے چند ہزار روپے پیش کرتے ہوئے کہا ——— آچھوری ——— اور زندہ رہا تو مل سکتے ہیں میں مجبور ہوں زیادہ دیر تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ میرے والد کو ہر بات کا علم ہو چکا ہے لڑکے کی بیماری کا تو صرف بہانہ تھا۔ اگر میں نے ان کی بات نہ سنی تو والد مجھے لاکھوں کی جائیداد سے محروم کر دیں گے ——— میری بیوی بھی بہت سی جائیداد کی مالک ہے اور تین بچے بھی ہیں ——— ان حالات میں گزر مشکل ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ حتی الوسیع تمہاری ضروریات پوری کرتا رہوں گا۔

"آخر تمہارے والد کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"صرف تمہاری ماں کی وجہ سے جس نے میری مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خطوط لکھے ——— اور مسز آثرک کے نام پر لکھوائے وہ میری بیوی کے ہاتھوں میں پہنچتے رہے بعض خطوط میں رقم کا مطالبہ بھی تھا ——— تمہاری ماں کو نقد ۲۵ ہزار روپے دے دئے گئے ہیں۔ صرف اس لئے کہ ہمارے خاندان کی رسوائی نہ ہو۔ یہ رقم میرے والد کے کہنے پر دی گئی ہے۔ اور اب میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ تم سے آخری بار مل لوں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اپنے والد کی نصیحت پر۔"

اس رات میرا آثرک سے سخت جھگڑا ہوا مجھے رقم کی نہیں مجھے آثرک کی ضرورت تھی ——— میری ماں اور آثرک رات گئے تک پیتے رہے۔ اور میں روتی رہی۔ وہ دونوں ایک ہو چکے تھے ——— مگر میرے آنسوؤں کا دونوں پر کوئی اثر نہ ہوا دوسرے دن کوئی ۱۲ بجے میری ماں کے دائیں طرف اچانک فالج کا شدید حملہ ہوا اسے ڈاکٹر پہنچایا گیا۔

میں ماں کے ساتھ ایک رکشا میں اور آئزک دوسرے رکشا میں تھا لیکن جس رقم کے لئے اس نے میری زندگی تباہ کر دی تھی۔ جس دولت کے لئے وہ اپنے خون کو ذریعہ معاش بنانا چاہتا تھی۔ وہ اسے نصیب نہ ہو سکی ——— ہم نے اس کی آخری رسوم ادا کر دی اگلے دن آئزک کو لوٹ جانا تھا میں نے اس کے پاؤں پکڑ لئے۔ تمام رقم اس کے سامنے رکھ دی۔ اور کہا کہ وہ سب کچھ لے جائے مگر مجھ سے علیحدگی اختیار نہ کرے اس نے ایک نہ سنی جب میں نے اس سے کہا کہ میں خود اس کے والد کے پاس جا کر منت سماجت کر لوں گی تو وہ مشتعل ہو گیا اور یہ کہہ کر چل دیا کہ اگر میں نے ایسی کوئی کوشش کی تو اس کے سنگین نتائج ہوں گے ——— آئزک چلا گیا۔ میں اس قابل نہ تھی کہ اس کے پیچھے جا سکتی ——— میں اسے بلاتی رہی اس نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا ——— گھریلو ملازم کو اس کے پیچھے بھیجا ——— گھر میں اس کا انتظار ہی کرتی رہی کہ وہ بھی لوٹ کر نہ آیا ——— آخر وہ بھیانک رات آ گئی جو اس لمحے تک مجھے ایک مسلسل کرب میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔ میں نیم پاگل ہو چکی تھی روتے روتے بے حال ہو گئی۔ اسی طرح ہلکی سی غنودگی آ گئی ——— دروازے کھلے تھے مجھے کسی بات کا ہوش نہ تھا ——— کوئی گیارہ بجے کسی کے قدموں کی آہٹ ہوئی میں سمجھی ملازم لوٹ آیا ہے اُسے آوازیں دیں، کوئی جواب نہ ملا دیکھا کہ آئزک میرے سامنے ہے ——— آئزک ——— آخر تم آ ہی گئے میری محبت رنگ لا کر ہی رہی نا ——— لیکن میں ابھی اپنا جملہ پورا بھی نہیں کر سکی تھی کہ ——— اس نے لپک کر مجھے گرفت میں لے لیا۔ اور میرا گلا دبا دیا۔

میری کچھ نہ چلی ——— اور میں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی لیکن یہ صرف میری زندگی کا سوال نہ تھا بلکہ آئزک کے بیٹے کا بھی تھا۔ آئزک نے اپنے بیٹے کو بھی قتل کیا تھا۔ وہ جو میرے پیٹ میں تھا۔ اور آئزک کے بعد میری امیدوں کا واحد مرکز تھا۔

"بیٹا ——— ؟" انسپکٹر نے کہا۔

"ہاں ——— مجھے معلوم ہے وہ لڑکا تھا۔ اب مجھے ہر بات کا علم ہے ——— "

"تمہارا جسم کہاں گیا ——— "

"غسل خانے کا فرش اکھاڑ دیکھئے وہ مل جائے گا انسپکٹر وہ ان سب سمیت مل جائے گا"

پھر کچھ وقفے بعد آچھوری نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر ——— میں معصوم تھی میں نے آئزک سے بے پناہ محبت کی تھی مگر اس نے مجھے دھوکہ دیا پر لطف بات یہ ہے کہ مجھ سے صرف ڈراما کھیل گیا کہ آئزک شادی شدہ ہے۔ وہ شادی شدہ تھا نہ ہی اس کا باپ زندہ تھا وہ تو بہت پہلے مر چکا تھا۔

شادی بلاشبہ میری ماں کی مرضی کے خلاف ہوئی تھی لیکن اسکے بعد آئزک اور وہ مل گئے تھے۔ اور ہمیں الگ کرنے کے لئے یہ تمام پاپڑ بیلے گئے تھے ——— آئزک عیاش شخص تھا ——— اس نے شادیوں کے ذریعہ بہت سی لڑکیوں کو رنگین دھوکے دیئے تھے۔ ہاں اب اس کی شادی ہو گئی ہے وہ اپنی بیوی کو بہت چاہتا ہے اور اب میں اسے پیار کی قیمت کا احساس دلانا چاہتی ہوں میں نے ہر شخص کو اپنی فریاد سنانا چاہی لیکن سب مجھ سے خوفزدہ رہے آج میرا بوجھ ہلکا ہو چکا ہے۔ اب تمہارا کام ہے انسپکٹر ——— جب بھی میری مدد کی ضرورت محسوس ہو یاد کر لینا"

آچھوری نے واقعات نہایت تفصیل سے بیان کئے تھے۔ سورج پہاڑوں کی اوٹ سے جھانکنے لگا تھا۔ انسپکٹر نے کاغذات سنبھالے اور ایک صوفے پر دراز ہو گیا ——— وہ بڑی سکون کی نیند سویا کوئی بارہ بجے اہلکاروں کو تشویش ہوئی وہ کاٹیج پر پہنچے ——— انسپکٹر سو رہا تھا اسے بیدار کیا ——— سب کی جان میں جان آئی۔

دوسرے دن ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں غسل خانے کا فرش کھدوایا گیا ——— بوسیدہ پارچوں کی دھجیاں ——— لباس کی شناخت کے لئے کافی تھیں۔ محسوس ہوتا تھا ایک بھر دار رومال ہے جو اس کی گردن کے گرد سختی سے باندھا گیا تھا۔ اور اب اس کی گراہوں کے ارد گرد کا کپڑا ایک ایک انچ حصہ محفوظ تھا۔ طبی معائنے کے بعد ثابت ہو گیا کہ ڈھانچہ عورت کا ہے۔ آئزک کو شامل تفتیش کر لیا گیا ——— لیکن اس نے ہر الزام کو ہمت سے انکار کر دیا بالآخر ایک روز گرفتار ہو گیا۔ وہ اس بات کا جواب نہ دے سکا کہ اس نے کی ایک عدالت سے سول میرج کے بعد اگر اس نے آچھوری کو طلاق

[illegible] اور کاغذات بہادر رام سرن کے ہاتھوں [illegible]
[illegible] کے کاغذات کہاں ہیں — اور آچھوری کا بیان ہے
[illegible] ہندوستان کے بڑے بڑے ہوٹلوں میں رقص
[illegible] اب غائب تھی تاہم یہ قتل کا بین ثبوت نہ تھا شبہ قوی
[illegible] عدالت کو مکمل ثبوت درکار تھا۔ سماعت کے دوران آئزک
[illegible] وکیل نے مخصوص اعتراض کیا ——— کہ نعش عورت کی بھی
[illegible] ——— مگر جس کی روح اتنا طویل بیان دے
[illegible] ہر شخص سے فریاد کے لئے تڑپ سکتی ہے انسپکٹر نے
[illegible] بیانات پر دستخط کیوں نہیں لئے۔
[illegible] کیا وہ صرف بول سکتی ہے؟ اس غلطی کا احساس اس وقت
[illegible] لیکن اس نے آئندہ سماعت تک مہلت طلب کی
[illegible] وکیل نے [illegible] دیا ——— عدالت بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی
[illegible] اہم بات کو نظر انداز کر دینے پر سخت نادم تھا۔ وہ
[illegible] پھر کاٹیج پہنچا ——— آچھوری اس کے انتظار میں تھی۔
[illegible] بات سنے بغیر اس نے کہا۔
[illegible] ——— میں تو قانون کو صرف اطلاعاً تک
[illegible] کا بدل خون ہونا ضروری ہے بہرحال کاغذ
[illegible]

[illegible] کاغذ اور قلم دے دیا آچھوری نے انگریزی میں
[illegible] سطور لکھ دیں۔
[illegible] حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ پولیس کو جو بیان دیا گیا ہے
[illegible] ——— اور جس بیان پر اعتراض کیا گیا ہے اس پر
[illegible] دستخط موجود نہیں ہے دوبارہ دیکھا جائے۔ آچھوری"
[illegible] انسپکٹر نے بیان عدالت میں پیش کیا تو وکیل
[illegible] ——— ہر صفحہ آچھوری کے دستخط [illegible]
[illegible]

[illegible] عدالت [illegible]
[illegible]

نہیں کرسکتا ہے؟"
عدالت نے معنی خیز نظروں سے انسپکٹر [illegible]
کی طرف دیکھا ——— سماعت کے [illegible]
شروع ہوتا تھی انسپکٹر گھوڑے پر سوار [illegible]
جا پہنچا یہ فاصلہ کوئی ڈیڑھ میل کا تھا قتل [illegible] ———
اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ میز پر وہ تار موجود ہے جو آئزک
نے لڑکے کی علالت کا بہانہ بنا کر آچھوری کو دیا تھا۔ [illegible]
ایک [illegible] لڑکی رسید تھی جسے آئزک نے لیکر دیا تھا۔ مگر [illegible]
تھی کوئی سایہ نہیں تھا یہ ثبوت کم تو نہ تھے مگر ان سے قتل کا ثبوت
اور دستخط کی شناخت نہ ہوئی تھی۔ انسپکٹر یہ لیکر عدالت [illegible]
گیا کافی بحث کے بعد مقدمہ آئندہ سماعت پر ملتوی ہو گیا [illegible]
سخت پریشان تھا۔ اسی رات وہ پھر کاٹیج پہنچا آچھوری [illegible]
لیکن انسپکٹر نے اسے صرف خواب میں پایا۔ انسپکٹر کی [illegible]
گئی تھی آئندہ سماعت پر عدالت میں [illegible] اسپتال کا [illegible]
پیش کیا گیا۔ آچھوری کی ماں کے داخلے کے وقت متعلقہ [illegible]
اور رجسٹر پر آچھوری کے دستخط تھے۔ نگران پر مسز آچھوری
آئزک لکھا گیا تھا۔ بعد ازاں ماہر تحریر نے دستخطوں کی تصدیق
کر دی شبہات یقین میں تبدیل ہوتے جا رہے تھے۔ [illegible]
سیشن کے سپرد کر دیا گیا اور پھر گتھی اتنی آسانی سے حل ہو گئی کہ کسی کو
مشکل پیش نہ آئی آخر آئزک کو جرم کا اقبال کرتے ہی بن پڑا اسے
سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔
اس مقدمے کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ایک تو اس فیصلہ کے بعد اس کاٹیج
پر کبھی کوئی سایہ نظر نہ آیا۔ اور دوسرا یہ فیصلے کی بات انسپکٹر نے عملاً
[illegible] اس سماعت [illegible] انسپکٹر سے آخری بار [illegible]
[illegible] خواب [illegible]
[illegible]

عورتوں کیلئے



میاں بیوی میں بدمزگی

اب یہ وبا ہمارے ملک میں بڑھتی جا رہی ہے

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

یورپ و امریکہ کی طرح اب ہمارے ملک میں بھی میاں بیوی میں بدمزگی کی وبا بڑھتی چلی جا رہی ہے زبیدہ بہن نے ذیل کے مقالہ میں ہمارے معاشرہ کی اِس تازہ الجھن پر روشنی ڈالی ہے۔

جوں جوں زمانہ ترقی کر رہا ہے ہر چیز میں تصنع اور بناوٹ بڑھ رہی ہے۔ اور اصلیت دن بدن معدوم ہوتی چلی جا رہی ہے چنانچہ میں دیکھ رہی ہوں کہ اب میاں بیویوں کے تعلقات میں بھی پہلا سا خلوص اور محبت باقی نہیں رہی اور اِس سلسلہ میں ایک بھائی نے مجھے لکھا ہے

"مغربی ممالک کی طرح اب ہمارے ملک میں بھی میاں بیوی کے تعلقات میں دن بدن بدمزگی پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے۔ نہ پہلا سا خلوص ہے اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے ایثار۔ بہت کم شادی شدہ جوڑے ایسے ہیں جن کے تعلقات خوشگوار ہوں گے ورنہ عام طور پر آپس میں جھگڑے ہی رہتے ہیں۔ جن کی وجہ سے گھریلو زندگی کی راحتیں ختم ہو گئی ہیں۔ آخر اِس بڑھتی ہوئی بدمزگی کا سبب کیا ہے کوئی ایسا طریقہ بتائے جس سے کہ ہمارے گھریلو زندگیاں خوشگوار بن سکیں۔"

اس خط میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بڑی حد تک درست ہی معلوم ہوتا ہے۔ ہماری زندگیوں میں واقعی ایک انقلاب سا آگیا ہے میاں بیویوں کی وہی زندگیاں جن کی بنیاد خلوص اور ایثار پر رکھی ہوئی تھی۔ اب اُن کی تہہ میں خود غرضیاں داخل ہو گئی ہیں۔ چنانچہ حالت یہ ہے کہ اگر بیوی کو میاں سے خاطر خواہ فائدہ پہنچتا ہے تو وہ خوش ہے۔ ورنہ ہر وقت شوہر کی شکایت اُسکی زبان پر رہتی ہے اِسی طرح شوہر کو اگر بیوی سے پورا پورا آرام ملتا ہے اور بیوی اُس کی ہر جائز و ناجائز خواہش پر گردن جھکا دیتی ہے تو شوہر راضی ہے ورنہ گھر میں جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ جھگڑے بھی بہت چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتوں پر ہوتے ہیں جو بڑھتے رہتے ہیں اور نہایت ہی خطرناک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

گھریلو جھگڑے دنیا کی سب سے بڑی مصیبت ہیں۔ فاقہ کشی برداشت کی جا سکتی ہے۔ تنگ دستی اور غریبی بھی قابل برداشت ہے۔ یہاں تک کہ دکھ اور بیماری کو بھی برداشت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اچھے خاصے گھروں کو جہنم بنانے والے اِن آئے دن کے جھگڑوں کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

روز روز کے اِن جھگڑوں سے صرف میاں بیویوں ہی کی زندگیاں برباد نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ بچے جو ہمارا اور قوم کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں اِن جھگڑوں سے ان کا مستقبل بھی تباہ ہو جاتا ہے۔ اِسکے علاوہ آئے دن کے اِن جھگڑوں کا بچوں کے اخلاق اور عادات پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے اور میاں بیویوں کا بیشتر وقت جو بچوں کی تعلیم و تربیت پر صرف ہونا چاہئے تھا آپس کی تو تو میں میں برباد ہو جاتا ہے۔

یہ مصیبت اور وبا ہمارے ملک میں پہلے بہت کم تھی۔ لیکن اب عام ہوتی جا رہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اِن جھگڑوں کا بنیادی سبب کیا ہے۔ اِس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ "جدید تہذیب" اور مغربی اثرات کی بنا پر میاں بیوی کے تعلقات میں خلوص کی بجائے خود غرضی اور کاروباری پن زیادہ غالب آگیا ہے۔ میاں بیوی دونوں ہی یہ سوچتے

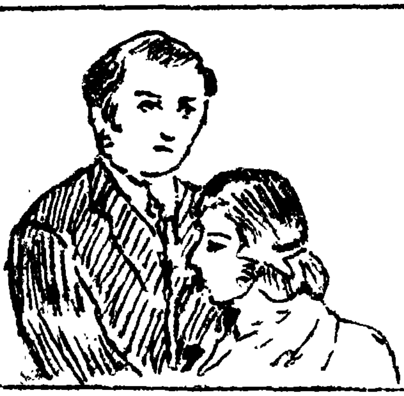
لگتے ہیں کہ ہمیں فریق ثانی سے کتنا فائدہ یا نقصان ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ یکجان اور دو قالب ہو کر نفع نقصان کو بھول جائیں جیسا کہ پہلے زمانہ میں ہوا کرتا تھا۔ یاد رکھئے کہ صرف اُن ہی میاں بیویوں کی زندگیاں خوشگوار بن سکتی ہیں جن کے تعلقات میں خلوص ہوتا ہے اور جو ایک دوسرے کے لئے زیادہ سے زیادہ ایثار اور قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔

عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جن میاں بیوی میں ایثار اور خلوص ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کی خامیوں اور کمزوریوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر کبھی نکتہ چینی نہیں کرتے۔ اور ایک دوسرے کی کمزوریاں کبھی تلاش نہیں کرتے بلکہ وہ محض ایک دوسرے کی خوبیوں اور اچھی باتوں پر نظر رکھتے ہیں۔ اور ہنسی خوشی زندگی گزارتے رہتے ہیں۔ لیکن آجکل کے زمانہ میں چونکہ میاں بیویوں میں ایثار اور خلوص کی کمی ہوگئی ہے اس لئے ان کے تعلقات بہت کم خوشگوار نظر آتے ہیں۔ میاں بیوی کا تعلق ایک ایسا تعلق ہے کہ ان دونوں کو دن رات ایک ساتھ رہنا پڑتا ہے۔ اگر یہ دونوں ایک دوسرے کی کمزوریوں کو نظر انداز نہیں کریں گے اور تحمل و برداشت سے کام نہیں لیں گے بلکہ ایک دوسرے کے خلاف نکتہ چینی کرتے رہیں گے تو اُن کی زندگیاں وبال بن جائیں گی۔

گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے میں میرے نزدیک عورتوں سے کہیں زیادہ مردوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اگر مرد تحمل اور برداشت سے کام لیں اور بیویوں پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے نرمی کے ساتھ اُن کی کمزوریوں کی اصلاح کی کوشش کریں تو آپس میں کبھی بھی بدمزگی پیدا نہیں ہو سکتی

اسی طرح عورتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی فطرت مزاج۔ اور عادات کو سمجھنے کی پوری کوشش کریں خود تکلیف اٹھا کر انہیں راحت پہنچائیں۔ اُن پر اُن کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں۔ اور اگر اُن کی کوئی بات پسند نہیں آتی ہے تو اس پر اعتراض نہ کریں بلکہ صبر و ضبط سے کام لیں اور ایسے پیرائے میں اُن کی کمزوریوں کی جانب توجہ دلائیں جس سے کہ ناگواری پیدا نہ ہونے پائے۔

افسانہ



سپنے بکھر گئے

ایک نہایت ہی دلچسپ معاشرتی کہانی

(از جناب اختر سعید۔ ایم اے۔ بی ایڈ)

یہ لبنا" پہلی لڑکی تھی۔ جو میرے دل و دماغ پر چھا گئی تھی۔ اُس کا نام تو لبنا تھا مگر میں اُسے پیار سے "للی" کہنے لگا تھا۔ اِس لئے کہ اُسے اپنے مکان میں لگے ہوئے للی کے پھولوں سے غیر معمولی دلچسپی تھی وہ مالک مکان کی نہایت شوخ اور چنچل لڑکی تھی۔ واقعی وہ للی تھی۔ للی کے پھولوں کی طرح خوبصورت اور سبک اندام! وہ اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی تھی۔ اُس کے پتا ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کے ذمہ دار عہدہ پر فائز تھے۔ اکثر ٹور ہی پر رہتے تھے۔ للی، شاید اپنے مکان کے سنسان ماحول سے اکتا کر لان کا رخ کرتی اور کئی کئی پہر اُس باغیچہ میں رہ کر ہریالی کا جائزہ لیتی رہتی۔ ہمیشہ شام کے وقت جب میں دفتر سے لوٹتا اُسے تنہا اُس کو باغ میں ٹہلتے ہوئے دیکھتا۔ جیسے وہ میرے ہی انتظار میں ہو۔

للی! اُس کے لئے اب میرا ہی تخاطب تھا۔ اِس تخاطب پر اُس کا صبیح چہرہ دمک اٹھتا۔ وہ آنکھیں جھکائے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی میری طرف چلی آتی اُس کا وجود چاندنی سے نہائے ہوئے مرمریں مجسمہ کی طرح میری نگاہوں میں گھوم جاتا۔ بادِ بہاری کے جھونکوں کی طرح میرے ڈرائنگ روم میں چلی آتی۔ میں ریڈیو آن کر دیتا۔ ریڈیو کی ہلکی ترنم ریز آواز کمرہ میں موسیقی کا جادو جگانے لگتی۔ وہ میز پر بکھرے ہوئے میگزینوں کی ورق گردانی میں مصروف ہو جاتی اور میں ٹاول لے کر باتھ روم میں نہانے چلا جاتا۔ اسی طرح دن گزرتے رہے۔

میں اُس سے بے تکلف ہو گیا تھا۔ وہ بھی میرا بے حد خیال رکھتی تھی۔ میں جب بھی دفتر سے لوٹتا، میرے کمرے میں ہر چیز سلیقے سے رکھی ہوتی۔ گلدستہ خوشنما تازہ پھولوں سے سجا رہتا صاف ستھرا فرش دھلے دھلائے میز پوش اور دروازوں کے پردے للی کی نفاست پسندی کا ثبوت دیتے اور اِس سے میں بے حد متاثر ہوتا۔

"للی! کیوں اتنی تکلیف اُٹھاتی ہو میرے لئے؟" میں نے ممنون نظروں سے دیکھتے ہوئے ایک دن کہا۔

"کیا آپ یہاں ایک ویرانہ بنانا چاہتے ہیں!" وہ دبی دبی مسکراہٹ اپنے چہرہ پر لئے لائٹ آن کر کے ایک شانِ بے نیازی کے ساتھ کمرہ سے نکل گئی

موسم گرما کا ایک دن تھا۔ تھکا ہارا دفتر سے آکر میں نے لباس تبدیل کیا اور ٹاول لے کر باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ للی ایک ہاتھ سے اپنا چہرہ تھامے قریب رکھے ایک تخت پر بیٹھی، نل کے نیچے رکھی ہوئی بکیٹ بھرنے کا انتظار کر رہی تھی۔ ٹیپ کی تیز رفتار موٹی دھار کے باعث، بکیٹ سے پانی کے موٹے موٹے قطرے اُڑ اڑ کر اُس کے صاف و شفاف چہرے پر جم رہے تھے۔ وہ اُن اُچھلتے کودتے پانی کے قطروں سے محظوظ ہو رہی تھی۔ میری آہٹ پر وہ چونک پڑی اور اپنے شانوں پر بے ترتیب دوپٹہ کا آنچل درست کرتے ہوئے سہمی سہمی کھڑی ہو گئی۔ اُسکی آنکھیں ستاروں کی طرح جھلملانے لگیں میں باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ وہ برق رفتاری سے اپنے آپ کو سمیٹتی ہوئی میرے پاس سے نکل گئی۔ اس کا شوخ و شنگ آنچل میرے چہرہ سے ٹکرا کر پھسلتا ہوا ہوا میں لہرا گیا اور ایک دن رات کے دو بج چکے تھے۔ ماحول میں سناٹا سا چھایا ہوا تھا۔ میں آہستہ سے لان کا گیٹ کھول کر مکان میں داخل ہوا جیسے ہی دراٹھ کے زینے طے کر کے آگے بڑھا، اپنے ڈرائنگ روم میں روشنی دیکھ

کہ میرے پاؤں میں جیسے بریک سا لگ گیا۔ میری متجسس نگاہیں کھڑکی سے کمرہ کا جائزہ لینے لگیں کمرہ میں تیز روشنی کا بلب دمک رہا تھا اور اُس کی روشنی سے سارا کمرہ جگمگا رہا تھا۔ لیلیٰ صوفہ پر محوِ خواب تھی۔ اُس کے بازو پر ایک کھلے میگزین کے اوراق بہتی پنکھے کی ہوا میں سرسرا رہے تھے۔ اُس کا چہرہ بکھرے ہوئے سیاہ بالوں میں ایسے دمک رہا تھا جیسے سیاہ بادلوں میں چاند چمک رہا ہو! اُس نے ایک کروٹ بدلی۔ اُس کا وجود ایک نیم شگفتہ کلی میں تبدیل ہو گیا۔ جیسے ہی میں نے کمرہ میں قدم رکھا۔ میری آہٹ پہ وہ ہڑبڑا اُٹھی اور اپنا ہوش رُبا وجود سمیٹے کمرہ سے نکل گئی۔ میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ میں اُسی کا تصور لیے بستر پر لیٹ گیا۔ میرے تخیل میں اُس کا خوبصورت جوان جسم اُبھرا۔ میں نے اپنے جسم میں ایک جھرجھری سی محسوس کی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے۔ وہ مسکراتی ہوئی میری بانہوں میں سما گئی اُس کا جسم نرم روئی کے گالے کی طرح میری بانہوں میں سمٹتا گیا میں اُس کے جوان جسم کی حرارت کو محسوس کرنے لگا۔

ممم اُوں ہوں —— چھوڑو نا —! فضا میں ایک نقرئی آواز ابھری میں نے اپنی بانہوں کی گرفت اور سخت کر لی۔ اچانک ٹائم پیس کے الارم کی آواز اُبھری میری آنکھیں کھل گئیں۔ میری بانہوں میں تکیہ بیچارا سمٹ کر ایک نرم گٹھری کی شکل میں جکڑا ہوا تھا۔ میں اُٹھ بیٹھا۔ صبح کے چھ بج چکے تھے میں آنکھیں ملتے ہوئے ورانڈے میں آیا۔ طرح طرح کے پرندے نغمہ سنج تھے۔ خوش رنگ پھولوں سے لدے شاداب پودے بادِ نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے لہرا رہے تھے۔ میری نگاہیں اُن سہانے مناظر سے گزرتی ہوئی لیلیٰ فلاورس کی کیاری تک جا پہنچیں اور وہاں پہنچ کر جیسے منجمد ہو گئیں۔ لیلیٰ فلاورس کی کیاری سفید چادر اوڑھے ہوئے تھی کیاری کے بیچ میں لیلیٰ بیٹھی پھول توڑ توڑ کر اپنے دامن میں جمع کر رہی تھی۔ میں دبے پاؤں اُس کے قریب پہنچا وہ بے خبر کیاری میں ادھر ادھر پھدکتی ہوئی پھول چن رہی تھی۔ اُس کا دوپٹہ شانوں سے ڈھل کر اس کی کلائیوں میں جھول رہا تھا۔

"لینا!" میں جذبات سے بھرپور آواز میں مخاطب ہوا۔

وہ جیسے شرما کر اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے بے ترتیب لباس کو درست کرتے ہوئے اس نے شرم سے بوجھل پلکیں اٹھائیں۔ ہماری نگاہیں چار ہوئیں۔ اس کے ہاتھوں سے پھولوں سے بھرا دامن چھوٹ گیا سارے پھول اس کے خوبصورت جسم سے پھسلتے ہوئے اس کے قدموں میں گر گئے، وہ سرو کے ایک جھاڑ کی طرح جھوم گئی۔ چاندنی جیسا اس کا صبیح چہرہ گلنار ہو گیا۔ وہ سر جھکائے کنکھیوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"ارے تمہیں! آج تمہیں کیا ہو گیا؟" میں اپنی حالت پر قابو پا کر مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ وہ اپنا چہرہ دوسری طرف کئے تن کر کھڑی ہوئی تھی میں اس کے قریب چلا آیا۔ میرے سامنے اس کے جوان جسم کا ہر زاویہ جلوہ افروز تھا۔ اس کا وجود میری آنکھوں میں گھوم گیا میں اس کے قدموں میں بکھرے ہوئے پھولوں کی طرف جھک کر انہیں سمیٹنے لگا

"ارے ——!" وہ وہیں بیٹھ گئی۔ اب وہ میرے روبرو تھی میں نے پھولوں سے اس کا دامن بھر دیا۔

"تھینک یو!" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور شاخ گل کی طرح لچکتی ہوئی لان پار کر گئی۔ میری نگاہیں اس کا تعاقب کرنے لگیں میں ایک فلمی گیت گنگناتا ہوا تیز تیز قدموں سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ ریڈیو آن کیا۔ جھوم برابر جھوم شرابی —— گانے کی آواز کمرہ میں گونجنے لگی۔

مگر جیسے ہی صوفہ پر پڑے کھلے میگزین کو میں نے اٹھایا ایک کاغذ کا پرزہ میگزین میں سے نکل کر ہوا میں لہراتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ جس میں یہ عبارت درج تھی۔

"لینا ڈارلنگ شکر کرو کہ ہماری جدائی کے طویل لمحے آخر ختم ہو گئے، میں کل صبح گیارہ بجے ہوائی جہاز سے پہنچ رہا ہوں" تمہارا اشو ہر چندر شیکھر۔

مجھے پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ لینا شادی شدہ ہے میں حیرت زدہ ہو کر ٹیلیگرام کی تحریر کو دیکھتا رہا۔ اور میرے سارے سپنے آن کی آن میں بکھر گئے —— لینا کے ساتھ زندگی گزارنے کے جو محل میں نے اپنے تصور میں بنائے تھے وہ آن کی آن میں زمین بوس ہو گئے۔

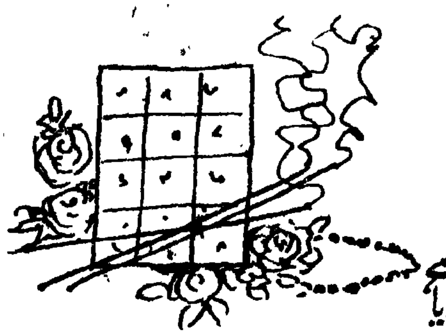
مقتولہ کا انتقام

(باقی مضمون ص۲۶)

وہاں ایک آہنی صندوقچی میں کچھ چیزیں ہیں وہ اپنی بیوی کو میری جانب سے تحفے کے طور پر دے دینا میری یہ آرزو تھی یہ صندوقچی میری ماں نے وہاں محفوظ رکھی تھی۔

صبح صندوقچی برآمد ہو گئی کوئی چالیس ہزار روپے کے کرنسی نوٹ اور تقریباً اسی قدر مالیت کا قیمتی زیور اس میں موجود تھا۔ انسپکٹر نے یہ سب حکام بالا کے سپرد کر دیا۔ اور دیانت داری و فرض شناسی کے عوض سرکاری طور پر یہ سب اسے بطور انعام لوٹا دیا گیا۔

مفلسی مصیبت بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنھوں نے ہزار و مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا ہے

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں۔ بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مرتب کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگا لیں۔ جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات
مرتبہ مولانا ظہیر احمد شاہ بھاگلپوری

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے۔ ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں۔ اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں۔ لاتعداد عداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق تسخیر محبوب اور حصول ملازمت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول: ابتدائی معلومات:- اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار برجوں کے رنگ و زائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات درج ہیں۔

باب دوم: اعمال حسنہ:- اسمیں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی نیز ان کے نقوش و اعمال درج ہیں

باب سوم: اعمال محبت:- اسمیں محبوب کو قابو میں کرنے کے لئے اسم یا ودود کا عمل عمل اسم الٰہی، سرمہ محبت، تصور محبوب کا عمل، قرآنی اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب چہارم: عملیات عداوت:- اس میں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کے لئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم: کشائش رزق:- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کے لئے اور خوشحال بننے کے لئے تیر بہدف اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم: تسخیر خلائق:- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کیلئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم: تسخیر حکام:- اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم: چور کی شناخت:- اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیابی کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم: گمشدہ کی واپسی:- اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آ جاتا ہے۔

باب دہم: مختلف امراض کے لئے:- اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنہیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں

باب یازدہم: اولاد کے لئے:- اسمیں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

باب دوازدہم: حل مشکلات:- اس میں پریشانی اور مشکلات سے نجات پانے کے لئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

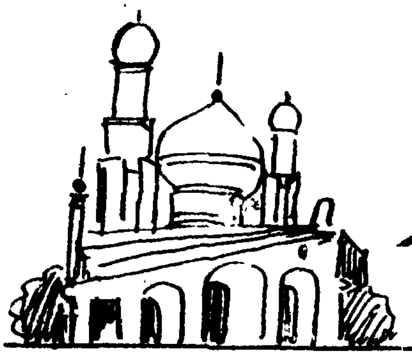
باب سیزدہم: فالنامہ غوث الاعظم:- اس فالنامے کے ذریعہ سچی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ ہر باب پر تحریر ہے قیمت مجلد مع خوبصورت گرد پوش صرف دس روپے

دینی دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶

زو
سینے آ
کے جو محل میں نے اپنے تصور پ۔
ہو گئے۔

دنیائے اسلام پر ایک نظر



اسرائیل کو مایوسی کا سامنا

افغانستان میں سینکڑوں روسی ہلاک، مدینہ منورہ پر بھی نظر بد

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

اسرائیل کو مایوسی کا سامنا

اسرائیل نے جس ناپاک ارادہ سے لبنان پر پوری طاقت سے حملہ کیا تھا۔ اور لبنان کی جنگ میں جس درندگی اور بربریت کا ثبوت دیا تھا اُس میں اُسے ناکامی کا بری طرح سامنا ہو رہا ہے۔ اسرائیل کا درندہ صفت وزیراعظم بیگن یہ چاہتا تھا کہ لبنان سے فلسطینیوں کا صفایا کرنے کے بعد فوراً ہی لبنان کو دوسرا اسرائیل بنا دے مگر اسے اپنے اِس ناپاک مقصد میں بری طرح مایوسی ہو رہی ہے۔

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ اسرائیل کو لبنان کی جنگ میں بے اندازہ جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ پچھلی دو لڑائیاں تو اسرائیل نے صرف ایک ہفتے کے اندر اندر سر کر لیں۔ لیکن فلسطینیوں نے اِس کے دانت کھٹے کر دیے۔ تین چار ماہ کی مسلسل جنگ کے بعد وہ صرف فلسطینیوں کو لبنان سے نکالنے میں کامیاب ہو سکا لیکن اصل مقصد حاصل کرنے میں وہ ابھی تک قطعی ناکام ہے کیونکہ خود لبنانی اس چیز کے لئے کسی طرح بھی آمادہ نہیں ہیں کہ وہ اسرائیل کو اپنے سروں پر مسلط کر لیں چنانچہ ایک طرف تو بعض مجبوریوں کی بنا پر لبنان کے موجودہ صدر امین جمائل اسکے لئے آمادہ نہیں ہیں کہ لبنان کی سیادت اسرائیل کے حوالے کر دیں۔ اور دوسری جانب لبنان کے وزیراعظم شفیق وزان نے مطالبہ کر دیا ہے کہ اسرائیل سمیت تمام بیرونی فوجیں لبنان خالی کر دیں۔

اسرائیل کے خلاف لبنانی عوام میں جن میں کہ مسلمانوں کے علاوہ عیسائی بھی شامل ہیں کسقدر ناگواری بڑھ چکی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ عوام کے دباؤ کی بنا پر حکومت لبنان اسرائیل کے خلاف تجارتی پابندیاں تک لگانے پر مجبور ہو گئی ہے۔ چنانچہ بیروت کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ "حکومت لبنان نے اسرائیل کے ساتھ تجارتی پابندی عائد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اِس فیصلہ کے مطابق ایک ایسا قانون بنایا جا رہا ہے کہ جسکے تحت اسرائیل کے ساتھ تجارت کرنے والے لبنانیوں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔ چنانچہ لبنان کے وزیر معیشت مسٹر ابراہیم علوی نے کہا ہے کہ "لبنانیوں کو چاہئے کہ وہ اسرائیل کے ساتھ اپنے کاروبار کرنے کے معاملہ میں بے حد محتاط رہیں کیونکہ اس سے لبنانی معیشت پر بہت برا اثر پڑ سکتا ہے اور مزید کہا ہے کہ اسرائیلی مصنوعات کی تجارت کرنے والی کمپنیوں کو سیاہ فہرست میں شامل کر لیا جائے گا۔ کیونکہ لبنان کو اسرائیلی تجارت سے خطرہ ہے۔ اسرائیلی حکومت اپنی مصنوعات اور غیر ملکی مصنوعات جو اُسے بغیر ڈیوٹی کے حاصل ہوتی ہے اُنہیں لبنان بھیج کر لبنان کی معیشت کو تباہ کر دینا چاہتی ہے"

غور فرمائیے کہ جو اسرائیل لبنان کو دوسرا اسرائیل بنانے کا خواب دیکھ رہا تھا وہاں اگر اُس کی تجارت پر بھی پابندی لگا دی جاتی ہے تو اُسے جسقدر بھی مایوسی ہو وہ کم ہے۔ اس کے علاوہ تازہ ترین اطلاع ہے کہ صدر امین کی دائیں بازو کی "عیسائی فلانجسٹ پارٹی" کے ریڈیو "وائس آف لبنان" کا کہنا ہے کہ لبنان نے امریکی نمائندے مسٹر فلپ حبیب کو بتا دیا ہے کہ لبنان نے اسرائیل کی اُن تمام شرطوں کو مسترد کر دیا ہے جن سے کہ لبنان کی خودمختاری اور آزادی پر ضرب پڑتی ہے گویا اسرائیل اور امریکہ نے لبنان کو غلام بنا کر رکھنے کے لئے جو وسیع پروگرام بنایا تھا۔ وہ پروگرام خاک میں مل گیا ہے جس سے کہ صرف اسرائیل ہی کو نہیں بلکہ امریکہ کو بھی بڑی ہی مایوسی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

افغانستان میں سینکڑوں روسی ہلاک

فرانسیسی اخبارات کے نامہ نگار جو پچھلے دنوں افغانستان گئے تھے اُن کا کہنا ہے کہ اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ روسیوں کے قدم افغانستان میں مستحکم ہو سکیں گے کیونکہ انہیں افغانستان میں شدید نقصانات اٹھانے پڑ رہے ہیں۔ چنانچہ اسلام آباد کی ایک تازہ اطلاع کے مطابق ایک بیان کہا گیا ہے کہ حال ہی میں سینکڑوں روسی ہلاک ہو گئے ہیں۔ سفارتی ذرائع سے موصول ہونے والی ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ:-

"۹ نومبر کو منگل کے روز شمالی کابل میں ایک زمین دوز سڑک پر تیل ٹینکر کے پھٹ جانے سے اور دور دور تک آگ لگ جانے کی وجہ سے ایک ہزار سے بھی زیادہ سوویٹ فوجی اور افغانی شہری ہلاک ہو گئے ہیں۔ یہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس تیل ٹینکر کے پھٹ جانے کا کیا باعث ہے۔ اندیشہ کیا جا رہا ہے کہ اس حادثہ میں مجاہدین افغانستان کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

کابل میں غیر سرکاری ذرائع کے مطابق ۷۰۰ کے قریب روسی فوجی ہلاک اور ۴۰۰ کے قریب کے زخمی ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تیس فوجی گاڑیاں اس دھماکے سے اڑ گئی ہیں۔ لوگ غریب اسلام کے گورنر[illegible] سے تصدیق کی ہے کہ ایک[illegible] فوجی[illegible] ان میں کہ روسی فوجی سوار تھے۔ [illegible] پھٹ گئی ہیں۔ [illegible] وسیع[illegible] کا ایک نقصان ہے۔ جیسے یہ[illegible] محسوس کیا جا رہا ہے۔ ایک مجاہد لیڈر کا بیان ہے [illegible] یہ تو ممکن ہے کہ اسلام اور وطن کی حفاظت کرتے ہوئے اس ٹینک کا ایک ایک افغان شہری اپنی جان دے دے لیکن یہ کبھی بھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ افغان باشندے بے دین کی حکومت کو قبول کر سکیں۔

مدینہ منورہ پر بھی نظر بد

برطانیہ کے مقالہ نگار جے ایس چوہان کا ایک مکتوب حال ہی میں ہندوستان کے اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اور انھوں نے اپنے مکتوب کے ذریعہ اِس بات کی تصدیق کی ہے کہ اسرائیل کا ناپاک ارادہ یہ ہے کہ جیسے بھی ممکن ہو وہ نعوذ باللہ مدینہ منورہ پر بھی قبضہ جمالے۔ چنانچہ مکتوب کے الفاظ یہ ہیں۔

"واشنگٹن سے ملنے والی ایک اطلاع کے مطابق امریکی پالیسی سازوں کو اب یہ احساس ہو چلا ہے کہ اسرائیل کا ہدف صرف پی۔ ایل۔ او کو ختم کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ایک عظیم تر اسرائیل کی بنیاد رکھنا ہے امریکی پالیسی سازوں کو یہ احساس اسرائیلی وزیر اعظم بیگن اور وزیر دفاع شیرون کی اُن کوششوں کی بنا پر ہوا ہے جو وہ لبنان میں کر رہے ہیں۔ چنانچہ لندن میں منعقد ہونے والے حج سمینار نے مسلم عوام کو خبردار کیا ہے کہ وہ بین الاقوامی صیہونیوں کے تیار کردہ نقشوں میں مدینہ منورہ کو بھی مجوزہ عظیم تر اسرائیل کے نقشوں میں رکھا گیا ہے"

مسٹر جے۔ ایس چوہان۔ نے اپنے مکتوب میں جس اندیشہ کا اظہار کیا ہے وہ ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہم دین دنیا کے اوراق میں اس سے پہلے بھی اس بات کا انکشاف کر چکے ہیں کہ اسرائیل کی زمانہ دراز سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر نظر بد ہے۔ چنانچہ اسرائیل نے اسرائیل پارلیمنٹ کے دروازے پر "مجوزہ عظیم اسرائیل" کا جو نقشہ آویزاں کر رکھا ہے اس میں خصوصیت کے ساتھ مدینہ منورہ کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل کے ارادے نہایت ہی ناپاک ہیں۔ اور ان ناپاک ارادوں میں ہمت افزائی کرنے والا امریکہ ہے۔ جو دراصل مسلمانوں اور اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ لیکن ہماری یہ بدقسمتی یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے بعض عرب ممالک امریکہ پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں حالانکہ اسرائیل تو کچھ بھی نہیں ہے وہ محض امریکہ کا آلۂ کار ہے۔ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن امریکہ ہے۔

خمینی کی امامت کے منکر قابل گردن زدنی

ایران کے موجودہ سربراہ آیت اللہ خمینی صرف وہاں کی نام نہاد "جمہوریہ اسلامیہ" ہی کے سربراہ نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کا دعویٰ ہے کہ وہ "امام موعود" بھی ہیں۔ اور جو شخص بھی اُن کے امام موعود ہونے سے انکار کرتا ہے۔ اُسے یا تو قتل کر دیا جاتا ہے یا سسک سسک کر مرنے

سکے لئے جیل خانوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان دنوں ایران میں اُن سنی مسلمانوں پر بڑی زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ جو علامہ خمینی کو امام موعود تسلیم کرنے سے منکر ہیں۔

اس سلسلہ میں ایران کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ علامہ خمینی کی حکومت نے ایران کے ایک جید عالم دین شیخ محمد ... کو گرفتار کر لیا ہے۔ اُن کا پہلا جرم تو یہ ہے کہ وہ علامہ خمینی کے امام موعود ہونے کے منکر ہیں۔ اور دوسرا جرم یہ ہے کہ انہوں نے ایران میں سنیوں پر ہونے والے مظالم اور زیادتیوں پر احتجاج کیا تھا جسے کہ علامہ خمینی کی حکومت برداشت نہ کر سکی۔

یہ بات یاد رہے کہ یہ پہلا موقعہ نہیں ... زیادتیاں کی گئی ہیں بلکہ خمینی انقلاب کے بعد ہی ایران ... نے سنیوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ ... ہزاروں کی مرد و عورتوں بوڑھوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

یوں تو ایران کے شیعہ بھی علامہ خمینی کی حکومت کی زیادتیوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ اب تک سینکڑوں شیعہ تہ تیغ کئے جا چکے ہیں۔ اور ہر وہ شخص جسے علامہ خمینی سے اختلاف ہے خواہ وہ شیعہ ہو یا سنی قابل گردن زدنی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن سنیوں پر خصوصی نظر کرم اس لئے ہے کیونکہ سنی ایک سرے ہی سے علامہ خمینی کی امامت کے منکر ہیں چنانچہ کچھ دنوں سے سنیوں پر زیادتیوں میں اضافہ ہو گیا ہے جس کا تازہ ترین ثبوت شیخ محمد ... کی گرفتاری ہے۔ معلوم نہیں کہ ابھی پہلی بار ... ایرانی جلادوں کی ظلم کی چکی میں پسنا پڑے گا۔

ملیشیا میں بھی قادیانی "غیر مسلم"

مرزا غلام احمد (قادیان) پنجاب کے وہ جھوٹے نبی تھے جنہوں نے اسلام کی آڑ لے کر اور اپنی پیغمبری کا اعلان کر کے ہندوستان میں ایک نئے اسلام سے ہٹے ہوئے مذہب کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اور اس واقعہ کی اصلیت یہ ہے کہ یہ ہندوستان میں برطانیہ کے پٹھو تھے جنہوں نے نئے مذہب کا سہارا لے کر یہاں کے مسلمانوں کو برطانوی اقتدار کا حامی بنانے کا ساری عمر کام کیا ہے لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کی

... بہت کم مسلمان ان کے باطل عقائد کا شکار ہوئے اور انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

پاکستان کے سابق اور مقتول وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو ... ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے پاکستان میں ... قادیانیت کے ... کی جڑ ... قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم ... فتنہ کا قلع قمع کیا ... سعودی عرب ... نے بھی انہیں غیر مسلم اور کافر قرار دے دیا۔

معلوم ہوا ہے کہ حکومت ملیشیا نے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اور کافر قرار دیتے ہوئے ان ... کے خلاف ... کے مناسب قدم اٹھایا ہے۔ چنانچہ حکومت ملیشیا نے ... ہے کہ ملیشیا میں اُن کی حیثیت دوسری غیر مسلم اقلیت جیسی ہے۔ اور جو لوگ قادیانیوں کے کسی بھی فرقہ سے بھی تعلق قائم کریں گے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے گا۔ بہرحال ہم حکومت ملیشیا کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اس نے صحیح قدم اٹھایا ہے اور اس فرقہ کو بے نقاب کر دیا ہے جو آج بھی برطانیہ کی ایک داستان کی حیثیت رکھتا ہے۔

نصرت بھٹو کو پھیپھڑے کا کینسر

پاکستان کے وزیر اعظم مقتول ذوالفقار علی بھٹو کی بیوہ محترمہ نصرت بھٹو ان دنوں پھیپھڑے کے کینسر میں مبتلا ہیں مگر جنرل ضیا کی حکومت نے شدید مرض میں مبتلا ہونے کے باوجود انہیں ملک سے باہر علاج کے لئے جانے کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔ لیکن ... حکومتوں کی جانب سے ضیا حکومت پر زور ڈالا گیا تو انہوں نے ... انہیں علاج کے لئے جرمنی جانے کی اجازت دیدی ہے۔ ...

اصل بات یہ ہے کہ جنرل ضیا نصرت بھٹو سے بے حد خوفزدہ ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگر پاکستان میں کسی وقت بھی عام انتخابات ہوئے تو نصرت بھٹو برسر اقتدار آ جائیں گی اور جنرل ضیا کو پھانسی پہ لٹکنا ہوگا اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ نصرت بھٹو جتنی جلد بھی ختم ہو جائیں اچھا لیکن جنرل ضیا کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خواہ مسز بھٹو زندہ رہیں یا نہ رہیں ان کا انجام بھی ہوگا جو دنیا میں دوسرے ڈکٹیٹروں کا ہوتا رہا ہے۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

سابق صدر امریکہ کی روح وائٹ ہاؤس میں

اخبار "ٹائم" کے ایک مقالہ نگار نے یہ عجیب و غریب انکشاف کیا ہے کہ اکثر اوقات امریکہ کے "سابق صدر لنکن" کی روح وائٹ ہاؤس میں دیکھی گئی ہے۔ اور اسے مختلف لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

صدر روزویلٹ کے دور حکومت کی ایک ملازمہ جس کا نام روز ولیبن بتایا جاتا ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے بارہا اپنی آنکھوں سے صدر لنکن کو وائٹ ہاؤس میں ٹہلتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ واقعہ یا تو رات کو بارہ بجے کے بعد پیش آتا ہے یا بہت سویرے۔

صدر ٹرومین کا خود بیان ہے کہ انھوں نے "صدر لنکن" کی روح کو کئی بار وائٹ ہاؤس میں دیکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ میں نے ہمیشہ ہی انہیں مغموم اور افسردہ پایا ہے۔ ان واقعات سے یہ بات ثابت ہے کہ اکثر مرنے والوں کا مرنے کے بعد بھی اس دنیا سے تعلق باقی رہتا ہے۔

عورتوں کی نہیں مردوں کی عصمت دری

آپ کو یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوگی کہ ان دنوں امریکہ میں جنسی بے راہ روی انتہا کو پہنچ چکی ہے یہاں تک عورتوں کا تعلق ہے [illegible] دوسرے ملکوں میں [illegible] من چلی لڑکیاں [illegible] مقام پر پہنچا کر اپنی جنسی بھوک کے پورا کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔

حال ہی میں امریکہ کے علاقہ کیلی فورنیا کی ایک انوکھی اطلاع اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ جو یہ ہے کہ ٹیکسی کے انتظار میں کھڑے ہوئے ایک نوجوان کو تین من چلی لڑکیوں نے اغوا کرلیا۔ یہ لڑکیاں جو موٹر میں سوار تھیں اپنی موٹر کو اس جوان کے پاس لائیں اور اُسے لفٹ دینے کی پیشکش کی نوجوان تیار ہو گیا۔

لیکن یہ لڑکیاں اسے اغوا کرکے ایک غیر آباد علاقہ میں لے گئیں جہاں لے جا کر انھوں نے اسے اپنی جنسی بھوک مٹانے کے لئے مجبور کیا اور اس بیچارے کو ان لڑکیوں کا تعمیلِ حکم کرنا پڑا۔ جنسی بے راہ روی کی انتہا ہے۔

ننگی تصویروں کا کاروبار

اس زمانہ میں ننگی فلموں اور ننگی تصویروں کا کاروبار پورے عروج پر ہے۔ یورپ و امریکہ میں ہزاروں لڑکیوں کا مستقل پیشہ یہ ہے کہ وہ اپنی مادر زاد برہنہ تصویریں کھنچوا کر خوب دولت کما رہی ہیں۔

ننگی تصویروں اور ننگی فلموں کا یہ کاروبار پیرس میں مردوں سے زیادہ عورتیں کر رہی ہیں۔ اور اس کاروبار کو "آرٹ" کی خدمت قرار دیا جا رہا ہے۔ اور اس کاروبار کے ذریعہ اکثر [illegible] بن گئی ہیں۔ پیرس کی عورتیں دیکھتے ہی دیکھتے کروڑ پتی بن گئی ہیں۔ اب یہ کاروبار ہندوستان کے بڑے شہروں میں بھی بڑا ترقی کر رہا ہے خصوصیت کے ساتھ بمبئی میں ننگی فلموں اور ننگی تصویروں کا یہ کاروبار پھیل چکا



بہترین تجربات سے لبریز کتاب

صرف شادی شدہ حضرات منگائیں

اس کتاب کے ذریعہ بیوی سے محبوبہ کی طرح لطف اٹھایا جا سکتا ہے

شادی شدہ حضرات اگر اپنی بیویوں سے زندگی کا سچا لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہیئے کتاب "دلہا دولہن" کا مطالعہ کریں۔ سالہا سال کے بہترین تجارب کا حاصل ہوں۔ ناممکن ہے وہ تجارب اس کتاب سے ایک ہفتہ میں حاصل ہو جاتے ہیں۔

دلہا دولہن وہ لاجواب کتاب ہے جو دو لاکھ سے بھی زیادہ فروخت ہو چکی ہے۔ اس میں زن و شوہر کے تعلقات پر سیر حاصل مضامین درج ہیں۔ یہ کتاب شادی شدہ حضرات کو اپنی بیویوں سے حقیقی لطف حاصل کرنا سکھائے گی۔ اس میں ازدواجی زندگی کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کا پڑھنے والا اپنی بیوی سے محبوبہ کی طرح لطف حاصل کر سکتا ہے۔

نئے اور پرانے شادی شدہ دونوں کے لئے یکساں مفید ہے

یہ کتاب صرف شادی شدہ حضرات کے لئے نہیں ہے بلکہ نئے اور پرانے شادی شدہ دونوں کیلئے یکساں مفید ہے اس کتاب میں وہ گر بتائے گئے ہیں جنکے معلوم ہونیکے بعد اپنی بیوی کو اپنا والہ و شیدا بنا سکتا ہے اس کتاب میں ازدواجی تعلق پر مکمل تعلیم ہے بغیر دواؤں کے مردانہ کمزوریوں کو دور کرنے کے نئے مجرب طریقے درج ہیں۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے پہلے باب میں جوش جوانی پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جوانی پر کیسے قابو حاصل کیا جا سکتا ہے اور جوانی کو کیسے عمر بھر برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ دوسرے باب میں ازدواجی تعلق کا منشا بتایا گیا ہے اور ایسے رازوں کا انکشاف کیا گیا ہے جن سے بڑے بڑے تجربہ کار بھی واقف نہیں ہیں۔ اور چوتھے باب میں اولاد کی پرورش اور بچوں کی نگہداشت پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ قیمت **Rs. 6-00**

ایک عجیب و غریب کتاب جو یہ بتائے گی کہ

عورتیں کیسے مردوں کو پسند کرتی ہیں

عورتوں کی فطرت کی ماہر ایک یورپین خاتون نے عورتوں کے بارے میں اپنی ساری تحقیق شائع کر دی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ عورتیں کیسے مردوں کو پسند کرتی ہیں۔ تمام تجارب اور راز کی باتیں "عورت" میں درج کر دی گئی ہیں۔

عورت وہ لاجواب کتاب ہے جسے اردو ادب میں ایک نایاب اضافہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ ہزاروں ایسے گھرانوں کی حالت درست ہو گئی جن میں میاں بیوی میں ہر روز لڑائی جھگڑے رہتے تھے۔ اس کتاب میں عورت کی فطرت کی پوری تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ عورت میں شہوت کی خواہش کیوں ہوتی ہے۔ زوجین میں ناگواری کے اسباب کیونکر پیدا ہوتے ہیں۔ جذبات کی لہروں کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے غرضیکہ عورت کی فطرت پر یہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ قیمت **Rs. 5-00**

یہ کتاب بے تکلف احباب کیلئے لکھی گئی تھی

میاں بیوی میں محبت پیدا کرنیوالی کتاب

ازدواجی زندگی کی بدمزگیوں کو دور کرنے کے لئے اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے "میاں بیوی" ایک لاجواب کتاب ہے۔

میاں بیوی ایک ایسی کتاب ہے جو دراصل بے تکلف احباب کے لئے لکھی گئی تھی۔ چنانچہ یہ کتاب بے حد کارآمد ثابت ہوئی ہے۔ اس کو عام فائدہ کے لئے شائع کر دیا گیا۔ اس کتاب میں زن و شوہر کے تعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ ان خاص تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جنہیں لوگ بیوقوفی سے خلاف تہذیب خیال کرتے ہیں۔ اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے ہزاروں ایسے میاں بیویوں کو ایک دوسرے کا گرویدہ بنا دیا ہے جو بری طرح خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ یہ کتاب میاں بیوی دونوں کے لئے نسخہ کا بے خطا عمل ہے۔ قیمت **Rs. 5-00**

DIN DUNIA PUBLISHING Coy. DELHI 6

Tel ephone : 263450 DECEMBER-1982 Regd.No. D(D-N.) 134
Registered with the Registrar of Newspapers at R.N. 782/57

Title & Pictures printed at "KHOWAJA PRESS" Jama masJid, Delhi-110006.